اسراریہ کشف صوفیہ

تصنیف

سید محمد کمال سنبھلی واسطی

تدوین و تصحیح متن و تحشیہ

دکتر مصباح احمد صدیقی

ناشر

رامپور رضا لائبریری

رامپور، اتر پردیش

اسراریہ کشف صوفیہ

۱۰۶۸ھ

تصنیف

سید محمد کمال سنبھلی واسطی

تدوین و تصحیحِ متن و تحشیہ

دکتر مصباح احمد صدیقی

پیش لفظ

پروفسور سید محمد عزیز الدین حسین

ناشر

رامپور رضا لائبریری

رامپور، اتر پردیش

سلسلہ انتشارات کتاب خانۂ رضا۔ رام پور

کتاب خانۂ رضا رام پور۔ ہند

©

مشخصاتِ کتاب

نام کتاب	:	اسرار یہ کشفِ صوفیہ
مصنف	:	سید محمد کمال سنبھلی واسطی
تصحیحِ متن وتحشیہ	:	دکتر مصباح احمد صدیقی
ناشر	:	پروفسور سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی ڈائریکٹر رضا لائبریری، رامپور، اتر پردیش
تیراز	:	۵۰۰ نسخہ
کمپوتر کتابت	:	جناب عبد الصبور
سالِ انتشار	:	۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳م
مطبع	:	سید ڈیزائن و پرنٹ، دہلی۔ ٦
بہا	:	۱۰۰۰/روپیہ ہندی

ISBN-978-93-82949-03-9

مزار مبارک سید محمد کمال سنبھلی واسطی

واقع چودھری سرائے سنبھل

فہرست رجال

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	۷
	مقدمہ مرتب	۱۱
	مقدمہ مصنف اسراریہ	۳۹
۱	خواجہ محمد عبداللہ خرد	۴۰
۲	شیخ احمد سرہندی	۸۱
۳	خواجہ حسام الدین احمد	۸۸
۴	شیخ الہداد	۹۷
۵	خواجہ عبیداللہ کلاں	۱۰۵
۶	خواجہ حجت اللہ	۱۰۷
۷	خواجہ رحمت اللہ	۱۲۰
۸	خواجہ کلمت اللہ	۱۲۳
۹	خواجہ سلام اللہ	۱۲۶
۱۰	خواجہ غلام بہاء الدین محمد	۱۳۰
۱۱	خواجہ عبدالقادر	۱۳۶
۱۲	خواجہ محمد عاشق	۱۳۷
۱۳	خواجہ عبدالرؤف	۱۳۸
۱۴	شیخ الہداد	۱۴۰
۱۵	شیخ رستم	۱۴۲
۱۶	شیخ مرتضیٰ سنبھلی	۱۴۶
۱۷	حافظ جلال الدین	۱۵۵
۱۸	سید احمد	۱۵۶
۱۹	شیخ عبدالغفور سنبھلی	۱۵۹
۲۰	شیخ نعمت اللہ	۱۶۳
۲۱	خواجہ محمد صادق	۱۶۵
۲۲	خواجہ محمد ملیح	۱۶۷
۲۳	شیخ رفیع الدین	۱۶۸
۲۴	شیخ محمد زاہد	۱۷۵
۲۵	شیخ جعفر محمد	۱۷۷
۲۶	شیخ محمد ہاشم سنبھلی	۱۷۸
۲۷	شیخ ابا بکر سنبھلی	۱۷۹
۲۸	شیخ محمد طاہر	۱۸۴

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۲۹	شیخ موسیٰ سرہندی	۱۸۴
۳۰	شیخ عثمان جلندھری	۱۸۴
۳۱	شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی	۱۸۶
۳۲	شیخ محمد معصوم	۱۸۸
۳۳	شیخ محمد یحییٰ	۱۹۰
۳۴	محمد صالح بن شیخ ابراہیم سندھی	۱۹۱
۳۵	سید قطب الدین	۱۹۴
۳۶	محمد صادق فرید آبادی	۱۹۹
۳۷	حافظ صادق کشمیری	۲۰۳
۳۸	شیخ محیٰ نبی	۲۰۵
۳۹	خواجہ عبدالرحیم ماوراء النہری	۲۰۷
۴۰	خواجہ محمد محسن سمرقندی	۲۰۸
۴۱	خواجہ عبدالمنعم	۲۱۱
۴۲	خواجہ جامی	۲۱۵
۴۳	خواجہ ابوالخیر کشمیری	۲۱۶
۴۴	خواجہ فولاد	۲۱۸
۴۵	شاہ میر لاہوری	۲۲۰
۴۶	ملا خواجہ لاہوری	۲۲۳
۴۷	شیخ بلاول قادری	۲۲۶

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۴۸	سید نظیر محمد	۲۳۱
۴۹	شیخ عبدالحق دہلوی	۲۳۴
۵۰	مولانا عبدالحکیم	۲۳۸
۵۱	مولانا شاکر محمد	۲۴۴
۵۲	شیخ عبداللہ بہتہ	۲۴۸
۵۳	شیخ پیر میرٹھی	۲۵۰
۵۴	شیخ قطب عالم	۲۵۷
۵۵	خواجہ محمد صدیق کشمیری	۲۶۰
۵۶	خواجہ عبدالرزاق	۲۶۲
۵۷	محمد شریف خاں	۲۶۵
۵۸	شیخ محمد یوسف	۲۶۸
۵۹	شیخ عبدالوہاب	۲۷۰
۶۰	شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی	۲۷۲
۶۱	خواجہ نظیر	۲۸۰
۶۲	خواجہ جمال الدین حسین	۲۸۴
۶۳	خواجہ سراج الدین محمد	۲۸۵
۶۴	شیخ نورالحق	۲۸۶
۶۵	مولانا حسن کشمیری	۲۸۷
۶۶	محمد حافظ خیالی	۲۹۱

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۶۷	شیخ سلیم دہلوی	۲۹۲
۶۸	شیخ جلال الدین کسکی	۲۹۶
۶۹	شیخ بہاء الدین پرتاوہ	۲۹۷
۷۰	میر ابراہیم اکبر آبادی	۲۹۹
۷۱	مولانا عوض وجیہ بلخی	۳۰۰
۷۲	شیخ بدیع الدین سہارن پوری	۳۰۳
۷۳	شیخ آدم بنوری	۳۰۴
۷۴	شیخ وجیہ الدین	۳۰۵
۷۵	شیخ عثمان بنگالی	۳۰۶
۷۶	شیخ عثمان بنگالی سنبھلی	۳۰۸
۷۷	شیخ طٰہٰ	۳۱۰
۷۸	شیخ عبدالمجید علوی امروہہ	۳۱۴
۷۹	شیخ رُکن الدین سندیلہ	۳۱۶
۸۰	شیخ امین لاہوری	۳۱۷
۸۱	شیخ وزیر محمد خاندیسی	۳۱۹
۸۲	شیخ شاہ محمد جامی	۳۲۳
۸۳	سید شاہ محمد آچینی	۳۲۷
۸۴	شیخ شاہ محمد ڈھکہ	۳۳۱
۸۵	شیخ احمد سنامی	۳۳۲
۸۶	شیخ صالح ملتانی	۳۳۹
۸۷	شیخ فتح اللہ سنبھلی	۳۴۷
۸۸	شیخ حبیب اللہ وارستہ	۳۵۲
۸۹	مولانا عبدالغفور لاری	۳۵۴
۹۰	شیخ عبدالوہاب لونی	۳۵۶
۹۱	شیخ سراج الدین لونی	۳۶۱
۹۲	شیخ مہر علی نیشاپوری	۳۶۵
۹۳	شیخ سید غلام محمد نانوتہ	۳۶۷
۹۴	سید اخلاص فرید آبادی	۳۷۰
۹۵	شیخ آدم سنبھلی	۳۷۸
۹۶	میر محمد مراد بدخشی	۳۸۵
۹۷	شیخ حاجی محمد نگینہ	۳۸۷
۹۸	شیخ ابوالقاسم ردولی	۳۹۰
۹۹	سید احمد غرب (غریب)	۳۹۶
۱۰۰	میر محمد جان	۳۹۸
۱۰۱	حافظ صالح تھانیسری	۴۰۵
۱۰۲	سید محمد سرسوی	۴۱۳
۱۰۳	سید بدھ فرید آبادی	۴۱۵
۱۰۴	میر ابراہیم حسین	۴۱۹

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۰۵	شیخ اشرف دہلوی	۴۲۱
۱۰۶	شیخ جلال سنبھلی	۴۲۴
۱۰۷	شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم سنبھلی	۴۲۹
۱۰۸	شیخ اسماعیل سنبھلی	۴۳۳
۱۰۹	شیخ تاج الدین بلگرامی	۴۳۶
۱۱۰	شیخ جمال الدین بلگرامی	۴۴۲
۱۱۱	(شاہ) ابورضا دہلوی	۴۴۵
۱۱۲	شیخ محمد حصاری	۴۴۹
۱۱۳	شیخ یار محمد لاہوری	۴۵۰
۱۱۴	شیخ کریم اللہ سہارن پوری	۴۵۵
۱۱۵	شیخ قاسم سہارن پوری	۴۵۶
۱۱۶	شیخ اللہ بخش سہارن پوری	۴۵۸
۱۱۷	حاجی میر دوست	۴۶۰
۱۱۸	میر عوض سنبھلی فریدآبادی	۴۶۳
۱۱۹	شیخ دوست لونی	۴۶۵
۱۲۰	میر صالح لونی	۴۶۶
۱۲۱	شیخ جان محمد میرٹھی	۴۷۰
۱۲۲	صوفی گدا	۴۷۳
۱۲۳	سید اسحاق پنجاب	۴۷۵
۱۲۴	سید یوسف بھکری و سید عیسیٰ	۴۷۶
۱۲۵	شیخ حسن و شیخ حسین	۴۷۷
۱۲۶	شیخ بہاءالدین و شیخ اسمٰعیل	۴۸۴
۱۲۷	سید خضر بریلی	۴۸۸
۱۲۸	شیخ احمد دہلوی	۴۹۱
۱۲۹	شیخ عبدالرحیم سنبھلی	۴۹۳
۱۳۰	محمد مقیم لاہوری	۴۹۷
۱۳۱	محمد مقیم انصاری سنبھلی	۵۰۰
۱۳۲	شیخ عبدالواجد سنبھلی	۵۰۱
۱۳۳	شیخ عبداللطیف سنبھلی	۵۰۴
۱۳۴	شیخ نجم الدین سنبھلی	۵۰۶
۱۳۵	شیخ ابدال سنبھلی	۵۰۸
۱۳۶	شیخ منور سنبھلی	۵۰۹
۱۳۷	شیخ عبدالعظیم سنبھلی	۵۱۱
۱۳۸	شیخ عیسیٰ سنبھلی	۵۱۲
۱۳۹	شیخ عبداللطیف سنبھلی	۵۱۵
۱۴۰	سید اللہ یار امروہہ	۵۲۰
۱۴۱	شیخ عبدالحکیم امروہہ	۵۲۳
۱۴۲	شیخ طیب امروہہ	۵۲۷

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۴۳	شیخ فتح اللہ غازی (امروہہ)	۵۳۱
۱۴۴	مخدوم عالم وغوثِ عالم امروہہ	۵۳۷
۱۴۵	شیخ حسین اکبر آبادی	۵۴۵
۱۴۶	ملا محب علی ٹھٹھی	۵۴۸
۱۴۷	شیخ دوست محمد سندھی	۵۵۱
۱۴۸	شیخ داؤد بن شیخ صادق گنگوہی	۵۵۴
۱۴۹	شیخ فرخ نارنولی	۵۵۹
۱۵۰	خواجہ عبدالحکیم	۵۶۰
۱۵۱	شیخ بایزید میرٹھی	۵۶۱
۱۵۲	سید ضیاءالدین جون پوری	۵۶۴
۱۵۳	شیخ عبدالعزیز الہ آبادی	۵۶۷
۱۵۴	شیخ محمد ہرگانو (ی)	۵۷۱
۱۵۵	شیخ محمد بریلی	۵۷۴
۱۵۶	محمد صالح سنبھلی	۵۷۶
۱۵۷	اعلم خان سنبھلی	۵۷۹
۱۵۸	شیخ ابوالمکارم سنبھلی	۵۸۰
۱۵۹	شیخ مصطفیٰ بن ابراہیم سنبھلی	۵۸۳
۱۶۰	شیخ ابراہیم سنبھلی	۵۹۶
۱۶۱	شیخ نور محمد کشمیری	۵۹۸
۱۶۲	شیخ نور محمد سنبھلی	۶۰۳
۱۶۳	شیخ نور محمد حارث	۶۰۵
۱۶۴	معاذ سنبھلی	۶۰۷
۱۶۵	شیخ عبدالولی (الواحد) سنبھلی	۶۰۷
۱۶۶	شیخ عطا محمد سہسوانی	۶۰۹
۱۶۷	شیخ امین الدین گنوری	۶۱۲
۱۶۸	شیخ نظیر علی سنبھلی	۶۱۵
۱۶۹	شیخ حسین محمد سنبھلی	۶۲۰
۱۷۰	شیخ شاہی سنبھلی	۶۲۵
۱۷۱	خواجہ عطاء اللہ کشمیری	۶۳۲
۱۷۲	شیخ ابوالمعالی بلگرامی	۶۳۶
۱۷۳	شیخ محمود سنبھلی	۶۳۹
۱۷۴	شیخ عبدالرحیم سنبھلی	۶۴۳
۱۷۵	شیخ بایزید دہلی	۶۴۴
۱۷۶	شیخ محمد حبیب دہلوی	۶۴۶
۱۷۷	شیخ قائم محمد	۶۴۸
۱۷۸	شیخ محمد (درویش محمد) و شیخ شاہ محمد	۶۴۹
۱۷۹	شیخ کریم محمد دہلوی	۶۵۲
۱۸۰	شیخ محمد و شیخ پیر محمد	۶۵۳

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
١٨١	خواجہ قطب حسن پوری	٦٥٦
١٨٢	حاجی عبداللطیف حسن پوری	٦٥٧
١٨٣	سید غریب حسن پوری	٦٦٠
١٨٤	شیخ صادق حسن پوری	٦٦٢
١٨٥	شیخ ابوتراب ٹھٹھی	٦٦٥
١٨٦	شیخ فیروز سنبھلی	٦٦٩
١٨٧	شیخ فتح اللہ سنبھلی	٦٧١
١٨٨	شیخ رفیع گوپاموی	٦٧٤
١٨٩	شیخ بدرالدین	٦٨٦
١٩٠	شیخ خیالی دہلوی	٦٩٠
١٩١	شیخ محبا فطرت	٦٩٢
١٩٢	درویش مجہول	٦٩٤
١٩٣	شاہ بھوانی	٦٩٨
١٩٤	شاہ دولہ	٧٠١
١٩٥	شاہ جہان گیر سنبھلی	٧٠٥
١٩٦	شیخ اللہ بندہ	٧٠٧
١٩٧	شاہ پرویز سنبھلی	٧١٠
١٩٨	شاہ پرویز دہلوی	٧١٦
١٩٩	شاہ بھیکا دہلوی	٧١٨

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
٢٠٠	نرائن بیراگی فیرآبادی	٧٢٠
٢٠١	مجذوب مجہول	٧٢٦
٢٠٢	شاہ آدم سنبھلی	٧٢٨
٢٠٣	میر عماد	٧٣١
٢٠٤	مشفی سنبھلی	٧٣٤
٢٠٥	شیخی سنبھلی	٧٤٣
٢٠٦	فانی کشمیری	٧٥٥
٢٠٧	منزوی قاشقالی	٧٥٨
٢٠٨	ضیاء دہلوی	٧٧٣
٢٠٩	دانا دہلوی	٧٧٤
٢١٠	بی بی سنّی	٧٧٨
٢١١	بی بی سایندی	٧٧٩
٢١٢	بی بی رجی دہلوی	٧٨٢
٢١٣	فقیرہ گوالیاری	٧٨٤
٢١٤	جمال چندیری	٧٩٠
٢١٥	خاتمہ در بعضے از احوال اباے کرام واقرباے عظام کاتب حروف	٧٩٤

پیش لفظ

سلطنت دہلی کے قیام کے بعد علماء و مشائخ ہندوستان آئے۔ انہوں نے دہلی اوراس کے قرب وجوار کے قصبات مثلاً پانی پت، امروہہ، سنبھل، بدایوں وغیرہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں اپنی خانقاہیں اور مدارس قائم کئے۔ ہندوستان میں علم سے دلچسپی تو تھی لیکن مسلمانوں کے آنے کے بعد تعلیم و تدریس کے میدان میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ مسلمان تاریخ کی نئی فکر ساتھ لائے اور اہم کارنامے تاریخ نگاری کے میدان میں انجام پائے جن میں طبقات ناصری اور تاریخ فیروز شاہی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ علماء نے مدارس قائم کئے اور ساتھ ہی ساتھ مشائخ نے بھی اپنی خانقاہوں میں مدارس قائم کئے اور تعلیم و تدریس کے میدان میں کام کرنا شروع کیا۔ ان مدارس سے فارغ ہوکر طلبا نے تدوین و تحقیق کے کارنامے انجام دیے۔ حضرت خواجہ امیر حسن علا سنجری دہلوی کی فوائد الفواد انہیں کارناموں کا نتیجہ ہے۔ یہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا کلکشن ہے۔ سید محمد کمال وسطی کا اسراریہ کشف صوفیہ بھی انہیں کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب وسائل بھی نہ تھے کہ لوگ ایک دوسرے کو جانیں اور سفر بڑا دشوار مسئلہ تھا لیکن یہ صوفیاء بڑی دور کے سفر کرتے تھے تاکہ وہ اپنے علم سے دوسروں کو مستفید کرسکیں۔ حضرت رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار حدیث کا درس دینے کے لئے راجستھان کے قصبے ناگور تک پہنچے تاکہ ان کے علم سے وہاں قائم مدارس میں تعلیم حاصل

کررہے طلباء کو حدیث کے موضوع پر درس دیں۔ ان علماء و مشائخ کے اپنے کتاب خانے بھی تھے جن میں بڑی اہم کتابیں موجود تھیں۔ فخر مدبر صاحب آداب الحرب والشجاعہ نے لکھا ہے کہ اس پروجیکٹ پر کام کرنے سے پہلے انہوں نے تقریباً ایک ہزار نسب ناموں کا مطالعہ کیا تھا۔

اسراریہ کشف صوفیہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دوسونوے مشائخ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ، شطاریہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ مشائخ کے بارے میں جو معلومات سید کمال واسطی نے دیں ہیں وہ دوسرے ماخذوں میں نہیں ملتیں۔ اسراریہ کشف صوفیہ کے مخطوطات موجود ہیں لیکن اس پر کام نہیں ہوا۔ برٹش راج کے قیام کے بعد انہوں نے تاریخ عہد وسطیٰ اور خاص طور سے مغل عہد پر توجہ دی۔ انہوں نے سیاسی تاریخوں کی تدوین وتراجم کرائے اور یہ ان کا بڑا اہم کارنامہ ہے۔ امراء کا ایک تذکرہ ماثر الامراء کی تدوین بھی کرائی اور اس کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع کرایا۔ لیکن مشائخ کے کارناموں پر توجہ نہیں دی اس لئے کہ انہیں مواد اسطرح کا چاہیے تھے جس سے تقسیم ہو سکے۔ مشائخ نے تو جوڑنے کی بات کی تھی جو ان کے مفاد کے خلاف تھی لہٰذا مشائخ سے متعلق مواد مخطوطات کی شکل میں رہ گیا۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انگریزوں کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا وہ اس کے تحت کام کررہے تھے۔ دوسری طرف بدایوں، سنبھل، مرادآباد، امروہہ وغیرہ میں بڑے بڑے جاگیردار اور زمیندار تھے۔ آخر انہوں نے ان ماخذوں کی اشاعت پر کیوں توجہ نہیں دی حالانکہ اس وقت ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری تاریخ کے یہ ماخذ ہماری یونیورسٹیوں کے نصاب کا حصہ نہ بن سکے۔ ہم فرانس، جرمنی اور انگلینڈ کی تاریخ سے تو واقف ہیں لیکن جو علمی کارنامے پانی پت، دہلی، امروہہ، سنبھل اور جلالی وغیرہ میں انجام دیئے گئے ان سے واقف نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری یونیورسٹیاں اس پہلو پر توجہ دیں تاکہ نئی نسل اپنے بزرگوں کے ان کارناموں سے واقف ہو سکے۔ حد یہ ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے شعبۂ فارسی میں کوئی پرچہ فارسی ملفوظ ادب پر نہیں ہے۔ جب ہم ملفوظ ادب پڑھائیں گے ہی نہیں تو نئی نسل میں سمجھ کیسے پیدا ہوگی۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی نے اس اہم کام کو انجام دیا اور

رامپور رضا لائبریری اسکو شائع کر رہی ہے اس لئے کہ فارسی کی مثل مشہور ہے ''دیر آید، درست آید'' اب اسرار یہ کشف صوفیہ اشاعت کے بعد لوگوں کو بآسانی مطالعہ کے لئے مل سکے گی۔

میں شکر گذار ہوں عالی مرتبت جناب بی ایل جوشی صاحب، گورنر اتر پردیش اور چیئر مین رامپور رضا لائبریری کا جن کی سرپرستی لائبریری کو حاصل ہے۔ محترمہ چندریش کماری کٹوچ صاحبہ، مرکزی وزیر برائے ثقافت اور محترمہ سنگیتا گوئیرالہ، سکریٹری وزارت ثقافت کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے لائبریری کے ترقیاتی کاموں میں مالی معاونت دی۔ جناب جی پٹنائک، سابق پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش اور جناب لوَ ورما، جناب منجیت سنگھ پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش کا بھی ان کے تعاون کے لئے شکر گزار ہوں۔ ساتھ ہی جناب جواہر سرکار، سابق سکریٹری اور جناب وینوی، سابق جوائنٹ سکریٹری اور جناب راکیش رنجن، جوائنٹ سکریٹری وزارت ثقافت، حکومتِ ہند کا بھی ان کی بھرپور مدد کے لئے شکر گذار ہوں۔

میں اپنے ساتھیوں ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی، لائبریری اینڈ انفارمیشن آفیسر، جناب ارون کمار سکسینہ، محترمہ موہنی رانی، محترمہ بلقیس فاروقی، جناب مصباح خاں اور جناب شجاع الدین خاں کا شکر گذار ہوں کہ جن کی مدد ان تمام علمی کاموں میں شامل رہی۔

۲۲ر فروری ۲۰۱۳ء

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین
ڈائریکٹر رامپور رضا لائبریری

احوال و آثارِ شاہ محمد کمال سنبھلی واسطی

و

تعارفِ اسراریہ کشف صوفیہ

نام ونسب: سید شاہ محمد کمال سنبھلی واسطی بن لعل، از نبیرہ گانِ حضرت شاہ شرف الدین حسن المعروف بہ شاہ ولایت امروہہ۔ شجرہ نسب اُو بہ خلیفہ چہارم سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ بست و چہار واسطہ می پیوندد۔ بدین طریق۔

''سید محمد کمال سنبھلی واسطی بن لعل بن سید بُدھ بن حامد بن سید چاند بن سید معروف بن سید امجد بن عزیز اللہ (عزیز الدین) بن سید شاہ شرف الدین معروف بہ شاہ ولایت امروہہ بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر ثانی بن امام علی النقی بن جواد محمد تقی بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم''[1]

مورثِ اعلیٰ سید محمد کمال سنبھلی واسطی در امروہہ حضرت شاہ شرف الدین

---

[1] بحوالہ ''اسراریہ کشف صوفیہ'' نسخہ رام پور

حسن معروف بہ شاہ ولایت امروہہ درزمانِ سلطان فیروز بادشاہِ ہند بہمراہی پدرِ خود سید علی بزرگ باجماعتِ کثیر براہِ ملتان ہندستان آمد و در سرزمین امروہہ اقامت گزید۔ صاحب ''مقاصد العارفین'' درشانِ شاہِ ولایتِ امروہہ می نویسند۔

''مخدومی قدس سرہٗ درعلوم ظاہری و باطنی کمال داشت و بشریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) قدم ثابت داشت و ہیچ سنّتے را فرو نگذاشت''۔[1]

حضرت شاہ شرف الدین شاہ لایت امروہہ درسال ہفت صد وسی و نہ وفات یافت (۷۳۹ھ ۱۳۳۹م) ومزار مبارکش درامروہہ مرجع خلائق است۔

نبیرۂ پنجم آن بزرگ، سید چاند از امروہہ ترکِ سکونت کردہ درقصبہ بھوج پور اقامت گرفت بعدہٗ بتحریک شیخ عمر شہ سنبھلی، بسنبھل ہجرت کرد و توطن اختیار کرد۔ صاحبِ ''نخبۃ التواریخ'' مولانا سید آلِ حسن نخشبی درذکرِ سید چاند می نویسند۔

''سید چاند بن سید معروف بن سید مجد الدین بن سید عزیز اللہ بن مخدوم (شرف الدین حسن) درقریہ بھوج پور سکونتی داشت و از اہل معانی بودہ و بمعاملتی نیک و استقامتی تام بسر بردہ بوجہ قرابت شیخ عمر شہ کہ عالم و فاضل بود در بلدہ سنبھل توطن اختیار کرد۔''[2]

---

[1] ''مقاصد العارفین'' مولفہ حضرت شاہ عضد الدین محمد جعفری ص ۴۰۴ تدوین پروفسور نثار احمد فاروقی سال انتشار ۱۹۸۴ء

[2] ''نخبۃ التواریخ'' مولفہ مولانا سید آلِ حسن نخشبی، ص ۵۱۔ سال انتشار ۱۸۸۸م

شیخ عمر شہ سنبھلی دخترِ خود بی بی خدیجہ را بحبالہ سید حامد کردہ وحویلی و باغات و املاکِ دیگر بنام آن بی بی کردہ۔ سید محمد کمال درین باب خود نوشتہ اند کہ

''بی بی خدیجہ دختر عمر شہ بحبالہ سید حامد درآمد واز آن ممر حویلی و باغ و املاک بنام آن بی بی شد واتفاق توطن افتاد امروز از آن باغ چند درخت اَنبہ ماندہ کہ مشہور ''بچندن پٹی' است و آن حویلی ہمین ''سیدواڑہ'' است''[1]

پدرِ سید محمد کمال: سید لعل نام داشت کہ صالح مادرزاد و صاحب تقویٰ و ورع بود وولادت اُو در ماہِ رجب از سال نہ صد و ہفتاد و شش می باشد۔ (۹۷۶ھ/جنوری ۱۵۶۹م) وی درفوج مرتضیٰ خان و شیخ سلیم خواہرزادہ مرتضیٰ خان بعدہٗ سید بھوہ بخاری، لشکری بودند وبسنِ شصت وسہ سال (۶۳) روز دوشنبہ دوازدہم ماہ رجب در سال ہزار وسی و نہ (۱۰۳۹ھ موافق ۱۸ رفروری ۱۶۳۰ میلادی) درعلاقہ خوشاب شہادت یافت وہمین جامدفون گشت و مدفنِ سید لعل مرجع خلائق آن جانست۔ سید محمد کمال دربارہ آن نوشتہ اند

''من درسال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) دراثنائے سفر قندھار بزیارتِ قبر پدر شدم، دیدم کہ اہل آن قصبہ را برسم آن جا بسنگریزہ برآراستہ اند ودرشبہائے جمعہ ودوشنبہ درآن چاردیوار چراغ روشن می کنند وزیارت می نمایند واز آن قبر تبرک می خواہند''[2]

سید لعل مرید ومعتقد شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی بودہ

---

[1] ''اسراریہ کشف صوفیہ'' نسخہ رام پور [2] ایضاً

است۔ سید محمد کمال در ذکر شیخ رفیع الدین نوشتہ اند کہ

''شیخ رفیع الدین، شیخ پدرِ من است۔ و پدرِ من ذکرِ باطن از وے گرفتہ و بجمعیت حضور و آگاہی رسیدہ پدرِ من گفتے کہ من بصحبت پدرِ وے (شیخ قطب عالم) ہم رسیدہ ام و مشائخ بسیار را دیدہ۔''[1]

سید لعل بسیار بزرگ بودہ، آثارِ ہدایت و سعادت، سلامت و استقامت از زمانہ خردی از وے ظاہر بود و خلق و مروّت ذاتی وافر می داشت بسیارے از مشائخ و بزرگان عہد خود را دیدہ و از صحبتِ آن ہا مستفید شدہ بود۔ چون شیخ ابا بکر سنبھلی، شیخ قطب عالم، شیخ عبدالوہاب لونی، شیخ سراج الدین، و شیخ فتح اللہ سنبھلی وغیرہ را دیدہ و از صحبت آن ہا مستفید شدہ بود۔ بالخصوص حضرت خواجہ باقی باللہ را نہ تنہا دیدہ است بلکہ از صحبت ایشان مستفید ہم شدہ است۔

تاریخ تولد و جاے پیدائش: سید محمد کمال سنبھلی واسطی در دوم یا سوم ماہ ربیع الاوّل سال ہزار و یازدہم (۱۰۱۱) ہجری موافق ۲۲ راگست ۱۶۰۲م بعہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ متولد شد بمقام چودھری سراے سنبھل۔ ''اعظم'' مادۂ تاریخِ ولادتِ اوست مصنف در بارہ وجہ تسمیہ خود، در ذکر شیخ محمد جامی خود نوشتہ اند۔

''چون من در سال ہزار و یازدہ بزمین آمدم در سنبھل، بپدرِ من خبر رسیدہ در دہلی و بوے گفت کہ نام آن پسر چہ می نہی۔ گفت 'محمد' نام کن و در سنبھل مرا 'کمال' نام کردہ بودند۔ پدرِ من مرا ہر دو نام مرکب خواندے۔ کمال محمد''[2]

---

[1] ''اسراریہ کشف صوفیہ'' در ذکر شیخ محمد جامی نسخہ رامپور [2] ''اسراریہ کشف صوفیہ''

تحصیلِ علم: آغاز خواندن علم اعنی رسم ''بسم اللہ'' سید محمد کمال، ششم ماہ رجب در سنہ ۱۰۲۰ھ ۳ آکتوبر ۱۶۱۱م بسن نہ (۹) سال بمقام مہرولی در مسجد (تعمیر کردۂ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی) متصل بہ مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ منعقد شدہ بود۔ درین سلسلہ سید محمد کمال خود نوشتہ اند

> ''روز بسم اللہ'' گفتن من ششم ماہ رجب است و روز عرس حضرت خواجہ معین (الدین) حسن سجزی قدس سرہٗ در مسجد ایشان کہ در حال حیات خود ساختہ اند، گویند سنگ ہاے صحن آن مسجد بزرگانے کہ در خدمت ایشان بودہ برداشتہ، در آن جانہادہ و آن مسجد منور در جوارِ روضہ حضرت قطب الدی بختیار کاکی قدس سرہٗ واقع شدہ و آن تعلیم ''بسملہ'' از بزرگے ''شاہ عالم'' نام از اولاد شیخ عبدالعزیز قدس سرہٗ نصیب شدہ و آن روز مرا نیک یاد است۔''

سید کمال از کدام استادان تحصیل علوم کردہ، این بالتحقیق معلوم نیست۔ البتہ این قدر ہست کہ ''اسراریہ'' بعض از نام ہای اساتذہ کرامِ خود نوشتہ اند و این ہم وضاحت کردہ اند کہ از کدام شخص چہ چیز خواندہ اند۔ مثلاً در ذکر شیخ فتح اللہ می گویند کہ

> ''من خرد بودم و ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمسایہ من است بر من لطف فرمودے و مہر نمودے۔ روزے مرا گفت، امروز کدام سبق خواندۂ، برخوان۔ بخواندم از گلستان باین دو بیت۔ قطعہ

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع — خود را ز عمل ہاے نکوہیدہ بری دار
حاجت بکلاہِ برکی داشتنت نیست — درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار

وے معنی این قطعہ چندان بدلائل ودقائق غیر متعارف بیان درآوردو
از روے ذوق نعرہ ہا زدہ کہ حاضران خوش وقت گشتند وتاثیر حالِ
وے بہمہ حاضران درگرفتہ وہم دران مدّت وے مرا این بیت استاد
آموختہ ومعانی فہمانیدہ کہ دریافتہ بودم

سر برہنہ من نیم دارم کلاہِ چار ترک
ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ خویش و ترکِ ترک

ونیز نوشتہ اند۔

''من درخردی (مسائل) نماز روزہ از وے آموختہ بودم''

ودرین امر درذکر سراج الدین لونی نوشتہ شدہ است۔

''من از خردی باز وی را می شناسم۔ نہ سالہ بودم کہ وے مرا نماز
آموختہ باحکام آن واز صلاحیت وے مرا بہرۂ نیک رسیدہ ومن سبقے
چند بوے گذرانده ام از نزہت الارواح وغنیہ (غنیۃ الطالبین)
وغیرہ۔ وقتے کہ من نزہ (نزہت الارواح) رابوے می گذراندم وے
رابکبر سن رسیدہ بود۔ برسخنانِ حقائق ومعارف زعقہا زدے ومست
گشتے وے خود افتادے۔''

نیز درذکر شیخ فتح اللہ سنبھلی دربارۂ درسیات فارسی خواندن، نوشتہ اند:

''وہم من سبقے چند از بعضے نسخ پارسی چہ نظم وچہ نثر بوے گذرانده ووے
درحلِ بعضے رسائل ''اعجازِ خسروی'' دستے تمام داشت واصناف فنون
آن رانیک ورزیدہ''

سید محمد کمال درزبان ہندی شاگردِ شیخ محمد فاضل بن شیخ محمد صادق است چنانکہ خود

نوشتہ اند۔

''محمد فاضل (پسر شیخ محمد صادق) اعجوبہ روزگار بود از فتیانِ زمانہ، خوش صحبت وخوش کلام درفن فارسی و ہندی دستگاہِ تمام داشت من در زبان ہندی و اصناف آن شاگردِ ویم۔ و وے صاحبِ فنونِ عجیبہ وغریبہ بود۔''

بدین طریق از شیخ محمد طیب امروہوی فن معمّا گوئی وقواعد وضوابط آن آموختہ اند و اندرین باب سید محمد کمال نوشتہ اند۔

''شیخ طیب درفن معمّا دستیٔ تمام داشت۔ روزے قواعد وضوابط آن، مرا بیاموخت۔ من روز دیگر ہفت اسم معمّا گفتم، بوے نمودم۔ حیران شد وبسیار تحسین کرد۔''

علاوہ ازین بعض صوفیہ را استادِ خود گفتہ است مگر این نہ نوشت کہ از آن کدام علم وفن آموختہ یا کدام کتاب خواندہ است۔ چنانچہ در بارہ شیخ عیسیٰ سنبھلی وشیخ فاضل وشیخ عبدالکریم وغیرہ نوشتہ اند کہ آن ہا را استادانِ من اند۔ در ذکر شیخ عیسیٰ سنبھلی نوشتہ است۔

''من اگرچہ درخدمت وے تلمذ نکردہ ام لیکن نیازمندی نیک بوے داشتم و وے مرا لطف وعنایت بسیار فرمودے ونصائح و پند این راہ نمودے۔''

بدین طریق در ذکر شیخ ابوالمکارم سنبھلی۔ در بارہ شیخ فاضل وشیخ عبدالکریم گفتہ اند۔

''ہموارہ بخدمت شیخ فاضل وشیخ عبدالکریم از استادانِ من اند''

ودر ذکر شیخ عبدالوہاب لونی علیہ الرحمہ نوشتہ اند:

''وے ہشتاد و چار سالہ بود و من نوجوان پیش وے ''دیوانِ حافظ'' گذراندمے۔''

بیعت شدن سید محمد کمال از حضرت خواجہ خُرد: سید محمد کمال سنبھلی بعمر پانزدہ سالہ در سال ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷م بملازمت خواجہ محمد عبداللہ ابن حضرت خواجہ محمد باقی باللہ معروف بخواجہ بیرنگ قدس سرہٗ داخل شد در سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ۔ سید محمد کمال در عمر پانزدہ سالہ شبے بدیدار حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) مشرف شدہ بصورت حضرت خواجہ بیرنگ۔ و در سالِ دیگر بکرم الٰہی بعمر شانزدہ سالہ بشرفِ صحبت اوّل شیخ خود مشرف گشت در مسجد جامع فیروزی۔ در سلسلہ شرف اندوزیٔ خود نوشتہ اند۔

''و در سال دیگر از عنایت الٰہی بشرف صحبت اوّل شیخ خود مشرف گشتم در مسجد جامع فیروزی و عقب وے نماز عصر گذاردم و وے در آن مدّت شانزدہ سالہ بودہ است و من پانزدہ سالہ و وے ہشت ماہ چہار روز کم از من بعمر زیادہ است و در آن وقت وے مرا پرسید کہ چہ نام داری و از کجائی؟ حقیقت حال را عرض کردہ ام۔ وے در ایستاد و بیک نگاہے دل کش و بکارے و (بنگاہے) مے وش مرا صید خود ساختہ و در دریاے محبتِ خود نیک در انداختہ۔

پس از ان ہر کجا وے را از دور می دیدہ ام شیفتہ و فریفتۂ جمالِ با کمال وے بودہ ام و مضمون این رباعی از دل خویش زدہ کہ موافق حالِ خود گفتہ ام۔ رباعی

ز ان روز کہ در کوے تو بشتافتہ ام روے خود را ز غیر برتافتہ ام

عُشاق جہان بصورتے قانع و بس من صورت و معنی بتو دریافتہ ام

سید محمد کمال از پیر خود غایت محبت وانس بل عشق می دارند وجدائی یک روزہ آن برداشت نمی کنند۔ آخرالامر حضرت خواجہ عبداللہ خرد اُورا در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ در سال ۱۰۳۵ ہجری ۱۶۲۶ م در سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ اجازت داد۔ سید محمد کمال می نویسد:

''واندرین احوال مدّت دہ سال کما بیش بگذشت تا در سالِ ہزار وسی وپنج (۱۰۳۵ھ) در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ بے وساطتِ غیرے بعجز تمام التماسِ تلقین ذکر طریقہ، طریقۂ نقشبند از وے نمودم۔ قبول فرمودہ پس از چند روز گفت کلمہ طیبہ را لکھ مرتبہ بخوان۔ بخواندم''

شجرۂ طریقت سید محمد کمال بواسطہ حضرت خواجہ عبداللہ خرد بدین طریق سیدنا صدیق عتیق امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متصل می گشت۔

''سید محمد کمال عن حضرت خواجہ عبداللہ خرد عن حضرت مولانا شیخ احمد سرہندی عن خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ بیرنگ عن حضرت مولانا خواجگی امکنگی عن خواجہ درویش محمد عن مولانا محمد زاہد ولی عن حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ عن حضرت مولانا یعقوب چرخی عن حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند عن خواجہ امیر کلال عن خواجہ محمود بابا سماسی عن خواجہ علی راتینی عن خواجہ محمود فغنوی عن خواجہ عارف ریوکری عن حضرت خواجہ

عبدالخالق غجد وانی عن خواجہ ابو یوسف ہمدانی عن ابو علی فارمدی عن خواجہ ابوالقاسم عن خواجہ ابوالحسن خرقانی عن خواجہ بایزید بسلطانی عن امام جعفر صادق عن حضرت محمد امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق عن حضرت سلمان فارسی عن حضرت خلیفہ الرسول امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انتہیٰ۔ (اسراریہ کشف صوفیہ)

حضرت خواجہ عبداللہ نقشبندی ہنوز با سید محمد کمال بسیار محبت وانسیت می دارد چنانچہ گرامی نامہ ہائے آن متبادر است۔ وے در ہر مکتوب گرامی بدین طریق خطاب می کنند کہ

۱ درخدمت اخوی سید کمال از مخلص خود سلام وتحیہ قبول نمایند.....

۲ برادر با جان برابر.....

۳ سیدنا مولانا سید کمال.....

۴ اخوی اعزی حبیبی سید کمال.....وغیرہ

سید محمد کمال ہر سال بخدمت شیخ خود بدہلی می رفت۔ در سال ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲م بر بنای سبب مانع امر قوی بخدمت شیخ خود حاضر نتوانستہ بود۔ آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سال مذکور خواجہ عبداللہ خود بسنبھل آمد و یک ماہ و یک روز بخانۂ سید محمد کمال قیام فرمودہ و باز بدہلی روانہ شدند۔ و این ملاقات سید محمد کمال بشیخ خود ملاقات آخر یست۔ چنانچہ نوشتہ اند

''چون سال ہزار و ہفتاد و سہ رفتنِ من بدہلی پیش شیخ خود از سبب مانع قوی میسّر نشدہ آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سال مذکور، وے از راہِ لطف و کرم سنبھل تشریف ارزانی فرمود و مرا نیک بنواخت مصرعہ

''شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا''

و بیک ماہ و یک روز بغریب خانہ گذرانده باز بدہلی روانہ شدند من ہم تا بحسن پور رفتم۔ وقتے کہ مرا وداع کرد، بکاے بسیار، بے اختیار بر من غالب آمد چنانچہ نفس اندر گلو من گرہ می بست۔ آخر سرِّ این گریۂ غیر معہود معلوم گشت کہ در سال دیگر شیخ مرا چندین امراض لاحق شد''

وفاتِ خواجہ عبداللہ خرد: حضرت خواجہ عبداللہ در تاریخ ۲۵/ جمادی الاوّل ۱۰۷۴ھ/ ۱۵/ دسامبر ۱۶۶۳م از دنیا رخصت شدند اندر دہلی مرقد منور ایشان بآستانہ حضرت خواجہ باقی باللہ است۔ چون سید محمد کمال این خبر جان کاہ شنید و گفت:

''چون این خبر جان کاہ سنبھل رسید، چند روزے من دیوانہ وار مسلوب العقل افتادم و این ماجرا بس دراز است''

و بعد انتقالِ شیخ خود سید محمد کمال بارہا در خواب شیخ خود را دید۔ خواجہ عبداللہ خرد برسید محمد کمال ہم چنین لطف و عنایات فرمودے کہ ہم چون وے در حالت حیات می فرمودند محمد کمال خود نوشتہ اند کہ

''از شبہاے بسیار شیخ خود را اندر خواب دیدم و ہر مرتبہ لطفے و عنایتے کہ در حالتِ حیات از وے می یافتم۔ یافتم، و تفصیل آن خوب با دراز است''

خواجہ عبداللہ خرد سید محمد کمال را نصیحت می کنند

''ظاہر را با مور شرعیہ آراستہ داشتن و باطن را نسبت نقشبندیہ پیراستہ گردانیدن فوق ہمہ نعمت ہاست۔ حقیقت نسبت نقشبندی جز این نیست کہ توجہ و اتصال صاف منزّہ و مقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمّٰی بماسواست و ہر چہ شائبۂ غیریت در وے ملحوظ بود مثل اسماء و صفات نیز بحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام''

سید محمد کمال اکابرِ سلسلہ نقشبندیہ را دیدہ و فیض یافتہ است فی الجملہ درین جا تنہا ذکر مولانا خواجہ حسام الدین (مرید و خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی و حضرت خواجہ باقی باللہ) سید احمد غریب ذکر می کنم کہ سید کمال روزے بصحبت شیخِ خود حاضر بودند و خواجہ حسام الدین تشریف آوردند۔ بنشست و از خواجہ عبداللہ خرد معلوم کرد کہ این جوان کیست؟ خواجہ خرد فرمود کہ از نیاز مندِ منست۔ سید محمد کمال درین باب نوشتہ اند

''روزے من بصحبت شیخ خود بودم۔ وے (خواجہ حسام الدین) در آورد و نشست و از شیخ من مرا پرسید کہ این جوان کیست؟ شیخ من گفت یکے از نیاز مندانِ فقیر است غریب و نامراد۔ من از غایتِ ادب سر بگریبان فرو بردہ بودم وے تیز تیز در من می دید و بذوقِ تمام این بیت بر من بخواند۔ من روزے بیاد گرفتم''

خاک شو خاک تا بروید گل　　گل بجز خاک نیست مظہر کل

بدین طریق در احوالِ سید احمد غریب نوشتہ اند۔

''من وے را در سال ہزار و بست داند، ہمان جا دیدہ ام۔ و وے در ہمہ مدّت برفتہ است از دنیا۔ پیرے بود خمیدہ پشت خداوندِ اخلاق و کرم و علم و عمل۔ من نوجوان بودم۔ ملازمتِ وے نمودم۔ وے ہمیشہ

مرا ترغیب بصفت احسان وفتوت ومروّت نمودے واز صفت ذمیمہ دل آزاری کہ بدترین صفاتست، منع فرمودے و این دو بیت خواندے۔ رباعی

در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل ۔ یک کعبۂ صورتست و یک کعبۂ دل
تا بتوانی زیارتِ دلہا کُن کافزون بود از کعبہ قلوب مقبل [1]

ملاقاتِ مشائخ کبار بسید محمد کمال: سید محمد کمال از عہد طفلی بسیارے مشائخ کبارِ زمانہ را دیدہ واز صحبت ایشان فیض یافتہ ومستفید شدہ بالخصوص حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، شاہ محمد میر لاہوری، شیخ بلاول چشتی، شیخ ابا بکر سنبھلی، میر محمد مراد بدخشی، مولانا حسن کشمیری، ملا محبّ علی ٹھٹھی (سندھ) و میر عماد (والدِ ماجد میر مفاخر حسین ثاقبؔ) وغیرہ۔ ہمین طور مشائخ دیگر آن زمان با سید محمد کمال بسیار محبت وانسیت می داشتند درین جا تنہا دو مشائخ از آن ہا را تذکر می کنم۔ محمد کمال در بیان شیخ بلاول چشتی نوشتہ اند۔

''شیخ بلاول را من دو بار ملازمت کردہ ام۔ وے مرا نیک پرسیدہ است و ہر دو بار مرا از لطف واحسان خویش بہرہ مند ومرزوق گردانید کہ شکر آن نمی توانم گفت''

در ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ اند

''من بارہا بدیدار وے رسیدہ ام واز الطاف واعطاف وے بہرہ ور گردیدہ''

مرتبۂ سید محمد کمال در میدان تصوف خیلی بلند است۔ سید محمد کمال واسطی متصف بہ

---

[1] این رباعی، شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاریست۔

فضائل صوری و معنوی و کمالات ظاہری و باطنی است و بسیار از مشائخ آن زمان اُو را بشارت دادند کہ تو صاحب صدق و راستی است و یکے از مردان خدا است چنانچہ سید محمد کمال در ذکر خواجہ کلمت اللہ پسر خواجہ عبداللہ خرد خود گفتہ اند

''خواجہ کلمت اللہ بر من چندان لطفے و عنایتے دارد کہ نمی توانم از عہدۂ شکر آن بیرون آمدن و آن قدر تفقد حالِ من می کند کہ نمی توانم گفتن و نوشتن۔ روزے وے مرا در خلوتے گفتہ کہ فلانے سالہاست کہ من نسبتِ تو می اندیشم با خود می گویم کہ پدرِ من، مریدان و یاران بسیار دارد و لیکن مثلِ تو دوستے صادق و طالب موافق دران میان کس نیست چون ہمین حرف بے تکلف مکرّر از زبانِ پدر بشنودم شکر کردم کہ فکر من و فراست من بدرستی بودہ است۔''

بدین طریق یک روایت از میر سید فیروز نوشتہ اند

''میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ مرا (نسبتِ تو) در خواطر می گذراندم کہ آیا ہیچ نصبیہ ازین راہ دست دادہ است۔ بدین اندیشہ، شبے بخوابے شدم دیدم بسیارے از مشائخ کبار و فقرائے باوقار بر صف مصلیٰ نشستہ، انتظارِ امام می کشند تا تو رسیدہ و پیش آن جماعہ رفتہ امام بودہ۔''

عقیدہ و مسلک سید محمد کمال: سید محمد کمال واسطی سنبھلی سنی العقیدہ بودند و مسلک نقشبندیہ می دارند مگر دیگر سلاسل تصوف احترام کلی داشتہ انداز یک عبارت ''اسراریہ'' عقیدہ و مسلکِ سید محمد کمال ظاہر و پیدا است و این عبارت اینست۔

''نزدِ اہل دانش و بینش چنانچہ دینِ محمدی از ادیان ممتاز است و

مذہب بوحنیفہ از مذاہب امتیاز دارد، سلسلہ نقشبندیہ از سلاسل دیگر
مستثنیٰ است ونسبت این بزرگواران فوق ہمہ نسبت ہاست[1]''

تصانیفِ سید محمد کمال:۔ سید محمد کمال یک عالم وفاضل کم مثال ناظم وناثر خوش فکر بود طرزِ نگارش وے عجیب ولطیف وپرتاثیر است وشعر وے بیشتر مشتمل بہ رموز تصوف واخلاق واحسان است۔ درزبان عربی وفارسی نیز بہندی شعر خوب می گفتند بل شعری ہندی بہ از فارسی می گفتند وزبان ہاے عربی، فارسی، پشتو، پنجابی وہندی عبوری داشت۔ سید محمد کمال سنبھلی خود ہم از شاعرانِ باذوق، خوش طبع، نکتہ سنج ومردی شعر شناس بودند درذکر مشفی سنبھلی خود نوشتہ اند کہ

''خواجہ محمد یعقوب پسر خواجہ محمد صادق طفاے شیخ من کہ جوانیست
فہمیدہ وسنجیدہ فقراء خود دیدہ را تاریخ نوشتہ است بہ عبارتے شیرین۔
واندرین تاریخ من فقیر عاجز را ہم آوردہ ونسبت من ہم نوشتہ کہ شعر
ہندیٔ وے بہ از فارسیٔ ویست۔''

چون کلامِ سید محمد کمال درین تصنیف ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' جابجا بسیار می آمد برین وجہ من این جا نوشتہ ام۔ اکنون مختصری احوالِ دربارہ تصانیف نثری چیزے می نویسم۔

۱ **جمع الجمع:۔** سید محمد کمال این کتاب قبل از ''اسراریہ کشف صوفیہ'' نوشتہ بود زیرا کہ اکثر جا ہا در ''اسراریہ'' ذکر آن می آید۔ رسالہ ''جمع الجمع'' مشتمل بر واقعات بزرگان ورموز ونکات تصوف وحالات خود اوست۔ رموز ونکات لطیف ومسائل دقیق وغامض درنسخہ ''جمع الجمع'' جمع کردہ شدہ است چنانچہ یک جا می نویسد۔

---

[1] ''اسراریہ کشف صوفیہ'' درذکر خواجہ محمد صدیق۔

''شیخ من ورائے این حکایتے کہ گذشت مکاتیب دقیق و غامض این راہ گفتہ ونوشتہ راست آید از آن میان اکثرے در نسخہ ''جمع الجمع'' نمودہ شد درین جا این قدر کافیست۔''

بہمین طور جائے دیگر می نویسد

''کلمات حقائق و معارف از طرف وے آن قدر وارد می شد کہ اگر آن ہمہ را جمع نمودہ شود کتابے علاحدہ مرتب گردد۔ بعضے از آن در نسخہ ''جمع الجمع'' ایراد یافتہ شدہ۔''

و در ذکر سید اسحاق در واقعہ شہادتِ والد خود نوشتہ اند

''مجملے این قصہ در خاتمہ بیاید و تفصیل آن من در نسخہ ''جمع الجمع'' کہ پیش ازین سالہا نوشتہ ام۔''

ازین بیان معلوم می شود کہ ''جمع الجمع'' سالہائے بسیار قبل از ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' بوجود آمدہ است۔ بر خاتمہ ''اسراریہ'' در ذکر خود بواقعہ شہادت سید لعل والدِ ماجد خود نوشتہ اند۔

''و تفصیل این حکایت من اندر کتاب ''جمع الجمع'' نوشتہ ام''

در اقتباس مذکور از لفظ ''تفصیل'' متبادر و معلوم می شدہ است کہ کتاب ''جمع الجمع'' کتابی ضخیم بودہ است۔ مگر افسوس کہ این کتاب دستیاب نیست۔

ممکن است کہ در کسے ذخیرہ ہائے غیر معروف موجود باشد۔ ہنوز کسے از ہیچ ماخذ معلوم نشدہ کہ این کتاب در فلان مقام وجود دارد۔

۲۔ سفر وطن:۔ این رسالہ مشتمل بر روداد اسفار سید محمد کمال سنبھلی واسطی است مثلاً

سمرقند و بخارا، غزنین، لاہور، دہلی، سہارن پور، کشمیر، بنگال، اُجین، جالندھر، گوپاموَ، فریدآباد، گڑھ مکتیشر، حسن پور، امروہہ، مرادآباد وغیرہ و در این دیار و امصارِ بسیاری از صوفیۂ باوقار با سید محمد کمال ملاقی شدہ چنانچہ حالات و تراجم آن ہا را در بیاض خود می نوشت و غالباً این بیاض را رسالہ ''سفرِ وطن''[1] نام نہادہ است۔ و در بارہ نام این رسالہ و مشتملات آن و ضرورتِ نوشتنِ آن در ذکر شیخ وزیر محمد و شیخ پیر محمد، سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

> ''یک بارے من از پیش شیخِ خود رخصت گرفتہ بسنبھل می آمدم و در پنج و شش منزل بوطن رسیدہ۔ اتفاقاً ہر روز در ہر منزل چیزے از اسرارِ غیب ظہور می نمود کہ در خورِ نوشتن بود و نوشتہ شد و آن رسالہ ''سفر در وطن'' نام کردہ''

و در جاے دیگر نوشتہ اند کہ

> و تفصیل این حکایت من در رسالہ ''سفر وطن'' نوشتہ ام۔''

افسوس کہ این رسالہ ہم ناپید و نا معلوم است۔ خدا معلوم کہ بر آن چہ گذشت۔ از عباراتِ مذکورہ بالا معلوم می شود کہ این رسالہ ہم قبل از ''اسراریہ'' نوشتہ شدہ است۔

۳. **پیم چرت**: این یک تصنیف دیگر سید محمد کمال سنبھلی واسطی است منظوم بزبان ہندی و مشتمل بر مباحثہ عقل و عشق و رموز و نکات تصوف و معارف سلوک و احسان۔ اشعار این رسالہ و نام آن در کتاب ''اسراریہ'' بار بار آمدہ است از آن

---

[1] در بعضی مقاماتِ اسراریہ کشف صوفیہ، نام این رسالہ ''سفرِ وطن'' نوشتہ است و بعضی ''سفر در وطن'' نوشتہ است۔

جملہ در ذکر شیخ آدم سنبھلی این عبارت اہمیت خاصی دارد۔

''وقتے من رسالۂ ہندی ''پیم چرت'' در تصوف مشتمل بر مباحثہ عقل وعشق بشیخ آدم بردم و رباعی خواندن آغاز کردم وے بذوق شنودن گرفت و در اثناء مراقب شد۔ من توقف کردم، وے سر برآورد و گفت برخوان کہ من محو این معارف شدہ ام۔''

بدین طریق در ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین جون پوری نوشتہ اند

''من آن سید ضیاء الدین را اوّلاً در امروہہ دیدہ ام، ہنگامۂ عرس شیخ ابّن۔ سروپا برہنہ و تہبد کے در زیر۔ آزادانہ و مستانہ در آمد۔ روبروے من نشست۔ من رسالہ ''پیم چرت'' ہندیٔ خود، می خواندم، وے نیک شنودن گرفت تا دریافتم کہ وے صاحب دریافت است۔''

۴. پیم اشلیکہ :۔ این رسالۂ منظوم بزبان ہندی تصنیف چہارم است کہ مشتمل بر مراتب سلوک عشرہ و جذبہ توحید است۔ و اکثرے اشعار آن بہ مقامات مختلفہ در ''اسراریہ'' آمدہ اند۔ شیخ مُلّا ظاہری پانی پتی کہ ماہر اشلیکہ گوئی بود بہ صحبت وے از این فن متاثر شدند باز سید محمد کمال درین فن اشعار بسیار گفت و جمع کرد باز نامِ این مجموعہ ''پیم اشلیکہ'' نہاد پیش شیخ خود حضرت عبداللہ خرد خواند آن بسیار پسند فرمود و خوش وقت و محظوظ گشت۔ و در بارہ آن سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

''.....وقت مرا این طرز خوش آوردہ بود تمام رسالہ بہندی اشلیکہ گفتم مشتمل بر مراتب عشرہ سلوک و جذبہ توحید مسمیٰ بہ ''پیم اشلیکہ'' چون پیش شیخ خود عرض کردم نیک پسند فرمود۔''

۵. **پیم امابن:**۔ این رسالہ ہنوز درزبان ہندی منظوم است مشتمل بر حکایات رموز وحقائق تصوف وسلوک واحسان۔ سید محمد کمال درذکر میر عماد آن سہ رسالۂ منظومِ خودذکر کردہ اندومی گویند کہ چون آن سہ رسالہ ''پیم چرت، پیم اشلیکہ، پیم امابن'' بہ پیش میر عماد خواندم اُو بسیار خوش وقت ومسرور شدند۔ عبارتِ سید محمد کمال درذکر میر عماد اینست۔

''.....وشبے باردیگر درخانقاہِ شیخ من باوے صحبت اشعار ہندی بمیان آمد۔ من رسالہ ''پیم چرت'' و''پیم اشلیک'' و''پیم امابن'' خود بروے خواندم بسیار خوش وقت شد۔''

علاوہ ازین تصانیف منثور ومنظوم ''جمع الجمع'' ''سفرِ وطن'' ''پیم چرت'' ''پیم اشلیکہ'' و''پیم مابن'' یک رسالہ بروفاتِ پسر خود سید اعظم نوشتہ است مشتمل بر سوانح زندگانی وی درتصوف درجات وکمالات یافتہ شدہ ای وے۔ واسم آن رسالہ برنام آن سید اعظم نہاد درحالِ سید اعظم نوشتہ شدہ است کہ

''من تفصیل احوال وے دررسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔''

تصانیفِ سید محمد کمال مع ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' بہ ہفت ویا ہشت می رسد ممکن است علاوۂ این کتب ہم۔ سید محمد کمال کتب دیگری ہم می دارند۔ افسوس کہ علاوہ ''اسراریہ کشف صوفیہ'' ہیچ تصنیف دیگراو نہ بدست رسیدہ است نہ معلوم است۔

اسراریہ کشفِ صوفیہ: معروف ترین از آثار سید محمد کمال سنبھلی است۔ اسراریہ کشفِ صوفیہ تالیفِ عالمانہ ومحققانہ می باشد این تاریخ نادر ونادر ونایاب تذکرہ

صوفیہ است در زبان فارسی نوشتہ شدہ پس از مطالعہ آن معلوم می شود کہ مصنف درین کتاب رموز وتصوف وخصوصیات این راہ رابیان نمودہ است وچہ طوزاحوال ومدارج صوفیۂ عظام ومجادیب بہ متانت وعذوبت وفصاحت وبلاغت وتازگی انشاء کردہ۔ ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' اسم تاریخیست کہ از آن ۱۰۶۸ھ پیدا می شود۔ مولفِ تاریخ اسراریہ، تاریخ وتذکرۂ صوفیہ این دیار وامصار گاہی مفصلی و گاہی مجملاً ذکر کردہ است از دیار وامصار مندرجہ ذیل تذکر می دہد کہ آن ہارا دیدہ ودر آن ہا زندگانی کردہ است۔ مثلاً سنبھل، سرسی، مرادآباد، دہلی، آنولہ، بریلی، اناؤ، اجین، میرٹھ، گڑھ مکتیشر، حسن پور، امروہہ، سندیلہ، گنور، گوپامؤ، بلگرام، فریدآباد، سہارن پور، ہرگاؤں، لونی، نارنول، الہ آباد، لاہور، کشمیر، سندھ، پنجاب، گجرات، پانی پت، قندھار وغزنی وغیرہا۔

اسراریہ کشفِ صوفیہ تاریخ عہد وسطیٰ، یک نادر ماخذ تاریخی است درین کتاب بیش از دوصد ونود صوفیہ کرام قدیمی ومعاصر ومشائخ واکابر نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، شطاریہ، غوثیہ واویسیہ وغیرہا تذکر دادہ است حالات وکوائف، کمالات سلوک وتصوف ایشان مندرج کردہ است ورموز وغوامض تصوف و عقائد صوفیہ بتفصیلات دربارۂ ایشان کہ این مشائخ واکابر کجا کجا رفتہ اند وباکدام مشائخ صوفیہ ملاقی شدہ ودر کدام قصبات وامصار در شغلِ درس وافادہ مشغول شدہ بودند وخدمات تصوف کردہ وشاگردان وخلفاء آن کدامی شخصیات بودہ اند۔ واکثر ملفوظات وکلمات صادقہ آن این کتاب مندرج اند۔

سید محمد کمال تالیف ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' درسنہ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷م بعمر پنجاہ و پنج سالہ بہ عہد حکومت مغل بادشاہ ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہان صاحب قرانِ ثانی بہ اشارۂ مرشد خود حضرت خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ خرد آغاز کردو در سال ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۸م بہ عہد حکومت شہنشاہ ہندستان محی الدین اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ با اختتام رسانید۔ چنانچہ درین بارہ مقدمۂ این کتاب خود نوشتہ اند

''بارہا در خاطر می گشت چون از ایام خردی باز بشرف صحبت و ملازمت اُو سبحانہٗ کہ الذین للاولیاء ذکر اللہ در شان آن ہاست رسیدہ واز بعض سخنان این راہ شنیدہ ہمہ را بر سبیل اجمال بعبارتی سادہ و بے تکلف بتحریر در آورد لیکن از وفور علائق میسّر نمی شد۔ با آنکہ در سال ہزار و شصت و ہشت قدوۃ العرفاء محققین و حجۃ العظماء الموحدین سیدنا و شیخنا خواجہ محمد عبداللہ ادام اللہ برکاتہٗ وجود علی المفارق للطالبین مثل آن صورتِ کہ بر دل گذشتہ بود امر فرمود لاجرم بصدق ہمّت و خلوصِ نیّت در آن باب شروع افتاد نامِ این تالیف ہم باشارہ وے ''اسراریہ'' کردہ شد۔ ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' تاریخ سالِ آن۔''

اسراریہ کشفِ صوفیہ یک تاریخ جامع و مکمل و تذکرہ پُر اہمیت صوفیہ است۔ در بارہ آن آقای پروفیسور نثار احمد فاروقی (متوفی ۲۸ رنوامبر ۲۰۰۴م) سابق صدر نشین شعبہ عربی دانش گاہ دہلی این طور توصیف و ستایش می کنند

''کتاب اسراریہ سید کمال در زبان فارسی تذکرہ بہترین، دقیق و بیش

بہا است۔ افسوس کہ ہنوز از زیور طبع نا آشنا است۔ این کتاب پر از معلومات است۔ از آن زمان (۱۰۶۸ھ) احوال و آثار در بارۂ ماخذ تاریخی و آثار علمی دیگر ہیچ کتابی در دست ما نیست ماخذِ دیگر ما نمی یافتیم۔ فہمیدگانِ زبان فارسی اکنون کجا اند۔ اگر این کتاب در زبان اُردو ترجمہ شود یک ماخذ بسیار وقیع در بارہ تاریخ (تصوف) ما یک اضافہ خواہد بود۔''[1]

مآخذِ اسراریہ: سید محمد کمال سنبھلی در تصنیف این کتاب ماخذ قدیمی خوب استفادہ کردہ است و بر اکثر مقامات در اسراریہ اشارہ ہم کردہ است۔ اسمائے چند ماخذ و مصادر این طور است، نفحات الانس (از مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؔ) رشحات عین الحیات (از فخرالدین علی فخری کاشفی) اخیار الاخیار (از شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کشف المحجوب (از شیخ علی بن عثمان ہجوری ثم لاہوری) رسالہ قشیریہ (امام ابوالقاسم قشیری) فوائد الفواد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء جامع خواجہ امیر حسن علا) ثمرات القدس (از مرزا لعل بیگ) کلیات سعدی، دیوانِ حافظ، کلام امیر خسرو حسن سجزی، مثنوی معنوی

اسراریہ خود بطور مآخذ: اسراریہ کشفِ صوفیہ اگر چہ یک اہم تاریخ و تذکرہ صوفیہ است بسیار علماء مشائخ و شعراء و ملفوظات و تراجم آن این کتاب مندرج

---

[1] ''تاریخ سنبھل یعنی مصباح التواریخ'' ص ۲۰ مولف مولانا عبدالمعید سنبھلی پیش لفظ پروفیسور نثار احمد فاروقی (ترجمہ فارسی از اُردو)

است اما معلوم نیست کہ ہیچ محقق از اسراریہ چرا استفادہ نکردہ اند۔ حتیٰ محققین سلسلۂ نقشبندیہ ہم ازین کتاب غافل اند تنہا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در مکتوبات خود یک جا از آن استفادہ کردہ است۔ چنانچہ می نویسد

''سِرّ آنچہ در ''اسراریہ'' از خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ منقول است کہ ایشان بہ مسجد فیروزی در آمدند و فرمودند کہ درین جا بوی بدمی آید مگر کسی دعوت می خواند، بعد تفتیش ہم چنان ظاہر شد۔'' [1]

البتہ مورخین امروہہ از اسراریہ کشفِ صوفیہ بسیار استفادہ کردہ اند۔ بالخصوص مصنف تاریخ امروہہ علامہ محمود احمد عباسی (متوفیٰ ۱۴/مارچ ۱۹۷۴م) علاوہ ازین مولانا آل حسن نخشبی صاحب نخبۃ التواریخ، مولوی سید اصغر حسین نقوی صاحب تاریخ اصغری، حکیم محبّ علی خاں عباسی صاحب آئینہ عباسی وغیرہما۔

نسخہاے معروف اسراریہ:۔ این تاریخِ نادر ''اسراریہ کشفِ صوفیہ'' تا این دم سہ نسخہ خطی معلوم است۔ اول نسخہ نیشنل میوزیم دہلی نو۔ دوم نسخہ کتاب خانہ شبلی ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ سوم نسخہ کتاب خانہ رضا رام پور۔

نسخہ اول: در نیشنل میوزیم دہلی۔ مشتمل بر چہار صد صفحات در خط شکست نوشتہ شدہ است۔ ۱۹/سطری است۔ تاریخ کتابت نسخہ درج نیست۔

نسخہ دوم: مشتمل بر چہار صد صفحات در خط شکست و نستعلیق نوشتہ است کاتب این

---

[1] مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مکتوب ۱۹ مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی نشر، کتاب خانہ رضا رام پور ۲۰۰۲ میلادی

نسخہ معلوم نیست۔ تاریخ کتابت ہم درج نیست۔ اغلاطِ املا کم است۔ البتہ کاتب این نسخہ زبان ہندی نمی داند۔

نسخہ سوم:۔ نسخہ کتاب خانہ رضا: این نسخہ مشتمل بر شصت صد و شش صفحات است خط معمولی نستعلیق است البتہ بعضے مقامات در خط شکست بقلم دیگر نوشتہ شدہ۔ این نسخہ مخذونہ کتاب خانہ رضا رام پور بدست سید نور الحسن ولد سید مدد علی ساکن سرائے کبیر بلدہ سنبھل نوشتہ شدہ است تاریخ اختتام کتابت ۱۶ر ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۲ میلادی) بروز چہار شنبہ بوقت سہ پہر مندرج است درین نسخہ اغلاطِ املا بسیار است و اکثر جملہ و مصاریع ندارد۔ اکنون آن مقامات را از مددِ دیگر نسخہ جات تصحیح و درست کردہ ام۔

اہمیّت و خصوصیات اسراریہ: اسراریہ کشفِ صوفیہ یک تاریخ نادر است کہ تراجم صوفیہ مشائخ کبار و ملفوظات ایشان را درین کتاب جمع کردہ است۔ اہمیت علمی و تحقیقی و ادبی در تاریخ ما بسیار است۔ این کتاب نہ تنہا تاریخ و تذکرہ صوفیہ کرام است بل درین کتاب بسیاری از تراجم علماء عظام و شعراء کرام ہم مندرج کردہ شدہ کہ در ماخذ دیگر بدست نمی آید۔ بالخصوص در بارہ از بعض شعراء علماء و صوفیہ احوال و آثار و وقایع نادر درین کتاب مندرج است از ہم کتاب دیگر تاریخی و تذکرہ بدست نمی آید۔

اولاد سید محمد کمال: سید محمد کمال سنبھلی واسطی چہار پسر می دارد سید کاظم، سید اعظم، وحید الدین سید ابو المعالی و عبد الوالی۔ نام این پسران۔ مورخ امروہہ محمود احمد

عباسی در تالیف خود ''تحقیق الانساب'' درج کردہ اند و در ذکر شیخ ابا بکر سنبھلی سید محمد کمال نوشتہ اند کہ ایشان بشارت دادہ بود کہ ترا چہار پسر آید۔ آخر ہم چنان بظہور آمد کہ وے گفتہ بود۔ چنانچہ سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

> ''من از خردی باز بوے آشنا بودم و وے مرا سخت دوست گرفتے واز مبادیٔ حالِ خود حکایاتِ غریبہ آوردے و ببعضے خبر مرا بشارت دادے۔ روزے وے گفت کہ ترا چہار پسر آید۔ آخر ہم چنان بظہور آمد کہ وے گفتہ بود۔''

ذکر این چہار پسر در ''اسراریہ کشف صوفیہ'' در مقاماتِ مختلفہ می آید۔ یکے سید اعظم در حیاتِ سید محمد کمال در سال ہزار و پنجاہ وہشت (۱۰۵۸ ہجری/ ۹ ستامبر ۱۶۴۸م) فوت شد چنانکہ در حالات خود نوشتہ است۔

> ''آن روز پنج شنبہ سیزدھم رمضان از سال ہزار و پنجاہ وہشت بہوش تمام در یاد خدا و شیخ من برفتہ۔ من تفصیل احوالِ وے در رسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔''

البتہ سید محمد کاظم یک پسر می داشت نام آن علی رضا است و از علی رضا سید حمزہ یک پسر است و سید حمزہ را یک پسر نذر علی، و نذر علی را یک پسر علی احمد بودہ و علی احمد را یک دختر بود کہ نام آن مسماۃ وزیر النساء بودہ است۔

دکتر مصباح احمد صدیقی
گھیر مناف، امروہہ (ہند)

اظہار تشکر

بعد از حمد وثنائے رب العالمین پروردگار سائر جہان ونعت وتوصیف سید المرسلین کہ وجود مبارک آن باعثِ وجود کائنات وموجودات عالمیان روحی فداء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سجدہ شکر ادا می کنم کہ تصحیح وتدوین متن ''اسراریہ کشف صوفیہ'' بتائید ونصرتِ اللہ رب العزت بحسن وخوبی اختتام رسید۔

نخستین وظیفۂ خود می دانم کہ تشکر صمیمانہ کہ آقای دکتر وقار الحسن صدیقی سابق نمایندۂ ویژہ کتاب خانہ رضا رام پور (متوفی ۱۷ر جون ۲۰۰۹ء) ادا کنم بر من الطاف وعنایات بے نہایت می فرمودند کہ مرا مقدور نیست کہ تو انستم گفت۔

حالا از علم و دانش پروری آقای پروفسور سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی موجودہ نمایندہ ویژہ کتاب خانہ رضا رام پور۔ امید وارم کہ این جناب ہم ہمیشہ بر من بہمین طور از الطاف وعنایات ونوازش ہائے علمی وعملی بر می نمایند۔

دیگر آقای دکتور ابوسعد اصلاحی را بسیار سپاس گذارم کہ وے ہم بر من لطف و عنایت بسیار کردہ اند۔ ہم آقای توفیق احمد قادری چشتی امروہوی معروف نوادر فروش را تشکر صمیمانہ می کنم ایشان در کتاب خانہ خود برائے استفادۂ بندہ ہموارہ وا کشادہ داشتہ اند و بصمیم قلب۔ بمن فرمودہ اند، کہ ''این کتاب خانہ شماست'' دیگر آقای مولوی فخر الاسلام را ہم ممنون ہستم کہ آن حضرت در نقل نسخہ اسراریہ مدد و

معاونت فرمود۔ دیگر آقای عبدالصبور ہم متشکرم کہ ایشان این کتاب را بروقت از زیور کتابت آراستہ کردہ اند۔ اللہ رب العزت این تمام معاونین ماشاد و بامراد داراد۔

من امید دارم کہ این تاریخ وتذکرہ ''اسراریہ کشف صوفیہ'' ان شاءاللہ در گنجینہ علمی اضافہ قابل قدر خواہد بود و ملتمسم از خداوندانِ علم وفضل کہ ہر خطاے وسہوے کہ مرا بہ بذل وعفو بپوشند و در تعیب وتوہین نکوشند و این عاجز را بدعاے خیر یاد بکنند۔ در آخر بدرگاہِ قاضی الحاجات دعا کنم کہ خداوند عالمیان بزرگ و برتر کارِ مرا قبول فرماید۔ آمین۔

خداوندا قبول خویش کن یار ز چشم نا قبولانش نگہدار

دکتر مصباح احمد صدیقی

محلّہ گھیر مناف، امروہہ

اتر اپردش (ہند)

موبائل:9997161315

drmisbahamr@rediffmail.com

انتساب

بنام سیادت پناہی فضائل مآبی

وحید العصر افضل الحکماء

حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی طاب ثراہٗ

دکتر مصباح احمد صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی محمد والہ و اصحابہ اجمعین . اما بعد! می گوید فقیر حقیر کمال محمد سنبھل واسطی کہ بارہا در خاطر می گشت، چون (بندہ) از ایام خوردی (خردی) باز بشرفِ صحبت وملازمت اولیاء کہ" ذکر لا و لیاء ذکر اللہ " درشان آنہا است۔ رسیدہ واز بعضے سخنانِ ایں راہ شنیدہ ہمہ را بر سبیل اجمال بعبارتے سادہ و بے تکلف بتحریر در آرد ولیکن از وفور علائق میسر نمی شد تا آنکہ در سال ہزار وشصت وہشت قدوۃ العرفاء المحققین وحجۃ العظماء الموحدین سیدنا شیخنا خواجہ محمد عبداللہ[1] ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ ووجودہ علی المفارق الطالبین "۔ مثل آن صورتے کہ بر دل گذشتہ بود، امر فرمود لا جرم بصدق ہمت وخلوص نیت، در آن باب شروع افتاد۔ نام این تالیف ہم باشارۂ وے اسراریہ کردہ شد و" اسراریہ کشفِ صوفیہ" تاریخِ سال آن۔ پوشیدہ نماند کہ مراد از شیخ کہ ہر جا کہ درین کتاب واقع شدہ ویست ومراد از من ہر جا کہ آمدہ این فقیر است مولفِ این تالیف۔ مجملے از احوالِ من کہ از برکتِ صحبت وتوجہ شیخ من روے نمودہ در خاتمہ بیاید ان شاء اللہ تعالیٰ مأمول از مکارم اخلاق سیر کنندگان آنکہ چون ایشان را از یُمنِ انفاسِ طیبہ اہل اللہ، وقت خوش گردد، متصدی این جمع وتالیف را از کرم خاطر فرو نہ گذارند و بدعاے خیر یاد آرند۔ واللہ المستعان و علیہ التُکلان

---

[1] درین نسخہ این نام "عبیداللہ" است

خواجہ محمد عبداللہ

معروف بخواجۂ خورد (خرد) سلمہٗ اللہ۔ وَے شیخ من است۔ ولادتِ وے ششم ماہ رجب است از سالِ ہزار و دہ۔ ولفظ ''رضی'' تاریخ آن۔ و والد بزرگوار وے صاحب التصرف الانفسی و الافاقی خواجہ بیرنگ خواجہ محمد باقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ در وقتِ ولادت وے مژدہ داد و این مصرعہ تاریخ ویست۔ مصرعہ

ماہ رجب بود و صباحِ ششم

وے دولتِ مادرزاد یافتہ۔ چون شش ماہہ شد وے را پیش خواجہ بیرنگ آوردند و دُعاے خواستند کہ این طفل بدولت و جاہ مثل خواجہ یعقوب جدّ مادریٔ خود شود۔ خواجہ بیرنگ فرمود کہ این مثل مولانا ے عبدالرحمٰن جامی[1] خواہد شد۔ از آن روز باز آثارِ ہدایت و ولایت از وے ظاہر شدن گرفت۔ در صغر سن حافظ کلام مجید شد و در چاردہ سالگی پیش شیخ احمد بسرہند رفت و در صحبتِ اوّل معنیٔ توحید بروے مکشوف شد۔ شیخ احمد فریفتۂ فطرت شریف و استعداد وے گشت و وے را از جملہ منتسبانِ خود می گفت۔ و پس از صحبتِ دوم اجازتِ ارشاد طریقہ نقشبندیہ بدستِ خود نوشتہ بوے داد و رخصت کرد۔ و در اندک فرصتے علوم صوفیہ و معارفِ این راہ بر دلِ وے کشادہ گشت۔ و چندان تصانیف دقیق در علم توحید و معرفت بزبان عربی و پارسی از

---

[1] نورالدین عبدالرحمٰن مولانا جامی ابن نظام الدین احمد ولادت ۸۱۷ھ/۱۴۱۵ میلادی وفات ۱۸ محرم ۸۹۸ھ/۱۴۹۳ میلادی مدفن در ہرات۔ عالم بے عدیل و شاعرِ بے مثیل است۔ صوفی بزرگ تر و مصنفِ تصانیفِ کثیرہ است۔

وے بظہور آمد کہ اگر شیخ ابن عربی درین وقت بودے، انصاف بخشیدے و فرمودے ''بخ بخ این مثلکَ الیومَ فی علم التوید یاخواجۂ خرد'' وہم بصحبت خواجہ حسام الدین احمد رسیدہ بپایۂ فراتر رفت و نیز صحبت داشتہ با شیخ البہداد واجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ وقادریہ یافتہ۔ واز خواجہ بیرنگ ملقن اسم ذات شدہ اندر خواب۔ واز ارواحِ طیبۂ اکابر اولیاے سلف نوازشہا یافتہ وبصحبت بسیارے از مشائخِ کبار رسیدہ و بہرہ ور گردیدہ وتفصیل این معنیٰ بجائے خود خواہد آمد۔ ووے را از آوانِ شباب چاشنیٔ عشق ومشرب عاشقی چون مشرب مولوی جامیؔ درافتادہ وعالمے درین کار درانکارِ وے بود ووے از ہمہ فارغ۔

کارِ جامیؔ عشق خوبانست، ہر سو عالمے در پئے انکارِ او، او ہمچنان درکارِ خویش

واحوال عجیبہ واسرار غریبہ بوے روے می داد[1] چنانچہ روزے معشوقِ وے[2] درزاویہ وے حاضر شد[3]۔ وگلدستہ بوے داد وجلوہ گری کرد ودرلمحہ آن صورت زیبا غائب گشت وآن گلدستہ باقی ماند تا ماند۔ روزے محبوبِ وے باوے دوچار شد دروقت باز آمدن از طواف[4] شیخ نظام الدین اولیاء۔ درآن زمان من وآن جوان بجاے دیگر بودہ ایم بایادِ وے۔ وقتے امیر عظیم الشان معشوقِ وے را از دہلی با خود برد بہ مُلکِ دیگر۔ چون مدّتے برآمد، روزے در جدائی آن جوان تنگ دل شدہ

---

[1] درنسخہ ''می دادہ'' [2] معشوقانِ اولیاء اللہ ہم چنین بودہ اند۔ چنانکہ حضرت یوسف علیہ السلام معشوق ومحبوب بود حضرت یعقوب علیہ السلام را۔ [3] این حاضری، حاضریٔ روحانی بود۔

[4] درین جا بمعنیٰ زیارت قبر ست۔

بجوش درآمد و بتہ (تہ) را از زمین برکند و گفت۔ ''آن امیر ظالم را برانداختم در همان ایام خبر رسید کہ آن امیر برفت از دنیا و آن جوان از مسافتِ بعیدہ بلباسِ دریشان بوے رسیدہ۔ بارے مطلوب وے از بیماری، نہ فاقہ کشید و وے شنید، وے نیز تا نہ شبانہ روز چیزے نخورد و براین معنیٰ مرا مطلع کردہ بود در خلوتے۔ و درآن حالتِ عشق شورانگیز ہر کرا خواستے در طریقۂ نقشبندیہ از روے توجہ بکیفیتِ معہودہ رسانیدے و بسیارے از یاران وے بمرتبۂ کمال رسیدہ اند۔ و وے بصفتِ علم و عمل و خلق و کرم و فقر و فنائے ذاتی بحدّے متصف شدہ کہ کے را از اولیائے سلف و خلف بدان جامعیت شنیدہ و دیدہ می شود و وے نظر از ہمہ و آن کمالات برداشتہ، پیوستہ در لجۂ بحرِ احدیت و نیستیٔ محض مستغرق و مستہلک می باشد۔ و حالتِ تدریس و افادہ علوم متداولہ و شعر و شاعری کہ از کمالات و فضائل وے کہنین پایہ ایست۔ قباب ویست۔ و بر احوال و اسرار باطن وے کس واقف نیست الّا ماشاء اللہ سبحانہ۔ و اگر کسے از عوام در بارۂ وے زبانِ طعن می کشاد و وے می شنود تہمتِ روزگار بر سرِ خود می نہد و آن کس را بد نمی گوید بل بہ می گوید و اگر یکے چیزے از وے می دزدد، طلبِ آن چیز باز نمی کند و می گوید ''چہ خوش است کہ بنزدِ ما یکے می آید۔ بسا کتب متداولہ وے مردم بعاریت می برند اگر باز می آرند خوش و اگر نیارند خوشتر۔ سلوکِ وے با آشنا و غیر آشنا یکیست۔ ہیچ کس از آشنایانِ وے نمی انگارد کہ ہیچ کس چون من با وے آشناست۔ مصرعہ

آشنا داند کہ این بے گانہ نیست

لازمۂ خلق محمدی ویست صلی اللہ علیہ وسلم وعامل کرمِ علی کرم اللہ وجہہ۔ روزے من باوے بودم کہ پیادہ بباز ارمی رفت در ہوائے گرم تابستان ۔ جوالقے پائے افرازے از وے درخواست۔ زود از پائے برآوردہ باو داد و بتعظیم ماہمربان ہیچ التفات نہ کرد وخرم پائے برہنہ شد۔ روزے در بازارے بنشست وگوسالۂ تشنہ را بہر دو دستِ خود آب سیر خورانید۔ من باوے بودم کہ از دریائے عجز و نیاز باغ جود و سخا را آب می داد۔ وقتے نا آشنائے آمد وقبائے از وے طلب کرد۔ بے تامل از بر برآورد وباُو داد۔ آن شخص گفت کہ اے خواجم قبائے فلانی کہ بہ (طور) امانت پیش تست، آن رامی خواہم۔ بیادش آمد آن ہم حوالہ بوے کرد من خواندم۔ مصرعہ

''دشمن چہ کند چون مہربان باشد دوست''

روزگارے جوانے باوے می باشید ومورد انعام واحسان وے می گردید۔ ناگاہ از کم فطرتی خود، حمایلے مقفل خطِ ولایت کہ دیگر نتوان آورد، من چنان حمایلے ندیدہ۔ از کتب وے بدزدید وبشد۔ ومن از راہ تاسف بتجسسِ آن شدم۔ وے گفت ''مرا جائے حیف نیست، باین نامرادی ترا چہ؟ یارے یک چندے از دولت وقیمت آن محظوظ ومسرور خواہد شد'' یک مرتبہ شش کتب[1] مثل ''نفحات[2] الانس'' و''بحر الحقائق''

---

[1] درنسخہ ''کتاب'' است۔ [2] از تصانیفِ مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی است سالِ تکمیل ۸۸۳ھ است۔ قطعۂ تاریخ اختتام مولانا جامی خود گفتہ است۔

این نسخہ متبس ز انفاسِ کرام — کز ویس ''نفحات انس'' آید بمشام
از ہجرت خیرالبشر و فخرِ اُناس — در ہشت صد و ہشتاد سوم گشت تمام

۸۸۳ھ

از کتب وے ونسخۂ صحیح ہمان بود، وغیر ذالک ہر ہمہ درکاروان سرائے از وے بفراموشی بماند۔ من خواستم تلاشی کنم کہ چارہ گراو بودم۔ وے گفت۔ ''مرا چہ جائے تلاش است۔ ہر چہ آمد آمد و ہر چہ رفت رفت۔ مشربِ ما این است وبس۔ '' وے ہرگز ندانستہ کہ چیزے راہم قدرے ومرتبے می باشد۔ چہ از آمدن وشدن آن ہیچ شادی وغمی ندارد۔ ومثنوی کہ مولوی عبدالرحمٰن جامیؔ کہ در منقبتِ حضرت خواجۂ احرار[1] آوردہ امروز بروے صادق است۔

مثنوی

زد بجہان نوبت شاہنشاہی کوکبۂ فقر عبیداللّٰہی
آنکہ ز حریت فقر آگہ است خواجۂ مخدوم عبیداللّٰہی است
لجۂ بحر احدیت دلش صورت کثرتِ صدف ساحلش
ہست دران لجۂ ناقہ یاب گنبد نُہ طوئ فلک آفتاب
روے زمین کش نہ سر نہ تنست درنظرش چون روے یک ناخن است
یک روے ناخن کہ بدست آیدش کے برہ فقر شکست آیدش

بادشاہ صاحب قرانِ ثانی[2] وے را در زمرہ فقرا وعرفاے مہہ می انگارد وبچندین خواہش درمی یابد وباعزاز بہ صحبت می دارد۔ از آن اعزاز اعتبارے بخاطر ندارد و کہبانِ عالم را دوست تر دارد از مہبانِ عالم۔ منقول است کہ خواجہ بزرگ حضرت

---

[1] مراد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی قدس سرہٗ است۔

[2] ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قرانِ ثانی شاہجہان بادشاہ غازی۔

خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ باصحابِ خود فرمودند کہ ما ازین بیت از دیوانہ، سبق گرفتہ ام (کہ) شبے (می گوید) یاد گیرند۔

نیکوان را دوست دارد ہر کہ باشد در جہان
گر بدان را نیک داری گوے بردی از میان

بے تعیّنی و آزادی آں درجہ است کہ امروز شیخ من مردے کسے است کہ وے را کسے نہ بستاند بکرامات و نہ بیاراید بمقامات و حال۔ مقام و حال در دستِ وے درماندہ است و کہین مایۂ وے کرامات است۔ امام ایں کار ویست و سر این طائفہ۔ و ہمہ جہان پر است از وے۔ تصوف فخر از وجودِ وے کند۔ حقائق و معارف را شرفیست از ذات و صفاتِ وے۔ این کار را بدانسانے فراتر رسانیدہ کہ او سبحانہ داند و بس۔ من در مدحِ وے قصیدہ گفتہ ام پیش ازین بچندین سال۔ ہمہ بمضامینِ راست و درست و مطابق واقع و پسند خاطر وے شدہ۔ از ان جملہ است این دو بیت

خواجۂ خوردی بصورت لیک با معنیٰ بزرگ جمع کردی صورت و معنیٰ درین و پرنزند
وے بُدے جامی بعلم و حال و امروز از کمال خواجۂ احراری و فردا شوی خود نقشبند

من شنیدہ ام از درویشے عالی مرتبہ کہ می گفت کہ امروز اگر شیخ ابن عربی و مولوی جامی بودندے، خامہ را از دست فرا انداختہ و خود را متوجہ بوے ساختہ منتظر کلمات بابرکاتِ وے نشستندے۔ و این است بعضے از سخنانِ وے۔ وے گفتہ منشاے شریعت مقام احدیت است کہ بالاتر از مقام وحدت است و این جا حقیقیت اقربیت مکشوف اصحاب کمال (می شد)۔ ازین جا معلوم می شود کہ چون وحدت و اتحاد

عینیت (بہ) کمال می رسد و از ان اتحاد تجاوز می کند اثنینیت ظہور می کند و مصدرِ شریعت می گردد۔ ''سبحانہ ان یدرک حقائق ذاتہٖ و صفاتہٖ احدٌ فھو العالم بذاتہٖ و صفاتہٖ'' وہم وے گفتہ کہ بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی شد کہ چون در مکّہ در آیند بگویند۔ ''جَاءَ الحقُ وَ زَھَقَ الْبَاطِل'' وچون بمکّہ در آمدند گردِ کعبہ سی صد وشصت بت دیدند۔ چوبے در دست داشتند بآن چوب بُت ہارا می انداختند و می گفتند ''جَاءَ الحقُ وَ زَھَقَ الْبَاطِل'' طالب را باید کہ دلِ خود را کعبۂ حقیقی داند کہ قبلۂ توجہ است و (جائے[1]) سائر عبادات معنوی۔ وگردِ این کعبہ اصنام ہوا ہا بسیار ست کہ محیط و متصرف اُو شدہ۔ پس رو بآن کعبہ آوردہ بآن کلمات متکلم شود۔ (بہ) نیت متابعتِ آن حضرت (صلی اللہ علیہ و سلم) و بہ نیت تلاوت قرآنی، از یمین[2] بجانب دل آرد ''جاء الحق''، واز دل جانب یُسار[3] برد ''وزہق الباطل''۔ در اوّل ملاحظہ ظہور حقیقی در دل کند و در ثانی بر آمدنِ غیر مقصودِ حقیقی از دل تصور کند و بر این ورزش نماید امید کہ بحق رسد ان شاء اللہ تعالیٰ سبحانہ۔ این طریقہ با الہام غیبی معلوم شد و مدّت ہا بودہ است کہ در دل مخزون بود۔ امروز کہ پانزدہم شعبان سنہ ہزار و پنجاہ و پنج است توفیق تصویر یافت والسلام علی النبی وآلہ۔ وہم وے گفتہ حقیقت حق کہ وجود صرفست از ہمہ قیود و تعیّنات منزّہ است و بحسب ظہور بہمہ تعیّنات وتقیّدات متعیّن[4] ومقیّد۔ عرفاے محققین فرمودہ اند کہ تعیّنِ جامع و مظہر اتم بآن حضرت سبحانہ

---

[1] مرتب [2] درنسخہ ''ہمین'' است۔ [3] درنسخہ ''یمین'' است۔ [4] درنسخہ ''متیّن''

کہ از ہمہ تعیّنات وظہورات در وے اصلے مخفی ست حقیقتِ محمدی و روح احمدی است صلی اللہ علیہ وسلم۔ قبل تلبیسِ او بلباس عنصری بشری۔ لہٰذا بے توجہ و رجوع بآن حقیقیت علیا وصولِ حق سبحانہ میسّر نیست۔ این توجہ و رجوع بوجودِ بسیار است تا منقض نشود این حکم بانبیاء و اولیاے سابقین و ملائکہ۔ مقصود آن کہ طالب را کہ مطلوب او انسلاخ از تقیّد و اتصال مطلق است غیر ازین راہ نیست کہ متابعت جمیع احکام شرعیہ بجا آوردہ بعضے اعمال کہ موجب انسلاخ مذکور باشد مشتغل باشد۔ می باید کہ اولاً اعتقادِ احدیتِ وجود تقلیداً بوجہے کہ در کتبِ محققینِ صوفیہ مذکور است درست ساختہ بآن اعمال و اشغال مقیّد شود۔ چو طُرُق وصول بسیار است و ہر گروہے از مشائخ، طریقے اختیار کردہ اند کہ نفع خود از آن بیشتر دیدہ اند۔ وظیفۂ طالب آن کہ نسبت بہر گروہ محبت و اعتقاد بہم رسانیدہ و متابعتِ گروہے را کہ طریقۂ شان را بطریقۂ آن حضرت و (حضرات) قرنِ اوّل کہ صحابۂ کرام اند مشابہت بیشتر بود، اختیار نماید۔ زیادہ بریں چہ نویسد۔ والسلام علی النبی وآلہ۔ وہم وے گفتہ کہ۔ این رسالہ ایست مسمّٰی ''یَسَّرَ ھُمْ'' ازین ہیچ وکم از ہیچ بآن سالکِ طریقت، محرمِ حقیقت، برادر روحانی، رفیق ربانی کہ روش و رفتارِ خاص از نہانخانۂ تقدیر بجلوہ گاہِ تحریر می رسد، ہمگی چہار[1] کلمہ است و ہر کلمہ طلسمے پُر گنجے بے نہایت۔

کلمہ اوّل: نخستین نہ ہستی است نہ نیستی۔ سپس ہستی است، نہ نیستی۔ سپس آنکہ نہ نیستی است نہ ہستی۔ از نیستی بہ ہستی رس۔ پس از ہستی نیز برہ۔

---

[1] در نسخہ ''چہل'' است۔

کلمہ دوم: تو نیستی را ہستی دیدی و ہستی را نیستی۔ آن جا کہ می رسی نہ نیستی است نہ ہستی۔

کلمہ سوم: نیستی خوابے بیش نیست، ہستی بیداریست۔ امّا ترا آن خواب و بیداری (را) باید گذاشت نہ در خواب باش۔ نہ در بیداری۔ نیستی و ہستی دو صفتِ متقابل اند۔ اُو بے وے نیست و وَے بے اونہِ۔ دانستہ کہ ربوبیّت بے عبودیت نبود۔ وعبودیت بے ربوبیّت صورت نگیرد۔ تو از عبودیت خود کہ بے تو بنود، خلاصی جوی۔ ازین جا دریابی کہ ''الصوفی غیر مخلوقٍ چیست؟ والفقر لا یحتاج'' چہ معنیٰ دارد۔ اِنَّ للربوبیة سِرٌّ لَو ظَهَر لبطلت (عبودیت) وهُوهُوَ و اَنْتَ حاجبٌ۔ نظیریؔ نیکو گفتہ است۔ رباعی

اے در قدوم وحدوث عالم حیران　　پیوستہ میانِ این و آن سرگردان
رمزے بشنو بہ تست قائم دو جہان　　پیش از تو و بعد از تو، نہ این است و نہ آن

اشارت بان می کند۔ توئی تو ہمہ رویت ہا را فراہم دارد پس دیدۂ ربوبیّت بر تست۔ و پس چوں تو از میاں بر خیزی عشقِ صرف ماند از عاشقی و معشوقی پاک۔ و (آں) ذات بحت بود از ربوبیّت وعبودیت مطلق۔

کلمہ چہارم: بزرگان گفتہ اند۔ اوّل اوّل ذاتِ محض است چون او بظہور آورد و دانش مجمل پیدا شد کہ تعبیر از آن با نامی توان کرد و این دانش مشتمل است بر ہمہ دانشہا (ے) دیگر۔ باز دانشہاے بے نہایت بہم رسید دیگر بار بر حسبِ دانشہا نمایش ہا کرد از مرتبۂ نمایش، نمایش روح و مثال و جسم سہ مرتبہ مقرّر شد۔ حضراتِ پنج گانہ این مراتب ظہور است۔ و ہم وے گفتہ۔ قولہ تعالیٰ ''والٰهُکم الٰهٌ واحِد''

این کریمہ افادۂ حضرتِ الوہیت در ذاتِ واحد می کند کہ توحید عام و خاص است۔ قولہ تعالیٰ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" این کریمہ افادۂ توحیدِ ذاتی می کند چہ اللہ علَم[1] است۔ و دلالت ذات می کند یعنی آن ذات محض یکیست و دیگرے را وجود نیست، فافہم۔ ہم وے گفتہ کہ ہر چہ مخلوق است بحکم "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً" باطل نیست و ہر چہ غیر اللہ است بحکم "اَلَا كُلُّ شَيٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِل" باطلست پس ہر چہ مخلوق است غیر اللہ نیست۔ وہم وے گفتہ در حدیث قدسی واقع شدہ کہ کبریائی ردائے من است و عظمت اِزارِ[2] من۔ ہر کہ ازین دو صفت با من منازعت کند در آرم اُورا در نار۔ کبریائی عبارت وظہور در ہر صورت است۔ و رجوعِ ہر صورت بآن[3] عبارت از ظہور در ہر معنی۔ و رجوع ہر معنی باُو۔ حاصل آنکہ ہر صورتے از صور با معنیٰ از معانی بخود نسبت کند یعنی آن را موجودے مستقل مباین موجودِ حقیقی داند و رجوع نکند[4] بحق سبحانہ، بہ نیاز فراق مبتلا گردد۔ و بعد از حقیقت ممتحن شود۔ چون معنی در تحت صورتست و در ضمن آن صورت ساتر معنیٰ، از معنی باز آمد۔ و صورت برو "اِنّی" مُعبر شد۔ وہم وے گفتہ۔ "الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ علی من لانبی بعدہ" باید دانست کہ شریعت صورت حقیقت است و حقیقت معنیٔ شریعت۔ صورت از معنی و معنی از صورت انفکاک وا نفصال ندارد۔ رسیدن بمعنی بے توسط صورت کہ پردۂ اوست مستحیل است۔ و اکتفا بصورت کردن و از معنی کہ مقصود از صورت است غافل بودن

---

[1] درنسخہ "عالم" [2] درنسخہ "آزار" [3] درنسخہ "باواز" [4] درنسخہ "بکند"

(ہم) نقصانیست صریح۔ زیادہ برایں چہ نوشتہ آید۔ مصرعہ

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

بانگِ دو کردم اگر در دِہ کس است

وہم وے گفتہ کہ غیر لفظیست بے معنی۔ چہ معنی او عین است نہ غیر۔ پس او را معنیٰ نیست بلکہ غیر لفظے است بے خود کہ لفظش ہم عین است چون معنیٰ۔ پس غیر لاشئے صرفست۔ چون عین گوئی حق را یابی چون غیر گوئی نیز حق را یابی۔ از مرتبۂ وحدتِ صرف کہ وجودِ صرف است۔ تا مرتبہ موہومِ محض تو۔ بلکہ موہومِ محض اسفل از تو۔ این ہمہ مراتبِ وجود کہ در کتبِ بزرگان تفصیل یافتہ ہمہ اوست، موہومِ محض چہ۔ کہ مفہوم لاشی، صرف بر ظہور اوست۔ دیگر بدانکہ چون اصلاً مراتب و تعدّد ظہورات نیز مظہرِ وحدت نیست۔ چون مراتب و ذوی المراتب غیر وحدت ہیچ نباشد۔ این جا ہمہ می رود و ہیچ نمی ماند۔ وہم وے گفتہ، گاہ عشق گویند و مراد از آن افراطِ محبت دارند و منشاے این نسبت اتحاد حقیقت بود یا بُعد صوری

مثنوی

بشنو از نے چون حکایت می کند وز جدائی ہا شکایت می کند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

اشارت باین سرّ است۔ جمیع شرائع و احکام طریقت براے تحصیل این نسبت است۔ وہم وے گفتہ گاہ نسبت اوّلاً ظہور نماید بعد ازین تحصیل مقامات سلوک و منازلِ معرفت روے دہد۔ وگاہ برعکس این بود۔ صاحب حال اوّل را معشوق و

صاحبِ حال ثانی را عاشق نامند۔ و بیک معنیٰ ہمہ معشوق اند۔ چہ تا محبت از محبوب ظہور نکند محبت محبّ نگردد۔ ''و یُحبّھم و یُحبّو نَہٗ'' اشارہ باین است۔ وہم وے گفتہ از آن جا کہ حقیقت در عاشق و معشوق یکے بود چہ مجازی و چہ حقیقی۔ چون در یکے نسبتِ حب ظہور کند نا کام بجہتِ اتحاد حقیقت در دیگرے نیز ظاہر شود۔ تفاوتِ حال در تقدم و تاخر بود چنانکہ گذشت۔ و در کدام غالب تر، آن طرفِ معشوق بود کہ طرفِ دیگر را بخود می کشد ازین جہت کہ قوی ضعیف را از جاے جا کند عاشق در اضطراب بود و معشوق ہمیشہ در قرار۔ و عاشق ہمیشہ اندوہگین بود و معشوق ہمیشہ خوش حال۔ چون واجب در جمیع اوصاف کاملہ از ممکن اقوی و اکمل است در ہمہ صفات محبوب بود۔ این مسئلہ در غایت دقّت است کہ فہم ہر کس بآن نرسد۔ ذاتِ این بذات اُو، وصفت این بصفت او عود کند و منجذب می گردد ہر صفت بجنس خود۔ مثلاً علم بعلم و قدرت بقدرت۔ و حبّ بحبّ۔ و علیٰ ہذا القیاس، چون در حرکت آمد و بمقصود رسد گم گردد۔ و این مرتبہ حُبیّت نیز نماند۔ چون ذات رفت دیگر چہ ماند فناے حقیقی این جا است و نہایت النہایت این است بعد ازین ہر چہ ہست نیز ویست۔ اگر چہ کمالِ معرفت بعد در نزدیکیست۔ دریاب دریاب آنچہ سبب انجذاب ظل باصلست انجذابِ حب ظلّ اصلیست۔ چون حبِ محبّ و حبِ محبوب منجذب گردد ہمہ ظلال باصول خود منجذب گردند۔ فعل بفعل صفت بصفت ذات بذات۔ اگر چہ در حقیقت واسطۂ انجذاب ذاتست امّا در صورت انجذاب حُبّ کہ اصل باصول ہمہ صفات می ماند بفہم کہ فہم نیست۔ و وے ہم گفتہ

بعضے بحسنِ مجاز و عشق آن در ماندند۔ ایشان از صور و آثارِ حسن حقیقی محتظی شدند لیکن ندانستند کہ از چہ چیز بہرہ مندند و بان نادانستن از مرتبۂ معرفت قاصر گشتند و بجہتہ این قصور در آخرت مواخذ شوند و معذب گردند تا زمانے کہ بر ایشان در معرفت کشودہ شود۔ آن وقت داخلِ جنّتِ نعیم گردند و جمعے بحسن حقیقی و عشق آن را دریافتند۔ ایشان از حقائق حسن و عشق حقیقی محتظی گشتند امّا از صور آن بہرہ مند نشدند[1]۔ ایشان در آخرت روے عذاب نہ بینند و بجنّتِ نعیم در آیند۔ امّا بجمیع لذّات بہشتی احاطہ نداشتہ باشند بعضے از مراتبِ شہود و رویت ایشان را نصیب شود و بس۔ و فرقہ باشند کہ نہ بمجاز مقیّد باشند و نہ بحقیقت۔ در مجاز حقیقت بینند و در حقیقت مجاز۔ عشق ایشان ہم بحسن مجازی بود و ہم بحسنِ حقیقی۔ ایشان در بہشت آیند و از جمیع مراتب شہود و جمیع لذّات بہرہ مند گردند بلکہ در جہنّم نیز از این شان نمونہ بود کہ ترتیب نسبت بعضے اصحاب جہنم با رباب خود دانستہ بآن نمونہ بود بلکہ بقاے جہنّم و کمال آن بے وجود ایشان میسّر نیست۔ ایشان (کبراء اہل دنیا) چنانچہ قطب این عالم باشند آن جا نیز قطب باشند۔ و در آخرت (جہنّم) بایشان بر پا بود۔ و آنچہ در حدیث واقع شدہ فیضع الجبارُ قدمَہٗ فی النار... الخ اشارہ بآن نمونہ است۔ این جماعۃ[2] عالی قدر را در عشق مجاز چندان اسرار ظاہر شوند کہ اگر آن را ظاہر کنند قطع البلعوم در حق ایشان درست آمد۔ سبحان اللہ در عینِ بُعد چندان اسرار قرب ظاہر گردد کہ اَطباق سمٰوات محلّ تحریر آن نتوانند شد۔ و ہم گفتہ کہ یکے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم گفت مرا وصیّتے

---

[1] در نسخہ "شدند" [2] آن فرقہ کہ بمجاز مقیّد باشند نہ بحقیقت۔

کن۔فرمود "قل اٰمنتُ باللہ ثم استقم" بگو کہ یکے (است) بران بپای۔ انتہیٰ۔این کلمہ "اٰمنت باللہ" جامع جمیع مراتب کمالات امکانیہ است اگر نیکو نظر کنی علوم واعمالِ شریعت و ہکذا علوم واعمال طریقت و ہکذا علوم واحوالِ حقیقت کہ اندر حقیقت اعمال نبود، ہمہ در وے مندرجست اگر فرصت دہندان شاء اللہ سبحانہ آئندہ نمودہ[۲] آید واندرین باب رسالہ مرتب گردد ان شاء اللہ تعالیٰ برسہ باب تواند بود کہ دلالت نمودہ باشد بحقیقت فنا ونیستی وارتفاع اعمال وعلومِ احوال و مقامات در وحدت کبریٰ۔ہم وے گفتہ کہ عارف رومی قدس سرہٗ فرمود۔مثنوی

ہر چہ گیرد علّتی علّت شود کفر گیرد کاملے ملّت بود

سیاق وسباق این کلام حقیقت انتظام معرفت التیام معلوم نیست کہ تحقیق آن کما ینبغی نمودہ آید امّا انچہ در بادی نظر واوّل فکر بخاطر فاطر می رسد در تحریر می آرد اگر بر صواب وخطاے آن اطلاع بخشیدہ اثبات اوّل واصلاحِ ثانی نمایند، دور از مہربانی نیست۔سخنے کہ ہمہ اذہان درین بیت می رسند۔اینست کہ معلول چرا باَخذ دوا واستعمالِ آن از علّت نہ برآرد ودوا حکم علّت چون گیرد۔ہم چنین کامل کہ صحت تمام دارد بکدام وجہ بمعروض مرض کفر ومباشرت مزیل صحتِ بیمار[۳] نگردد وکفرِ او چرا ملّت ودین[۴] وسمِ او محض تریاق شود۔این اشکال الحق بس قویست دفع[۵] آن موقوف است بر تحقیق معنی علّتی وکامل۔پس باید دانست کہ علّتی کسے است کہ بشقاوتِ

---

۱ "اٰمنت باللہ" ۲ درنسخہ "این جا" ۳ درین جا "بیمار" زائد است

۴ درنسخہ "علّتے" ۵ درنسخہ "واقع"

ازلی مُتّسم است واستعداد کلّی واقتضاے حرمان از سعادت دارد وکامل کسے است کہ ارادہ ازلی بحکم علم ازلی بہ تبعیتِ استعدادِ کلّی او متعلق بسعادت تام او گشتہ۔ پس بمعنی مذکور علّتی اگر از مواقع[1] وصول بحق وصفاتِ اُو مشرف گردانیدہ است (و) بظاہر مباشر اسباب سعادت گردد آن اسباب بجہت اشتمال بر بعضے مقتضیاتِ شقاوت ازلی او عین اسبابِ شقاوت (اُو) گردد۔ چنانچہ حلوا فی نفسہٖ از اسبابِ حیات ولذّت است چون بسمّ آمیختہ وسمّ در ہمہ اجزاے او ساری بود از اسباب موت والم باشد۔ ہم چنین کامل بمعنیٰ مذکور مباشر بکفر گردد چون باطنش محض ایمان گشتہ است آن کفر کہ حکم سم دارد با امتزاج ایمان کہ حکم رافع سم ومخرج (صفت) سم از سم دارد، حکم ایمان می گردد ومحسوب از ایمان می شود وحکمِ کامل، دریاے محیط است وحکم کفر ومعصیت حکم قارورہ کہ در بحر محیط لاشی می گردد۔ این جا بخاطر نرسد کہ عارف مگر از تکلیف بر آمدہ است ومحکوم شرع نیست۔ حاشا عارف چون عامی، وکامل چون ناقص در دائرہ شرع داخل است۔ وتا حکم عقل کہ کمال معرفت با وجود او مربوطست، باقیست سقوط تکلیف محال است۔ ومعتقدِ آن، ملحد وزندیق۔

''ھذا ھو المعتقد المجمع علیہ بین العلماء والصوفیہ باسرھا''

لیکن مباشرتِ کفر ومعصیت از عارف، غیر مباشرتِ کفر ومعصیت از عامی است اگر چہ عوام تفاوتے نکند واین تفاوت وجوہ بسیار دارد۔ بامثلہ تائید بعضے بوضوح رسد۔ عارف قتلِ نفس کند بے آنکہ بظاہر موجب قتل ظہور نمودہ باشد۔ واین قتل نفس

---

[1] درنسخہ ''موانع''

عارف بوجہ ظاہرا کبر کبائر است و عارف (آن کار) بامرِ الٰہی می کند کہ در باطن باُو واقع شدہ۔ پس قتلِ نفسِ از عارف امتثالِ امر بود و طاعتِ عظیمہ باشد چنانچہ دیگران را معصیتِ کثیرہ۔ چنانچہ حضرت ابوالعباس خضر کردہ وقصہ آن در قرآن مجید مذکور است و عارف گاہے بریای کار کند و ریای از احباط عمل است در عوام امّا ریاے عارف حکم اخلاص دارد کہ سبب قبول وصعود عملی است چہ غیر حق از نظرش بالکل ساقط گشتہ و ہر عملے کہ عارف بخود نسبت می کند بحق منسوب می گردد و عُجب عارف حکم حمد و شکر دارد۔ از عارف بظاہر طلب دنیا ظاہر شود و این طلب[1] بہ از زہد دیگران باشد و جزع او بہ از صبرِ غیرِ عارف۔ وہم چنین در ہمہ صفات۔ قطعہ

موسیٰ اندر درخت آتش دید سبز تر می شد آن درخت از ناز
شہوت و حرص مرد صاحبدل این چنین دان و این چنین انگار

آمدیم در حقیقت، کفر کہ از کامل صادر شود اگر راست پرسید ہمہ اسرار کہ از عارف ظاہر می شود پیشِ عوام کفر است و در واقع نیز تا باین حال[2] (فنا) متحقق نگشتہ کفر است۔ اگر دیگرے گوید و اعتقاد کند کافر گردد۔ و عارف چون برسرِ کار رسیدہ است آن کفر در آن وقت او را عین دین و محض ایمانست۔ ہر کس در ابتدا اعتقادِ ''لا موجود الا اللہ'' کند و ہنوز قطع مسافت سیر الی اللہ نکردہ باشد این اعتقاد او را چنانچہ بزرگان گفتہ اند کفر باشد۔ آرے اگر بوجہے از وجوہ از گفتگوے عارف (دیگر) پیش از تحقیق حال بفہمد و تفعل کند کفر نباشد۔ امّا چنانچہ باید، فہمیدن ممکن نیست۔

---

[1] درنسخہ ''طالب'' [2] درنسخہ ''خیال''

وحدتِ وجود بوجہے کہ مخالف شریعت افتد غیر کفر چیست ؟ و در ابتدا خواہ علم بود خواہ حال غیر از مخالفت ہیچ نتیجہ نمی دہد درین حال بدین دو از قول و علم کفر محکم تر می شود چنانچہ کہ ما، در بسیارے دیدہ ام۔ اگر محض گفتگو است و بظاہر مقیّد با عمال شرع است امید نجات ہست و اگر حال دارد و بظاہر مقیّد ایست ہم امید نجات است۔ و اگر حال دارد و مقید با عتقادِ شرعی و اعمالِ فقہی نیست او بدترین طوائف است۔ مگر آنکہ مسلوب العقل شدہ باشد۔ این جا دقیقہ است، اگر باعث این سلبِ عقل ہمین حال است خود او در کفر رفتہ است و خاتمۂ او بر کفر است۔ و اگر باعث سلبِ عقل مرضے است از امراض، امیدِ نجات است۔ و درین صورت دقّتے ہست کہ بالفعل بیان آن صورت نگرفت و انچہ درین تردید نوشتہ ایم حکم توحید صوری است کہ درین زمان شائع است و ہمہ برین اند۔ اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین منہ۔ توحید را مراتب بسیار است و اکمل توحید توحید محمدیست کہ ابن عربی متکفّل بیان شرائف اسرار اوست بجہتہ خاتمیت ولایت جزوئ قلبی۔ فقیر چون چند روز ضعف کشیدہ است، دماغ چہ از راہ ضعف و چہ از آزار ہاے دیگر کہ بضرورت بشری عارفان بلکہ ارواحِ طیبہ نیز در آن آزار یہا طبعاً شرکت دارند، زبونی دارد۔ ازین جہت نتوانست بتفصیل نوشت شاید کہ اجمال بتفصیل راہ نماید۔ و ہم وے گوید ''اللہ لا الہ الاھو، لا الہ الا انتَ سبحانک، اِنی انا اللہ، لا الہ الا انـــا'' دیگر چہ ماند'' و ہم وے گفتہ حُبّ پیدا شد تا اِلٰہ، عبد گشت۔ و ہم وے گفت۔ عبد از ما کہ دال بر نسبت است بر آمد، اِلٰہ شد۔ التوحید اسقاط الاضافات۔

وہم وے گفتہ عبد وقتے عابد شود کہ اورا از خود بیند۔ ''الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ. لَم اَعبُدُ مَالَمْ اَرہٗ'' اشارہ براین است۔ ہم وے گفتہ کہ خالق چون وحدت خود را پوشید خلق شد۔ وہم وے گفتہ کہ رابطہ میان عالم وحق ہم کلمہ من است۔ چہ عالم از و ناشی ست و باوے۔ وہم کلمہ ''ب'' چہ عالم باو راجع است۔ واین صدور و رجوع در ازل وابد است وہم در جمیع آیاتِ ربّانی، چہ در برآن عالم بحقیقت رود واز حقیقت برآمد چون موج از دریا۔ وہم کلمہ ''فی'' است چہ عالم در حق است وحق در عالم کہ بوجہے آن مُظہر است و بوجہے این مَظہر۔ وہمہ کلمہ ''وَ'' چہ معیّت ذاتی وصفاتی وقولی بے شبہ متحقق است۔ وہم کلمہ (عین) بوجہِ عالم عین حق است وحق عین عالم۔ وہم کلمہ لَیسَ چہ بوجہے عالم عالم است وحق حق، نہ عالم حق است ونہ حق عالم۔ و بوجہے از ہمہ جہات منزّہ است ومیانِ عالم و حق رابطہ نیست۔ این اعتبار را لاتعیّن گویند۔ وہم وے گفتہ حالے کہ آن را وصل تو ہم کنی وثمرۂ آن حال علم وحدت نباشد بحقیقت آن وصل نیست۔ انچہ ظاہر شدہ مرتبہ ایست از مراتب ظہور نہ مقصود حقیقی کہ مطلق است و ظاہر در ہمہ وعین ہمہ، تا چیزے ظاہر می شود کہ بوجہے از وجوہ باشی از اشیاء مغائرت دارد، آن منزل و مقصود نیست۔ وہم وے گفتہ علامتِ وصول بحقیقت مطلقہ آنست کہ انانیت از تو سر می زند ہمہ چیز اطلاق یابد بے تکلف (بہ توئی تو) وہمہ چیز ہا را انا توانی گفت۔ این جا معلوم شود کہ حجاب جز تعیّن انانیت نیست۔ وہم وے گفتہ چون حجابِ صورت کہ دوئی از و خیزد از نظر برطرف شدہ باشد فہمِ این سخنان کما ینبغی توانی کرد۔

امّا اگر استعداد قابلیتِ تو این علمِ محال را مدد کند پیش از انکشافِ تمام حسن ظن پیش آوردہ در راہِ یگانگی قدم نہ۔ ومترس کہ ترس از سلوک راہ باز دارد، ہمت بلند دارو گستاخانہ درین راہ قدم نہ۔ این قدر از تو می خواہم کہ ہیچ وجہے از وجوہ مخالف شرع نباشی، وحدت با شرع در یک پیرہن است۔ اگر چہ در ابتدا این معنیٰ نتوانی فہمید امّا آخر خواہی فہمید۔ اے عزیز شریعت صورت حقیقت است۔ وحقیقت معنی شریعت چون تو در عالم صورتی ترا از صورت چارہ نیست۔ تو صورت ذاتی و دیگر ہمہ صورت ہاست نمایان در تو۔ چون تو خود را بشناسی و یابی ہم حق را یابی و بشناسی۔ وہم ہمہ را حقیقت است و تو حقّی، حق حق حق۔ وہم گفتہ کہ خواجہ بیرنگ گفتہ کہ وحدت مقدم است بر احدیت باعتبارِ علم و موخر است باعتبار وجود۔ وہم وے گفتہ کہ توحید دو قسم است یکے توحید ظلّی کہ در ابتداء ہمہ جا حق یافتہ می شود دویم توحید ذاتی اکملی کہ بعد از عروج تام شہود وحدت در کثرت میسّر می شود و این مقام پیغمبر است اِصالتاً صلی اللہ علیہ وسلم ''اَنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرْ'' اشارت بآنست۔ ہم وے گفتہ عزیزے گفتہ۔ ''وصولک الی اللہ تعالیٰ وصولک الی العلم بہ والا فجّل ربّنا ان یتعقل بہ شیٌ او یتصل ہو شیٌ ''یعنی علم بوصول باید پیدا کردو حالِ دایم میسّر ست چنانچہ مقرر (قوم) است گے بعید بود کہ قریب شود گے جدائیش داشت کہ واصل گردد۔ ھو الآن کما کان. وہم وے گفتہ کہ ہر کہ در شرع گفتہ اند حق است وانچہ صوفیہ می فرمایند کہ غیر حق ہیچ چیز موجود نیست ہم حق است کہ پیش ما ہمہ حق است۔ وہم وے گفتہ کہ بحضرت غوثِ اعظم خطاب گردید

''قل لا صحابک بالفقر ثم بالفقر فاذاتم فقرهم فلا هم الا انا''۔ چون فنائے حقیقی کلّی حاصل شد مرتبہ بقا باللہ ظہور گرفت ''فلاهم الا انا'' متحقق گشت۔ وہم وے گفتہ یک حقیقت است کہ حقیقتہا شدہ و یک ذاتست کہ ذاتہا شدہ و یک صفت است کہ صفتہا شدہ و یک نور است کہ بانوار مختلفہ جلوہ گر است و یک صورت است کہ بصور متعدّدہ ظاہر و باہر است۔ وہم وے گفتہ۔ مطلق بصورت مقیّد ظاہر است وحدت بصورت کثرت (جلوہ گر)[1]..... درین آیت ''نسُوا اللہ'' فیہ اشارۂ لطیفہ است بفنائے کلّی۔ وہم وے گفتہ۔ ''من عرف اللہ لا یضرہ ذنبٌ'' یعنی از عارف گناہ واقع نمی شود کہ موجب ضرر او باشد یا گناہے کہ پیش از معرفت شدہ باشد۔ امّا در مظالم شبہ است و شاید کہ حق سبحانہ خصم را در آخرت راضی کند۔ وہم وے گفتہ کہ درمیان شیخ ابن عربی و شیخ علاء الدولہ فرق در علم و معرفت است کہ علمِ شیخ بلند تر است از آن علم کہ شیخ علاء الدولہ دارد۔ امّا در لفظ ولایت ہر دو برابر اند و ہر دو بکمال رسیدہ اند۔ وہم وے گفتہ اگر چہ اختلافے کہ در وجود مطلق میان شیخ ابن عربی و شیخ علاء الدولہ واقع است بعضے از مخلصانِ شیخ علاء الدولہ راجع بلفظ ساختہ اند امّا ہنوز نزاع باقیست۔ چہ شیخ ابنِ عربی عالم را موجودِ خارجی نمی داند و اعیانِ ثابتہ را صور علمیہ ذات ملبّس بصفات می گوید و درین ہر دو مقدمہ شیخ علاء الدولہ مخالف است۔ ہم وے گفتہ کہ این ہر دو تحقیق از کلامِ خواجہ بیرنگ مستفاد شد۔ وہم وے گفتہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آخر فرمودند۔

---

[1] غالباً درین جا این آیت شریفہ است ''نسوا اللہ فانسأهم انفسهم''

''الیوم تسد کل فرجۃِ الّا فرجۃُ ابو بکرٍ '' ودر بعضے روایات بجاے فُرجہ خُوجہ واقع شدہ۔ امروز بستہ شد ہمہ درہا مگر درابی بکر رضی اللہ عنہ۔ مراد ازین کلام نسبت حُبّیؔ است کہ بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشان داشتند ورابطہ عبارت ازان نسبت حُبّے است۔ کہ موصل بمقصود است والحق۔ بعد از فوت ہیچ نسبتے غیر از نسبتِ حُبّی مفید نیست۔ وہم وے گفتہ شیخ ابنِ عربی در ''فتوحات'' نوشتہ کہ قطب را دو امام لازم است۔ یکے بجانب یمین دویم بجانب یُسار۔ چون قطب از عالمِ فنا بعالمِ بقاؔ ودامامِ یُسار بجاے او خلیفہ ونائب می گردد وامام یمین امام یُسار این می شود۔ وہم وے گفتہ کہ قطب دو قسم است یکے قطب ارشاد کہ پیغمبر خدا درعہد خود قطبِ ارشاد بودہ دوم قطب ابدال کہ درعہد پیغامبر علیہ السلام عم اویس قرنی قطبِ ابدال بودہ است ولہذا پیغمبر گفتہ۔ ''انّی لا جد نفس الرحمن من تلقاء الیمن'' وہم وے گفتہ کہ عزیزے گفتہ دو جوان مردند درعالم۔ یکے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوم اویس کہ بعاشقی ممتاز است۔ انتہیٰ۔ وہم وے گفتہ کہ این سخن نہ از کمال معرفت است بلکہ در وبوے از خطا می آید چہ تقابل خوب نیست کہ او نیز ظلے از ظلالِ ذاتِ پیغمبر است۔ چون استعداد قابلیت اُو مقتضیٔ ہدایت[1] بود باین درجہ رسید چنانچہ آفتاب پارچۂ شستہ را سفید می سازد و روے گاذر را سیاہ می کند۔ وہم وے گفتہ کہ عارف را تعریف وقتے خوش می آید و وقتے ناخوش۔ گاہے کہ نظر او بر حقیقتِ خود می افتد، تعریف، خوش می آید۔ چرا کہ

---

[1] درنسخہ ''ضلالت'' است۔

درآن وقت درمقام ربوبیت است وگاہے کہ نظر برتعیّن خوداست تعریف ناخوش می شود چہ درآن وقت درمقام عبدیت است۔ وہم وے گفتہ ''زمانی'' نام ملحدے بود کہ ازعلم ظاہری وباطنی خبرے داشت پیش خواجہ بیرنگ آمدہ گفت ماحقیقت الارض ؟ ایشان فرمودند حقیقتِ ہمہ اشیا نزدیکِ ماواحداست۔ گفت انچہ فرمودند حقّیت است نہ حقیقت۔ ایشان تبسم کردند وخاموش ماندند۔ وہم وے گفتہ سبب سکوت آن می نماید کہ چون بوے نفسانیتِ راوی بسیار ظاہر بود وے (نیت) دام و مکابرہ داشت ہیچ نفرمود وبخوشی وتبسم تمام کردند وگرنہ درمیان حقّیت وحقیقت تفاوت نیست وحقایقے کہ اہل معقول بیان کردہ اند محض تمثیل است وقیاس۔ ودر واقعہ غیراز اعتراض نیست چنانچہ پیش صوفیہ مقرراست۔ وہم وے گفتہ کہ خواجہ احمد لاہوری گفتہ کہ روزے ہمراہ خواجہ بیرنگ بزیارت مزار خواجہ قطب الدین رفتہ بودم چون نزدیک قبر متبرکہ رسیدند خواجہ قطب الدین باہمہ اہل قبور ظاہر شدند وبرخاستند مگر یک کس کہ افتادہ ماند چون رجوع بخانہ گردیدیم از خواجہ بیرنگ پرسیدم آن کدام کس بود کہ برنخاست فرمودند کہ اومجذوب بود۔ وہم وے گفتہ روزے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخانہ امیر المومنین علی آمدند وپرسیدند یا فاطمہ علی کجا است؟ گفت ہمین زمان بیرون رفتہ۔ پیغمبر بمسجد روے آوردند۔ دیدند علی درصحنِ مسجد بخواب رفتہ وسروپشتِ وے بخاک افتادہ۔ پیغمبر فرمودند کہ'' قم یا ابو تراب '' و ہم وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ درمنقبت اہل بیت این بیت گفتہ اند

این سلسلہ از طلای تاب است　　این خانہ تمام آفتاب است

وہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ درآستانۂ خواجہ بیرنگ سراپردہا کشیدہ اند چون درشُدم دیدم کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم با جمعے اصحاب نشستہ اند من زفتہ سر درقدمِ مبارک نہادہ ام۔ آن حضرت بتعظیم (بہ تکریم) من برخاستہ اند ومرا از زمین بر خاستہ درآغوش کشیدہ اند۔ وہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ درقصرے نہایت لطیف درآمدہ ام۔ فقیرے درآن جا پیدا شدہ است ودستِ من گرفتہ سماع می کند ومن ہم باوسماع می کنم بعد ازآن وے بمن می گوید کہ تو قطب خواہد شد گفتم بعد ازشما۔ وہم وے گفتہ کہ درمبادی حال بعمر بست سالگی پیشِ عزیزے کہ از اکابر شہر بودرفتم۔ وے مرا پرسید کہ آیتِ کریمہ ''اللہ نور السمٰوت والارض'' چہ معنی دارد۔ گفتم نور بمعنی ''الظاھرُ بذاتہٖ والمظھرُ لغیرہٖ'' گفت انچہ گفتی قبول ندارم کہ نور بمعنی وجود است۔ گفتم پس حاصلِ ہردو یکے است چہ بوجود باین معنی است کہ ''الوجود لِذاتِہٖ والموجود لِغیرہٖ'' ہرچند گفتم اِبا می کرد۔ از علم حقائق خبر نداشت بنابرین قبول نکرد۔ وہم وے گفتہ کہ روزے قصدِ زیارت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کردم۔ چون برسر گورستان عبور افتاد، دیدم کہ از قبر صورتے ظاہر شد سوختہ وسیاہ شدہ وپیش من آمدہ چیزے می گوید کہ (بمعنی) مفہوم نمی شود آخر معلوم کردم کہ درعذاب گرفتار است وعقوبتِ سخت دارد۔ از ما مددے می خواہد توجہ بجانب حق جل وعلا کردم تا خلاص شود۔ ساعتے نگذشتہ بود کہ آن صورت غائب شد شاید از ابتلاے عذاب نجات یافتہ باشد۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ وہم وے گفتہ کہ درہمہ عمر ہیچ شبے برمن چنان نگذشتہ است کہ من بخواب رفتہ باشم و

امید زندہ برخاستن صباح در سر ماندہ باشد۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادیٔ حال دعاے اشباع الاسماء در صحرا رفتہ می خواندم صور طیبہ بسیار ظاہر می شدند چنانچہ مردم صحرائی بعداز (چشم) زدن می گریزند۔ وہم وے گفتہ کہ شبے شیخ ابن عربی را در خواب دیدم کہ آغا رشیدا کہ ترک نوکری بادشاہِ وقت کردہ و بصناعتِ گوشہ نشینی قرار دادہ باویست۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ ابن عربی خاتم نوعی از ولایت محمدیہ بود و امام محمد مہدی خاتم نوعی خواہد شد و مہتر عیسیٰ علیہ السلام خاتم ولایتِ مطلقہ خواہد بود و وے اکمل ہمہ اولیاے امت محمدیہ است، حتیٰ (از) ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ وہم وے گفتہ کہ از خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ پرسیدند کہ بعضے از مشائخ خود را خاتم ولایت محمدیہ گفتہ اند۔ شما درین باب چہ می فرمایند؟ گفتند۔ خواجہ بزرگ خود بودہ[1] اند۔ وہم وے گفتہ از انچہ بزرگان فرمودہ اند توجہ بغیب ہویت باید کرد، معلوم می شود کہ انچہ اہل معقول گفتہ اند کہ توجہ بمجہول مطلق متعلق نمی شود مانند علم در محل اشتباہ است۔ وحق این است کہ توجہ متعلق می شود اگر چہ علم متعلق نشود چنانچہ بوجدان معلوم است۔ وہم وے گفتہ کہ ہمہ جا ظہور اوست ونورِ، اُوامّا انسان ظہور اتم ومظہر اعظم است وحق سبحانہ بجمیع صفات[2] خود در وے جلوہ گر است ونیز گفتہ کہ خواجہ نقشبند فرمودند۔ بسر توحید می توان رسید امّا بسر معرفت رسیدن دشوار است یعنی مراد ازیں معرفت تفصیلی است وآن را نہایت نیست۔ وہم وے گفتہ صاحب

---

[1] مراد اند حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ پیدائش ۴ محرم ۷۱۸ھ وفات بروز دو شنبہ دو ماہِ رجب ۸۰۲ھ مزارِ مبارکش در قصبہ چغانیان است۔ [2] در نسخہ ''اقات''

''عروۃ وثقیٰ'' نوشتہ است کہ حضرت خواجہ خضر در مردم خود را پنہان ساختہ است و مکرر کد خدا شدہ و فرزندان بہم رسانده۔ وقتے در مدینہ، شتر بانان باہم جنگ می کردند و سنگ بسرِ خضر رسید سر او شکست مدتے بیمار بود و مردم پرسش او می کردند۔ امّا مولانا نظام الدین نیشاپوری گفتہ است کہ این خضر سر شکستہ دیگر است کہ خضر ترکانست۔ ظاہراً مولانا نظام الدین از صاحب عروہ کہ شیخ علاء الدولہ است چون شنیدہ بود کہ شیخ صحبت دار خضر است۔ احوال خضر می پرسیدہ وے آنچہ موافق عروہ (است) نوشتہ است۔ (اگر چہ) گفتہ مولانا (نظام الدین نیشاپوری ہروی، شیخ علاء الدولہ) را خوش نیامدہ و مولانا (شیخ) می گفت من از خضر ترحمان می پرسیدم شیخ از خضر ترکستان گفتہ و ہم وے گفتہ۔ جماعتے کہ مسلوب العقل اند دو طائفہ اند یکے مجذوبان اند، دیگر مجانین کہ ملحق اند بحیوانات۔ انچہ حیوانات را معلوم است ایشان را معلوم است۔ و نیز گفتہ کہ پیش مجاذیب[1] نباید رفت کہ آن علمے دارند شاید کہ چیزے بگویند و ظاہر کنند کہ نباید گفت و ظاہر ساخت۔ پیش اہل ارشاد باید رفت اگر چہ ایشان را نیز ہمہ چیز منکشف است امّا ایشان اہل تمکین اند چیزے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ پوشیدہ می دارد ایشان نیز پوشیدہ می دارند و عیبِ کسے را ظاہر نمی کنند الّا بضرورت۔ و ہم وے گفتہ کہ وَلایت بفتح واو عبارت از قرب باطنی است و اتحاد بحق سبحانہ و نسبتِ قرب بعد از فوت زیادہ می شود و نیز تصرف در عالم (باقی) می باشد۔ وِلایت بکسر واو کنایت[2] از منصب است متعیّن کہ خدمتِ عالم

---

[1] در نسخہ ''مجانین'' [2] در نسخہ ''کتابت''

بدو متعلق است چنانچہ قطبیت و بدلیّت ، آن بعد از فوت منقطع می شود و بجاے او خلیفہ و نائب می گردد۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادی گاہے سیر می کردم و سر راہ ندّا نے بود کہ مردم در حق او اعتقادے تمام داشتند و او را غوث می گفتند و مرا ہر گاہ کہ بر آن کوچہ عبور می شد آن ندّاف مرا دُعاے نیک می کرد۔ وہم وے گفتہ کہ قرب بر دو نوعیست یکے آنکہ عبد ظاہر بود و حق باطن۔ چنانچہ ''بی یَسْمَعُ، و بِی یُبْصِرُ و بِی یَنْطِقُ'' شاہد اوست۔ این را قرب نوافل گویند، و دوم حق ظاہر بود و بندہ باطن و مُستہلک در و ''اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَر'' اشارت بآن است این را قربِ فرائض خوانند۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ جلال تھانیسری یکے از اولیاے حق بود در آخر عمر کہ بحالت نزاع رسید شیخ را بے خودی و بے شعوری بسیار شدہ بود و مردم ازین واقعہ (در) تحیر ماندند۔ شیخ این بیت خواندہ

قومے ز وجود خویش فانی رفتہ چو حروف در معانی

وہم وے گفتہ کہ در آخرِ دم استغراق و استہلاک بسیار ظاہر می شود و نیز گفتہ در مرض (الموت) مردم را اضطراب بسبب عدمِ توجہ بعالم اطلاق و عدم انقطاعِ کُلی از عالم کون است اگر انقطاعِ کُلی داشتہ باشند غیر از راحت در بیماری و در مرگ ہیچ نیست۔ وہم وے گفتہ عزیزے بمن گفت کہ ہیچ دلایل بر حدوثِ عالم از قرآنِ مجید و از احادیث معلوم می شود؟ گفتم این حدیث۔ ''کان اللہ و لم یکن معہ شیٔ'' اشارہ بحدوثِ عالم است و گفتم ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کہ از کبار اصحاب است بخدمتِ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفت کہ ''این کان ربنا قبل ان

خلق الخلق'' آن سرور فرمود'' کان فی عماء مافوقه هواءُ و ماتحته هواءُ'' این نیز دلیل حدوثیت است۔ آن عزیز گفت۔ شاید از قبل قبلِ ذاتی مراد داشته باشد گفتم خلاف ظاہر است۔ وہم وے گفتہ کہ (آیتِ) کریمہ ''فویلٌ للغاشیة قلو بهم عن ذکر الله'' درباب جماعتے وارد شدہ است کہ ذاکر اند بے ادبانہ یا از سر غفلت۔ پس حاصلِ این جماعت سختئے ویست۔ وہم وے گفتہ۔ سید محمد مکّی کہ یکے از خلفاے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی[1] است۔ نوشتہ کہ عبد مناف جدِّ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برادرے داشتہ کہ تا حال زندہ است و در بعضے کوہہا می باشد من اورا دیدہ ام و باو صحبت داشتہ۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ من در غلباتِ توحید بخواجہ بیرنگ دو بیت نوشتہ کہ یک بیت آن دو اینست

اے دریغا کیں شریعت ملّت اعمای است
ملّتِ ما کافری وملّت ترسای است

خواجہ بیرنگ نوشتہ کہ شمارا آداب شریعت ورعایت آن ضرریست آن دو بیت ملحدانہ کہ نوشتہ بودید قایلِ آن مقبول نخواہد بود۔ ہم وے گفتہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفتہ۔ یشیب ابن آدم'' و یُشیبُ فیه خصلتان، الحرص و طول الامل.'' این جا لازم می آید کہ اولیاء حق در پیری نیز ازین دو صفت خالی نباشند و این بسیار مشکل است وحل این مشکل انچہ بخاطر می رسد این است کہ

---

[1] یکے از خلفاے اجل حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویست وفات ان ۱۸ر رمضان المبارک ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ میلادی۔

شباب مقتضیٔ وجود و بقای این دو صفت است در زمانِ شباب۔ واگر کسے در جوانی این دو صفت را از خود رفع کردہ باشد در شیب ازین دو صفت منزّہ خواہد بود و اگر آن حضرت می فرمودے "یشیب ابن آدم و یتولد او یحدث فیه خصلتان" مشکل می شد۔ ہم وے گفتہ کہ "اَلْعُزْلَتُ مُنیةُ الصِّدیقین" واقع شدہ چہ صدیقین در مرتبۂ تکمیل وارشادند و از خلق نمی توانند بگوشہ بودن لہذا عزلت متمنائے ایشان باشد۔ وہم وے گفتہ درویش طالبِ حق را باید کہ چون تنگی معیشت و احتیاج غلبہ کند بخانۂ ہیچ یکے از اہلِ دنیا نرود و ترکِ آمد و رفت نماید۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ ابن عربی در "فتوحات" نوشتہ۔ بعضے مردم کہ بمادران و زنان و خواہران و دختران مردم نگاہ ہائے حرام می کنند طرفہ بے غیرت اند۔ چون این کار را تجویز می کنند کہ کسان بمادران و زنان و دختران و خواہران شان را نگاہ ہائے حرام کنند۔ وہم وے گفتہ کہ از گناہ توبہ کن و از دنیا رغبت کن و اسباب را از نظر انداز و ہر چہ از غیب بے سعی برسد در وے با دل قناعت کن و از مردم گوشہ گیر و بذکر با توجہ مشغول باش و بر آن صبر ورزد۔ و منتظر ظہور محبوب شو و خوشنودی کن دبانچہ صفت اوست و فعل او، از ظہور و عدم، قہر و لطف و بانچہ فرمودہ و نمودہ۔ وہم وے گفتہ فقیر حقیر را خواجہ بیرنگ ذکر اسم ذات در خواب تلقین فرمودند و متوجہ شدند و کیفیت روئیداد و این بعد از رسیدن بخدمت شیخ احمد بود و بعضے از اہالی این سلسلہ در معنی نفی و اثبات چنیں نوشتہ اند کہ در لاالـــــہ رجوع کثرت بوحدت ملاحظہ گیرد و در الا اللہ ظہور وحدت در صورتِ کثرت۔ و این فقیر را در ذکر اسم ذات بطریق مخصوص بخاطر رسیدہ و آن اینست کہ

برحقیقتِ خود کہ روح وجسم کہ صورت اوست، متوجہ شدہ، لفظ اللہ بر وتصوّر کند چنانچہ از غلبہ وقہرمان وعظمت این اسم اعظم این دوصورت موہوم بعدم وفنا می رود و بجاے ہمہ آن حقیقت مشہود می شود۔ درین طریق حاصل نفی واثبات مندرج دراسم ذات می گردد۔ ہمانا کہ این ذوقِ خاص نتیجۂ تلقینِ خواجہ بیرنگ است کہ درخواب فرمودہ اند۔ خواجہ بیرنگ این طریق را تقویت فرمودند واین نسبت را شائع ساختند۔ بزرگان گفتہ اند کہ مبتدی ''لا معبود الا اللہ'' راملاحظہ کند ومتوسط ''لا مقصود الا اللہ'' ومنتہی ''لاموجود الا اللہ'' وملاحظۂ ''لا تصرّف الّا بالوجود'' نیز آمدہ است وحضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند لا الہ، نفی، الٰـــۂ طبعیت است والّا اللہ اثباتِ معبود برحق و محمد الرسول اللہ درمقام متابعت درآمدن۔ واین فقیر عرضہ می دارد کہ در تحقیق این کلمۂ طیبہ بسے تحقیقاتِ عالیہ ومعارفِ غامضہ در ''فقراتِ'' حضرت خواجہ احرار کہ درطریق سلوک خاص و درمعرفت، عدیم النظیر است، ثبت است۔ سبحانہ، چہ سطوت است وقہرمان است کہ ازآن کلام قدسی ظاہراست۔ وطریق دیگر توجہ ومراقبہ است کہ این معنیٰ بے چون وبے چگون را کہ از اسم مبارک اللہ مفہوم می گردد بے توسط عبارت عربی وفارسی وغیرآن ملاحظہ نماید واین معنی را نگاہداشتہ بجمیع مدارک وقویٰ متوجہ قلب صنوبری گردد۔ وباین معنی مداومت نماید ودرنگاہداشتِ آن تکلف کند تا آنزمان کہ کلفت از میان برخیزد۔ چون این معنی پیش ازتصرف جذبہ دروجودِ سالک تعذرے تمام دارد می شاید کہ معنی مقصود را بصورت نورے بسیط محیط بجمیع موجوات علمی وعینی در برابر بصیرت بدارد۔

و بآن نور بجمیع قویٰ و مدارک متوجہ قلب صنوبری گردد تا آن زمان کہ آن صورت از میان برخیزد و مقصود بران مترتب گردد۔

رباعی

درکون ومکان نیست عیان جز یک نور ظاہر شدہ آن نور بانواعِ ظہور
حق نور و با نواعِ ظہورش عالم توحید ہمین است و دگر وہم وغرور

اکثرِ این طائفہ علیہ قدس اللہ اسراہم میان توجہ ومراقبہ فرق نہ کردہ اند و ہر دو را بیک معنی فرمودہ اند۔ چنانچہ سابق مذکور شد امّا حضرت عُلیہ صدر مسندِ ارشاد ہدایت جامع نعوت وخصائص ولایت حضرت خواجہ عبیداللہ[1] احرار قدس سرہٗ فرق کردہ می فرمایند کہ مُراقبہ از باب مفاعلہ است کہ تقاضاے تراقب از طرفین می کند پس مناسب آنست کہ مراقبہ را باین معنی بیان کنم کہ آگاہی وعلم بندہ است بدوام اطلاع وحضور حق سبحانہٗ چنانچہ امام[2] ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ در رسالۂ خود (قشیریہ) بیان فرمودہ اند کہ ''المراقبته علم العبد بدوام اطلاع الحق علیه'' وحضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرمودہ اند۔ کہ بمراقبہ بمرتبۂ وزارت وتصرّف در ملک وملکوت می توان رسید و باطن رامنوّر گردانیدن از دوام مراقبہ است۔ از ملکۂ

---

[1] اسمِ مبارک عبیداللہ ولادت ماہ رمضان ۸۰۶ ہجری در باغستان از مضافات تاشقند۔ وفات ۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ ہجری۔ [2] نام آن عبدالکریم بن ہوازن القشیری مرید بااخلاص شیخ ابوعلی دقاق است۔ ماہ ربیع الآخر ۴۶۵ ہجری دسامبر ۱۰۷۲ میلادی وفات یافت۔ مصنفِ رسالہ ''قشیریہ'' وتفسیر ''لطائف الارشادات'' است۔ رسالہ قشیریہ مشتمل بر حالات وسوانح مشائخ صوفیہ ورموزاتِ تصوف وسلوک واحسان

مراقبہ دوام جمعیّت خاطر و دوام قبول دلہاے خلائق است و بعضے کبراء طریقت قدس اسرار ہم فرمودہ اند کہ مراقبہ آنست کہ بندہ خود را محاط نظر الٰہی داند از جمیع جوانب خود را در جنّت بیند و حق را منزّہ داند و مراقبۂ توجہ را معانی دیگر نیز گفتہ اند و ہر یکے از مقام خود خبر دادہ و براہے کہ رفتہ از ان اِشعار نمودہ۔ ذکر اسم ذات مختار شیخ اکبر است امّا طریقۂ ایشان تکلم است بطریق خفیہ و از ضروریات این طریقہ ست وقوف علمی یعنی توجہ بقلب صنوبری و ہمانا کہ مقصود از آن جمع ہمت[1] است و آن بہر چہ متوجہ شوی و توجہ را واحد سازی بمقصود رسی۔ ان شاء اللہ سبحانہ کہ ہمہ اشیا بالآمال مقصود حقیقی موجود نیست۔ بخاطر است کہ آداب این طریقہ بتفصیل تمام تر در رسالہ علیحدہ نوشتہ شود این جا ہمین قدر کافیست۔ و ہم وے گفتہ خلوت در انجمن عبارت از انست کہ در عین صحبت با خلق چنان بحق مشغول باشد کہ صحبت با خلق مزاحم مشغولی او نشود و نیز از اشغالِ خود مطلع شود تا خلوت توان گفت و معنی دیگر آنکہ در عین کثرت شاہد وحدت بود و در ہمہ او را بیند۔ سفر در وطن عبارت از انست کہ از اخلاق ذمیمہ با اخلاق حمیدہ رود و معنی دیگر آنکہ از صورت خود بحقیقت خود رود یعنی از کثرت بوحدت۔ و معنی دیگر آنکہ ہر جا رود خود را مشاہدہ کند و در ہمہ جا خود را ظاہر متحرک بیند چنانچہ از صفت خلوت در انجمن چون خبر خود را نہ بیند۔ در عین صحبتہا و خلوتہا، آنجا خلوت بود۔ و سفر در وطن باعتبار سیر واصل بعد از فنا در صفاتِ الٰہی کہ در آن مقام صفات اوست نیز توان گفت۔ اے عزیز بحقیقت این ہر دو

---

[1] در نسخہ ''ہم'' است۔

صفت یعنی خلوت در انجمن، وسفر در وطن، صفات وجود است وسالک مُحقّق است ازآن بطریق (فنا)، فافہم۔ نظر برقدم اینست کہ دررفت وآمد نظر برقدم داشتہ باشد تا دیدہ (را) آفت دل نشود ومعنی دیگر آنکہ بہر صفتے کہ برسید، اداے حقوق نمودہ بہ صفت دیگر تجاوز کند ومعنی دیگر آنکہ درسیر سرعت نماید بحدّے کہ قدم ازنظر تخلف نکند چنانچہ مناسبِ طریقۂ جذبہ است۔ وآنکہ مراد ازنظر برقدم، قدم نبی یا قدم شیخ بود یا ازقدم مراد صورت بشری کامل مکمل باشد۔ وقدم، آن رابواسطہ آن گویند کہ آخرین تجلیات است "حتیٰ تضیٰ اظہارُ قَدَم فَیقولُ[1] قِفْ" اشارت بآنست۔ ہوش دردم پاس داشتن نَفَس است دردخول وخروج کہ بغفلت مقتدی نباشد یا مراد آنست کہ ہوش درنَفَس الٰہی داشتہ باشد کہ مادہ ممکنات وفیض ذاتست وظاہر درہمہ ازآن حیثیت کہ بحقیقت حق مطلق است وبصورت ظہور اوّل ہٰذا۔ وہم وے گفتہ کہ اسم اعظم انا (ے) تست وہمہ جا ظہور اوست۔ وظہور آن انانیت بوجہ اتم واکمل در انانیت انسانیت بلکہ ہمین انانیت انسانی است کہ ظاہر درگُلست، فافہم۔ وہم وے گفتہ نسبتے کہ بیواسطہ بذات قایم است۔ نسبتِ علم است بعد ازآن حقائق اِلٰہیہ وکونیہ کہ ہمہ نسبتہا بتوسطِ این نسبت بذات قایم اند۔ وحقائق کونیہ کہ درخارج می نمایند اعتبار نمود ودرآنہا افزودہ است والّا ازقیام بہ نسبتِ علمی مستغنی نشدہ اند۔ حقیقت علم نسبت است دیگر نسبتہاے علمی اند یعنی نسبتہا اند کہ علم سببِ وجودِ آنہاست۔ کمالِ کمال آنست کہ ذات بحَت ملحوظ طالب بود۔ درین مرتبہ علم (ہم)

---

[1] درنسخہ "نفع"

بکُلّیت می رود (این جا) و نام ونشانِ علم نیست ہمہ جہل و حیرت است۔ نسبت حضراتِ خواجہ ہا این است۔ ''اللھم ار زقنا'' وہم وے گفتہ جمعے را از مجذوبان کارے می رسد کہ سر حقائق در لفظ لا یتجزیٰ منکشف گردد۔ درین مقام افلاطونے یعنی کسے کہ بغایت فکر وصول یافتہ وفرجی از ذوق تیز دارد بآن طفل ماند کہ الف را از با نشناسد وتو را از ما باز نداند، در مرتبہ کہ اوست چہ رسد۔ درین مشہد حرفے نوشتہ می شود گمانم آنست کہ آنرا کس نہ نوشتہ (ازین قبل) از افرادِ اُمّتِ محمد۔ وآن حرف آنست کہ کون وحصول حقیقت وجود است اگر چہ نادانان چند در نیافتہ اند ومن معقول با تو گفتہ فَھِمَ مَنْ فَھِم و ذَاقَ مَنْ ذَاقَ وہم وے گفتہ کہ در شب یکشنبہ ہفتم رمضان سنہ ہزار وپنجاہ ودو (۱۰۵۲ھ) درخواب دیدم کہ ''را الر و میم المر'' یک معنی (دارد) واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وہم وے گفتہ کہ درخواب دیدہ شد کہ لطف محمد وقرب محمد آمدند۔ فقیر استقبال کرد۔ اوّل لطف محمد را دریافت بعد از آن قرب محمد را۔ ذوق ووجد این فقیر را بگرفت ومی گوید کہ شما لطف محمد بود وشما قرب محمد بودہ اید واین ہر دو بصورت بزرگان ماوراالنہر بودند۔ وہم وے گفتہ۔ شبے درخواب دیدہ بودم کہ این چنین دعا باید کرد۔ الٰہی بحرمت محمد نقشبند و اصحاب محمد نقشبند۔ (و) باین آیت اشارہ می شود۔ ''و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا... تاقدیر۔ وہم وے گفتہ کہ شبے عبدالحکیم را درخواب دیدم بجہت دفع بیماری وسواس کہ مادہ او ضعف دلست واجازت داد کہ پنجاہ مرتبہ سورہ فاتحہ وقتِ سحر یا صبح ورد باید کرد۔ گفت یکے را شدہ بود خواندہ دفع شد۔ وگفت بروحانیتِ

حضرت النساء عالم فاطمہ زہرا ثواب آن یابد گذارنید۔ وہم گفتہ کہ در واقعہ دیدم خود را سروپا برہنہ شبانگہ در زیر وادیٔ ریگزار، خازدار و آفتاب درغایت حرقت تابان و از سوے آسمان می گویند مرا، بدین راہے کہ تو میروی راہِ محبت است و ابوبکر صدیق بدین راہ رفتہ و من خوش وخرّم وآزادانہ می روم۔

وہم وے گفتہ کہ شبے در واقعہ دیدم خود را در صحرای بزرگ کہ عمارت ہاے کلان و مصفا وایوانہایش بلند و باغے عالی بالطافت دارد۔ آن مقام، مقام بہشت بودہ است و من درآن مقام درآمدہ ام و یاران ومنتسبانِ من ہمہ بامن درآمدہ اند مگر یک تن کہ اورا نیافتہ۔ ودرآن ایام او برفتہ بود از دنیا۔

وقتے درمبادی حال شیخ من بعیادت شیخ محمد قلی کہ بیماری تپ داشت، رفت چون وے را بسیار دوست می داشت و دارد۔ متوجہ وے شد وتپ وے برخویشتن گرفت درلحہ وے بصحت رفت، برخاست وشیخ من باتپ بخانہ آمد۔ آن شیخ محمد قلی گفت کہ روزے ہندوے بدطینت مردم آزار کہ خلقے از دست او بجان آمدہ بود ودرپیش شیخ من گستاخانہ فرا آمدہ بہ بے ادبی تمام بایستاد من بغضب درآمدہ دست بخنجر بردم خواستم کہ بروزنم شیخ من فرمودہ چندروز صبر باید کرد تا چہ شود۔ بعد روزے چند آن ہندو را با جمع راجپوتانہ کار افتاد، کشتہ شد، بجہنم رفت۔ روزگارے حافظ مہر علی کہ از یاران شیخ من بود سفری شد، در سنبھل شنید کہ درفلان صحرا قطاع الطریق راہ می زنند متالم ومتامل شد خواست بیشتر نرود۔ شیخ مرا بخواب دید کہ حافظ را در حمایتِ خود گرفتہ گفتہ بدان پاے کہ قصد داری برو مترس درجاے خطرناک کمیت

سوارے تیر و کمان بدست گرفتہ از دست چپ پیش خواہد آمد از (نگرانی) او سلامت خواہی گذشت۔ ازین خواب قوتے بدلش پیدا آمد و روان شد در ہمان صحرائے مخاطرہ سوارے بہمان کیفیت در پیش آمدہ سوفار تیری بزہ داشتہ بے ہیچ مزاحمتے از آن جا در گذشت و بحفاظت و بسلامت بمنزل مقصود رسید۔ وقتے شیخ من در باب درویشے مستحق، رقعہ بحاکمِ دہلی نوشت و آن مردے بود پر از نخوت و جاہ و مغرور بقرب بادشاہ۔ گفت ما معتقدِ این جماع نیستم و رقعہ بینداخت چون این حرف بشیخ من رسید دلش بگرفت و ہمدر آن ایام آن حاکم بیمار گشت و اہل وے چون بیشتر درین چنین امور بشیخ من رجوع آوردہ و شیخ من بحافظ موسیٰ کہ مخلص است و یگانہ و نیک طبیعت یکے از خدام، امر باعمال و توجہے کردے۔ مقصود حاصل گشتے، این بار ہم رجوع آورد و حافظ صادق کہ از یارانِ خاص شیخِ من است بامعنی، و ذکروے خواہد آمد۔ درین باب (سفارش) نمود۔ بایشان شیخ من ہیچ نہ گفت وے مکرّر کرد۔ باز تغافل ورزید چون موکد شد فرمود کہ این باروے بر نخاستنی است و وے اندر آن مرض جان داد۔ وقتے خادم شیخ من در بابِ املاک وے از دستور بادشاہ سندے درخواست دستور گفت۔ ما این را نمی فہمم و تا مشخص نشود سند نمی دہم۔ خادم حقیقت حال، آمدہ بوے گفتہ ازین معنیٰ تغیرے بوے راہ یافتہ و گفتہ در گور خواہی فہمید۔ در ہمان ایام آن دستور بہ بیماریٔ سخت بیمار گشت و از دنیا در گذشت۔ یکبار اہل دنیائے گلۂ شیخ من با غنیائے کلان کہ از اقربائے وے بود۔ نمود۔ چون شیخ من شنود فرمود وے در روز کے چند رفتنی است و در ہمان

مدّت متعلقانش زہر دادند۔ بسختی تام زود جان داد۔ روزے خادم شیخ من در بیشہ افتادہ ناگاہ بشرے غبر ہندہ از پیش وے برخاست وقصد وے کرد۔ ازین حال لرزہ باندامش درگرفت۔ وے شیخ مرا بشفاعت یاد آورد۔ درین اثناء صورت مبارک شیخ من حاضر گردید۔ و وے را بسلامت درگذرانید۔ شیخ نظام الدین گوید کہ من در خدمت خواجہ خورد (خرد) حاضر بودم۔ روزے یکے از بزرگ زادگان شہر دہلی بشیخ من نوشت کہ اگر دستورے دہند بخدمت شما سبقے از عربی گذرانده شود۔ وے در حاشیہ آن رقعہ نوشتہ فرستاد کہ تا نصف ماہ رمضان توقف باید کرد۔ بعد از آن انچہ ہست بظہور می آید و این حرف در اوایل رمضان بوقوع آمدہ پس از روزے چند آن جوان گفتہ فرستاد کہ تا نصف رمضان راچیست نذر کہ بتوقف اشارہ رفت و نیز وے حمل برگذشتن از دنیاش بخاطر آورد۔ وے گفتہ این چنین بخاطر رسیدہ۔ آخرالامر در چار دہم رمضان آن جوان برفت از دنیا در سال ہزار و ہفتاد و سہ (۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳م) شبے در باورچی خانۂ شیخ من آتش افتاد و ہر چہ در آن خانہ بود، پاک بسوخت۔ پس سرد شدن آتش صاحبے مسواکِ شیخ من ازان خاکستر بسلامت برآمد، و ہیچ ریشہ ازان نسوختہ بود۔ درویشے گفت کہ من در لاہور وقتے بیماریٔ صعب داشتم، امید از زندگانی بُریدہ بودم آہ ہاے سرد از دلِ پُر دردمی برآورم تا شبے در خواب دیدم کہ جمعے درویشان نشستہ اند و میانِ ایشان بزرگے باشکوہ مربع نشستہ، پرسیدم کہ این بزرگ کیست و چہ نام دارد۔ گفتند خواجہ خرد است نقشبندی۔ چون باین نام آشنا بودم برجستم و بپاے وے درافتادم استدعا بدفع بلاے کہ داشتم کردم۔ وے

دستِ خود بسر من فرود آورد و چیزے خواند و بر من دمید۔ چون بیدار شدم کلفتِ بدنی بالکلیہ رفتہ بود و بعدہٗ آن درویش پیش شیخ من بدہلی آمدہ و این رباعی خواند

رباعی

ہر پا کہ بخدمتت رسد سر گردد مقصود دو عالمش میسّر گردد
ما مِسّیم و کیمیائید شما ہر مِس کہ بکیمیا رسد زر گردد

درویشے گفت کہ من سیر عالم بسیار کردہ ام و بسیارے از مشائخ کبار و دوستانِ حق را دریافتہ، امّا انچہ مرا در صحبت خواجہ خرد ظاہر شد از کیفیتِ و وجد و حال ہیچ جا ظاہر نشد و نیز گفت کہ روزے از سفر در آمدم و بصحبت وے رسیدہ و سلام کردم وے بتبسّم در می نگریست و گفت۔ پیشتر آی، رفتم۔ وے چیزے می خواند، آواز بگوش من رسید حال من متغیر شد بروے در افتادم و از خود رفتم و چون با فاقت آمدم وے برخاستہ و رفتہ بود۔ تشخیص کردم زمانِ غیبت را کہ چار گھڑی[1] بیش گذشتہ و آن حال را مدت مدید کشید۔ و ہم آن درویش گفت کہ وقتے در سفرے بودم تا چار کس بناگاہ جمع از قطاع الطریق ظاہر شدند ہمرہان مضطرب گشتند۔ حرامیان گفتند ہر چہ دارید بما بدہید والّا بزور کنگ از شما خواہیم گرفت۔ تا حیران ایستادیم۔ درین اثناء من متوجہ بجانب خواجہ خرد شدم، دیدم کہ وے در پیش ایستادہ است و بغضب تمام بر آن جماع می نگرد، ہمہ آنہا متفرق شدہ گریختند۔ ما ہا رستگاری یافتیم۔ خواجہ سلام اللہ پسر شیخ من گفت۔ بار دویم کہ من با پدرِ خود بلاہور رفتم سخت بیمار افتادم و مشرف

---

[1] درنسخہ ''چاکری''

برموت گشتم خواجہ کلمۃ اللہ برادرِ من از مشائدہ این حال بغایت مضطرب شد۔ درین اثناء پدرِ من از در در آمد و برمن بایستاد و چیزے خواند ذرلحہ بے تکلف برخاستم بتعظیمِ وے۔ وے ہم گفتہ روزے عزیزے بپد، من گفت کہ دیروز پیش فلان فاضل قرّاء بودم پرسیدم کہ درباب مسئلہ وحدت وجود چہ می گوی؟ گفت۔ گمراہان شدہ چند برین رفتہ اند وسر رشتۂ دولتِ سعادت از دست دادہ۔ گفتم۔ در کلامِ بسیارے از اکابرِ اولیاء این سخن واقع شدہ است۔ ومشربِ مولوی جامیؔ ہم ہمین است۔ قرّاء گفت۔ گفتۂ جامیؔ خامی چہ اعتبارے دارد از شنیدن این حرف تغیّرے در چہرۂ پدر من پیدا شد وتا دیر سخن نگفت پس گفت۔ ماوے را بحضرت مُلّا جامیؔ سپردم کارے وے ساختہ خواہد شد۔ در ہمان ہفتہ بے آنکہ بیمار شود آن قرّاء بمُرد۔ وقتے جوانے از مریدانِ شیخ من، زن خواستہ است واندر آن کار در ماندہ شد۔ ہر چند ادویۂ باہ خوردہ وعلاجہا کردہ مفید نہ گردید تا دو سال کشید۔ روزے از سر مہربانی، وے بآن جوان گفت برو بزن بخواب۔ از بس کہ خجالتے کہ کشیدہ بود راضی نہ شد۔ آخر بمبالغۂ تمام، جوان را فرستاد و درویش را فرمود۔ امشب مراقب بنشین ومتوجہ شو۔ خود ہم متوجہ شد بنماز بامداد خبر رسید کہ فتح شد۔ سید غلام محمد امروہگی (امروہوی) کہ از خلص تلامذۂ واجلّہ اصحاب شیخ من است گوید وقتے سید وصال محمد برادر خرد من بیمار شد در دہلی۔ طبیانِ حاذق ہر چند علاجِ وے کردند ہیچ سودمند نیامد آخر ہمہ اطباء دست از وے برداشتند ومرضِ وے را مرضِ اخیر انگاشتند۔ چون ماہا از زندگانی وے نومید گشتیم۔ بناگاہ روزے خواجۂ خرد تشریف آوردند و

عیادت بیمار کردند۔ من حقیقتِ حال بالحاح وعجزِ تمام بے قیاس عرض نمودم ساعتے متوجہ نشستند آخر فرمودند، آب گرم بخورانید بہ خواہد شد واز فرمودۂ ایشان چون وے را آب گرم خورانده شد۔ در ہمان وقت تخفیف در وے بہم رسید و در روز سوم نیک بہ شد۔ وقتے من در خانقاہِ شیخ خود بیمار افتادم امّا اندرین بیماری ہر روز چہار و پنج بار کہ وے می آید بتعظیم وے برمی خاستم آخر شبے حالِ خود تنگ دیدم چنانچہ ہذیان گفتن گرفتم چون شعور می آمد با خود می گفتم کہ وے را طلبیدہ بگویم کہ شیخا! عمرت دراز باد۔ زمینے کہ برائے خود اندیشیدہ چون من بروم پایانِ آن مرا دفن کنی۔ چون صباح شد وے برسرِ من رسید وتوجہے فرمود تخفیف یافتم و بہ شدم۔ پوشیدہ نماند کہ آنچہ دیدہ ام، ہم خوراقِ عادات واحوال وقالِ شیخ خود از مبادیٔ حال و از مخلصانِ شیخ شنیدہ واز تصنیفاتے کہ بعضے این مطلب او در ضمن ذکر شیخ من نوشتہ اند بر چیدہ اگر بروجہ تفصیل جملہ درین جا بنویسم کتاب بطول می کشد نا کام آن را بروقت دیگر موقوف داشتہ می آید وامید از عنایتِ حق سبحانہ تعالیٰ آنست کہ ہمین مطلب را در دفتر علاحدہ بتفصیل بتحریر در آرم اکنون آنچہ مقصود از تحریر این کتاب است آنہم بوجہ اختصار بہ بیان در می آرم۔ اللہ ولی التوفیق و بہ نستعین۔

چون در سال ہزار و ہفتاد و سہ رفتن من بدہلی پیش شیخ خود از سبب مانع قوی میسّر نشدہ آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سالِ مذکور، وے از راہِ لطف و کرم بسنبھل تشریف ارزانی فرمود و مرا نیک بنواخت۔ مصرع

''شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا''

و بیک ماہ و یک روز بغریب خانہ گذرانده، باز روانہ بدہلی شدند۔ من (ہم) تا بحسن پور رفتم۔ وقتے کہ مرا وداع کرد۔ بُکاے بسیار بے اختیار بر من غالب آمد چنانچہ نَفَس اندر گلو گرہ می بست، آخر سرِّ این گریۂ غیرِ معہود معلوم گشت کہ در سالِ دیگر شیخ مرا چندین امراض لاحق شد و باوجود آن از طریقۂ افادہ کہ باہل فضل و مستعدین این راہ می رساند متوجہ بودہ است و در آن مدّت مکرر می فرمود کہ ما اندرین نزدیکی از دنیا می رویم مُستمعان ازین حرف در اضطراب می آمدند۔ دلاسا و تسلیٔ شان می کرد و می گفت کہ این حرف بغرض راہ نمودن (بہ) صبر و رضا می گویم۔ خاطر را سراسیمہ نسازند و پسران خود را طلبیدہ بہر کدام الطاف و اعطاف می فرمود۔ روزے صباحے پسرانِ خود را طلبید چون خواجہ غلام بہاء الدین نزدیک تر می باشید زودتر رسید۔ وے را فرمود۔ بیا پیشِ ما و فرمود انچہ از خواجہ بیرنگ و شیخ احمد (سرہندیؒ) و خواجہ حسام الدین و شیخ اللہ داد بما رسیدہ است بتو بخشیدم۔ وے گفت، من تصدقِ شما می شوم چہ می فرمایند (وے گفت) قبول باید کرد۔ تا وے سر خود بپاے پدر خود مالید و گفت آنچہ می فرمایند۔ ما قبول کردیم و ہمدران وقت کاتب این حروف را بیاد آورد و فرمود ما از وے راضی ایم، از وے فعلے کہ نامرضی باشد بظہور نیامدہ است۔ و ہم فرمود کہ وے پس از رفتن ما درین جا خواہد آمد و در ہمان ایام در سنبھل تا سہ شب شیخ من مرا متصل بخواب آمد و دستِ مرا می گرفت و می گفت۔'' خاطر خود جمع دار کہ با تو کارہا در پیش است و نصائح این راہ می فرمود چون در حال حیات خود۔ مرا چند کرت فرمودہ بود کہ چون من بروم تو چنان و چنیں

بعمل خواہی آورد و من می گفتم کہ من میخواہم کہ بحضور شما روم و زمینے کہ برائے خود اختیار کردہ اند پائین آن دفن کنند۔ ازین حرف می فرمود (کہ باتو کارہا در پیش است)۔ ہم چنین وصایا می فرمود۔ آخر الامر وے دو روز از خانہ نہ برآمد و با مردم اندرون وصایا می فرمود و کلمات مسنون مثل ''امنت باللہ و غیر ذالک'' از کلمۂ طیبہ و اسم ذات برزبان می راند۔ چون پیش از رفتنِ بعض عزیزان شنیدہ بود کہ بہ بے خودی از دنیا رفتہ بودند می فرمود کہ ما رفتن از دنیا خواہم نمود کہ چہ طور است۔ آخر روزے صباحے فرمود کہ طعام وافر پزند و بفقراء قسمت کنند چون چنین کردند۔ وے کلمہ طیبہ را سہ مرتبہ برزبان راند و گودری برسر گرفت و گفت البتہ دروازہ کشند۔ حاضران دانستند کہ بآرام استراحتے دارند چون بعد لمحہ دیدند وے بخدا واصل گشتہ اند۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ خواجہ غلام بہاء الدین گوید کہ من نعشِ پدر را یک پایہ گرفتہ می بردم چون نزدیک بصُفّہ خواجہ بیرنگ رسیدہ معائنہ کردم کہ ارواحِ طیبہ حضرات (نقشبندیہ) استقبال کردہ اند و ہجوم آوردہ چون تابوت بر آن صُفّہ بنہادیم پدر را دیدم کہ نزدیک مقبرہ خواجہ بیرنگ نشستہ و متوجہ است۔ و می گوید کہ اے صاحب در آن وقت من بے خود شدہ بودم چنانکہ خود را مطلق نمی یافتم و در برابر قبر خواجہ بیرنگ بطرف مغرب مدفون ساختند و آن تاریخ بست و پنجم، روز چہار شنبہ ماہ جمادی الاولیٰ از سال ہزار و ہفتاد و چہار بودہ است (۱۰۷۴ھ) و عمر شریف وے شصت و سہ[1] سال و دو ماہ و نوزدہ (یوم[2]) بود

---

[1] در نسخہ ''سہ و نہ'' است و این سہو ناقل این نسخہ است۔ [2] اضافہ از نسخہ ندہ

چون این خبر جانکاہ سنبھل رسید چند روزے من دیوانہ وار مسلوب العقل افتادہ بودم و این ماجرا بس دراز است۔ القصہ شب اوّل عبدالوالی پسر خردِ من در خواب دید کہ شیخ من در باغیچہ کہ یک ماہ و یک روز ماندہ بود بصورتِ خواجہ نقشبند بالباس فاخرہ ایستادہ است و ہمدران حال می بیند کہ بصورت خواجہ بیرنگ برآمدہ است۔ و بعدہٗ بصورت خود ظہور فرمودہ و وصایاے معارف می فرماید۔ و کاتب این حروف چون بعدِ وصال شیخ خود بزیارت مرقد منور بدہلی شدم و نزدیک قبر مبارک نشستم طرفہ حالے پیش آمد چنانچہ کہ در آن وقت خود را فانی مطلق می یافتم و صورت مبارک شیخ خود را در پیش خود با بشاشت تمام دیدم پس از آن سنبھل رفتم و از شبہاے بسیار شیخ خود را اندر خواب دیدم و ہر مرتبہ لطفے و عنایتے کہ در حالتِ حیات از وے می یافتم، یافتم و تفصیل آن خوابہا دراز است و تواریخ شیخ من بعضے عزیزان چنیں دریافتہ اند ''بہ نقشبندِ ثانی'' (۱۰۷۴ھ) این فقیر گفتہ ''خواجۂ ماعارف باللہ شیخ محی الدین بود'' (۱۰۷۴ھ)

شیخ احمدؒ سرہندی

از اجلّہ اصحاب خواجہ بیرنگ است۔ جامع بودہ میان علوم ظاہری و علوم باطنی، صاحب احوالِ عظیمہ است۔ وے لسان الوقت بودہ۔ مکتوباتِ وے عجائب

---

[1] معروف بہ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی ابن شیخ عبدالاحد فاروقی۔ احمد نام ''بدرالدین'' لقب، ابوالبرکات کنیت، امام ربانی عرف، ولادت ۱۴ر شوال ۹۷۱ ہجری/ ۲۶ر جنوریہ ۱۵۶۲ میلادی وفات ۲۹ر صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۰ دسامبر ۱۶۲۴ میلادی مزار مبارکش در سرہند (پنجاب) آن را نخستین بار مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ''مجدد الف ثانی'' گفتہ است۔

وغرایب بسیار دارد کہ عقل از ادراک آن عاجز است۔ وے واقف اسرارِ الٰہی است ومورد فیض لامتناہی۔ شیخِ من گفتہ کہ وقتے شاہ کمال کیتھلی کہ از کاملانِ وقت بود بسرہند آمدہ ودران زمان شیخ احمد چند ماہہ بود پدرش شیخ عبدالاحد وے را در نظر شاہ آورد وشاہ وے را قبول کردہ وفرمودہ، ''وے فرزند ماست'' وآبِ دہانِ مبارک در دہن وے انداختہ۔ از آن بازوے کُشایشہا یافت۔ وے شیخِ، شیخِ من است۔ مریدانِ کامل بسیار دارد، امّا در کارِ شیخِ من ودر فراستِ شیخ من (فریفتہ اوشد)۔

شیخ من گفتہ کہ من دوازدہ یا سیزدہ سالہ بودم کہ شیخ الہداد بے سابقہ طلب مرا تلقین ذکر فرمودہ وآثار جمعیت پیدا شد چون مکتوبات شیخ احمد دیدم میل دیدن وے بہم رسید۔ وروان شدم ودر ہر منزل، وے را بخواب می دیدم ومہربانیہا می یافتم، چون داخلِ سرہند شدم کیفیت غلبہ کرد۔ چون بدیدارِ وے مشرف گشتم حالت عظیم و کیفیت بزرگ ظاہر شد۔ اوّل چیزے کہ بعد از کشفِ صوریہ ظاہر گشت، توحید بود ودر توحید مراتب بسیار است واز صحبتِ وے اکثر مراتب ظاہر گشت۔ دریاے ولایتِ محمدی کی حاصلش محبوبیت یا ولایت موسوی کہ عبارت از محبتے است جمع شدہ وباین اجتماع حالِ غریب بہم رسیدہ۔ شعر

ازان افیون کہ ساقی در مئے افگند　　حریفان را نہ سر ماند نہ دستار

وہم شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ ظاہر عارف مشرک و[1] باطن عارف موحد (بود) وہم شیخ من گفتہ کہ وے فرق می کرد میانِ خطرہ قلبی وخطرۂ دماغی ودرانوقت تحقیق

---

[1] درنسخہ ''بشرکت''

از وے شنودہ شد بوجدان یافتہ می شود کہ خطرہ از دماغ بجانبِ دل می آید و در آن نواحی دل گم می شود۔ ووقتِ رخصت بدہلی این اجازت نامہ نوشتہ داد۔

"الحمد لله و السلامُ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!
فانّ الولَد الاغر الا مجد والاکرم، الا رشدَ محمد عبد[1]
الله لمّا سَلَکَ طریقةَ اولیاءِ الله و وصلَ اِلَی مقاما تهم
العُلیٰ مِنْ طریقةِ اندراج النهایة فی البدایة آجزته لتعلم
هذه الطریقة العلیه النقشبندیه کما اجازنی شیخی و
مولائی[2] قدس سرّه ، المسئول من الله سبحانه استقامتهٗ
علی جادة اکابر هذهِ الطریقة العلیه. شکر الله تعالیٰ
سعیهم والسلام علی من اتبع الهدیٰ ولزم متعابعة
المصطفیٰ علیه و علیٰ جمیع اِخوانهٖ و اتباعهٖ الصلوٰت
والتسلیمات العلی والتحیات والبرکات.

کہ (طریقہ آن ہا) وراء سلوک و جذبہ است و وراء فنا و بقا است مخصوص بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واز برکت صحبت آن حضرت در اصحابِ ایشان بروجہ اتم آن نسبت ظہور کردہ و بزرگانے کہ گذشتہ انداز آن نسبت خاصہ کمترے بہرہ داشتہ اند۔ بعد از ہزار سال ہمان نسبت آن حضرت از طفیل ایشان بروجہ اتم والکمل در ما ظہور کردہ"

و در عقب آن (اجازت) نوشتہ کہ وقتے کہ من در صحبت خواجہ بیرنگ بودم آن نسبت ظاہر شدہ بود و ایشان قبول فرمودہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ اگرچہ

---

[1] درنسخہ "محمد عبیداللہ" است [2] درنسخہ "مولوی"

حقیقت مارا با حقیقت کعبہ اتحاد واقع شدہ (است) امّا صورت، مشتاقِ صورت است و حج بر ما فرض شدہ امّا رسیدن آنجا دیدہ نمی شود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ روزے رابعہ بصری را در واقعہ افضل مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اے رابعہ مارا دوست نمی داری؟ گفت یا رسول اللہ محبتِ حق سبحانہ چنان در دلِ من جا کردہ است کہ محبت شمارا گنجائش نیست و حالِ من وقتے برعکسِ این بودہ و از سخن رابعہ بوے از نقصان می آید و حالِ من اصلست و بوے کمال دارد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ یادداشت عبارت از دوام تجلیٔ ذاتیست کہ شیخ ابن عربی آن را برقی گفتہ۔ و (از) دوام منع کردہ چنانچہ در رسالہ ''فصوص'' نوشتہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ مرا خطرہ از دماغ نیز بالکل مرتفع شدہ است۔ شیخ من گفتہ کہ از بعضے کلماتِ دیگرِ شیخ ابن عربی جوازِ دوام نیز مفہوم می شود۔ ہم شیخ من گفتہ کہ در صحبت شیخ خود چون سیرِ من بمرتبہ وحدت رسید آن جا نہایتِ قرب یافتم۔ وز آن جا ترقی شدہ بمرتبۂ احدیت رسیدم، درین مرتبہ اقربیت یافتم کہ تنزیہاتِ شرعی بروجہ اتم ظاہر شد۔ درین مقام شیخ احمد گفت کہ چون مارا از مرتبۂ علم کہ وحدت است عروج واقع شد الا ماشاء اللہ، بعد از تنزل دیدم کہ شیخ ابنِ عربی در مرتبۂ علم کلبہ ساختہ و نظر تفوق دارد و امید چنین است کہ آخر ہا از مقام فوق بہرہ یافتہ باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ ''ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن ولاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''۔ علوے کہ تعلق بمقام فنا فی اللہ والبقا بہ داشتند حق سبحانہ بعنایتِ خود منکشف ساخت وہم چنین معلوم کردم کہ وجہ

خاص ہر شے چیست؟ وسیر فی اللہ بچہ معنی است؟ وتجلی ذاتی برقی چہ باشد؟ ومحمدی المشرب کیست؟ وامثالِ آن۔ ودر ہر مقامے لوازم وضروریات آن رامی نمایند و می گذرند وکم چیزے ماندہ باشد کہ اولیاء اللہ آن رانشان دادہ اند (در راہ) فروگذارند ونمایند قُبِلَ مَن قُبِلَ بلاعلّۃٍ۔ ہم چنان کہ ذوات اشیارامجعول میداند اصل قابلیات واستعدادات رامجعول ومصنوع می داند، اوسبحانہٗ محکومِ قابلیات نیست۔ ونشاید کہ چیزے برو حاکم باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ ''وامّا بِنعمتِ ربّکَ فَحدّث''۔ این درویش درحلقہ یارانِ خود نشستہ بود ونظر برخرابی ہاے خود داشت واین نظر غالب آمدہ بود بحدیکہ خودرا بہ بے مناسبتی تام باین طائفہ می یافت درین اثناء بحکم من تواضع لِلّٰہِ رفعہ اللہ۔ این دورافتادہ راازخاکِ مذلّت برداشتند واین ندارادرسرِ اودردادند کہ غفرت لک ولمن توسل بک الی بوسطٍ او بغیر وسطٍ الیٰ یوم القیامۃ و بتکرار این معنی نواختند بحدّیکہ گنجائش ریب نماند ''والحمدللہ حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً علیہ''۔ بعدازان بافشاے این واقعہ مامور ساختند

اگر بادشاہ بر درِ پیر زن بیاید تواے خواجہ سبلت مکن

اِنّ رَبّکَ واسع المغفرۃ۔ پوشیدہ نماند کہ غفلتِ عارف نہ چون غفلت غیر عارف است۔ چنانچہ درکتاب ''نفحات الانس'' می آرد کہ شیخ الاسلام گفت از ابو عبداللہ خفیف پرسیدند کہ تصوف چیست؟ گفت۔ وجود اللہ فی حین الغفلۃ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ ''بفصوص الحکم'' میلِ خاطر داشتند و

مطالعہ می فرمودند۔ روزے می گفتند کہ مردم درین گمان خواہد بوند کہ ما از ''فصوص'' فائدہ برمی داشتہ باشم مقصود این است کہ ساعتے خود را غافل سازیم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ در خانہ کہ خواجہ بیرنگ نشستہ می بودند کیفیت بنوعے ظہور می کرد کہ مستفیضان چون در آن خانہ می درآمدند گمان می کردند کہ گویا در پا افتادند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند کہ بر ما ظاہر شدہ کہ از شما سلسلۂ ما باقی خواہد ماند۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بتقریب بیماریٔ دراز کہ مرا واقع شد و بامتداد می کشید می فرمودند کہ شما دائرۂ بیعت را وسیع ساختند، ضعیفم شد۔ گفتم۔ تا بدستے نیمہ پیر نگردند۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ پدرِ وے شیخ عبدالاحد از اصحابِ شیخ عبدالقدوس گنگوہی بود۔ وہم در زمانش سرآمدِ ہند بودہ۔ و در سالِ نہ صد ونود و ہشت (۹۹۸ھ) برفتہ از دنیا پسِ او شیخ من بشیخ احمد سرہندی نوشتہ دوہرہ

احد ہوت شش میم پرت مورت ہوئی دیکھو کہت کوئیں پربھو کہوتر روپ موی

و من در اوایل ہا در منقبتِ شیخ خود خواجہ خورد (خرد) این شعر ہندی گفتہ ام۔ دوہرہ

بنہو احمد پیم بدہ جنس چھاتہ تن مانہ ہنس پرکنہ موتھ پر کہتو احمد کو برچھانہ

شیخِ من گفتہ کہ من پیش شیخ خود بود بسرہند روزے بسیر باغ حافظ رحمت شدم و در آن جا تپ بردم و حرارت غلبہ کرد۔ باز قصد صحبت شیخ نمودم، دیدم کہ پیش من برآمدہ است و منتظر ایستادہ، مرا اندرون بُرد و متوجۂ من شد، در لحہ تپ برطرف گشت۔ وہم شیخِ من گفتہ۔ ضعف ہم برآمدہ از آن بعد مرا در وقت مشغولیت در محبت شیخ کیفیات و احوال بنوعے ظہور کردہ کہ گویا سحاب مترشح در بار آن ہمہ

جہات را در گرفتہ۔وفات شیخ احمد بست و نہ صفر سنہ ہزاروسی و چہاراست (۲۹رصفر۱۰۳۴ھ/یکم دسامبر۱۶۲۴م)۔قبراوذرسرہنداست۔

الموت ھوالجسرُ یوصل الحبیب الی الحبیب

تاریخ ویست ومریدانے کہ ازحضرت شیخ احمد سرہندی مستفیض اندامروز درتمامی ہندستان بلکہ دردنیا برتر از دیگران واسبق اند۔ چنانچہ ظاہراست۔شیخ من گفتہ کہ من وے را پس از وفات بخواب دیدم، پرسیدم کہ با منکرنکیر چہ معاملہ گذشت۔گفت۔منکرنکیرآمدہ پرسیدند کہ ''من ربُّک''، گفتم نمی بینید این دریا را کہ جوش زدہ می رود۔ بعدازین سرنگون برگشتند۔روزے من درآوانِ شباب باد ودوستانِ سید فیروز وشیخ مصطفیٰ بربام مسجد فریدآبادنشستہ بودم، دیدم کہ بزرگے با طلعت نورانی ازمسجد برمی آمد۔سید گفت شیخ احمد سرہندی ہمین است۔من بے اختیاراز آن جافرودآمدہ بردویدم وبپابوسِ وے مشرف گشتم وے بہردودستِ مبارک سرِ مرابرداشت والطاف ومہربانی ہاے بسیارفرمود۔امروزچہل سال بیش است کہ صفائی طلعت منوروے درچشم منست ولذّتِ دیدار پرانوارِوے دردلِ من ہمانا۔ورابطۂ اخلاص واعطاءارادت ومحبتے کہ نسبتِ صاحبان خواجگان مدفیو ضہم قدس اللہ اسرارہم واقع است ببرکتِ آن نظروفیض آن التفات بودوباشدو امیدمی دارم کہ بدولتِ ہمیں رابطہ درزمرۂ محبان ومخلصان این مقربان عظیم الشان محشورگردم ''بمنتہٖ وجودہٖ'' روزے درمبادیٔ حال کہ بصحبتِ شیخ خودبودم ذکرے ازشیخ احمد بمیان آمد۔شیخ من این قدرازعجائب وغرائب احوال وے

برگفت کہ سامعان متحیّر ماندند کہ چنان احوال ومقامات از ہیچ بزرگ در ہیچ کتب تاریخ ندیدہ شد واز کس نشنیدہ شد چون شب رسید من نزدیک بشیخِ خود بخواب شدم وشیخ احمد را در خواب دیدم باشانِ بس بزرگ ایستادہ (است) وغایت تجرد و تفرد وحیرت و جمال از وے ظاہر است و در آن حالت نظرے خاص بر من انداختہ چنانچہ از اثر آن کیفیت عجیب روے داد وتا دیرے کشیدہ و ہمدر آن حال بیدار شدم وآن خواب را بشیخ خود گفتم، گفت۔ مبارکت باد کہ این خواب باعثِ قبولِ الٰہی است۔ پس از آن ہرگاہ مرا بسر ہند سعادت واقع می شود، ہم بدانسان کیفیت وحال از مراقبۂ قبر شیخ احمد ظاہر می گردد۔

خواجہ حسام الدین احمد

از کبار اصحابِ خواجہ بیرنگ واز عظماے مشائخ وکبراے اہلِ تصوف است۔ سید این بزم نور وسراین طائفہ۔ لقب وے خواجہ ابرار است۔ نسب وے بمرجعِ سلاسل خواجہ ابوالحسن بصری می رسد۔ خیر المقرین امام زاہد از اجداد مادری وے است۔ بعضے از آباے کرام وے مصاحب وہمنشین سلاطینِ تیموریہ بود وبعضے امراے کارگزار نیز گذشتہ۔ مبارک شاہ نام یکے از اجدادِ وے پیش صاحب قِران[1] عزّت وآبروے تمام داشت۔ چنانچہ از فرامین کہ بوے صادر شدہ ظاہر وپیدا است۔ چون خواجہ ابرار پنج سالہ شد والدِ وے میر نظام الدین احمد از وے

---

[1] این جا از ''صاحب قران'' سلطان تیمور مراد است۔

پُرسید۔ کدام چیز بہترین چیز است، اندر دنیا۔ گفت۔ یاد خدا و محبتِ او۔ و والدِ وے میر نظام الدین احمد مشتہر بغازی خان از امرائے اکبر بادشاہ بود و در علم و دانش از اکابر سر حلقہ دانشمندان و علمائے وقت۔ چون میر وفات یافت در سال نہ صد و نود و یک (۹۹۱ھ/۱۵۸۳م) یا دو، بادشاہ خواجہ ابرار را مستعد و لائقِ خدمات شائستہ دیدہ، خواست تربیت کند، وے را داخل امراء نمود۔ چون وے را داعیۂ این راہ پیدا شد خود را بدیوانگی زد و کارہا مخالف رسم و قاعدہ فرانمودن گرفت۔ روزے وے را بدآن حالت پیشِ بادشاہ بردند۔ موسم نوروز بود۔ دیوانگانہ این طرف و آن طرف نگاہ کردن گرفت و این بیت خواندہ

این ہمہ طمطراقِ کن فیکون ذرۂ نیست پیشِ اہل جنون

بادشاہ چون مطلع شد، این (بطور) خود دیوانہ شدہ است، رخصتش داد۔ وے از قبا پوشی برآمدہ عبا پوشے گشت۔ و بصحبت خواجہ بیرنگ در پیوست و در اندک فرصتے بمرتبۂ کمال و تکمیل رسید شیخ من گفتہ۔ کہ وے گفتہ۔ روزے کہ بادشاہ مرا از نوکری برطرف ساخت و جاگیر و منصب باز گرفت، آن چنان روزے با شادی و انشراح ہرگز ندیدیم۔ شیخ من گفتہ کہ شاہ ابوالمعالی قادری در وقت ترکِ وے بوے این بیت نوشتہ

در عالم پیر ہر کجا بر نائیست عاشق بادا کہ عشق خود سودائیست

و ہم شیخِ من گفتہ کہ وے در مبادیٔ حال شبے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدہ بود کہ بوے فرمودہ کہ پدرِ تو مقبول است لیکن تو مقبول تری از و خواہی شد۔ شیخ من

گفتہ کہ خواجہ ابرار اگر چہ از خواجہ بیرنگ مجاز بود و از یشاں ماذون بود امّا بمشیخت و ارشاد متوجہ نشد۔ و بروجہے می زیست از روش احسن کہ باور کردن متصور نباشد با غلبہ بسیار عشقِ الٰہی وطغیان شیوۂ محبّتِ حقیقی کہ اگر اند کے از آن در دیگرے جا کندمی رود۔ چنان و چندان (بہ) اعمالِ ظاہرہ و وظائف بدنی مقید بود کہ از ہیچ یکے از اقرانِ وے دیدہ وشنیدہ نشد۔ زہے معیتِ استعداد ظاہر وقوت باطن۔ بعد از وصالِ خواجہ بیرنگ جانشین حقیقی او وے بود۔ وے از اقوی الکیفیہ است۔ حال سرمدی بین درویشی وتصوف آن بَود کہ وے داشت۔ تمام احوالِ وے با حوال انبیاء موافقت دارند۔ وزیادہ تر ازین منصب نباشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے یکے از خواص اصحاب خواجہ بیرنگ از احوال و کیفیات اصحاب جدا گانہ پرسیدہ است۔ خواجہ بیرنگ تبقربِ ہر یکے لفظے فرمودہ اند و اور ابو صفے و کمالے تعریف نمودہ، چون نوبت بوے رسیدہ بذوقِ تمام گفتہ۔ واللہ وے جامعِ این ہمہ کمالات است۔ و اختیار (نہ کردن) مشیخت و ارشاد۔ اگر چہ وے را اجازت است۔ ظاہر می شود کہ مطمح نظر بطریق نسبتِ وحدتِ وجود بودہ است از آن محبتے کہ وے را با خواجہ بیرنگ بود، برجستہ شنیدہ گفت۔ اگر من این سان بودہ در صحبتِ شریف آنچہ ناچیز یافتہ باشد ظاہر می شود آن ہم داشتند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے بتقریبے خواجہ بیرنگ میان خواجہ حسام الدین احمد و شیخ تاج الدین فرق می کردند کہ خواجہ در علم و معرفت زیادہ است و شیخ در حال وسُکر۔ گفتم پس افضل کیست؟ گفت کہ صاحبِ علم و معرفت افضل است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ تاج الدین با آنکہ در صحبتِ شیخ الہٰ بخش

درسلسلہ عشقیہ سلوک تمام کردہ بود بعدفوتِ شیخِ خوداز بلندیٔ استعداد بوسیلہ ترغیب ومعرفت خواجہ ابرار بصحبتِ خواجہ بیرنگ پیوست ودراندکے مدّت بمراتبِ عالیہ و الطاف غیرمتناہیہ مشرف گشت۔ ودراتحادطریق وصحبت خواجہ بیرنگ مغبوط ہمہ اصحاب بود۔ بعداز وصال خواجہ بیرنگ بعد چندسال متوجہ حرمین شریفین شدو یک قرن بیش آن جانب ہابودہ وعالمے درصحبتِ وے اہلِ این طریقت ونسبت شد۔ وے شیخِ حرم بودواز کبارصوفیہ وقت وصاحبِ تصانیفِ عالیہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ تاج الدین گفتہ کہ حقیقت کعبہ فوق حقیقت انسانیست وحقیقت محمدیہ فوقِ حقیقت کعبہ۔ شیخ تاج الدین بروز چہارشنبہ قبل ازمغرب سیزدہم جمادی الاولیٰ سنہ ہزاروپنجاہ ویک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) برفتہ از دنیا۔ ونوزدہم روز پنجشنبہ درمکہ معظّمہ نزدیک حرم شریف درربا طے کہ خودساختہ بودمدفون شد۔ یُزارُ ویتبرک بہٖ۔ شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابراردرخواب مرایادکردندوبیعت نمودند۔ چون خواہشِ طریقہ کردم۔ فرمودند کہ شامی دانید۔ وہم شیخ من گفتہ۔ درخواب دیدم کہ روے مبارک خواجہ ابرار چون ماہِ شب چہاردہ دمیدہ است۔ درآن وقت اِلقا شد کہ دعاء چنین باید کرد۔ الٰہی بحرمت آن خاک کہ خواجہ حسام الدین احمد برآن خاک قدم نہاد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے ازوے پرسیدم کہ بعضے ازمردم اہل این راہ می گویند کہ سلوک ایشان تمام شدہ است۔ وحال آنکہ آن مردم راعبورے بدین نیامدہ چون (است) این معنی؟ وے گفت۔ مراتبِ فنابسیاراست۔ بربعضے از مراتب آنہارا مستحق ساختہ باشند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ ازخواجہ ابرار پرسیدم کہ

محبّت افضل است یا معرفت؟ گفت محبّت افضل است کہ حق سبحانہ تعالیٰ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم حبیبِ خود گفت۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ روزے از وے پرسیدم کہ از اصحاب ہیچ کس برنسبت باطنیٔ خواجہ بیرنگ مطلع بودہ و متحقق بآن نسبت گشتہ؟ گفت گاہے از من یا از شیخ تاج الدین از احوال کہ از موصوف خواجہ بیرنگ می رفتے می پرسیدند۔ ناچیز می گفتم۔ آنچہ در باطنِ قلب مدفون بود غیر خدا کسے بروے اطلاع ندارد۔ بارہا خواجہ بیرنگ می فرمودند کہ بود در ہر سلسلہ کہ باشد از مافیضے لائقہ می رسد و ہم ایشان فرمودند کہ قطبِ وقت را نیز از مافیضے می رسد۔ وہم مشائخِ سلاسل مختلفہ نسبتہاے خود بخواجہ بیرنگ رسانیدند و ایشان باین رعایت بہ طریق باقصی الوجوہ می کردند۔ وہم شیخ من گفتہ۔ در وقت وصالِ خواجہ بیرنگ خواجہ ابرار در آن وقت دیگر جا حاضر بودہ است (بحالت استغراق) خداوند باوے در آن وقت بچہ خصوصیات (معاملہ) فرمودہ باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در آن وقت وصال دستِ خود را بروے خواجہ ابرار فرود آوردہ و دستِ وے را بدست خود چنگ گرفتہ۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ شیخ مرتضیٰ سنبھلی گفتہ۔ کہ روزے ہمراہ خواجہ ابرار از آشیانہ شریفۂ خواجہ بیرنگ بقلعہ می آمدم۔ سخن اندر توحید افتاد از وے توقفے کردن عیب نمود۔

پس از آن زمان بزمانے سر کیفیتِ ازین معرفت از (باطن) وے بر من منعکس شد۔ در حیرت افتادم آن چہ بود و این چیست؟ وے بجانب من نگاہے کرد و تبسمے فرمود۔ از و این فہم کردم کہ بحسب ظاہر آن چنان باید بود و بحسب باطن این

چنین۔ این ہمانست کہ در کتاب ''رشحات[1]'' می آرد کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند کہ روزے بشیخ بہاء الدین عمر در آمدم چنانچہ عادتِ ایشان بود پرسیدند کہ در شہر چہ چیز است گفتم ''دو چیز'' فرمودند کدامست۔ گفتم شیخ زین الدین و اصحاب ایشان می گویند کہ ''ہمہ از وست'' وسید قاسم و اَتباعِ ایشان می گویند کہ ''ہمہ اوست'' شما چہ می گوئید؟ شیخ فرمودند کہ شیخ زین الدین و اصحابِ ایشان راست می گویند و در ایستادند تا دلیل گفتند بتقویت قول شیخ زین الدین۔ چون گوش در داشتم ہمہ دلائل ایشان مقوی سخن سید قاسم و اتباعِ ایشان بود۔ گفتم این دلیل بارے تقویتِ سید قاسمیان می کند۔ شیخ تجدید بدلیل قوی تر زبان بکشادند ہم در تقویتِ قول سید قاسم و اَتباع ایشان۔ درین محل بخاطر من افتاد کہ بحسبِ باطن معتقدِ قول سید قاسمیان باید بود امّا بحسب ظاہر خود را بر اعتقاد شیخ زین الدینیان فرا می باید نمود۔ انتہیٰ۔ وہم شیخ من گفتہ۔ ''الحمد اللہ و المنّت'' این بندہ ہر چہ دارد از ایمان و حصّہ از علم و طریقۂ نیاز مندی بدرویشان بطفیل عنایت خواجہ ابرار دارد۔ بندہ رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' بر آن حضرت قرآت کردہ و اجازتِ ختم معروف خواجگان از وے دارد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے از وے پرسیدند کہ فلان جوان را بدخترِ فلان میخواہند کہ نکاح کنند، رضا ہست؟ وے گفت آن جوان فن سباحت نمی داند، ازین

---

[1] رشحات عین الحیات از صفی الدین علی متخلص بہ صفیؔ ابن حسین بن علی کاشفی بیہقی۔ رشحات در احوال سخنان خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ/۱۴۹۰ میلادی) و مناقب بزرگانِ سلسلہ نقشبندیہ در سال ۹۰۹ ہجری /۱۵۰۳ میلادی نگاشتہ است۔ صفی الدین صفی در سال ۹۲۶ھ/۱۵۲۰ میلادی وفات یافت۔

حرف سائلان بشگفت آمدند و بارِ دیگر ہم از وے ہمان سوال کردند و ہمان جواب شنیدند۔ آخر نا فہمیدہ عقد بستہ شد۔ چندے (روز) نہ برآمد کہ آن جوان برائے غسل روزے بدریا جون رفت وغوطہ خورد و در آب برفت۔ چون عمر خواجہ ابرار شصت وشش رسید گویند۔ روزے بخواجہ سراج الدین محمد پسر خود گفت۔ وقتے کہ پدر من از دنیا برفتہ بود، پانزدہ سالہ بودم وامروز تو ہم پانزدہ سالہ (است) اتفاقاً ہمدر آن ایام درا کبرآباد بیمار شد۔ روزے کہ طاقتِ[1] وے برسیدہ بود مولود خوانان رااشارہ نمود و در حضور نشاند و بحسنِ ادا ایما فرمودہ کہ این غزل را بخوانید وخواندند۔

این است غزل

اے دلِ من صیدِ دامِ زلف تو دامِ دلہا گشتہ نامِ زلفِ تو
زلف تو بالاے مہ دارد مقام پس بلند آمد مقامِ زلفِ تو
لائق رخسارِ گلرنگ تو نیست جز نقاب مشک فامِ زلفِ تو
دادہ تشریف غلامی بندہ را زلف تو اے من غلامِ زلفِ تو
رم کند از دام مرغان، وین عجب جانِ بے آرام، رامِ زلفِ تو
بندشد در زلف تو دلہا تمام دام و بند آمد تمام زلفِ تو

صبح اقبال است طالع، ہر نفس
بندہ جامی را زشامِ زلف تو

---

[1] ایں عبارت در نسخۂ ندوہ بدین طریق است ''بر بستر علالت افتادہ اشارہ بخواندنِ غزل جامی کرد'' وخواندہ شدہ۔

وہم در آن وقت یکے از خلفاے وے قاضی افضل کہ فاضل است، این بیت خواندہ است

دل آرامے کہ داری دل درو بند　　دِگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

از شنیدن این بیت وحشتے در پیشانی وے ظاہر شد۔ درین اثناء محمد دوست گفت۔ پنجاہ وشصت سال است کہ ایشان چشم از عالم بردوختہ اند۔ ازین سخن باشارۂ چشم نعم گفت وانشراح در چہرۂ وے نیک پدید گشت۔ دوم روز برفت از دنیا در غرّہ ماہ صفر از سال ہزار وچہل ودو (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۳م) ونعش اورا پس از مدّتے بدہلی آوردہ وبجوار قبر خواجہ بیرنگ مدفون ساختند۔

''شیخ جنید'' (۹۷۷ھ) تاریخ ولادتِ وے گفتہ اند۔ تاریخ وفاتِ وے من گفتم کہ ''شیخ جنید ما کجا'' واین قطعہ نیز گفتم۔ قطعہ

سال ولادتِ بزرگ خواجہ حسام دین وحق　　شیخ جنید گفتہ اند بر حسب کمالِ او

روز وصال او بُدہ شنبہ غُرّۂ صفر　　''شیخ جنید ما کجا'' گفت کمالؔ سال او

دراوایل ہا کہ من خواجہ ابرار را دریافتم لطف وعنایتے فرمود واز احوال من پرسید۔ شیخ ابا بکر (سنبھلی) کہ ذکر وے خواہد آمد گفت۔ لشکریست وچنیں وچنان۔ وے از روے کرہ (خاطر) گفت۔ ''لشکری''؟ این گفتن وے گویا تیرے بود کہ در دِل من زد۔ وآن تیر غیر از روز ترک از دلم نہ برآمد۔ روزے من بصحبت شیخ خود بودم۔ وے درآمد ونشست واز شیخ من مرا پرسید کہ این جوان کیست؟ شیخ من

---

۱ درنسخہ ''سہ'' است

گفت یکے از نیازمندانِ فقیر است غریب و نامراد۔ من از غایتِ ادب سر بگر یبان فرو بردہ بودم۔ وے تیز تیز در من می دید و بذوق تمام این بیت بر من بخواند۔

من از وے بیاد گرفتم

خاک شو خاک تا بروید گُل کہ بجز خاک نیست مظہر کل

شنیدنِ آن رسید انچہ بردل رسید۔ امید بسیار قوی بہم رسانید۔ شیخ من در ایام شباب بر بعضے از مواضع ''تفسیر بیضاوی'' شرح نوشتہ بود با حقائقِ و دقائق نیک۔ و بخواجہ ابرار بُردہ چون وے خواندہ خوشوقت گشتہ و آفرین ہا کرد و شکر خداوند سبحانہٗ بجا آوردہ گفت۔ خواجم این عطائیست محض از عطا ہاے الٰہی لیکن مصلحت آنست کہ روز کے چند این سخنان را با خود دارید و بکس نہ نمائید تا از شرّ العین عزیزانِ ناانصاف این روزگار فراغے حاصل شود۔ در بیان شرّ العین است این کریمہ ''وَقَالَ یَابُنَیَّ لا تدخلوا من بابٍ واحد و ادخلو من ابواب متفرّقہ''۔ روزے پیش وے سخن اندر تصوف می رفت۔ وے بہ نسبت شیخ من گفت کہ حل این حقائق و دقائق بر وجہ اتم از وے می توان کرد کہ این علم غریب صوفیہ متحققین باسر ہا نصیب وے گشتہ و امروز درین عرصہ جز وے پیدا نیست۔ وہم روزے پیش وے سخن در ذات بحت می رفت۔ شیخ من گفت بُوے کہ از ذاتِ بحت است یافت او واقع است امّا دریافت آن ممکن نیست۔ وے بسیار محظوظ شد۔ درین اثناء عزیزے آمد درین مقولہ چیزے گفتن گرفت۔ وے گفت۔ باش باش، انچہ باید گفت خواجہ بر گفت، و آنچہ ہست خواجہ نیک می داند، و

بس۔ شیخ من گفت کہ شیخ نعمت اللہ شیخی گفتہ کہ من بعد از وفات خواجہ ابرار را بخواب دیدم کہ انچہ از بدنِ وے ظاہر است ہمین عبارات[1] ہاے قرآنِ مجید طاہر است کہ بمرقد او بمُشک نوشتہ اند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ وقتے کہ من باجمیر بودہ ام خیمہ زدہ بزمینے نشیب۔ شبے مردے بزرگ نورانی از بالا گڑھ بزمینے کہ دران جا مرقد سید حسین ''جگ سوز'' است وشہداے کبار بسیار آسودہ اند وقضیۂ شان معروف ومشہور است۔ مرا اشارہ کند ومی گوید کہ بالاے این مقام برائی من آن خیمہ را ویران ساختہ بفور بر آن گڑھ رفتہ ام وخیمہ برپا نمودہ۔ اتفاقاً ہمدر آن شب بارانِ سخت درگرفتہ واکثر اشیاءِ متاع مردمان کہ در آن نشیب بودہ اند سیل درربودہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے شخصے نسبت چاہ فیروزی بوے خرخشہ داشتہ کہ نصف چاہ از آنِ من است ونصف از آنِ تو۔ وے تحمل می کردہ آخر گفتہ کہ ببینم تا چہ شود۔ اتفاقاً ہم در آن ایام آن چاہ درہم افتادہ است تاوے باتفاقِ شیخ زادہ ہاے خود از سرنو برآراستہ است واز خرخشۂ کسان فارغ شدہ۔

شیخ الہداد

از اعاظم اصحابِ خواجہ بیرنگ۔ در تہذیب اخلاق وتصوف باطن ودوام حضور رسوخِ تمام داشت۔ صفاے وے بجاے رسیدہ بود کہ پیوستہ بارواح مشائخ ربط می داشت وباندک توجہ ہر چہ کہ می خواست تحقیق می کرد ودر استخارہ نیز روشے

---

[1] درنسخہ ''استخوان ہا''

خاص می داشت کہ درلمحہ رضا وعدم رضا معلوم وے می شد ودر جمیع جزئیات کارہاے طریق استخارہ مرعی می داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے را بخوارق نتوان ستود بلکہ خوارق رامزیتے از التفات خاطر وے (است) وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتے کہ من اوایل وے را در غایت صلاح وسلامت و تہذیب صفات و استقامت (وقتے) کہ می دیدم می گفتم کہ کمالِ اولیای ہمین است۔ پس از آن وے درصحبت خواجہ بیرنگ بس بالاتر از آن فرارفت۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بہ نسبت وے می گفتند کہ از غایتِ لطافت، وے فرشتہ است۔ خواجہ ابرار تقریباً بپادشاہ صاحب قرآن ثانی درصفت وے گفتہ کہ وے اگر چہ درین عالم است امّا ازین عالم نیست از عالم دیگر است۔ پس از آن شیخ من بہ نسبت وے گفتہ کہ وے سراپا نور بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے بزیارت قبر خواجہ بیرنگ رفتم۔ ایشان از قبر بر آمدند بگفتند بسم اللہ۔ شیخ من گفتہ کہ بقاے انسانیت (بہ) بقاے حقیقت[1] است واستغراق در وحدت کبریٰ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ من روزے پیش وے نشستہ بودم واز دل وے ذکر اللہ اللہ بگوشِ سر نیک می شنودم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ از بس لطافت وصفائ حال وے جمع کثیر را بحضور خود نمی طلبیدند و پرسیدنِ احوال حوالے بوے بود۔ وے تحقیق کردہ بعرضِ ایشان می رسانید وصاحب حلقۂ وے بود۔ وہم گفتہ کہ وے گفتہ کہ یکے یارانِ خواجہ بیرنگ را دوسہ روز حال این چنین نہج بود کہ در آئینہ صور عالم بصورت آئینہ

---

[1] درنسخہ ''حقیقی''

کہ خبر نہان با خود می دارند بس عظیم مشہود می شد و روز مرّہ آئینۂ صورت حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم می دید و در او صور اصحابِ کبار و دیگر بزرگان علی الترتیب و در خلفِ صوتِ حضرت خاتمیت صورت خواجہ بیرنگ (می دید)۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بے رنگ آخر ہا بنفس نفیس خود کم متوجہ می شدند حوالہ ارشاد بخلفاء می نمودند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ دران ایام خواجہ بیرنگ یکے را نزد خود طلبیدہ فرمودند، میانِ دو ابروے ما نظر کن۔ بمجرد نظر کردن ذکرِ نفی و اثبات بدلِ او ظہور نمود و کیفیت غریب روئیداد۔ و ہمانا این ذکر انعکاسی بود و خواجہ بیرنگ در آن وقت بزبان ذکر نہ کردہ باشند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می گفتند کہ شیخ الہداد از جلال محشی صاحب رسالہ قدسیہ علوم این طائفہ کشف کردہ بود امّا تحقیق حال نہ فرمودہ بود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بعضے آدمیان در حلقۂ ذکر خواجہ بیرنگ در آمدہ می نشستند (ہم) بہرہ می گرفتند و آنہا را غیر از یشان کم کسے می دیدہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ مدّت توجہ خواجہ بیرنگ از صِبا ہمگی دو سال بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ یکے از مشائخ شہر بہ خواجہ بیرنگ محبّتِ تمام داشت و مورد تصرّفاتِ غریبہ گشتہ بود، عادت داشت کہ پیش از دیدن ماہِ نو کسے را کہ یک ماہ او دیدن روے او بعد آوردن ماہ نو مبارک بودے پیدا کردے، بعد از آن نظر بماہ انداختے۔ شبِ ماہی بود باتفاق نظر بر ماہ افتادہ است بے آنکہ آن چنان کسے حاضر بودہ باشد مضطرب شد و خواستہ چشم بپوشد ناگاہ صورت مبارکِ خواجہ بیرنگ را در ہوا مشاہدہ کردہ و ازین دغدغہ بر آمدہ۔ وہم وے خواجہ بیرنگ را در عرس شیخ نصیر الدین

چراغ دہلوی در زمانے کہ آن حضرت با کبر آباد تشریف بردہ بودند بصورت شاہبازے درکمال بزرگی دیدہ کہ درتمام مجلس بال کشودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ از بعضے اصحاب شنیدہ شد کہ روزے خواجہ بیرنگ برچار پایہ (استراحت می کردند و چادر) بردارند چون مدت مدید گذشتہ چادر برخاستہ شد جز چار پایہ چیزے نبود۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ عزیزے بود از موالی شہر بسنِ پنجاہ سالگی رسیدہ و درین مدّت ہرگز بکارے کہ درمیان مرد و زن می باشد آشنا نشد و درین سن بامر شیخ خود دخترے درنکاح آورد۔ ہر چند علاج کرد و ادویۂ باہ خورد فتح نمی شد قریب یکسال گذشت و ادویہ مشروع و نامشروع باوجود نہایت تورع بکار بردہ فائدہ ظاہر نشد از غایتِ حیا قرار برفرار داد۔ روزے این سخن کسے بسمعِ شریف خواجہ بیرنگ رسانید کہ وے از شرم می خواہد کہ از شہر آوارہ شود۔ ایشان را بر حالِ وے رحم آمد فرمودند بیچارہ بچہ محنت گرفتار شد۔ روزے ایشان سوارہ براہے می گذشت ناگاہ آن مرد دو چار شد۔ چون عالم بود بقصد تعظیم از مرکب فرود آمدند۔ وے با نیازمندیٔ بسیار دست بپاے مبارک دراز کرد۔ در کنارش گرفتند دو سہ نوبت سینہ بر سینۂ وے نہادہ پیختن کردند و آہستہ بگوشش فرمود کہ امشب ہر دو شما برہنہ شدہ بخواب روید۔ وے گوید کہ ہمہ لحظہ در خود قوتے مشاہدہ کردم و باہل خانہ بہ صد حیا و خجالت گفتم کہ بزرگے چنین فرمودہ است۔ بتبسمی و استہزا این مقولہ گفت۔ مصرع

آن ہم اندر عاشقی بالاے غم ہاے دگر

بمجرد امتثالِ امر خواجہ بیرنگ فتح شد و قوتے یافتم کہ تا مدّت کم نشد۔ وہم شیخ من

گفتہ کہ در سال ہزار و پنجاہ و یک کہ سالِ فوتِ شیخ الہداد است پیش از فوت بدو ماہ ایں بندہ را طلبیدہ لطفہاے تمام نمودند فرمودند کہ انچہ از خواجہ بیرنگ بما رسیدہ بتو گذراندیم و ہم چنین از الطاف غوث[1] الاعظم و مشائخ چشتیہ بما دارند بتو گذراندیم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ این فقیر تواضع نمود و عنایت ایشان را بجان قبول داشت۔ این فقیر الطاف شیخی و مولای شیخ احمد (سرہندی) و عنایت و مہربانیہاے ایشان را یکے دانستہ امیدواری ہا براے خود و براے دوستان خود پیدا کرد۔ و آن کاغذ اجازت نامہ را نجاتِ خود یقین می کند۔ و آنچہ مہربانی ہاے محبوب الکبار خواجہ حسام الدین احمد بر خود گمان می کند و امید ہاے کہ از انجا بہم رساندہ اند، امیدواریست الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ کہ چون عنایات این چنیں بزرگان شامل حال خود می یابم امیدوارم کہ مدت نیم چشم زدنے جہنم ندیدہ باشم و رحمت کردہ شدم۔ و ہم شیخِ من گفتہ کہ شیخ الہداد گفتہ کہ مرا اشارت بخواندن سورہ یٰسین شد با عددے معین و آن عدد گفت و تعین مواضع اجابت نمودہ و مرا اجازت خواندن آن داد و بشارتے عظمےٰ برزبانِ وے رفت و گفت نتوانستیم، تو بخوان۔ و این حضرت نوح (علیہ السلام) را در خواب دید فرمودہ قطب نوحی ہمین است۔ ہمانا کہ از آن مقام نصیبے داشتہ و از روحانیتِ اَقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم استفادہ داشت و می گفت اوّل مرا خواجہ نقشبند تلقین نمودند۔ شیخ الہداد خواجہ خرد را اجازت دادہ اند۔ اجازت نامہ این است۔

---

[1] اسم مبارک عبدالقادر کنیت ابو محمد است۔ نسباً علوی الحسینیست۔ ولادت ۴۷۱ھ/ ۱۰۷۸ میلادی۔ وفات ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵ میلادی

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہٖ محمد و الہٖ و اصحابہٖ اجمعین ۔ اما بعد! معلوم ہمہ اخوانِ طریقت باد کہ باشارت غیبی و اذن بزرگان قدس اللہ اسرارہم انچہ از حضرت پیر دستگیر قطب عارفان و عاشقان حضرت خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہٗ بفقیر الہداد درین راہ رسیدہ بود بفرزند عزیز خواجہ محمد عبداللہ را بخشید وگذرانید وایشان را خلیفۂ خود ساخت ووصیّت نمود کہ بعد از من ہمہ مردم کہ بمن رابطہ طریقہ دارند (بآن عزیز رجوع نمایند) واجازت داد، آن فرزند عزیز را کہ ہر حاجتی را کہ بطلب بیعت مجرد یا بہ تعلیم طریقہ نقشبندیہ می رسد قبول نمایند و شجرہ پیران (سلسلہ) بدہند و نیز الطافے را کہ از حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ باین فقیر است بآن فرزند عزیز گذرانید وہم چنین الطافے وعنایتے کہ حضرات چشتیہ دارند بآن فرزند گذرانید ووصیّت نمود آن فرزند عزیز را کہ بر ہر طالبے بعد از من وفرزندانِ من وہر کہ بمن تعلق وقرابتے دارد طریقۂ محبت ورعایت وخدمت بر قدر قدرت وامکان مرعی دارند واز خدا می خواہم کہ آن فرزند عزیز بر احکام شریعت وآدابِ طریقت وانوار حقیقت استقامت یابد بحرمت النبی وآلہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

تاریخ دوازدہم شہر شعبان المعظم تحریر یافت"

وہم شیخ من گفتہ کہ وے شبے درنماز تراویح از مولود خوانے کہ بعد ہر تسبیح بخواندہ اند این شعر شنیدہ است

جذبۂ عشق رخش بُرد ز خود جامؔی را باد آسود درین خواب گران تا دم شور

بتواجد برخاستہ است وگشتہا زدہ۔ خواجہ ابرار و دیگر بزرگان بتعظیم برخاستہ اند و کیفیتِ حالِ وے در ہمہ حاضران سرایت کرد۔ شیخ عبدالحق دہلوی نوشتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودید کہ میاں الہداد ما در توجہ وحضور آبِ روان اند کہ ایستادگی ندارد۔ واز ہمہ یاران درین صفت منفرد ومختار اند۔ وفات وے بست وسوم ماہ شعبان است از سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/ ۲۰ رنوامبر ۱۶۴۱م) وقبر وے بر صفۂ خواجہ بیرنگ است وتاریخِ وصالِ وے شیخ من ''شیخِ فانی'' گفتہ است ومن ہم در سنبھل گفتہ ام بتوارد۔ قطعہ این است

جنیدِ وقت طیفورِ زمانی فریدِ عصر قطب الدین ثانی
جنابِ شیخ اللہ داد را بود بہ یغمائے ہدایت میزبانی
مہِ شعبان روزِ بست و سوئم شد از دنیا بملکِ جاودانی
دریغا ہیچ کس از رفتنِ او بجز رضوان نکردہ شادمانی
چو پرسیدم زِ دل تاریخ فوتش دلم از غیب گفتا ''شیخِ فانی''

۱۰۵۱ھ

وقتے خواجہ ابرار را ہوائے سفر مکہ خاستہ است وبرائے استخارہ این حزیمت بوے گفتہ۔ وے را در واقعہ این آیت ظاہر گشتہ ''وجعلنا من بین ایدھم سداً و

من خلفهم سدا'' وکیفیت را بخواجہ ابرار گفتہ۔ خواجہ ابرار تا با کبرآباد رسیدہ و دو سال آنجا گذرانیدہ و درین مدّت ہر چند قصد سفر کردہ امّا میسّر نیامدہ۔ شیخ حسین سنبھلی گوید کہ محمد صادق۔ و ذکر ہر دو خواہد آمد۔ مدّتہا آرزوے فرزند در سر داشتہ بمن گفتہ کہ درین معنیٰ بوے التماس نمای۔ من در وقتِ نیک بوے ملتجی شدم۔ وے بعد از زمانے سرّ را فرا گوش من آورد و گفت با محمد صادق بگو کہ اگر در تقدیر است خواہد شد۔ و زیادہ ازین ہیچ مگو، چہ بر من چنان ظاہر شد کہ ہیچ فرزندے نصیبِ او نیست۔ بآخر چنان شد کہ ہیچ بچہ او بجہان نیامد و او از جہان برفت۔ گویند وے سحرے از خانہ برآمد و خواست کہ دو رکعت بگذارد قدم بر صف نہاد و جدا شد و بخادم گفت نیک نگاہ کن آلائشی کہ بصف رسیدہ است پاک گردان۔ تفحص کرد و گفت کہ ہیچ نیست۔ چون موکد شد نگاہ کرد و دید کہ۔ کیکے زیر صف رسیدہ است زود دور کرد تا وے بر آن صف آمد و نماز گذارد۔ چون در اوایل ہا خواجہ گاہے اہل خود را بلفظ دیوانی یاد می فرمودہ اند آخر ہا آن بی بی را نوعے از جنون بہم رسیدہ است۔ چنانچہ بسبب این (مرض) درشتی ہاے سخت می نمود۔ وے تحمل آن بنجے می نمود و سلامتی و مہربانی پیش می آورد کہ جز اہل کمال را میسّر نبود۔ چون آن بی بی از دنیا رفت در سال ہزار و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳م) من پیش شیخ خود بودم بر گور این مصرعے تاریخ گفتم ''فانیہ رفتہ[1] زین جہان بجنان''۔

ہم گنان پسندید۔ ۱۰۶۳ھ

---

[1] در نسخہ ''رفت'' سہو کاتب است۔

خواجہ عبیداللہ

معروف بخواجہ کلان۔ وے برادرِ شیخِ من است۔ صحبت داشتہ بخواجہ حسام الدین احمد۔ عالم است بعلوم ظاہری و علوم باطنی۔ اخلاق سخت نیک دارد و فضائل وکمالاتِ او بیش از حوصلہ بیان اند۔ تصانیف عالیہ از قلم وے ظاہر شدہ۔ بس باقیمت وندرت۔ از جملہ مصنفاتِ وے یکے ''طبقاتِ حسامی'' است و بنام شیخ خود نوشتہ و در اندک مدّتے بانصرام رسانید۔ بسا اسرار و حقائق و بیان احوال مشائخ سلاسل مختلفہ بہ بسط تمام اندر آن ایراد یافتہ۔ اگر احوال مشائخ جملہ سلاسل راجدا جدا سازند چند مجلّہ کتاب بظہور می آید و اہل ہر سلسلہ را آن کافیست بتفصیلے تمام۔ روزے وے مرا بحضورِ خود طلبیدہ و از راہِ لطف و کرم آن کتاب را نمود۔ از بزرگی و کلانی او عقل و فہم حیران می شود و من بسیار محظوظ شدم و وے ہمیشہ بزاویۂ ہمت و استقامت و معاملت قدم راسخ دارد۔ صفت کرم و جود ذاتی ویست وطریق غربت و شکستگی طریقۂ اصلی وے۔ شیخ من گفتہ کہ در زمان وصال خواجہ بیرنگ وے دوسالہ بود و چہار ماہہ۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ شیخ محمد ہاشم سنبھلی گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودند کہ از ما چیزے بوے رسیدہ است و اشارت بخواجۂ کلان می کردند۔ وفاتِ خواجہ[1] بیرنگ بست و پنجم ماہ جمادی الآخر است از سال ہزار و دوازدہ

---

[1] محمد رضی الدین ابن عبدالسلام بدخشی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ خواجہ بیرنگ (بے رنگ) ولادت ۵/ذی الحجہ ۹۷۱ھ/ ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء در کابل۔ وفات ۲۵/ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ ۳۰ دسامبر ۱۶۰۳ء در دہلی۔

(۲۵/جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ)۔ وہم شیخ من گفتہ خواجہ بیرنگ را باوجودِ بیماری ہائے مزمنہ دیرینہ کہ نظر بظاہر صحیح می نمودند تپے نیز لاحق شد۔ در مرض اخیر بود۔ ہمدر آن مرض می فرمودند کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ بخواب آمدند و عنایات بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید۔ این واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و گفتند اگر زندہ ماندیم ہم چنین کنیم والاّ کفن ہم پیراہنے است۔ وہم در آن بیماری روزے بشیخ عبدالحق دہلوی فرمودند کہ شب گذشتہ اضلاع[1] بدن بغایت برہم زدہ شد و حالت نزع بظہور رسیدہ۔ تا نیم شب این چنین بود آخر آرام شد۔ اگر مردن عبارت از اینست چہ نعمتے بودہ است کہ از آن برآمدن خوش نمی آید۔ بعد اِتمامِ ''اسراریہ'' خواجہ کلان بآرام و جمعیت برفتہ از دنیا در ہیزدہم جمادی الثانی از سال ہزار و ہفتاد و سہ (۱۸/جمادی الثانی ۱۰۷۳ھ/ ۱۸/جنوری ۱۶۶۴م) و قبر وے در جوار قبرِ خواجہ ابرار خواجہ حسام الدین احمد شیخ اوست قدس سرہم۔ چون شیخ من در سال مذکور بسنبھل تشریف آوردہ یکماہ و یکروز بفقیر خانہ گزارندہ بود۔ بعد از مراجعت بدہلی در خانہ شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ کہ جوانیست باصلاح و غریب واز نبایر شیخ الہداد قدس سرہٗ است روز شنبہ نزول کرد و در آن شب از کجی زینہا پاے وے را آسیبے سخت رسید و ہمان شب خواجہ کلان اندر دہلی برفت از دنیا بدین تقریب مرا در نامہ این عبارت نوشتہ کہ ''سبحان اللہ، ہم پاے مرا شکستند و ہم بازوے مرا''۔

---

[1] در نسخہ ''اوضاع''

من تاریخ وے این گفتم ۔قطعہ

چون رفت خواجہ عبداللہ[1] از سرائے فنا — کدام دیدہ زمژگان کہ دُرّ اشک نسفت
ہزار جان زفراقش چوگل گریبان چاک — ہزار دل زجدائیش ہمچو زلف آشفت
کمالؔ از پئے سال وصال آن خواجہ — چون فکر کرد۔ "بشد خواجۂ کلان" برگفت

۱۰۷۳ھ

خواجہ حجت اللہ

وے پسرِ شیخ من است۔ ولادت (در) سلخ ربیع الاوّل از سال ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ/۱۴ آکتوبر ۱۶۳۱م) وے دولت مادرزاد یافتہ، شیخ مرا باوے محبتے بود خاص۔ اَزواز خردی باز آثارِ ہدایت وولایت ظاہر و پیدا بود۔ وطریق صلاح و سلامت آن قدر از وے بظہور آمد کہ کم کسے را بدآن لطافت وخوبی درین جزو زمان دیدہ وشنیدہ بود۔ وے بلعب وبازیہا کہ مقتضائے کودکیست کم متوجہ بودے ومعنی عصمت را دریافتہ شد۔ پیوستہ بعلوم دینیہ وشغل باطنی اشتغال بداشت۔ چون بعمر یازدہ رسید درآن مدّت شیخ من بسنبھل آمدہ۔ درین جاوے را چنان نمودند کہ زود بیاید بدیدار آن پسر شوید۔ ودر رسید وخود بیمار گشت وبعد از مدّتے آن پسر ہم بیمار شد وپس از سہ روز برفت از دنیا روز جمعہ دوازدہم ماہ جمادی الاولی

---

[1] از روے وزنِ شعری این جا نام اوشان "عبیداللہ" می شاید۔

نوت: گمان غالب این است کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ برائے اظہارِ عقیدت ومحبتِ شیخ خود بخواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ نام نخستینِ فرزند خود "عبیداللہ" داشتہ باشند۔

از سال ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) شیخ مرا از غایت اندوہ وصبر اندران حال بیماریہا برافزود و ضعف دل بنہایت رسید و این حال تا پنج سال کشید و در جدائی آن پسر اشعار گفتہ انداز آن جملہ است این یک غزل و یک قطعہ

بیگانہ گشت حیف زما آشنائے ما — نتوان بصبر داد قضائے جدائے ما
گہ وصل و گہ فراق گہے ناز و گہ نیاز — عدلست ہر چہ می کند آن بت بجائے ما
رفت آنکہ بود روشنیٔ چشم و دل بدو — خالی گذاشت خانۂ ما کدخدائے ما
عہد ظہور در نظر عشق یکدم است — این ابتدائے ماست یکے انتہائے ما
حجت برفت معتکفِ کوے دوست شد — اے وائے ماز دوریٔ او وائے وائے ما

قطعہ

پدرم در چہل برفت و مرا — در چہل رفت چون پدر پسرے
پسرے مہربانِ من کہ چو او — در جہان نیست مہربان پدرے
رفت و از رفتنش چنان گشتم — .....

شیخ من گفتہ کہ از شیخ الہداد شنودم کہ گفت در آن ایام کہ خواجہ حجت اللہ بیمار بود، دیدم کہ حضرت خواجہ بزرگ[1] (بیرنگ) را بوے عنایت بسیار است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ پس از رفتن وے دختر نامزد کردۂ وے را خواستند کہ بخواجہ غلام بہاء الدین برادرِ خردِ وے نسبت کنند۔ عزیزے وے را بخواب دید۔ وے گفت آن دخترک را می خواہند

---

[1] درین جا از ''خواجہ بزرگ'' مراد است حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ

بدیگرے نامزد کنند۔ ولے، گفت من آن را بنکاح خود درمی آرم، درآن نزدیکیٔ (وفاتِ) پسر ما، آن دختر ہم بیمار شد و برفت از دنیا۔ وقبر آن ہر دو نزدیک بقبر خواجہ بیرنگ است۔ بالاے صُفّہ مغرب رویہ۔ شیخ من پس از رفتن وے مجملے از احوالِ وے باسخنانِ معارف مقام صبر ورضا ونذر الہامی وغیرہ ذالک بمن نوشتہ و عقب این بیاید ومن موافق آن چہل جمعہ بُمہمّے باتمام رسانیدم وآن مہم بانصرام رسیدہ وہمدرآن مدّت من بارستم خان دکنی بقندھار شدم کہ لشکری بودم وِغا برحمزہ سلطان زمیندارِ سیستان با جمعے کہ تعیّن کردند پنج فرسخ از قندھار آن طرف رفتہ بودیم وحالے پیش آمدہ بود کہ تا چہل پنجاہ فرسنگ ماہارا آب ودانہ وعلف بایستے برداشت وچون بزمین سیستان رسیدہ اگر فوج رستم خان بند بدست آوردہ خواہد خود مدّتے در جنگ وجدل باید بسر برد کہ پنج ہزار سوار ایرانی قزلباشی بجنگ حمزہ آمدہ بودند واگر بدست نیامد خرابی ورسوائی انواع درپیش بود۔ درین اثناء عرسِ اوّل خواجہ حجۃ اللہ دررسید ومن بوصیّت شیخ خود طعامے مہیّا کردم وبضیافت فقراء صلی اللہ علیہ وسلم راطلبیدم۔ بعد فراغ طعام جمیع حاضران دستِ دُعا برداشتند و فریاد برآوردند۔ یا حجت اللہ تو ولی مادرزادی بحرمتِ آن نسبتے کہ باخداداری ماہارا ازین مُہم خلاص گردان (یعنی بدعا متوجہ شو) ازین دعا ساعتے نگذشتہ بود وآن جماعت متفرق نشدہ کہ از حاکم قندھار برطریق حکم بادشاہ صاحب قِران ثانی (بسلسلہ) منع آن مہم، مکتوبے دررسید ودیگر روز باز بقندھار آمدیم وروز سوم را صحبت باہم وطنان ہندستان نمودیم۔ امّا وصیّت شیخم بقضیۂ تقدیری کہ رفت اینست

کہ دو بندہ اگر چہ از رفتن او آزردہ خاطر و شکستہ دل شد کہ دشمن او خذلہم (اللہ) ہمیشہ از بدخویہا روز افزون بحسب اقتضاء نفس چالاک کہ آدم را بعد از تقدیم عزت از قسمتِ ازلی باندک چیزے در ورطۂ غفلت انداختہ۔ در فکر ہاے عجیب کہ نہ مرضیٔ خالق است و نہ مستحسن خلق می در آمد و آزار و ملال بے آرامی بود۔ ازین واقعہ (تا حال) چندان خوشحال نشدہ باشد امّا بکرم الٰہی باعتراف قصور از دولت رضا بالقضیٰ از سعادت صبر بے بہرہ نماندہ و واقعہ را محض عدل دانستہ کہ ع

ہر چہ ساقیٔ ما ریخت عین انصافست

از اقسام جزع و فزع درین قسم مصیبت کہ از زمین تا آسمان در زیر بار غم آمدہ ام بمحضِ فضلِ ربانی اتقیٰ میسّر شد۔ چون آن برادر را دوستِ حقیقیٔ خود بیقین تصور کردہ شریک غم و ماتم خود می دانم ناکام بصبر بلکہ رضا کہ از استعداد آن عزیز الوجود متمنیٰ است، وصیّت می کنم و امید دارم بلکہ پیش از وصیّت ضرور ثواب بخشندہ باشند اکنون می خواہم کہ اندکے از سرگذشت این واقعہ ذکر کنم و از احوال آن محبوب روحانیٔ خود کہ چند روزے دوریٔ نامرادان از خود پسندیدہ است دوبارہ بنویسم۔

اے برادر اے جان برابر پیش از آن کہ این بلا بمن حوالہ شود از اوّل محرم مرا بیمار ساختند و بحبس بلا آشنائی دادند۔ چنانچہ محرم و صفر و ربیع الاوّل تمام بشدّت عجیب گذشت و در ربیع الآخر اندک تفاوتے یافتم چون جمادی الاولیٰ در آمد کہ ماہ وصال آن محبوب جانیست۔ ہشتم این ماہ تپ محرقہ بر من غلبہ کرد و ہمہ اعضاء مرا کوفتند شب دہم کہ شب چہار شنبہ بود اثرِ تپ در بدنِ مبارک او ظاہر شد و روز چہار شنبہ

غلبہ کرد چنانچہ تمام روز بے شعور بود۔ شبِ پنجشنبہ بدنبود و روز پنجشنبہ خود تمام روز بسخن مشغول بود و از ہر طرف حرف می زد و خوش و خرم نشستہ بود چون شب جمعہ در آمد حالت بطرزِ دیگر شد و حرفہاے عجیب برزبانِ وے می رفت و زہیچ کس آشنا نبود الاّ بمن ہر چہ من می گفتم یا می پرسیدم بجوابِ معقول می فرمود چنانچہ پرسیدم چہ حال در آید؟ گفت شکر است۔ و گفتم شب بسیار گذشتہ است آسائش بکنید و بخواب روید۔ گفت بسیار خوب و چنان ظاہر می شد کہ صورِ غیبہٗ ظاہر شدہ اند۔ و آنہا حرف می زدند و یکبار در آن بے شعوری آیۃ الکرسی تمام خواند و بدعاء دیگر کہ وے را یاد دادہ بودیم نیز خواند۔ بعد از آن خاموش شد و اصلا حرف نمی زد تا آنکہ یکپاس روز کما بیش برآمد و تغیّرِ عظیم ظاہر شد در آن وقت زبان بکشاد و بذکر اسم اللہ اشتغال نمود و بہ جمعیت حق و رضوان او پیوست۔ بالجملہ چنانچہ صلاح آثار حافظ مہر علی در خواب از بزرگے شنید کہ فرمود کہ وے ولیٔ مادرزاد بود و درجۂ شہادت یافت۔ ہم چنان بود و راست گفتہ است و راست دیدہ است و چیزہا بیشتر نیز دلالت بر شہادت دارد کہ لباس شہدا می گویند سبز است و رنگ از رنگہاے خوب بہشت۔ و نیز بیقین معلوم فقیر شد کہ وے مظلوم رفتہ است و شب جمعہ کہ آن روز او از عالم گذشت ازین باب حرفے برزبانِ وے گذشت۔ اے برادر پیش از تولّد او بندہ خوابہا دیدہ بود کہ دلالت بر آن داشت کہ وے برگزیدۂ درگاہِ خداوندی خواہد شد۔ و از روز تولّد تا روز وصال کہ مدّت یازدہ سال و چہل و دو روز بودہ است چندان خوارق از وے دیدہ ام کہ چہ نویسم۔ و از آن بعضے در اوراق

ثبت کردہ ام ان شاء اللہ تعالیٰ وقتے بشما خواہم نمود یا فرستاد و در جنابِ کسے از ازین قسم چیز ہا حکایت کردن حجاب می کشیدم و از شرالعین ملاحظہ می کردم آخر ہم چنان شد۔ شعر

قد کان ما اخاف یکون انا الی اللہ راجعون

و بعد از فوتِ ایشان بیک روز فقیرے گفت کہ ایشان را در خواب دیدم و یک تنگہ قرضِ دوکس برخود وانمودند و نام آن دوکس تعیّن کردند و گفتند کہ برو بُرو[1] بگو کہ ادا نمایند۔ چون تحقیق کردہ شد ہم چنان بود۔ فقیر خود تا پانزدہ، بست روز متصل وے را در خواب دیدم ہر روز بر روش خوب می دیدم کہ الحال فرصت نوشتن آنہا نیست و بقالے در قلعۂ مادکانے دارد۔ وے اکثر از وے ہر چہ می خواست می خرید۔ وے را بعد از واقعۂ وے بیماری تپ لاحق شد و شانزدہ روز تپ متصل داشت چنانچہ ہمہ اہل خانۂ وے و آشنایان وے جزم بمردن وے کردند۔ شبے وے را در خواب می نماید کہ دست وے می گیرد و می فرماید کہ برخیز کہ صحت خواہی یافت۔ کہ نذرِ ما ہمان بیماری است۔ وے را ہوشے پیدا شد و تپ مفارقت کردہ روز سوم پیشِ بندہ آمد تمام قصہ حکایت کرد۔ ہم چنان خدمتگار، جانی نام کہ خدمتِ بندہ می کند بہ بیماریٔ یکماہ گرفتار شد آخر وے را در خواب دید و گفت کہ صحت خواہی یافت و بعد از دو سہ روز صحت شد و پیشِ بندہ آمد و بکارے کہ داشت مشغول شد غرض کہ از خوبی ہاے آن مرحوم نمی توانم نوشت این قدر بقین معلوم شد کہ وے را قبول عظیم

---

[1] در نسخہ "بیابیا"

در درگاہ ربوبیت بخشیدہ اند و بہر کارے کہ او را وسیلہ کنند و نذرِ او بندند امید غالب است کہ آن کار شود این قدر باید کہ حسنِ ظن داشتہ باشند۔ فضائل مآبی خواجہ محمد صدیق بن خواجہ محمد صادق سوگند باو کردہ فرمودند کہ شبِ عرس حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ من ایشان را بچشم خود دیدم۔ اے برادر این حکایت از غرایب امور است۔ کہ دلالت ظاہر بر شہادت و ولایت او دارد۔ پیش از واقعہ وصال یکماہ بلکہ بیشتر آن قدر بنماز مقیّد شدہ بود کہ پنج وقت بمسجد می رفت و بجماعت نماز می کرد و در آن ایام اکثر از احوالِ آخرت و قبر، از فقیر می پرسید و تحقیق می کرد و عقاید ضروریۂ اہل سنّت و مسائلِ نماز را یاد گرفتہ بود۔ و روشِ عجیب در وے دیدہ می شد (کہ از وے) امیدواری ہاے قوی شدہ بودند آنچنان از روشِ اطفال بیگانہ شدہ بود کہ از شرّ العین ملاحظہ بسیار می شود۔ و آن چنان کہ حافظ دیدہ بود امشب کہ شب سہ شنبہ بست و یکم رجب است در خواب دیدم۔ ہم دستار ایشان سبز بود و ہم جامہ۔ یک شبے مادرش در خواب دیدہ کہ در خانہ آمدہ است۔ رفتہ و بوے چسپیدہ و می گوید۔ اے فرزند (تو) کجا بودی؟ و چہ گونہ آمدی؟ می فرماید کہ چون شما بسیار گریہ می کردند مرا فرستادند۔ بعد از آن گفتہ کہ آنجا چہ می کردی؟ فرمود اگر بگویم شما خواہید فہمید؟ گفت کہ من فکر فہم سخن ندارم۔ گفت فہم سخن دارید، امّا فہم سخنان عالمے کہ من در آن عالم ام ندارید۔ بالجملہ از حال آن برگزیدہ درگاہِ خداوندی چہ نویسم کہ نہایتے ندارد۔ مصحف را آنچنان ضبط کردہ بود کہ از ہر جاے پرسیدند یک سطر دو سطر از بر می خواندہ می گفت کہ فلان سپارہ است۔ و زین حالت کم سواد خالے را میسّر باشد۔

وقواعد صرف رابعبارات یاد گرفتہ بود امیدوار بودیم کہ در چاردہ پانزدہ سالگی فاضل شود۔ نصیب اعدا چنین بود چہ توان کرد بعد از واقعہ او بندہ آن قدر ضعف یافتہ شد کہ خوشنود شدہ کہ بوے لاحق خواہم شد امّا بخت، مساعدت نکرد حالا خیال می شود کہ چند روزے را گذارہ درین عالم بودہ تا نصیب چیست وفقیر قرار دادہ است کہ چون قوت روے دہد عزم زیارت حرمین شریفین نماید تا خدا چہ خواستہ است۔ عاشقے کہ از معشوقِ خود جدا شود چارۂ او غیر ازین چیست کہ سر بصحرا زند و کوہ غمِ خود را بہ بیابان برد۔ اے برادر چون وے را مخلص زادہ بلکہ برادر زادہ شما می دانم و خود را برادر شما از امید داری باہم التماس می کنم کہ بدعا و استغفار و توجہ مدد او کنند اگر توانند ختم ''لا الــہ الا اللہ'' کہ ہفتاد ہزار بار است بروحانیت مقدسہ او بخوانند و بدیگران ہم فرمایند خاصہ بحافظ مہر علی کہ نسبتِ شاگردی بایشان داشت از جانبِ بندہ بگویند کہ این ختم بکنند ہر چند مکرّر شود بہتر و ختم قرآن (ہم) اگر میسّر شود بس غنیمت۔ و وصیّت این بندہ بشما این است کہ روز وصال او کہ تاریخ دوازدہم ماہ جمادی الاولیٰ است البتہ او را یاد می کردہ باشند و بفرزندانِ خود نیز این وصیّت بکنند و گویند کہ این تاریخ یاد دارند و ہر چہ ممکن باشد در آن روز بے تکلف بروحانیت او بخشند۔ معلوم شما است کہ در صدقات اموات را انتفاع است۔ چنانچہ در کتب عقائد نوشتہ است۔ چون بندہ او را بسیار دوست می دارد و شما را نیز با خود یکے می داند، این قسم گستاخی ہا می کند۔ و طریق نذر او این است۔ کہ اگر کسے مطلبے داشتہ باشد اوّل یک چیزے برخود لازم کند۔ بعد از حصول مطلب ادا کند و این نذر

بستن بروز جمعہ باشد کہ روز وصال است واز ہمین جمعہ ہر جمعہ طعامے کہ یک مسکین سیر شود پختہ بروحانیت او فاتحہ خواندہ بمسکینے دہد کہ بخورد تا چہل جمعہ بکند ہر طعامے کہ باشد ومقدور بود اگر شیرینی باشد بہتر۔ روزہاے جمعہ مسکینے وفقیرے درماندہ اگر صالح باشد بہتر والاّ ہر کہ باشد امّا مسلمان باشد می دادہ باشد امید داری چنان است کہ از چہل جمعہ نگذرد کہ مقصود حاصل شود۔ ان شاء اللہ سبحانہ بعد حصول مقصود ہر چہ نذر بستہ باشد ادا نماید۔ اگر ممکن باشد بمادر، یا برادر حقیقی او برساند والاّ بہ فقیرِ صالح۔ این طریق نذر الہامی است کہ حق سبحانہ در دِل اِلقا کردہ۔ امید قبولِ آن بسیار است حالا می خواہم کہ برخے از معارف کہ بمقامِ صبر بلکہ بمقامِ رضا بلکہ بمقامِ محبت تعلق دارد بنویسم۔

تذئیل۔ بدانکہ صبر از مقاماتِ عشرہ سلوک است کہ طریقہ شطاریہ منحصر در آنست چنانچہ در رسالہ دہ اصل حضرت نجم الکبریٰ مقرر شدہ است۔ ورضا نہایتِ مقامات است کہ مقام عاشر است۔ ومعنی صبر باز داشتن نفس است در وقت ورود بلا از جزع و فزع وارتکاب امور ناملایمہ واین معنیٰ با کراہیتِ باطن والم دل جمع می شود۔ امّا رضا با کراہیت والم جمع نتواند شد چہ رضا بمعنی خوشنودیست وخوشنودی با کراہیت اصلا جمع نشود ورضا اصلا متحقق نشود تا بمقام محبّت نرسیدہ باشد۔ چہ محبّت از ہمہ افعال محبوب راضی است وبقہر او آن معاملہ دارد کہ بالطف او بلکہ در غلبات محبّت چنین گویند کہ قہر لذّت بخش تر از لطف نماید۔ از آن کہ در لطف مرادِ نفس با مراد محبوب ممزوج است ودر قہر خالص مراد محبوب است۔ چہ از محبّت مرادِ خود را برداشتہ است واز ہمہ مرادات

خالص شدہ بمقام محبّت رسیدہ است۔ واگر مرادے می داشت از محبّت بہرہ نمی یافت بلکہ محبت سرے دیگر است کہ صاحب مرادرا ازان اطلاع نیست۔ مصرعہ

در عشق چنین بوالعجبی ہا باشد

اے برادر محبوب ومحبّ عاشق ومعشوق را با یک دیگر بدان سرِّ نسبت است کہ لذتِ محبوب آزار محبّ خواہد، ومعشوق الم عاشق طلبد چون عاشق برین سر مطلع گردد نا کام از قہر او بیشتر از لطفِ او لذّت یابد۔ آن عزیز بارہا دیدہ شدہ است کہ ہر چند عاشق آزار کشد معشوق از آزارِ او لذّت یابد۔ الم عاشق موجب لذّتِ معشوق است ولذّت عاشق موجب الم معشوق۔ چہ حال عاشق آئینہ حال معشوق است و حال معشوق آئینہ حال عاشق وآئینہ شئے، جز ضدِ او بنود۔ ''الاشیاء یَتَبَیَّنُ بِاَضْدادھا'' این معاملہ تا وقتے است کہ قوسین عاشق و معشوق برخاست۔ چہ عاشق تا عاشق است وظیفۂ او الم است ومعشوق تا معشوق است شمہ او لذّت۔ وہر چند الم ازین جانب زیادہ لذّت دران جانب افزون۔ امّا چون عاشقی از قوسین بگذرد و پا باہر کشد لذّت او لذّت اوست والم او الم او۔ لیکن این حال را دوام میسّر نیست۔ وکالبرق الخاطف گاہے طلوع کند وزود پوشیدہ شود کہ استقرار در مقام وحدت خلاف مقتضی حقیقت انسانیہ کمالیہ است چہ جامعیت، غیر این را اقتضا کند۔ اے برادر چون مجاز را مرأت حقیقت گفتہ اند، بیقین دانستہ ودیدہ این معنی را در مجاز مطالعہ کند واز آن جا بحقیقت پے باید برد۔ لذّت اَلَم در مجاز خود ظاہر است امّا در حقیقت ادراک آن سخت مشکل است، دور

از فہم ہا و وہم ہا، بلکہ از کشف ہا۔ و وجہ این کہ حاصّہ ادراک اَلَم در مرتبۂ مقدسہ بشنود و اعتبار محفوظ است[1]۔ و حکماء اِلٰہیّن گفتہ اند کہ چون ذات و صفاتِ الٰہی بلا کیف است سبحانہ لذت اَلَم ہم بلا ادراک و بلا کیف باشد۔ باطن او ہمیشہ ادراک آن می کند لذّت دائم در حق او متحقق باشد۔ این معنیٰ باندک تامّل می توان دریافت۔ امّا کیست کہ ادراک بہ معشوقِ حقیقی کند و علم معشوقِ حقیقی را تواند در یافت۔ ہمانا کہ ہیچ عبارتے مطابق او نیست۔ لفظ اَلَم مطابق او ہست امّا اضافت مطابق او نیست کہ شرع از آن مانع است بلکہ حقیقت نیز از آن منع می کند۔ چہ توان کرد کہ بسے اسرار از آن باب است کہ ہیچ عبارتے برائے او موضوع نیست و اگر عبارت در آید الحاق و زندقہ بود۔ بلکہ بعضے اسرار دیگر از آن قبیل است کہ فوق تخیل و اعتقاد است۔ نہ آن را اعتقاد کردن درست نہ تعقل توان کرد و نہ تصوّر و تخیل چہ جائے لفظ و تعبیر۔ اللہ، اللہ عبارت چہ بود کہ اشارت نیز قاصر است۔ این جا سخن را باین تنگ دستیٔ دیگر پیدا شد۔ بدانکہ عبارت و اشارت کہ در طور بیان است ہم در لفظ و تکلم توان اعتبار کرد و ہم در تصوّر و تخیل و ہم در اعتقاد و تعقّل چہ این سہ مرتبہ مراتب ثلٰثہ اظہار و بیان است۔ نیک فہم کن کہ بس دقیق است و بمقتضائے وقت در بیان می آید و حال مخاطب بلکہ حال متکلم نیز بآن نمی رسد مگر بوجہے از وجوہ کہ آن را جز حدید البصر در نیابد۔ عبارت و اشارت در لفظ و تکلم خود ظاہر است۔ ''اِنّ اللقرآن ظھراً و بطناً'' و در تصور و تخیل و ہم چنین

---

[1] لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَ ھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْم (قرآن کریم)

در تعقل و اعتقاد مخفی تر از آن است کہ جز معذوری از افراد انسانیہ آن را نہ توانید دریافت۔ این جا باید دریافت کہ اشارت تخیل بہ اشارت اعتقاد بآن الــم (چہ گونہ) می رسد چون عبارت از آن قاصر است و اہل تعقّد با اہل استدلال با ہمہ اہل کشف بآن نہ رسیدہ اند۔ حاشا للّٰہ۔ بلکہ آن مرتبہ قصویٰ از اعتقاد و تعقّل وراء الوراع عقل قلیل اہل کشف و اصحاب وجدان و ارباب فنا بآن عاجز است و اشارت از اِدراک آن الــم بہرہ نداشت۔ چہ عاشق حقیقی چون نزد معشوق حقیقی برسد از دقائق اوصاف معشوق خبردار شود مگر معشوق اَلــم خود را کہ غیرت، مزاجِ اوست، ہرگز ظاہر نکند۔ اے برادر عشق مستلزم اَلــم است و عشق چنانچہ در عاشق ظاہر است در معشوق نیز ظاہر بلکہ حقیقت مطلقہ در عاشق و معشوق عشق است کہ بصورت ہر دو برآمدہ است و چون معشوق پیشتر و بیشتر از عاشق خود بر عاشقِ خود عاشق است باید کہ از اَلــم خالی نباشد۔ در وقتے کہ عاشق از وصال معشوق لذّت دارد از عاشقی بریدہ آمدہ عین معشوق می شود و عاشق از خود خالی گشتہ با عالم معشوقِ خود گرفتار می گردد۔ این معنی در مجاز بہ بیں و قانع باش و زیادہ برین نوشتن بالفعل ہمان قصد دارد کہ بزرگے عذر از اظہار اسرار برزبان آوردہ است شعر

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہٗ ما کتمتہٗ احظیٰ لدی واجمل

اے برادر بعضے اسرار دیگر ہم از آن باب است کہ اشارہ اعتقاد نیز بآن نمی رسد و اطلاع بدان نمی بخشند۔ نہ آن را اعتقاد توان کرد و نہ تخیل و نہ بآن تلفظ ممکن باشد و باین ہمہ نفس الامری باشند این جا علم و جہل یک شئے (واحد) متحقق شدہ است۔

ہیہات ہیہات عقل بے چارہ غافل در ماندہ، درین کارخانہ حیران است۔ جز دیوانہ کسے این معنیٰ را (فہم) نتوان کرد۔ حیف صد حیف کہ زبانے دیگر ندادہ اند و ہمہ زبانہا درین سہ زبان منحصر است و مراتبِ دریافت نیز سہ مراتب است و بس۔ شریعت و طریقت و این ہر سہ مرتبہ ازین مطلب عالیہ در آن اسرار خفیہ کوتاہ دست است۔ و اگر ہم زبانے دیگر بودے و مرتبہ دیگر ورائے این سہ مرتبہ متحقق گشتے در آن مرتبہ از آن اسرار بآن زبان حکایت میسّر شدے مخاطب بہم رسیدے و کسے کہ بفہمد، موجود نبودے درین مقام چنین می گویند کہ زبان او خاموشی است و مخاطب و متکلمِ او۔ حقیقت موجود عارف معدوم۔ اے برادر شنودہ باشی۔ از قرآن خواندۂ کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ صلواۃ والسلام از جدائی حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام چہ قدر آزار کشیدند و این خود ممکن نیست کہ مقام صبر و مقام رضا ایشان را حاصل نہ شدہ باشد امّا این جا سرّ یست کہ جز عاشق عارف از آنہا اطلاع ندارند۔ دیگرے در کلمات سابق فی الجملہ بیانے گذشتہ است کہ حل این مشکل نماید۔ اے برادر نسبتِ رضا در عین بلا والم متحقق است کہ مراد معشوق است۔ مگر دانستۂ کہ ہر لذّت یک صورت دارد و در یک لباس منحصر است اور الذّ تہا در لباسہا بسیار است۔ کہ با یکدیگر مغائر و مختلف است۔ اینکہ می گویند در قہر لذّت بیشتر یابد نہ آنست کہ الم نیست الملے است بصورت لذّت ولذّتے است بصورت اَلَـــم۔ اَلَم کہ قوی تر و لذیذ تر از لذّت خالص است ہر کہ این معنیٰ را وافی آگاہی دریافتہ است دور نیست کہ از لذت و اَلَم، اَلَم ترکیب (داشتہ باشد) اَلَم ترکیب را خاصیتے

است کہ درانفرادنیست۔نمی بینی کہ عَـالَمِ ظہور بترکیب وابستہ است۔لذّت وألم این جا صورت وحدت گرفتہ رنگے عجیب پیدا کردہ کہ سائر اہل صبر ورضا از آن خبر ندارند۔آنچہ از بعض کُمّلِ اولیاء ازین قسم حکایتے منقول شدہ باشد محمول برین تحقیق است۔ فافہم در مقام سابق لذّت والم مقابل ومزاحم اند وہر قدر لذّتِ ایشان قوی بود الم ایشان نیز قوی باشد۔

خواجہ رحمت اللہ

پسرِ بزرگِ شیخ من است وعالم است بعلوم ظاہری وعلوم باطنی واندرین طریق مستقیم۔وحقائق ودقائق صوفیہ بامصطلحات مقررہ نیک ورزیدہ وبیان شافی ووافی وبس باعذوبت وصداقت فرامی نماید بسامستعدان این راہ بہرہ از وے برمی دارند۔ہمت عالی دار۔بے تعلقی وآزادی از آن عالی تر۔از شیخ من اندرین کار وے رابسیار می ستاید ومی فرماید کہ معنیٔ فقر وفنا وتجرد بروجہ اتم در وے ظہور یافت واین حالت روز افزون است اندر وے وشیخ من وے رادراجازت ہر دوسلسلہ شریفہ این نوشتہ داد کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ۔امّا بعد فقد اجزت الولد الاغر الاکرم الخواجہ رحمت اللہ ان یاخذا لمرید و یعطی البیعت فی

السلسلتین النقشبندیه والقادریه و یکتب الشجرتین فی سلسلة المریدین یلقّن الزکر خاصةً فی سلسلة النقشبندیه و اسالُ اللهَ استقامتهٗ علٰی طریقة التصوف. وان ارادالمرید بیعت القادریه فاعطِهٖ.

ووے اخلاق سخت نیک دارد۔ ودروقت سخن آن صاحب انصاف است چنانکہ روزے جمعے از تیز ہوشانِ سخن شناس پیش وے بحثے باہم داشتند۔ بعضے ازین میان می گفتند کہ یافت اوسجانہ از راہ عقل (بود) نہ کہ از راہ نقل بود چنانچہ مکاشفہ ومشاہدہ وغیرہ ذالک دانستن بعقل است اگر تعلق بہ نقل داشتے جمیع علماء ظاہر عارف باللہ گشتے وبعضے برعکس آن وامی نمودند کہ کلامِ ربّانی واحادیثِ نبویؐ و علوم این قوم ہادی راہ اند۔ پس می توان بوسیلۂ آن پئے بہ حقیقت وسرِ کار برد۔ چہ اکثر نہ چنین بود کہ جمعے آن واقفِ اسرارِ الٰہی ومتحقق معرفت نامتناہی گشتے۔ وفریقین تائیداتِ قوی بمیان می آوردند۔ ووے ہر دومقدمہ رابمیز ان طبع دشوار پسندمی سنجید وانتظارے می کشید کہ چیزے دیگر ہم اندرین بارہ می باید۔ درین اثناء من رسیدم و بحث راشنیدم وے مرا گفت ''تو ہم ازین مقولہ چیزے کہ دانی فرا گوی۔ گفتم خداوندگارامن کیاے این کارہ ام ودرپیش چون توی مراچہ حد ومجال۔ چون وے مرا ازفقراے این راہ می انگارد وبرمن لطفے وعنایتے خاص دارد باز بتاکید گفت۔ ہر چہ کہ بخاطرت آید نمای کہ راہ گفت وشنفت وسر رشتہ سخن بس دراز است۔ پس

گفتم۔ ''جاے کہ یافت او سبحانہ تعالیٰ است آن جانہ کار عقل است و نہ نقل۔ نہ ذکر نہ فکر، نہ ریاضت نہ مجاہدہ، نہ کشف نہ مشاہدہ، نہ توجہ نہ مراقبہ، نہ این نہ آن۔ گفت۔ پس چونست؟ گفتم۔ اشارت است بے عبارت، ایماے است بے رمز چنانچہ ہر آن را کہ دادہ می باید کدام یکے طریقہ را ازین ہا کہ گذشت بکار می برد۔ بے ہیچ ظنے و بے ہیچ شبہے است این کار و خود بخود (است)۔ بے خودیِ خود۔ ہمہ است بے ہمہ در ہمہ۔ ''وھو الان کما کان''۔ وے انصاف بخشید و گفت احسنت۔ دیدہ ور بہتر از تو ندیدہ ام۔ در مادّہ انصاف درین وقت حکایتے بیادم آمد کہ گویند مولوی جامی شبِ ماہ عید رمضانے با سلطان حسین[1] مرزا والیٔ ایران برنشستہ بود فضلاے ہرات برآمدہ اند او ماہ را دیدہ این مطلع فرمودہ

طاق خم ابروت مرا پشت دوتا کرد در شہر چو ماہِ نو ام انگشت نما کرد

چون این بیت شہرت یافتہ و بحوالی شیراز، ازین مقام، باندک مدت، تازہ رسیدہ بود۔ بمجذوبے رسیدہ وے گفتہ کہ اگر مولوی بجاے ''طاق خم ابروت''۔ ''شاخِ خم ابروت'' می گفت بہتر بود۔ چون این حرف بمولوی رسید خوشوقت گشتہ اند و پیش مجذوبے آمدہ اند و از روے انصاف فرمودہ بارک اللہ۔ شما بابا خیالی بودہ اید و وے را با سلطان حسین مرزا کہ معتقد مولوی بودہ ملاقات دادہ و کارش بلند گرفتہ۔ و از آن باز، وے بہ بابا خیالی اشتہار دارد۔

---

[1] ابوالغازی سلطان حسین بایقرا۔ والیٔ ہرات۔ وفات ۹۱۲ھ/ ۱۵۰۶م

خواجہ کلمت اللہ

وے ہم پسرِ شیخِ من است و مادامے مشغول و مشغوف این کار بافتوت و شجاعت و جوانمردی و چون شیخ من از قوم ترک خلج است۔ وقتے آبائے کرام وے بہ امارت[1] عالیہ معزز و مکرم بودہ اند و سلطان فیروز[2] شاہ تغلق و دیگر بادشاہان ہند وغیرہ ذالک ہم ترک خلج بودہ اند پس احوال ترکان خلج، از تواریخ سلاطین ہند بہ تفصیل می توان دریافت وخود (خواجہ کلمۃ اللہ) سیدہ زادہ است۔ (از) دخترِ میر فولاد کہ مردے بودہ است بس بزرگ و یگانۂ زمان وقوی شان۔ امروز خواجہ کلمۃ اللہ لشکریست بدرگاہ بادشاہ صاحب قران ثانی و بادشاہ وے را نیک می شناسد و تفقد حال وے می فرماید و وے در قباپوشی ہم کار اہل احتیاج می کند و ہم ورزش در میدان فقر و معرفت می نماید و بر موافقت این رباعی مولوی جامی با دولت صوری و معنوی نصیبے کامل دارد و حظے وافر۔ رباعی

سررشتۂ دولت اے برادر بکف آر　　این عمر گرامی بخسارت مگذار
دایم ہمہ جا با ہمہ کس با ہمہ کار　　می دار نہفتہ چشم دل جانبِ یار

منقول است کہ در زمان پیشیں یساولے بودہ بدرگاہ بادشاہے کہ جمعے مظلومان از سعی وے بمراد رسیدے و بسا محتاج بوسیلۂ وے روزی مند بودے و خواجہ خضر علیہ السلام ہر شب بوے آمدے و با ہم صحبت داشتے۔ وے دولت صحبت خواجہ خضر

---

[1] درنسخہ ''عمارت''　[2] درنسخہ ''سلطان''

علیہ السلام را مغتنم دانستہ ترکِ آن خدمت (ملازمت شاہی) کرد و بزاویہ در نشست۔ پس از آن خواجہ خضر صحبت وے را ترک داد۔ شبے وے بالحاح بسیار خواجہ را دریافت و پرسید از من چہ تقصیر بوقوع آمد کہ شما ترکِ من گرفتند۔ گفت در آن زمان کہ تو در پئے خدمتِ محتاجان بود و در کار مظلومان سعی می نمود من آمدیم و اکنون کہ تو ترک آن کار کردی من ترک تو کردم۔ چون وے این سخن بشنید ترک عزلت کرد و باز ہمان شغل اختیار نمود۔ خواجہ کلمۃ اللہ گفت، مُعتقد من آنست کہ مرد کامل آنست کہ صاحب شریعت و طریقت بود۔ چون درین دو امور در یکے فتورے واقع شد اورا کامل نمی توان گفت۔ وہم وے گفتہ۔ خطرہ کہ دلِ مردم را از جاے می برد و متفرق می سازد مرا آن خطرہ مزاحمت نمی رساند و فکر امور متعددّہ ہم ہیچ گاہ مرا وسوسہ نمی دہد۔

در کتاب ''رشحات'' می آرد کہ خواجہ اولیاء کبیر بر در مسجد سرِ صرافان در بازار بخارا یک چلّہ خواطر برآوردہ اند کہ در آن مدّت چہل شبانہ روز ہیچ خاطر مزاحم ایشان نشدہ است۔ خواجہ احرار قدس سرہٗ این اقرار از خواجہ اولیاء بغایت غریب و عظیم می داشتند و می پسندند و انگشت بدندانِ مبارک می گرفتند و می فرمودند کہ اشغال بطریقہ خواجگان قدس اللہ ارواحہم در اندک فرصت باین مرتبہ می رساند کہ ہمہ آوازہا بگوش می آید و ہمہ ذکر می شود۔ وہم خواجہ احرار می فرمودند کہ معنی خواطر کہ از خواجہ اولیاء منقول است نہ آنست کہ مطلقاً ہیچ خاطر نمی آید بلکہ مراد آنست کہ ہیچ خاطر مزاحم نسبت باطنیٔ ایشان نہ شدہ، ہم چنان کہ خس و خاشاک بر روے نہر مانع جریان

آب نمی شود۔ فرمودند کہ از خواجہ علاء الدین غجدوانی کہ از اجلّہ اصحاب خواجہ بہا الدین قدس سرہٗ بودند پرسیدم کہ (آیا) دل شما برین وجہ است کہ غیرے در وے خطر نمی کند؟ فرمود کہ گاہ گاہ چنین می شود و این بیت خواندند

چون بغایت پیر شد این خوردان غم نباید در درون عاشقان

و فرمودند کہ گفتہ است غم نباید، نہ گفتہ کہ غم نیاید۔ و مؤید آن مشغولیست آنچہ خواجہ علاء الدین عطار فرمودند کہ خطرات مانع نبود احتراز آن دشوار بود باعتبار طبعی کہ قریب بست سال است مرا، نفی آن نمودم گاہ ایست خطرہ گشت امّا قرار نمی یافت۔ خطرات را منع کردن کارے قویست و بعضے برآن اند کہ خطرات را اعتبارے نیست۔ امّا چنانکہ گذشت کہ اگر متمکن شود از آن سُدّہ در مجاریٔ فیض پیدا می شود۔ و ہم در ''رشحات'' است۔ کہ خطرات چند نوع است۔ رحمانی، ملکی، نفسانی، شیطانی۔

خواجہ کلمۃ اللہ گفتہ کہ

''روزے پیش پدر آمدم۔ در دستِ وے مبیضہ بود کہ اشعار بغایت عالی داشت۔ بخاطر آوردم کہ این مبیضہ را بہ بینم۔ رو سوے من کرد و گفت، بہ بین و آن را بمن داد باز بخاطر آمدم اگر چند روز نزد من باقی باشد انتخابے از آن کنم۔ باز فرمود چند روز نگاہ دار۔ برداشتم و تعظیم کردم و دانستم کہ مشرف القلوب است''

پوشیدہ نماند کہ من ازین قسم اشراق باطن از شیخِ خود چندان دیدہ ام و از یارانِ وے چندان شنیدہ کہ اگر جمع کنم کتابے مرتب گردد۔

وخواجہ کلمۃ اللہ بر من چندان لطفے وعنایتے دارد کہ نمی توانم از عہدہ شکر بیرون آمدن وآن قدر تفقد حال من می کند کہ نمی توانم گفتن ونوشتن۔ روزے وے مرا در خلوتے گفتہ کہ فلانے! سالہا است کہ من نسبتِ تو می اندیشم با خود می گویم کہ پدرِ من مریدان ویاران بسیار دارد ولیکن مثل تو دوستے صادق وطالب موافق دران میان کس نیست چون ہمین حرف بے تکلف مکرر از زبان پدر بشنودم شکر کردم کہ فکر من وفراست من بدرستی بودہ است۔ وفاتِ وے در روز پنجشنبہ ہفت دہم رمضان از سال ہزار و ہفتاد و یکیست (۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱م) بعدِ اتمام ''اسراریہ'' بسہ سال در قصبہ انگ وبعد از مدتے نعشِ وے را از آن جا آوردہ بر صُفّہ خواجہ بیرنگ مدفون ساختند نزدیک بشیخ الہداد۔ من تاریخ وے گفتم

کلمۃ اللہ خواجۂ راہِ ہُدیٰ — چون برفت اندر جہان شادی نماند
دوستان را از تن آسائش گذشت — بید لان را در دل آزادی نماند
سال تاریخ و صالش عقل گفت — کلمۃ اللہ عارفے[1] ہادی نماند

۱۰۷۱ھ

واز وے پسرے ماندہ خواجہ محمد تقی نام مشہور بخواجہ میر۔ وے نبیسۂ میر عماد است کہ ذکر وے در ذکر خواجہ احمد آمد۔ آثار سعادت وہدایت از ناصیۂ آن پسر پیدا وہویدا است۔

خواجہ سلام اللہ

وے ہم پسرِ شیخِ من است۔ عالم است بعلومِ حقائق واہل این کار واین راہ

---

[1] در نسخہ ''عارف''

است۔ وے مشربِ عاشقی را با تشرع نیک بہم۔ آمیختہ۔ علم را با حال جمع کردہ سفرہا نیکو می کند۔ با فقرا و مشائخ وقت صحبت می دارد و از پدرِ خود اجازت ارشاد طریقۂ نقشبندیہ یافتہ۔ بسا طلاّب مستعد از صحبت وے بہرہ می برند۔ بعضے از مصنفاتِ دقیق پدرِ خود مثل ''قرایح عربی و طریق الوصول الی اصول الاصول'' وغیرہ ذالک پیش پدر گذرانده و بآن علوم غریبہ توحید و معرفت متحقق گشتہ و بیانے شافی و وافی وامی نماید۔ وے سخنانِ پدر را جمع کردہ است بطریق ملفوظات۔ در آن نوشتہ کہ شبے در واقعہ دیدم کہ پدر من در خانقہے نشستہ است و در خدمت صادر و وارد مشغول۔ گفتم شیخا! گرسنہ ام، مرا سیر کن۔ وے چیزے از بغلِ جیب برآوردہ و بمن دادہ، بخوردم، چیزہا بر من ظاہر شدہ کہ نگفتن انسب است و نہفتن اولیٰ۔ پرسیدم شیخا! توحید چہ باشد و چہ معنیٰ دارد؟ والد بگفت۔ وقتے کہ تو نباشی توحید بود، وقتے کہ تو باشی شرک و کفر ہمین است، اگر نیک فہم کنی۔ وہم وے نوشتہ۔ شبے در خواب دیدم کہ پدرِ من بصحرا می رود، یکے بوے گفت کہ توحید وجودیست یا شہودی؟ گفت اوّل صحیح است، چہ در ثانی نسبت است و نسبت در توحید نگنجد۔ وے را این سخن در گرفت و بیہوش گشت پس از آن روے بمن کرد و گفت تو مرد این کار نیستی، برو بکار خود مشغول باش۔ مشائخ فعلے را کہ بدتر از گناہ شمردہ اند و دانند تو آن را پیشہ گرفتہ و بآن چنگ زدۂ۔ انتہیٰ۔ این سخن بنا برین گفت کہ در ہمان روز حرکتے از من صادر شدہ کہ تمام رعونت بود۔ مرا شورے بسر رسیدہ و گریہ وزاری نمی گذاشت۔ پس گفت از من وقتے بحل آید کہ از آن توبہ کنی۔ آخر

توبہ کردم وکار از سر گرفتم، پس از آن بود انچہ بود۔ وہم وے نوشتہ کہ وقتے پدرِ من بیماریٔ شکم داشت و (وز ہیچ علاج فائدہ نمی شد) یکے گفت۔ فلان دارو ئیست بسیار نافع وفلان علاج نیک مفید است۔ پدر روے بمن کرد وگفت۔ آنچہ حق سبحانہ خواستہ است خواہد شد۔ کدام کار ازین نیک تر و بہتر خواہد شد کہ دوست بدوست رسد ویار بیار۔ واین دو بیت مُلّا (مولانا) روم قدس سرہٗ برخواند۔ قطعہ

گر اجل مرد است گو پیش من آی تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ

من زِ اُو جانے ستانم جاو دان اُو زمن دلقے بگیرد رنگ رنگ

پس از آن گفت مولانا چون محتضر گشت ملک الموت از دور نمودار شد برزبانِ مولانا این بیت گذشت

پیشتر آ پیشتر آ جانِ من پیش رو در حضرتِ سلطانِ من

وہم وے نوشتہ کہ عزیزے از پدرِ من پُرسید کہ مشاہدۂ حسن و جمال آیا لذّتِ نفسی است یا روحیست۔ این فقیر گفت تواند کہ مشاہدہ حسن و جمال بعضے را نفسی باشد و بعضے را روحی۔ پدرِ من گفتہ۔ فرضاً اگر لذّت روحی است نیز ازین باید گذشت کہ ہیچ نیست۔

آنچہ می باید و نمی آید آنچہ می آید و نمی شاید

یار می باید و نمی آید غیر می آید و نمی شاید

واین بیت مُلّا روم خواندہ

عاشقی ہا کز پئے رنگے بود عشق بنود عاقبت ننگے بود

وہم وے گفتہ کہ روزے بعضے سخنانِ ''نفحات الانس'' از پدر پرسیدم۔ وے ہر ہمہ را (بہ) بیان واضح گفت۔ اشتغال باین کتاب سعادتے بہ از آن است کہ در گفت آمد۔ باز گفت۔ اے پسر میخواہم کہ مثل من جاہل نمانی۔ و از الف تا با فرقے کنی والبتہ کہ من نمی توانم از الف تا با فرقے کردند۔ الف و با نزدیک من یکے است۔ چہ الف مرتبۂ اطلاق است و با، مرتبۂ تعیّن، ونزدیک من تنزیہ و تشبیہ یکست۔ پس از آن گفت کہ امیر المومنین می فرمود۔ وَقَعَ النقطَة بالباء التی تحت الالف[1]۔ تعین اوّل مرتبۂ وحدت حقیقت محمدی است۔ و امیر المومنین یعنی شیخ محی الدّین[2] ابن عربی در تعین اوّل شرکت داشتہ چنانچہ خود بآن اشارہ کردہ۔ وہم وے نوشتہ۔ کہ پدر من گفتہ۔ فقیر کسے است کہ با دشمن خود دوستی کند و ہمہ کس را اعزاز و اکرام نماید۔ و ہیچ فردے را بچشم دوئی نمی بیند۔ فرضاً کہ اگر کسے دشنامے داد فقیر را باید برائے او دعائے نیک کردہ یا چیزے دادہ (باشد) تا دلش شاد و خرم گردد۔ بعدۂ این دو بیت از خود خواند

ہر کہ با دشمن نورزد دوستی ۔۔۔ رہ نیابد در جنابِ کبریا

ذرّہ سان می بودہ سرگردان شدم ۔۔۔ تا کجا او آفتابِ کبریا

وہم وے نوشتہ کہ پدرِ من گفتہ۔ فاضلے بود۔ خواست کہ ''نفحات الانس'' تغییر و

---

[1] درنسخہ ''تحت الباء'' [2] وے قدوۂ قائلان بوحدت وجود است و بسیارے از فقہا و علمائے ظاہر بروے طعن کردہ اند و اند کے از فقہا و جماعتے صوفیہ وے را بزرگ داشتہ اند۔ ولادت ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ/ ۱۱۶۵ء بمقام مرسیہ اندلس و وفات ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۱م در دمشق (از نفحات الانس)

تبدّل دادہ مشائخ (یک) طبقہ را از غیر طبقہ اصلاح کند و باشارۂ بعضے اہل دول شروع کرد۔ بعضے دوستانِ وے ازین کار منع کردند ہیچ سود نکرد ہم در آن ایام وے را بدستے کہ می نوشت لشی ظاہر شد و روز بروز زیادہ ظاہر شدن گرفت و بہمان عقوبت برفت از دنیا۔ وہم وے نوشت کہ روزے من بپدر مروحہ می کردم ایستادہ ووے سرزیر کردہ نشستہ۔ ناگاہ مروحہ برسر وے رسید جمعے کہ حاضر بودند۔ غیر شدند مگر از وہیچ حسّے وحرکتے ظاہر نشدہ بود سر برآورد و گفت۔ شخصے کہ (غلبۂ) استہلاک واستغراق دارد از وے اطلاع وخبر واثر (غیر) برداشتہ اند۔ ہم وے گفتہ کہ روزے معشوق من بحجرۂ من درآمد وبنشست وجلوہ گری خوش کرد و درلمحہ غائب گشت۔ وہم وے گوید کہ روزے در اوایل در وقتِ خواندن دعوۃ (ادعیہ) چہار گلِ چنبیلی در دستِ من افتاد۔ وے لطفے وعنایتے کہ با من دارد و من رازے و نیازے کہ باوے دارم آن را شرح نیست

وے ہمی داند مرا یارے کیست　　من ہمی دانم بوے کارے چیست

ووے دو پسر دارد یکے خواجہ فضل اللہ و دیگر خواجہ کلیم اللہ ہر دو نو گلہائے[1] باغ ولایت ومعرفت اند۔ سلہم اللہ تعالیٰ

خواجہ غلام بہاء الدین محمد

وے ہم پسرِ شیخِ من است۔ نام وے بہاء الدین محمد۔ در ایام طفولیت بشیخ الہداد

---

[1] در نسخہ "بادہ"

بیعت کردہ۔ پس از آن از صحبت پدر خود فیضہا گرفتہ وصاحبِ احوال عظیمہ شدہ و قائع عجیب وغریب بروے وارد می گشت واسرار سخت شگرف مشاہدہ می کرد۔ وے ہم گوید کہ خواجہ بیرنگ را بر من لطفہا است، ہم از وے کرم ظاہر و باطن۔ وہم وے گوید کہ روزے من از پدر من بمنزلے دور ترک بودم کہ از آن جا آواز کس شنیدن ممکن نبود۔ من از زبانِ پدر اسم اعظم را بگوش سر نیک شنودم۔ وہم وے گوید کہ روزے من در خواب با خورشید ہم آغوش گشتم ودر نور آن نیّر اعظم مستہلک گردیدم۔ ہم وے گوید کہ روزے نگین سلیمان پیغمبر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اندر خواب بانگشتِ من پوشانیدہ اند۔ وہم اندر آن خواب عظمت سلیمانی ظاہر شدہ ووحوش وطیور حاضر گشتہ۔ وہم وے گوید کہ در بعضے اوقات شبہا تنہا بحجرہ بودہ ام واحوال غریبہ روے دادہ۔ چنانچہ سقف و دیوار شگافتہ است۔ ماہ وستارگان اصلا گمشدہ اند۔ وازین قسم وقائع دراوایلہا بسیار بروے وارد می شد کہ تفصیل آن بطول می کشد و در صحبت وے تاثیرے است نیک۔ وقتے شیخِ من از احوال وے بمن این نوشتہ کہ نسبت وے بسیار بلند است وتوجہات بزرگان ہمیشہ شامل وے۔ چنانچہ آثار توجہ قوی او بسیار مردم در خود یافتہ واز صحبتِ وے کیفیت تمام واحوال غریب داشتہ اند۔ واین حقیر نیز از صحبت وے متاثر شدہ۔ چنانچہ روزے بوے گفتم کہ می خواہم بمن توجہ نمای تا جمعیتے بیابم وے تواضع می کرد امّا چون بسیار بجد شدم وگفتم ازین مرا نہ این مطلب است کہ بر من حالت کیفیت ظاہر شود بلکہ تحقیق شود کہ نسبت (اکابر) چگونہ است۔ وے مرا متوجہ شد وفقیر خود را تمام گذاشتم باندک توجہے

کیفیت عظیم ظاہر شد چنانچہ ساعتے ذہولے تمام بندہ راواقع شد و بعد از برخاستن از آن صحبت نیز تا دیر اثر آن کیفیت ظاہر بود۔ غرض کہ وے ہمہ تن موردِ الطافِ الٰہی است و ہمہ وقت وے مشغول بیاد حق و حضور الٰہی است و در تعمیر اخلاق چندان توفیق یافتہ است کہ در شرح نگنجد با تقید شریعت مطہرہ۔ الحمد للہ علی ذالک۔ انتہیٰ۔

من دو سہ مرتبہ از صحبتِ وے کیفیتے کہ بالاتر از آن کیفیتے نیست، یافتہ ام۔ امروز وے ہمت بلند دارد و معارف وے از آن بلند تر است و سخن حقائق سخت عالی و اضافی فرامی نماید کہ فہم ہر کس بدان نرسد۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفتہ۔ صوفی ویست کہ بحالِ وقت زندگانی بردہ باشد۔ انتہیٰ۔ وے گفتہ ہیچ بمطلب نہ رسید مگر آنکہ فرار از مخلوق نمودہ باشد۔ چہ مخفی نیست کہ صوفی بحال وقت زندگانی بردن عبارت است از شوق و ذوق و کیفیت کہ از دل خیزد بتوسط او زندگانی می گزیند۔ آخر بتوسط این اشواق و اذواق بہ ہستیٔ مطلق کہ فنائے فنا در آنجا است متحقق و ملحق می شود۔ این مقام، مقام منتہی است۔ و آن مقام، مقام مستوسط و منتہی را گاہے از مقام متوسط بہرہ مند و سعادتمند گردانیدند و از صحبت و توجہ متوسط بارنگے وے رنگین می شود۔ چہ منتہی آئینہ ایست پاک از جمیع کدورات و ہر چہ در مقابل آن دارند رنگ آن گیرد و صورت آن پذیرد۔ و ازین مقولہ قول یکے از مشائخ خبر دہد کہ خرقانی منتہی بود مرید از وے بہرہ کم گرفتے۔ ازین جا معلوم می شود کہ منتہی ہیچ نسبت ندارد و از جمیع احوال و کیفیات مُبرّ است۔ ارشاد را نسبت و کیفیت از ضروریات است کہ از آن بمریدان و مسترشدان تواند پرداخت۔ اگر چہ منتہیان را خدائے عز و جل

برآن دارد کہ ہرگاہ خواہند از مقام خود تنزل فرمایند و بہر نسبت کہ رضا ایشانست متصف شوند و بہ طالب منعکس سازند۔ امّا این تنزل موقوف برارادۂ حق است جل شانہ و عادت ایشان اکثر و دایم تعطیل از جمیع نِسَب[1] و کیفیات می باشد۔ وے اشعار عارفانہ دارد و ''شناسا'' تخلص می کند این چند بیت از وے است

قید بود از علمِ رسمی در حجاب　　زان سبب عارف بغم الفت گرفت

رباعی

تا چند بگردابِ تمنّا باشی　　مانند حباب بے سر و پا باشی
چون موج بہر سو چہ روی سرگرداں　　یک چند ہمی نشیں کہ دریا باشی

من نسخۂ ''اسراریہ'' تاین جا نوشتہ بودم کہ مفاوضہ وے بدین دو بیت بمن رسید در سنبھل و این از جملہ تصرفاتِ وے دیدم و این ست

شب و روزم چہ نالم از شب و روز　　کشم خود را بدر یا شام جان سوز
چہ از روز و شب تارم کہ دارم　　فراغ از مہر و ماہ گیتی افروز

اشعار پارسی وے بسیار است این دو بیت عربی نیز از وے است۔

رایت لکل موھوم وجود　　ھو الموجود والموھوم حقاً
ولم یقبل لما جاء ت بفھم　　.....

وقتے در اوایل من این رباعی گفتہ بوے نوشتم تا پسند فرماید۔ رباعی

گویند کہ ذات صرف بے رنگ و نشان　　وین کثرت اشیاء ہمہ وہم است گمان

---

[1] در نسخۂ ''نسبت''

گر بے رنگ است ذات واشیا وہم پس وپیش چہ ماند کن سرّ ے از آن

وے پسند کرد وشرح بغایت غامض و دقیق بتفصیل نوشتہ فرستاد کہ آن شرح را شرح دیگر بباید۔ تا باحاطۂ فہم درآید۔ درین وقت مثلے رنگین مرا بیاد آمد، این است کہ لشکری بود از شہر لاہور، یکے از مردم ہند از وے پرسید کہ علوفہ مقررہ تو چند است۔ وے بزبانِ خود گفت۔ ونریہ روپیہ۔ ہندی گفت۔ ونریہ (روپیہ) چہ قدر را گویند۔ گفتہ ''دیہ نی دہ'' ہندو گفت۔ یار عزیز، دریافتن ہمین یک مشکل بود چون شرح کردی دو[1] چند مشکل شد۔

خواجہ غلام بہاء الدین دو پسر دارد یکے خواجہ علاء الدین محمد[2] و دیگرے خواجہ حسام الدین محمد۔ ہر دو مقبول ومحبوب شیخ اند وآثار ولایت وہدایت از ناصیہ ہر دو پیدا است شیخ من در باب علائی خواجہ این غزل فرمودہ۔

بہ از دلست زبان فصیح خواجہ علائی زبان کجاست کہ گویم مدیح خواجہ علائی

زہے لطافت طبعش کہ باز یافتہ گرد ہزار اشارۂ لفظ صریح خواجہ علائی

ہمیشہ باد مصوّن تا بود زمین وزمان زہر فساد مزاج صحیح خواجہ علائی

بشام وصبح بود طاعن دو کوکب جان جمال ماہر و وجہہ صبیح خواجہ علائی

باو برابری ماہ از خسارت ہست ہزار ماہ غلامِ ملیحِ خواجہ علائی

تاریخ ولادت خواجہ علائی، ضیاءؔ دہلوی کہ از فضلا است وذکر وے خواہد آمد این گفتہ

---

[1] درنسخہ ن ''سہ'' [2] تاریخ ولادت ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۷ء مادہ تاریخی ''نقشبند ثانی'' (۱۰۶۷ھ)

قطعہ

خواجہ غلام بہاء الدین محمد آنکہ در گیتی　　بسان او گل از باغ معرفت نشگفت
یگانۂ، کز و اسرار گفتہ ذات وصفات　　خدائے عز و جل ہیچ رنگ برو نہ نہفت
بلند منزلتی کز کمال جذبہ شوق　　ز ہر قدم خس و خارِ حیات عشق برفت
چون از عنایت دلدار رفت فرزندے　　کہ گوہرے بدین حسن نظم نباید سفت
ز روے شوق نمودم طلب ز ہاتف غیب　　ز سال مقدم او نقشبند ثانی گفت

من ہم در سنبھل بتوارد ہمین تاریخ یافتم با تاریخ دیگر در قطعہ کہ بیت آخرش این است

سال ولادتش را پرسیدم از دل و جان　　دل غنچہ بہا گفت ہاں نقشبند ثانی

و تاریخ ولات خواجہ حسامی، پدروے، شناسا، این گفتہ۔ قطعہ

چوں حسام الدین ما از لطف حق　　آفتاب آئین رسید و ماہرو
نقل[1] با ماہ و ز سال مقدمش　　خواجۂ ابرار آمد گفتگو

و من در تاریخ ولادت وے از سنبھل این قطعہ فرستادم قطعہ

چون حسام الدین برون آمد ز غیب　　شادی آمد در دل و غمہا نہفت
دیدہ ہاے دوستان شد باغ باغ　　سینہ ہاے مخلصان گل گل شگفت
صد دعاے خیر از راہ نیاز　　این دلِ من گفت کان مژدہ شنفت
ہم دلم تاریخ وے از روے صدق　　خواجۂ ابرار باز آمد[2] بگفت

---

[1] در نسخہ ''عقل'' [2] ''خواجہ ابرار آمد'' مادہ تاریخی ویست از این مادہ تاریخی، ولادت آن ۱۰۶۴ھ ثابت شدہ است۔

حق سبحانہ جمیع اولاد شیخ مرا بکمالات صوری ومعنوی برسانا دوعمر دراز بخشاد

خواجہ عبدالقادر

وے ہم پسر شیخِ من است۔ از ایام خردی طریقہ وے آزادی و بے تعلقی افتادہ است۔ بغایت غربت و نامرادی موصوف است و باوصاف حسنہ معروف و ہیچ تقیدے وتعینے متقید و متعین

تعلق حجاب است و بے حاصلی چون پیوندہا بگسلی واصلی

وے باہمہ آشنا است واز ہمہ بیگانہ۔ سفرہاے آزادانہ می کند و با فقراء صحبت می کند۔ شیخ من گفت چون ایام ولادت وے نزدیک رسید شبے درخواب دیدم کہ بزرگے مرا می گوید کہ ارتباط بغوثِ اعظم نمای یعنی مرید ایشان شو گفتم اخلاص و بندگی (کہ) بہ نسبت آن حضرت دارم زیادہ از آن است کہ بگفت درآید۔ لیکن ارتباطِ معنوی بخواجہ نقشبند می دارم۔ باز گفت۔ مرید غوثِ اعظم باید شد تا سہ بار ہمین گفت و ہمان جواب شنید و در ہمان مدت آن پسر متولد شد من رجوع بشیخ الہداد آوردم و گفتم من این پسر را مرید غوث اعظم می کنم شیخ اندرین امر توجہے نمایند و نامِ وے ہم آنچہ ظاہر گردد نہادہ آمد۔ شیخ بعد از توجہ گفت۔ در واقعہ دیدم کہ ارواح طیبہ خواجہ نقشبند و غوث اعظم و خواجہ بیرنگ قدس اللہ اسرارہم در یکجاے حاضر شدہ است خواجہ بیرنگ مطلب را بغوث اعظم عرض می کنند۔ ایشان بخواجہ نقشبند اشارہ می کنند کہ این پسر از سلسلہ ایشانست۔ خواجہ (نقشبند) می فرمودند ما و شما یکیم۔ امّا خواجہ (شیخ الہداد) خود

بشمار رجوع آوردہ۔ غوث اعظم فرمودند پس کار وے مشتمل بر ہر دو ولایت باشد۔ خواجہ عبدالقادر ہم چنین شد۔ ہر گاہ من پیش شیخِ خود می شدم آن خواجہ عبدالقادر بر من آن قدر لطفے وعنایتے دارد کہ در شرح نگنجد وشکر آن نمی توانم گفت۔

خواجہ محمد عاشق

وے ہم پسرِ شیخِ من است۔ اگر چہ نام وے عاشق است امّا معشوق شیخ من است ومقبولِ شیخِ من است۔ اخلاق سخت نیک دارد و ہمت نیک تر۔ طریقہ سلام و پیام از وے ظاہر و پیدا است۔ ہر کہ بصحبتِ وے برسد از خُلق و مروّت وفتوتِ وے خوش برمی خیزد۔ ووے بزاویہ قناعت بایاران طریقہ وصحبت زندگانی خوش دارد وبا روایات سلسلہ غلبہ آوردہ است کہ طریقہ غیر در ہمتش کم می پیوند۔ وپیروئ عالم وعالمیان اصلا دامن گیر ہمت وے نیست۔ این زمان طریقہ صابران برحال وے صادق است۔ رباعی

جانان بقمار خانہ رندے چندند

فرمودند کہ اصل بے پیوند نیست (از غیر)۔ پس فرمودند کہ پیش من ہیچ شعر بہتر ازین رباعی نیست۔ پہلوان محمود نوربار علیہ الرحمۃ گفتہ است کہ

جانان بقمار خانہ رندے چندند[1]

بعد از آن فرمودند کہ اگر کسے حقیقت یعنی لا الہ الا اللہ را داند ازین سخن داند کہ

---

[1] باقی ہر سہ مصرعہ رُباعی در ہر سہ نسخہ ''اسراریہ'' من نیافتم

حقیقت پہلوان محمود گرفتار ہیچ قیدے نبودہ و بتجلی ذاتی مشرف بودہ اند۔ یارانِ وے ہز ہمہ اہل صدق وصلاح اند۔ مداح و ناطق برراستی وفلاح وے۔ ومحبت ظاہر باہمہ است وبوجہ باطن بے ہمہ چنانچہ روش اہل این سلسلہ است

از درون شو آشنا واز برون بیگانہ باش این چنیں زیباروش کم می بود اندر جہان

شیخ من درطوی وے کہ درسال ہزار و پنجاہ[1] وہشت (۱۰۵۸ھ) بوقوع آمدہ۔ نشاطے خوش و بشاشتے دلکش داشت ومجلسے از یاران خواجہ بیرنگ وشیخ من نیک بارونق بود۔ چون وقتِ نکاح رسید بخاطر من گذشت چہ شود کہ تاریخ طوی مشتمل برمبارکباد بظہور آید۔ فرصت بسیار کم بود، استمداد از باطنِ شیخ خود نمودم و درلحہ تا کہ عقد بستہ شد برگفتم کہ ''صاحب من طوی محمد عاشق جیو مبارکباد'' برخاستم و بہ شیخ خود عرض کردم۔ فرمود۔ تاریخ ہم ہمین است۔ گفتم ۔ بلے۔ شیخ من وجمیع مجلسان خوشوقت گشتند۔ وے راامروز برمن عنایتے است وکرمے کہ از زبان نہ توان گفت۔

خواجہ عبدالرؤف

وے ہم پسرِ شیخ من است۔ بصفت غربت وشکستگی ومسکینیت ونیازمندی موصوف است۔ وکم گفتن وکم با مردم صحبت داشتن ورزش کردہ۔ ہمتِ بلند دارد و باہر خرد و بزرگ متواضع است و نیاز آور۔ پیوستہ در اقامت صفات می کوشد و حالت

---

[1] درنسخہ ''شصت'' از روے مصرعہ تاریخ ہم درست نیست۔

باطن را از نظر اغیار می پوشد و اندر سایہ خمول و گمنامی وے را با خود سرے خوش است و اندر آن غریبی و نامرادی ملتجی کس نیست۔ گویند بزرگے عالی مرتبہ گفتہ است کہ انچہ ما یافتیم اندر غربت یافتیم۔ شعر در وصف غربت

ما غریبا نیم و غربت کارِ ماست　　بلکہ غربت رونق بازار ماست

سرور جہان و جہانیان علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات بترغیب این صفت باصحاب فرمودے۔ ''کن فی الدنیا کانک غریبٌ او عابری سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور''۔ زہے سعادت و نجابت۔ وزہے شرافت و نظافت۔ خواجہ عبدالروف باتصاف آن صفات حمیدہ صبر و تجرد، ہمت و فتوت پسر شیخِ من خواجہ خرد است و نبیرۂ خواجہ بیرنگ چنانچہ شعار بزرگانِ اہل سلسلہ عالیہ است۔ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ از مبادیٔ حال خود می فرمودند کہ'' در زمانِ میرزا شاہ رخ[1] در ہرے بودم و مرا بر فلسے قدرت نبود۔ دستارے داشتم کہ پارچہ ہا از وے آویختہ بود ہر بار کہ یک پارچہ را بندمی کردم یک دیگرے بروے می آویختم۔ روزے در بازار ملک می گذشتم گدائے از من سوال کرد۔ من ہیچ نداشتم کہ بوے دہم۔ دستار را از سر خود برگرفتم و پیش آش پزے انداختم و گفتم این دستار پاکست، بعد از دیگ شُستن می

---

[1] میرزا شاہ رخ ولد امیر تیمور گورگانی ولادت ۱۴ ربیع الآخر ۷۷۹ھ/ ۱۳۹۵م بمقام سمرقند۔ حاکم خراسان، ماژندران، بجستان، اصفہان و شیراز بود۔ تخت نشینی ۸۰۷ھ/ ۱۴۰۴م وفات ۸۵۰ھ/ ۱۴۴۶م عمر ۷۱ سال ۹ ماہ یک روز (بحوالہ تزک جہانگیری)

توان در دیگ مالیدن۔ آن را نگاہ دار و این گدا را چیزے دِہ۔ آش پز گدارا خوشنود ساخت و دستار مرا با دب تمام آورد و من قبول نکردم و بگذشتم''۔

شیخ الہداد

جدِّ مادری خواجہ سراج الدین محمد بن خواجہ ابرار است۔ آثار برکات و انوار و استقامت بدرجۂ اتم از وے لائح بود۔ او ہمیشہ التزام داشت کہ بنماز جماعت در مسجد جامع فیروزی حاضر شدے۔ وسالہا تا آخر حیات مبارکہ بروش سابق شدہ و ضعف بصارت ہرگز نکردہ و جمیعت مکفل اوقات (او بود)۔ در اوایل بشیخ بہلول مجذوب[1] صحبت داشتہ۔ بعد از وفات شیخ کہ در سال ولادت شیخ من است بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ بشغل طریقۂ نقشبندیہ ملقن گشتہ و در اندک فرصتے بمواہب عالیہ بہرۂ وافر گرفتہ است۔ و شیخِ من گفتہ استقامتے وجدّے کہ در کار از وے مفہوم می شد جز اہل کمال را میسّر نباشد۔ و شیخ من از وے حکایتے گفتہ کہ در اوایل بخواجہ بیرنگ عاشقیہا علّت داشتہ۔ خواجہ بیرنگ بنابر مصلحت وے را دور می انداختند و می فرمودند کہ استعداد وے بسلاسلِ دیگر مناسب است۔ (ازین سخن) وے سرگرم تر می شد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ روزے شیخ تاج الدین از دہلی متوجہ سنبھل شد و بمنزلے وے شب نزول کرد۔ وے حرفے از صفات خود از شیخ بشنید، سراسیمہ

---

[1] اسم شریف آن شیخ عبدالرزاق۔ مرید و خلیفہ شاہ قمیص قادری۔ واقف علومِ نادری۔ وفات در شب پنج شنبہ چہارم رجب ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹م (بحوالہ ذکر جمیع اولیاء دہلی)

گشت واز کثرتِ شوق افتان وخیزان دررنگ مست طافح آمد، ودوزانو پیش خواجہ شد چون نظرش بر جمال خواجہ بیرنگ افتاد چون خرمن گل تنگ در کنار گرفت ودر صحن خانہ می غلطید ایشان لختے خودرا واگذاشتند۔ گاہے بر بالا وگاہے درتہہ می شدند و آزار ہابدن شریف راہ یافت چہ وے مردے زبردستے بودہ۔ ایشان فرمودند بہ ما ہیچ کارے داری؟ گفت۔ کارے کہ دارم بتو دارم ومقصودِ من توی۔ گفتند۔ پس مارا خود میکشی۔ فائدہ نکرد۔ آن گاہ فرمودند بجانبِ روے من بہ بین۔ بمجرد دیدن، از جاے برجست و برخاکِ ادب بنشست۔ وازین جرأت ندامت ہا کشید۔ وے گوید کہ آن روز درچشمان ایشان چیزے دیدم کہ ہنوز لذّت آن فراموش نمی شود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بی بی دولہ اہل وے رادرصحبتِ اوّل خواجہ بیرنگ کشف ملکوت واقع شدہ ودراندک فرصت بمقامات عالیہ رسیدہ وایشان نسبت وے می فرمودند کہ مردم قدر وے رانمی دانند۔ وے چنان شدہ کہ اگر رابعہ بصریہ درین وقت می بودے بایستے کہ درحلقہ ایشان می نشیند۔ وہم شیخ من گفتہ چون خواجہ بیرنگ خواستہ کہ بی بی (دولہ) را خلافت عطا کنند، شیخ تاج الدین رابوے فرستانید کہ اوّلاً درتوجہ وتصرف وے را امتحانِ تمام (کنند) کہ اعتماد شود آنگاہ خلافت دہند۔ ایشان بہ بی بی فرمودند کہ شخصے را بردرخود نشاندہ وبوے متوجہ شو وے چنان کردہ است وآن شخص بیخود شدہ وافتادہ آن گاہ بی بی را خلافت دادند و بارشادِ مسترشدان امر فرمودند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بشیخ الہداد می فرمودند کہ پیش ما چرا می آئی تو خود شیخ کامل درخانہ داری چرانہ بوے رجوع

می کنی۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بسیار زنان صالح درصحبت بی بی دولہ بشغل باطنی مستفید شدہ بودند وبکیفیت بے خودی رسیدہ۔ شیخ الہداد درسال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) برفتہ از دنیا و بی بی درسال ہزار و پنجاہ وہشت (۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۹م)۔ من بشیخ (الہداد) آشنا بودم و وے لطفے وشفقتے برمن می فرمود۔ گاہہا وے رامی دیدم کہ درترشح باران باوجود گل ولاے باخادم رجب نام بنماز خفتن بمسجد می آمد باشوق تمام۔ من از مشاہدہ دیدار وے شکر می کردم کہ یادے از اولیاے سابقین می داد۔

شیخ رستم

وے بسیار بزرگ است۔ از کاملان است۔ صاحب احوال عظیمہ است۔ شیخ من گفتہ کہ وے درطریق استقامت وتجرد واخفاے نسبت بے نظیر است۔ درچند روز سلوک طریقہ نقشبندیہ بہ کمال رسانیدہ درصحبت خواجہ بیرنگ باشارہ غیبی۔ بعد ازخواجہ بیرنگ باخواجہ ابرار تا آخر عمر وے صحبت داشتہ واستفادہ زیادہ ازانچہ درفہمِ ما قاصران درآید نمودہ۔ و وے از اصحاب ہمّت وتصرّف است۔ بارواح طیبہ نسبتِ قوی دارد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ ازمن سخنے می پرسیدند ومن نمی توانستم۔ درحین جواب گفتن برروے مبارک ایشان نظر می کردم کہ چشم خیرگی می کرد وآب چشم روان می شد چنانچہ درحین نظر کردن آفتاب۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ وے درزمان خواجہ بیرنگ خردسال بود، امّا ہم

منجملہ اعظم اصحاب بود۔ خواجہ بیرنگ بعد از تمامی سلوک ہمان سلوک کہ (در مجلس) بخلفاء می نمودند بوے می نمودند و در عقب آن نیز۔ شیخ من گفتہ کہ یکے از خصائص شریفہ وے آنست کہ آنقدر محبت بخواجہ بیرنگ و از خورد (خرد) و کلان خاندانِ وے او را است تو ان گفت کہ ایفاء حق ارادت می کند و باین صداقت از کم کسے ظاہر است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے من ساعتے نزدیک تربت مقدسہ خواجہ بیرنگ نشستم چون از آن جا برخاستم باوے گفتم کہ آنجا غیر از ذات حق ہیچ چیزے نہ۔ وے ازین حرف بسیار محظوظ شد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من بعد فوت شیخ رفیع الدین شبے وے را بخواب دیدم کہ مرا گفت، پیش ما بیا۔ درین اثناء خواجہ بیرنگ ظاہر شدند و بشیخ رفیع الدین فرمودند کہ فلانے (مرا) روز کے چند باوے کارہا است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے را باین (خوبی ہا) بندہ امروز از اصحاب خواجہ بیرنگ (دانستہ) رجوع بوے دارد و آثار عنایتِ وے در خود یافتہ و وے را ملاذ خود می داند در امور بسیار از ظاہر و باطن۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بی بی قطب والدۂ وے را در احتضار دیدہ شد از غلبہ نسبت وسطوت حال در نظر چنان نمود کہ گویا بشیرے نشستہ است دران حین مغلوب محبت خواجہ بیرنگ بود۔ سخت با حال شگرف و با نور، مردان راہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار از ہمّت و توجہات وے کہ بنسبت بادشاہ صاحب قرانِ ثانی در استقرار امورِ خلافت و سلطنت وغیرہ ذالک نمودہ بہ بادشاہ ظاہر ساختہ و آگہی دادہ و آشنا کردہ و بادشاہ امروز وے را از نیکانِ زمان می انگارد و بتلطف و کرم سلوک می فرماید۔ چنانچہ ظاہر است۔ روزے

وے بمن گفتہ کہ شکر است وقت آن ماندہ کہ مردم حسبۃً للہ از شتافتگی قدم برمی دارند وخود را بدوستان او سبحانہٗ برسانند و براہ مردانِ گذشتگان فرامی دوند۔ من از وے خوارق دیدہ ام وہم از زبانِ دیگران بکرّات شنیدہ۔ وہم من بیقین می دانم کہ اگر عقل مردے بودے بصورت وے بودے۔ و وے پسر دارد شیخ محمد قلی نام کہ سہ روزہ کلمۂ طیبہ را بزبان فصیح گفتہ بودہ است، وحاضران شنودہ۔ وے منظور نظر خواجہ ابرار است ومقبول خاطرِ شیخ من۔ امروز بہرہ مند ظاہر و باطن ومصاحب مزاج فہم۔ شیخ محمد قلی گوید کہ روزے در ایام صِبا بپدر گفتم۔ ازین جا جہرو کہ بادشاہی پُر دور است تماشا نمی توانم کرد۔ گفت ساعتگی بباش۔ درین اثناء پیل دمان بے پیلبان از اکبر آباد در رسید و پیلے دیگر ہم آنچنان مست و بے پیلبان از سکندر آباد فرا آمدہ باہم بجنگ در پیوستند تا دیرے۔ آخر ہر دو زالہ کنان در دریاے جون باہم در آب افتادند واین تماشاے بے نظیر در نظر آمدہ۔ وہم وے گفتہ کہ شبے بخواب دیدم صحراے ضخیم وحوضے کلان پُر آب وروبقبلہ۔ بر آن حوض جِنّے کثیر و جمع غفیر از مشائخ کبار و درویشانِ عالی مقدار نشستہ اند وخواجہ ابرار متصل برج جنوبی آن حوض بطریق شمال نشستہ درین اثناء خواجہ خرد خوش بحالت تجرید و بے تعینی با سواریٔ شیرے بدانجا می آمد۔ از مشاہدہ آن ہمہ خلائق بتعظیم قیام نمودہ اند و می گویند کہ خواجہ خرد آمدند و چنان ملحوظ می گردد کہ مردم بسیار در ہوا بر آب حوض ایستادہ اند وحوض از آن مردم پُر است و وے تصحیح لغات ''شرح مشکوٰۃ'' پارسی شیخ عبدالحق دہلوی را با فوائد چنیدہ احادیث شائستہ وتازہ جمع نمودہ است والحق آن

طرز نو است وخوش آئندہ وآن تالیف را ''سراج المشکوٰۃ'' نام کردہ۔ وہم این نام تاریخِ آن کتاب است۔ وے در سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) برفت۔ من تاریخِ او گفتم

اے خوشا زیستن ومردنِ آن زندہ دلے — کہ بدرد وغم او عمر نہ برباد گذشت
شد محمد قلی آزاد ازین دیر فنا — دولتے یافت کہ وے باغم دل شاد گذشت
زان دوئ کردہ ز دل دور بگفتم تاریخ — آہ صد آہ محمد قلی آزاد گذشت[1]

بعد اتمام ''اسراریہ'' بچہار سال حافظ عنایت اللہ پسر محمد قلی کہ مردے غریب و نادار است، گوید۔ کہ شبے من بخواب دیدم کہ خواجہ ابرار در مسجد جامع فیروزی آمدہ یکے را طلب داشتند، شیخ حسن خسر پورہ شیخ رستم کہ از دنیا رفتہ بود مرا آورد و شیخ یوسف برادر زادہ شیخ الہداد کہ ہم از دنیا رفتہ آنجا حاضر بود گفت حافظ را نہ طلبیدہ بلکہ شیخ رستم را طلبیدہ تا وے را بحضور خواجہ ابرار آوردہ اند۔ اتفاقاً در ہمان ایام کہ وے از بیماری بہ شدہ بود (قدرے) نقاہت داشت، روزے بزیارت حضرت قطب الدین قدس سرہٗ رفتہ بودہ است واز آن جا بیمار شدہ بہ علالت بخانہ آمدہ است۔ من بعیادت وے شدم۔ نیک باہوش بود۔ بر من لطف بسیار فرمود۔ (متعلق من) بمیر حسن پسر میر محمد زاہد گفت کہ فلانے کس خوب است وفاتحہ خواند و مرا رخصت داد۔ ہم شیخ من گوید کہ من در شب یازدہم جمادی الاولی بعیادت وے رفتم محتضر بود و باہوش وآگاہی بود، در ہمان شب برفت از سال ہزار و ہفتاد وسہ (۱۰۷۳ھ) و چون وے را در گور کردند

---

[1] درین مصرعہ تاریخ اعداد یک ''آہ'' (۶) نشمارند

بکنار صفہ خواجہ بیرنگ، باران ترشحے داشت بلطافت۔ و بر روے وے چون وے را در (گور) کردند بس نورانیت بود (ازین) و من بسیار خوشوقت شدم۔ شیخِ من گفتہ کہ من شبے وے را بخواب دیدم کہ جاے ایستادہ است و دریافتہ ام کہ وے از دنیا برفتہ بوے شدم و پرسیدم کہ حال بر تو چون گذشت، گفت، خوب گذشت، گفتم ہیچ تشویشے خود برسید۔ گفت اند کے رسید امّا الحمدللہ بخیر انجامید۔ باز پرسیدم کہ خواجہ بیرنگ را دیدد، گفت، دیدم و خواجہ ابرار را دید، گفت۔ آرے۔ گفتم پس چشم شمارا باید بوسید کہ بدیدار ایشان مشرف شدہ اند و تاریخ وفاتِ وے این قطعہ گفتم۔ قطعہ

شیخ رستم صاحبِ صدق و صفا چوں بسوے خلد اعلیٰ بُرد راہ
سال تاریخ و صالش عقل گفت کو حبیب خواجۂ ابرار آہ

شیخ مرتضیٰ سنبھلی

وے صاحب عشق و محبت و معرفت و وجدان است۔ چہ مشربِ عذب و چہ ذوق لطیف و چہ حال عالی و چہ نسبت قوی داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ چون بملازمت خواجہ بیرنگ مشرف شدم بے آنکہ طلب درمیان آید، رابطہ ایشان مرا فرا گرفت۔ از آن صحبت چون بر خاستم و بخانہ آمدم بناگاہ می بینم کہ صورت مبارک ایشان ہمہ جہات را فرا گرفتہ۔ حیران شدم۔ و ہنوز نوکری را وا نگذاشتم، و خواستم کہ بروے نظرے کنم، صورت مبارک ایشان از میان غائب شد۔ و این معاملہ در اکبرآباد بود۔ چون ایشان بدہلی متوجہ شدہ اند، من برخصت آمدہ ام

والتماس طریقہ کردہ۔ درآن وقت ایشاں برپا ایستادہ بودند مرا بگوشہ بردند و فرمودند، رابطہ بکنید۔ عرض کردم۔ رابطہ چیست؟ بحیاے تمام فرمودند حفظ صورتِ ما کنید۔ حقیقت حال راعرض کردم۔ لطفہا نمودند و (دوبارہ) اشارت بآمدن دہلی کردند وفرمودند کہ رمضان نزدیک است اگر توانید خود را درآن ایام برسانید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ درآواخر رابطہ صورت مبارک جدا شدن گرفتہ است، مرا ازین معنی اضطراب تمام روئے داد۔ بخواجہ بیرنگ عرض کردہ ام۔ فرمودند کہ کارِ خود کرد دیگر چہ کند؟ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ چہل روز کما بیش برمن چنان گذشت کہ ہر روز صفتے تازہ وحالے نومی فرستادند و چون آن واردمی رسد، متصل کس می آمد کہ خواجہ بیرنگ می طلبید چون بخدمت می رسیدم می فرمودند کہ این چنین چیزے بشمار رسید، عرض می کردم، آرے۔ می فرمودند۔ بروید بکار باشید۔ سبحان اللہ آن چہ طریقۂ ارشاد وتربیت بود کہ ایشان داشتند۔ بیک نظر کارے کہ سالہا میسّر نشود پیش می آید۔ چون از مسجد برمی آمدند ساعتے می ایستادند و بہر کدام ازین مردم کہ بمشایعت آمدہ بودند نظرے می فرمودند و ہر کدام را حال و صفت تازہ می بخشیدند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے درچنین وقت نظر انداختند مرا حالے پیش آمد کہ من خود را دیگرے دانستہ می دانستم کہ این مردہ است۔ وتا سہ روز این حال کشید ودرین سہ روز با خود می گفتم کہ فلانے کس خوبے بود حیف کہ رفت۔ درآن ایام کہ ہر روز حالے می فرستادند، روزے حالے رسید و کس نرسید۔ خود رفتم کہ عرض کنم امّا وقت آن نبود ایشان درتہہ خانۂ مسجد بودند و بر

چار پایہ دراز کشیدہ۔ جُزوے در دست داشتند و می دیدند چون مرا دیدند جز واز دست نہادند و باشارہ گفتند، بگو۔ ہر چند خواستم چیزے توانم گفت نتوانستم۔ ایشان تیز تیز می نگریستند و می فرمودند، بگو۔ لرزہ بر اعضاء من افتاد و حالتے غریب روے داد و این حالت تا دیر کشید بعد از مدتے آن اضطراب اندکے تسکین یافت۔ امّا دست چپ در لرزہ بود۔ این قدر توانستم گفت کہ ہیچ نمی توانم گفت۔ فرمودند۔ بروید ناطلبیدہ نیائید۔ چون از آن جا برخاستم و بیرون آمدم دیدم کہ ہولے عجیب کشیدہ ام۔ ساعتے بر دیوار تکیہ کردم و ایستادم تا بحال آمدم و ازین چند روز بیماریٔ تپ کشیدم۔

و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے حالے عالی وارد شدہ بود و من بآن حظِ تمام داشتم و خرامان خرامان در مسجد می گشتم۔ ناگاہ ایشان در مسجد آمدند و مرا بآن حال دیدند ہمانا مرضی نیفتاد۔ بعد از ساعتے سید احمد رسید، و دستے بر سینۂ من زد کہ ہاں چہ حال داری و روان شد۔ متصلِ این عمل، حال از من جدا شد، من مضطرب شدم و گمان کردم کہ این عمل از سید است و سید دست (درازی) بروے کردہ۔ در عقب سید رفتم و بوحشتِ تمام گفتم کہ این چہ بود کہ کردۂ۔ سید در خندہ در آمد و من ہر چند درستی می کردم سید می خندید۔ آخر چون دید کہ بسیار وحشت می کنم گفت کہ از من چیزے واقع نشد۔ ایشان مرا فرستادہ بودند ہر چہ کردم بفرمودہ ایشان کردم مرا در سلب (حال) دخلے نیست۔

و ہم شیخ من گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ را، زَنے در واقعہ دید در غایت لطافت و خوبی جلوہ گر شدہ متلذذ گشتہ۔ شیخ من کیفیتِ آن از حاضران پرسیدند۔

شیخ کمال[1] یکے از یارانِ ایشان گفت کہ حقیقت ذات احدیت بود ظہور فرمودہ، خوشوقت شدند۔ ہم شیخ من بمن گفت ازین قسم احوال بر عارف کامل می گزرانند و آن عارف در آن حال بہر رنگے و بہر کارے کہ متوجہ می شود لوجہ اللہ کند بلا حدث (نفس) چہ از آن نجاست پاک گشتہ است

از غیر خدا چون غسل کردی خود بار دِگر نجس نگردی

وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے یکے نزد خواجہ بیرنگ رسید و گفت کہ شاہ دھورہ کہ یکے از یاران است ایشان تصرّفے کردہ اند و وے بر زمین در افتادہ است و روے سوے ایشان می دارد گفتند مدّتے کشیدہ است بے جنبشِ دست و پا ۔ در آن حال جبین و سینہ وے خراشیدہ گشتہ و آغشتہ بخون۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ روزے وے پیش خواجہ ابرار اظہار درماندگی خود می کرد و می گفت۔ خواجم! ہیچ حالے و ہیچ مقامے نصیبِ ما نشد۔ ہمین طور بیکار ماندم۔ خواجہ ابرار گفت۔ این سخن شما بآن مستے می ماند کہ روزے کیفے خرید و بخورد و شورش آورد و بدمستیہا کرد و گریبان و جامہ اش پارہ گشت۔ پس از آن نظرش بر آن کیف فروش افتاد و بغضب گفت۔ مرا کیفے دادی کہ اثرش ہیچ ظاہر نشد۔ گفت آرے علامت بے کیفی و ہوشیاری از اوضاعِ ترا ظاہر است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ مرا بشیخ مرتضیٰ نیازمندی بسیار واقع است والطافے کہ در حق من می گردانید، در بیان نمی شاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے شیخ

---

[1] شیخ کمال قریشی۔ بہ طریقِ سیاحی بر قدم توکل بہ ہندستان تشریف آوردہ وزیر قلعۂ کہنہ دہلی بر کنار جون سکونت گرفت۔ وفات آن در سال ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶م (ذکر جمیع الاولیاء دہلی)

تاج الدین در سنبھل بود شیخ مرتضیٰ بصحبت وے می رسید واز وے تصرّ فے وتوجہے ظاہر می گشت کہ خلاف وقت خود می یافت وملول می شد بآخر ترک صحبت کرد۔ چون بہ دہلی رسید خواجہ بیرنگ پرسیدہ اند کہ بصحبت شیخ تاج الدین می رسیدہ اید، یانہ۔ صورت حال را معروض داشتہ است۔ فرمودند ازین بعد ہرگاہ کہ شما بصحبتِ شیخ می رسیدہ باشند نمی تواند در شما تصرف کرد۔ من بعد ہرگز چنان واقع نشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ مرتضیٰ گفتہ کہ من گاہ ہا بسر قبر شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی مراقب می نشستم۔ روزے صورت شیخ ظاہر شد و بر من توجہے کرد وانجذاب بہم رسید و درین اثناء صورت خواجہ بیرنگ ظاہر شدہ ومیان شیخ ومن حائل گشت۔ شیخ فتح اللہ ترین مرا گفت۔ می خواستم کہ ترا از من نصیبے رسد لیکن این تصرف نمی گذارد۔ روزے پیش شیخِ من این رباعی مذکور شد۔

رباعی

ہمسایہ وہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست　　در دلق گدا والطس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہان خانہ جمع　　باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

شیخ مرتضیٰ گفت، اے دریغا مثل مولانا جامی عارف کامل بتاکید قسم خوردہ می گوید کہ ہمہ اوست و ''اُو'' را مبدّل بہ ''از و'' نمی کرد و ہیچ اعتبار آن نمی کند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ مرا بشیخ مرتضیٰ نیازمندی بسیار واقع است واز الطافے کہ در حق من می کرد امیدواری با بیشمار دارم۔ گویند شیخ مصطفیٰ پدر شیخ مرتضیٰ کہ در دیشے بود صادق و عاشق۔ در ایام جوانی بر دختر ہندوے فریفتہ شد۔ آن دختر ہم بوے راضی گشت و نہان در خلوتش (بمرضی او) مسلمان کردہ بحبالۂ عقد خود در آورد و جماعتہ ہنود فریاد

بحاکم شہر بردند و کار شیخ را بظلم فرانمودند۔ حاکم ارباب شرع را طلبید و آن دختر را با پردہ حاضر کرد۔ قاضی از دختر پرسید کہ اگر شیخ ترا از روئے تعدّی برکشیدہ اش بگیریمش و بقبیلۂ تو حوالہ نمایم و اگر با شیخ راضی ہستی و مسلمان می شوی آن چنان برگوی۔ دختر گفت قبول کردم مصطفیٰ را و دینِ مصطفیٰ را۔ ازین اقرار ارباب شرع و حاکم خوشدل گشت و دختر را بشیخ سپرد۔ شیخ مرتضیٰ از آن دختر متولد شد۔ روزے شیخ مرتضیٰ بمن گفت کہ ہمّت و توجہ را اثریست سخت ظاہر و صاحب توجہ ہر کہ باشد۔ چنانچہ مشہور است کہ در ایّام پیشین برہمنے بودہ است، بُت پرست، روزے بکارے بجاے می رفت پسر خود را گفت۔ چنانچہ من در وقت طعام اوّل بہ بُت می خوراندم و پس من می خورم تو ہم آن چنان کنی۔ گفت۔ بلے۔ چون وقت طعام رسید پسر بتحقیق دانست کہ بُت ہم چون ما می خوردند و اصطلاحِ کفرہ نمی فہمید، شیر در ظرفے نہاد و گفتن گرفت۔ ''دودھ پیو، دودھ پیو'' گویند، وے را چون مدّتے گذشت والحاح از حد گذشت۔ بُت سر برآورد و قدرے بخورد۔ چون روزے دیگر برہمن باز آمد از پسر حقیقت طریقہ پرسید گفت من الحاح بسیار کردم تا قدرے شیر بخورد (استہزا خیال کردہ)۔ ازین معنی برہمن پسر را کسیل کرد و وے درویش صادق شد۔ در جمع مولانا قاضی محمد مسطور است۔ کہ حضرت احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ ہمّت، جمع خاطر و تسلط قصد است بر امر واحد، بر وجہے کہ خلاف آن در خاطر نیاید۔ چون چنین کند البتہ سبب حصول مراد است۔ فرمودہ اند ہر کہ را مہمے پیش آید می باید کہ مناسب آن مہم توجہ بحضرات اسماء نماید۔ اگر بیمار است باسم مبارک ''الشافی''

واگر فقیر است باسم ''الغنی'' وعلی ہذا القیاس۔ چنین فرمودہ اند کہ کمال توجہ بحضرات اسماء سبب فوز ونجات است، وقتے کہ شرائط توجہ بجای آوردہ شود۔ آن چنان اگر شخصے بموجب ایمان بصدق دل ہمگی ہمت بر بنداز حصول سعادت اخروی وسرمدی ہر آئینہ تخلف نخواہد کرد۔ اکابر طریقت فرمودہ اند۔ بے رضا (مولی) ماہمت نمی کنیم واگر کسے کند البتہ مغلوب گردد۔ تا اگر کافرے (ہم) ہمت بر سبیل دوام برامرے گمارد البتہ حاصل می شود این بنا بر تاثیر ہمت است، ایمان وعمل صالح درین شرط نیست۔ شیخ مرتضی در اوایل در حق من بشیخ من سخنے نیکو گفتہ کہ اثر آن بمدت دراز بظہور یافت۔ گاہ با کہ وے در وطن می بودید شیخ مرا می نوشت کہ صحبت وے را مغتنم دانی۔ من بدیدار وے می شدم۔ وے لطفے وعنایتے می فرمودہ وصحبتے بس نیک می گذشت۔ روزے من بخاطر آوردم کہ فلان فقیر کہ محقق، آگاہ ہست وعارف باللہ، چون است کہ نماز گاہے می گذارد وگاہے نہ۔ من این حرف را در خاطر تمام نکردہ بودم کہ وے گفت کہ وے می گوید کہ مرا می گفتند کہ نماز مکن (مستغرق شو)۔ در ''نفحات الانس'' است کہ پیش شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ گفتند کہ فلان تحت المیزاب نماز می گذارد۔ گفت۔ مگوئید ہمیشہ سرِ وے در صحنِ کعبہ در سجود است۔ ہمدر آن کتاب است کہ عین القضات ہمدانی در بعضے از رسائل خود نوشتہ است کہ محمد معشوق طوسی نماز نکردے (مگر) از خواجہ محمد ہمویہ واز خواجہ احمد غزالی شنیدم کہ روز قیامت صدیقان را این تمنا بود کہ کاش آن خاک بودہ کہ روزے محمد عاشق قدم بر آن خاک نہادہ بودے وہمدر آن کتاب است کہ این محمد ترک قبا بستہ بود۔

یکروز بجامع طوس آمد۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر میلے (بگفتن صفت او) می داشت این محمد بندے برقبادادو شیخ ابوسعید راخاموش کرد۔ زبانش نسبت اودر گفتگو بخود برآمدو شیخ ابوسعید گفت۔ اے سلطان عصر واے سرور وجود بند قبا وا بکشای کہ بند ہر ہفت آسمان وزمین نہادی۔ ہمدرآن کتاب است۔ از شیخ ابوعبداللہ خفیف پرسیدند کہ سبب چہ بود کہ وے بشام نماز نمی کرد۔ گفت پیوستہ مطالعۂ غیب می کرد۔ امور غیبی بر وے غالب آمد در مقام حیرت افتادواز اعمال ظاہری باز ماند۔ روزے من بخاطر آوردم کہ بشیخ مرتضیٰ بگویم کہ ہر چند در اشتغال ذکرِ باطن مداومت می نمایم چونست کہ چندان اثر نتیجہ آن بظہور نمی آید تا این سخن در خاطر کردم وے گفت در صحبت ابو یزید بسطامی مُریدے دایم ذکر می کرد و ہیچ اثر آن در خود نمی یافت۔ بایزید اورا ''سلطان الذاکرین'' لقب کرد، چون سبب آن پرسیدند، گفت۔ اگر یکے از شما در ذکر اثر نمی دید، کس می گرد۔ دوے ہر چند اثر نمی یابد فرا پیش می رود۔ وہم درین بابتہ از ''نفحات الانس'' مرا نقلے بنظر در آمد وآن وہم برطرف شد وتسلیٔ خاطر گشت واین است کہ شیخ الاسلام گفت کہ علی بن موفق را ہفتاد چہار بار بہ حج آرند وقتے حج کردہ بود وبا خود می گفت بتاسّف کہ می آیم ومی شوم نہ دل دارم نہ وقت (نمی دانم) من خود در چہ ام۔ آن شب حق تعالیٰ را بخواب دید، وے را گفت۔ اے پسر موفق تو بخانۂ خویش کسے رانخواستی نخواندی۔ اگر من ترا نخواستمے نخواندمے ونا آوردمے۔ در بیماری آخرِ شیخ مرتضیٰ، مرا اضطرابے سخت روئیداد کہ مبادا ازین صحبت جدا گردم اندرین معنیٰ کتاب ''نفحات الانس'' واکشادم، زاتفاق این شعر آمد۔

اگر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد　　تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بغل داری

روزے وے را ہم در آن بیماری بے خودی روزے داد۔ حاضران دانستند کہ برفت۔ عزیزے گفت۔ حیف کہ این چنین بزرگ ہم چنین برود۔ وے چشم وا کرد و باشارہ گفت۔ مرا بنشانید۔ چون نشست ساعتے مراقب شد و سر برآورد و ذکر جہر کرد و برفت در شب شانزدہم ربیع الاولیٰ از سال ہزار و چہل و ہفت (۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۸م) شیخ من گفت کہ خواجہ بیرنگ نیز در وقت رفتن ذکر جہر کردہ بودند و نیز گفتہ کہ نیّت در ذکر جہر، جماعتے کہ کردہ اند، این است کہ ہر نفس را اخیر می دانند۔ و در نفسِ آخر ذکر جہر سنّت است۔ نگر چہ قدر و منزلت است این سخن را در نظر اولیاے حق۔ در کتاب ''رشحات'' است کہ مولانا سیف الدین کہ از اکابر علماء آن زمان بود از حضرت عزیزان سوال کرد کہ شما ذکر علانیہ بچہ نیّت می گوئید۔ فرمودند کہ۔ باجماعِ ہمہ علما در نفسِ آخر بلند گفتن و تلقین کردن بحکم حدیث ''لَقِّنوا موتاکم بشهادت لا اله الا الله'' جائز است و درویشان را ہر نفس نفسِ اخیر است۔ من در تاریخ شیخ مرتضیٰ گفتم۔

قطعہ

آن صاحب کمالِ خدا شیخ مرتضیٰ　　از عالم فنا چو بدار القرار رفت

صبر و قرار رفت بہم دل زِ عاشقان　　ناگاہ ہم چو ماہ و شے از کنار رفت

از عالم فنای چو شبلی بحال خود　　چون رفت چون جنید بعلم و وقار رفت

تاریخ فوت او چو طلب کردم از خرد　　ہاتف زغیب گفت آہ ''نقیب دار رفت''

۱۰۴۷ھ

شیخ نجم الدین پسر وے کہ جوانے است، فہم بحقیقت بردہ۔ گفتہ چون پدر من محتضر شد۔ شیخ بہاء الدین ابن شیخ محمود حاضر بود۔ گفت شیخی پسر خود را بکہ می سپاری؟ گفت پدر من وقت رفتن مرا بکہ سپردہ بود۔ گفت بخدا، گفت من ہم وے را بخدا می سپارم۔ وہم وے گوید کہ بعد از رفتن پدر من در زیر بالین وے این غزل تازہ بخط وے یافتہ شد۔ غزل

نہ میل مُردن و نے شوق زیستن دارم — نہ ذوق خلعت و نہ خواہشِ کفن دارم
نہ دل کشد بسوے باغ و بیشہ وصحرا — نہ حَظّ عُزلت و نے عیش انجمن دارم
نہ حبّ صحبت مردم نہ حبِّ تنہائی — نہ می گزم زسخن نے سرِ سخن دارم
نہ عزم طاعت و نے قصد جرم وعصیانم — چگونہ عرض دہم حالتے کہ من دارم
ہزار شکر رضاے بہر طریق گناہست — سر نیاز بدر گاہ ذوالمنن دارم

حافظ جلال الدین

صاحب وجد و حال و ذوق است۔ در اوایل وے مرید عبدالشہید احراری بودہ است۔ پس از آن بصحبتِ خواجہ بیرنگ رسیدہ و در اندک فرصتے بہرہ فرا گرفتہ و فیضہا یافتہ و بکمال رسیدہ۔ شیخ من گفتہ وے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم بسیار در خواب دیدہ۔ بآن حضرت نسبتِ تمام داشتہ۔ از طلعتِ وے نور حقانیت ظاہر بود۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ از خواجہ ابرار روزے کہ حافظ وفات یافت شنیدم کہ وے مورد تصرّفات خواجہ بیرنگ بسیار می شدہ است۔ من از مردم فقراء بسیار شنودہ ام

کہ تصرّفاتے کہ از مشاہدۂ وجود عنصری خواجہ بیرنگ ظاہر شدے و کیفیت بظہور آمدے از بزرگان و کاملان اعصار سابقہ ہم بظہور نیامدہ۔ ہرگاہ ایشان بجنبش در می آمدند کیفیتے پیدا می شد آن کیفیتے کہ از توجہات و تصرّفات بظہور می آید مردم را از دیدن ایشان واقع شدے۔ و ہرگاہ ایشان در کوچہ و بازار عبورے می فرمودند، خردگان از بازی باز ماندہ بدیدار ایشان متوجہ می شدند و بعضے در پا افتادند و مست می گشتند۔ و بازارگان تا مادامے کہ ایشان را می دیدند متوجۂ ایشان بودے و حرفۂ خود فرامش کردندے۔ یکبارے راجپوتے فلان ایشان را بجاے دیدہ و در ایستادہ و گفت۔ خدا ہمین صورت خواہد بود۔ وقتے من این رباعی گفتم، شیخ من پسند فرمود

رباعی

اے خواجہ نقشبند اے صاحبِ ما اے خواجۂ احرار شہِ ملک بقا

اے خواجۂ بیرنگ محمد باقی اے خواجہ خورد یک نظر بہرِ خدا

من بحدِ بلوغ شرعی نرسیدہ بودم کہ روزے بنمازِ جمعہ در مسجد جامع فیروزی بودم۔ خواجہ ابرار و شیخ البہاد و جمعے کثیر از بزرگان در آنجا بودند۔ حافظ جلال الدین خطبہ می خواند بآواز دلکش و چشم گریان و مرا آنچنان گرفتہ کہ امروز چہل سال بیش است کہ از چشم و دلِ من آن حال فرا نرفتہ است۔ وفات حافظ در سال ہزار و سی و ہفت است۔ (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸م)

سید احمد

از خاصان محرمان خواجہ بیرنگ است۔ بسیار بزرگ است۔ صاحب مشرب عالی

وذوق شریف ونسبتے لطیف۔ شیخ من گفتہ بسیار بودے کہ خواجہ بیرنگ سید را می فرستادند کہ از احوال باطن یاران مسجد خبر گرفتہ بیاید۔ سید می آمد واز کیفیاتِ یاران مطلع شدہ می رسانید وہم چنین سید را بمزارات اکابر اولیاء ومشائخ می فرستاند و جواب می طلبیدند بے آنکہ جواب پسند بگوید۔ گاہ بودے کہ آزردہ با جواب برگشتے۔ تصرّفاتِ انفسی وآفاقی خواجہ بیرنگ زیادہ از آن است کہ در شرح گنجد۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ والدۂ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بصَوَر مختلفہ بسیار ظاہر می شدند۔ یکبارے درصورت آئینہ تصرّفے فرمودند وتجلّی نمودند۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بر والدۂ من نہایت عنایات والطاف وتوجہات عالیہ می فرمودند۔ شبے بنوبتِ شب باشی بخانۂ دیگرے بودند واز آن جا توجہے بوالدۂ من کردہ اند ووے را احوال عالی روے نمودہ وتجلّیٔ خاص مشرف گشتہ۔ پگاہ آمدہ پرسیدہ اند کہ بشب چہ حال گذشت۔ وے حقیقت را بعرض رسانیدہ، فرمودہ اند۔ وصل حق ہمین است۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ سید احمد باین فقیر عنایت بسیار داشت ومکرر از وے شنودہ شد کہ دعا می کرد بحق من۔ روزے کہ برفتہ ازین جہان روزے بود کہ از خانۂ وے کسے کہ برآید بُوے فقر از وے می آمد وعقیدت شریفہ خواجہ بیرنگ داشتہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بمن وعدہ کردہ اند کہ چون بہ بہشت رویم ترا برابر خود بریم۔ گویند یکے از یارانِ خواجہ بیرنگ را حالے پیش آمد کہ مرضیٔ ایشان نیفتا۔ در روزے سید حاضر بود کہ ایشان چیزکے در سوراخ دیوارے نہادند۔ فی الفور حالِ وے از دست بشد و بنابر مصلحتے وحکمتے وے را، نہ گفتند۔ وے مضطرب گشت و

حقیقتِ حال رابسید گفت۔ سید در خلوتے بعرض رسانید کہ آن بیچارہ خراب می شود۔ حضرت آن چیز رااز سوراخ برآرند ایشان بر روے تبسم آوردند و آن حال باز فرا آمد از زیادتی۔ در ''رشحات'' است کہ میر عبدالاوّل از کبار اصحاب حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ بودند و بشرف فرزندیت و دامادیٔ مشرف گشتہ بودند۔ در مبادیٔ حال کہ از نیشاپور بملازمت حضرت ایشان بماوراء النہر آمدہ اند و طریق رابطہ اختیار کردہ مدّتے ہفت سال متصل بورزش آن نسبتِ شریفہ قیام نمودہ اند و بشرائط آن اقدام فرمودہ و اکثر اوقات از آن قبیل بودہ است کہ چون چشم مبارک حضرت ایشان بر خدمتِ میر، می افتادہ (است)، ایشان او را از مجلس راندہ اند و سخنانِ درشت فرمودہ اند۔ بعد از ہفت سال ایشان را بفرزندی قبول کردہ اند۔ و صبیۂ شریفۂ خود را بحبالہ عقد ایشان در آوردہ اند۔ آن شریفہ للہ خدمتِ ہر دو پسران امیر گرفتہ بود۔ پسران او بمیر کلان و میر خرد معروف و مشہور بودند۔ گاہ بودے کہ خواجہ بیرنگ از بیعت مشرف نمودہ، مردم رابسید احمد حوالے فرمودہ۔ و بخلوتے خاص کم کسے از یاران درآمدے۔ (مگر) سید آمدے۔ و بسا کار کشاد مریدان ایشان بالتماس سید مذکور بظہور رسیدے۔ و در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) برفتہ از دنیا۔ در اوایل من سید را پیش شیخ خود دیدہ ام۔ وے از شیخ من مرا پرسیدہ کہ کیست، این جوان؟ گفت۔ صالحے است نامراد۔ از آن وقت وے مرا سخت دوست داشتے واز ماجراہاے کہ با خواجہ بیرنگ در خلوتِ

---

[1] در نسخہ ''صمدیت'' است

خاص بمیان گذشتہ بودے بیان فرمودے۔ روزے سید مرا گفتہ کہ ''خواجہ بیرنگ شبے بعد از نماز خفتن بدر مسجد آمدہ ایستادند در عالم استغراق و دست در کمر آوردہ ماندند تا مُوذّن اَذانِ بامداد گفت و نمازی باز در مسجد بنماز آمدند۔ (خواجہ بیرنگ مرا گفتہ کہ) آن شب بر ما چون ساعتے بگذشت۔''

شیخ عبدالغفور سنبھلی

از یاران خواجہ بیرنگ است۔ در کمالِ استقامت بودہ و صاحب نسبت عالی و استغراق تام۔ طریقت و معاملت با جذبہ بہم داشتہ۔ شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ روزے در مسجد فیروزی بر صفِ نماز مراقب نشستہ بودم در واقعہ دیدم کہ اکابر سلسلہ نقشبندیہ و چشتیہ قدس اللہ اسرارہم باہم جمع اند و ہمہ اکابر نقشبندیہ متوجہ ذات بحت اند و از اکابر چشتیہ خواجہ معین الدین تا خواجہ نصیر الدین دہلوی نیز توجہ بذات دارند و باقی متوجۂ صفات اند۔ و من از پیش خواجہ قطب الدین گذارا شدم خواجہ فرمودہ۔ اے فلان بیا، تا ترا چیزے کرامت کنم۔ درین اثناء خواجہ بیرنگ دست من گرفتند و گفتند از ماست۔ خواجہ قطب الدین گفتند چہ باشد کہ از ما ہم نفعے بوے برسد۔ درین وقت مُوذّن تکبیر گفت و من بافاقت آمدم و این اندیشہ در دل ماند کہ خواجہ قطب الدین کدام چیز کرامت می کردند۔ بعد از سہ چہار روز خواجہ قطب الدین را بخواب دیدم پرسیدم کہ آن چہ بود کہ شما لطف می فرمودند۔ فرمودند، آن سوز کہ در سینۂ تست۔ وے ہمیشہ منزوی بودے چون کوہ راسخ۔ و دریاے بود مواج

مستقیم الحال۔ وے از رسوماتِ (تکلفانہ) صوفیہ رستہ بود و بتر ہات آنان فریفتہ نشدہ بود۔ وے فرمودہ کہ ''فوائد الفواد'' آوردہ اند۔ ''کار را از اصل گرفتہ اند زین کار باید فرا رسیدن، در ''نفحات الانس'' می آرد کہ شیخ الاسلام گفت کہ ابو صالح حدثانی[1] گفت کہ در خانۂ ابوالخیر تینانی شدم بزیارت۔ مرا گفت۔ اکنون از سفر کجا می آئی؟ گفتم زطرتوس۔ گفت امسال بکجانیّت داری؟ گفتم۔ (نیّت) مکّہ دارم۔ گفت۔ حق تعالیٰ شما را چیزے داد، حقِ آن ندانستید و آن را نیکو نداشتید۔ (نتیجتاً) شما را در بادیہ ہا و دریا ہا پراگندہ ساخت۔ ابو صالح گفت۔ اے شیخ حج و غزا را می گوئی؟ گفت۔ آرے حج و غزا را می گویم۔ چرا نہ وقت خود را غنیمت گیرید و از آن باز نشینید۔ شیخ الاسلام گفت۔ مریدے پیش ابو القاسم خلّال مروزی شد از وے دستورے خواست کہ بسفر می شوم۔ پیر گفت چرا می روی؟ گفت اگر آب نرود تیرہ گردد۔ پیر گفت۔ چرا دریا (بحیرہ) نباشی کہ نرود و تیرہ نگردد۔'' شیخ عبدالغفور با شیخ مرتضیٰ اُخوت و محبت عجیبے داشت و بارہا بدہلی می شدند بزیارت قبر منورہ خواجہ بیرنگ در ایام عُرس۔ اکثر کسان در سنبھل بدیدار وے شدندے از خانہ چیزے خوردنی یا جنس نقد آوردے و زُود دعوتِ شان کردے و اگر یکے از آئندگان سخنانِ این طریق از وے پرسیدے از روے تجاہل اشارہ بیزرگے دیگر کردے و خود را بآن نیاوردے

دانائے راز، راز راز یابد تجاہل

من بسیار بوے شدمے و وے مرا سخت دوست داشتے۔ و ہیچ گاہ نگفتے مرا کہ باز

---

[1] کہ نامِ وے ''ہارون'' است۔ از نفحات الانس

برو۔ درخلوات سخنان این راہ بکنایہ ومعمانیک بمن آوردے وحکایت خواجہ بیرنگ بلطافت خاص بیان کردے ومرا ذل ببردے۔ ومرا ہمیشہ بوے نیاز نامہ ہا بودہ است درعرض احوالِ خود ووے رامفاوضات است بمن اکثرے درترغیب انزوا وعزیمت۔ روزے وے این نوشتہ۔ السلامۃ فی الوحدۃ

پشت بر دیوار کن خلوت نشین　　از وجود خویش ہم خلوت گزین

درین راہ ہر چہ ہست استقامت است۔ اللہ تعالیٰ نصیب کناد۔ بکار مشغول باشید واز خدا، خدا بخواہید۔

نمی خواہد کمالؔ از یار جزیار　　بیاموزند درویشان گدائی

وقتے این نوشتہ

فقر آن بگزید ہر کو عاقل است　　زان کہ درخلوت صفاہا حاصلست

خلوت چہ بہ زِ جلوتہاے خلق　　سر نبردے آن کہ گیرد پاے خلق

وروزے آن نوشتہ کہ مطالعۂ ہیچ کتابے بلکہ تلاوتِ قرآن مجید ہم (در بدایت) کارنکردہ است۔ فماوحیرانی راہ مقصود ہمین است۔ میسّر باد۔ ودر ''رشحات'' است کہ مولانا محمد روحی می فرمودند کہ وقتے مولانا سعدالدین کاشغری بحجرہ درآمدند ومصحفے برکنار طاق دیدند۔ فرمودند کہ آن چہ کتاب است۔ گفتم مصحف است۔ فرمودند (ابتداً) تلاوت بیکاری است یعنی مبتدی را باید کہ در بدایت سلوک در طریق نفی واثبات مشغول بود، تلاوت قرآن کارے متوسطان است ونماز گذاردن کار منتہیان است۔ اہل بدایت را اہم مہمات نفی واثبات است۔

وفات شیخ عبدالغفور در ماہ جمادی الاولیٰ از سال ہزار و پنجاہ و نہ است۔ (۱۰۵۹ھ/ جون ۱۶۴۹م) قبر وے بر درِ وے۔ وتاریخ وے این گفتم۔ قطعہ

عبدغفور چو از دارِ جہان رفت بزرگِ کامل و شیخ جہان رفت
بجانِ اہل شوق و عشق و عرفان بسا افسوس و فریاد و فغان رفت
بیُمنِ ہمّت بیرنگ خواجہ ہمہ عمرش چو عمر عارفان رفت
چو پرسیدم ز دل تاریخِ فوتش بگفتا "قطب سنبھل زین جہان رفت"

۱۰۵۹ھ

بعد از وے پسر وے عبدالواسع نام در ایام جوانی وے و من باہم بدہلی شدیم۔ وے بطالب علمی پیش شیخ من مشغول شد۔ مردے نیک بود مدّت ہا در آن جا گذرانید۔ شیخِ من گفتہ کہ عبدالواسع کسے خوبے بودہ خوش فہم وظریف۔ روزے بنبض شناسے کہ در علم حذاقت بے نظیر بود نبضِ خود باستہزا نمود کہ احوال مرا دریاب۔ وے نبض دیدہ گفت۔ زود کد خدا شو۔ وگرنہ بصارت تو می رود۔ وے این حرف را ہم استہزا دانست و بگفتۂ نبض شناس عمل نکرد۔ چون بسنبھل آمد بصارتِ او بکلّی برفت۔ و در آن وقت من گاہ ہا وے را می دیدم صحبتِ نیک می گذشت۔ وے سالہا زیست۔ روزے من بزیارت قبر پدر وے شدم۔ در آن جا جنازہ دیدم پرسیدم، کیست؟ گفتند۔ عبدالواسع۔ نماز گذاردم۔ در پائین قبر پدرش مدفون ساختند۔ در سال ہزار و شصت و ہشت۔ (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸م) شیخ عبدالغفور را برادرے بود شیخ رفیع نام۔ پیرے بود روشن لقای و نیک منظر۔

خدمتِ خطابِ جامع مسجد سنبھل داشت۔ خطبہ بآوازِ حزین و دلکش می خواند۔ روزے من بعرس شیخ محمد عاشق شدم چنانچہ ذرا حوال شیخ محمد صالح خواہد آمد۔

شیخ نعمت اللہ

وے مشہور بشیخی است واز اولاد شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاریست[1]۔ در خردسالی بطلب حق درآمدہ در سال ہزار و ہشت و بصحبت خواجہ بیرنگ پیوستہ واخذ طریقۂ نقشبندیہ نمودہ۔ خواجہ بیرنگ را بوے نظر لطف وعنایت بسیار بودہ۔ صفائی حال و لطافت نسبت از وے ظاہر بود۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا طلبیدند و خدمتے فرمودند۔ ہمان وقت ایشان قبض[2] داشتند۔ وَصفِ ایشان برمن منعکس شد چون بیرون آمدم کہ متوجہ آن کار شدم، حالتے روے داد برمن کہ قصدِ ہلاک خود کردم ولحظہ بلحظہ آن عزم قوی تر می شد تا آنکہ اگر جاے (بلند) می دیدم بخاطر می رسید کہ خود را بزیر اندازم وہم چنین وجوہ ہلاک مخطور می شد وسبب آن ہیچ نمی دانستم ونزدیک رسیدہ بود کہ خود را ہلاک سازم بعد از مدتے این اندیشہ کم شدن گرفت تا آنکہ زایل شد۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے

---

[1] حضرت شیخ عبداللہ انصاری ابن ابومنصور ہروی ولادت ۲ رشعبان ۳۹۶ھ/ ۱۰۰۶م سلسلہ نسبِ آن حضرت، معروف صحابی ومیزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری متصل است۔ وفات ۲۲ رذی الحجہ ۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸م است مشہور عالم دین ادیب وشاعر و پیر طریقت و رہبر شریعت است۔ خلیفۂ عباسی مقتدی باللہ آن حضرت را در سال ۱۰۸۳م لقب ''شیخ الاسلام'' عطا کردہ بود چند تصانیف معتبرہ از آن یادگار است۔ [2] در نسخہ ''فیض''

خواجہ بیرنگ درآواخر بآستانہ خواجہ قطب الدین رفتہ بودند آن جا متوجہ شدہ اند کہ بدانند کہ خاک ایشان از کجا است۔ ارواحِ طیبہ مشائخ بسیار حاضر بودند۔ از آن میان خواجہ مسعود بک[1] گفتہ۔ خاک ازین شہر نیست وہم چنین تعارفِ مواضع و بلاد کردہ اند۔ وآخر گفتہ بلکہ خاک شما ازین عالم نیست۔ خواجہ بیرنگ تعبیر این معنیٰ را از اصحاب پرسیدہ اند کہ آن جا حاضر بودہ اند۔ آنان وجہے گفتند مرضیٔ ایشان نیفتاد۔ بعد از آن از من پرسیدند۔ چیزے گفتم۔ ایشان را خوش آمد وفرمودند چیزے خوب گفتی۔ ہمانا کہ اَجسادِ مُطہرہ بعضے اکابر را حکم ارواح می دہند۔ وفاتِ وے درنہم ماہ ربیع الاوّل از سال ہزار وشصت وپنج (۱۰۶۵ھ[2]/ ۱۶۵۵م) است من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

صد آہ کہ شیخ نعمت اللہ — برداشت رخت از زمانہ
معروف بہ شیخی ار چہ بودہ — شیخی بدہ پیش اُو فسانہ
''شیخی نماند'' گفت ہاتف — تاریخ وفاتِ آن یگانہ

۱۰۶۵ھ

---

[1] شیر خان مسعود بک از اقربای سلطان فیروز شاہ۔ مرید باصفا شیخ رُکن الدین بن شہاب الدین امام بودند ''مراۃ العارفین'' و ''تمہیدات'' تصانیفِ اوست وقصائد وغزلیات بسیار دارد۔ ۲۸ رجب ۸۵۸ھ/۱۴۵۴م وفات یافت۔ (از جمیع اولیاء دہلی) این شعر اوست

چند رانی تیغ مژگان بردلم — خون من خواہد گرفتن دامنت

[2] درنسخہ ''ہشت'' است مگر در قطعہ تاریخ۔ تاریخ وفات آن ''شیخی نماند'' است وعدد آن ۱۰۶۵ برمی آید۔

وے را بر من لطفے بودہ است بسیار۔ ہر گاہ من بوے شدمے سخنان بس دلآویز از احوالِ خود گفتے وتاثیر نسبت خواجہ بیرنگ را کہ حکم اکسیر داشتہ بہ نحو بہترین بیانے فرا آوردے۔ روزے می گفت درآن وقت اندر غلبہ حال چنانچہ چیزہا پیش نظر در می آید۔ مرا پس ہم بنظر درآمدے۔ وپیش وپس یکسان نمودے واضح۔ وہم وے می گفت کہ مجذوبے بودہ در دہلی اہل استغراق ہمیشہ افتادہ می بود۔ گاہے کہ خواجہ بیرنگ بدآن کوچہ گذشتندے وے برجستے واز پئے ایشان گامے چند برفتے وخوش خوش بگفتے۔ اینک سردار می رود یعنی بزرگ می رود۔

خواجہ محمد صادق

وے طفاے شیخِ من است عالم بودہ و فاضل۔ خواجہ بیرنگ بوے التفات وعنایت بسیار می داشتند۔ وتوجہات نیک می داشتند۔ شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ درزمانہ خواجہ بیرنگ مرا حالے بود کہ درشرح نگنجد چندین ماہ چنین بود کہ از خود خبرے نداشتم۔ باندک محرک رقت روے می داد۔ الحق، اثرِ نسبتِ خوبے خواجہ بیرنگ مفہوم می شد۔ درطریق نیاز وارادت مستقیم بود۔ وہم شیخِ من گفتہ۔ بعد ازآن کہ این نسبت واقع شد از صحبت خواجہ بیرنگ در پیوست ودرہم سایگیٔ ایشان جا گرفت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے را فضائل وکمالات بسیار بود۔ وتالیفات لطیفہ از قلم وے ظاہر شدہ۔ ''ناقد اسماء الرجال'' و''کلمات الصادقین'' وغیرآن۔ دراوایل رمضان سال ہزار وپنجاہ ودو، بہوش تام ذکر گویان برفت وہم شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ وقتے مولوی جامی بکوچہ میگذشتند جوانے ''برہمندر'' نام

بحسن و جمال، او باشانہ، بلا شانہ بدیوارے سوار نشستہ ایشان نگاہے عاشقانہ بوے کردہ اند۔ وے را جوش آمد، در مستی از آن دیوار بر آمدہ و بر سینۂ ایشان ضم شد۔ ایشان دست دعا برداشتہ اند و گفتہ۔ الٰہی صد و بست سالہ شود پدر قلندر است۔ (دیدگان) ماجرا شنید و پس کشید و وے را کشان کشان بخدمت ایشان آوردہ و در پاے انداختہ و عذر ہا خواستہ کہ این بے ادب کار رفتہ را عفو نمایند و توجہے فرمایند کہ آدم شود۔ ایشان خوشوقت شدہ اند دو غزل فرمودہ و یکبار وے را خواندہ۔ وے نیک خواندن باز گرفتہ و صاحب علم و دانش گشتہ۔ و وے بعمر صد و پانزدہ یا شانزدہ بود کہ بدبلی آمدہ من وے را دیدہ ام و آن دو غزل از زبانِ وے شنیدہ و بیاد گرفتہ بیک واسطہ از مولوی۔ و از آن دو غزل یک مصرعہ این است۔ مصرعہ

''طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت''

من ہر گاہ بدبلی می شدم پیش شیخ خود، خواجہ محمد صادق مرا سخت دوست داشتے و از احوال خواجہ بیرنگ حکایاتِ غریبہ گفتے و مرا دل نیک خوش کردے۔ وے در آخر رسالہ ''حکایات الراشدین'' خود کہ ہم تاریخ آنست می نویسد کہ شکر خداوند سبحانہٗ بکدام زبان تواند زد۔ این رباعی لائق حال این مرہون الطاف ایزدیست

رباعی

صد شکر کہ شد دین نبی آئینم و ز رب بوحنیفہ شد تلقینم
صد شکر کہ از راہ فنا و بقا در سلسلۂ خواجہ بہاء الدینم

نزد اہل دانش و بینش چنانچہ دین محمدی از ادیان ممتاز است و مذہب بوحنیفہ از

مذاہب امتیاز دارد، سلسلہ نقشبندیہ از سلاسل دیگر مستثنیٰ است و نسبت این بزرگواران فوق ہمہ نسبتہا است۔ چہ نہایتِ دیگران در بدایتِ ایشان مندرجست۔ وقتے من نسخۂ ''کلمات الصادقین'' وے را مطالعہ می کردم۔ ذکر نورالدین محمد آمد، اتفاقاً ہمدران وقت پسرے را کہ بخانۂ سید فیروز در آن ایام متولد شدہ بود تقریب نام نہادن آمد و از من پرسیدند۔ من ''نورالدین'' گفتم و از آن جا خبر رسید کہ منجمان ہم ہمین نام گفتہ اند و آن پسر مقبول از ارادہ الٰہی چاردہ سالہ برفت از دنیا۔ خواجہ محمد صادق را پسریست خواجہ محمد صدیق نام از مہین تلاندہ شیخ منست و با شیخ من صحبت داشتہ۔ وے ہم عالم است و فاضل و اہل این کار و در مسجد جامع فیروزی ہمیشہ بدرس علوم دینیہ یقینیہ مشغول و بغربت و مسکینیت و انزوا و عزلت در زاویہ خویش است۔ و بعد اتمام ''اسراریہ'' برفتہ در سال ہزار و ہفتاد و یک۔ (۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱م) قبر وے متصل بصفہ خواجہ بیرنگ است۔

خواجہ محمد ملیح

وے طفاے خواجۂ کلان برادر شیخِ من است۔ وے بزرگ است۔ شیخ من گفتہ کہ وے بعد وقوع نسبت ترک تعلق نوکری کردہ بصحبت خواجہ بیرنگ رسید۔ وضع صلاح تمام داشت و تقید بعبادات و اوراد۔ و ہم شیخِ من گفتہ کہ من در بیماریٔ اخیر وے را دیدہ بودم۔ در نظر بسیار غریب نمود۔ بذکر اشتغال داشت در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱م) برفتہ از دنیا۔ من بوے آشنا بودم سخن نیک با قیمت

گفتے و بر من لطفے و عنایتے داشتے۔

شیخ رفیع الدین

بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی قدس اللہ اسراہم در صحبت خواجہ بیرنگ نسبتہاے عالی پیدا کردہ و معرفت واسع و حال قوی نصیب وے گشتہ در علم ظاہر شاگردِ پدر خود است و در علم باطن بہ از پدرِ خود۔ رسائل تصوف پیش خواجہ بیرنگ گذرانده بود و استفادہ نمودہ۔ شیخِ من گفتہ کہ وے بسخنانِ صوفیہ مناسبتے تمام داشتہ است۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ من مقدمہ ''شرح لمعات'' مولوی جامی را نزدِ وے گذرانده بودم۔ وقتے در آوان شباب بوے گفتم کہ مرا بعلم تصوف شوقست غالب، می خواہم پیش فلان شیخ کہ درین دستے تمام دارد، بشہر وے رخت بندم و استفادہ کنم وے گفت من آن شیخ را نیک می شناسم، شما خود بہتر دانید۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے با آنکہ چند پشت شیخ و شیخ زادہ و صاحب سجادہ است رعایت طریق نقشبندیہ را بہ نہجے می نمود کہ گمان نمی شود کہ وے را بسلسلہ دیگر ہم نسبتے باشد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے باین فقیر مہربانی بسیار می نمود و بسیار در باب این بندہ لفظہا برزبان مبارک وے گذشت کہ اظہار آن مقدور نیست۔ حق سبحانہ بطفیل خواجہ بیرنگ و اصحابِ ایشان این گرفتار را بمرادے کہ دارد برساند۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ در اوایل خواجہ بیرنگ بسنبھل شدہ اند و درمیان راہ بشیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری ملاقات شدہ خواستہ اند کہ بشیخ بیعت کنند۔ درین اثنا یکے گفتہ فلان نماز بسیار

می گذارد۔ شیخ گفتہ، نماز بسیار گذاردن کارِ پیران وزنان است۔ ازین معنی در توقف افتاد درین باب شیخ من گفتہ کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ دراوایل خواستہ اند کہ بسید قاسم جلال تبریزی بیعت کنند۔ دیدہ اند کہ جماعہ درویشان مخالف طریقۂ ایشان بے تحاشی مرتکب امور نامشروع می شدہ اند اگر چہ آن مردم درگرد وپیش سید قباب ایشان بودند۔ چنانچہ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار می فرمودند کہ سید قاسم می فرمودند کہ مرا شیخ زادۂ ترکستانی گفتہ ہم چنان کہ این خویشانِ ما قباب ما شدہ اند۔ روزے باشد کہ خویشان تو قباب تو شدند۔ آخر خواجہ احرار بخاطر آوردہ اند کہ'' اِتّقو مواضع التھم ''۔ وبیعت موقوف کردند۔ وخواجہ بیرنگ شیخ اللہ بخش را بجذبہ می ستودند وبسیار تعریف می نمودہ کہ چون شیخ در ہندستان کسے ندیدہ ام۔ پس از آن سنبھلیان را بقدوم میمنت لزوم نوازشہا فرمودہ اند۔ چنانچہ مجملے در ذکر سید محمد سرسوی بیاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بار دوم خواجہ بیرنگ بکد خدائی شیخ رفیع الدین بہ اعظم پور رفتہ[1] اند۔ در آن جا شیخے بود عالمے۔ وے بجمیع تلامذہ خود گفتہ کہ

---

[1] درنسخہ ''عقب آن'' [2] اعظم پور باسٹہ یک مقام مشہور بہ ناحیت ضلع بجنور است واین در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ در ریاستِ شیخ ابوالمناف است۔ درباره شیخ ابوالمناف صاحب ''نخبۃ التواریخ'' نوشتہ اند:

> ''شیخ ابوالمناف از امراے وقت خود بود وصاحب جاہ وحشمت در زمانہ اکبر جلال الدین از اعظم پور باسٹہ برآمدہ بتقریبی در امروہہ آمد ووطن گرفت ونسبش بمحمد بن سید ناصدیق عتیق می پیوند۔''

شیخ ابوالمناف مرید وخلیفہ شیخ عبدالمجید علویست، ودرسہ ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۶م وفات یافت.... جاری

درین شہر جماعہ فصوصیان آمدہ اند، زنہار پیش شان نشوید، چون این حرف بخواجہ بیرنگ رسیدہ خوشوقت شدند۔ گاہ ہا بشیخ رفیع الدین می فرمودہ انداز روئے طیبت کہ فلانے! آن مُلّا چہ می گفت؟ کہ جماعہ فصوصیان آمدہ اند پیش آنہا نروید۔ گفت بلے وایشان منبسط شدہ اند۔ گویند پیش زمان در آعظم پور بزرگے بودہ است شیخ عبدالغفور عالم وعامل در سال نہ صد ہشتاد و پنج (۹۸۵ھ/ ۱۵۷۷م) برفتہ از دنیا ووے معاصر شیخ عبدالعزیز چشتی است

شیخ عبدالغفور و اصل حق — آنکہ بودہ است قبلۂ آمال
مرغ روحش خورد نسیم وصال — کامِ دل یافت گشت فارغ بال
ذاکرے سال فوتِ وصلش گفت — کہ شدہ محرم حریم وصال

۹۸۲ھ

از این تاریخ ہشتاد و دومی برآید۔ واللہ اعلم۔ چون رسالہ عینیہ شیخ عبدالعزیز و دیگر

جاری

ودر احاطۂ شیخ گھاسی مدفون گشت برادرزادۂ آن نورالدین ملا نوری این قطعہ تاریخ وفات گفت

ابوالمناف امیر و نصیرِ دولت و دین — ز شاہِ وقت بدریافت منصبِ بالا
بزرگوارِ جہان بود عم مخدومم — بخیر رفت ز دنیا بہ رتبہ والا
نوشت بندۂ نوریؔ بمرگِ او زیبا — ابوالمناف در آمد بجنت اعلیٰ

۲۰ — ۲۰+۱۰۲۶=۱۰۴۶ھ

راقم الحروف اعنی مصباح احمد صدیقی از اولادِ این شیخ ابوالمناف است۔ ودیگر اولاد شیخ ابوالمناف درامروہہ ودیارِ دیگر بسیار است۔

سخنان توحید بوے رسیدہ وخواندہ واین حرف بنظر وے آمدہ کہ (اے ارجمند دلبند این جادلاور شو۔ ودر دل خود فروزو۔ وبے وحشت وبے خوف انا الحق بگو۔ وسر و پادر وحدت انداز وبمقصورسی وہم چون کوران درراہ نمانی۔ قد علمنا ھذا و حقیقتھا بغایت التحقیق۔ انتہیٰ۔ وے نامہ نوشتہ بشیخ عبدالعزیز وبعضے گویند کہ وے درمقابل ''عینہ'' رسالہ ''غیریہ'' نوشتہ بود بصحت نہ پیوستہ۔ امّا آن نامہ اینست کہ حضرت کریم ورحیم آن قدوۂ طریقت محرم خویش راہر روز ترقی برمقامات ذات وصفات عالیات خویش عبورے ودرمنازل مشاہدات بے تصور اسماء وصفات حضورے کرامت فرماید۔ سرفراز نامہ درترتیب مقدماتِ اہل تصوف رسید۔ کم استعدادی نگذاشت کہ آن را تمام فروخورد۔ اے جانِ جانا! خداوند عزیز حکیم از مکونِ حقیقت ماخبر دارد کہ'' ماقدر اللہ حقّ قدرہ '' چون وے تعالیٰ براعیان ثابتہ ماازازل ازروے علم فایق بودہ کہ ازحیثیت وکم علمی ماازمعلوم سابقۂ خودتوضیح فرمودہ۔ ''اِنّما اَنابشرٌ مثلُکم یُوحیٰ اِلَیَّ'' یعنی حقیقت وجود مارادرگمانِ خود، بروجودخویش فرض نکنید، واین توبرہ قارورات رابرمنابرقدس ننہید۔ ''و کل الناس فی ذات اللہ جاھلٌ[1] ۔ جمیع خلق''۔ عقول عزول خویش فروبردہ (باعتراف عجز) برخوانیدہ اند۔ ازکلام عارف ربانی وعاشق سبحانی۔

سبحان خالقی کہ صفاتش زکبریا — بر خاکِ عجز می فگند عقل انبیا
گرصد ہزارقرن ہمہ خلق کائنات — فکرت کنند درصفت عزتِ خدا

---

[1] درنسخہ ''جمعاً''

آخر بعجز معرفت آئیند کاے اِلہ دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

اے جانِ محققان و روح مشتاقان، چون ما غریبان از یافت این نعمت کُبریٰ ودریافت این سعادت عظمیٰ عاجز گشتیم ودردریاے حیرت لا یعلم الّا ھو ۔فرو رفتیم وبحکم ''فان لم یجد ھا وابلٌ فَطَلٌ'' جویان حضرتِ وے شدیم پس آن بہتر کہ در ظاہر قرآن و احادیث رسولِ رحمٰن دستِ بیعت زنیم و دامن عقود ''اِتّقوا اللہ و یحذرکم اللہ نفسہٗ'' ودرپیش نہیم وسخن بارگاہ ''اَلْفقر فخری'' (زدیم وگفتہ)۔قدوہ محققاں ذوالنون مصری ''یا بُنَیَّی اذا صحّ حالکُ مع اللہ لا یشغلک عنہ شاغلٌ ولا تشتغل بما یقول الخلق عَنک و لن یغنوا عَنک من اللہ شیاًو اذا صَحّ حالک مع اللہ ار شدک الطریق الَیہ و افقک بسنۃ النبی علیہ السلام و ظاھر العلم و ایّاک والدعاوی فیمالیس لک من العلم ۔ ھلک عامۃ المریدین لا دَ عاء الباطلہ'' باورکنیم ۔وصحتِ حال باللہ تعالیٰ فرورفتن است دروے براہِ ذکر (اللہ) وآن معلوم این قوم است ۔(فرورفتن) دروے براہ ذکر آن است کہ حرارتِ ذکر درصمیم قلب ذاکر آن رسد۔ وسمع وبصر وعلم ایشان راو'' مایتحقق بھم ۔'' ہمہ رابسوزد۔وعیون ظنیات اِنّی ھا ،راازاعتبارواحتساب بخود، بسوزدوغیبت وحیرت افزایدوعلم ایشان راوعلم ہمہ عالم رادرطاقچۂ علم قیوم علوم فروریزدواز غلباتِ شوق وشدتِ محبت توانند کہ انا الحق وسبحانی درزبان بے زبانی شان برآرندومعذرت آن نیزکنند۔''الحق الحقّ والعبد عبدٌ، لا یو

خذون بمعذرتهم ولو انّه خطاءٌ۔'' اگرچہ خطا است ہرچہ می گوید بگستاخی روا است مگر از غلبہ نیستی است۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ می گوید۔ ''ما الایمان باالله منّی۔'' ''الارادت ترک الاراده'' بمرید صادق روی نماید ''فمن کان یرجو لقاء ربّه.... احدا۔'' جز درین منزل میسّر نیامد۔ ومشاہدۂ ''قل جاء الحق و زهق الباطل۔'' از ایقان شریعت نقیہ ذکیہ محمدیہ علیہ السلام بر سرائر وضمائر مخلصان ومتعقدان تجلّی فرماید۔ الفت توحید وانس تجرید نقد وقت گردد۔ وبخدائے رب العزۃ از شرح چیزے کہ وے وے را بطور سرّ واقع شدہ بود شرم می یابد کہ این نوع مکنونات را از سرّ بکشاید۔

وبحکم رابطہ اخلاص، ضابطہ اختصاص، روحانیت حضرت علیہ السلام را کہ ''من رانی فی المنام فقد رای الحق'' در وحشت وغربت دستگیر خویش یابد۔ ''اللهم صلی علی محمد بعددِ اسماء الحسنیٰ'' دیگر آن روح دیدہ مشتاقان، در رسالہ ''عینیہ'' نوشتہ اند کہ ''اے ارجمندِ دلبند این جادلاور شو، ودر دل خود فرورو۔ وبے وحشت وبے خوف ''انا الحق'' بگو وسر وپا در وحدت انداز و بمقصود رسی وہم چو کوران در راہ نمانی''۔ جواب۔ چون من از دیرگاہ معتقد این خاندان عظام (مرا) این کلمات نہایت ناخوش آمد کہ آنچہ حق تعالیٰ پوشیدہ آن را تصریح کردن باز نتوانم۔ اہل این زمانہ کہ از دور قرب حضرت علیہ السلام دور افتادہ اند وبہزاران بلا وبدعت مبتلا گشتہ اند۔ (عوام) از یک دو کلمہ از شما، چندین شرک فہم کنند وراہ خود را برباد دہند۔ نزدیک است انچہ تحقیقاتِ محققانست بہ شرائط

اگر حق سبحانہ تعالیٰ درین باب ہمت بخشد تحقیق کنیم (حالا) در دل ہمتے ازین بیشتر نمی شود وقصہ ذکر تمامش کردیم کہ بستہ گشتہ است۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ)۔ شیخِ من بشیخ رفیع الدین محبتِ خاص داشتہ وصحبتہاے نیک بمیان گذشت۔ روزے شیخِ من از وے پرسید کہ شیخا! اجلۂ اصحاب خواجہ بیرنگ راشما خوب دیدہ اند۔ آن نسبتے کہ خواجہ بیرنگ داشتہ در ہیچ یکے از ہمہ اصحاب واقع بودہ است۔ گفت من جمیع اصحاب ایشان را دیدہ ام ومشائخ کبار واولیاء نامدار را ہم دیدہ وصحبت داشتہ امّا آن نسبتے کہ ایشان داشتند در ہیچ فردے از آن افراد نیافتم۔ آرے آن نسبت امروز در شما می یابم۔ ہم روزے شیخ من باوے نشستہ بود ووے مراقبہ داشتہ بود چون سر برآورد وگفت۔ آن نسبتے کہ در صحبت خواجہ بیرنگ حاصل می گردد الحال الحمدللہ کہ در صحبت شما ہمان نسبت متحقق است۔ بارہا من با شیخ خود بوے می شدم وصحبتے عجیب بمیان می گذشت۔ روزے در اوایل شیخ من بوے می گفت۔ شیخا!.... در حق جوابے کہ مطلوب من است از لطف وسعی کار دریغ نداری۔ (گفت) بلے وہم بطیبت گفت رضا ہست کہ اورا بدہیم (ترا) با چشم تو۔ شیخ من گفت۔ زنہار با چشم من نہ گیری۔ ازین لطیفہ ہم گنان خوش گشتند۔ شیخ رفیع الدین شیخ پدرِ من است۔ وپدرِ من ذکر باطن از وے گرفتہ وبجمعیت حضور و آگاہی رسیدہ۔ پدر من گفتے کہ من بصحبت پدرِ وے ہم رسیدہ ام ومشائخ بسیار را دیدہ۔ امّا چیزے کہ باسیتے از وے یافتہ۔ گاہ ہا پدر من ومن بوے شدمے والطاف وعنایات بسیار یافتے۔ وفات وے در روز عید قربان از سال ہزار وبست

ونہ است۔(۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) ونعشِ وے رااز برہان پور بدہلی آوردند۔ وے راچند برادر وچند پسر بودہ اند ہمہ از نیکوان زمانہ واندر اخلاق نیک یگانہ۔ از آن جملہ شیخ علاء الدین برادر وے کہ بصفاتِ حسنہ واخلاق عالیہ موصوف است باشیخِ من اخلاص خاص دارد، ومحبت نیک سالہا گذراندہ است۔ شبے شیخ من بعرس شیخ عبدالعزیز رفتہ ومرابا خود گرفتہ مطربان دہمال میر خسرو شروع کردہ اند۔ شیخ علاء الدین از شنیدن آن در افتاد و بے خود گشت ومدّتے درآن حال بماند، دانستند کہ برفت۔ ووے راچندین سال است کہ بحسب تقدیر الٰہی بطرف بنگالہ رفتہ وہمان جا سکونت گرفتہ۔ برمن لطفے وعنایتے داشت۔ شیخ عبدالحی بن شیخ رفیع الدین بسخنانِ صوفیہ آشنا بود۔ من ووے عمر عزیز باہم گذارندہ ایم۔ وفاتِ وے درسال ہزار وشصت داند است (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م)۔ شیخ لطف اللہ برادر خرد وے غریب ونادار بود۔ سفرہاے آزادانہ کردہ است۔ باشیخِ من نیازمند باخلاص بود۔ وے جوان برفتہ درسال ہزار وپنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔

شیخ محمد زاہد

وے ہروی الاصل است۔ پدرِ وے محمد صالح بہندستان آمدہ وتوطن اختیار کردہ صاحب اخلاق عظیمہ بودہ است۔ گویند پیش، کسے کہ بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ، میر محمد زاہد است۔ وایشان بروے عنایات والطاف بسیار می فرمودند ودراندک فرصتے بمواہب عالیہ بہرہ ور گشتہ۔ صاحب ذوق وحال واستقامت بودہ ودر

طریق معاملت راسخ۔ ہمّت عالی داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ از روحانیت مقدسۂ خواجہ بیرنگ لطفہاے عظیم ظاہری شدو ذکر کرد آنچہ وے را روے دادہ بودہ است۔ وہم شیخِ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودند کسے کہ بفناے ذاتی مشرف گشت پاک و پاکیزہ شد۔ از وے ہیچ گناہے و ہیچ تقصیرے ہرگز بظہور نیاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ آثار و برکات در وے بسیار بود۔ طبع موزون داشتہ۔ آگاہی یافتہ بر معنیٰ نسبت۔ و بعضے اشعار وے را خواجہ ابرار خوش می کردند۔ وفات وے در سالِ ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔ من ہر گاہ وے را دیدمے ادب و نیاز بسیار بجا آوردمے کہ وقت بسیار با قیمت بود و ہم در صحبتِ وے گاہ ہا کہ اثر جمعیت یافتمے مرا آن حکایت بیاد آمدے کہ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ بعضے اکابر رضوان اللہ علیہم اجمعین گفتہ اند کہ بعد از نماز دیگر (مراد نماز عصر است) ساعتے است باید کہ در آن ساعت بہترین اعمال مشغولی محاسبہ است۔ و محاسبہ آنست کہ اوقاتِ ساعاتِ شب و روز را حساب کند کہ چند از آن بطاعت صرف شدہ است و چندان بمعصیت۔ آنچہ بطاعت گذشتہ بر آن شکر گوید و آنچہ در معصیت گذشتہ از آن استغفار کند۔ بعضِ دیگر گفتہ اند بہترین اعمال آنست کہ خود را بصحبت کسے رساند کہ حقیقت دنیا از حق و غیر حق پیش وے نمودہ شود۔ و بجناب حق سبحانہٗ مایل و منجذب شود۔ اہل تحقیق گفتہ اند بہترین اعمال آنست کہ بغایت اشتغال بہ غیر حق سبحانہٗ ملول شوند و بحق سبحانہٗ مایل۔

شیخ جعفر محمد

صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ واز مقبولان خاص ایشان است ومحل الطاف عالی گشتہ۔ سخت اندر (معاملت و) طریق صحبت است۔ از اولادِ شیخ یوسف قتال است کہ بزرگے بود صاحب آیات و مقامات۔ و در سال نہ صد وسی و سہ (۹۳۳ھ/ ۱۵۲۷م) برفتہ از دنیا در بست ونہم ذی قعدہ۔ و شیخ ہاشم طفاے وے نیز از فرزندانِ شیخ یوسف قتال است۔ بزرگ بودہ اندر طریقت، صاحب اعمال و احوال صافیہ۔ من دراوایل وے راہمراہ شیخ خود یکمرتبہ دیدہ ام واز وے لطفے وعنایتے برخود یافتہ۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و یک است (۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱م)۔ شیخ من گفتہ کہ وے عزیزے بود بسیار بابرکت۔ وآثار نیکی و پاکی از وضع وے لائح بود۔ واز دنیا واہل دنیا برکرانہ می زیست۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ جعفر گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا فرمودند کہ از طفاے خود پرسید کہ امروز وقتِ صبح چہ حال پیش آمدہ بود۔ چون من از طفایم پرسیدم، گفت حالے عجبے کہ ہیچ گاہ آنچنان روے ندادہ بود، روے داد۔ گریہ بسیار کردم ومحظوظ شدم یعنی درآن وقت خواجہ بیرنگ از مقامے کہ بودہ اند بروے توجہے خاص فرمودہ اند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در زمان حیاتِ خود تلقین بعضے از طالبان بہ شیخ جعفر امر می فرمودہ اند وتوجہے وے درآن مردم سرایتِ تمام می کرد۔ و شیخ من گفتہ کہ بعد از وفات خواجہ بیرنگ وے چون بحال بعضے متوجہ شدہ است فقر درآن مردم پیدا شدہ۔ ووے مشربے خوبے داشت وصفاتِ

نیک از وے ظاہر شدہ۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م)۔ من بوے آشنا بودم ہرگاہ اتفاق ملاقات افتادوے سخنانِ بس لطیف آوردے۔ و درمیانِ شیخ من و وے صحبت بے تکلفانہ کہ گذشتے، بگفتے و مرا محظوظ ساختے۔ گویند روزے وجد و سماع کردہ است چون پرسیدند کہ تو در سلسلہ نقشبندیہ ارتباط داری و درین طریقہ سماع نیست، ترا از کجا رسیدہ۔ وے بطیبت گفت، من در خاندانِ چشتیہ کدخدا شدہ ام سماع من از آن جا بمن آمدہ است۔

شیخ محمد ہاشم سنبھلی

از یارانِ خواجہ بیرنگ است۔ آثار و برکات از وے نیک ظاہر بود۔ اخلاق و مروّت عالی داشت۔ و غربت و شکستگی عالی تر۔ شیخِ من گفتہ کہ وے از خردسالی بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ و از نسبت شریف متاثر گشتہ۔ صاحب ذوق و احوال عظیم بود۔ بعد از خواجہ بیرنگ بصحبت خواجہ ابرار تا آخر عمر پیوستہ و نسبتے خوبے داشتہ۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من خواجہ بیرنگ را در برہان پور در خواب دیدم بصورت شیرے و مرا بخود کشیدند و بے اختیار از آن جا برآمدم۔ و ہم شیخِ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ را یکبارے بصورت فیلے در خواب دیدم و اصحاب کبار ہمراہ بودند و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ عبدالحق گفتہ کہ خواجہ بیرنگ غوث اعظم را بصورت فیلے سفید دیدہ بود۔ و ہم شیخِ من گفتہ کہ محمد ہاشم گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ در مسجد جامع فیروزی مراقب بود، فرمودند تحقیق کنید در این جا، بوے بدمی آید مگر کسے دعوت

می خواند۔ چون من تفحص کردم در تہہ خانہ ہاے مسجد درویشے مسافر یک دو روز گذشتہ بوذ کہ بآشناے یکے از یاران ایشان فرود آمدہ بود و روز دیگر خود بخود بدر رفت۔ وے را بشیخ مرتضیٰ نسبت خواہر زادگی بود و وے در سال ہزار و پنجاہ و یک از بامے کہ سکونت داشت، شبے بزمین افتاد و برفت از دنیا (۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱م)۔ من ہر گاہ در اوایلہا بوے می شدم بہ نسبت وطن مرا دوست گرفتے۔ پس از آن گاہے کہ با شیخ من مرا دیدے بہتر از آن لطف داشتے کہ داشتے۔

شیخ ابا بکر سنبھلی

از یاران خواجہ بیرنگ است صاحب جذبہ و کیفیت و احوال۔ شیخ من گفتہ کہ وے در اوایل چندین سال در صحبت شیخ ابّن کہ از خلفاے شیخ علاء الدین چشتی است بودہ و ریاضتہا کشیدہ، پس از آن بخواجہ بیرنگ پیوستہ۔ در وے آثارِ جذبہ ظاہر بود و در زبانِ وے تاثیرے بود و خواجہ بیرنگ التفاتِ بسیار بوے داشتند۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ یکبار شیخ تاج الدین از طور دیوانگیٔ وے از طعن اہلِ سنبھل تنگ دل شدہ بخواجہ بیرنگ چیزے نوشتہ و خواجہ بیرنگ در جوابِ وے این رقعہ نوشتہ اند کہ ''خشکی دماغ شمارا کہ در باب شیخ ابا بکر نمودہ بودید خواندیم۔ این نوع چیزہا مناسب مقام شفقت و کارشناسی نیست۔ اولیاء از کبائر محفوظ ہستند۔ نامرادِ بے چارہ کہ روزے چند سلوک طریقہ تصفیہ کردہ باشد از کُجا محفوظ و معصوم باشد تا خلاف استقامت از و ظاہر نشود۔ خصوصاً آن کہ در عشق مولیٰ دیوانہ و منحرف العقل باشد۔ استقامت

صفات از و نباید چشم داشت اگر چہ بولایت برسد۔ خدا داند کہ درآن وقت چہ نامعقول، معقول اوشدہ باشد۔ کارخانۂ دیوانہ ہا دیگر است۔ باین نسبت کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است، بالجملہ ہمہ (دیوانگان) را در مرتبہ اش معذور می باید داشت ونظر بر فاعل حقیقی باید گماشت۔ بل معیت وجود را دیدہ، ادب شناخت این است کہ نفوس مختلفہ کہ بعضے امارہ بعضے مطمئنہ وبعضے درمیانہ کہ لوّامہ می گویند، اند۔ اگر چہ ذوی العقول باشند (چونکہ صرف اصحاب) نفوس مطمئنہ اولیاء اند، اصحاب نفوس امارہ را نیز معذور می باید داشت۔ بل بنظر لطف می باید دید۔ ودر ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل (عزّ شانہٗ) بکار باید بُرد۔ وطعنِ اہلِ سنبھل را نیز انکار نمی باید کرد بل بنظر رحم ایشان را باید دید کہ از استقامت عقل برآمدہ اند وشیوۂ مراتب نفوس فراموش کردہ (اند) اگر عاجزے یک گناہ بکند حکم بر بطلان (کلی) او چرا کنند ومجموع امور را برین (یک) چرا حکم فرمایند۔ الحمدللہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیاء است، خود در (وقت) ظہور این امور طریقے دیگر دارم، ہرگاہ ملامتے می رسد در خود می نگرم آن صفتے در خود می یابم واین اشارہ را موعظت غیبی می دانم۔ چنانچہ درین بارہ نیز خود را متہم ومبتلاے بلیات یافتم والتجا بحضرت کریم او بردم۔ ایشان نیز متضرع شوید۔ بارے بگوئید کہ از ملامت سنبھلیان چہ ضرر لاحق خواہد شد، عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ برطرف خواہد شد، یا ضرر در کار خداوندی خواہد شد۔ مصرعہ

مُعشوق ترا، وبر عالم خاک"

انتہیٰ کلامہٗ قدس سرہٗ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ ابا بکر شبے، ماہ منور را نظارہ می کرد۔

خواجہ بیرنگ فرمودند چہ می بینی؟ این تجلّی است از تجلیاتِ صفاتی۔ پدرِ من با وے دوستیٔ تمام داشت۔ بہ نسبت وطن و روزگاری در دہلی باہم گذرانده اند در سرائے کٹرہ شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری۔ پدرِ من گفتے کہ وقتے وے در منزل من بیمار شد۔ خواجہ بیرنگ بعیادت وے تشریف آوردند و ساعتے نشتند و من بدیدارِ ایشان مشرف شدم و ایشان تفقدِ وے نمودند و بر من الطاف فرمودند و نعمتے غیر مترقب دست داد۔ پدر من ہمیشہ شکر این نعمت بجا آوردے و حق وے بر خود ثابت داشتے۔ من از خردی باز بوے آشنا بودم و وے مرا سخت دوست گرفتے و از مبادیٔ حال خود حکایاتِ غریبہ آوردے و ببعضے خیر مرا بشارت دادے۔ روزے وے مرا گفتہ کہ ترا چہار پسر آید۔ آخر ہم چنان بظہور آمد کہ وے گفتہ بود۔ و وے گفتے کہ من در صحبت شیخ ابّن ریاضات و مجاہدات بسیار کشیدم لیکن مقصود خود را در اندک فرستے در صحبت خواجہ بیرنگ فرایافتم۔ و ہم وے گفتے مرا کہ عمر من از صد متجاوز شدہ و درین عمر مشائخ کبار و مجاذیب صاحب معنیٰ بسیار دیدہ ام لیکن مثل خواجہ بیرنگ عارف و محقق کامل را ندیدہ و امروز مثل خواجہ خرد ہیچ جا پیدا نیست۔ و ہم وے گوید کہ وقتے از خواجہ بیرنگ سفارشے گرفتہ بخانخانان بیرم شدم در برہانپور۔ دیدم کہ خان پیل سوارہ بشہر درمی آید، بر پشتہ بایستادم و نامہ بوے دادم۔ خواند (و گفت) کہ دیوانہ ایست۔ متوجہ وے شدم گرہ خاطر وے واشد۔ و گفت تو خود دیوانہ نہ، بیا، بمانشیں۔ گفتم۔ لباس من شرمگین است و بد بودار۔ گفت۔ لباس تو نزدِ من خوشبودار است۔ گفتم۔ تعظیم در کار نیست۔ مرا دریاب۔

آخر بر نشستم۔ خان بسیار عالی ہمّت وصاحب کرم واز افاضلِ زمان بود۔ گفت۔ ترا با خود خواہم داشت۔ گفتم۔ نہ ساعتے بزپیلم با توام۔ چون فرود آمدم گفتم ہمین رخصت من است وساعتے نیک (ہم صحبت) ببودیم۔ بعدہ اسپے وسی صد روپیہ در صرّہ وکتاب ''مجموعۂ خانی'' داد۔ وروان شدم وتا اکبر آباد ہمہ مال خرچ کردم مگر بست روپیہ، وروزے بشہرے برآمدم و برسر قحبۂ (خانۂ) کلان، مثال بے خیال۔ ایستادم۔ چند جوان گفتند بمزاح کہ اینک عاشق وخریدار نورسیدہ۔ گفتم بلے من عاشقم، لمحہ حرف زدم وچند روپیہ بآن قحبہ دادم وراہ خود گرفتم۔ انتہیٰ۔ ووے آن کتاب وآن صرّہ را بہ پدرِ من داد۔ من دیدہ بودم۔ بعد از آن پدر من بہ پسر وے شیخ محمد کہ جوان شائستہ واہل این کار بود بداد۔ روزے من ووے پیش شیخ خود بودیم و مائدہ طعام بمیان بود کہ خواجہ ابرار در رسید ور وبروے ہمہ بنشست و بطعام مشغول شد و بوے گفت۔ بخور۔ وے گفت چہ خورم شمارا از حالِ من پروائے نیست وتفقدِ من نمی کنید ومن خادم خاص خواجہ بیرنگم۔ خواجہ ابرار فرمود اوّل طعام بخور پس در دِل بگو۔ وے لقمہ بخورد وبخروش درآمد کہ من خواستم یا شیخا نخورم امّا حرص نگذاشت واز ہر دو دست شکم خود کوفتن گرفت خواجہ ابرار گفت۔ دیوانۂ بس کن، بس کن، چون بس کرد بگریہ درآمد۔ خواجہ ابرار بہ تبسم گفت۔ ہاں، دیوانے از بس کہ شکم خود کوفتہ نیک گرسنہ شدہ باشی، بخور۔ شیخ وحاضران خوشوقت شدند۔ گویند وے پیش ''اختیار خاں حسن پوری'' رفتے وتکالیف مالایطاق بمیان آوردے۔ خان آن ہمہ تحمل نمودے و بنیاز ومروّتے پیش آمدے کہ مقدور (ہر) بشرے

نباشد۔ وخان مرتبہ سخاو بردباری آن قدر داشت کہ درین جزوزمان ندیدہ شدہ و نشنیدہ۔ چنانچہ ہزاران جان ماندہ از بنیاد ہستی محروم جمعے را در گرد و پیش خود جا دادہ بود واز روے شفقت تفقدِ حال ہمگنان می نمود، و وے با شیخ من بغایت نیازمند بود۔ شیخ من گفت کہ من در مرض اخیر وے[1] را دیدم دہ دردہ۔ ریش بر پشت آوردہ بود و سر ہمہ واشگافتہ۔ وے[2] آمد۔ (اختیار خان) سر برآورد و چین با بر و نکرد و برضا جان داد۔ در سال (ہزار و) پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔ روزے من جاے نشستہ بودم۔ مردے آمد بصورت و لباس صلحا و بنشست پرسیدم کہ اسم شریف؟ گفت۔ اختیار۔ گفتم۔ اختیار خانید۔ گفت آرے۔ وسخنان از شیخ من بسیار گفتن گرفت۔ مرا بسیار خوش آمد۔ وے از امراے نامدار بادشاہی بودہ است۔ روزگارے کہ من بدہلی می باشیدم شیخ ابا بکر آن جا رسیدے و صحبتہا غریب گذشتے۔ روزے جوانے را بوے نمودم کہ مبتلاے زنے بود۔ ناگاہ آن زن از پیش می گذشت۔ وے گفت بجوان کہ لمحہ محبوبہ خود را ایستادہ دار کہ نظارہ کنم۔ زن اندر حکم جوان بود۔ بیک اشارہ در ایستاد و کرشمہ ہا آورد۔ وے بتواجد در آمد و نعرہا زد و طپانچہ بر روے و سنیہ زدن گرفت و ریش خود را بدست گرفت و گفت۔ تف برین ریش کہ چند داند سالہ شدم و این مردیست و از پارچہ بر برآورد و بجوان بخشید۔ وفاتِ وے ہم در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) است و قبر وے در باغ آستانۂ خواجہ بیرنگ۔

---

[1] یعنی اختیار خاں را۔ [2] شیخ ابا بکر سنبھلی

شیخ محمد طاہر

شیخ من گفتہ کہ وے صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ بکمال صلاح وسعادت آراستہ۔ ومدّت ہا بکسب کتابت قُوت بہم رسانید۔ من بوے آشنا بودم بسیار غربت و شکستگی داشت۔ برمن لطف وعنایت می فرمود۔ وے (ہم) درسال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) برفتہ از دنیا ودر باغ خواجہ بیرنگ مدفون شدہ۔

شیخ موسیٰ سرہندی

وے ازمجاذیب بودہ۔ صاحبِ احوال وذوق عظیم۔ شیخِ من گفتہ کہ عجب استقامتے وعجب شورشے (داشت و) جامع این دوصفت بود۔ بوسیلہ خواجہ ابرار (خواجہ حسام الدین احمد) بصحبت خواجہ بیرنگ پیوستہ و دراندک زمانے کیفیات ہاے غریبہ روئیداد۔ بعداز وفاتِ خواجہ بیرنگ تابود، درسایۂ خواجہ ابرار بود وخواجہ ابرار نسبت بوے رعایت بسیار می فرمود۔ چہ ریاضت ہا کہ وے داشت و چہ تقید بعبادت و امور دینی با دیوانگی ہا مستمر اینست علامتِ الطاف لاریبی الٰہی نامتناہی۔ من وے را دراوایل درسال ہزار وسی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) بصحبت شیخ خود دیدہ ام عجب حالے وعجب شکستگی داشت۔

شیخ عثمان جلندھری

وے بزرگ صاحب اخلاق ومعاملت نیکواست۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من

سہ ماہ کما بیش بخواجہ بیرنگ صحبت داشتہ ام۔ صاحب ذوق و وجد و حال بودہ است۔ رقیق القلب وچشم گریان۔ وہم شیخ من گفتہ کہ من وے را دیدہ ام و شنودہ ام کہ درصحبت وے جماعتے از طالبان می باشند ومستفید نسبت وکیفیت می شوند۔ من وے رادرلاہور دیدہ ام درحجرۂ مسجد شیخ فرید بخاری چنانکہ شیخ من گفتہ کہ درصحبت وے جمعے از طلاب مستفید نسبت اند، یافتم وصحبت ہاے عجیب بمیان آمد، چنانچہ روزے بمن گفت کہ جاے مرتبط شدہ وشغلے گرفتہ (شو) چون مامور با خفاے طریقہ ونسبت بودہ ام، گفتم امیدوارم۔ وے گفت بقیدارادت ما درآئی و نعمتے فراوان فرا گیر۔ من درشگفت شدم وہیچ نگفتم۔ پس ازآن ہرگاہ مرا دیدے ہمان سخن بتاکید گفتے، من درمی گذراندم۔ روزے مرا بگوشہ بردہ گفت ازتو طمعے و توقعے ہیچ چیز نداریم۔ چون وضع تو خوش آمدہ می خواہم کہ بہرہ خوبے بتو رسد۔ گفتم۔ ان شاء اللہ وبمنزلِ خود آمدہ درفکر افتادم کہ من مرید عارف باللہ ام واین عزیز این چنین می گوید چہ باید کرد۔ وکلیات خواجہ بیرنگ کہ باخود داشتم براین معنیٰ کہ باین عزیز چہ سلوک کنم بکشادم۔ این شعر برآمد

من ازان شہر کلانم، نہ ازان دیہ کہ توی با ہمہ خلق جہان دار و بدارے دارم

دغدغہ از خاطر بدر رفت۔ بوے شدم وگفتم۔ آنچہ می گوی برگوی۔ وے خود مشتاقِ این معنیٰ بود۔ مرا بخلوت بردو متوجہ شد۔ من نسبت خود محکم گرفتم۔ درصحبتِ وے من دیدہ بودم کہ مردم از پای درافتادہ اند بیخود شدہ، مرا ہیچ تغیرے نشد۔ بعدہٗ فقط اللہ اللہ چند بار برمن گفت ہیچ ظاہر نشد وگفتم بارک اللہ۔ وفاتِ وے در سال ہزارو پنجاہ داند

است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔ قبر وے در قصبۂ وے۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند کہ شبے بخواب دیدم کہ درمیانِ شاہ راہے بزرگے ایستادہ ام، و ازین شاہراہ شاہراہاے باریک ہر طرف رفتہ است ناگاہ دیدم کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی علیہ الرحمۃ بر سر یک راہ ایستادہ اند۔ مرا گرفتند و گفتند۔ ''قال النبی صلی اللہ السماع لاَھل اللہ حلالٌ ''پس اشارت کردند کہ بیا تا ازین راہ ترا بدہ خود برم و مرا خاطر نمی کشد کہ از آن شاہراہ بزرگ براہ دیگر روم ناگاہ دیدم کہ حضرت قاسم قدس سرہٗ بہ اسپے سفید سوار از آن شاہرہ برآمد و گفتند این شاہراہ بشہر می کشد بیا تا ترا بشہر برم بعد از آن مرا ردیف خود ساختند و بآن شاہراہ در شہر آمدند'' بعضے عارفین می گفتند کہ اشارت باین معنیٰ است انچہ حضرت سید قاسم در بعضے اشعار معارف شعار خود فرمودہ اند کہ

من ازان شہر کلانم، نہ ازان دیہ کہ توی باہمہ خلق جہان دار و بدارے دارم

شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی

عالم است بعلوم ظاہری و باطنی۔ و فضائل و کمالاتِ وے زیادہ از ازانست کہ بہ بیان در آید۔ نسبت بہ پدرِ خود درست می کند۔ ہمیشہ در طریقۂ مستقیمہ بعبادات و طاعات مشغول است۔ مشرب عالی و وسیع دارد۔ صدق و راستی از افعال و احوال وے ظاہر و پیدا است۔ اخلاق مشائخ کبار و اولیاے نامدار دارد۔ دریاے کرم و جود است۔ با ہر خرد و بزرگ بتلطف پیش می آید۔ شیخِ من در سلسلہ قادریہ اجازت از وے دارد۔ چنانچہ این شجرہ عالیہ در خاتمہ بیاید و وے در سال ہزار و شصت و ہفت

(۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) با برادرِ خود کہ پس ازین مذکور می شود و جمعے کثیر از اہل اصلاح بعزیمتِ حج برآمدہ و در دہلی با شیخِ من صحبتہاے نیک بمیان آمدہ و بحرمین محترمین رسیدہ در سال ہزار و شصت و نہ (۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹م)، و با جمعیت صوری و معنوی باز آمدہ۔ شیخِ من وے را بسیار می ستایند و از بزرگانِ وقت می دانند و گویند ''زہے معاملت نیکو و زہے استقامت و زہے سعت مشرب کہ وے دارد۔ من در آمد و شد لاہور بدیدار وے می رسم۔ وے آنقدر لطفے و عنایتے بر من می کند کہ نمی توانم شکر آن گفت۔ روزے در اوایل از زبان وے شنیدہ ام کہ می گفت۔ اندرین راہ صدق و راستی بس مطلوب است۔ این سخن مرا بسیار کارگر افتاد۔ چون در سال ہزار و شصت و دو (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲م) شیخِ من بشہر لاہور شد من ہم از سنبھل براہِ سہارن پور روانہ لاہور شدم اتفاقاً روزے کہ بسر ہند رسیدم، آن شب، شبِ عرسِ شیخ بودہ است۔ بہ شبِ بست و ہشتم ماہ صفر۔ وے را دریافتم بغایت لطف فرمودہ گفت عجب سعادتمند بود کہ بدین شب متبرکہ رسیدہ و رسم آن جارا چنین دیدم کہ در آن شب جمعے حفاظ را در میان مجلس نشاندند و بخواندن بعضے سُورِ قرآن مجید مثل یٰسین و کہف و غیرہ ذالک مجلس را بآخر رسانیدند و مجلسیان را ہم براے چنین سعادت در آن شب جمعہ مستعد ساختند و بمولود خوانی و غیر آن پر داختند۔ چون شیخ احمد (سرہندی) مولود خواندن را منع فرمودے۔ مخدوم زادہای بموافقت پدرِ خود می روند۔ آخر چون من از آن مجلس برخاستم و آخر شب بگوشہ نشستم در خانقاہ، شیخ فاضل درویش سرہندی ہم آنجا آمد و نشست و اشعار ہندی و پارسی خود خواندن آغاز کرد و

چندان بآواز بلند وشوق ارجمند خواند وزمزمہ ہا کرد کہ من بسیار محظوظ ومسرور گشتم۔ دراثنائے بعضے شعر پارسی وہندیٔ خودرا من ہم برموافقتِ وے خواندم۔

گرفتارم درپیش جگر چہ یاراست

وتا نماز بامداداین صحبت گرم بود۔ بعد نماز شیخ محمد سعید مرا گفت جمعہ خواندہ بہ بستر خواب رو۔ چنان کردم و درآن روز بعد اتمام مجلس طعام از یارانِ شیخ احمد (سرہندی) ومریدان مخدوم زادہا و پسران ومریدان شیخ آدم بنّوری و دیگر عزیزان شہر بخوشوقتی وجمعیت تمام نماز جمعہ ادانمودند۔ پس ازآن من شیخ فاضل را دردہلی دیدم پیشِ شیخِ خودووے بہمراہی شیخ محمد سعید بغزیمت سفرحجاز برآمدہ بوداما مانعے پیش آمد وبرفت۔ شیخ من گفتہ کہ وے درویشے است نیک باہمّت۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' سہ سال شیخ محمد سعید بدہلی آمدہ وآزاری شدہ بسرہند برفت ودر سرائے سنبھالک برفت از دنیادربست وپنجم ماہ جمادی اولی روز جمعہ ازسال ہزارو ہفتادویک (۲۵ر جمادی اولیٰ ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱م) ونعشِ وے رابسرہند بردہ درگنبد پدرِوے مدفون ساختند۔ وتاریخ وے من این گفتم ''وائے شیخ سعید'' (۱۰۷۱ھ)

شیخ محمد معصومؒ[1]

وے برادرِ شیخ سعیداست۔ وے ہم نسبت بپدر (خود) درست می کند۔ وہم اندر

---

[1] پیدائش ۱۱رشوال ۱۰۰۷ھ مئی ۱۵۹۹م ووفات ۹ر ربیع الاول ۱۰۷۹ھ/ اگست ۱۶۶۸م۔ ناصرعلی سرہندی این قطعۂ تاریخ گفت.....جاری

علوم ظاہری و باطنی چون برادر، صاحب حال و کیفیات است۔ در صحبت وے تاثیریست بس قوی۔ مریدان صاحب نسبت و کیفیت دارد و چون برادر فاضل و صاحب تقوی و وَرَع است و در معاملت سخت نیک۔ پیوستہ بعبادت و طاعت اوقات معمور دارد۔ و جماعت طلّابِ وے کہ در اطراف و اکناف اند، از وے بہرہ ہا نیک یافتہ اند و آن جماعہ زیادہ از حد و شمار اند و روز افزون۔ گویند وے خرد سال بود۔ روزے پدر از وے پرسیدہ است کہ اندر جہان تعداد زنان بسیار است یا مردان، گفت۔ زنان بسیار اند گفت چون، گفت خدائے تعالیٰ یک مرد را چہار زن تجویز فرمودہ۔ میر مفاخر حسین بن میر عماد کہ از مریدانِ شیخ محمد معصوم است گوید کہ وقتے از خاطر برادر من شرف الدین حسین از بعضے سخنان غامضہ کہ در مکتوباتِ شیخ احمد مسطور اند تردّد و توقفے بہم رسانیدہ بود و حل معنی آن نمی شد۔ روزے شیخ محمد معصوم دفعتاً وے را بآن مکتوب طلبید و ہمان موضع اشکال را برآوردہ بیانِ معنی فرمود چنانکہ زنگ از خاطر برآمد۔ و ہم میر گوید کہ وقتے سید محمد علی نام موے ریش شیخ محمد معصوم شیخ خود اندر دستار داشتہ بود، چون خواست بخلا جارود آن موی را (از سر برآوردن) فراموش کرد۔ در اثناء راہ بناگاہ دستار از سرش بر زمین در افتاد و وے آن

چراغِ خاندانِ نقشبندان فروغِ دینِ احمد خواجہ معصوم
بسوئے گلشن عقبیٰ قدم زد از ین ویرانہ آباد کہن بوم
ز دل پُرسیدم از سالِ وفاتش ندا آمد ز عالم رفت معصوم

۱۰۷۹ھ

در تاریخ محمدی ''رفتہ ز جہان امام معصوم'' ہم نوشتہ است ص ۳۴۸

موی از سر برآوردہ بجاے داشت۔ ہم میر گوید کہ وقتے مریدے از مریدانِ شیخ محمد معصوم در جالندھر بر دختر نے عاشق گشت و او را قبول کرد و خطبہ نکاح خواندہ و مضطرب شدہ پیش شیخ خود بسرہند آمدہ وحقیقت حال را عرض کرد شیخ گفت۔ ہر چند زودتر بجالندھر، می روی کارت بآسانی میسّر است۔ وے تیز ترک بجالندھر رفت۔ (و) مردم خانہ دختر بے ہیچ تردد، آن دختر بوے نکاح در بستند۔ من بارہا بدیدارِ وے برسیدہ ام ولطفے وعنایتے از وے بسیار دیدہ ام۔

شیخ محمد یحییٰ[1]

وے ہم برادر شیخ محمد سعید است۔ ہم عالم است و فاضل و اہل این طریق و ہمیشہ باوراد و وظائف و معاملت نیک مشغول۔ وے نسبتِ خود با برادر خود شیخ محمد سعید درست می کند۔ کسبِ علوم متداولہ دینیہ ورزیدہ است۔ ہمّت بلند دارد۔ با شیخ من سخت نیاز مند است۔ شیخ من در آمد وشدِ لاہور بمنزلے وے فرود می آید وصحبت ہا بمیان می رود۔ وے لطفے وکرمے کہ بر من دارد زیادہ از احاطہ تقریر و بیان است۔ و برادر کلانِ ایشان شیخ محمد صادق[2] را می شنودم کہ صاحب سکر و حال قوی بودہ است و جذبۂ خاص۔ وقبل از پدر خود شیخ احمد بچند ین سال برفتے وقبر پدر و پسر در یک جا است۔ و وے در صحبت خواجہ بیرنگ مرزوق شدہ چنانچہ از مکاتیب خواجہ بیرنگ کہ

---

[1] پیدائش ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۴م وفات ۷/جمادی الاخر ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۶م مزار مبارکش در سرہند

[2] شیخ محمد صادق پیدائش ۱۰۰۰ھ، وفات ۹/ربیع الاول ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۵م

بشیخ احمد (سرہندی) نوشتہ اند، ظاہر است۔ چون در اوایل در ایامِ صِبا وے را جذبہ رسید۔ خواجہ بیرنگ بوے این نوشتہ اند۔

''قرۃ العین محمد صادق برخوردارِ ظاہر و باطن گردد و احوالِ او چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است۔ بر ہمان حضورِ خود باشد و از غیبت و استغراق اندیشہ نیست۔ ان شاء اللہ العزیز از سکر بصحو آید، وقت در شعور اندراج باید۔ برادران عزیز میاں شیخ احمد و محمد صادق دعاے مخلصانہ قبول نمایند۔ کتابتے کہ مشتمل بر شرح احوال مشارٌ الیہما بود۔ رسید الحمد للہ والمنۃ کہ دوستان را بخود می دارد و در خاطر بود کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ تبفصیل نویسم۔ غایۃ الامر بالمشافہ مذکورہ شود۔ شرح تام حاصل نمی شود بناءً علیہ ترک نمودیم۔ بارے مجمل آنکہ حال محمد صادق بغایت اصل است۔''

محمد صالح بن شیخ ابراہیم سندھی

در لاہور سکونت دارد۔ عالم بعلوم ظاہر و علوم باطن۔ دقائق تصوف با مصطلحات این قوم نیک ورزیدہ، با شیخ من صحبت دارد و با حوال عظیمہ و وقائع غریبہ مرزوق شدہ۔ و وے لطفے و کرمے کہ بر من دارد زیادہ از احاطہ تقریر و بیان است۔ وے گفتہ کہ من در ایامِ صِبا منظور انظار پدر گشتہ ام و پدر در وقت احتضار بمن وصایا فرمودہ سہ چیز۔

یکے:۔ آموختن علوم دینی بے آنکہ مشوب باشد بہ نیت دنیا۔

دوم:۔ عمل کردن بر آن بے آنکہ مخلوط باشد، بریا۔

سوم:۔ نارفتن بخانۂ ملوک وسلاطین بغیر آنکہ مقصود تکبر خود باشد وتحقیر شان وگفتہ کہ چیز ہاے بسیار در حق تو از خدا خواستہ ام وہمہ مقبول الٰہی شدہ۔ از برکات انفاس پدر بعضے امور از قوۃ بفعل آمدہ وبعضے را منتظرم ومن در دہ سالگی ''قواعد ضیائیہ'' بہ استعدادِ تمام میخواندم۔ چونِ پدر از سر برفت بمقتضاے عمر ہشت سال صرف امور حسیہ کردم۔ پس از آن بیُمن انفاسِ نفیسہ پدر ناطقہ، براے تکمیل قُوت نظریہ پدر خود سابق شد ودر آمد خزانہ خیال وفکر کردم وخیال را از جواہر محمدیہ منحرف نمودہ (بحال خود) دست تاسف بر کردہ وبا کوشش سرگرم تحصیل علوم تاجران شدم و(ہم) مقدار سی پارہ از کلام اللہ بدست آوردہ از راہِ نیت کسب دنیا متوجہ علوم (وفنون) غریبہ گشتم بے توسطِ کسے مثل صرف ونحو ومنطق واز جہتہ بے مناسبتی این علوم مذکورہ عزیزان از روے شفقت فرمودند کہ بہتر آنست کہ علوم الٰہیہ خواندہ شروع درین فنون کنی۔ این سخن ناخوش آمد دست بدعا برداشتہ باتضرّع تمام گفتم۔ خدایا چنانکہ اشیارا بے توسطِ آلاتِ پیدا ساختہ، این کمینہ را نیز علوم (الٰہیہ) فایض گردان بے توسطِ کسے، حق تعالیٰ مستجاب کرد وکتاب ''شرح وقایہ'' کشادہ شروع در مطالعہ او کردم، مقدار یک ورق در نظر در آمد وہیچ از آن نامفہوم نماند۔ پس از آن بشیخ رزق اللہ مفتی کہ صاحب صلاح وتقویٰ است گذراندم وے ازین معنیٰ متعجب گشت و اکثر علوم دینیہ بوے سند کردم وبعضے علوم دینی وعلوم حکمی در پیشِ افاضل دیگر۔ امّا در ہیچ مطلبے محتاج ایشان نگشتم بلکہ (ہرگاہ) از ایشان (در مقامے) توقفے می باشد من

تقریر می کردم۔ ایشان بسیار تحسین می کردند۔ چون بتحصیل علوم رسمیہ مطلب (حصولِ) عظیم نمی داشتم براے این اکثر اوقات بصحبت فقراء بشہر می رسیدم۔ ایشان مہربانی می کردند و دعاے خیر می خواستند و بعض عزیزان در اظہار طلب چیز ہا فرمودند۔ من بریاضت تمام بجا آوردم امّا چیزے کہ آن را دل می خواست دست نداد۔ بنا برین قصور استعداد خود دانستہ مایوس شدم و خواستم کہ (آئندہ صرف) علوم غریبہ را بدست آوردہ تحصیل کردہ عمر جبراً و کرہاً در ہمین بگذرانم۔ و شنیدہ بودم کہ میر ہاشم درین علوم دستگاہ تمام دارد۔ وے در برہان پور بود۔ من متوجہ برہانپور شدم، چون بدہلی رسیدم بعضے آشنایان کہ در آن شہر بودند، گفتند۔ روزے چند درین جا بگذاران کہ شہر متبرک است۔ بماندم، اکثر مردم نشانِ خواجہ خرد دادند کہ در دہلی وے ملجاے خواص و عوام و مستند عرفا و عظماء است۔ عالمے را از حضیضِ جہل برآوردہ و بررہ علم و معرفت بردہ و جہانے را از ظلمت ہستی مجازی خلاص ساختہ۔ بنور حق آشنا گردانیدہ (است) چون بوے شدم۔ صد چندان از آن یافتم۔

سُہارا چہ مجال کہ تعریفِ آفتاب کند

چون از وے مشرف تعرف شدم وے الطاف و مہربانی شایانہ فرمود و خواستم کہ اظہار طلب کنم لیکن مہابت وے مستولی شد۔ نتوانستم چیزے گفت۔ وے خطاب بشیخ اللہ بخش کردہ فرمود کہ حق اقرب اشیا است ہیچ چیز از حق اقرب نیست لیکن مردم خود را از جہل دور می اندازند و حق در ہمہ اشیا ساریست بہر شے کہ کسے توجہ تام کند حق را می یابد۔ ہندو در معاملہ او ہمہ توجہ بسنگ معین می نماید تا آنکہ

کیفیت بے خودی از ہمان سنگ بروے ظاہر می شود۔ وفرمود کہ توجہ بقلب کہ حقیقت جامع الٰہی است کہ آن را رابطہ گویند از ہمہ بہتر و بعد از توجہ تام وقتے کہ بے خودی دست دہد، اِفنائے وے می کند۔ وقتے من این کلمات شنیدم مشتغِل بر رابطہ صوریٔ وے شدم وسوم روز کیفیت معہودہ ظاہر شد بمرتبہ کہ زورِ طبیعت بالکلیہ از کار خویش معزول بود۔ پس ازان بوے بیعت کردم وواقعہ ہائے عجیب و غریب نمودن گرفتند وامروز بیُمن ہمت وے نہ وقت ماندہ است، نہ حاضر، نہ غائب، نہ گسستن بہ پیوستن وتجلی ذاتی دائمی کہ اثر آن ہمانست می یافتم۔

سید قطب الدین

وے از یاران خاصِ شیخ من است۔ صاحب احوالِ عظیمہ است۔ و (صاحب) معانی غریبہ۔ آزادگی سخت شگرف دارد، وارستگی بس قوی۔ وے گوید کہ من در اوایل بسید حاجی محمد امروہگی (امروہوی) بیعت کردم وصحبت داشتم وشغل پاسِ انفاس گرفتم بعدۂ شش ماہ[1] ذکر جہر نمودم در طریقِ قادریہ ومراقبہ توحید ورزیدم وپس ازآن گاہ گاہ غیبتے بمن روے می داد وازآن ممر متوہم بودم۔ چون سید شنید گفت کہ فنا ہمین است وتمائ سلوک این (است) کہ از علم تو خطرۂ غیر برطرف می شود و فنائے فنا آنکہ شعور (فنا) ہم نماند۔ پس ازآن مرا ہوائے صحبت خواجہ خرد پیدا شد۔ پیش وے بدہلی شدم۔ اوّل آن را نہ شناختم کہ بہ بے تعینی وآزادی تام

---

[1] بعدۂ شش ماہ در نسخہ دہلی ندارد۔

مشغوف بود۔ چون حرفے از زبانش شنیدم شیفتۂ آن شدم و دانستم کہ ویست۔ وے نہایت لطف برمن فرمود و گفت۔ فلانے ہر روز بمامی آمدہ باشی۔ روزے دیگر بوے شدم، اثر صحبت وے مرا در گرفت و جاذبۂ قوی بہم رسید۔ آن روز گفت کہ آن چہ سید بتو گفتہ از مراقبہ توحید آن خود می دانی۔ الحال ما ہم چیزے خواہم گفت و ہر روز بمامی آمدہ باشی۔ دانستم کہ این معنیٰ از روے کشف بروے معلوم شدہ۔ چہ صحبت خود را کہ با سید داشتم ہیچ ظاہر نکردہ بودم و دلِ من آرامِ و جمعیتے ہرگز نیافتہ بود۔ درین اثناء کتابت سید بمن رسید۔ نوشتہ بود کہ من ترا گفتہ بودم از احوال خواجہ خرد واقف شدہ مرا خواہی نوشت۔ من در جواب نوشتم کہ از احوال خواجہ کجا یا راست کہ چیزے توانم نوشت امّا مجمل آن کہ خواجہ عارف باللہ عاشق صادق است۔ پس از آن سید بغضب تمام نوشت کہ من ترا بجہتہ دریافت حال خواجہ خرد رخصت دادہ بودم واقف شدہ مرا خواہی نوشت تو خود آنجا رفتہ چنان در پیوستی کہ یکبار از حق من فراموش کردی۔ مثل تو چنان است کہ از زنے اصیل اگر زِناے واقع شود می گوید کہ این کس یار من است و شوہر من دیگر است۔ وازین قسم چیز ہاے بسیار نوشت۔ من آن کاغذ را پارہ کرد در چاہے بینداختم۔ در ہمان مدّت من شبے بخواب دیدم کہ مجذوبے مداری نام مرا می گوید کہ سید حاجی محمد می آید، دیدم کہ سید با جمعے کثیر بلباس سیاہ آمد بر سر حوض نانک کہ در ناحیت سرسی است۔ و نیز ہم در آن وقت می بنیم کہ خواجہ خرد شاخے در دست گرفتہ بر ہمان حوض ایستادہ است و بمن می گوید کہ فلانے من او را می کُشم و این سخن بسیار مرتبہ گفتہ و چندین مدت ازین خواب نہ برآمدہ کہ سید بمرض

صعب برفتہ درسال ہزار وشصت ودو (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲م)۔ گویند شبے محمد صادق نام از یارانِ سید قطب الدین قبضے داشتہ است درمرادآباد آخر شب دیدہ کہ سید در مقابل ایستادہ است وبوے می گوید۔ مصرعہ

آنجا کہ توی محال محض است دوی

وگفتہ کہ بامانمی آی۔ وے راشوقے غالب آمدہ وپئے سید دوان شدہ ودرسری بسید ملاقات کردہ وسید از خانہ اصلانہ برآمدہ بود۔ پوشیدہ نماند کہ ازین قسم احوال و وقائع از یاران شیخ من بسیار می گذراند۔ چنانچہ فقیریست در سنبھل وپیشین کسے کہ باشیخِ من مرتبط گشتہ وے است۔ شیخ فیروز سنبھلی مرید شیخ من گوید کہ شبے برنا یافتِ مقصود حقیقی درتاسف بودم والتجا بدرگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم برآوردہ بخواب شدم دیدم کہ از ہر طرف انوار ظاہر شدہ و بارگاہِ محمدی باہزار لطافت پیداست۔ ازآن میان خواجہ خرد برصورت محمد علیہ السلام برآمدہ ونام خودرا گفتہ بمن می گویند کہ فیروز بمن رجوع کن کارتو نیک ساختہ خواہد شد۔ من رجوع بآن آوردم ومُلقّن باسم ذات گشتم وروز بروز انوار واسرار برمن ظاہر شدن گرفت تاکہ جمعیت وآرام تمام یافتم وصاحب احوال ووقائع عجیبہ وغریبہ شدم۔ وے گوید کہ وقتے درمعنی حدیث۔ ''من عرف نفسه فقد عرف ربّه'' مرا مشکلے درپیش آمد ومدّتہا تلاش (حل آن) داشتہ از پیش ہر بزرگے کہ استفسار می کردم وے چیزے می فرمود لیکن تشفیٔ خاطر نمی شدم تا روزے درحجرہ نشستہ بودم والتجا بدرگاہِ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بردم کہ این مشکلِ من حل شود۔ درین اثناء

اندر باطن خود ظہورِ الٰہی مشاہدہ کردم کہ محیط بدل من گردید و بدان ہستیٔ من بتمامہ از نظر مخفی و منتشر گشت۔ و اندرین واقعہ ظہور نور محمدی (الٰہی) صورتِ من بصورت آن حضرت حق علیہ السلام ظاہر شد و فرمود کہ معنی، ''من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ''، ہمین است۔ و ہم وے گوید کہ در اوایل با بمشغولیٔ باطن مدّت ہا سعی تمام داشتم و نسبت نقشبندیہ چنانچہ از مرشد خود یافتہ بودم، متوجہ بودم لیکن گاہ گاہ بخاطر خطور می کرد کہ آیا ہمین نسبت خاصہ حضرات است یا سوائے این است۔ درین تفکّر روزے در مسجد جامع سنبھل مراقبہ داشتم در واقعہ دیدم کہ دو مرد بزرگ نورانی ظاہر شدند و فرمودند کہ ہمین نسبت است۔ از آن باز آرام و دلجمعی دست داد۔ سید قطب الدین گفتہ کہ پدرِ من سید عبداللہ از فرزندان مادری شاہ جمال عاشق[1] خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی است۔ قدس اللہ اسرارہم در ''ثمرات القدس'' می آرد کہ شاہ جمال بر روش ملامتیہ می زیست۔ وے لشکری بود از لشکریان سلطان علاء الدین۔ چون سلطان بتسخیر قلعہ چتوڑ متوجہ شدہ و محاصرہ آن دراز کشید۔ شبے التجا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، آورد۔ آن حضرت را در خواب دید کہ می فرمایند فتح این قلعہ وابستہ بدعاے یکے از فرزندانِ من است باسم سید جمال الدین۔ سلطان گفت مردمان این نام بسیار اند وے را بچہ نشان توانم در یافت۔ فرمود فردا پس از پاسے شب بادے سخت خواہد وزید چنانچہ خیمہ ہیچ کس برپا نماند مگر خیمۂ وے و چراغ در ہیچ جا نماند الّا در خیمہ وے۔ سلطان در وقت باد

---

[1] سید جمال عاشق خسرِ حضرت قاضی نظام الدین قریشی امروہوی است۔

سخت وے را بآن نشان یافت وآنچہ حضرت فرمودہ بود بوے گفت۔ وے گفت سرّ احوالِ ما طائفہ بزضاء آن حضرت است چون آن حضرت کشف احوال ما فرمود ما راضی ایم ودست سلطان بگرفت وگفت بآلتِ حرب سوار شو۔ سلطان چنیں کرد۔ وے پیش رفتہ، دو رکعت نماز بگذارد وبسلطان گفت من دعا کنم تو آمین بگو و بدعا در ایستاد۔ ہنوز از دعا فارغ نشدہ بود کہ قلعہ از ہر طرف فرو ریختن گرفت۔ وے از میان شان غائب گردید ومدّتے از وے نشان نیافتند۔ آخر در شہر سُردہ ظاہر شد۔ روزے قوّالے غزلے می خواند۔ وے بتواجد سخت در آمد ورقص کنان بر روے آب دریا در گذشت۔ چون بافاقت آمد در کشتی باین روے (کنار) رسید پس ازان در قصبہ سرسی آمد وانجا می بود تا برفت از دنیا۔ در سال شش صد ونود و ہفت (۶۹۷ھ/ ۱۲۹۸م)۔ و''سیدی جمال عاشق باللہ بود'' تاریخ ویست۔ و قبروے ہمدران قصبہ۔''ویزار و یتبرک بہ''۔ سید قطب الدین گفتہ کہ پدر من اوایل مرید شیخ احمد بود، در طریقۂ شطاریہ۔ پس از آن بشیخ عبدالرحمٰن مرید شیخ تاج الدین مرتبط گشتہ در سلسلہ نقشبندیہ۔ پر ذوق واہل حال بود ودر اوقات تہجد این چنیں اشعار بالحانِ خوش می خواند

اے ز وصلت عارف مطلق شدم عارفی رفتہ تمامی حق شدم

چون وے را شوق ومحبت در دل گرفت می گفت حیف کہ سی سال در علم ظاہر بسر بردم۔ در اوایل روزے شیخ احمد بوے گفتہ کہ در وقت صالح چیزے از ما بطلب وے اتفاق باہل خود کردہ کہ چون پسرانِ وے اکثر در طفولیت رفتہ بودند، گفت۔

پسرے مقبول می خواہم۔ گفت۔ خواہد شد، پس من بزمین آمدم۔ چوں پنج سالہ شدم روزے گفتم (دیدم) کہ خالہ من مردہ ست۔ روزِ دیگر از افغان پور خبر رسید کہ مُرد۔ وہم در آن سال گفتم (دیدم) کہ جدّ من مرد، وے را بآسمان بردند۔ بعد از سہ روز این خبر ہم بتحقیق رسید کہ جدّ من در مسافت سی و چہل کروہ برفتہ از دنیا۔ وہم وے گوید کہ پدرِ من در مقامے دیگر دو کوزہ شہد خرید و خواست کہ بخانہ فرستد کہ مادر من حاملہ بود۔ روزے ہمہ آن شہد بر حاضران قسمت کرد شیخ عبداللہ مرید پدرِ من پُرسید بکارے کہ خرید بودید چہ نہ فرستادے۔ گفت ''آن کار، و آن بی بی برفت از دنیا'' وہمدر آن مدّت (آن) مادر من برفتہ بود۔ وہم وے گوید کہ چون من شش سالہ شدم پدرِ من بمادر (حقیقی) من گفت کہ این پسر را پرورش و محافظت نیک نمای کہ وقتِ من بآخر رسیدہ است و ہمدر آن سال در بعضے اوقات می گفت۔ می آیم می آیم و برفت از دنیا در (سال) ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۱م) امروز مرا با وے اتحادیست قوی و صحبت ہاے نیک و اکثر ہا باہم پیشِ شیخِ خود می رویم و می آئیم وہم در اوطان باہم ملاقات و صحبتہا است خوش آرندہ۔

محمد صادق فرید آبادی

دراصل وے از سنبھل است۔ مادر وے سید زادہ (دی) است۔ پدرِ وے شیخ محمد بادل را شیخ فرید بخاری وقتے کہ فرید آباد، آباد شدہ است در آن جا توطن داد۔ وے را بر آبادانی و عمارات آنجا صاحب اختیار کرد۔ و شیخ محمود جلال جدّ وے با شیخ

بہاء الدین کہ مجذوب بامعنیٰ بود صحبت داشتہ۔ روزے وے گفت کہ جلال بادِل خدمت می کند۔ از آن باز لقب ایشان بادِل افتاد و ہمہ آنہا از نیکوانِ وقت بودند۔ محمد صادق از مریدانِ شیخِ من است و عمہ زادہ من۔ در چند روز احوالِ عظیم پیدا کردہ و عجائب این راہ دیدہ۔ روزے مریدے از شیخ من از احوال وے و از احوال مریدانِ دیگر استفسار کردہ۔ شیخ من گفتہ۔ کہ وے اندرین راہ چون اسپ تازی است تیز رو و آن دیگرے چون اسپ ترکی آراستہ و محکم رو۔ شیخ من وے را نیک می ستاند و می فرماید کہ در اندک فرصتے احوال غریبہ پیدا کردہ، آنچہ دیگران را بسالہا روے می نماید وے را بماہ ہا روے نمود۔ وے صاحب ہمّت بود۔ اخلاق و مروّت، وقار و فتوت سخت نیک داشت۔ وقتے وے شیخِ مرا و مرا از دہلی بسیر فریداباد برد و چند روز ضیافت و خدمت شائستہ بجا آورد و برائے اہل خود درخواست تلقین ذکر کرد۔ شیخ من گفت۔ در اندرونِ خانہ تو متوجہ شو از بیرون من می شوم چون چنین شد اہل وے را بیخودی روے نمود و در واقعہ دید کہ بزرگے سپید ریش نورانی حاضر شدہ بوے می گوید کہ بی بی عاقبتِ تو بخیر است و وے صالحہ مخیّرہ است۔ روزے محمد صادق پیش شیخِ من آمد و تپ کرد و رخصت شدہ بفرید آباد رفت و چند روز در بیماری سخنان نیک گفت و برفت در سال ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱م)۔ من این قطعہ گفتم

دردا بسا جوان بزمین خاک گشتہ است — کز خاکِ شان شدہ بجہان بیشمار خشت
مجموعہ مروّت و حلم و وفا وجود — رفت از جہان چون صادق بادِل نکو سرشت

در ماتمش شدہ جگر و سینہ ہا کباب　　لیکن چہ سود زانکہ چنین بود سرنبشت
کردم ز دلِ سوال چو از سالِ فوتِ او　　دل در جواب گفت بگوشد گل بہشت

و وے را دو برادر کلان بود محمد صالح و محمد فاضل۔ محمد صالح از نیکانِ وقت بود۔ صاحب ہمّت وفتوت واخلاق ومروّت۔ مشائخ بسیارے را دیدہ وصحبت داشتہ۔ دختر شیخ محمد عادل برادرِ شیخ کمال متوکل در خانہ ویست و باہم دیگر نسبتہا است۔ و وے با شیخ من نیاز مند بود باخلاص۔ گاہ ہا بصحبت می رسید۔ یک بارے با شیخ باکبرآباد رفتہ است۔ وخوشوقت ساختہ۔ شیخِ من وے را از نیکوکاران می گوید۔ وفاتِ وے ہیزدہم ربیع الاوّل از سال ہزار وشصت و پنج است (۱۰۶۵ھ/ ۱۶۵۵م)۔ من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شیخ صالح محمد بادِل　　اہل جود و یگانہ و یک رو
چون برفت از جہان عزیزان را　　در جہاں گشت ماتمش ہر سو
سال فوتش چون از خرد جستم　　"خِردَم گفت "شیخ صالح کو"

۱۰۶۵ھ

وے گفتے کہ بعد از وفات شیخ فرید من مضطرب شدم۔ چہ در سایۂ دولتِ او در فریدآباد جمعیت تمام داشتم۔ درین حالت شیخ بہاء الدین بودلہ را در خواب دیدم کہ مرا دو رغیف حلوای تر دادہ وگفتہ۔ بخور ودر جاے خود مستقیم باش۔ از آن وقت من نوکر کسے نگشتہ ام و در فریدآباد نشستہ ام با جمعیت وآرام۔ ومحمد فاضل اعجوبہ روزگار بود واز فتیانِ زمانہ، خوش صحبت خوش کلام در فن پارسی و ہندی دستگاہِ تمام

داشت۔ من در زبانِ ہندی و اصناف آن شاگرد ویم و وے صاحبِ فنون عجیبہ و غریبہ بود۔ روزے نقوش دیبائے فرنگی را در کاغذے برداشتہ و از آن در پارچہ نقوش اُو ساختہ۔ من آن را دیدہ بودم۔ از تازگی ہائے آن عقل حیران می شد۔ ستارہائے نوازندگی را بدست خود می ساخت و خود می نواخت۔ نقش ہندی را نیک می بست و سبک تر می گفت۔ چنانچہ اہل این فن شیفتہ وے بودند۔ ہمّت عالی داشت۔ بسیار غرباء و مساکین از وے مرزوق بودند۔ من دیدہ بودم قلندرے ملا ماہم نام را کہ بر سر بازار نخاس لاہور صاحب فنون عجیبہ و غریبہ بود۔ روزے شیخ من مرا و دیگر یاران را بوے برد کہ تماشائے غرایب وے کنیم۔ اولاً وے سفینہ بر آورد کہ بکاغذ حریر اشعار بسیار نوشتہ و صنائع و بدایع آن سفینہ آن بود کہ در ہر صفحہ ابیات را بطرزے برنگاشتہ کہ جائے نقوش گلہا ظاہر بود جائے دیگر درخت سرو و جائے دیگر نقوش قابے و قسِ علی ہذا و دو حصہ از آن نوشتہ و یک حصہ سپید ماندہ۔ و عجب تر آنکہ می گفت کہ درین دو حصہ یک لکھ و بست ہزار بیت اندراج یافتہ و زخامتے چندان نداشت۔ بعدہٗ قلمدانے بر آورد کہ قلم تراش و مقراض و آلات دیگر ہم خود ساختہ و غلاف آن قلمدان را بکنہ ساختہ از سنگ عقیق مصفیٰ برابر داشتہ بود، آن را شصت و دو پہلو داشتہ یکسان کہ در نظر ہا یک در می آید یک تفنگے ہم ساختۂ وے بود۔ و تیر و کمان ہا غیر مکرّر داشت۔ و تیر بقواعد مقررہ می انداخت۔ تیر اندازان گویند کہ درین فن اگر چند چیز جمع می شود کامل شود۔ یعنی تیز اندازی و زود اندازی و باریک اندازی و برق اندازی و غرق اندازی و دور اندازی و پست

اندازی و جمع اندازی۔ ہمانا وے سلیقۂ آن ہمہ داشتہ۔ القصہ از مشاہدۂ کاروبارے او عقول بشریہ حیران بودہ است۔ روزے آن محمد فاضل را با جوانے باقی نام صحبت ناخوش بمیان آمد۔ باقی زخمے بر سینۂ وے زد و وے برفت از دنیا در سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸م)۔ من تاریخ استفہامی وے از ایماے سیاق چنین گفتم۔ قطعہ

چون فاضل را باقی زخمے بجگر در زد　　صہباے شہادت خورد از دست اجل ساقی
ز ایماء سیاق و ہم از شیوہ استفہام　　ہاتف بدلم گفتہ کو فاضل ما باقی

پس از آن مرتبہ شہادت فاضل از زمین کہ می بود باقی را کُسیل کردند۔ (بعدہٗ) باقی را بیماریٔ سکتہ شد و بجان آمد۔ دو داغ سوختگی مربع بہ سرین و پشت پاے اُو ظاہر شد۔ من آن داغ را دیدہ بودم و کیفیت از وے پُرسیدہ۔ گفت مرا بردند و گفتند چند روزاے باقی ترا باقیست، بگذارند امّا دو داغ کردہ۔ پس از وے بچند روز وے باقی ہم برگذشت۔ قطعہ

اگر دشمن نسازد با تواے دوست　　تو می باید کہ با دشمن بسازی
و گر نہ چند روزے صبر فرما　　نہ او ماند نہ توی فخر را زی

حافظ صادق کشمیری

از یارانِ شیخ من است۔ شیخ من در اوایل وے را این ختم حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمودہ کہ با تمام رساند و این است کہ روزانہ ہزار بار بخواند۔ این ورد

شیخِ مرا رسید از خواجہ حسام الدین و وے را از حضرت شیخ صالح جہری و وے را از خواجہ عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہم۔ وے حافظ کلام مجید است۔ آہنگ دلکش دارد و قواعد تجوید نیک ورزیدہ۔ روزے از اِستماعِ قرآت بالہجۂ (دلکش) وے وقت شیخ من خوش گشتہ و وے را مقبول خاطر ساختہ۔ در رکعت اوّل بامداد آخر سورہ کہف خواندہ و در دوم آخر سورہ حشر و پس از آن شیخ مرا بُکائے غالب آمدہ و گریہ ہا کردہ و این گریہ، گریۂ غیر معہود بودہ۔ و یکے حافظ مہر علی بود ہم از یاران شیخ من بالہجۂ سخت نیک قرآن خواندے۔ نامراد و غریب بود و در غربت سفر بردہ از دنیا در سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) در سنبھل حافظے بود شیخ بھکاری نام نہایت خوش آہنگ و دلکش و روح بخش۔ گویند در آن زمان صاحب دعوتے در شہرے دیگر بتسخیر جنّی عزیمتے می خواند۔ روزے در رسیدن آن جنّ درنگے واقع شد۔ چون آمدہ پرسید۔ چرا زود نرسی۔ گفت۔ حافظ بھکاری در سنبھل قرآن می خواند بآواز دلفریب۔ ساعتے آن جا بودم۔ وے در سنبھل آمد و شنید و محظوظ شد۔ حافظ را پسرِ بود شیخ عماد نام، ہم خوش آواز چون برفت ''با حافظ'' (۹۹۲ھ/۱۵۸۴م) تاریخ (وے) شد۔ آن حافظ صادق امروز وارستہ و آزادہ و صاحب معنیٰ است۔ رسائل توحید شیخ من، بشیخ من گذارندہ احوال شگرف دارد۔ سفر ہا نیکو می کند با فقرا و مشائخ صحبت می دارد لیکن از غایت گمنامی در ہیچ جا خود را منسوب بہیچ نسبتے علَم نمی سازد و باوجود اہل و فرندان و کم معیشتی ہیچ اندیشہ دامن گیر ہمّت وے نیست۔ بہر حال وقت خوش دارد۔ روزے در دہلی یکے سنگے بر سرِ وے زد۔ وے صبر

وزر ید بل رضا داد۔ چون خواستند ظالم رابسز ارسانند وے مانع آمد۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گفتہ است

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسِن الی من اساء

وہم شیخ در بوستان می آرد۔ حکایت

یکے بر بطے در بغل داشت مست بشب بر سرِ پارسائے شکست
چون روز آمد آن نیک مرد سلیم بر سنگدل برد یک مشت سیم
کہ دو شینہ مغرور بودی و مست ترا بربط و مر مرا سر شکست
مرا بہ شد آن درد و برخاست بیم ترا بہ نخواہد شد اِلّا بسیم
ازین دوستانِ خدا بر سر اند کہ از خلق بسیار بر سر خورند

منقولست کہ یکے طپانچہ بر رخسارہ ابوحنیفہ زد۔ امام گفت۔ من می توانم این حال را بحاکم گفت و سزا دہانید امّا نگویم وہم چون سرّ آگاہان توانم دردِ دل را بدرگاہِ جل وعلیٰ عرض کرد وانتقام گرفت این نیز نکنم وان شاء اللہ اگر فردائے قیامت مرا رستگاری شود ہرگز بے او قدم در جنت نہم۔ حافظ را بر من لطفے بسیار است وعنایتے کہ شرح آن نمی توانم گفت وشکر آن نمی توانم بجا آوردہ

شیخ محبّیٰ نبی

با شیخ من صحبت دارد۔ عالم است بعلوم ظاہر وعلوم باطن۔ رسائل توحید پیش شیخ من گذراند۔ در غایت نامرادی وشکستگی است۔ طریقہ اِخفا نیک دارد۔ کم کسے

برحالِ وے مطلع است۔ ہمّت عالی دارد۔ فنِ طالب علمی حجاب حال وے است۔ بحسنِ صورت مایل است۔ من وے را نیک می شناسم۔ وے با من دوستی ولطف دارد۔ روزے وے مرا گفتہ کہ وقتے من اندرین راہ پانزدہ روز کلوخ خوردہ ام۔ فقط۔ چون آن، من مردے را می شناسم صوفی داؤد کشمیری مرید خواجہ محمود پیوستہ مشغوف بحسن و جمال است وآزاد و مجرّد و ہیچ ادبے از آداب شریعت از وے متروک نیست۔ با خواجہ سلام اللہ پسر شیخ من صحبت دارد۔ و درین حالت درویشی وتنگدستی وگرفتاری حسن مجازی محتاج وملتجی کس نیست واز کس چیزے نمی خواہد بلکہ چیزے کہ از غیب بروے می رسد بجماعۂ اہل حسن وفقرا ودرویشان صرف می نماید۔ وے گوید کہ من در راہ محبت دوازدہ شبانہ روز چیزے نخوردہ ام۔ وہم چنین سید عبدالعزیز بودہ است از اقربائے من بشیخ مرتضیٰ سنبھلی صحبت داشتہ وبا شیخ من آشنا بود۔ بشریعت وطریقت ومعرفت مستقیم الحال روی آمدہ بودہ۔ وے گفتے چون در احکام شریعت افعال طریقت فرارسد، شریعت فرامش گردد و چون احوال حقیقت فرارسد طریقت از وے بدر رود۔ چنانچہ اگر شیر بستہ شود جغرات گویند، شیر نگویند۔ چون روغن از آن برآید جغرات نگویند روغن گویند۔ من بوے می گفتم کہ نزدِ صوفیہ محققین مقرر شدہ کہ شریعت وطریقت وحقیقت چون ہیئت اجتمائی پیدا می کند۔ معرفت است وجامعیت این امور ثلٰثۂ شریفہ کار مردم اقویاست وبس۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

خواجہ ابرار گاہ ہا این بیت خواجہ حافظ شیرازی بذوق می خواندہ اند

ہزار نکتۂ باریک تر زمو این جا است نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

سید ہم چنان بر اعتقاد بود راسخ و بشیخ مرتضیٰ ہم آنچنان محبتے داشتہ است۔ غالباً در اواخر از آن عقیدہ برگشتہ و برفتہ از دنیا در غرہ صفر از سال ہزار و پنجاہ و نہ (۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹م) وبدان حالت اندر ہوائے تابستان من شصت شبار وز آب نخوردم۔

خواجہ عبدالرحیم ماوراء النہری

بسیار بزرگ بودہ، صاحب کرامات و آیات۔ باعظمت و شوکت در زمین توران نشو و نما یافتہ۔ عالمے از وے مستفید و مرزوق گشتہ۔ مریدانِ کامل دارد و مردم آن دیار خوارق بسیار از وے ظاہر می کنند۔ بسا دلِ مردہ بنور حضور و آگاہی زندہ گردانید نزدِ صوفیۂ محققین مقرر شدہ است کہ زندہ ساختنِ یک دل مردہ را برابر آنست کہ مردۂ صد سالہ را چون عیسیٰ زندہ سازد۔

گر مسیحا مردۂ را زندہ می کرد از دعا تو بیک دشنام کارِ صد مسیحا کردۂ

شیخ من گفتہ کہ وقتے وے بزمین ایران رسیدہ است۔ بسا مستعدانِ آن دیار از صحبت وے بشرف حضور و آگاہی رسیدہ اند۔ و از غایت بزرگی و شانے کہ وے داشتہ است گاہ ہا شاہ عباس رکاب وے پیادہ گرفتے۔ در سال جلوس بادشاہ صاحب قران ثانی کہ ہزار وسی و ہفت است (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷م) وے بہندستان آمدہ و بادشاہ بعضے از اعیان مملکت را باستقبال وے فرستادہ و خود باعزاز تمام فرا پیش آمدہ و یک لاکھ روپیہ بضیافت وے دادہ و باہم صحبتہائے خوش

افتادہ۔ من وے را روزے دیدم کہ با چہرۂ نورانی باعزّت وقار نزدیک سریر بادشاہ نشستہ و بادشاہ چند بیڑہ پان از دست مہابت خاں بوے دادہ گرفتہ و خوردہ وہمدران سال وے بعزیمتِ حج از اکبرآباد برآمدہ ودرراہ برفتہ از دنیا۔

خواجہ (محمد) محسن سمرقندی

وے از اولادِ خواجہ مسعود بن عمِ حضرت خواجہ احرار است قدس سرہٗ درقریہ النکر اقامت دارد، و درمیان لاہور و بہیرہ وخوشاب بزرگیست صاحب نسبت وکیفیت۔ نورِ شرافت و لطافت از طلعت وے پیدا و ہویداست۔ من یکسال وچہار ماہ درجوار قریۂ وے بودم درقصبۂ جاکو درسال ہزار وچہل و یک۔ گاہے کہ بصحبتِ وے می رسیدم لطف وعنایت بسیار می نمود ودستار تبرک وغیرہ، عطا فرمود۔ روزے از وے پرسیدم کہ خواجم مولد ومنشاء تو زمین سمرقند و بخارا است وسالہا گذشتہ کہ بہندستان آمدہ، چونست کہ درشہر ہاے کلان مثل دہلی ولاہور سکونت نگرفتہ۔ گفت درزمان جہانگیر بادشاہ از تقدیر الٰہی من بہند رسیدہ ام۔ دستور بادشاہ از من ضمانت گرفتہ کہ باز بوطن نشوم واین قریہ را با مزروعہ تملیکِ من کردہ است وامروز بادشاہ (صاحب) قران ثانی است۔ ودستور بدستور سابق۔ وہم نمی توانم بے دستوریٔ دستور پیش بادشاہ رفتن۔ وبولایت خود رفتن ممکن نمی نماید واین پریشانی اباً عن جدٍ رسیدہ چنانکہ خواجہ شہاب الدین سنامی جدِ خواجہ احرار در وقتِ وفات از زبان برآوردہ اند۔ من کتاب ''رشحات'' باخود داشتم واین حکایت

کہ بیادِ وے بود بر گفتم۔ بگریۂ بسیار در آمد و آن آنست کہ خواجہ شہاب الدین را دو پسر بودہ است۔ خواجہ محمد و خواجہ محمود۔ چون وفاتِ ایشان نزدیک رسیدہ است بفرزند بزرگ خواجہ محمد گفتہ اند کہ پسران خود را بیار تا ایشان را وداع کنم و خواجہ محمد را دو پسر بودہ است خواجہ اسحاق و خواجہ مسعود۔ ہر دو را آوردہ است۔ خواجہ شہاب الدین ایشان را نواختہ اند و فرمود کہ محمد! فرزندانِ تو بسے پریشانی و سرگردانی خواہند کشید خاصۂ مسعود۔ و سبب سرگردانی وے خواجہ اسحاق خواہد شد و بعضے اوصاف نامرضی ایشان گفتہ اند۔ بعد از آن خواجہ محمود والد حضرت ایشان را کہ برادر خرد خواجہ محمد بودہ اند گفتہ اند تو نیز فرزند خود را بیار و حضرت ایشان در آن محل بغایت خرد بودہ اند۔ ایشان را در خرقہ پیچیدہ آوردہ اند۔ چون نظر خواجہ شہاب الدین بر ایشان افتاد، اضطراب کردہ اند کہ مرا خیز انید۔ ایشان را خیز انیدہ اند۔ ایشان آن حضرت را بر کنار خود نہادہ اند و روے خود بر تمام اعضاے ایشان مالیدہ گیریۂ بسیار کردہ اند و فرمودہ اند کہ آن فرزندے کہ من طلبیدم انیست۔ دریغ کہ در ایام ظہور وے نخواہم بود۔ زود باشد کہ این پسر عالمگیر شود و شریعت را ترویج کند و طریقت را رونق دہد و سلاطینِ روزگار سر بر خط فرمان او نہند و تن بامر و نہی در دہند و کارے کہ از وے در وجود آید پیش از وے از مشائخ کبار نیز نہ آمدہ باشد۔ ہر چہ از مبداء تا منتہا بر حضرت ایشان گذشتنی[1] است ہمہ را یکان یکان بر سبیل اجمال ظاہر کردہ اند و یک بار دیگر روے خود را بر ہمہ اعضاے ایشان مالیدہ اند پس بخواجہ محمود دادہ و

---

[1] در نسخہ ''گذشتہ''

ایشان را وصیت کردہ اند کہ این فرزند مرا نیک نگاہ داری و بتربیت وے چنانکہ باید وشاید بجا آری۔ بعد ازان رو بخواجہ محمد کردہ اند وفرمودہ کہ بخاطرت نیاید کہ پدر، فرزندانِ مرا چندان نواخت و بفرزند محمود بسیار پرداخت، چہ توان کرد کہ فرزندانِ ترا آن نوع ساختہ اند وفرزند محمود را این نوع ''ذالک تقدیر العزیز العلیم'' من چہ کنم؟ انتہیٰ۔ پسر خواجہ محسن را من درآنجا می دیدم وحیران می شدم کہ بود وباش وے با اہل آن دہ تنگ وتیرہ گشتہ بود وہمہ اوضاع واطوار اہل دِہ خلاف مرضیٔ وے بود۔ درین وقت حکایتے بیادم آمد کہ حاجی محمود خیرآبادی کہ صاحب معنیٰ است وآزاد، با شیخ تاج الدین در مکّہ صحبت داشتے ومقابلہ ''فصوص الحکم'' باہم درہمان جا کردہ است۔ وبا شیخ من آشنا است ونیاز آور۔ روزے بمن گفت کہ وقتے فقیرے سیّاح در خیرآباد بمن گفت کہ من روزگارے در کوہستانے افتادم کہ تمامی کافرستان غیر عملی بودہ است۔ رئیس آن سرزمین را دیدم جوانے خوش روے نوارانی طلعت۔ پرسیدم کہ دین ومذہب این مردم چیست؟ گفتند درین جا ہیچ مذہبے ومشربے معیّن نیست۔ آرے راجۂ ما پرستش کتابے می کند فقط در وقت طعام خوردن ودیگر ہیچ نمی دانم وآن کتاب حوالے برہمنے کردہ کہ ہر روز وقت معہود حاضر می کند۔ من بآن برہمنے نیک آشنا شدم وآرزوے دیدنِ آن کتاب کردم۔ وے مرا بخلوتے بردو بنمود، دیدم کہ قرآن مجید است بخط ولایت وبیک طرفِ آن نوشتہ ''منکہ میر سید محمدم از دست تفرقہ ہاے روزگار آوارہ شدہ در ماہ فلان وسال فلان بدین کوہستان آمدہ ام'' ونیز از مردم سال خورد معلوم کردم کہ

این رئیس نبیرۂ آن سید محمد است وسید بعد از رسیدن آنجا براجۂ آن سرزمین پناہ آورد وقرب وعزّ تے پیدا کردہ۔ چون راجہ بمرد ہیچ وارثے نداشت۔ سید بجاے او متصرف شد بر آن ملک وکدخدا شد وفرزندان پیدا کردہ وبرفت از دنیا پس از آن ہیچ مسلمانے بدان جا نرسید کہ پسران سید را احکام دین واسلام بیاموزد۔ پس کار بجاے رسید کہ ہمہ اولاد سید مجہول ماند چنانچہ بزرگان کار آزما گفتہ اند

جاے در شہر گیر کانجا بہ سگ شہر از غزالِ صحرا بہ

خواجہ عبدالمنعم

وے خلف الصدق میر عبداللہ احراریست قدس سرہٗ۔ بزرگ بودہ۔ ہمّت عالی داشت ومعاملت نیکو واخلاق پسندیدہ۔ بادشاہ صاحب قران ثانی، قریۂ چند از توابع سلیم پور بہر وجہِ کفاف وے دادہ بود۔ وے اندران قصبہ اقامت ورزید۔ ہر خرد وبزرگ کہ بوے شدے الطاف واعطاف بسیار نمودے۔ در صحبت وے تاثیرے بود۔ ہر طالبے کہ باوے نشستے بہ نسبت غیبت وبیخودی مشرف گشتے بسرودِ ہندی میلے داشت۔ گویند ہای نیک باوے بودند۔ من وے را دیدہ بودم وجیہہ طلعت نورانی داشت۔ از شیخ من مرا نیک پرسیدہ وتفقد نمودہ۔ وفات وے در سال ہزار وپنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وقبر وے ہمانجا است در باغیچہ وے۔ شیخ من گفتہ کہ میر عبداللہ از بزرگانِ وقت بودہ است وجانشین حقیقی قطب الاخیار حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ وخواجہ بیرنگ۔ در اوایل باوے صحبت داشتہ

اند وتقریبے از آن در ذکر شیخ قطب عالم خواہد آمد۔ وفاتِ میر، در (سال) ہزار و بست وشش است (۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷م)۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے جہانگیر بادشاہ میر را بر حکومت صدارت دہلی وآگرہ کرد۔ وے از کرم وفتوت ذاتی خود بہر اہالی و موالی حسن سلوک واحسان نیک می فرمود۔ عزیزے شیخ نور نام از دنیا رفتہ بود۔ پسر او خواست کہ زمین مِلکی وے را تصحیح دہند۔ متعلقانش یکے از دوستان او شیخ الہداد نام را برین آوردند کہ شیخ نور گویان تصحیح درست نماید وچند روز وے را بنام شیخ نور خواندن گرفت تا در وقت کار غلطی نخورد۔ روزے وے پیش میر رفت۔ ہر جمعے را تصحیح می کرد تا نوبت بوے رسید۔ گفت شیخ نور کو؟ حاضران اشارہ بوے کردند۔ وے برخاست وبحضور میر در ایستاد۔ میر، پرسید چہ نام داری؟ وے گفت شیخ الہداد۔ میر تبسم فرمود۔ گاہے مردم را دو نام ہم می بود و تصحیح کرد

فرداست وعدہ جنت وامروز شد نصیب آرے خلاف وعدہ کریمان چنین کنند

واین نزدیک است بآنکہ وقتے شیخ عبدالحق دہلوی بسید بھوّہ[1] بخاری نامہ نوشتہ باین بیت

منتظرم روز و شب بر سرِ راہ امید تا کہ کسے گویدم خیز کہ جانان رسید

سید آن نامہ را بکتاب دارے معروف علی نام سپردہ وگفتہ این بیت یاد داری کہ خوش می آمد۔ روزے جمعے از امرا وفضلاء در منزل رسیدہ بودند۔ صبحے نیک بود سید

---

[1] سید بھوّہ بخاری مخاطب بہ ''دین دار خاں'' برادرزادہ مرتضیٰ خاں شیخ فرید از امرائے عہد جہانگیری وشاہجہانی۔ (از تاریخ محمدی)

از بزرگی وشان شیخ عبدالحق سخن راند وگفت شیخ درین ایام شعرے خوش بما نوشتہ است۔ ومعروف علی را برخواند۔ اتفاقاً وے درآن وقت بقالے در گفتگوے حساب حویلی می بود بقال می گفت ہفدہ تنکہ تو باقیست برمن۔ ووے می گفت ہیزدہ ونیم تنکہ۔ درین اثناء کس رسید ووے رادر آنچناں مجمع برد۔ سید گفت معروف علی آن شعرے کہ شیخ عبدالحق نوشتہ است برخوان وے گفت۔ ساڑھے اٹھارہ تنکے۔ سید وحاضران متعجب ماندند۔ امّا میر عبداللہ گفت۔ چہ جاے تعجب است بیچارہ نامراد درحساب حویلی مشغوف خواہد بود کہ بدلش درگرفتہ چون پرسیدند شعر بخوان گفت۔ ساڑھے اٹھارہ تنکہ ومجلس بخندہ درگشت۔ من درآن مدّت بسید بھوّہ بودم لشکری بمہم مہابت[1] خان در ملک رعنا بمقابلہ مغلان۔ می گفتند روزے سید درشکارے بمصاحبان می گفت۔ چند ماہ است بکوہ وبیابان سرگردان ایم وہیچ کار انجام این مہم درنظر نمی آید چونست کہ چیزے برعنا بنویسم کہ فکر این وے نماید وازین سرگردانی خلاص گردیم۔ من حاضر بودم بطیبت گفتم اگر این بیت برعنا نویسند کافیست

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را　　کہ سر بکوہ وبیابان تو دادۂ مارا

سید وحاضران خوشوقت گشتند وسید بیشتر برمن لطف نمودن گرفت۔ پس ازآن

---

[1] مہابت خان حاکم کابل بود وبسلسلۂ گرفتاریٔ مجدد بغاوت کردہ۔ اکثر امراء وعہدیداران ہم خیالِ او بودندے مغلانِ کابل وپشاور لشکری او بوند۔

روزے درصحرا بشکارے رفتند درآن شکارگاہ دو طفل توانا شیر خوارہ یافتند سید مہرورزید و شکار را واگذاشت وطفلان را درآمد و در پالکی داشت و تیز ترک روان شد تا بمنزل رسیدہ طفلان را بزنے شیر دار حوالہ کنند۔ ناگاہ در راہ زنے را دیدند کہ لنگان ہمی رفت۔ پرسیدند حال چیست؟ گفت بچہ مرا شیر نبردہ اند و مرا در پستان شیر فرود آمدہ کہ نمی توانم راہ رفت۔ سید زن را ہم در پالکی نشاند تا طفلان از شیر سیر شدند (معلوم شد کہ آن ازن اسیر قید مغلان بود) و مردمان فرستادہ کہ مادر طفلان را بمبلغے از بند مغلان خلاص گردانند۔ وے گفت دو پسر چاردہ و دوازدہ سالہ من اسیر مغلان اند۔ آن راہم خلاص کنید۔ سید آن ہر دو راہم بمبلغے کثیر بدست آورد و ہر پنج کس را با مجمعے لشکریان ہمراہ در مسافت داشت بعدۂ بوطنِ شان فرستاد۔ این واقعہ در سال ہزار و سی و شش بودہ است (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶م)۔ در ''فوائد الفواد'' می آرد کہ شیخ نظام الدین اولیاء فرمودہ اند قدس سرہٗ کہ (والد) مولانا علاء الدین[1] بداؤنی کنیزکے زال نو بردہ از موضعے کہ نزدیک بداؤں است، داشت۔ روزے آن کنیزک گریہ می کرد۔ مولانا پرسید چون می گریٔ۔ گفت پسرے دارم از وجدا افتادہ ام۔ گفت اگر ترا بر سر حوضے کہ یک کروے بہ شہر است ببرم از آن جا راہ خانہ خود بدانی؟ گفت بدانم، مولانا سحروے را بر سر ان حوض گذاشت۔ شیخ چون بدین جا رسید چشم پُر آب کرد و گفت علمائے ظاہر این معنیٰ را منکر باشند امّا توان دانست کہ او چہ کرد۔ ہم شیخ فرمود وقتے کہ مولانا علاء الدین کودک بود در کوچہ از کوچہاے بداؤں می گشت۔

---

[1] مولانا علاء الدین بدایونی از استادانِ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ بودند وفات آن ۹۴۰ھ

شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ در دہلیز خانہ نشستہ بود، چون نظرِ او بر مولانا افتاد، بخواند و جامہ کہ خود پوشیدہ بود مولانا را پوشانید، آن ہمہ اوصاف و اخلاقِ وے از برکت آن بود۔ انتہیٰ۔ وآن سید بھوّہ مرید سید محمد نبیرۂ شاہ عالم گجراتی بود قدس سرہٗ مردے بزرگ بود مخیّر و نیاز مندِ فقرا۔ باوجود حکومت دہلی بزیارت مشائخ درویشان شدے۔ براعراسِ بزرگان مولع بود۔ مجالس عالی برپا نمودے وسرودے بمعنی کلام معرفت خوش بمیان بودے۔ روزے بخانۂ جلودار خود کہ عرس پیر خود کردہ بود، رفتہ۔ من ہم باوے بودہ ام۔ ووے کتابے جمع کردہ بود از اعراس بزرگان چنانکہ از غرہ محرم تا آخر ذی الحجہ آسامی آن اعراس تاریخ، بتاریخ نوشتہ و ہر صبح آن معروف علی بعرض رسانیدے کہ امروز عرسِ فلان وفلان است تا بعد فراغ طعامے کہ ضیافت کردے بارواح آنہا فاتحہ خواندے و تفصیل احوال وے در نسخۂ ''تذکرۃ الابرار'' کہ بعضے از فضلاء تالیف نمودہ اند مسطور است۔ پس از وفاتِ وے کہ در سال ہزار و چہل داند است (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱م) عزیزے وے را در خواب دیدہ بآب ہا، خوش وخرم ومرتبت۔ پرسید کہ چہ حال داری واین منزلت بچہ یافتی؟ گفت از دولت درود کہ ہر شب سہ ہزار وسی صد مرتبہ برآن حضرت ہدیہ می فرستادم و ہر شب جمعہ ہزار بار، ووے باوجودِ حکومت دہلی وخدمتِ سلطانی حافظ کلام مجید بود۔

خواجہ جامی

وے از اولاد احمد جام است قدس سرہٗ۔ از فتیان روزگار است و عالی ہمّت۔ شیخ

است بظاہر و بباطن قلندر۔ و صاحب مشرب وسیع، صاحب سیرت ظریف و وجاہتِ لطیف۔ بادشاہ صاحب قران ثانی وے را پیش پایۂ سریر خود بر پا داشتے و طلعت زیبائے وے را خوش انگاشتے۔ وے بے تکلفانہ زندگانی کردے و بے تعلقانہ بسر بُردے۔ آن بیت بروے صادق است

تکلف گر نباشد خوش توان زیست　　تعلق گر نباشد خوش توان مُرد

ہر روز فتوح از اغنیاء حریفانہ گرفتے و باحاضران بکار بردے۔ روزیکہ بدستش ہیچ نیفتادے پیراہن بدستار بگرو فرستادے بحکم روز نو روزی نو، پرواہ فردا فرانداشتے و در شب ہیچ خوردنی با خود نگذاشتے۔ مشرب وے دل رُبای اہل دلہا بود طلب دنیا وے برعکس ترک الدنیا دنیا بود

خوردہ کہ چیزے برآید ز دست　　بہ از صایم الدہر دنیا پرست

من وے را در سنبھل دیدہ بودم در سال ہزار و چہل و سہ (۱۰۴۳ھ/۱۶۳۴م)۔ چہ صورت معشوقانہ و قدر شاہانہ داشت و چہ کلام عارفانہ و عاشقانہ می انگاشت۔ بر من لطف بسیار می فرمودے آخر ندانم بکجا شد۔

خواجہ ابوالخیر کشمیری

وے بسیار بزرگ است۔ در طریق معاملت و ورع سخت نیک۔ و اندرین راہ مستقیم الحال (است) ہمّت عالی دارد۔ با شیخ تاج الدین سنبھلی صحبت داشتہ در مکّہ۔ نسبت بپدر خواجہ احمد درست می کند۔ صبیۂ مولانا خواجگی املکنگی شیخِ خواجہ بیرنگ

اہل خانۂ خواجہ احمد است وخواجہ ابوالخیر نبیسۂ مولانا است۔ وخواجہ احمد بعد زیارت حج بحدود گجرات در سال ہزار وہشت برفتہ (۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰م) ووے عظام پدر را بمکّہ بردہ ودر معلیٰ دفن کردہ۔ وے گفتہ کہ پدر مرا مولانا گفتہ بود کہ در پنجاہ سالگی ترا سعادتے روے دہد ودر عمر پنجاہ سال ہم مرا زیارت حرمین محترمین میسّر گشت۔ شیخ من گفتہ کہ مولانا خواجگی ہمیشہ عمل بعزیمت نمودہ اند واز رخصت وبدعت پرہیز فرمودہ اند۔ درغایت معنیٰ اخلاص وصدق می کوشیدہ اند وطریقۂ خود را از مردم می پوشیدہ۔ وایشان نسبت بمولانا درویش محمد پدر خود درست می کند و ایشان بخواجہ مولانا محمد زاہد خالِ خود و ایشان بخواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار وایشان بمولانا یعقوب چرخی وایشان بخواجہ بہاء الدین نقشبند وایشان با میر سید کلال وایشان بخواجہ بابا سماسی وایشان بخواجہ علی رائیتی وایشان بخواجہ محمود زنجیر فغنوی وایشان بخواجہ عارف ریوکری وایشان بخواجہ عبدالخالق غجدوانی وایشان با خواجہ (ابو) یوسف ہمدانی وایشان بخواجہ ابوعلی فارمدی وایشان بشیخ ابوالقاسم و ایشان بشیخ ابوالحسن خرقانی وایشان با خواجہ بایزید بسطامی وایشان باامام جعفر صادق و ایشان بقاسم بن محمد بن ابی بکر وایشان بسلمان فارسی وایشان بحضرت ابی بکر صدیق وایشان بحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے پیر محمد خان والی ماوراء النہر بر باقی خان والیٔ سمرقند لشکر کشید باقی خان پناہ بمولانا خواجگی آورد وایشان پیش پیر محمد خان رفتہ طریقۂ مصالحت بمیان آوردند۔ وے از غایت تکبر وشوکت نپذیرفت۔ ایشان بغضب برخاستند وآمدہ بباقی خان گفتند کہ از

قلّت عسکر خویش منید یش واین کریمہ برخواندند ''و کم من فِیَةٍ قلیلةٍ غلبت فیةً کثیرةً باذن اللہ'' توجہے نمودند وبعنایت تام فرمودند۔ بروفتح تست۔ وے راقوّتے بدل پیدا آمد وبالشکر سہ چہار ہزار کس بر پیر محمد خان صاحب لشکر چہل و پنجاہ ہزار کس، تاخت و دراوّل بُرِش فتح یافت، ومولانا بعمر نود رسیدہ اند۔ وفاتِ ایشان در سال ہزار وہشت (۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰)۔ بادشاہ صاحب قرانِ ثانی خواجہ ابوالخیر را از غایت دینداری وے برخدمت عدالتِ آگرہ کرد۔ وے سالہا آن خدمت را از روے حساب راستی ودرستی نیک بجا آورد وعالمے را بحقِ خود رسانید بآخر ترک نوکری کردہ بزاویہ خود نشستہ وپاے ہمّت بدامانِ قناعت کشید۔ گاہ ہاوے بشیخ من آمدے وصحبت ہاے نیک بمیان بودے۔ من وے را می دیدم کہ از طلعت بابہاے وے صفائی نسبت باطن وے سخت ظاہر و پیدا بود۔ روزے شیخ من مرا بوے فرستاد بمہمے ووے آن قدر مروّت وحسن سلوک در آن کار آورد ومرا رہین منّت ساخت کہ یقیناً پنداشتم کہ اکابر اولیاے سلف ہم برین قیاس بودہ باشند۔ تفاوتے کہ ہست از راہِ تقدم است وتاخّر۔ وفات وے در سال ہزار وقبر وے در.....

خواجہ فولاد

وے بخاری الاصل است۔ صاحب نسبت عالی واستغراق تام۔ من وے را در مسجد شیخ فرید بخاری دیدہ بودم۔ از بخاریانِ لاہور بسا مردم اہل این راہ آرزوے صحبت وے می داشتند۔ وے با ہیچ کس درنساختے وہیچ کارے نپرداختے وخود را

از جمیع مقاصد و مطالب مستغنی فرانمودے و بحالت یاس و نومیدی مبتلیٰ بودے۔ شیخِ من گفتہ

بجز دربار نومیدی ندارد گوہر و صلش
تو خواہی در بیابان گرد خواہی در چمن بنشیں

گاہ ہا کہ وے را تنہا یافتمے سخنان این راہ درآوردے و حقائق و معارف شیخِ خود بیان کردے۔ احیاناً متوجہ من شدے و از غرائب احوال و دقائق این علومِ نیک برگفتے و شیخِ مرا نادیدہ بستودے و صحبت ہا با قیمت بمیان بودے و رفتے پس آنچہ رفتے رفتے۔ بادی النظر و حاضر وقت از مشاہدۂ احوالِ وے مرا این سخن بدل آمدے کہ صوفیہ محققین گفتہ اند کہ سخن شنوان در جہان بسیار اند این حدیث جد است۔ ترا از آن می باید بود کہ روز را بشب آری و شب را بروز چنانکہ۔ و ہم مرا از دیدار نورانی وے مشائخ سلف ماوراء النہر بیاد آمدے و وقت خوش گشتے

اے سرو بتو شادم قد تو، بکے آری اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

پس از آن وے مرا سخت دوست گرفت و از احوال باطن خود سخنان باشارہ و کنایہ فرامی نمودے و از شیخ خود نیز حکایات بس بلند می آورد۔ روزے من بوے گفتم بعضے مطلب از راہ باطن در پیش است توجہے نمای کہ بوجہ نیک بظہور آید۔ گفت امشب من متوجہ می شوم تو ہم متوجہ شو۔ اندر آن شب مرا دو چیز ظاہر شد کہ مقدورم نیست گفت۔ چون وے بجاے شد من حسرت بسیار خوردم و قدر آنچنان صحبت دانستم۔ النعمة اذا فقدت عرفت۔

شاہ میر لاہوری

وے بسیار بزرگ است۔ حصور بودہ، صاحب جذبۂ قوی واحوال عظیمہ۔ پیش اہل ظاہر ظاہر و متحقق در باطن۔ اوّل قدم مریدان را بتجرید وتفرید دلالت کردے۔ بامردم صحبت کم می داشت۔ چون کسے بدیدن وے شدے نفسے نہ نشستہ بودے کہ فاتحہ خواندے ورخصتش کردے۔ از دامنِ تربیت وے درویشان مجذوب برخاستہ اند وصاحب معنی و مستقیم الحال وبعضے از آن با خوارق ظاہر می کند۔ جہانگیر بادشاہ بدیدار وے خورسند گشت وروش وے بسیار خوش کرد۔ بادشاہ صاحب قران ثانی بدیدن وے رفت ومحظوظ شد ومعتقد برخاست۔ گویند دراوایل بحسن صورت میلے داشتہ و ہندو پسرے رانظارگی بود۔ روزے بہ عبدالعزیز کہ از یارانِ شیخ حسین دہدہہ بود گفت می توانی کہ آن پسر رابمن آری گفت شاہا مردم بوسیلہ تو بخدا می رسند چون توی راچہ مناسبت کہ بدین کار متوجہ شدی گفت چنانکہ مردم بوسیلۂ او بخدا می رسند باوسیلۂ توبا وی رسم وآن ہندو پسر از تاثیر صحبت وے بشرف اسلام مشرف گشت وصاحب حال عظیمہ شد۔ وہم چنین درصحبت وے تاثیرے بود بس قوی۔ گویند روزے وے درلاہور از شیخ عبدالحق دہلوی پرسیدہ کہ شیخا! حقیقت حدیث ''سور المومن شفاء'' بمن برگوی چرا کہ سور المومن بیمار رامی خوراندند بہ نمی شود۔ شیخ گفت۔ کتب حدیث بہ بینم تا بگویم۔ وے بگفت بخاطر من وجہے رسیدہ یعنی مومن از خوردن سُور مومن از مرضِ کبر کہ در دل خود دارد خلاص می شود۔ این معنیٰ را

شیخ پسند کرد۔ نیز گویند کہ روزے عالمے در بازارے ہمی رفت (در راہ سلعہ خود برداشتہ) بوے ملاقات کرد و خجل شدہ گفت۔ شاہا اینک چیزے از دوکان می خریدم و بخانہ می برم تا موافق آن حدیث کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یک مرتبہ سلعۂ خود را برداشتہ از بازار بخانہ رسانند از آن برین عمل نمودہ باشم۔ وے گفت۔ تو این کار مکن چہ این فعلِ پیغمبر است و تو این را از پندار دانشمندی حقیر پنداشت و این معنیٰ از ادب (نبویؐ) دور است۔ روزے من وے را ملازمت کردم و دران مدت من لشکری بودم لیکن طلب فقراء دامنگیر جان و دل بود۔ وے از نام و مقام من پرسیدہ فاتحہ خواند و رخصت کرد۔ من در شگفت و تحیر افتادم چہ طریقہ وے را نمی دانستم و برخاستم افسوس کنان کہ این روش لشکریانہ (اورا) برین آورد۔ درین اثناء خادم وے مرا ازیں معنیٰ آگاہنید کہ روزے من با وے بودم بدیدن شاہ رفت امّا (ملاقات نہ کردہ واپس آمد) کہ از بعضے صفاتش کبر ظاہر بود۔ وفات در سال ہزار و چہل و سہ است (۱۰۴۳ھ/۱۶۳۴م) وقبر وے در ناحیت لاہور جنوبی شہر۔ ملک احمد کشمیری از یارانِ وے گوید کہ سید سُرخ نانا ے من جذبۂ قوی داشت در وقت احتضار دخترِ خود را طلبید و دست گرفت و گفت آنچہ من داشتم بتو دادم۔ از ہمان وقت وے را حالتے و کیفیتے دست داد چنانچہ در ہوائے برف در حوض باغیچہ خود، اکثر ہا می گذراند آخر از آن دختر من بزمیں آمدم و وے از حالِ من غافل گشت تا دیگران مرا پرورش کردند۔ چون دوازدہ سالہ شدم روزے مرا با لباس فاخر در نظر وے بردند کہ مہربان گردد۔ وے گفت اے جوان از خدا شرم دار این جوانی و خود آرای برائے چہ می نمای، خدا طلبی

پیش آر۔ از ہمان وقت مرا حالتے دست داد کہ رفتہ بگورستان صحرا درخزیدم۔ چہل و پنجاہ روز گذشت و ہیچ کس از حال من خبر نگرفت تا دل جدّہ من برمن بسوخت و بمادر من گفت این قدر نامہربانی وتغافل چہ می کنی۔ بطلب اورا وحوالے بیکے از فقرا کن کہ تربیت نماید۔ تا مرا طلبید وگفت پیش شاہ میر بلاہور رَو وخدمت وے رالازم گیر۔ من پیش شاہ آمدم۔ قبول فرمود ومرا حوالے بمجذوبے کرد۔ چندگاہ باوے بودم۔ آن مجذوب مرا پیش مجذوبے کہ نزدِ لاہور جاداشت فرستاد۔ خدمت وے راہم لازم گرفتم۔ روزے وے خربوزہ ولایت از من طلب کرد۔ پنج روپیہ باوے بود، گرفتم وخربزہ داغی خریدم وآوردم۔ چون خواستم کہ اولاً داغے ببرم وے بغضب گفت۔ کجا است داغ و برخاست ونمایندم ایدم کہ نشان داغ ہیچ جا نبود۔ باز شبے وقت سحر مرا گفت برو ودہی برہ (بڑہ) بیار۔ حیران شدم کہ درین وقت ہیچ بازارے برپا نیست، کجا روم۔ وے برخاست وبعضب مرا سنگ انداخت کہ برو۔ من روان شدم۔ دران نزدیکی دریچہ پیدا شد ورفتم۔ دیدم کہ شخصے زیر درختے دہی برہ (بڑہ) می فروشد۔ مرا گفت اگر خواہی بگیر من گفتم نہ نقدی دارم نہ جامہ۔ طبّاخ بلطف گفت تو خود پیش فلان مجذوب می باشی ہر قدر خواہی بگیر۔ من قدرے برگرفتم و روان شدم۔ چون پس نگاہ کردم نہ طبّاخ بود نہ درخت۔ ومن از صحبت آن مجذوب کشائشہا یافتم۔ من حکایتے از سید زاہد بن سید ابراہیم بھکری شنودہ ام کہ گفت۔ روزے کو کنارے مفلوک پیش مجذوبے رفتہ احوالِ درماندگی بگفت۔ وے مہربان شد وبرناخن سرانگشت وے از سیاہی گرم کردہ حرفے نوشت وگفت برو، ہرچہ خواہی

بخور و بنوش، ترا کس نخواہد دید۔ امّا بخانۂ بادشاہ مرو۔ وے اولاً بر دکانِ بقالے رفت کو کنار مالیدہ و بخورد و بقالش ندید و ہم چنین اطعمہ خوردن ولباس فاخرہ پوشیدن گرفت تا کہ فربہ شد۔ روزے بخانہ بادشاہ رفت دید کہ با محبوبِ خود در خلوت شطرنج می بازد۔ درین اثنا کاسۂ آش و دو قاش آوردند و ہر دو خوردن گرفتند۔ وے ہم بدست خوردن آغاز کرد۔ از آش گرم آن حرف از ناخنش برفت شاہ وے را درگرفت و گفت۔ کیستی؟ گفت مجذوبے چنین و چنان کردہ۔ آن مجذوب را ہم درآن جا طلبید و گفت۔ این چنین تماشا مرا ہم بنمای۔ گفت سوے فلان خانۂ شطرنج نگاہ کن چون نگاہ کرد خود را در صحرا یافت۔ زن چہاردہ سالہ بکر شدہ۔ حیران درماند۔ درین اثناء جوانے سوارہ در رسید۔ وے را ردیفِ خود ساختہ و بخانہ بردہ بنکاح خود درآورد و از وے ہشت فرزند متولد شد۔ روزے سر بجیبِ تفکر فرو بردہ از ماجراے سلطنت یاد کردن گرفت۔ درین اثناء آن مجذوب گفت چشم بکشا چون بکشاد، دید کہ آن مجذوب و محبوبہ وکو کنارے باہم نشستہ اند، حیران شد و بپاے مجذوب افتاد و سلطنت گذاشتہ اندرین راہ درآمد۔ واللہ اعلم۔

ملا خواجہ لاہوری

وے از یاران شاہ میر است از مجاذیبِ وقت بود۔ صاحب معنیٰ و اندرین طریق سخت نیکو۔ کم کسے بوے راہ یافتے۔ در زبان وے تاثیرے بود۔ جذبہ را بہ معاملت بہم داشتہ۔ ہمانا این معاملہ تلبیس وقباب حال وے بودہ باشد۔ با شیخ من

اخلاص نیک داشتے و نیاز و مدارا فرا آمدے و خدمتِ شائستہ کردے، شیخ من گفتہ کہ روزے من بوے شدم، سخنانِ این راہ بمیان آمد۔ وے بجوش و خروش گفتن گرفت کہ در کثرت ہمہ جنگ است و جدل و متنافست۔ و درین اثناء دستہاے جنگیانہ گردانیدن گرفت و گفت در وحدت ہمہ آرامست و جمعیت و صلح۔ شیخ من گوید کہ مرا این اداے مستانہ و محققانہ وے خوش آمد کہ با قیمت بود۔

چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چون بیک رنگی علَم افراشتی موسیٰ و فرعون دارند آشتی

روزے من این حکایت را بمحمد نعیم کہ درویشے است، آراستہ و آزاد از یاران مُلّا خواجہ، گفتم۔ وے گفت آرے گاہہا (خواجہ لاہوری) در آنچنان وقت ہمین دو بیت مثنوی مولوی را از سرِ ذوق می خواند، و این نوشتن تو درین محل از اتفاقاتِ حسنہ بودہ است۔ محمد صالح لاہوری کہ ذکرِ وے گذشت، گفت۔ روزے پیش مُلّا خواجہ بودم کہ دو تن مسافر در رسید و بروے سلام کردند۔ وے را از بس کہ وحشت و نفرت از خلق بود۔ دور دور کردن گرفت۔ آنہا گفتند ما عالمے گریدہ ایم۔ درویشان و مشائخ وقت را دیدہ، در طلب یک سخنے۔ و امید چنان بود کہ کار کشاد آن از تو خواہد شد تو خود چنین سلوک می کنی۔ آنگاہ بہ نرمی پیش خواند و گفت چہ می گوئید۔ ایشان گفتند۔ طریق موصل بحق کہ در غایت خفا است چیست؟ گفت۔ جواب این را در مثالے نمایم و این است کہ شخصے زر یا نقرہ یا مثل این در جاے پنہان می کند کہ ہم خانہ او ہم مطلع نمی شود اتفاقاً دُزد را دست بر ہمان می رسید و وے را این قدرت از

دولت بیداری شب دست می دہدو ہم چنان سالک این راہ اگر برین (شب بیداری) مداومت کند۔ دست ادراک وے براوسبحانہ کہ اخفی الخفاء است می رسد۔ آن ہا از شنیدن این سخن ثنائے بیحد برین عطیہ گفتند وروان شدند ومن مدّت ہا بدیدار ملا خواجہ شدہ بودم، (ازو) بہ ازین حرفے نشنیدم والحق این سخن سخت زیبا گفت

ہر گنج سعادت کہ خداداد بحافظ ازیُمن دعائے شب وردِ سحری بود

سید عبداللہ ہمسایۂ وے گوید کہ من در آوانِ شباب بخط نسخ تعلیق مشق می کردم روزے بوے شدم کہ توجہے نمایند کہ بدین سلیقہ بدرگاہ بادشاہ وقت برسم۔ چون مرا دید بصورت شیرے مہیب برمن ظاہر شد، بترسیدم ولرزیدم وبغضب گفت قربِ بادشاہ را می خواہی۔ گفتم ازین مطلب باز آمدم وپشیمان شدم۔ وہم وے گوید کہ در شبِ عرس شاہ میر از کثرت باد چراغ ہا سرد شدند۔ یکے گفت عجب کہ در درگاہ۔ این چنین شاہ تصرّفِ کمترین ہم ندارد۔ (وے گفت غلامان) شاہ را میسّر است چہ جائے شاہ۔ درین سخنان بودند کہ چراغان خود بخود افروختہ شدند وروشنی بحال ماند۔ وہم وے گوید کہ روزے مُلّا خواجہ طعامے پخت وبحاضران قسمت کرد وخود نخورد و پس از آن دستے یکے از آنان را کہ گاہ ہا اندرین حدیث بوے بحث داشتند برگرفت وبگفت شماہا کہ می گویند کہ دوستانِ اوسبحانہ چون بمیرند۔ بہ بینید چنیں میروند۔ ''اللہ'' گفت و برفت در ماہ شعبان در سال ہزار وشصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ جون ۱۶۵۷م) وقبر وے در جوار شیخ وے است۔ من روزے وے را درخواب دریافتم مرا نیک پرسید ولفظے فرمود۔ رستم خان دکنی کہ من باوے لشکری بودم

وے بجہت[1] فتح مہم قندھار بوے آمد والتجا آورد۔ وے گفت برو کہ حضم ترا کشتہ اند ما کشتہ ایم۔ تا بقندھار نرسیدہ بودیم کہ خبر وفاتِ شاہ سفی (صفی) والی ایران در رسید و این واقعہ در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) بودہ است۔

شیخ بلاول قادری

از اجلۂ مشائخ وقت است۔ در معاملت مستقیم، صاحب احوال عظیم۔ طلعت نوارنی داشت۔ و متورع با شکوہ بود، باریاضت شاقہ۔ ہر سال بصحرا رفتے بجاے معیّن وچلّہ نیک برآوردے و باز بمنزل اقامت آمدے در لاہور۔ با ہر خرد و بزرگ اخلاق و مہر ورزیدے۔ ہر کہ بدیدارِ وے شدے دور غیف با حلوہ بدو داد۔ مریدانِ صاحب احوال و کیفیات داشت۔ از بعضے یارانِ وے خوارق ظاہر می کنند۔ وقتے کہ بادشاہ صاحب قران ثانی بدیدن وے رفت و درخواست سخن نمود۔ وے دلالت بعدل کرد و این حدیث خواند ''العدل ساعۃٍ خیرٌ من عبادت الثقلین'' وگفت قصہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کہ در زمانِ خلافت ایشان کہ پاے گوسپندے را شگافے از یکے رسیدہ بود و آن در کتبِ معتبرہ مسطور است۔ بادشاہ عادل را صحبت وے کارگر آمد و خوشوقت برخاست

شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ و زُہد قدر یکساعتے عمرے کہ در و داد کند

ہمانا اخلاص و محبتے کہ سلاطین تیموریہ را با فقراء باب اللہ واقع است رعایت آن

---

[1] در نسخہ ''برخصت''

وآداے آن حقوق بود کہ حضرت امیر سید کلال قدس سرہٗ امراء تیموریہ را بتوجہ خاص خود مرتبۂ سلطنت عنایت فرمودہ اند۔ چنانچہ در مقامات ایشان مسطور است کہ روزے حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ بعد از گذاردن نماز از شہر بخارا متوجہ خانۂ خود شدہ بودند۔ وچون بکلا باد رسیدند می بنیند کہ در سبزہ زارے کہ درمیان فتح آباد و کلا باد است، جماعتے نشستہ اند وصحبت مشروعی می دارند۔ و درمیانِ ایشان از مقامات درویشان سخنے می رفتہ است واز ولایات وکراماتِ اولیاء اللہ نقل می کردہ اند ودرین جماعہ میر تیمور بودہ اند وحضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ با جماعت خود می گذشتہ اند۔ چون چشم امیر تیمور باین جماعتہ افتادہ است۔ پرسیدہ اند کہ این جماعہ چہ درویشان اند، یکے از آن میان گفتہ است کہ ایشان را حضرت امیر کلال می گویند وچون امیر تیمور دانست، فی الحال چون باد صرصر برفتند وبنزدیک حضرت امیر آمدند ونیاز پیش آوروند وچنین گفتند کہ اے بزرگوار دین واے ہادیٔ راہِ یقین توقع از کرمِ شما این چنین درخاطر دارم کہ مرا کارے بفرمایند کہ تا سبب تسکین خاطر درویشان باشد۔ بعد از آن حضرت امیر کلال فرمودند کہ طریقہ درویشان استغناء می باشد ومرا وظیفہ آن نیست کہ از خود سخنے گویم۔ تا از روحانیت عزیزان اشارت نمی شود چیزے نمی گویم چرا کہ جدِ ماہرگز از خود نگفتہ اند۔ امّا شما منتظر باشید، کہ در پیش کار شما روشنیٔ عظیم می بنیم وچیزے با شما خواہد رسید۔ چون حضرت امیر کلال بخانۂ خود رسیدند ودر زاویہ خلوت درآمدند وبعد از آن بیرون آمدند ونماز خفتن بجماعت بگذراندند وبعد از نماز گذاردن از روحانیت مشائخ قدس اللہ ارواحہم

حضرت ایشان پرسیدند و یکے محرمان خود را کہ شیخ منصور نام داشت و او در خانقاہ ساکن می بود طلب کردند و گفتند۔ زود برو و امیر تیمور را بگو کہ ہیچ توقف نکنند و فی الحال متوجہ خوارزم شوند و ہیچ چیز نظر نکنند و اگر نشستہ باشند برخیزند و اگر ایستادہ باشند نہ نشستند کہ ارواح طیبہ مشائخ ہم چنین اشارہ فرمودہ اند کہ تمام مملکت را سر تا سر با شما و فرزندان شما دادہ اند۔ و چون خوارزم در تصرف شما شود، متوجہ بہ سمرقند شوید۔ چون شیخ منصور با میر تیمور رسید، می بنید کہ امیر تیمور ایستادہ اند و منتظر جواب بودہ اند چون شیخ منصور این ماجرا را تمام و کمال تقریر کرد تیمور بگریختند و ہر چند طلب کردند ہیچ نیافتند و ہیچ کس ہم نشان او نداد۔ ہمان بود کہ خداوند تبارک اللہ تعالیٰ مملکت را بایشان داد و چون از خوارزم مظفر و منصور باز گشتند و بسمرقند آمدند و ساکن شدند کار ایشان ساعت بساعت و روز بروز زیادت می شد و امیر تیمور از سمرقند قاصدے بہ بخارا نزدیک بہ حضرت کلال فرستادند کہ اگر حضرت امیر لطف فرمایند و بدین جانب بیایند ہمہ اہل این ولایت بمقدم میمون ایشان مشرف شوند و اگر عنایت فرمایند کہ آن جا رویم جماعتے از تشویش با (تفرقہ) شوند کہ "اِنَّ الملوکَ اِذا دَخَلوا قریۃً افسدوھا" جماعتے باین سبب متضرر شوند و دیگر ایشان حاکمند ہر نوعے کہ حکم فرمایند ہم چنان کنم۔ چون این قاصد خبر نزدیک حضرت امیر کلال رسانید حضرت امیر عذر در میان آوردند و چنین فرمودند کہ ما درین جا بدعا مشغولیم و مارا وظیفہ آن نیست کہ جاے برویم و یکے از فرزندان خود را کہ امیر عمر نام بود بطریق عذر خواہی روانہ ساختہ اند و فرمودند امیر تیمور را بگوئید کہ اگر می خواہد کہ شمار

کہ در دل اہل اللہ جاے باشد زنہار تقویٰ وعدل را شعار روزگار خود گردانیدند و دیگر آنکہ اگر تیمور شمارا معائشہ خواہد داد قبول نکنید و اگر قبول می کند نزدیک مانیائید از ہر نوعے کہ باشد و در قبول کردن مخالفت جدّ خود می کنید و دیگر آن کہ درویشان دایم الاوقات بدعاے مومنان مشغول می باشند و اگر بدُنیا میل می کنند دعاے ایشان در حجاب می ماند چون امیر عمر را این وصیّت ہا کردہ، روانہ ساختند و چون نزدیک امیر تیمور رسیدند، چند روز امیر تیمور ایشان را توقف فرمودند۔ بعد از آن (بوقتِ اجازت رخصت) امیر تیمور فرمودند کہ بارے ہمان قریہ کہ شما در آن جا سا کنید قبول بکنید۔ قبول نکردند۔ بعد از آن امیر تیمور فرمودند جامہ با چیزے دیگر فرستم کہ مناسب ایشان باشد کہ مارا در آن حضرت قربے باشد۔ چون امیر (تیمور) این سخن درمیان آوردند امیر عمر فرمودند کہ حضرت والد این سخن فرمودہ اند مر شمارا کہ اگر می خواہند کہ ایشان را در دل اہل اللہ جاے باشد، ایشان تقوی وعدل را شعار روزگار خود گردانند۔ سببِ قرب بحق سبحانہ تعالیٰ ہمین است و باین معنی قبول ہمہ دلہا است۔ قطعہ

وین قدر ندارد کہ بر و دست زنند　　با وجود و عدمش غم بیہودہ خورند
نظر آنہا کہ نکردند برین مشتے خاک　　الحق انصاف توان داد کہ صاحب نظراند

''ما زاغ البصر و ماطغیٰ'' مقویٔ ہمی معنی است و در حدیث حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است کہ فقراء اُمتم را بنیم کہ روز حساب نیم روز پیشتر از اغنیاء در بہشت می درآیند نیم روز آن جہان مقدار بست و پنج ہزار سال این جہان می باشد باعتبار روزے دنیا۔ پس درویش را می باید کہ درین معنی تامل

فرماید و بادنیا واہل دنیا مغرور نشود کہ سبب بُعدِ حق است۔ انتہیٰ۔ شیخ بلاول را مریدے بودہ تاجر کہ بیع وشرا از روے دیانت وراستی کردے وقتے در دریاے راوی کشتی بہ خریطہ ہاے شکر پُر کردہ خواست بملتان برود۔ ایام طغیان آب بود۔ کشتی غرق شد وبرِیگ در پوشید چون آب فرونشست وزمین سیلابی خشک شد گاہ ہا آن تاجر بکنارہ دریا ہمی رفت واین طرف وآن طرف نگاہ می کرد وباز بخانہ می آید۔ مردم را وہم آن شد کہ از تلف شدن مال جنونے بہم رسانده۔ ونہ چنان بود۔ چہ وے بیاران خود می گفت کہ خرید وفروخت من ہمہ برطبقِ شریعت است واین چنین مال را می گویند تلف نمی شود، از آن می شوم ومی آیم۔ اتفاقاً روزے خوردگان بکنار دریا چاہ ہاے خرد، خرد کندہ آب برآورند۔ از چاہے رسن محکم ظاہر شد۔ دیگر کندیدند تا چوب کشتی رسیدند کہ بریگ برآمدہ بود۔ چون این خبر بتاجر رسید جمعے مزدوران باخود آوردہ کشتی از ریگ بسلامت آورد۔ خریطہا تر ناشدہ بسلامت (بود) چون وزن کرد ہر یک من یک پاؤ سیر کم برآمد۔ وے گفت این رسم بدعت رائج لاہور بودہ است کہ بائع برغبتِ خویش ہر یک من پاؤ سیر زیادہ می دہد۔ (ومشتری این زیادتی را حق خود می داند) الحمدللہ کہ مرا ازین کار یقینے نیک رسید وازین بدعت تائب گشتم۔ شیخ بلاول را من دوبار ملازمت کردہ ام۔ وے مرا نیک پرسیدہ است وہر دوبار از لطف واحسان خویش بہرہ مند و مرزوق گردانید کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ وفات وے در بست ونہم ماہ شعبان است سال ہزار وچہل وشش (۱۰۴۶ھ/ ۲۵ر جنوری ۱۶۳۷م) وقبر وے در شرقی کنار شہر لاہور۔ من در تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون شاہ بلاول یگانہ بودہ بجہان جنید دوران
بگذشت ازین سرائے فانی در بست و نہم ز شہر شعبان
از رفتنِ اُو بگفت ہاتف رفتست بتن نرفتہ از جان
تاریخ وفات او خرد گفت یا شاہ بلاول خداوان

۱۰۴۶ھ

سید نظیر محمد

از فقراء باب اللہ است۔ کامل است، صاحب آیات و کرامات و اندرین راہ مستقیم۔ وی منزوی مستغنی بودہ است۔ بدنیا و اہل آن سر فرو نیاوردے و با مردم نیامیختے و ہیچ کس را بوے راہ بنود۔ مولد و منشاے وے قصبہ قصور است در مضافاتِ لاہور۔ بآخر در زمین مکھی[1] متصل دہلی سکونت گرفتہ و بہ مخمولی و گمنامی در ساختہ۔ من در لاہور شنیدم کہ ہندویست در محلّہ بخارا کہ ہر کہ بوے می شود و می گوید کہ من مطلبے دارم در دل بگو آن چیست؟ و کے خواہد برآمد۔ وے آن مطلب را بعینہٖ فرا می گوید و ہم وقت ظہور آن مطلب را۔ من با دو تن بوے شدم۔ الحق ہم چنان دیدم کہ مردم می گفتند۔ علاوہ من آن دو کس ہمرہان پرسیدند کہ چونست؟ یکے را گفت آقاش برائے خریدن دو اسپ بلاہور فرستادہ است و خواہد خرید اگر خواہی رنگ و قیمت اسپان ہم بگویم و دیگرے را کہ ہندو بود گفت بروے مصادرہ خواہد شد سہ صد روپیہ۔ بوقت

---

[1] در نسخہ ''لکھی''

شام من تنہا رفتم و از مطلب دل خود نا گفتہ پرسیدم گفت بالفعل خود ترا حجرہ نشینی میسّر نیست و مطلب من ہمی بود کہ ترک نوکری کنم و بزاویۂ خود در نشینم و نیز مرا گفت تو خود الحال بدان طرف می شوی و بسمت مکھی جنگل اشارہ کرد و ہم از وے پرسیدم کہ این حال ترا از کجا بہم رسیدہ است کہ مطلب را نا گفتہ در می یابی گفت بصحبت فقیرے کامل احوالِ ماضی و مستقبل و حال بعینہ در می یابم و ہمہ از دلِ من می خیزد۔ اتفاقاً آنچہ بنسبت آن دو کس گفتہ بود بظہور آمد و من بزمین مکھی جنگل افتادم۔ آنجا از احوال فقرائے آن سرزمین استفسار می کردم۔ سکنۂ آن جا سید نظیر محمد را نشان دادند و گفتند وے با ہیچ کس نمی پردازد، خاصہ کہ لشکری باشد و نیز گفتند پیش ازین محترم خان مرتضٰی خان کہ حاکم فرید آباد و این طرف ہا بودند بر درے وے رفت و نشست وے از اندرون در را محکم بر بستہ و خود را از سر دیوار خود فرا انداخت و سر بصحرا، زد۔ خان مایوس برخاست۔ من روزے از سر شوق بدر وے۔ شدم و خادمِ وے گفتم نیازِ من بسید بگو۔ اِبا کرد۔ باز گفتم حقیقت را ہر گاہ خواہی بر گو۔ روز دیگر رفتہ از آن خادم ماجرا را پرسیدم گفت۔ ذکر ترا می گفتم بر آشفت و گفت، مارا بلشکریان چہ کار است۔ چرا تشویش می دہد؟ پس از آن من نیاز نامہ با حقائق و دقائق این راہ نوشتہ بخادم سپردم کہ بگذرانی چون بار دیگر رفتم گفت۔ سید نامۂ ترا برخواند و گفت ہر گاہ لشکری بیاید مرا خبر کنی و خبر کرد۔ سید بیک دست بوریہ و بیک دست کتابے در گرفتہ بر آمدہ۔ دریافتم و بنشستم۔ وے بلطف گفتن گرفت کہ مرا کہ طریقت چنانکہ دیدی و سبب نداشتن صحبت با مردم این

است کہ خود را با خدا نارسیدہ ہزار ہا مخلوقات می یابم پس۔ جبراً نیکوان را از صحبت بدم دور سازم۔ لیکن از آن گاہ کہ مفاوضہ تو خواندم بدل گفتم کہ باین لشکری باید صحبت داشت اکنون تو عہد نمای کہ در ہر ہفتہ چند بار بما می آمدہ باشی۔ روز جمعہ و دوشنبہ مقرر شد۔ من مسافت یک نیم کروہ در ایّام معہود بوے می شدم و صحبت می داشتم۔ بسا بزرگ صاحب مقامات و احوال و در معاملت سخت نیک دیدم و اندرین طریق صادق و مستقیم الحال یافتم۔ مطالعہ کتب احوال مشائخ ''رشحات'' و ''کلیات خواجہ بیرنگ'' وغیرہ ذالک کہ با خود داشتم بمیان می آمد۔ وے ہم رسالہ ہاے سلوک با خود داشت۔ صحبت عجیب و غریب دست می داد چنانچہ روزے باوے طعامے می خوردم بدل گفتم طعامے کہ از وجہ حلال تو ان گفت این است کہ وے دارد۔ وے بتبسم گفت طعام از جمیع وجوہ حلال بہم رسیدن بس دشوار است چنانچہ در ''رشحات'' است کہ روزے خضر علیہ السلام پیش خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ آمدہ است۔ خواجہ بہ دو قرص جوین از خانہ برون آمدہ و بخواجہ خضر فرمودہ تناول فرمایند کہ لقمہ حلال است۔ خضر گفتہ'' ہم چنان است لیکن خمیر کنندۂ وے بے طہارت بودہ است، مرا خوردن این روا نیست۔'' و وے از جدّ خود شاہ نور کہ مجذوب سالک بود و نسبت خود باُو درست می کند۔ حکایات غریبہ آوردے۔ روزے گفت کہ روزے شاہ (نور) پسِ امامے نمازِ پیشین می گذراندہ بعد از دو رکعت نماز واگذاشت و بنشست۔ بعد فراغِ نماز پرسیدند شاہا این چہ بود کہ کردی۔ گفت چہ کنم اولاً ہمراہ امام بعراق رفتم و وے آن جا اسپان خرید و بوطن آمد

من ہم آمدم چون خواست اسپان را بہندستان برد و بفروشد من ماندہ شدہ بودم ہمراہ وے نرفتم لاچار بنشستم امام شرمندہ گشت و حاضران معتقد شدند۔ من ہمیشہ یاد شیخ خود با سید فرامی آوردم وے نادیدہ شیفتہ می شدہ و برنایافت صحبتِ شیخ من چہ امید ہا و چہ آرزو ہا کہ ظاہر می ساخت۔ روزے من از راہ نیاز بوے گفتم کہ حال من بس حیرانیست و سراپا از گناہ پُر شدہ ام عنایتے و توجہے فرمایند تا خلاص شوم وے از روے لطف فرمود کہ توی کہ از چون توی گناہ نیاید و درین ضمن بعضے خبر بشارت داد کہ امید وارم۔ پس از مدّتے مرا بوطن حاجت سفر شد بوے شدم۔ وے ناگفتہ حال را دریافت و بگریہ درآمد و مرا گریان ساخت و گفت درین عمر من مبتلاے کسے نگشتہ بودم مگر تو صید کردی نصیب چنین بود و گفت اہل این قریہ ہمیشہ بتغیر این حاکم کہ تو با اوی از من دعا می خواستند و من مبتلا اوشان را بلے می گفتم لیکن از خیال نسبت تو دل من از آن دعا یکسو بود و اکنون بناگاہ تیر فراق برفرق دلم زدند چہ توان کرد۔ و گفت ترا بخدا سپردم۔ من بوطن رسیدم۔ چون باز بلاہور شدم از احوال سید خبر گیران می بودم می شنودم کہ بعافیت است۔ پس از آن خبر رسید کہ وے برفت از دنیا از سال ہزار و چہل و یک یاد د (۲۔۱۰۴۱ھ/۳۲-۱۶۳۱م)

شیخ عبدالحق دہلوی

وے مجمع فضائل و کمالات و منبع آثار و برکات بود۔ جمیع علوم عقلی و نقلی از عنفوان جوانی تا آخر عمر درس گفت در سال نہصد و نود و پنج رہگراے سفر حجاز گشت

وبعد از طواف حرمین محترمین پیش محدثان عالی اسناد تصحیح کتب احادیث نمود و در بعضے معاملات از سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم استماع حدیث نمودہ بہ نشرِ علوم دینی بشارت یافت۔ و با شیخ عبدالوہاب متقی خلیفۂ شیخ علی متقی صحبت داشتہ و خلافت یافتہ و در طریقہ قادریہ و شاذلیہ مجاز شدہ و برخصت شیخِ خود بدہلی آمدہ چون در سال ہزار و ہشت خواجہ بیرنگ بدہلی تشریف آوردند مستعدان و خداپرستان گرد آن مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند۔ وے را اخلاص و محبت بخواجہ بیرنگ پیدا شد و بعد از اشارہ غوث اعظم از خواجہ بیرنگ اخذ طریقہ نمودہ ملقّن شد و اجازت ارشاد طریقۂ نقشبندیہ یافت و وے تمثیل می نمود کہ نسبتے از خواجہ بیرنگ بمن رسیدہ بانسبتہاے دیگر آنکہ یافتہ ام نسبتِ روح بجسد دارد و خواجہ بیرنگ نسبت وے کمال لطف واحسان می نمودہ اند۔ بعد از وفات خواجہ بیرنگ در زاویۂ خویش بارشاد طالبان وافادۂ مستعدان توجہ نمود طلاب و تلامذۂ وے در علوم باطن و علوم ظاہر بہرور گشتہ بکمال رسیدند۔ وے گفتہ حقائق و دقائق این طریق کہ از زبان خواجہ بیرنگ ظاہر شدے بفہم در نمی آمدے۔ وہم وے گفتہ کہ جمیع مراتب کمالات صوری و معنوی در عبدہٗ و رسولہٗ مندرج است۔ عبودیت خاصہ مخصوص ذات شریف اوست (ﷺ) کہ بندہ حقیقی چند کس نتواند بود۔ خدا خود (یک) است و بندہ او (ہم یک است) و دیگر ہمہ طفیلی اویند۔ وہم وے گفتہ کہ روح عمل سنّت است کہ شخصے بے عمل کالبدے بے جان ماند و حقیقت عبادت امتثال امر و موافقت سنّت است۔ قیلولہ در وقتش بموافق سنّت فاضل تر است از ذکر و نماز در آن وقت با وجود ولع

بدان۔ وہم وے گفتہ کہ اجر برقدر اتباع است نہ برقدر مشقت نہ بینی کہ اعمال قلبی کہ ایمان ومعرفت است چہ فضل دارد (براعمالِ قالبی) وذکر وتلاوت رااز اعمال بدنی چہ ثواب است بانکہ درغیراین ہاازحرکات جسمانیہ تعب ومشقت بیشتر است۔ وہم وے گفتہ کہ دوام شے زیادت است بدان باعتبار عمل اگر چہ عمل امروز ہمان عمل دیروز بود نے زیادت پس تدویم عمل واحد درترقی ومزید بود و عملش روے درافزونی داردوازحیطۂ استوا کہ ''من استوی یوماہ فھو مخبون'' بیرون باشد۔ مخبون آن بود کہ درہردوروز ہیچ عمل نکند وآنکہ امروز عمل دیروز نکند آن رامحروم گویند۔ وہم وے گفتہ گویند بندہ راباید کہ بر پروردگار تخیر و تحکم نکند وبصلاحیت حالی ازاحوال متعینہ خرم نباشد، چہ وے جاہل مطلق است۔ گاہے خیر رامکروہ دارد گاہے شر رامحبوب پندارد۔ سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی فرماید اگراختیار باید کرداختیار کن این راکہ اختیار نکنی ومگریز ازمختاراو، مگریز ازگریختن نیز بسوے خدا۔ ''وربک یختارُ ویخلق مایشاء

وہم وے گفتہ کہ دعوات انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم بدوچیز است یک ازاعتقاد بصانع جل وعلیٰ بآنصفات کہ وے خودرا بآن ستودہ وبیان نمودہ است ویادداشت وے چنانکہ ازماسویٰ نسیان آرد۔ دوم طاعت وعبادت وبجای آوردن خدمتے چنان کہ فرمودہ است۔ نہ بحث کردن ازحقیقت ذات وصفات وکیفیت اد۔ اصل کارذکراست کہ ازآن شوق وذوق ومحبت خیزد۔ وبحث گفتگوقساوت قلب آرد واین طریق درتضیع وقت، نزدیک بطریق فلاسفہ است کہ درتحقیق حقائق

اشیاء سخنان کردند۔ انتہیٰ۔ شیخ من دراوایل استفادہ علوم ظاہر گاہ ہا از وے می نمودہ است و وے بہ نسبت شیخ من گفتے کہ خدا تعالیٰ وے را از طفلی باز قبول فرمودہ است و وے را مصنّفات است عالی در عربی و فارسی اندر علم احادیث و تواریخ وغیرہ ذالک وتمام تصانیف صغیر و کبیر وے نزدیک بصدر سیدہ و اکثرے از ان مجمع واردات الٰہی است و منبع فیوضات نامتناہی۔ ''شرح مشکوٰۃ'' فارسی وے رحمتے است واسع بر جہانیان۔ من بارہا بدیدار وے رسیدہ ام و از الطاف و اعطاف وے بہرہ ور گردیدہ۔ وفات وے در ماہ ربیع الاوّل است از سال ہزار و پنجاہ و دو[1] (۱۰۵۲ھ/ ۹ر جون ۱۶۴۲م)۔ وقبر وے بر بالاے حوض شمسی۔ واز وے چند پسر ماندہ عالم و فاضل و اہل اخلاق نیک۔ ذکر شیخ نور الحق پسر کلانِ وے علیحدہ خواہد آمد امّا شیخ علی محمد از پسران وے تکملہ در احوال حضرت غوث اعظم جمع کردہ در آخر آن کتاب اشارہ مجملے از احوال پدرِ خود چنیں نمودہ است کہ آنچہ احوال وفضائل و کرامات قبلہ گاہی شیخ عبدالحق از ابتدای سفر (عمر) و بعد از قدوم مکہ معظّمہ تا این زمان کہ سنہ ہزار و پنجاہ و سہ است (۱۰۵۳ھ) نوشتہ شدہ اند بعضے از آن حوال برکاتب حروف ظاہر گشتہ و بعضے از اہل ولایت و معرفت بآنہا خبر دادہ و بعضے از مجاذیب معلوم شد و بعضے از تلامذہ و مریدان اظہار گشتہ بقدر دریافت خود جمع نمودہ است و بعد از مطالعہ آن معلوم اہل صلاح و سعادت ظاہر خواہد شد کہ حق سبحانہ قادر

---

[1] تاریخ ولادت آن ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱م ''شیخ اولیاء'' تاریخ ولادت اوست و وفات ۲۱ر ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/ ۹ جون ۱۶۴۲م تاریخ وفات ''فخر العالم'' است۔

است کہ بعضے بندگان خود را با حوال و اطوار خاص مخصوص داشتہ بفضل و کرامت اعلیٰ ممتاز و سرفراز می گرداند۔ ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' انتہیٰ۔

مولانا عبدالحکیم

وے اعلم العلماء زمانست، صاحب احوال عظیمہ است۔ و استقامت و معاملت سخت نیک گذاشت۔ رقیق القلب بود و چشم گریان۔ نسبت بپدر خود شیخ شمس الدین درست می کند در علوم ظاہر و در علوم باطن یگانہ است۔ فضائل و کمالاتِ وے در ہندوستان و ولایت از آن مشہور تر است کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد۔ وے سخنان این طائفہ را بس با قیمت درمیان می آرد۔ و ہر چہ می گوید از سر حالت نہ کہ علم۔ شیخ مرا بسیار دوست داشتے و در صحبت بیان حقائق و دقائق با مطالب غامضہ بمیان آوردے۔ اگر آن سخنان بقلم آمدے، جمعے عالی ولطیف شدے و دستور این قوم گردندے و ہم شیخ مرا ''قدوہ محققین'' گفتے و گفتے کہ من اہل تحقیق معرفت و توحید بسیاری را دیدہ ام چہ از ایران و چہ از توران و چہ ہندستان و با ہم صحبت داشتہ لیکن حالتے وصرافتے کہ اندر آن علوم غریبہ خواجہ خرد دارد ہیچ جا نیافتم۔ و ہم وے گفتہ کہ اگر خواجہ خرد مدّتے مقید بدرس و افادہ علوم و فضائل گشتے و این قدر متوجہ بدرویشے نگر دیدہ در اندک وقتے کارخانہ مولویتِ علماء ولایت و ہندستان را برہم زدے۔ شیخ قاسم سہارن پوری کہ ذکر وے خواہد آمد گوید کہ اگر خواجہ خرد برمسند شیخی توجہ داشتے، کار و بار شیخوخیت و مشیخت مردم این

جز وزمان ہیچ رونق نگرفتے۔ روزے دراوایل یکے از علماء فحول کابل خواجہ فضل اللہ نام بشیخ من آمد ومرا گفت کہ احمال واثقال خویش پیش روانہ کردہ من بدیدار خواجہ خرد رسیدہ ام اوراخبر کن بجز دخبر شیخ من برآمدہ وباہم صحبت داشتند۔ وے شبہٗ چند علمی از دقائق غامضہ کہ از علماء کابل ولاہور تسلی نیافتہ بود، درمیان آورد۔ شیخ من بے تامّل ہر ہمہ راجوابے شافی وبیانِ وافی فرمود۔ وے متحیّر شد پس ازآن مطلبے چند از حقائق علوم تصوف پیش آورد، آن راہم چنانچہ باید وشاید برگفت ونشان خاطر وے بخوبی شد وے بیشتر از بیشتر درحیرت افتاد واز غایت تحیر گفت۔ خواجم! آنچہ از تبحّر و تعمق وجودت طبع وفراست فہم مولانا عبدالرحمٰن جامؔی بگوش می شنیدم اکنون بچشم دیدم و گفت۔ خواجم! تو مراصید کردی وبادل خود عہد بستم کہ مطلبے کہ پیش دارم ازآن فارغ شدہ بازمی رسم۔ پس ازآن دست من ودامن تو، ورخصت شد۔ در ''رشحات'' است کہ روزے در ہرات مولانا علی فوشجی بہیئت ورسم ترکان چمنائے عجیب برمیان بستہ بمجلس شریف مولانا جامؔی درآمدہ است وبتقریب شعر چند بغایت مشکل از دقائق فن ہیات استفسار نمودہ۔ ایشان بدیہہ ہر یکے راجواب شافی گفتہ اند چنانچہ مولانا علی ساکت شدہ ومتحقق۔ وایشان برسبیل مطائبہ فرمودہ اند کہ مولانا در چمنائے شما بہتر ازین چیزے نبود۔ مولانا علی بعدازآن بشاگردان خودمی گفتہ است کہ ازآن روز باز مرامعلوم شد کہ نفس قدسی درین عالم موجود بودہ است۔ شیخ من گفتہ کہ مُلّائے ایرانی بدعوی علوم بسیار پیش بادشاہ صاحب قرانی ثانی آمد وگفت۔ در ہندستان ہیچ مُلّائے ندیدم کہ از عہدہ جواب علمی من تواند برآمد۔ بادشاہ ازین سخن بہم برآمد ومولانا

عبدالحکیم را از سیالکوٹ طلب داشت وفرمود مُلّاے ایرانی سخنے دقیق از علوم غامضہ بمیان آورد کہ دعوی علم سخت فراترک درسر دارد۔ وے درحضور بادشاہ از حل تدقیق معنی وترکیب کریمہ ''ایّاک نعبد و ایّاک نستعین''۔ سوال کرد، ایرانی ہرچند بدلایل قوی سخن می گفت وے ردمی کرد۔ وعلما وفضلاء درگاہ قرار برین آوردند کہ دوروز مہلتے بباید داد تا ایرانی تنقیح مطلب نمودہ جواب گوید۔ وے گفت من دوسالہ مہلت می دہم کہ ایرانی بولایت خود رفتہ از علماء آن دیار تحقیق کردہ بیاید۔ بادشاہ خوشوقت شد۔ بآخر ایرانی از عہدہ آن نتوانست برآمد ووے ممیّزے راپیش کردہ بحضور بادشاہ جوابے واضح ولطیف برگفت۔ بادشاہ خوشدل ترشد ووے رامعزز ساخت وبعضے حسود کہ تہمت بروے بستہ بودند کہ خزینہ وافر بگورخانہ سپردہ است از سرآن درگذشت۔ وے متمول بود جمعے کثیر از طلبہ اندر خانقاہِ وے باجمعیتِ تمام می گذرانده اند وکسب فضایل وعلوم دینیہ یقینہ می کرد وبسا تلامذۂ وے مُلّاے نامدار گشتند۔ وے راباوجود افادۂ مستعدان ودرس متداولہ بادرداین راہ سرے خوش بود۔ شیخِ مرا گفتہ کہ وقتے من باوے بطرف حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ شدم درمسجد حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ نشستہ بودیم۔ ووے بگویندگان گفت نقشے حسین دہدہ یاد دارند بگوئید۔ آنان این نقش گفتن گرفتند۔ خیال

فقیر حسیں بنولاہا۔ نانس مول نہ لاہا۔ ناگھر بارے نانہہِ مسافر۔

ناوہِ مومن ناوہِ کافر جوآہا سوآہا۔

وے بگریہ درآمدہ چنانکہ نفس اندر گلویش گرہ می بست۔ چون سخن سخت باقیمت بود۔

در دلِ مردِ صاف معنی گرفتہ۔ حاضران را ہم تاثیر آورد۔ ورفت آنچہ رفت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ کہ وقتے پدرِ من ومن بجاے شدیم ومن دوازدہ سالہ بودم، دیدم کہ جمعے فقرا سرو پا برہنہ وعریان میروند ومقتداے باشکوہ پیش شان۔ پدرِ من بآنان گفتہ کہ بدین حالت عزیمت کجا دارید؟ گفتند۔ مابطلب کسے می رویم کہ تو طالب اوی۔ ازین معنی پدرمن بجاے خود بنشست وگریستن گرفت وباخود گفت۔ اگر از اینان خدا خواہد پرسید کہ بدین حال چون می گشتند چہ خواہند گفت باز گفت کہ ہمین خواہند گفت کہ مادر راہ تو از ہمہ بایستی ہا برآمدہ ایم وہیچ چیزے و ہیچ تعلقے باخود نداریم جز تو۔ در ''نفحات الانس'' است کہ وقتے خیر چہ برسر پل سنگی شدہ بود ومی گفت۔ خداوندا، ہر کہ راسیم باید سیم دہ وہر کہ راز زر باید زر دہ وہر کہ را غلام وسراے وزمین باید وہر چہ باید (دہ) خیر چہ راہمین تو بس۔ شیخ الاسلام گفت حال آن کرد محلِ غیرت است۔ امّا اجتباءِ حق سبحانہ تعالیٰ بندگان را بے سبب و عِلّت است۔ بلال (رضی اللہ عنہ) را با آنکہ غلامے بود حبشی بخواند وابوجہل وعتبہ وشیبہ را کہ سادات مکّہ بودند براند۔ وے چہ کرد واینان چہ نہ کردند ہیچ ہمہ بعنایت و قسمت او باز بستہ است وکس را در کار او مجال سخن نرسد۔ شیخ عبدالرحیم بہاری کہ فاضل است وعالم ونیازمند فقرا واز خلص تلاندہ مولانا عبدالحکیم گوید کہ مرا در ایام صبا پیش شاہ نعمت اللہ بُردند مہربانی فرمودہ بپدرِ من شیخ عبدالرشید نیک آشنا بود۔ وے نقلے گفت کہ وقتے من ووے باہم بودہ ایم، اہل این کار بود وصاحبِ کشف۔ روزے برکنار اب گنگ نشستہ می گفت کہ گنگیا مہمانی مانخواہی کرد دران

اثناء ماہی بزرگ سر از آب برآورد و آن را گرفتند و کباب کردند و خوردند و در آن وقت وے بدیہہ، این بیت گفتہ۔

چون نہنگ عشق من سر بر کشد از بحر شوق ماہیان ماہی وشان آیند پیشش بستہ طوق

بعدہٗ شاہ مرا گفت عبدالرحیم کسب علوم دینی بکن کہ مُلّا بشوی و این بیت خواند

خاتم ملک سلیمان است علم جملہ عالم صورت و جان است علم

از ان گاہ مرا شوق خواندن در سر افتاد و بطالب علمی افتادم و در ایام جوانی پیش مولوی عبدالحکیم بسیالکوٹ رفتم و نہ سال و چند ماہ تلمذ نمودم و ہم استفادۂ علم این طریق کردم و عنایت و الطاف وے را بر خود بسیار دیدم و ہم وے گوید کہ مولوی گفتہ کہ بادشاہان بر در خود حجابے دارند و خدا بیچون از در و دربان منزّہ است لیکن انسان براہ وصولِ حق موانع زن و فرزند و علائق دنیوی در پیش دارد۔ ہر کہ خود را ازین خلاص ساخت بہ بادشاہ حقیقی واصل گشت۔ و ہم وے گفتہ کہ مولوی (عبدالحکیم) گفتہ کہ برائے وصولِ حق ما دو طریقہ داریم۔ یکے عبادیہ دیگر شطّاریہ۔ عبادیہ آنست کہ صوم و صلوٰۃ و قیامِ لیل و جمیع فرائض و نوافل بکار برند و اکل حلال و صدق مقال مرعی دارند۔ و شطّاریہ دل بدست آوردن است و ہم وے گفتہ کہ روزے اہالی و موالی بر در مولوی جمع آمدند و التجا بوے آوردند کہ امساک باران غالب آمدہ اندرین امر توجہے نمای کہ رحمت عالم بظہور آید۔ وے گفت۔ من عاجز مجرم بکدام روے و کدام عمل این دعا خواہم لیکن امشب ہمہ شما زندہ دارید و بیاد خدا گذرانید من ہم چنین کنم و وے تمام شب بدین کار مشغول بود۔ صبح دمیدن ہمان و ابر و باران

آمدن ہمان۔ وہم وے گفتہ کہ من وقتے قصد دریا کردہ بودم از رسیدن آب، پا آماس کرد و درد والم بغایت ظاہر شد مولوی اطباء فرستاد ہر چند علاج کردند کارگر نشد۔ آخر شبے من گفتم کہ این درد بے توجہ مولوی بہ شدنی نیست۔ صباحے آن مولوی ادویۂ سرخ رنگ بدست کردہ آمد و گفت من علاجے آوردہ ام خاطر جمع دار چون بعمل آورد یک پہر نگذشتہ بود کہ درد برطرف گشت و نیک بہ شد۔ ملفوظ خواجہ بیرنگ جمع شیخ اسماعیل دہلوی مسطور است کہ اگر خواجہ بیرنگ می خواستند تصرفے کنند یا خارق عادتے می نمایند بخود نسبت نمی کردند بلکہ با سبب حوالہ می فرمودند و داروے آن می فرمودند و ہمّت عالی می گماشتند، بمجرد استعمال آن دارو وگاہے پیش از استعمال صحتش روے داد۔ طفلے از قلعہ فیروز آباد بجانب دریا کہ ارتفاع آن طرف زیادہ از نہ قدم باشد، افتادہ بود از راہ گوش و بینی وے خون می آمد و نفسش تنگی می کرد مادرش او را در نظر مبارک آورد۔ برین حال شفقت فرمودہ قدرے متوجہ حق بباطن خود شدند و کتابے بدست گرفتند و فرمودند کہ درین کتاب چنین نوشتہ اند کہ او زندہ خواہد ماند۔ طفل تا حال زندہ است و از مشاہدۂ حالِ وے ہیچ عاقلے حکم زندہ ماندنِ او نمی کرد۔

من مولانا عبدالکریم (عبدالحکیم) را در لاہور بسیار دیدہ ام در زمانے کہ بعضے امور صوبہ پنجاب وابستہ برفتویٰ او بودہ است۔ دل من از دیدار وے محظوظ و مسرور گشت۔ پس از آن در دہلی ہمراہ شیخ خود دیدہ ام۔ روزے وے سخنان مشائخ طریقت را بدانسان بیانے ادا نمود کہ وقت شیخ من خوش شد و مرا خوش تر۔ وفاتِ وے در سال ہزار و شصت

وہفت است (۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷م) وقبر وے در سیالکوٹ۔

مولانا شاکر محمد

عالم بود بعلوم ظاہر۔ ودر عمل ومعاملت سخت راسخ۔ اخلاق نیکوان داشت۔ نسبت بپدر خود شیخ وجیہ الدین درست می کند۔ از نبائر مہین شیخ عبدالعزیز چشتی است واز شاگردانِ رشید شیخ عبدالحق دہلوی۔ گویند وے کتاب مطول را چہل بار درس گفتہ از بائے بسم اللہ تا تائے تمت۔ شیخ عبدالعزیز از کبائر مشائخ وقت خود است۔ صاحب احوال ومقامات وکرامات ووجد وسماع وذوق۔ ولادت وے در سال ہشت صد ونود وہشت (۸۹۸ھ/۱۴۹۳م) است در جونپور۔ وے یک ونیم سالہ بود کہ ہمراہ پدر خود شیخ کمال الحق بریلی تشریف آوردند ودر زمان خود یادگار مشائخ چشت بود ودر انجام کار محتاجان سعی کمال داشت۔ بآن شانِ قوی بر درِ اغنیاء وحکام رفتے واہل احتیاج را بمقصودش رساندے۔ گویند وقتے وے بہ تاتار خاں حاکم دہلی برائے کار چند بار رفتہ آخر وے تنگ آمدہ۔ گفتہ شیخا! مارا این قدر تصدیع مدہ۔ اگر ترا ضرورت شود رقعہ بنویس۔ گفت کار ہمین محتاج برآر۔ پس ازین نمی آیم وعہد کردم چون فارغ شدہ وروان شدہ نزدیک بخانہ رسیدہ کہ پیرزالے بمنت تمام گفت کہ برائے خدا پیشِ حاکم شو کہ لشکری گاوے از من خریدہ بسہ روپیہ دو روپیہ داد یکے نمی دہد وے از ہمان جا برگشتہ بر درِ خان رفتہ ودر آفتاب نشستہ ہوا در غایت گرمی بود۔ خدمتگاران وے را دیدہ متعجب رفتہ واز روے تحقیر بخان گفتہ

کہ آن شیخ عہد کردہ رفتہ بود باز آمدہ و در آفتاب نشستہ است، خان بے اختیار از خس خانہ بیرون برجستہ و بوے آمدہ و گفتہ ہان چہ می گوی برگو۔ گفتہ یک روپیہ این پیرزال پیش لشکری ماندہ، بدہان۔ خان زال را خوشنود کرد و از غایت شوق و اعتقاد در پاے شیخ افتاد و وے را در خس خانہ برد و مرید شد و مسجد و خانقاہے و حجرہا کہ پیشِ قبر وے است بنا کرد۔ نیز گویند کہ روزے حاجت مندے وے را گفت کہ براے این کار پیش فلان عامل آن روے دریا رفتہ بگو وے بے تامّل برخاست و روان شد سلخ رمضان بود۔ پسرانِ وے کہ ہر یکے شیخ و بزرگ بود الحاح کردند کہ فردا نماز عید ادا کردہ خواہی رفت۔ وے نماند و از کشتی فرو آمدہ شب در قصبۂ سونی ماند فردا نماز عید آنجا گذاردہ پیشتر رفت و کار آن محتاج از عامل برآورد و این چنین نقل ہا از وے دیگر ہم است۔ وفاتِ وے ششم جمادی الآخر از سال نہ صد و ہفتاد و پنج است و ''ذرۂ ناچیز'' (۹۷۶ھ/ ۱۵۶۷م) تاریخ وے گویند کہ در وقت رحلت ہم بذوق و حالت رفت و ختم وے برین آیت شد'' فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ و الیہ ترجعون'' قدس اللہ سرہٗ العزیز[1]۔

روزے بادشاہ صاحب قران ثانی از مُلّا شاکر محمد پرسید کہ تو خود شیخ فانی شدہ روزہ رمضان ہم می توان داشت؟ گفت تا زندہ ام روزہ نگذارم آخر چنان شد کہ در اوسط ماہ شعبان بیمار گشت و در آن بیماری می گفت حیف بر من اگر من درین سال بیمار زندہ باشم و روزہ ادا نشود و بدین حالت بماری برفت از دنیا در سلخ شعبان از

---

[1] مزارِ مبارکش در مہندیان دہلی۔ نزد مکّی مسجد است۔

سال ہزار وشصت وسہ (۱۰۶۳ھ/ ۱۵ر فروری ۱۶۵۳م) من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شیخ شاکر محمد آنکہ بعلم گوی از فاضلان عہد ربود
چون سفر کرد از جہان خراب ساخت معمور قصر جنّت زود
سال تاریخ آن عزیز زمان گفت ہاتف کہ ''شیخ فانی بود''

در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ ابوعبداللہ خفیف[1] گفتہ است کہ ابو بکر اسکاف[2] سی سال روزہ داشت چون وقت نزاع آمد پارہ پُنبہ بآب تر کردہ پیش دہان وے بردند آن را بنیداخت و بروزہ رفت۔ شیخ من گفتہ کہ در زمان پیشین بزرگے عالی مرتبہ محتضر شد ایام رمضان بود پارہ پنبہ بآب تر کردہ در لبہاش نہادند وے آن را انداخت و باروزہ رفت۔ شیخ من در اوایل زیر کلّے ''تفسیر بیضاوی'' بمولانا شاکر محمد گذرانده است۔ در آن مدّتے گاہے من ہمراہ می شدم ونظارہ می کردم کہ مواضع اشکال گاہ از شیخ من حل شد۔ وگاہ از وے۔ روزے در اثنائے سخن این عبارت بمیان آمد۔ ''واحسن من وادلت الاضدع عَلَی خدودِ الامرد الملاح'' وے در ایستاد و بحلِ لفظ اضدع ''صراح'' خواست۔ شیخ من بے تامل گفت اضدع جمع ضدع کہ گیسو است یعنی زلف پیچان بر رخسار ہائے امردِ ملیح،

---

[1] شیخ ابوعبداللہ خفیف نام وے محمد خفیف بن اسفکشار انصبی است اکابر مشائخ شیراز بود تاریخ وفات آن ۳۳۱ھ/۹۴۲م است۔ شیخ الاسلام گفت کہ ہیچ کس را درین علم (تصوف) چندان تصنیف نیست کہ وے راست اعتقاد و پاک سیرت نیکوان داشتہ شافی مذہب بودہ (نفحات الانس)

[2] در نفحات الانس نام آن ''ابوبکر الاسکاف'' است

وے گفت احسنت نیک دریافتی۔ شیخ من گفت چون ندریابم کہ این کارک مرا بسیار می افتد۔ من در جامعیت علم و عشق شیخ خود این بیت استاد برخواندم

لب لعل و خط سبز و رُخ زیبا داری　　آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

شیخ من گفتہ کہ من در مبادیٔ حال در علوم نحو و صرف چیزے کم پیشِ استاد گذرانده ام و پس از آن ہم اندکے در پیش بعضے از افاضل خوانده۔ و در حقیقت حقِ استادی ہیچ یکے بر ذمۂ من ثابت نیست انچہ مرا رسیده از عالم غیب است۔ در ''رشحات'' است کہ کیفیت مطالعہ و قوت مباحثۂ مولوی جامی و غلبۂ استیلاے ہم سبقان بلکہ استادان امرے مشہود بوده است۔ ایام تعطیل ایشان بفراغت بال و آسودگیٔ حال می گذشتہ و جمیع اوقات ایشان باندیشہ ہاے دیگر می پرداختہ مگر وقتے کہ (بدرس می رفتہ اند بسیار می بوده کہ جزوے یکے از ہم سقبان می گرفتہ اند و لحظہ مطالعہ فرموده اند و چون) بدرس حاضر می شده اند بر ہمہ غالب می بوده اند۔ مولانا مہین بسوتی می گفتہ است کہ ایشان چون بدرس مولانا ے خواجہ علی در می آمده اند، ہر شبہ از نتائج طبع مستعدان در میان می افتاد در بدیہہ ایشان آن را دفع می کردند۔ ہر روز دو سہ شبہات و اعتراضات در یک مجلس از آثار مطالعہ خود در دل وے می گذشتند و می رفتند۔ و ایشان بنا بر بعضے از علوم رسمی کہ باز بستہ بسماع بوده اند۔ بمجلس درس اہالیٔ روزگار حاضر شده اند و اگر نہ در نفس الامر ایشان را احتیاج بتلمذ کسے نبوده بلکہ بر مدرس آن خواجہ غالب می بوده اند۔ روزے سخن از استادان و معلمان ایشان در میان افتاده بوده است۔ ایشان فرموده اند کہ ما پیش ہیچ کدام از استادان چنان سبقے نگذرانیده ایم کہ ایشان را بر ما غلبہ و استیلاے بوده باشد بلکہ

ہمیشہ بر ہر یکے در بحث غالب بودیم، احیاناً بما استفسار می کردہ اند و ہیچ یکے را بذمۂ ما حق استادی ثابت نیست و ما بحقیقت شاگردِ پدر خودیم کہ زبان از وے آموختم۔ چنین معلوم شدہ است کہ ایشان صرف و نحو پیش والد خود گذرانیدہ بودند و بعد از آن در علوم عقلی و معارف یقینی ایشان را چندان بکسے احتیاج نمی شدہ است۔ انتہیٰ۔

شیخ عبداللہ بہتہ

اوایل حال وے سیاحت بسیار کردہ و مشائخ کبار را دریافتہ و از صحبت آنان مرزوق گشتہ۔ آثار و برکات و انوار بر وجہ اتم از وے ظاہر بود و سخاے عالی داشت۔ مرجع خواص و عام بود و ہر کہ بوے شدے، یک فلسے عام بوے دادے و بعضے را زیادہ و ما حضرے پیش آوردے۔ مریدے بسیار گرفتے و از اسم بدوح (بدھو) فرمودے۔ سالہا کوس مشیخت قادریہ نواخت و ببرکت نام غوث اعظم در ہندستان شہرتے عظیم یافت۔ گویند در اصل وے از چشت است۔ در جوانی بہندستان آمد و بر مسجد فتح پوری مقیم بود۔ بسفر حجاز رفتہ و پس از دریافت شرف حرمین محترمین باز بہند آمدہ و ہم باشارہ شیخ (خود) در اجمیر نزدیک بروضۂ خواجہ معین الدین قدس سرہٗ چلہ ہا کشیدہ و از آنجا باشارت خواجہ بدہلی آمدہ و نزدیک بروضہ خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ چلّہ کشیدہ و ازین جا باشارت خواجہ در قریۂ بہتہ رفتہ و سکونت اختیار نمودہ و تا آخر عمر ہمدران قریہ بود۔ پدرِ من گفتہ کہ وے بعد از نزول اندران قریہ خواستہ کہ عرس غوثِ اعظم بکند۔ فقر بروے غالب بود فرشے از

خس ساختہ وچندے ازقوّالان طلبیدہ من فرسخے از آنجامی باشیدم وآن عرس شنیدم
مقدارے غلّۂ خام وصف کلان نذر بردم۔ وے بسیار خوش شد و برمن مہر وشفقت
فرمود و پس ازآن دراندک فرصتے اصاغر و اکابر وفقرا واغنیا دہلی ومضافات آن
بوے آمدن گرفتند و از اطراف و اکناف ہندستان رجوعِ خلائق شد و روزے
بادشاہ صاحب قرانِ ثانی درایّام شاہزادگی بوے آمد۔ وے شمشیر بشاہزادہ عنایت
کردہ۔ ازآن وقت کار وے بطمطراق کشید۔ گویند جہانگیر بادشاہ بشکایت کسے
وے راازروے غضب طلبداشت وے چون بادشاہ رادید دعاے خواند ودستک زد
بادشاہ گفت این چہ بود۔ گفت براے دفع بلیّات خواندم۔ بادشاہ رادل نرم شد و
بتلطف رخصتش فرمود واین از کرامت بود کہ از دست یکے از درویشان باین حال
(فقیرانہ) ازپیش آن بادشاہِ غیور برآمدے۔ شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ من
درپیش بادشاہ آن روز حاضر بودم کہ شیخ را آوردند و وے بسلامت دل معزز برآمد
واین تصرف بودہ است۔ شیخ من وے رابسیار دیدہ است۔ وے باخلاص ومحبت
بشیخ من پیش آمدے۔ وہم شیخ من گفتہ کہ برہان قبول وے دردرگاہِ الٰہی چند چیز
بودہ است یکے آنکہ وے مرتبۂ قناعت وتوکل بہ کمال داشت کہ ازمبادیٔ حال
تا آخرعمر بردرمخلوق نرفت و بہ ہیچ کس بہیچ وجہے از وجوہ ملتجی ومحتاج نگشت۔ دیگر
سید عبدالعزیز چشتی کہ بزرگ عالم و عامل بود بحسب اشارت غوثِ اعظم مرید و
معتقد وے شد۔ امروز برادر وے سید عبدالحکیم مردیست عالم و فاضل در وطن
خودمنزوی شدہ مرجعِ خلائق کہین ومہین ہندستان است واکثر مردم مرزوق احسانِ

وے اند۔ در ''رشحات'' است کہ روزے در اوایل مولانا شیخ حسین و مولانا داؤد و مولانا معین کہ اصحاب المشارکین فی البحث بودہ اند اتفاق کردہ بجہتہ محفل لطیفہ بدرخانہ آن امیر زمانی انتظار کشیدہ اند بعد از ملاقات چون بیرون آمدند ایشان (یعنی شیخ حسین) فرمودہ اند کہ موافقت و اتفاق من با شما ہمین بودہ دیگر این صورت از من اِمکان ندارد و بعد از آن دیگر ہرگز بدرِ ہیچ کس از اہل جاہ و از اہل دنیا باز نہ گشتند و تردد نکردند و ہمیشہ در زوایۂ فقر و فاقہ پاے ہمّت در دامن صبر و قناعت کشیدند تا مضمون سخن شیخ نظامی الدین قدس سرہٗ در حق ایشان بظہور آمد کہ

چون ز عہد جوانی از فرِ تو بدر کس نرفتہ از درِ تو
ہمہ را بر درم فرستادی من نمی خواستم تو می دادی

من بسیار خورد (خرد) بودم کہ پدرِ (من) مرا بشیخ عبداللہ بردے و در حق من از وے دعاہا خواستے و وے بر من الطاف و عنایات فرمودے بعد از آن تا آخر عمر وے بوے می شدم و مورد کرم و احسان می گشتم۔ وفات وے در دہم ماہ ربیع الاوّل است از سال ہزار و سی و ہفت (۱۰۳۷ھ/ ۲۹ رنومبر ۱۶۲۷م) و قبر وے ہمدران قریہ۔ و یُزار و یُتبرک بہٖ۔

شیخ پیر میرتھی (میرٹھی)

صاحب ذوق و وجد و سماع بود و احوالِ عظیم داشت در طریقہ شطّاریہ سلوک گفتہ (کردہ) و بصحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ و مرزوق گردیدہ۔ مشرب وسیع

ولطیف داشتے۔ گاہ ہا در اُردوے جہانگیر بادشاہ گذارندے و بادشاہ وے را معزز ومکرم داشتے۔ دراعراس بزرگان مجلسہاے عالی برپا نمودے وسرودے خوش بمیان بودے۔ وے نقشِ ہندی بربستے و نیک تر بگفتے۔ چنانکہ در دلِ اہل دل تاثیر آوردے ودر کار حاجت مندان ومستحقان سعی کمال نمودے واز خوان احسانِ خود عطایا فرمودے۔ وقتے وے یک صد وبست من آرد را بکنان پختہ بود و برفقرا وغربا قسمت کردہ فقیرے ذرّہ از آن مراہم خوراندہ ومن وے را دیدہ ام وبپابوس وے مشرف گردیدہ و نیاز مندی بجا آوردہ در آوان جوانی وے دعاے کہ نیک درمی بایست درحقِ من کردہ۔ وفات وے درنہم ماہ رمضان است از سال ہزار وچہل (۱۰۴۰ھ/ ۹/اپریل ۱۶۳۱م) وقبر وے درشہر وے۔ یُزاء و یتبرک بہ۔ گویند وے درایام جوانی در عشق مجازی شغفے تمام داشتہ وآزاد گیہارا پیشہ کردہ۔ یکبارے بعشق مغنّیہ گرفتار گشت وسازہاے وے را چون مزدوران بسر کردہ ہمراہ وے می رفت۔ شبے یکے از اہل دنیا آن مغنّیہ را بر قاضی طلبید ووے بار بسر ہمراہ رفت۔ اتفاقاً آن دنیادار مریدوے بود ووے را بشناخت واز جاے بردوید بپاے درافتاد و بہ مسند خود تکلیف کرد الحاح نمود و وے قبول نفرمود۔ نیز گویند کہ وقتے وے ہمدران آزادگی بشہرے درآمدہ بہ جاے نشست وشبے بدوکان بازارے بخواب رفتہ۔ اتفاً اندران شب جمعے دزدان بہ یغمای بجاے افتادہ اند عسس شہر بردو دیدہ است وازان دزدان کسے بدست نیامدہ لیکن وے را بدکانے یافتہ وبرگرفتہ و دست وپایش بستہ وبحاکم شہر خبر رسانیدہ کہ ازان دزدان یکے را گرفتہ ایم، حاکم

حکم بکشتن وے کرد صباحے وے را بیرون شہر بسیاست گاہ می بردند کہ بردار بکشند۔ وے خندان خندان ہمی رفت عسس متعجب شدہ خبر بحاکم رسانید کہ حال اینست۔ حاکم گفت وے را پیش ما آرید چون آوردند، دید کہ شیخ پیر است پیر من، برجست و بپاے وے درافتاد و عذر ہا خواست و گفت بجاے وے عسس را بردار کشند کہ چرا این چنین کار نا فہمیدہ کند۔ وے گفت اندرین امر گناہِ عسس نیست من می خواست کہ ترا بہ بینم، حق سبحانہ عسس را برگماشت تا بسبب وے ترا دیدم الحال از سر آن درگذر و درگذشت۔ روزے سید تاج الدین نبیرہ سید علی قوام الدین بشیخ من می گفت کہ وقتے من ہمراہ شیخ پیر در میرٹھ اُردوی بادشاہی ہمی رفتیم یکے در نزدیکیٔ وے گاوے را بچوبے محکم بزد وے آہے دردناک برکشید چون شب درآمد وے را مالیدن گرفتم در پہلوے وے آماسے دیدم۔ پرسیدم شیخا! این چشت؟ گفت ہیچ نہ۔ گفتم حسبنا اللہ۔ یکے برگو۔ گفت آن چوبے کہ برگاوے زدہ بود اینک اثر آنست۔ در ''اخبار الاخیار'' است کہ میر سید[1] علی از ارباب کمال و سکر و وجد و حال بود۔ وے تا چہل سال ہیچ خادم را امر نکرد و خدمت نفرمود۔ شبے خفتہ بود و تشنہ شد۔ کسے کہ ہر شب آب خوردن درجاے خواب می نہاد آن شب فراموش کرد و آب ننہاد۔ او دست بہ جانب آن طرف کرد، آب بدست نیامد باز خفت تشنگی غلبہ کرد باز آب جست نیافت چو تشنگی بہ نہایت رسید و کار بہلاکت کشید

---

[1] میر سید علی جون پوری از ساداتِ سوانہ است بطلب حق جون پور آمد و شیخ بہاء الدین جون پوری مرید شد۔ ولادت آن ۸۲۷ھ/۱۴۲۴م وفات ۹۰۵ھ/۱۴۹۹م مزار مبارک در جون پور است

آب نہ طلبید ونقضِ عہدے کہ باخدا بستہ بود نکرد (حالان) کہ بمرگ تن در داد وگفت بیا اے مرگ وقت تست بار دیگر بحکم اضطرار دست بر آب فراز کرد۔ کوزہ پُر آب یافت۔ آب بخورد وخدارا شکر کرد۔ وے می فرمود کہ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم درخواب دیدم کہ می فرمایند علی دُہل بر دل خود میزنی واز احوال خلق خبر دار نمی شوی؟ گفتم یارسول اللہ اگر دُہل است از آن (او)، واگر دراست ہم از آن او (سبحانہٗ) علی بیچارہ درین میان چیست؟ فرمود۔ برائے خلق دعا کن کہ دعائے تو درحق ایشان مستجاب است۔ وانتہٰی قبر سید قوام الدین در قریہ علی پور چنداین است بر یک فرسنگے مشرق روی و وفات میر در سال نہصد و پنجاہ پنج (۹۵۵ھ/ ۱۵۴۸م) است وقبر وے در جون پور۔ یزارُ و یتبرک بہ۔ گویند دنیادارے ہم شہرے شیخ پیر خواستہ است کہ جوے را کندہ از زیر آن شہر جاری نماید چون از ان بعضے عمارات شہر وساکنانِ عمارات را در طغیان آب وہم خرابی بودہ است وے بزبان ہندی بس لفظ ''ندی ندی'' گفتہ است۔ از آن دنیادار من ہم واقفم یک لکہ وچند ہزار روپیہ اندرین کار صرف نمود ومکرر سعی بجا آورد لیکن آن جوے جاری نشد و خشک ماند واین قصہ مشہور است کہ از تصرّف شیخ پیر بود۔ نیز گویند روزے وے خواست کہ عرس بزرگے بکند لیکن ہیچ سرانجام طعام وحوائج آن نداشت برخاست وبخدام گفت۔ دیگہا را بر دیگ دان نہید و بآب پُر کنید وسر پوش سازید ودر زیر آن آتش کنید۔ چنان کردند۔ بعد از فرصتے معہود طعام اقسام پختہ شد چنانکہ بر ہمہ مجلسیان قسمت کرد ووقت خوش گذشت نیز گویند روزے از پیش وے قصابے

مادہ گاوے را می بُرد وے می گفت کجا می روی واین گاوے را کجا خواہد برد گفتہ کہ بکشتن کہ ہیچ شیر نمی دہد۔ وے گفت کہ مکش کہ شیر خواہد داد۔ از آن روز آنقدر شیر از آن گاو پیدا شد ومدّت ہا از آن کم نگشت۔ گویند مردے در شبے بوے آمد ودر خلوتے ملتجی شد کہ مرا کرامتے بیاموز وطریقے فرانمای کہ شیخیٔ من رونق پذیرد ومشہور شہر ہا شوم۔ وے از وسعت مشرب گفت انچہ من گویم بعمل آر۔ او گفت، آرے۔ گفت مریدے را کہ در شہرے کہ چند فرسخ از تو باشد در نشان وبیاموز کہ روز عید پس از انکہ مردم از نماز باز آیند، خانہ خود را پنہانی آتش دردہ وباتفاق جمعے سرد گردان وتو در جاے کہ ہستی در ہمان زمان کوزہاے آب را بر زمین درانداختن گیر ومجذوبانہ شورے برانگیز کہ سرد شو، سرد شو، چون حاضران پرسند کہ این چیست؟ بگو، خانۂ فلان مریدِ مرا در فلان شہر آتش درگرفتہ بود ومرا از روے کشف معلوم شد من از ہمین جا سرد ساختم تا چون مردمان آن جا باین جا آیند واز ین جا بآنجا شوند وفرمودۂ ترا موافق بینند بکرامات منسوب سازند شہرت خواہی یافت تا وے چنین کرد وچنان شد۔ وہم چنین من چند تن شناسم از شیخان مرائی کہ خود را بکرامات شہرت دادہ بودند۔ یکے آنکہ روزے امیرے وے را دید کہ براسپ خرد سوار شدہ می رود مہرور زید واسپ عراقی بوے داد وگفت تو شیخ بزرگے تو چنین بہتر۔ چون بارے دیگر آن امیر دید کہ شیخ برہما اسپ خرد سوار است گفت شیخا! براسپ کلان چون سوار نشوی۔ وے زبونی وترسندگی خود در پوشید وگفت من برہمان اسپ کلان سوار می شدم لیکن شبے در واقعہ دیدم این اسپ خرد را (کہ) بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

ستغاثہ نمود کہ شیخ بر من سواری نمی کند۔ آن حضرت فرمود مرا کہ گاہ گاہ براسپ خرد
سوار شوی از آن روز سوار می شدم از این حرف امیر معتقد برگشت و این کرامات
ے شہرت یافت۔ دیگر شیخے بود کلان سال روزے در جمعے از مریدان وغیر
الک گرد از لباسِ خود افشاندن گرفت۔ پرسیدند۔ این چیست؟ گفت فلان امیر
کہ با من اخلاص دارد امروز از فلان جا کہ چند فرسخ زیادہ است بر غنیمے یورش
کردہ و از من مددے خواستہ رفتم و فتح دادم این گرد از لشکر وے بر من رسید۔ دیگر
رویش شیخ چوکھا نام در قریات گشتے و سخنان غیب گفتے و خود را بکرامات شہرت
ادے و فتوح و نذور بزور گرفتے جمعے از اہل (دین و) ہوش باوے بد (گمان)
ودند من (در) نوجوانی او را دیدم معتقد شدم کہ چیزے چند از کرامات خود وانمود۔
یکے آنکہ رنگے شوخ از انگشت سبابۂ خود در کفہاے من بچکانید و گفت۔ در روے
خود بمال، مالیدم و خدمت کردم و نذرے نیک از من گرفت و این چنین جا بجا کرد
عمروے تخمیناً ہشتاد سال بود۔ پوشیدہ نماند عجب نیست کہ درویشان درین فن سترِ
حوال خود کردہ باشند بنا بر حکمتے و مصلحتے چنانچہ مسطور است کہ اکثر چنین واقع
ست کہ اولیاے حق سبحانہ سترِ حال خود بصورت بے سروسامانی می کنند۔ حکایت
جھوجھو در نسخۂ بموقع دیگر درین نسخہ نوشتہ خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ۔ روزے
مجذوبے پیش شیخ من آمدہ بنشست و بہزیان گوی در آمد چنانکہ حاضران بہ تنگ
آمدند اِلّا شیخ من کہ بہ بشاشت تمام متوجہ وے بود چون وے برفت و حاضران ہم
رفتند اِلّا من۔ شیخ من گفت ہاں دیدی کہ این مرد یکے از ابدال بودہ است۔

(من) ازین معنی حیران شدم۔ من جوانے دیدہ ام شیخ جھولن نام از آن مشغولی کہ نوشت طرز جداے ونوے دارد۔ قصہ مجملش آنست کہ وے در ایام صبا پیش شیخِ من آمدے۔ در جوانی بمجذوبے شد وصحبتِ وے را لازم گرفت۔ حال آن مجذوب بروے فرود آمد مدّتے در یکجا ایستادہ خرام می نمود از آن لقب وے جھولن افتاد۔ الحال مدّت ہا است کہ تصرّف وے در دیوانہ ہا اثرے تمام دارد وآن را قریب صد گرہ براے اصلاح می آرد۔ مردے بسیار بوے رجوع دارند وفتوح نیک می آرند۔ گاہ ہا پیش شیخِ من می آید واز اداہاے شیرین خود خوشوقت می سازد۔ روزے جمع از دیوانہ ہا را رسن بستہ با خود آورد وگفت ازین میان یکے حافظ است و یکے مولود خوان وگفت بعضے ازین ہا از صد صد گرہ روزیانہ بشش ہفت رسیدہ اند و نزدیک بہ شدن آمدہ۔ حافظ را گفت تا آیتے چند برخواند وگفت نزدیک بہزار دیوانہ از دست من ہشیار شد واز تصرّف خود دیگر ہم گفت۔ در آن وقت بخاطر من رسید کہ اگر چہ در باب علاج جنون ومالیخولیا ادعیہ واعمال، ادویہ معجونات در کتب مسطور است لیکن این گرہ کاری فنّے است تازہ وعلاجے است بر ہمہ غالب۔ درین وقت حکایت مشہور بیادم آمد کہ عالمے موحدے در اثباتِ وجود باریٔ تعالیٰ دلائل ثقہ بسیار جمع کردہ بود وگویند بچار صد رسیدہ۔ روزے بیلدارے را دید و پرسید اگر کسے گوید کہ خدا دو است پس تو ہیچ دلیلے بریگانگیٔ خداداری۔ وے گفت من خدا را یکے می دانم وہیچ دلیلے مرا در کار نیست امّا تو این حرف اگر باز از زبان بر می آری این بیل را چنان بر سر زنم کہ دو شق گردد۔ عالم ازین حرف خوشوقت گردید و

این سخن بیل دار را داخل دلایل خود کرد و قصہ کوتاہ ساخت۔ نیز حکایتے تازہ بیاد آمد کہ گویند دو کس را پیش بادشاہ صاحب قران ثانی بامید وظیفہ استدعا[1] کردند۔ یکے مرد پیر عالم و فاضل دیگرے جوان کم تحصیل۔ بادشاہ از آن پیر پرسید کہ اندر شرع ریش را بچہ مقدار باید نگاہداشت وے بآہستگی موافق کتب فقہی تقریر کردن گرفت چنانکہ بسمع بادشاہ خوب نمی رسید بادشاہ را خوش نیامد و بغضب گفت چہ می گوی۔ درین اثناء آن جوان پیش آمد و دلیرانہ بآواز بلند برگفت بادشاہا! صاحب ''ہدایہ'' می گوید ''یجوز علی الواجب وجب قطعه'' وصورت قطعہ را بدست خود نیک وانمود۔ بادشاہ را دل ازین ادا خوش شد جوان را پنج روپیہ و پیر را یک روپیہ روزیانہ فرمود۔ شیخ سعدی گفتہ۔

قطعہ

گہ بود کز حکیم روشن رائے — بر نیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے نادان — بغلط بر ہدف زند تیرے

شیخ قطب عالم

بن شیخ عبدالعزیز چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ مرید شیخ چائلدہ سنگی است۔ و وے مرید شیخ عبدالعزیز۔ از علم و عمل بہرہ تمام داشت۔ اہل طریقت بود و احوال عظیمہ واستقامت (داشت)۔ چون شیخ چائلدہ را وفات نزدیک رسید و در سال نہ صد و نود و ہشت (۹۹۸ھ/۱۵۹۰م)۔ برفتہ از دنیا۔ شیخ قطب عالم را کہ ہنوز لشکری بود

---

[1] در نسخہ ''ایستادہ''

از دہلی طلبید خرقہ وعصا وسایر لوازم مشیخت وے را داد وگفت۔ امانت پدر تست، وے ترک نوکری کردہ بر سر قبر پدر نشست و بدرس وافادہ مشغول گشت۔ خواجہ بیرنگ درمبادی حال کہ بدہلی تشریف آوردہ اند چندگاہے بوے صحبت داشتہ اند۔ چنانچہ ایشان در جملہ صحبت داشتن بمشائخ اشارہ بوے ہم کردہ نوشتہ اند۔ وآن آنست کہ ابتداے توبہ از معاصی در ملازمت خدمت خواجہ (خواجہ احمد بسوی) عہد کردہ شد لیک خیال رجوع وعزم ترک در باطن بودہ والتماس فاتحہ در ظاہر ایشان از خلفاء مولانا لطف اللہ بودند ومولانا لطف اللہ خلیفۂ مولانا خواجگی وسیدی علیہ الرحمہ بودند چون توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبہ در ملازمت افتخار شیخ کہ در سمرقند تشریف داشتند واز کبار خانوادہ خواجہ احمد بسوی بودند کردہ شد اگرچہ ایشان رضا نداشتند ومی فرمودند کہ شما جوانید لیکن چون عزیمت فقیر مصمم بود بضرورت فاتحہ خواندند وفرمودند خدا استقامت بدہد۔ موافق تفرّسِ آن بزگوار آن عزیمت برہم خورد وخرابی بائے عجیب روے داد وبار دیگر بے منع (ارادہ) واختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبداللہ بلخی مدظلہ تجدید توبہ بظہور رسید مقرون بمصافحہ آن نعمتے بود غیر مترقب۔ امید کہ برکات آن موہبت ''الی یوم القیام'' بماند۔ القصہ چندگاہ دیگر در مقام نگاہ داشت حدود بودم۔ تاثیر اسم المضل آن سدّ را شکست۔ عاقبت بہدایت صمدیت در خواب بشرف ملازمتِ حضرت خواجہ بہاء الحق والدین صورت توبہ منعقد شد ومیل طریقہ اہل اللہ بظہور رسید بحکم ''الغریق یتعلق بکل خسک'' بہر طرف دستے می انداخت عاقبت بعضے از مخادیم فرمودند کہ ذکرے

کہ معنون بحضرت رسالت می رسد نتیجہ منداست۔ تعطش برآن داشت کہ از ہمان عزیز طریقِ ذکرومراقبہ اخذ کردہ شد مدّت دوسال برآن ذکرومراقبہ واوراد سلسلہ آن عزیز مداومت نمودہ شد، شنیدہ شدہ بود کہ تا سالک مدّتے بچہل سال میدان ''لا الہ'' قطع نکند بمنزل ''الا اللہ'' نخواہد رسید۔ سادہ لوحی بران می داشت کہ آن وردوذکر غنیمت می شمردو بہمان صورت عبادت قناعت می نمود۔ ہر چند کہ درین میان اشارت غیبیہ درسلوک طریقہ دیگر ظہور می گرددوقدم استوار از جاے برجاداشت ودرزمین کرم بزرگوار آن طبقہ تخم ''وفیھاما تشتھی الانفس'' می کاشت کہ ان شاء اللہ العزیز عاقبت دست کرم آن تخم رااز جوئبار ''مالاعین رائت ولا اذن سمعت'' سیراب گرداند بآخر۔ بکشمیر رسیدہ شدو بملازمتِ حضرت شیخ باباوالی قدس اللہ سرہٗ العالی اتفاق افتادواز برکات نظرش بہرہ مند شد۔ ''الحمدللہ والمنۃ'' کہ آن نظرات متجلیات قبول آمد چون حضرت شیخ از سلسلہ علیہ نقشبندیہ نیز می ربودند (پیوستند) واستعداد طالب متوجہ آستانۂ آن بزرگواران نفحات ربانیہ از دریچۂ ہمان خانوادہ اقبال فرمودو بعداز انتقال آنحضرت بدارالقرار نسبت معہودہ حضرات خواجہا جلوہ گر شدواراح طیبہ ایشان درمبشرات نمودن گرفتند وتلقینات فرمودندو بیُمن توجہ ایشان آن نسبت راقوتے پیدا شدودائرہ عینیت وسعتے پیدا کردو راہ روشن شدو فی الجملہ جمعیتے دست دادتا آنکہ بجذب عنایت ایشان بخدمت مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی مولانا خواجگی املکنگی[1] رسیدہ شدو بطوع ورغبت

---

[1] حضرت مولانا خواجگی املکنگی ابن حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ پیدائش ۹۱۸ھ/۱۵۱۳م وفات ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰م

خود بیعت و مصافحہ بدستِ آوردہ طریقۂ خواجگان اخذ کردہ شد و بطفیل ملازمت آن حضرت بارواح طیبہ خواجہ نقشبند و خلفاے ایشان در سلک افتادگان این راہ و نیازمندان این درگاہ درآمدہ شد ''اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ المساکین و السلام علی من تبع الھدیٰ'' انتہیٰ۔ پدرِ من با شیخ قطب عالم بسیار صحبت داشتہ و مورد نظریات عنایاتِ وے شدہ۔ پدرِ من گفتے کہ تا من بنمازِ تراویح نرفتے وے (کسے را) نگفتے کہ تکبیر بگو بل منع کردے ازین معنی جماعۃ بسیار کہ در ہوا گرم منتظر می نشستند بر من حسد می بردند۔ من شش ہفت سالہ بودم کہ پدر مرا بپاے وے سپاردہ بود۔ طلعت نورانی داشت از دیدار وے مشائخ کبار سلف بیاد آمدے و امروز پنجاہ سال بیش است کہ طلعت منور وے در چشمِ من است۔ وفاتِ وے در سال ہزار و بست و سہ (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴م) است و قبر وے نزدیک پدرِ وے۔

خواجہ محمد صدیق کشمیری

وے مرید شیخ احمد سرہندی است۔ خواجہ بیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ۔ بزرگ بودہ با طلعت نورانی و احوال نیک۔ بآخر با دو بزرگ قبیلہ خود بسفر حجاز شدہ و بہ حرمین محترمین رسیدہ و مشائخ آن جا را دریافتہ و با جمعیتِ صوری و معنوی باز آمدہ۔ گویند وقتے در مکہ ہیچ فتوحے بوے نرسید۔ براے متعلقان تنگ دل گردید۔ دو روز بفاقہ گذشت۔ شب سوم را یکے بر درِ وے دستکے زد، وے برآمد و گفت کیستی؟

گفت۔ حسبۃً للہ قدمے بردار۔ (وے) عذر آورد کہ آشنا نبود و بعضے مردم آن جا باوے عداوتے داشتند۔ باز بجد شد کہ البتہ بپاید آمد۔ تا رفت۔ بیرون شہر دید کہ عزیزانِ چند نشستہ اند و دو اَنبان پر از زر پیش شان نہادہ گفتند این نذرِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است برگیر۔ وے زہرہ نتوانست برخاست۔ یکے از آن ہا ہمراہ شد و بخانہ باز رسانید و ہیچ معلوم نشد کہ آنان کیان بودہ اند۔ من وے را گاہ گاہ با شیخ خود می دیدم و از لقاے بابہاے وے خوشوقت می گشتم۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۲م) است۔ و قبر وے در باغ آستانۂ خواجہ بیرنگ۔ امروز از وے دو پسر ماندہ یکے خواجہ عطاء اللہ و ذکر وے علیحدہ خواہد آمد دیگرے خواجہ محمد فاروق کہ از معززِ سلطانیان بودہ است و شاعر خوشگوی۔ روزے وے در اوایل پیش شیخ من این مصرعہ خواندہ۔ مصرعہ

خدا را با محمد بود میلے

شیخ من بے تامل گفتہ مصرعہ

بدانسان کہ مجنون را بلیلے

وے گفت بلے مصرعہ دوم از خاطرم رفتہ بود۔ شیخِ من گفتہ کہ من نشنیدہ بودم و از خود گفتہ ام و این چند شعر یست از وے

ہیچ چیز آزادہ را زنجیر نتواند شدن بوے گل را خار دامن گیر نتواند شدن

بہر رویش مصرع ثانی برسد آفتاب مطلع حسن ترا آئینہ موزون می کند

من آن صیدم کہ باشد آشیان در چنگل بازش
از آن چنگل بدان چنگل بود معراج پروازش

قطرہ بگریست کہ از بحر جدائیم ہمہ بہر بر قطرہ بخندید کہ مائیم ہمہ
تا جدائیم ز یم صورت یم می نگریم بہر دیداریم از خویش جدائیم ہمہ
ہر کہ از خویش برون جست بسے دور اُفتاد گرِ خود گرد چون پرکار کہ مرکز این جاست

خواجہ عبدالرزاق

وے نسبت اویسی داشت۔ تربیت وے از روحانیت خواجہ احرار است قدس سرہٗ۔ وے از اولاد خواجہ بادشاہ ہست۔ صاحب اخلاق عظیمہ و اوصاف حمیدہ لشکری بود در اُردوے بادشاہ صاحب قران ثانی۔ بادشاہ بسیار خواست کہ وے (بطور مشائخ) بجاے نشیند و اِدرارے قبول کند۔ وے برین نیامد و ہمیشہ در قباپوشی موافق کریمہ ''رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ'' زیستے وطبق قول'' دل بیار دست بکار'' زندگانی می کردے و مطابق کریمہ'' ادعوا ربکم تضرعاً و خفیہ'' درستر واخفا بسر بردے چنانچہ روش اہل طریقہ نقشبندیہ است

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ می فرمودند کہ من دو کس دیدم در مکہ مبارکہ زاد اللہ تعالیٰ شرفاً و کرامتاً یکے بغایت بلند ہمت و دیگرے

بغایت پست ہمّت ۔ پست ہمّت آن بود کہ در طواف دیدم شخصے را کہ دست در حلقہ خانۂ خدا زدہ بود و در چنان جاے شریف و چنان وقتے عزیز از حق سبحانہٗ غیر حق سبحانہٗ چیزے می خواست و بلند ہمّت آنکہ در بازار منیٰ جوانے دیدم کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش سودا خرید و فروخت کرد مگر در آن فرصت یک لحظہ دلش از حق سبحانہٗ غافل نشد ۔ از غیرت آنجوان خون از درونِ من برآمد ۔ انتہیٰ ۔ روزے متصوفے بخواجہ عبدالرزاق بخشے داشتہ کہ کافر عارف می شود ۔ وے ابا می نمود و می گفت ۔ کافر ہرگز عارف نشود تا مادام دو جناح شریعت و طریقت بہم نرساند طیران در فضاے معرفت حقیقی میسّر نیست ۔ من گفتم تمثیلاً مرا بیاد آمد اگر فرمای بگویم گفت، بگو ۔ گفتم این است کہ منقولیست کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ روزے وے حالے عظیم داشتہ و سکرے قوی و بانبساط بالیدن گرفت تا تمام خانہ از وے پر شد و پس از ساعتے بکم شدن آمد و از آنچہ کہ بود ضعیف تر گشت خادمے کہ برین ہر دو حال واقف بود گفت شیخا! حال تو چنین و چنان شد بگو کہ چہ بود ۔ گفت در واقعہ دیدم کہ قطب وقت از دُنیا رفتہ گمان بردم کہ اکنون لائق این کار منم و بنشاط بالیدم چنان کہ دیدی ۔ درین اثنا کافرے ہفتاد سالہ را آوردند و باسلام مشرف ساختند و مقام قطبیت نصیب وے کردند من از مشاہدۂ این معنیٰ نحیف و نزار تر گردیدم و ترسیدم کہ مبادا ظلمت کفر و حالت آن کافر را از وے برآوردہ فرا من دہند وے گفت ۔ ''آرے تا مسلمان نشد عارف نہ شد'' گفتم چہ عجب کہ کافرے را اگر خواہند کہ مشرف معرفت رسانند و در یک آنے مسلمانش کنند و عارف سازند و لباس ظاہرش ہنوز بکفر ملوّث بودہ باشد ۔ شیخِ من گفت احسنت سخنے

سخت نیک آوردی۔ خواجہ عبدالرزاق بہ شیخِ من اخلاص و دوستی داشت و صحبتہاے نیک بمیان بودے و ہر کس از خرد و بزرگ کہ بوے شدے از نہایت خلق خوشش ساختے۔ محمد مراد یکے از یاران وے گفت کہ روزے وے در کشمیر در مسجد خواجہ خاوند محمود بعد از نماز جمعہ با پسر خواجہ نشستہ بود من و جمعے یاران ہم مجلس بودیم۔ اہل مجلس اوّل آیات قرآنی و بعدہٗ ''مثنوی معنوی'' و ''حدیقۃ الحقائق'' و سخنانِ مشائخ خواندند بامید آنکہ مجلس گرمی پیدا کند ہیچ ظاہر نشد درین اثناے وے این بیت برخواندہ

شدیم پیر ز عصیان و چشم آن داریم کہ جرم ما بجوانان پارسا بخشند

از اِستماع آن بر مجلسیان حالے پیدا آمد، رقّت ہا و گریہ کردند و تا شام آن حال باقی ماند۔ من بارہا بدیدار وے رسیدہ ام۔ روزے در مسافت فرسخے پیادہ بوے شدم وے آن قدر تفقد و خلق نمود کہ کوفت راہ بانشراح مبدل گشت و سخنان لطیف بمیان آمد۔ در آن اثناء تقریب سرود ہندی شد۔ وے گفت۔ سید فیروز، گویند ہاے خوش بمن آوردے و اوقات بنشاط گذشتے و سید (کلام ہندی را) بمعانی نیک آوردے۔ وقتے من این سخن بسید گفتم۔ گفت بلی این چنین بودے۔ روزے مغنیے ن را بوے بردم، این ہندوی شیر محمد بمیان آورد۔ خیال

جہار برونتہ آنکھیں جھنیہ دیکھیں اَور آگ لاگوانہ ہیر بن جووے دوجہ نہور

وے گفت عجب کہ حال آن مرد باین سخنے ہیچ موافقتے ندارد امّا بتوجہ کسے این چنین معانی از وے سرمی زند گفتم این ہما طور است کہ وقتے صاحب کرامت بخانۂ یکے از کاروان سرایان شبے فرود می آید و روزانہ برمی خیزد و می رود صاحب خانہ را ہیچ

آگاہی از احوال آن ولی نمی شود کہ بود وے خوش شدہ گفت بخ بخ کلام نیک آوردی من از ودو مصرعہ خوش دارم۔ وآن دو مصرع (شیر محمد) اینست۔

خاک در چشمے کہ جز رویت بغیرے وا کند　　آتش افتد در دلے کو غیر عشقت جا کند

ومن آن شیر محمد را بسیار دیدہ ام مرید شیخ نصیر الدین اکبر آبادی بود۔ سماع بسے موزون داشتہ نقشہاے ہندی نیک می بست ونیک می سراید وآن نقوش شہرت دارد واندر مجالس سماع می گویند۔ ووے اندر زمین مشرق برفتہ از دنیا در سالِ ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) وفاتِ خواجہ عبدالرزاق در سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) و قبر وے نزدیک بقبر خواجہ بادشاہ۔ خواجہ مسعود پسر وے کسے خوبے بود۔ بعضے سخنان مجذوبانہ داشتے کہ کم بفہم در آمدے۔ وے گفتے کہ خواجہ خضر با من می آید وصحبت می دارد وہم چنین بزرگان سلف را ہم گفتے۔ ووے بہ نسبت شیخِ من گفتے کہ اگر مولوی جامی درین وقت بودے استفادہ علوم معرفت وتوحید از وے نمودے۔ وے بر من لطف داشتے۔ وفاتِ وے در سال ہزار وشصت داند است (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) وقبر وے نزدیک بقبر پدرِ وے۔

محمد شریف خان

پیرے بود باشکوہ، روشن طلعت صاحب وجد وحال۔ چشم گریان، رقیق القلب در اندک سخن ذوقی بذوق سخت در آمدے۔ با شیخ محمد فضل اللہ وبشیخ عیسیٰ سندھی صحبت داشتہ واجازت از ایشان یافتہ۔ میر محمد مومن کہ از مشائخ کبار وکاملانِ

وقت بود از ولایت خلافت فرستادہ و از آن ممر وے را کشاد و بستہاے این راہ نیک دست دادہ۔ وے در اوایلِ حال لشکری بودہ است با معصوم خان کابلی مقرب و معزز بودہ و در آن مدّت جنگہاے عظیم دیدہ است و کارہاے شجاعت بل تہور را با نصرام رسانیدہ۔ آخر الامر ترک نوکری کردہ بزاویہ خود نشست و تا آخر عمر با خواجہ ابرار صحبت داشت و استقامت نیک یافت۔ شبے در مجلس نکاح شیخ محمد دوست کہ دوستِ شیخِ من بود بصدق و راستی تصدق پوشیدہ بفقرا دادے۔ بس فہمیدہ بود۔ در سال ہزار و پنجاہ داند، رفتہ (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) روزے من با شیخ خود بودم۔ شیخِ من با خان بہم نشستہ بودند درین اثناء خواجہ ابرار در آمد و ہر سہ بزرگ یکجا شدند مجلسے بس بارونق بود و صحبتے بس خوبتر۔ من جوان بودم و اوایل صحبت من با شیخ من بود۔ و بے اختیار این مضمون از دلم برزد

دیدار این سہ مرد مرا یاد حق نمود آرے باجتماعِ سرار است معرفت

درین وقت مرا بیتے یاد آمد از غزلِ خود کہ در تتبع گفتہ بودم، مطلع استاد این است۔

کہنہ شد خرقہ و تسبیح و مصلا ہر سہ بایدم میکدہ و ساقی و صہبا ہر سہ

و بیت من این کہ

تا بدیدیم رخ و سبزہ و لعلِ لبِ تو یوسف و خضر و مسیحا شدہ یکجا ہر سہ

وفات محمد شریف خان در سال ہزار و سی داند است (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) و قبر وے نزدیک بقدم گاہ مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ۔ امروز از وے پسرے ماندہ محمد ابو نصر

یک مرد و شاعر خوشگوی و از سلطانیان معزز۔ این غزل و رباعی از ویست

گلعزارم تا گذارے کردۂ کاشانہ ام — بوے گل می آید از دودِ چراغ خانہ ام
شمع و گل را چون برخسارِ تو باشد نسبتے — در گلستان بلبلم، در انجمن پروانہ ام
ساغرِ چشمم مدامت از شراب اشک تر — ہیچ گہہ در دورِ تو خالی نشد پیمانہ ام
ہر طرف آرد ہجوم اندوہ جان غافلم — سنگ طفلان ہر کجا بارد سرِ دیوانہ ام
بختِ من از دیدنِ من چشم می پوشد مگر — از براے بختِ خواب آلودہ خود افسانہ ام
شمع رویش ہر کجا پرتو فگن گردد بفور — مستعد سوختن ہمچون پرِ پروانہ ام

رباعی

آنم کہ قفایم ہمگی گشتہ چو رُو — خورشیدم نور می دہم از ہمہ سو
من آئینۂ سکندر و جامِ جم — پوشیدہ نہان نیست زمن یکسرِ مو

بوالفیض نبیرۂ خان کہ مردیست غریب و نیک نہاد، گفت۔ در آن مدّتے کہ خان ترک نوکری نکردہ بود، روزے در برہانپور در مسجد شیخ عیسیٰ در آمد، آن زمان شیخ برہان یکے مرید شیخ (عیسیٰ) قبضے داشتہ از دیدنِ خان در پسِ ستونے خزیدہ کہ لشکریش دانستہ۔ خان وے را دیدہ و بروے رفتہ و گفتہ اگر کسے قبضے داشتہ باشد نباید وے را کہ سلام گفتن را ترک کند و درین اثناء دست بر پشتِ وے فرود آوردہ است۔ برفور قبضِ وے برطرف گشت و بجاے آن حالتِ بسط پیدا شد چون پیش شیخ عیسیٰ رفتہ۔ شیخ گفت۔ ہاں، شیخ برہان محمد شریف خان قبض ترا چون برطرف ساخت۔ بدانکہ کہ در لباسِ لشکریان ہم این چنین مردم با معنیٰ باشند۔ و ہم وے

گفت کہ آن شیخ برہان امروز صاحب کمال است۔ وقتے کہ من بر درِ وے شدم دردل آوردم کہ از وے التماس کنم کہ اندرین مہمے کہ درپیش آمدہ است فتح بطرف من باشد و دیگر در رزق خود کشایشے یابم۔ وے از خانہ برآمد و اوّل سخنے کہ بمن گفت این بود کہ فتح این مہم می خواہی، وکشاد اندر رزق۔

شیخ محمد یوسف

بن شیخ عبدالوہاب[1] بخاری از اولاد سید جلال الدین مخدوم جہانیان است۔ عالی فطرت بود و بلند ہمّت۔ معاملت سخت نیک، اخلاق و اطوار سنّیہ داشت۔ شرافت ونجابت خاندانِ وے در ہندستان ازان مشہور تر است کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد۔ وے صاحب سجادہ پدرِ خود است۔ مجمع فضائل وکمالات ومقامات بود ومرجع اکابر وعلماء وامراء۔ گویند در اوایل وے را از غایتِ بلند ہمتی، استغنائے عجیب و بے تعلقیٔ نادر دست دادہ بود۔ چنانچہ پارچہ ہائے قبائے زرّین مکلّف را در آتش انداختے و بحضور خود خاکستر ساختے وہم از بالائے بام ظرف (ظروف) چینی را در صحن سرا افگندے و از آواز شکستن آن محظوظ گشتے۔

---

[1] حاجی سید عبدالوہاب از اولاد سید جلال بخاری۔ بہ تقریبی بہ دہلی تشریف آورد و سلطان سکندر را بہ وے اعتقاد درست پیدا شد۔ آن جناب تفسیر قرآن نوشتہ کہ تمام قرآن را بر نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرود آورد۔ در سال ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۵م وفات یافت۔ ''شیخ حاجی'' تاریخ وفات ایشان است۔ مزار مبارک در دہلی کہنہ است (ذکر جمیع اولیاء دہلی)

نیز گویند۔ وقتے خانخانان بیرم شیشہ قیمتی کہ بصد و چند روپہ ساختہ بود بوے فرستاد۔ وے در تہہ خانہ نشستہ بود، خدمتگارے بوے می بُرد۔ ناگاہ از کجلک قابی پالیش بلغزید و شیشہ در افتاد و بشکست۔ خدمتگار سراسیمہ گشت و لرزہ در اندامش افتاد۔ وے آہ برآوردہ و رو بآسمان کرد و گفت خداوند بحرمت شکستگی خاطر این جوان بر یوسف رحمت فرمای و خدمت گار را بتلطف خوش کرد و بخانخانان نوشت کہ شیشہ بسلامت رسید خوشوقت شدیم، چون ماجرا بخانخانان رسید آفرین کرد و معتقد گردید۔

نقل است کہ روزے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برسرِ مائدہ طعام بود۔ غلامے آشِ گرم می آورد پالیش بلغزید، آش بر روے (لباس) امام افتاد غلام بلرزہ در آمد۔ امام از راہ تادیب نہ از راہ تعذیب در وے دید۔ وے خواند ''الکاظمین الغیظ'' امام گفت۔ غصہ را فرو خوردم۔ وے بخواند ''والعافین عن الناس'' گفت، عفو کردم گناہِ تو۔ وے تتمۂ آیۃ برخواند ''ان اللہ یحب المحسنین'' امام فرمود کہ از مال خودت آزاد کردم۔ من جمال باکمال محمد یوسف را بسیار دیدہ ام و از شان لطیف وے محظوظ گریدہ۔ وفاتِ وے سال ہزار و بست و انداست (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲م) وقبر وے در روضۂ بخاریان کہ در سرائے شیخ عبداللہ قریشی کہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریا (ملتانی) است قدس اسرارہم۔ من بر قبور بزرگانے کہ اندر آن روضۂ پُر انوار آسودہ اند بارہا گردیدہ ام۔

شیخ عبدالوہاب

بن شیخ محمد یوسف بن شیخ عبدالوہاب بخاری۔ وے صاحب سجادہ پدر خودست۔ عالم است بعلوم ظاہر و علوم سلوک این قوم۔ صاحبِ اخلاق است و گیرا۔ بسا تلامذہ مستعدان از صحبت وے مستفید اند، و وے برسرِ افادۂ علوم دینیہ مشغوف۔ وے درسال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) با جمعے کثیر بسفر حجاز رفت و بشرف حرمین محترمین مشرف گشت و باز با جمعیت صوری و معنوی در وطنِ خود بدہلی رسید۔ من از ایام خرد سالیٔ وے وے را می بینم۔ آثار و برکات و انوار و آیات از وے پیداست۔ و من در ایام صِبا سالہا در محلّہ بخاریان باشیدہ ام کہ پدرِ من با شیخ فرید بخاری بود۔ پدر من گفتے کہ جدِ شیخ عبدالوہاب را دیدہ ام جوّاد بود و کریم، آوازۂ سخاوت وے تا بملک ولایت رسیدہ و قلندران آن دیار بوے می آمدند و درشتیہا می کردند۔ برائے امتحان تکالیف مالایطاق می نمودند۔ وے باوجود حکومت دہلی و شانِ بزرگ، تحمل این ہمہ می کرد و ہر کدام را بمطلب می رسانید۔ وفاتِ وے درسال ہزار و ہیزدہ است (۱۰۱۸ھ/۱۶۱۰م) و ہم پدرِ من گفتے کہ در ایام حکومتِ وے ملاحان آمدہ گفتند کہ کنارۂ دریائے جون نزدیک بگنبد خواجہ خضر کشتی شکستہ افتادہ است و چوبے از صندوق ظاہر شد۔ وے جمعے را فرمود تا بیاورند و آن تابوت بود کہ طول آن مقدار دہ گز بودہ و عرض آن کم از آن۔ چون آورند، کفنے دیدند بوسیدہ و خاک شد و ریختہ و مردہ بتمام اعضا درست ماندہ مگر آن کشتی ہزار پالیش (ریزہ) خاک شدہ و ریختہ۔ وے با

جمعے اکابر واعیان شہر آن تابوت را در جوار قدمگاہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم بُردہ (و) دفن کردند۔ پس از آن وے بحاضران گفت کہ براین ممر و روزگار بسیار گذشتہ است و عجیب کہ ریختہ نہ شدہ بہتر آنست کہ جمیع مردم در استکشاف احوالش استخارہ ہا کنید تا چہ ظاہر شود۔ چون شب در آمد شیخ بہاء الدین غوری کہ عزیزے بود صالح و بزرگ و راقم این حروف او را دیدہ بود، آن مردہ را در خواب دید و از ماجرای احوال وے پرسید، گفت۔ من در عہد سلطان علاء الدین لشکری بودم بدرگاہ شاہ۔ و ہمہ اعمال و افعال من بر موافقت شریعت و طریقت بودہ است و ہیچ جاندارے را نرنجانیدہ حتیٰ کہ نوکران خود را کارے نمی فرمودم کہ بر آن ہا گران می آید۔ این حالت من از آن کم از اریست۔ باز پرسیدم کہ انگشت پاے شما چون بوسیدہ شد، گفت۔ روزے محتلم شدم و غزل می کردم کہ اتفاقاً ہما نوقت بادشاہ سوار شد مرا می بایست ہمراہ رفت (رفتم و در عجلت انگشت پاے مرا خشک ماند) بدین انگشت پاے من (بوسیدہ شد وجہ) این است۔ و ہم پدرِ من گفتے کہ من از عزیزے قصہ آن رفتم قدمگاہ چنین شنیدہ ام کہ وقتے جمعے کفار از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ خواستہ اند کہ فلان زمین گلِ ولاے (قدم) را منجمد سازد۔ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک بدان گل نہادند ہمہ آن زمین سنگ گشتہ و نشانِ ہر دو قدم در آن سنگ ماندہ۔ قدم گاہ راست را در عرب داشتہ اند و چپ را سید جلال الدین مخدوم جہانیان بیاوردند۔ سلطان فیروز خلج چند فرسخ پذیرہ آن برآمدہ و فرا سر برداشتہ بمنزلِ خود بُردہ و از آن جا کہ بر سر داشتہ دہے آباد نمودہ ست موند نام و الآن آن دہ در تملیک این بخاریا نسبت و سلطان فیروز در وقتے خوش

بفتح خان پسر خود گفتہ ہر مرادے کہ در خاطر دارد از من بخواہ (خیال کردہ کہ) مرادِ وے ہمین بادشاہی خواہد بوذ۔ وے گفتہ نشانِ قدم مبارک بر خاکِ من نصب سازند۔ بادشاہ متحیر گشت چہ این مراد برائے خود خواستہ بود تا ہم چنین گفت از من و تو ہر کہ پیش بمیرد بر سینۂ وے دارند۔ فتح خان برخاست و از فقرائے مجاذیب آرزوے رفتن خود خواست آخر نیت دِلی کارگر آمد و برفت از دنیا۔ سلطان بنا بر عہدے کہ بستہ بود بر سینۂ وے داشت والآن آن زیارت گاہ عالمیان است۔

بر زمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

در ''اخبار الاخیار'' است کہ در ''تاریخ فیروزی'' می نویسد کہ مخدوم جہانیان در عہدِ سلطان فیروز کرّات از محروسۂ اُچہ بدہلی آمدہ و سلطان مراسم اعتقاد و اخلاص انچہ باید بجامی آوردند۔ پوشیدہ نماند کہ مخدوم جہانیان در سال ہفت صد و ہشتاد و پنج (۷۸۵ھ/۱۳۸۳م) برفتہ از دنیا و سلطان فیروز ہفت صد و ہشتاد و نہ (۷۸۹ھ/ ۱۳۸۷م) ''فوت فیروز'' تاریخ وے وملاقات ہمدگر ہم مقرر شدہ پس غالب آنست کہ مذکورہ بالا قصۂ قدمگاہ وقوع داشتہ باشد و اللہ اعلم بحقیقۃِ الحال۔

شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی

مرید شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ صفائی ظاہر و باطن بکمال داشت۔ در طریق معاملت یگانہ بود۔ دایم بشغل نقشبندیہ مشغوف۔ آثار و برکات از وے بسیار ظاہر بود۔ عمل بعزیمت نمود و از رخصت ہا و بدعت ہا احتراز کردے۔ قریب بدو

قرن پاے ہمّت بدامان قناعت درآوردہ برجانشست و بخانہ اہل دنیا وغیرآن نشد۔ واز خانۂ ہیچ کس طعام نخورد۔ مرجعِ فقراء و درویشاں و اکابر و اصاغر بود۔ اغنیاء و حکام بدیدار وے تبرک می جستند۔ اخلاق سخت نیک داشت۔ دراوایل شیخ تاج الدین تعریف جوانے طیّار را کہ بہ آن خواجہ بیرنگ نوشتہ وایشان در جواب نوشتہ اند کہ آنجوان طیّار را ہمراہ آرید، مراد از آن جوان ویست۔ دراوایل صحبت شیخ تاج الدین را بغایت کسے باوے نفارے وغبار خاطرے بودہ است۔ آخر الامر نفار برخاست وشیخ از مکّہ مکرمہ خوشنودی گفتہ فرستاد۔ وے گفتہ کہ دراوایل شیخ تاج الدین بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدم و ازعنایات ایشان بہرہ مند گشتم چندگاہے بخواجہ ابراہیم (ابرار ہم) حجرہ بودم مرا رابطہ صورت خواجہ بیرنگ در گرفت خواجہ ابرار مطلع شدہ مرا گفت ترا حفظ صورت شیخ خود باید کرد و درین اثناء خواجہ بیرنگ مرا طلبیدہ فرمودند اگر صورت ما بیاید واپس نخواہی گرد۔ وہم وے گفتہ روزے با خواجہ بیرنگ طعامے می خورم، گوشت سخت خام بود، بخاطر آوردم کہ چہ شدے کہ این گوشت در (از) نظر ایشان نرم شدے پس از آن ہمہ گوشت را مثل پنبہ نرم یافتم۔ وہم وے گفتہ۔ روزے تاجرے پُر از نخوت وغرور خواجہ بیرنگ را بے ادبی کہ باید نہ گفت، گفتن گرفت از شنیدن آن شیخ تاج الدین بہم برآمد و تنگدل برخاست وپیش ایشان آمد ایشان دریافتند وپُرسیدند حال چیست؟ شیخ بے ادبی آن تاجر بعرض رسانید۔ فرمودند، آشناے ماست و وے را بحضور خود طلبیدند چون نظر وے بر جمال مبارک ایشان افتاد بے اختیار سجدہ کنان و بہ نیاز تمام بر

خاکِ ادب نشست و غیر از عجز پیش نیا ورد۔ چون رخصت شد ایشان بتبسم فرمودند، ہاں شیخ تاج الدین انتقامِ شمارا از آن متکبر چون گرفتم۔ وہم وے گفتہ شیخ تاج الدین مادامے کہ در خدمت خواجہ بیرنگ بودے خود را از جمیع نسبت و کیفیت خالی ساختے وفقط بصحبت و دیدار ایشان پرداختے۔ وہم وے گفتہ کہ وقتے باصنابعی کہ آشنائے من بود، مرا از راہ ضرورتے، اتفاق مرافقت افتاد۔ چون بدہلی رسیدم خواجہ ابرار ماجرا پرسید انچہ (بود) گفتہ شد۔ گفت۔ فلانے تا بتوانید خود را ازین مردم دور دارید۔ این حرف بسیار کارگر آمد۔ وہم وے گفتہ کہ روزے برخصت وطن بخدمت خواجہ بیرنگ شدم۔ ایشان برچار پای استراحت داشتند۔ عادت ایشان نبود کہ دست کسے را بپائے خود برساند۔ مرا واگذاشتند تا بمراد دل برسیدم وخوشوقت گردیدم وروانۂ وطن شدم۔ وے نام مبارک خواجہ بیرنگ ہمیشہ (از روے صدق و محبت برزبان داشتے وبمحبت یاد آوردے وگفتے مرا یقین تام است کہ ہر کہ خواجہ بیرنگ را یک نظر از روے صدق دیدہ اورا نجات است۔ در ''نفحات الانس'' است کہ محمود سبکتگین بسر قبر بایزید (بسطامی) شد۔ درویشے دید در آن جا۔ گفت این استادِ شما چہ گفتے۔ گفت وے گفتے ہر کہ مرا بہ بیند وے را باتش نسوزند۔ محمود گفت این ہیچ نیست ابوجہل مصطفیٰ را دید صلی اللہ علیہ وسلم وے را بسوزانند۔ آن درویش گفت۔ اے امیر او برادر زادۂ ابوطالب را دید نہ پیغمبر خدا را وگرنہ وے را نسوختندے۔ شیخ عبدالرحمٰن در مدح خواجہ بیرنگ اشعار دارد۔ این بیت از انست

آن خواجۂ ما کہ نور پاکست یا رب ز کدام آب و خاکست

درتاریخ وفات ایشان قطعہ گفتہ۔این مصرعہ تاریخ آنست۔مصرعہ

بند را بگسست ثانی نقشبند

ووے راباشیخِ من اخلاص نیک بودو پیوستہ از روے محبت بیاد آوردے وگفتے گلوے مبارک خواجہ بیرنگ وگلوے وے ہمرنگ بودہ است۔ اتفاقات ملاقاتِ من باوے درایام جمعہ درمسجد جامع وعیدین گاہ بودہ است۔آن جاہابایادخواجہ بیرنگ و مطالعہ رسائل تصوف شیخِ من صحبت ہابس نیک کردہ بودے۔ ووے مرا بسیار دوست گرفتے وگفتے اندرین شہر چون توی ہیچ آشنائے ندارم۔ یکبارے من از پیش شیخِ خود بسنبھل آمدم وآن سال فوتِ وے بودمن بنمازِ جمعہ شدم وے بنماز نرسید کہ ضعفے داشت چون ازنماز فارغ گشتم دیدم کہ وے آمدہ است وعقبِ من نشستہ، دریافتم وپرسیدم شیخا! حال چونست۔گفت ضعفے داشتم کہ بنماز نتوانستم رسید لیکن بمحبت تو بمحنت رسیدہ ام۔وقتم خوش گشت ومعلوم شد کہ وے نیت خودرادرست ساخت براے (عذر) نماز جمعہ وہم براے حق محبت۔در''نفحات الانس'' می آرد کہ عبداللہ احرار ہم سفر بابست کس از مریدان عزیمت مکّہ داشتند۔ براے منزلے بقریئے رسیدند کہ تابمکّہ ہنیر دہ میل ماندہ بودگفت یااصحاب''استودعتکم اللہ'' گفتنداے استاد کجامی روی ومیان تو ومکّہ اندکے ماندہ است گفت من از روے نسبت مشائیۃ شما آمدہ ام تابہ این جاخاطرِ من بہم راہی شما خوش بوداکنون سفرے باز (پس) می کنم وازآن جا نیّت حج خواہم کردوبشمامی خواہم رسید شاءاللہ تعالیٰ۔ درآن وقت تاموسم حج پنج ماہ ماندہ بود۔انتہیٰ۔من در بیماری آخر شیخ عبدالرحمٰن

بعیادت رفتم۔ وے اولاً خود را بمددِ دیگران باوجود ضعفِ تمام از چار پایہ فرود آورد۔ گفت چون تو کسے اگر بیاید مرا واجب است کہ فرود آیم۔ و نیز گفتہ ہر قدم کہ نہادی بر سر ماست۔ و در آن وقت ہیچ حسّے و حرکتے در اعضاے وے نماندہ بود اِلّا بچشم و زبان۔ یادِ خواجہ بیرنگ و شیخِ من بمیان آمد۔ خوش وقت گشت و در اثناءِ سخن گفت فلانے حیف کہ حبِّ جاہ در گور و کفن از سر نمی رود کہ کفن چنین باید و گور چنان۔ و سخنان دیگر بمیان آمد کہ آخر را بکار آید آخر من از وے فاتحہ درخواستم (فاتحہ) خواند و بگریہ در آمد و مرا گریان کرد و گفت ترا بخداے کریم سپردم۔ و وے در ماہ رمضان کہ مرض اخیر داشت آن چنان ضعفی کہ گذشت و عمر وے بہشتاد داند کشیدہ بود ہیچ روزہ نخورد و ہیچ نمازے از وے متروک نشد و وے ہیچ عملے از اعمالِ شریعتِ مطہرہ فرونگذاشت ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' و وے پیش از رفتن بچند روزے در خواب دید کہ شیخ وے شیخ تاج الدین آمدہ است و وے پذیرہ برآمدہ۔ شیخ بوے اشارہ بعمارتے مصفا کہ در چمنے بس باطراوت واقع است اشارہ می کند و می فرماید از روے بشارت و لطف تمام کہ این جای براے تست۔ شیخ عبدالرحیم برادرِ وے گفت آن شبے کہ وے خواہد رفت در اوّل شب بما و پسرانِ خود گفت۔ شمارا بخدا سپردم۔ و بحالت استغراق در آمد۔ دانستند برفت۔ و وقتِ سحر کلمہ از زبان برآورد و برفت۔ روز پنجشنبہ بہفتم ماہ شوال از سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۸/اگست ۱۶۵۷م) من در تاریخِ وے گفتم

شیخ اہل طریقت و کامل عبدِ رحمٰن کہ داشت قدر بلند

پنجشنبہ و ہفتم از شوال بجنان رفت زین سرائے نژند
ہمگی عمر با محبتِ حق ماندہ خورسند رفتہ خود خورسند
سال تاریخش از خرد جستم خِردم گفت ''شیخ بے مانند'

سید محمد سرسوی کہ ذکر وے خواہد آمد گوید کہ در وقت رفتن وے من در سرسی بخواب دیدم کہ مرا رامی گوید بیا و با ما ملاقات نمای۔ چون روان شدم و بسنبھل رسیدم دیدم کہ وے رفتہ است۔ روزے کہ وے را دفن کردند ترشح باران بود بس با طراوت و لطافت۔ من این حرف را در وقت ملاقات بشیخ خود گفتم۔ گفت ترشح باران علامت قبولست۔ بعد از دفن وے در ہمان روز شیخ حسین سنبھلی کہ ہم ذکر وے خواہد آمد در خوابش دید کہ در آنچنان چمنے و عمارتے کہ وے بخواب دیدہ بود بالباس فاخر بر چار پایہ دراز کشیدہ پان میخورد۔ پرسید شیخا! چہ حال داری؟ گفت خوشم و محظوظ۔ باز گفت مرا می شناسی گفت آرے می شناسم تو شیخ حسینی۔ شیخ حسین دانستند کہ وے از دنیا برفتہ است خواست کہ از احوال آن عالم پرسید بنماز دیگرش بیدار کردند۔ شیخ عبدالرحیم گفتہ کہ روزے وے برسر چاہ باغِ خود نشستہ بود بناگاہ آب او برجوشید و در ساعتگی بالب چاہ برابر شد و باز چنان کہ فرا آمدہ بود فرو نشست۔ امروز شیخ محمد علی پسر وے برجاے اوست۔ صالح و تالی قرآن و منزوی۔ با شیخ من صحبت دارد و شیخ من وے را خواجہ محمد علی می گوید۔ و سید ہاشم سنبھلی از جملۂ طلاب شیخ عبدالرحمٰن است صالح و غریب۔ با من آشنا است و تاریخ رفتن وے در ذکر شیخ حسین محمد ایراد یافتہ و پدر (او) سید علی اکبر از نیکان بود۔ من وے را دیدہ

بودم درسال ہزار وچہل وشش برفتہ (۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۷م) شیخ عبدالمومن سنبھلی از خاص یاران شیخ عبدالرحمٰن، مردیست فہمیدہ وسنجیدہ و اہل این کار و از معزز سلطانیان۔ گوید کہ من از آوان شباب صحبت وے داشتہ ام۔ پس از آن مرید شدہ واز الطاف وعنایات وے بہرہ ور گشتہ و بسا احوال غریبہ واسرارِ عجیبہ از وے مشاہدہ نمودہ تفصیل آن سخنان بطول می کشد۔ روزے بوے شدم۔ وے اندرون بود۔ من احیاناً کاغذے کہ درزیر قلمدان وے بود برآوردہ خواندم کہ مسودہ است کہ بشیخ تاج الدین شیخ خودنوشتہ بدین مضمون کہ حق سبحانہ تعالیٰ ازتوجہ شیخ اکثرے از مقامات سلوک طریقت عطا فرمودہ وبرہمہ عبورے فرمودہ لیکن مرتبہ ضمن گرفتن بیمارے را کہ درطریقۂ خواجہ ہاے بزرگواران است ہنوز صورت نہ پذیرفتہ۔ انتہی۔ من آن مسودہ را آن جا گذاشتم وتفہیم شد کہ وے مستحق آن شدہ کہ مرتبہ ضمن (گرفتن بیماری را) نصیب وے خواہد گرد۔ واین حال است کہ یکے را از اہل این راہ کہ منازل سیر الی اللہ طے کردہ اند (است) وبمقام سیر فی اللہ رسیدہ، دست می دہد۔ پوشیدہ نماند کہ معنیٰ ضمن گرفتن بیمارے را کہ درطریقہ نقشبندیہ مقرر است مجمل آنست کہ بعضے کُملِ اولیاء برسر بیمارے کہ بایشان رابطہ اخلاص ومحبت راسخ دارد می نشیند ومتوجہ بوے می شوند ووے رابمنزلہ بعضے اجزاء خود می گیرند ووے از آن بیماری مخلص یافتہ بحیاتے تازہ مشرف می گردد۔ چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ حضرت خواجہ احرار ادام اللہ تعالیٰ بقاءہم فرمودند کہ حضرت مولانا نظام الدین گفتند کہ یکے از اکابر سمرقند کہ نسبت بما اخلاص ومحبت وارادت بسیار

داشت، بیمار شد و مشرف بر موت گشت۔ فرزندان و متعلقان وے نیاز مندی بسیار کردند۔ مشغولی کردم دیدم کہ وے را امکانِ بقا و حیات نیست مگر در ضمن وے را در ضمن۔ گرفتم و صحت یافت۔ بعد از چند گاہ نسبت بما تہمتے واقع شد کہ مقتضی باہانت و اذلال ما گشت و آن شخص بتوانست کہ در آن باب سعی نماید و آن را دفع کند امّا خویشتن داری کرد و خود را بآن نیاورد خاطر ما از وے گرفتہ شد وے را از ضمن اخراج کردیم بیفتاد و بمرد۔ صاحب ''رشحات'' این نقل را از ''نفحات الانس'' می آرد و در عقب آن می نویسد کہ پوشیدہ نماند کہ آن بزرگ از اکابر سمرقند کہ در بارۂ خدمت مولانا خویشتن داری کردہ خواجہ عصام الدین شیخ الاسلام سمرقند بودہ است و آن تہمت و اہانت کہ بخدمت مولانا رسیدہ بواسطہ فرزند ایشان بودہ است کہ بدعوات و عزایم خواندن و تسخیر جن منسوب بود و از آن جہت بمعظماتِ اہل حرم بار گشتے و جمعے از ارباب غرض وے را بمحبت بعضے از اہل حرم نسبت می کردہ اند و تہمتے می نہادہ و شکایت از آن حال بسمعِ الغ بیگ رسانیدہ اند و فرزند خدمت مولانا فرار کردہ و اثر شامت آن شکایت و تہمت بخدمت مولانا نظام الدین نیز سرایت کردہ۔ میرزا الغ بیگ را غیرت شد و بغضب بر چہرہ تمام تر خدمت مولانا را طلبیدہ۔ قاصدان، ایشان را سر برہنہ در عقب اسپ سوار ساختہ بودہ اند و نزدِ مرزا الغ بیگ بردہ۔ ایشان در باغ میدان جاے نشستہ بودہ اند و سر پیش افگندہ مراقبہ داشتہ اند کہ میرزا الغ بیگ از پیش ایشان گذشتہ برنخاستہ اند۔ بعد از آن میرزا ایشان را طلبیدہ و سخنان عتاب آمیز کردہ۔ خدمت مولانا نظام الدین فرمودہ کہ جواب این ہمہ سخنان یک کلمہ است می گویم۔ من

مسلمانم اگر باورداری خوب وگرنہ ہر چہ خاطرت می خواہد بفرما (کہ مرا ازین ممر ہیچ اطلاع نیست) مرزا از آن سخن متاثر شدہ فی الحال برخاستہ وگفتہ کہ وے را بگذارند۔ ایشان می فرمودند کہ بعد ازین بے ادبی بمرزا الغ بیگ شکست وتشویش بسیار رسید و دران ایام پسر وے عبدالطیف میرزا وے را کشت۔

خواجہ نظیر

وے مشہور بخواجہ نذیر است در طریقت و معاملت نیک۔ در طریقۂ نقشبندیہ و کبرویہ اجازت داشتہ۔ جمعے از یاران وے مشغوف این کار بودہ اند۔ در صحبت وے تاثیرے بود۔ طلعت نورانی داشت۔ من وے را در شہر اجین دیدم در سال ہزار و سی وشش (۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷م)۔ چون وے دانست کہ من از جملہ نیازمندان این طریقہ ام وشیخ احمد سرہندی شیخِ شیخِ من است گونہ شکایتے از شیخ احمد بمیان آورد وگفت شیخ را نبایست کہ سخنان شطح را بحدّے واکشاید کہ بادشاہ وقت ومشائخِ زمان درسوزش آیند و وے این قدر مدّت بقلعۂ گوالیار محنت بکشد من در جواب وے گفتم کہ اگر کسے اند کے انصاف داشتہ خواہد بود بشیخ بد نخواہد گفت چہ وے بعضے از مکاشفاتِ خود را بشیخ خود، خواجہ بیرنگ نوشتہ بودند وآن را جمعے از حاسدان واصحاب غرض بعبارتے ومطلب مخالف بیان پیش بادشاہ رسانیدہ و بادشاہ وے را بگوالیار فرستاد۔ لیکن وے در آن جا با جمعیت تام بودہ وحافظ کلام مجید شدہ۔ واکثرے از مسلمانان کہ در آن زندان بودند مرید وے گشت وبدولت

شغل باطنی مستفید شدہ۔ مکاتبے کہ وے بمریدان خود نبشتہ است۔ (برین شاہد عدل اند) آخرالامر بادشاہ چون دانست کہ وے از کاملان است واین رنج ناحق بوے رسیدہ از گوالیارش طلبیدہ عذر خواست و باعزاز باز بوطنش فرستاد۔ ودرین ضمن سرّے بودہ است کہ اوسبحانہٗ داند وبس۔ امّا انکار عامیان کہ نسبت اولیاء اللہ واقع است آن راعلاجے نیست چنانچہ بزرگے گفتہ۔ شعر

قِیلَ اَنَّ اللہ ذو وَلَدٍ قِیلَ انَّ الرسول قد کھنا

ما نَجا اللہ والرسول معاً من اللسانِ الھویٰ فکیف انا

ازین معنی دیدم کہ خواجہ نذیر (بہ غیض) آمد وبادائے بمن گفت کہ یکے از مکاشفات رافرانمای۔ پیوستہ من نقل آن مکتوب کہ بخواجہ بیرنگ نوشتہ اند باخود داشتم برخواندم ساکت شد۔ واین است خلاصۂ آن مکتوب۔ چون از جانب حضرت مامور بود ''امتثالاً لَلامر'' دربعضے امور جرات وگستاخی نمود والّا مصرعہ

من ہمان احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ثانیاً معروض آنکہ دراثناء ملاحظہ آن مقام مرۃً ثانیۃً مقامات دیگر ''بعضھا فوق بعض'' ظاہر شدند بعداز توجہ بہ نیاز وشکستگی چون بمقام فوق آن مقامِ سابق رسیدہ شد معلوم شد کہ این مقام حضرت ذی النورین است وخلفاء دیگر راہم درآن مقام عبورے واقع شدہ است واین مقام ہم مقام تکمیل وارشاد است۔ وہم چنین دو مقام فوق ہم کہ اکنوں مذکور می شوند وبالائے آن مقام مقامِ دیگر درنظر آمد۔ چون بآن مقام رسیدہ شد معلوم گشت کہ آن مقامِ مقام حضرت فاروق است وخلفائے

دیگر را ہم در آن جا عبورے واقع شدہ است وفوق آن مقام مقامِ حضرت صدیق اکبر ظاہر شد" رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین "بآن مقام نیز رسیدہ شد واز مشائخ خود حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس را در ہر مقامے باخود ہمراہ می یافت۔ وخلفاء دیگر را ہم درآن مقام عبورے واقع شدہ است تفاوت نیست اِلّا در عبور ومقام ومرور وثبات وبالاے آن مقامے ہیچ مقامے مفہوم نمی شود اِلّا مقام حضرت رسالت خاتمیت "علیہ من الصواتِ اتمامھا و من التحیات اکملھا "ومحاذی مقام حضرتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامے دیگر نورانی بس شگرف کہ ہرگز مثل آن درنظر نیامدہ بود ظاہر شد واند کے ازان مقام ارتفاع داشت چنانکہ صفہ را از روے زمین بلند می سازند ومعلوم شد کہ آن مقام مقام محبوبیت است وآن مقام رنگین ومنقش بود، خود را ہم بانعکاسِ آن مقام رنگین و منقش یافت۔ اطراف را درگرفت وحضرت خواجہ بزرگ درمقام صدیق اند۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وخود را در مقام محاذی آن می یابد بکیفیتے کہ معروض داشت۔ انتہٰی۔ و ہمدرآن سال از اجین باکبرآباد آمدم۔ آن جا عزیزے دیدم حافظ محمود نام۔ وے ہم در گفتگوے سخنانِ مذکورہ شیخ احمد بود چون خواجہ نظیر ودر جماعہ علماء وفضلاے آن بحث بدراز آوردہ۔ مرا ہر سوالے و جوابے کہ بخواجہ نظیر درمیان شد، بوے شد مجلسیان از روے انصاف قبول داشتند ووے ہم موافق حوصلۂ خود دریافت

ترا چنان کہ توی ہر نظر کجا بنید بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک

پس ازآن من بحسب تقدیر الٰہی باجمیر رفتم۔ چندگاہ بروضۂ مقدسۂ حضرت

خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ گذارندم۔ وسعات اندوز شدم۔ درآن جا دوتن دیدم۔ شیخ فضیل و شیخ مہتا۔ شیخ فضیل ہمہ کاروبارش بزہد وورع آراستہ بود ومعاملت نیک۔ لیکن بُوے از توحید نداشت۔ روزے من از راہ نیاز درطلب محبت حق از وے فاتحہ درخواستم کہ درآن مدّت شوقِ عالی درسر داشتم وشورے عالی دردل۔ وے فوراً برمن این مصرعہ رافرد خواند۔ مصرعہ

فکر معقول بفرمای گل بے خار کجاست

وے رادیدم کہ ہر ہمہ معاملت ومکالمت برظاہر شریعت داشتہ است وبس۔ بعدہٗ از شیخ مہتا پرسیدم صاحب فناونیستی کہ بمعاملتِ ظاہر متوجہ ومقیّد می باشد چون است؟ وے گفت۔ باوجود مرتبۂ فنا معاملتِ ظاہرہ ہیچ درکار نیست کارے کہ ہست ہمی کار باطن است وبس۔ من بخاطر آوردم کہ اگر اعتقاد این دوتن رادر باطن وظاہر جمع نمودہ آید، کمال ہمین است وبس۔ شیخ من گفتہ، خبر محض نیست ومحض قدر ہم نے، چنانچہ امام جعفر صادق اشارہ فرمودہ۔ گویند یکے از موحدان کہ درین روزگار شایع شدہ اند باجمیر رسیدہ از مردم آن جا پرسید کہ درین جا ہیچ فقیر ہست کہ بعبادات وطاعاتِ ظاہری کار نداشتہ باشد۔ شیخ مہتا رانشان دادند، بوے شد وصحبت داشت ومعتقد گشت ووے رادر کاملان گرفت وبایارانِ خود گفت کہ باعتقاد ما مردم کامل ہمانست کہ از وے ہیچ اعمالِ ظاہری وافعالِ صوری اصلا ظاہر وپیدا نگردد۔ شیخِ من چون این سخن بشنید برموافقتِ آن مثلے رنگین آورد و آنست کہ روزے مردِ سادہ از مردمِ ہوشیار شنید کہ ہرگاہ دزدے بخانۂ کسے میرود،

کار خود را بہ آن چنان سبک پائی می برآرد کہ ہیچ حرکتے وحسّے از وے بگوش صاحب خانہ نمی رسد آن سادہ دل شبے بیدار گشت وآن سخن بیادش آمد وگوش فرا ہر سو داشت۔ ہیچ اثرے از دزد نیافت۔ شمشیر از نیام برکشید وفریاد برداشت و بدوید۔ ہمسائیگان گرد آمدند و پرسیدند حال چیست؟ گفت من از مردم معتبر شنودم کہ ہر گاہ دزد بخانہ کسے می رود کارِ خود را بہ آن چنان آہستگی می کند کہ ہیچ اثرے از وے پیدا نمی شود۔ چون بیدار گشتم وگوش بہر سو داشتم ہیچ اثر نیافتم۔ دانستم کہ دزد آمدہ است، این بود کہ فریاد کردم۔ وہم شیخِ من گفتہ حاشا کہ توحید منافیٔ اعمالِ ظاہرہ بود، باطن مستغرق وحدتست وظاہر ہمیشہ محتاج بشریعت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ باطن گرفتار غیب الغیب باشد کہ آنجا از اسم وصفت اثرے نیست واز تعین وظہور نشانے نہ۔ وظاہر در مشاہدہ اسماء صفاتِ اُو در تعین محظوظ باشد۔ ہمہ او را باید دانست وبے ہمہ اورا (باید) دید۔ ہمہ اوست واز ہمہ منزّہ است۔ وہم ظاہر است بجمیع صفات وتعینات وہم منزّہ است از ہمہ، بلکہ مطلق است از ہمہ اعتبارات، چہ اعتبار تنزیہہ وچہ اعتبار تشبیہ چہ اعتبار اِطلاق وچہ اعتبار تقید۔ این حقیقت کُلّیہ در اصطلاح صوفیہ مسمّٰی است بہ احدیت بلاتعیّن۔ مربّیٔ انظار سالکان طریقہ نقشبندیہ این مرتبہ است۔

خواجہ جمال الدین حسین

پسرِ بزرگ خواجہ ابرار خواجہ حسام الدین احمد است۔ نسبتِ عالی بپدرِ خود درست

می کند۔ نور فراست و لطافت از طلعتِ وے ظاہر و پیداست۔ ہمت اعلیٰ دارد واخلاق نیک۔ در معاملت مستقیم است۔ و در طریقت راسخ۔ با شیخ من رابطہ اخلاص ومحبت تمام دارد۔ وشیخِ من اجازت ارشاد در طریقۂ نقشبندیہ بوے عنایت کردہ۔ وہم شیخ من رسالہ ''نور وحدت'' از خلص مصنفاتِ خود در علم توحید نوشتہ بوے عطا فرمودہ۔ شیخ من اندر آن رسالہ می نویسد کہ ہر چہ بعالم بظہور آمدہ در ذات پوشیدہ بود۔ بعد از آن انچہ پوشیدہ بود در ذات او در علم اولاً و در ظہور ثانیاً جلوہ فرمود۔ ذات رنگ او گرفت و او رنگ ذات و آنچہ پوشیدہ بود در ذات منصبغ عینِ ذات بود کہ غیر شے (ذات) در شے نبود۔ پس آن ذات خود بخود معاملت کرد وعاشقی وزرید و بندگی وخدای درمیان آورد و کارخانہ ازلی وابدی برپا کرد۔ خواجہ جمال الدین حسین لطفے وعنایتے کہ برمن دارد زیادہ از گفت ونوشت است۔

خواجہ سراج الدین محمد

وے ہم پسرِ خواجہ حسام الدین احمد است ونبیسۂ شیخ الہداد و بی بی دولہ کہ ذکر شان گذشت۔ خواجہ ابرار تربیت وے از راہ ظاہر و باطن کردہ و وے در علومِ ظاہر و علومِ باطن از مہین شاگردانِ شیخِ من است و داماد شیخِ من۔ عالی فطرت است و بلند ہمت۔ امروز بسا مردم غریب ماوراء النہر و بدخشان در ظلِ عنایت وے بہرہ مند و مرزوق اند۔ خدمت فقرا و مساکین بجان بجامی آرد۔ کارکشاد بسا آشنایان و دوستان در درگاہ صاحب قرانِ ثانی بوسیلۂ ویست و وے معززِ سلطان است۔

وے را گوشۂ خاطریست با من کہ دل من می داند و وے۔ در روز سعادت ترک (نوکری) نامۂ مبارکباد، بمن نوشتہ بس لطیف مشتمل برین رباعی استاد

الجوهر فقرٌ و سوی الفقر عرض　　الفقر شفاءٌ و سوی الفقر مرض

العالم کله خداعٌ و غرورٌ　　والفقر من العالم سرٌ و غرض

شیخ نورالحق[1]

وے خلف الصدق شیخ عبدالحق دہلویست۔ عالم است بعلوم ظاہر و باطن۔ فضایل وکمالات وے زیادہ از حوصلہ تحریر و بیان است۔ بعد از فوت پدر بجاے پدر نشستہ وافادۂ علوم دینیہ از تفاسیر واحادیث بمستعدان نمودہ۔ بسا تلامذۂ وے بپایہ فراتر رفتہ اند۔ وتصنیفاتِ عالیہ وتالیفات لطیفہ از قلمِ وے ظاہر شدہ ماندہ ''شرح صحیح[2] بخاری'' وحاشیہ برحاشیہ میر (زاہد) وغیر آن وآن شرح در غایت دقت و متانت واقع شدہ است۔ ووراے (آن) اشعار پارسی دارد بس (بہ) فصاحت وسلاست۔ این چند شعریست از وے

آب از نگاہت مُل شود آتش ببویت گل شود

گُل در گفت بلبل شود بے شک چہ رعنا دلبرے

زبس کہ نشاء معنی زعلم ما پیداست　　نشان صبح سعادت زشامِ ما پیداست

---

[1] ولادت آن ۹۸۳ھ/۱۵۷۵م وفات ۹ رشوال ۱۰۷۳ھ/۷ رمئی ۱۶۶۳م مزار مبارک در جوارِ پدر بزرگوارِ خود است۔ [2] نام آن شرح بخاری ''تیسیر القاری'' است مشتمل بہ شش جزو۔

زما جدا مشوا ے طالبِ مدارج قدس　　سراغِ سدرہ نشیند ز بامِ ما پیداست
امداد کن کہ طے شود این رہ وگرنہ ما　　یک گام رفتہ ایم و بصد جا نشستہ ایم
از آتشِ من جانِ نصیحت گرِ من سوخت　　چوں خس کہ باصلاح چراغ آید و سوزد
شب پر اگر روے تو بیند بخواب　　بچہ دہد در بغل آفتاب

رباعی

از شیوہ ہمدمان این دہر خلاف　　گویم رمزے اگر نگیری بگذاف
چون شیشہ ساختند پیوستہ بہم　　دلہا ہمہ پر غبار و روہا ہمہ صاف

ن در وقتے کہ مرا این رباعی خوش آمدہ بود در تتبع رباعی گفتہ ام و این است۔

از شیوہ عاشقان معشوق اوصاف　　گویم رمزے بشنو بگوش انصاف
در آتش شوق کیمیا بوتہ و شند　　روہا ہمہ پُر غبار و دلہا ہمہ صاف

مولانا حسن کشمیری

ے از اقربائے شیخِ من است۔ عالم بود بعلومِ ظاہر و باطن وعلومِ این قوم و از
فاضلِ صوفیہ۔ مرید شیخ چائلدہ سنگی است۔ صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ۔ سخت
ست اندر طریق۔ مشرب وسیع داشت۔ با فقرا و اغنیاء نشستے۔ خوش صحبت و
شرین کلام بود۔ اشعارِ عارفانہ دارد۔ شیخِ من شعرِ وے را خوش می کند۔ این شعر از
وے است۔ رباعی

ہر ذرّہ کہ در جہان بعنوانے ہست　　بر خوبیٔ آن، نوشتہ بُرہانے ہست

زنہار بچشم کج نہ بینی زنہار کین سلسلہ را سلسلہ جنبانے ہست

رباعی (شعر)

آن باغ فضیلتم کہ خارم سمن است وان پرہنرم کہ ننگ وعارم سخن است

خودرا بشناس ورنہ این چاردہ علم دانی معلوم ور ندانی معلوم

ووے را در علم حقائق زبانست سخت نیکو۔ ''اتفاقاتِ حسنہ'' از تالیفاتِ وے بس باعذوبت واقع شدہ۔ وہر فقرہ از آن کتاب دفتریست از معانی۔ در آنجا می نویسد کہ صدق من قال ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' یکے از علامات شناخت نفس کہ مقدمۂ فلاح وشناخت حق است آنست کہ ہمہ کس بلکہ ہمہ چیز را بہ از خود دانی وبر ہیچ بدے بل بدنمائے انگشت اعتراض ننہادہ بدیدہ (عارف) این کار بدوزیبا چہ؟ این قدر خود بسیار شنیدہ باشی۔ در کتابے نوشتہ دیدہ ام کہ تو عالم صغیری وہر چہ در عالم کبیر ہست در تو ہست۔ پس ہر بدی کہ بنظرِ احول تو آید در تو خواہد بود وتو از دیدن آن کوری

ہر چہ در فرعون بود اندر تو ہست لیک از درہات محبوس چہ ہست

سوے من منگر بخواری ست ست تا بگویم انچہ در رگہائے تست

وترا باین جامعیت اگر چشم بر بدے آمد کہ حکم جزو تو دارد۔ ومن ترا بقدر تو سخن گفتہ ام حق خوانم از روے انصاف از من ناخوشنود شود بلکہ حقیقت حماقت بہم (آوردہ) برنجد وحق بر طرف این ہر دو باشد۔ چہ جزءِ خود را بعیب دیدن وخود را بالکل از آن عیب مقدس دانستن نہایت بے انصافی بچندین پایہ از تحت الثریٰ حماقت پایان

تراست آہ آہ

ہز چہ می گویم بقدر فہم تست　　مردم اندر حسرت فہم درست

واگر از من می پرسی من خود ہمہ را آشنا شدہ از خدا جدا نمی دانم و بحقیقت حق۔ ومقولہ فرقہ مقبولہ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' را دو پلّہ میزانے می یابم بدست دانا کہ بآن قدرِ ہر دو شناخت را می سنجید وزین جا شناسی کہ ''ماخلقت الجن والانس اِلا لیعبدون'' چہ معرفتست ونیز این جا سخن ''فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ الراضیۃً وامامن خفت موازینہ فامۃٗ ھاویہ'' چہ اشارت است۔ پس ہر سعادت مندے را کہ پلّہ میزانِ خود شناسی گران باشد پلّہ خدا شناسی ہم گران خواہد بود واو در بہشت دانای زندگانی خواہد داشت و ہر کہ را پلّہ میزان آن سبک پلہ میزان این ہم سبک۔ چہ بہشت دانای و دوزخ نادانی نیز بحکم ''من کان فی ھٰذِہٖ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی واضل سبیلاً'' چون بہشت و دوزخ مومن و کافر دایمی است وظاہر است کہ ہر کہ تو او را نادان تر دانی فی الجملہ دانای بوجود سمع و بصر خود دارد و ہمین قدر دانای علم ببعضے از صفات ذات خود اگر داند واگر نداند پیدا کردہ است چہ ہر چہ درین است از اوست سبحانہ و عمٰی دوزخ این ندانستن است۔ پس ہیچ فردے از دائرہ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' بیرون نتواند آمد و کریمہ ''وما خلقت الجن والانس الا یعبدون'' صادق المضمون شد و علامت صدق شناخت آنکہ ہر چند دانای ترین شو، علم بجہل خود بیشتر پیدا کنی واگر از من باور نداری از حضرت داؤد نبی بشنو کہ گویند

کہ درز بور او نگارش یافتہ است کہ دانش پژوہ چون بر سر حد دانای رسید در معرفت ایزد بیچون نادان تر شد۔ مصرع

بانگ دو کردم اگر درد ہ کس است واللہ اعلم۔ انتہیٰ

من (وے را) بسیار دیدہ ام واز لطافت کلام والطاف وانعام وے بہرہ ور گردیدہ ام۔ روزے من ہم خاطر بودم در مجلس بسم اللہ گفتن خواجہ کرامت اللہ پسر خواجۂ کلاں جمعے از مشائخ وعلماء جمع بودند وآن پسر را ہر یک کلمہ دعاے قرآن بترتیب خواندن گرفتند شیخ الہداد ''بسم اللہ الرحمن رحیم'' خواجہ ابرار ''الرحمن'' شیخ عبدالحق ''علم القرآن'' خواجہ کلان ''رَبِّ یَسِّر'' خواجہ خرد ''وَلا تُعَسِّر'' شیخ الہداد۔ ''رَبِّ زِدْنِیْ'' شیخ نورالحق ''عِلْمًا'' خواندہ اند۔ مولانا حسن بوے بطیبت گفت۔ شیخا! علم بقسمت شما آمد وفہم بقسمت ما۔ مجلسیان خوشوقت گشتند ومجلس بخیر وخوبی تمام شد۔ وفات مولانا در سال ہزار و پنجاہ و یکیست (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) وبجوارِ روضہ ملک یار پرّان بجاے ساختۂ خود مدفون شدہ۔ شیخ عبدالحق در تعزیت وے بخواجہ محمد صادق طفاے شیخِ من کہ وے طفاے ویست رقعہ نوشتہ مشتمل برین بیت

گر نہ قضا بود کہ باہم رویم می رسد آن وقت کہ ماہم رویم

شیخ عبدالحق در ''اخبار الاخیار'' می آرد کہ شیخ نورالدین ملک یار پرّان[1] شیخے بود بزرگ

---

[1] از شہر لار متصل بخارا بہ اذن مرشدِ خویش، بدہلی آمد وبر کنار جون زیر قلعۂ کہنہ دہلی روبروے خانقاہِ ابوبکر طوسی قرار گرفت۔ مرید وخلیفۂ شیخ دانیال است۔ شیخ کامل و عارف اکمل بود۔ ۱۸ر جمادی الثانی ۶۸۰ھ/ ۱۵۲۵م بعہد غیاث الدین بلبن وفات یافت۔

واز آن جا باذنِ شیخِ خود در دہلی آمدہ۔ وے از مشائخ زمان سلطان غیاث الدین بلبن است۔ شیخ نظام الدین اولیاء بزیارتِ روضۂ اومی آمد وظاہر آنست کہ زمان حیات او رانیز دریافتہ باشد امّا ملاقاتِ ایشان بیک دیگر معلوم نیست و در وقتے کہ شیخ ملک یار پرّان بدہلی آمد در آنجا کہ مقام اوست جا گرفت شیخ ابا بکر طوسی قلندر[1] ے در آن زمان بود با اونزاعے کرد۔ او گفت مرا پیرِ من فرستادہ است او حجت طلبید مسافت از دہلی تا آن جاے دراز بس دور بود و در اندک زمانے کہ نہ بر مجراے عادت بود از آن جا حجت آورد۔ از آن روز او را ملک یار پرّان گویند۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ

محمد حافظ خیالی

وے ہم از اقربائے شیخِ من است۔ خواجہ بیرنگ را دیدہ وصحبت داشتہ از فصحاے فضلاے وقت است۔ عالم است ببعضِ علوم غریبہ۔ استغناے ذاتی دارد۔ گاہے بطمعِ دنیاے دون باہل آن گرد نیاوردہ۔ در جمیع احوال بزاویۂ خویش منزوی است۔ اندیشہ معیشت دامن گیر ہمّت وے نیست۔ شیخ من از علو ہمّت و نیک زندگانی وے وفضایل وکمالاتِ وے می راند و می گوید۔ چون وے نیست اندرین جزو زمان۔ وقتے شیخ من مقابلہ ''نفحات الانس'' با بعضے از یاران خود می کردہ است و من ہم یکے از آنان و افادہ می فرمودہ و در بعضے مواضع حواشی می نوشتہ

---

[1] زبدہ اولیاء کامل، صوفی مذہب، قلندر مشرب است۔ بتاریخ ۲۲/رجب ۷۰۰ھ/۲/اپریل ۱۳۰۱م وفات یافت۔

روزے وے ہم بود و در محلّے دخلے نیک نمودہ۔ شیخِ من در آن حاشیہ نام وے را ہم داخل کردہ است و آنست۔ ''سیل الجنید یکون العطاء من غیر عملٍ فقال کل العمل من عطاء ہٖ'' از جنید پرسیدند کہ عطا بے عمل بود پس گفت عمل نیز عطاء ویست۔ چہ وجود عمل و مبادی عمل از وست سبحانہٗ تعالیٰ۔ ''کل العمل من عطاء ہٖ'' درین جواب اشارت است بآنکہ عمل کہ عطاء ویست عطاے است کہ عمل بر آن مترتب است۔ ''کذا افاض المفطنمو لانا حافظ سلمہ.'' انتہیٰ۔

بعضے از مقربان درگاہ بادشاہ قرانِ ثانی خواستے کہ وے با ما بودہ از احسان سلطان بہرہ اندوزد۔ وے ابا نمودے و ببود و نبود وے در ساختے چنانچہ گذشت۔ وے اشعاریست فصیح ولطیف۔ این دو بیت از وست

عمر عزیزِ ما ہمہ در تیرگی گذشت　　در شب نبشتہ اند مگر سر نبشتِ ما

بعشوہ کشتی و بازم بغمزہ جاندادی　　گر از خدای نترسم ترا خدا گویم

من ہر سالے کہ از وطن پیش شیخ خود می شوم وے مرا تفقدے و عنایتے کہ باید و شاید می فرماید و آنقدر دلبری می نماید کہ پیوستہ، من ممنونِ ویم بعد از رفتن وے از دنیا من گفتم

''آہ آہ محمد حافظ خیالی بے مثل''

شیخ سلیم دہلوی

(بن سید احمد) وے سید است و بخاری الاصل از نبائر حاجی عبدالوہاب۔ صالح

بود عالی ہمّت معاملت نیکوان داشت۔ وے از دوستانِ شیخِ من بود۔ شیخ من وے را نیک می ستاند۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ دانداست (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) من وے رابسیار دیدہ ام، یادے از بزرگانِ سلف می داد۔ برمن لطف فرمودے۔ امروز از یاران وے شیخ فتح اللہ اہل صلاح وسلامت وعمل استقامت است۔ شیخِ من گفتہ کہ وقتے سید احمد پدر شیخ سلیم از خواجہ بیرنگ پرسیدہ کہ اگر در مجلسی سیدیست غیر صلاح وصالح است وغیر سیادست پس کہ را بایدازین ہردودرآن مجلس بالاتر نشاند۔ خواجہ بیرنگ گفتند چہ طور صالح خواہد بود کہ از سید بالاتر خواہد نشست وخود را بزرگ تراز وے خواہد داشت، سید خوشوقت گشت۔ درجمع میر عبدالاوّل مسطوراست کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند کہ یکے از بزرگانِ دین بیکے از سادات بسبب اہمال احکام شرعیہ متعرض می بودہ۔ حضرت فاطمہ رارضی للہ عنہا در واقعہ دیدہ وسلام گفتہ۔ ایشان روے خود گردانیدہ اندو جواب سلام نگفتہ اند۔ آن عزیز پرسیدہ کہ ازمن چہ بے ادبی صادر شد کہ شما جواب نمی گوئید، آثار تغیر از شما ظاہر است۔ ایشان فرمودند چرا فلان کس را ایذا وتشویش می رسانی۔ آن بزرگ گفتہ پیشِ شما معلوم است کہ ایشان احکامِ شرعیہ نمی کنند۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمودند تو نمی دانی کہ وے فرزندِ ماست۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند مقصود ازین سخن سقوط امر معروف و نہی منکر نیست، مقصود احترام سادات است بملاحظۂ کبرائی اہل بیت رضوان اللہ اجمعین۔ انتہیٰ۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ روزے

بتقریب توقیر و تعظیم سادات می فرمودند کہ اگر در دیارے سادات می باشد من نمی خواہم کہ در آن دیار باشم۔ زیرا کہ بزرگی و شرف ایشان بسیار است و من بحق تعظیم ایشان قیام نمی توانم نمود۔ پس فرمودند کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ روزے در مجلس درس خود چند بار بر پاے خاستند و کسے موجب آن ندانست آخر یکے از تلامذۂ امام سببِ آن پرسید۔ فرمودند کہ طفلے از سادات علوی درمیان این اطفال است کہ بدرس می رسد و چون نظر من بروے می افتد بتعظیمِ وے می خیزم۔ انتہیٰ۔

گویند شیخ شہباز بھاگل پوری عزیزے و بزرگے بودہ است عالم و عامل و صاحب کرامات و مقامات۔ وقتے یکے از سادات بارہہ کہ در بھاگلپور حاکم بود بشکایت بعضے اربابِ غرض بہ شیخ در پیچیدہ است و وے را دراز کشیدہ و آویزان ساختہ۔ شیخ اندر آن حالت بامریدانِ و یارانِ خود کہ اہل این کار بودہ اند ہمین حرف بتاکید فرمودہ کہ زنہار کسے در باب آزار سید توجہے ننماید و (بد) دعاے نفرماید و مارا از روے مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ نسازد۔ و وے از آن ممر آزار بسیار کشید آخر سید از آن جا تغیر شد و بجاے وے ہندوے حاکم آمد۔ بعد از چندے وے ہم بگفتہ جمعے از حاسدانِ نافہم صاحب غرض با شیخ اداہاے ناشائستہ نمودن گرفت۔ شیخ بشنید و بخندید و گفت این ہندو بہ تبعیت سید این چنین بما پیش می آرد۔ نمی داند کہ آن کار دیگر بودہ است۔ درین اثناء یکے از یارانِ شیخ غرض کرد کہ شیخا! آن ہندو را ہمین من بسم، وامشب وے را بمالم چون شب شد، از تقدیر الٰہی سقف حجرہ بروے در افتاد و وے را با خاک برابر ساخت۔ شیخ دوست محمد

امروگی (امروہہ) کہ مردیست حافظ وقاری باخلاق نیک بمن گفت کہ من شیخ شہباز را دیدہ ام، بس بزرگ بود۔ یکے از یارانِ وے سید مصطفیٰ کہ دراوقات استماع سرود از سرحال سر بسجدہ بردے وقطرہ ہاے خون از دہن وے بیرون افتادے وہم گفت کہ من مجذوبے از یارانِ شیخ را دیدہ ام روزے از وے پرسیدم کہ تو در پیشِ شیخ کدام خدمت داری گفت شیخ پنج وقت کہ دراوقات صلوٰۃ بمکہ حاضر می شود من کفش وے را نگاہ می دارم۔ آن شیخ سلیم دو پسر داشت و یک داماد۔ ہر سہ جوان قابل۔ کس خبر آورد کہ ہر سہ در اکبرآباد کشتہ شدند۔ از شنیدن آن ہیچ تغیرے در وے راہ نیافت۔ پُرسید نعش (ہاے) شان کجا اند؟ گفت نزدیک رسیدہ گفت این جا چرا می آرید، ببرید و در گورستان دفن کنید و چنان کردند و وے آہ یک نہ برآورد و چشم بگریہ تر نکرد و ماتم نداشت بل قبیلہ را مانع آمد۔ وقت شب این قدر گفت کہ دماغ من برہم می شود، شور باطلبید و بعادتِ قدیم بخورد۔ نقلست کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ را پسرے برفت از دنیا از استغراقے کہ داشتند بعد از دفنِ پسر از آواز گریۂ مادرش آگاہ گشتند کہ حال چیست؟ دوستے دارم شیخ معظم نام سنبھلی لشکریست مرید شیخ من، صاحب صدق وراستی۔ کار بروفق شریعت دارد۔ بس فہیم وظریف است وے را پسرے بود جوان قابل عادل نام، ہم مرید شیخ من۔ و در سال ہزار و شصت و شش برفت از دنیا (۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶م) آن روز من حاضر بودم با شیخ خود دیدم کہ وے ہیچ آہے نکرد و چشم بگریہ تر نمود و تجہیز و تکفین پسر را بنجے می کرد کہ ہیچ اثر ماتم ظاہر نبود و در باغِ

آستانۂ خواجہ بیرنگ مدفون ساخت۔ وقتے شیخ معظم مصرعے گفتہ بمن گفتہ کہ رباعی تمام کن۔ کردم واینست۔ رباعی

در مکتب عشق قدس دانای نیست تعلیم توی و خواندن مای نیست
از پردۂ علم بگذر و عین شناس کانجا رموز عین گنجای نیست
(کانجا زمن وتو گنجای نیست)

شیخ جلال الدین کسکی

وے بزرگ بودہ بابرکات وانوار۔ اوضاع واطوار کاملان سلف داشت۔ صاحب ں وسماع بود۔ نسبت بپدر خود شیخ محمد درست می کند۔ وے خلیفہ وداماد شیخ چائلدہ سنگی است واز نبائر شیخ عبدالعزیز چشتی۔ با شیخ من دوستی نیک داشتے وباخلاص و محبت فراپیش آمدے۔ روزگارے مہابت خان حاکم دہلی بودہ است وآن مردے بود بشجاعت وشوکت وتہور وجلادت وقوی طالع دنیا چنانکہ این بیت قدیم سجع نگین خود کردہ وموافق افتادہ

مہابت من اگر بانگ برزمانہ زند قطار ہفتہ ایام بگسلند مُہار

وہم خان دراوایل ہا بہ خواجہ بیرنگ آشنا بود وہم صحبت ودر آخر ہا بیکے از بزرگان از سر حیف می گفت کہ من با خواجہ بیرنگ مصاحب بودہ ام وایشان ولی شدہ اند ومن نشدہ ام۔ آن بزرگ گفتہ شما در راہِ دنیا بکمال رسیدہ اند وخواجہ بیرنگ در راہِ خدا۔ وہم چنان حال معتقد ونیاز مند شیخ جلال گشتہ بودہ است کہ پیوستہ بدیدار وے

تبرک می جستہ و پیلے نذر روے کردہ و این از خوارق ویست۔ پدرِ من در اوایل کہ داروغۂ عمارت کٹرہ شیخ فرید بودہ است باوے محبت و اخلاص تمام داشتہ و دریچہ در آن سرا گذاشتہ برائے ملاقاتِ وے کہ خانۂ وے متصل سرای است و وے پدر مرا ہم سائیگی خود جائیکہ تعین نمودہ بتوطن امّا سرا انجام نیافت۔ من از ایّام صِبا وے را دیدہ ام و از لطف و احسان وے مرزوق گردیدہ۔ روزے بوے شدم و وقتے خوش داشت دیدم کہ وصایا (ہا) ے دلکش سخنانِ این راہ از وے بمیان است و ہر کدام از مجلسیان حظّے دارد من ہم محظوظ شدم۔ آخر وے این بیت را برزبان آورد و معانی نیک گفتہ و تعبیر ہائے موثر

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبیست

وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) است و قبر وے نزدیک بروضہ شیخ عبدالعزیز

شیخ بہاءالدین پرتاوہ

پیرے بود صاحب ذوق و وجد و حال۔ نسبت بپدر درست می کند و سجادہ نشینِ پدرِ خود است۔ اشعار ہندی وے ذوق بخش دلہاست۔ خیال ہائے وے موافق صوفیہ واقع شدہ و تاثیرے عجیب دارد۔ و سازے را کہ وے اختراع کردہ است ہم خیال نام دارد۔ و آواز حزین و نغمہ شرین از آن پیدا است۔ و وے با خیال ہائے خود خیال خوشے داشتے و پیوستہ درین خیال بودے۔

خیال تست درخاطر کہ جانرازندہ می دارد وگر نہ در زمان میرمِ من تنہاز تنہائی

شیخ من در رسالہ ''نور وحدت'' می آرد کہ دوریشی تصحیح خیال است چون حجاب جز خیال نیست۔ رفع حجاب تیز بخیالے باید کرد وشب وروز درخیال وحدت باید بود۔ من دروقتے برطبق این دقیقہ بامعنی شعرے گفتہ ام از ہندی واین است

جو توہ لاگے پریم دکھ کرا پاؤ نہ لاگ
جیون لو ہو کون سوہیی اک جری کوں آگ

نقل است کہ افلاطون گفتہ ''الارض کرۃ والانسان والا فلاک قواسٌ والحوادث سھامٌ والرامی ھواللہ فاین المفر'' چون این نقل بحضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ رسیدہ فرمودہ اند فقد (فقط) ''الی اللہ''

روزے من دراوایل شیخ بہاء الدین رادرراہے کہ سفری بودم دیدم وگامے چند باوے شدم وازلقاے بابہاے وے خوشوقت گشتم لیکن ہیبت وے مرا نگذاشت کہ ہم کلام شوم۔ ودرآن ایام من خردسال بودم ووے سال خورد۔ وفاتِ وے در سال ہزار وسی وچہاراست (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۵م)۔ چون شیخ من رفتن وے را شنید برفوراین مصرعہ تاریخ بگفت۔ مصرعہ ''آہ شیخ بہاء الدین آہ'' ومن قطعہ گفتم۔ قطعہ

شد ز دنیا چون بہاء الدین شیخ بود او واقف ز اسرار الٰہ
شیخ من گفت ز سال فوتش آہ شیخ بہاء الدین آہ

میر ابراہیم اکبر آبادی[1]

وے خلف الصدق میر (محمد) نعمان[2] است۔ صاحب صدق و راستی و معاملت نیک۔ در سال یک ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) بمرافقت مخدوم زادہاے سرہند بشرف زیارتِ حرمین محترمین مشرف گشتہ و با جمعیت صوری و معنوی باز با کبر آباد وطنِ خود آمدہ۔ با شیخ من دوستی اخلاص نیک دارد۔ من وے را روزے در صحبت شیخ خود دیدہ ام۔ نور باطن از چہرۂ وے ظاہر است۔ و میر محمد نعمان مریدِ شیخ احمد سرہندی است خواجہ بیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ۔ گویند بزرگے بودہ صاحب نسبت عالیہ و اخلاق عظیمہ۔ آثار و برکات از وے ظاہر بود۔ در صحبت وے تاثیر نیک بود وے زندگانی خوش داشتے و بس بے تکلف زیستے و خود را با تمیاز نگرفتے با شیخ من نیاز آور بود۔ مریدانِ اہل نسبت دارد و اقربای عالی مرتبت۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ[3]/ ۱۶۴۱م) و

---

[1] از اکابرِ عصر، از جانب بادشاہ عالم گیر برائے ایصالِ نذر بحرمین شریفین رفت و بعد مراجعت در حدود یمن سال ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱م فوت شد۔ [2] میر محمد نعمان ابن شمس الدین یحییٰ معروف بہ میر بزرگ ولادتِ میر محمد نعمان در سال ۹۷۷ھ/ ۱۵۷۰م بمقام سمرقند۔ بتلاش مرشد ہندستان آمد بخدمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی حاضر گشت و داخلِ سلسلۂ نقشبندیہ شد بعد وفات خواجہ مذکور بخدمت حضرت شیخ احمد سرہندی آمد، مرید شد و خلافت یافت۔ در سال ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸م وفات یافت۔ [3] در تاریخ محمدی ۱۸ر صفر ۱۰۵۹ھ و دو مادہ تاریخ درج کردہ اند و آن مادہ تاریخی این است ''فوت امیر نعمان عالی'' و ''فوت امیر نعمان سامی'' از این مادہ تاریخی ۱۰۵۹ھ برآمد۔ ممکن است کہ از کاتب درین جا بجاے ۵۹ سہواً ۵۰ نوشتہ۔

قبروے در اکبر آباد داست۔ نیز گویند میر ہاشم مرید و داماد وے صاحب ذوق و وجد بودہ وصاحب نسبت۔ اشعار ذوقیات دارد۔ این غزل از وے مشہور است

گر از خلق پنہان کنم درد خود را — چہ در مان کنم چہرۂ زردِ خود را
خوش آندم کہ چون سرو در جلوہ بنیم — سہی قامت ناز پروردِ خود را
زہستی چنان در غبارم کہ خواہم — بر آرم ازین خاکدان گردِ خود را
چنین زار از درد چندین ننالم — کہ آگہ کنم ماہ شب گردِ خود را
مکن ہاشمی نالہ از درد چندین — بہ بیچارگی چارہ کن دردِ خود را

مولانا عوض وجیہ بلخی

عالم است و فاضل و بزرگ، صاحب دانش و بنیش۔ در درسِ وے مُلّایان بلند پایہ استفادہ علوم دینیہ می کنند۔ در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وے بہ فضلاے دیگر از ملک توران رسیدہ بشرف حضور بادشاہ صاحب قرانِ ثانی مقرر گشتند و وے گوے قربت وعرض از ہمہ در ربودہ کلمۃ الحق کہ از زبانِ وے بظہور می آید باعث افتخار و اعزاز دینی و دنیوی وے است امروز بسا مستعدان ایران وتوران و ہندستان از وے مستفید اند۔ روزے وے بشیخ من آمد، نیازے کہ باید و اخلاصے کہ شاید فرا آورد۔ حاضران و من حیران۔ ہر چہ رعونت مُلّای کہ با قربت بادشاہی جمع شود کراے آن نمی کند کہ با فقراے باب اللہ سر فرود آرند۔ در آن وقت مرا حکایتے بیاد آمد و آن آنست در ''نفحات الانس'' در ذکر

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ می آرد کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وے را در واقعہ ابوالجنات مشدد کنیت بخشید و وے را شیخ ولی تراش نیز گفتہ اند۔ نظر مبارکش بر ہر کہ افتادے بمرتبۂ ولایت رسیدے۔ روزے نظرش بر سگے افتادہ در حال در جنبش آمد متحیر و بے خود شدہ قریب پنجاہ و شصت سگ گرداگرد وے حلقہ کردندے و پیش دست نہادندے و آواز نکردندے و ہیچ نخوردندے و بادب بیستادندے، عاقبت بآن نزدیکی بمرد شیخ فرمود تا وے را دفن کردند و بر سر قبر وے عمارت ساختند۔ روزے شیخ با اصحاب نشستہ بود بازے در ہوا صعوۂ را دنبال کردہ بود ناگاہ نظر شیخ بر آن صعوہ افتاد۔ صعوہ برگشت و باز را در گرفت و پیش شیخ آورد۔ در اوایل حال در طلب مسافر گشت و بہر کس کہ می رسد ارادت حاصل نشد[1] و بخدمت وے رفتم

---

[1] این عبارت از نفحات الانس نقل کردم وے گفت ''بسبب آنکہ دانشمند بودم، سر خود ہیچ کس فرو نمی آمدم و چون بملک خورستان (خورزستان) رسیدم در دز پول آمدم آنجا رنجور شدم و ہیچ کس مرا مقامے نمی داد کہ نزول کنم۔ عاجز گشتم، از کسے پرسیدم کہ درین شہر ہیچ مسلمانے باشد کہ مردم رنجور و غریب را جاے دہد، تا من آن جا روزے چند بیاسایم۔ آن کس گفت این جا خانقاہے ہست و شیخے ہست مگر آن جا ترا خدمت کنند، گفتم نامِ او چیست؟ گفت شیخ اسماعیل قصری۔ آن جا رفتم و مرا جاے دادند در صُفّہ میانے سراے مقابلِ صُفّہ درویشان و آن جا ساکن شدم و رنجوریٔ من دراز کشید باین ہمہ از رنجوری چندان رنج بمن نمی رسد کہ از آوازِ سماع ایشان کہ من سماع را بغایت منکر بودم و قوت نقل مکان کردن نداشتم۔ شبے سماع می کردند۔ شیخ اسماعیل از گرمیٔ سماع ببالینِ من آمد و گفت، می خواہی کہ تندرست شوی؟ گفتم۔ بلے۔ دست من بگرفت و مرا بکنار کشید و بمیان سماع برد، و زمانے نیک مرا بگردانید۔ و بر روے دیوار تکیہ داد۔ من (بدل) گفتم کہ در حال خواہم افتاد و چون بخود آمدم خود را تندرست دیدم چنانکہ ہیچ بیماری در خود نمی دیدم۔ مرا ارادت حاصل شد (اضافہ از ''نفحات الانس ص ۲۷۲)''

ودست ارادت گرفتم وبسلوک مشغول شدم ومدّ تے آنجا بودم چون مرا از احوال باطن خبر شد وعلم وافر داشتم مرا شبے در خاطر آمد کہ از علم باطن باخبر شدی وعلم ظاہر تو از علم شیخ (در) زیادتیست۔ بامداد شیخ مرا طلب کرد وگفت۔ برخیز سفر کن کہ ترا بر (شیخ) عمار باید رفت۔ می دانستم کہ شیخ بر آن خاطر من واقف شد امّا ہیچ نگفتم وبرفتم بخدمت شیخ عمار وآن جا نیز مدّ تے سلوک کردم وآن جا مرا شبے ہمین بخاطر آمد بامداد شیخ عمار فرمود کہ نجم الدین برخیز وبمصر رو بخدمت روز بھان کہ این ہستی ترا وے بسیلے از سرِ تو بیرون برد۔ برخاستم وبمصر رفتم چون بخانقاہِ وے در رفتم شیخ آن جا نبود ومریدانِ او ہمہ در مراقبہ بودند۔ ہیچ کس بمن نپرداخت۔ آن جا کسے دیگر بود از وے پرسیدم کہ شیخ کدام است؟ گفت شیخ در بیرونست ووضومی سازد۔ ومن بیرون رفتم وشیخ روز بھان را دیدم کہ در آب اندک وضومی ساخت مرا در خاطر آمد کہ شیخ نمی داند کہ در این قدر آب وضو جائز نیست چگونہ شیخے باشد۔ او وضو تمام ساخت ودست بر روے من افشاند چون آب بر روے من رسید در من بیخودی پیدا شد۔ شیخ بخانقاہ در آمد من نیز در آمد وشیخ بتحیۃ الوضو مشغول شد بر پاے بودم منتظر آنکہ بشیخ سلام باز دہد واورا سلام کنم ہم چنان بر پاے ایستادہ غایب شدم دیدم کہ قیامت قائم شدہ است ودوزخ ظاہر گشتہ ومردمان را می گیرند وبآتش می اندازند وبرین رہگذرانش پُشتہ است وشخصے بر سر آن پشتہ نشستہ است۔ وہر کہ می گوید۔ من تعلق بوے دارم از دوزخ خلاص می شود (ودیگران را در آتش می اندازید، ناگاہ مرا بگرفتند وبکشیدند چون آن جا رسیدم گفتم کہ من تعلق بوے دارم

اسرار ہا کردند) بر پشتہ بالا رفتم دیدم کہ شیخ روز بھان پیش است۔ رفتم و در پاے او افتادم او سیلے سخت برقفاے من زد چنانکہ از قوّت آن بر روے در افتادم او گفت پیش از این اہلِ حق را انکار مکن۔ چون از غیب باز آمدم شیخ سلام نماز باز دادہ بود پیش رفتم و در پاے او افتادم شیخ در شہادت نیز ہم چنان سیلے برقفاے من زد و ہمان لفظ بگفت۔ آن رنجوری از باطن من برفت بعد ازان مرا امر کرد کہ باز گرد و بخدمت شیخ عمار رو د چون باز گشتم مکتوبے بشیخ عمار نوشت

''ہر چند مس داری بفرست تا زرِ خالص می گردانم و باز بر تو بفرستم۔''

شیخ بدیع الدین سہارن پوری

وے صاحب نسبت است و کیفیت و مستقیم الحال اندر طریقت۔ شیخ من گفتہ کہ در اوایل وے بطالب علمی پیش شیخ احمد رفت بسر ہند۔ مدّتے استفادہ نمود۔ در آن اثناء وے را طلب حق در دل پیدا آمد و در طریقۂ نقشبندیہ از شیخ احمد ملقن شد و احوال نیک بہم رساند و پس از آن اجازت ارشادِ دیگران یافتہ باز بوطن مراجعت نمود و استقامت یافت۔ گویند وقتے وے بعزیمتِ مکّہ برآمد در دہلی و از زاد سفر دست داد۔ با امیرے اتفاق ملاقات افتاد (وے وادۂ زاد سفر کرد) پس از آن بآن امیر صحبتے ناخوش بمیان آمد و ترک ایراد کردہ و خود را آزاد کردہ باز بوطن شد تا برفت از دنیا در سال ہزار و چہل داند[1] (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۱م) و قبر وے اندر شہر ست

[1] در ''تاریخ محمدی'' از میرزا محمد بن رستم حارثی بدخشی و در ''مہر جہان تاب'' (از مولانا حکیم سید فخر الدین حسنی رائے بریلوی) سال وفات آن ۱۰۴۲ھ درج است

من وے راوقتے درخانقاہِ وے دیدہ ام بلطف واحسان خویش مراخورسند ساخت۔

شیخ آدم بنّوری

وے نیز مرید شیخ احمد است۔ صاحب احوالِ عظیمہ و کیفیات۔ و وے را زبانیست درحقائق۔ سخن بس بلند گفتے وبعضے معارف مصطلح وے تازہ ودقیق اند کہ فہم ہر کس بدان نرسد و درین مقدمہ حکایتِ وے بسیار است۔ درین وقت گنجائش آن نیست۔ و وے را با شیخ من مفاوضات است اندر مراتب معرفت وتوحید۔ وشیخ من اندرین باب سخنان غامض ودقائق بوے نوشتہ ومن آن ہمہ را دیدہ ام ومعانی شنیدہ۔ گویند کہ وے بیارانِ خود گفتے کہ راست گوئید کہ مردمان (با) کدام کدام عیوب مارا یاد می کنند۔ انچہ یاران وے گفتند از آن عیوب پرہیز کردے۔ من وقتے وے را دیدہ ام درصحبت شیخ خود کہ باسی تن داند از یارانِ خود آمدہ است وچند روز صحبت ہاے گرم داشتہ۔ یارانِ وے ہمہ صاحب کیفیت بودہ اند۔ وے درسال ہزار و پنجاہ داند بسفر حجاز برآمدہ و بحرمین محترمین مشرف گشتہ و درآن جا بعضے از عزیزان عرب درطریقہ نقشبندیہ از وے ملقن شدہ اند وے در مدینہ معظّمہ برفت از دنیا درہمان سال (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وقبر وے نزدیک بقبۂ (مرقدِ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ گویند وقتے دنیادارے نزدیک بمسجد وے چاہے کندہ بودہ است اندر بنّور چون نزدیک باتمام رسیدہ روزے وے از خانہ خود تیز تر برسر آن چاہ آمدہ و بجمعے مزدوران کہ درآن چاہ کار می کردہ اند باواز بلند

گفت زود بیرون برآئید اتفاقاً بیرون آمدنِ شان ہمان بودہ و چاہ بہم درافتادن ہمان۔

شیخ وجیہ الدین

بن شیخ نصیرالدین اکبرآبادی مرید وسجادہ نشین پدرِ خوداست۔ عالم و فاضل وصاحب ذوق ووجدوسماع درطریقۂ فقروتوکل قدم ثابت دارد۔ مولدومنشای وے محلّہ دولت آباد اکبرآبادست۔ گویند پدر وے بسیار بزرگ بودہ صاحب احوال عظیمہ واطوارسنیہ، مریدان صاحب ذوق وسماع داشتہ ودرصحبت وے تاثیرے بودقوی۔ طلعت نورانی وے فرحت بخش دلہا بود۔ روزے شیرمحمد مرید وے کہ نام وے درذکرخواجہ عبدالرزاق رفتہ درتعریف وے بشیخ عبدالحق چنین گفتہ است کہ من مشائخ ودرویشان بسیارے رادیدہ ام لیکن آنچنان چشم دلفریب ندیدہ۔ گویند شیخ وجیہ الدین دروقتے کہ شیخ فانی شدہ وبصارت وے خلل پذیرفتہ یکے ازامراے بادشاہ بوے شدومسجدوے شکستہ بودگفت مسجدراچرانہ درست می کنی وے آن امیررا گفتہ ازروے طیبت کہ این مثل ہندی موافق حال من است کہ ''اندھا مُلّاں پھوٹی مسیت'' روزے وے پسرخودرادیدہ کہ موے سرش درازشدہ است گفتہ اے پسرچراسررامحلوق نمی سازی، نمی دانی کہ سررا ''مونڈ'' می گویند۔ عزیزے نقل کردہ کہ روزے باسہ کس بوے شدیم دوکس بیرون ماندندومن اندررفتم۔ مراوقت رخصت سہ بیڑہ پان دادتاہرسہ رابرابررسد۔ من وے راسہ مرتبہ دیدہ ام یک مرتبہ

اندر عرس پدرِ وے کہ وے اندر سماع آن چنان گرم گشتہ بودہ است کہ تاثیر حالت وے در جمیع مجلسیان سرایت کردہ و دو مرتبۂ دیگر در خانقاہ وے دیدہ۔ ہر سہ مرتبہ بدیدارِ وے خورسند گشتہ بودم۔ بعد از اتمام ''اسراریہ'' شنودہ شد کہ وے برفتہ از دنیا در سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م)

شیخ عثمان بنگالی

بسیار بزرگ است صاحب آیات و کرامات و احوال و مقامات۔ از اجلۂ این قوم است و مستشہد مشائخ۔ در صحبتِ وے تاثیریست سخت قوی مولد و منشاء وے شہر ڈھاکہ ہست در زمین (بنگال)۔ نیک نیک مریدان صاحب نسبت و کیفیت دارد۔ روزگارے وے را ہوائے سفر مکّہ خاست و از وطن برآمد و بآشنائے شیخ عبدالمومن کنبوہ سنبھلی کہ بارستم خاں دکن بود در دامن کوہ کمایون عبورے فرمود، در آن ایام بدان سرزمین با کفار کوہستان دارالحرب کارزار داشت، بوے ملتجی شد کہ روز کے چند درین جا بیائی چہ این وقتِ جہاد است و غزا تا مسلمانان از برکتِ قدوم میمنت لزومِ تو بر کافرانِ حربی فتح و نصرت بیابند۔ وے در جواب گفت کہ ہرگاہ من بر نفس کافر خانگی خود از روے جہاد فتح نیافتہ باشم از باشیدن من بر کفار بیگانۂ دار حرب چہ فتح خواہد شد و زیادہ از دہ، دوازدہ روز در آنجا بیستاد و بدان عزیمتِ معہود سفری شد۔ من وے را ہمان جا ملازمت کردم و در صحبتِ اوّل دریافتم کہ آنچہ در کتب تواریخ معتبرہ از احوال مشائخ کبار و اصحاب کمال خواندہ می شود،

وے داخل آن جماعت است۔ بے تکلف (با) جمال با کمال یادے از اولیاے سلف می داد لطفے وعنایتے فرمود کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ شیخ عبدالمومن گوید کہ من در بنگالہ از وے خوارق دیدہ ام۔ از آن جملہ یکے آنست کہ وقتے بعضے مسلمانان بصلاح وے دہے ''بکرم پور'' نام را کہ در تصرف جمعے از ہنود بود برآوردہ موسوم ''محی الدین پور'' کردند۔ پس ازان خاصان ہندوان بقاسم خان حاکمے آن جا کہ مردے جوّاد زمان بود ومخیّر آفاق بود وصاحب سخن گفتہ ونذرش نمودہ بحکم قاسم خان آن دہِ را باز بتصرف شان درآوردند۔ از وقوف این معنیٰ وے بغضب درآمد و تنگدل شد۔ و ہمدران اثناء بناگاہ قاسم خان را کوفتے سخت ومرضے صعب روے دادو دریافت کہ این صعوبت مرا از گرہ خاطر وے در پیش آمدہ۔ مرا طلبید وگفت پیش وے برو وبگو کہ اگر ہیچ تقصیرے از من بظہور آمدہ باشد از روے کرم عفو فرمای و نیز از وے استفسار نمای کہ مرا ازین رنج مخلصی ہست یا نہ ومطلب خان ازین استفسار آن بود کہ اگر من از دنیا رفتہ باشم بقیۂ خزینہ خود را بر اہل این راہ وقف کنم کہ من عادت وے را نیک می شناسم۔ (گفتم) الحال پیش وے (تنہا) نمی روم۔ از شنیدن این حال دیگرے را بوے فرستاد ومرا ہم ہمراہ داد۔ رفتیم وعذرہا پیش آوردیم واستغفار تقصیرات نمودیم وے از بسکہ رنجیدہ شدہ بود تنگدل گردید، در جواب ہمین گفت کہ فقرا ودرویشان درین جا بسیارند بآنہا رجوع کنند ما این خان را چہ دانیم و اگر کان اندرین بیماری رفتنی خواہد بود کس چہ خواہد کرد۔ ما مایوس برخاستم وخان در نزدیکی برفت از دنیا۔ شیخ عبدالرحیم برادر شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی گفت کہ من وے را در

شہروے چند مرتبہ دیدہ ام۔ بزرگے بود نامور۔ بسا اہل این راہ در صحبت وے بکمال رسیدہ بودند۔ طریقۂ وے طریقۂ ہدایت وارشاد سلسلہ چشتیہ بود۔ وے مرا بلطف خواندے و برسر مائدہ خود نشاندے وسخنانِ عالی بمیان راندے۔ صحبت وے تاثیرے داشت پُر ظاہر۔ گویند وے ہمدران سفر مکّہ از اکبرآباد آن طرف گذشتہ بود کہ برفت از دنیا در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱م) و گویند پنجاہ ہمانا اوّل درست تر است۔

شیخ عثمان بنگالی سنبھلی

و یکے شیخ عثمان بنگالی در زمان پیشین بود در سنبھل، صاحب علم و اہل کمال۔ گویند در ایّام صِبا پدروے کہ قاضی بود در بنگ (بنگال)۔ از سر برفت و قضا بر عمّش مقرر شد وے بگفتہ بعضے اقربا پیش حاکم آن جا رفت و متاعے و کتابخانہ پدرِ وے کہ عمّ وے بتصرفِ خود آوردہ بود، درخواست حاکم بہ قاضی گفت آن چہ میراث پدرِ وے است بازدہ۔ قاضی بہ برادر زادۂ خود گفت اولاً این حرف بمن چرا نگفتی کہ من دادمے و ہمہ متاع پیش آورد۔ وے شرمندہ شد و ہیچ از آن نگرفت و فی الحال در طلب علم از خانہ خود برآمد و سنبھل رسید و پیش شیخ[1] حاتم استفادہ علوم نمود۔ پس از

---

[1] از اکابر علماء ہند است۔ تقریباً ہفتاد سال مسند درس و تدریس و ارشاد را رونق داد و در سال ۹۶۸ھ/۱۵۶۰م وفات یافت مرید و خلیفہ شیخ عبداللہ تلبنی سنبھلی است۔ در علم کلام و ادب عربی بے نظیر بود۔

مدّتے ازین جابرآمدہ بشیخ وجیہ الدین بگجرات رفت وکسب علوم زیادہ ازآن کردو ازآن جاباز بسنبھل رسیدہ وصحبتِ علمی (آنجا) رابا شیخ حاتم درمیان آوزدودقائق تازہ کہ درگجرات بہم رساندہ بود، درپیش کرد، شیخ حاتم چندان بیان آن علوم بدقتے وصرافتے فرمود کہ وے درشگفت آمد وگفت۔ حیف اگرچنین می دانستم بگجرات نمی رفتم۔ بعدۂ وے راطلب این راہ بدل پیدا آمد۔ خودرابصحبت درویشان رسانید ودراندک فرصتے بمرتبۂ کمال رسید وصاحبِ لفظ شد ہر چہ از زبانش برآمدے شدے۔ چون شیخ حاتم محتضر شد وے راطلبید۔ گفت ہیچ حق ماہم بذمہ تست؟ گفت۔ بسیار است۔ گفت۔ پس ازمن، پسرِ من عبدالحکیم کہ یکیست ودرناز و نعمت پروردہ شد اگر بہ نسبت تو گستاخی یابے ادبی نماید، درحقِ وے دعاے بدنکنی، گفت۔ آرے۔ بعدفوت شیخ حاتم چون شیخ عبدالحکیم بہ نسبت وے بے ادبی کردے وے گفتے صاحبزادہ بس کن۔ چکنم حق پدرِتو مانع است والّا رفتے انچہ رفتے۔ گویندروزے دوطالب علم باہم درسخنے بحثے داشتہ اند بآخر یکے گفتہ دلائلِ من موافق قول شیخ عثمان است وے گفتہ کہ شیخ عثمان قطب نیست کہ سخن اُو بالیقین تحقیق (شدہ) باشد۔ چون این ماجرابشیخ عثمان رسیدہ است برآشفتہ و گفتہ، اوخود جوان مرگیست۔ ہمان روز اُوقے کردہ است ومردہ۔ وفات شیخ عثمان درسال نہ صدو ہشتاداست (۹۸۰ھ/۱۵۷۳م) وقبروے[1] درسنبھل واین قطعہ تاریخ وے۔

---

[1] کہ مزاروے متصل ازسراے کبیر جانب غرب دلکش مقامیست۔

قطعہ

شیخ عثمان کہ بود مخزنِ علم ہمچو گنجینۂ بویرانہ
عالمے عاملے چو او نگذشت نکتہ دانے درین کتب خانہ
خواستم سال فوتش از مردان ہمہ گفتند ''رفت مرادنہ''

۹۸۰ھ

شیخ طٰہٰ

ابن کمال توکل دہلوی۔ درطریق توکل از پدر برگذشتہ ودرعلم وعمل بہ از پدر بود۔ ہرچہ پیدامی شد بحکم ''یوم جدید رزق جدید ''عمل نمودے۔ قسمت خویشان درونی رابادرویشان بیرونی مساوی داشتے۔ وے صاحب وجد وسماع بود وذوق و حال۔ خواجہ ابرار بہ نسبتِ وے گفتے کہ قول درویشی درویشان را امروز وے نگاہداشتہ است۔ دراوقات سماع آئینہ پیش روے وے داشتندے وے اندران نگاہ باکردے وزمزمہ باخوش آوردے وموہاے ریشِ وے جداجدا برخاستے چنانکہ حاضران متحیر گشتندے۔ وے مرید پدرِخود بود ووے مرید شیخ نظام نارنولی چشتی[1] وہیچ کس را بتعظیم برنخاستے برطریقۂ پیرانِ خود۔ وبعضے از امراے جبار اندر (این) امر تجربہ کردہ بودند و در سلسلہ ''مداریہ'' ہم مرید گرفتے۔ در

---

[1] حضرت شیخ نظام الدین نارنولی از اکابر مشائخ وعلماء بود ومرید وخلیفہ حضرت شیخ خانو گوالیاری است۔ وفات شیخ نظام الدین نارنولی درسال ۹۹۷ھ ۱۵۷۹م (بحوالہ تذکرۃ الکرام ص ۶۵)

''اخبار الاخیار'' است۔ گویند کہ شاہ بدیع الدین مدار در مقام صمدیت کہ از مقام سالکانست بود تا دوازدہ سال طعام نخوردہ ولباس کہ یکبار پوشیدہ بارِ دیگر بتجدید اُو احتیاج نشدہ اکثر احوال برقع براُو کشیدہ بودے۔ ہر کرا نظر بر جمالِ اُو اُفتادے بے اختیار سجدہ کردے۔ سلسلہ او بہ سبب کبر سنی او باجہتے دیگر بہ پنج وشش واسطہ بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم می پیوندد و بعضے مداریان بے واسطہ او را بحضرت منتسب دارند و بعضے چیزے دیگر گویند کہ اصلے ندارد و از دائرہ شریعت وطریقت خارج است۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ۔ یکے از خلفاء شاہ مدار تاریخ تولد ایشان گفتہ۔ قطعہ ؎

آمدہ خوش شاہ ثقلین آمدہ رہنمائے قرۃ العین آمدہ

چون طلب کردم زدل تاریخ سال گفت ہاتف شاہ کونین آمدہ

وتاریخ وصال شاہ مدار ''ساکنِ بہشت''[1] نیز گویند کہ شاہ مدار را ارادت بشیخ طیفور شامی است وے را بشیخ یمین الدین ووے را شیخ عبداللہ علم دار ووے را ''ثَانِی الاثنینِ اِذ ھُمَا فِی الغَار'' (یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) واللہ اعلم۔ وقتے عبدالواحد درویش در خانقاہ شیخ طٰہٰ بیمار افتاد و وے تعہد بیمارداری برخود گرفت و چون وے گذشت مابین گور پدر و مسجد مدفون ساخت۔ وآن عبدالواحد قلندرے بود مست بے باک درشت گو، سخت بافہم وہوش۔ روزے وے از شیخِ من پرسید کہ ہرگاہ عبد از میان برفت واحد ماند، پس واحد کرا فرمان بُرد و عبودیت بکہ آرد۔ شیخِ

---

[1] از مادہ تاریخی ''ساکن بہشت'' ۸۳۸ھ برآمدہ است۔ وآن برابر است ۱۴۳۵م۔

من گفت ہمان واحد در مرتبۂ وحدت معبود است و ہمان واحد در کثرت عابد۔ پس عبادت خودر را خود (می کرد) وغیرے (او) موجود نیست۔ وے گفت ''اَحْسَنْتَ'' خواجم! عارف توی۔ شیخِ من گوید کہ من اندر آن بیماری روزے بعبدالواحد شدم مرض ''اسہالِ کبدی'' داشت۔ پرسیدم چہ حال داری، گفت۔ خواجم! لذّتے عجیبے دارم گویا کہ در درونِ من بکاردہاے می بزند۔ روزے من آن عبدالواحد را دیدہ ام کہ بالاے قبر عزیزے نشستہ است سر برہنہ و بروت دراز چون شیرے مہیب و کاسۂ شرابے بدست دارد و می خورد و بعضے اشعار مثل این می خواند

اسرارِ خدا لایق ہر بے سر و پا نیست ہر بے سر و پا لایق اسرارِ خدا نیست

واز اقرباء آن عزیز ہیچ یکے را تاب روبرویش نیست چہ جاے گفت و شنفت۔ شیخ علاء الدین سنبھلی کہ با شیخ قایم محمد پسر شیخ طاہا (طٰہٰ) صحبت داشتہ گوید کہ (من بخود می گفتم وقتے کہ) از قرضداری خلاص شدہ بخاطر جمع در خدمت و صحبت درویشان بسر برم ہمدرین اندیشہ شبے شیخ طاہا (طٰہٰ) را بخواب دیدم و گفتم شیخا بر حالِ من لطفے فرمای۔ وے گفت تو خود با ما می باشی امّا این درویش را کہ می بینی سر و پا برہنہ ایستادہ است یعنی عبدالواحد ہر شب چیزے از ہزار کروہ می آرد بعدہٗ مرا گفت این پیخالِ کبوترے کہ افتادہ است برگیر۔ من دامنِ خود از آن پُر کردم چون روز شد از اتفاقات حسنہ از فتوح مرا آن قدر مبلغ بہم رسید کہ از تمامی قرض خلاص گشتم و از تفرقہ ہاے وارستم۔ وہم وے گفتہ کہ من چند شب و روز درود

خواندم بامید آنکہ آنحضرت راصلی اللہ علیہ وسلم درخواب بہ بینم تاشبے بخواب دیدم
کہ درہمان مقاے کہ من ہستم آنحضرت نشستہ اند، وضومی سازند۔ من سر برزمین
نہادم ولاے وضوخوردن گرفتم تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اتمام وضوتبسم
فرمود۔ دست مبارک برپشتِ من فرودآورد وفرمودند خاطر خودجمع دارتا بالکلّیہ از
ہمہ وجوہ خاطر جمع شد۔ من بدیدارِ شیخ طاہا (طٰہٰ) بسیار رسیدہ ام واز وے لطفہا
دیدہ۔ یک دوبارے با شیخ خود بوے شدہ۔ وے دراثناءِ سخن گفتن سر بجیب مراقبہ
فرو بردے و باز برآوردہ بحکایت در پیوستے۔ وفاتِ پدرِ وے درسال ہزار و
ست و پنج است (۱۰۲۵ھ/۱۶۱۷م) و وفات وے در ہزار و پنجاہ و یک
(۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) گویند شبے وے غسل کرد و پارچہ پاک بپوشید وخوشبو مالید و
زنِ خودراہم بعد غسل جامہ ہاے رنگین پوشانید و ہردو بہم آغوش بخواب رفتند۔
صباحے دیدند کہ وے برفتہ است۔ وے را ہمسایہ بودہ است محمد نام روزے
بعادت خویش رقص کنان بادف ودائرہ بقصد زیارت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ
ہمی رفت درراہ باوے ملاقات کرد واز وے پرسید شیخا! سرِّ اخفیٰ راچہ نام است۔
وے ازین سخن بتواجد درآمد وخوشوقت گشت۔ درپنجابی گویند۔ نظم

عین صبر چنین شرم سب جاے
تاب قرار، سونا رہے عشق جو بُری بلاے

صاحبِ ''نزہتہ الارواح'' می گوید کہ معرفت راعقل آلت است وعشق ہمہ
حالت۔ بہ آن بتدریج خشت برسرآب می زنند وبہ این بتجرید آب برسرخشت

می اندازند۔ عقل رنگے است بے بوی۔ عشق بوے است بے رنگ۔ عقل سنگے است بے نمک عشق نمکے است بے سنگ۔ عقل مرغے است در ہوا۔ عشق ہوائیست درمرغ۔ مرغ درہوانظارگی، وہوادرمرغ آوارگی۔ مثنوی

چون عشق آمد ہلا اے عقل بگریز نہ مردے آتشی اے پنبہ پرہیز

روان شد بادتند اے پشہ ہُشدار عقابے می رسد اے صعوہ زنہار

عزیزِ من عشق سخن گفتن دیگراست وسخن عشق گفتن دیگر۔ ہر کہ عشق سخن داشت بر قبر آمد۔ آنکہ سخن عشق داشت از ما ومن برآمد۔ آنکہ گفت ہیچ ندانست، آنکہ دانست ہیچ نگفت۔ سخن عشق راشکرمی دان در دہانِ سخن گوی ودر دہان (دل) سخن داں۔

حرف عشق از سرزبان دوراست شرح این آئینہ از بیان دوراست

مدعی کہ رسد بدعوئ عشق طالب نام ازین جہان دوراست

اے بحرص وہوا کمر بستہ این حکایت ازین بیان دوراست

شیخ عبدالمجید امروہہ

صاحب ذوق ووجدست ویگانہ است اندرزہدوورع۔ گویندوے اوایل درطلب علم بنارنول شد وآن جا مرید شیخ نظام نارنولی گشت۔ شیخ نظام مرید خواجہ خانو گوالیاری[1] است کہ قریب بچہل سال برمسند ارشاد وہدایت استقرار داشتہ ودر

---

[1] شیخ خانو گوالیاری مرید وخلیفہ خواجہ حسین ناگوری است (متوفی ۹۰۱ھ/۱۴۹۶م)

سال نہ صد ونود و ہفت (۹۹۷ھ/ ۱۵۷۹م) برفتہ از دنیا وخواجہ خانو مرید خواجہ حسین گوری ست وخرقہ شیخ اسمعیل فرزند شیخ حسین سرمست کہ در چندیری بود برداشتہ۔ آخر شیخ عبدالمجید باشارہ شیخ خود بامروہہ آمدہ در روضۂ سید شرف الدین قدس سرہٗ نشستہ است وچلّہ ہا برآوردہ وریاضت شاقہ کشیدہ۔ پس از آن ہم در جوارِ روضہ مذکورہ اقامتے گرفتہ وآن جا خانگی ساختہ۔ وے را در اندک فرصتے قبولے پدید آمدہ جمعیت خاطر وکیفیت عظیم پیدا کرد ومریدانِ صاحب احوال ومقامات بہم رسانده۔ وے پیش از فوتِ خود بدو ماہ بیارانِ خود نوشتہ ہا فرستادہ در اطراف وجوانب کہ وقت آخر من است برسید وہمہ یاران ومریدان برسرِ وقتِ وے رسیدند ووے در شب یازدہم ربیع الآخر از سال ہزار وچہل وپنج برفت (۱۰۴۵ھ/ ۲ر ستمبر ۱۶۳۶م) از دنیا وہم اندران جا مدفون گشت۔ شیخ من گفتہ کہ من در ایام جوانی بہوائے سید فتح محمد مروہگی (امروہہ) کہ جوانے بود مقبول بامروہہ شدم وبا شیخ عبدالمجید ملاقات کردم وپرسیدم شیخا! نہایت این راہ تا کجا است؟ وے گفت تا بعالم ملکوت ومشاہدۂ ارواحِ انبیاء۔ گفتم زیادہ ازین ہم می باشد گفت زیادہ ازین چہ خواہد بود۔ باز گفتم شیخا! شنیدہ باشی کہ در کتابے مسطور است کہ درویشے مرید امام غزالی بخواجہ یوسف ہمدانی آمد۔ خواجہ از احوال امام پرسید گفت روزے وے بوقت افطار روزہ رمضان مراقبہ داشتہ طعام برچیدہ بودند وحاضران منتظر نشستہ۔ امام چون سر برآوردہ گفت۔ یاران شما طعام تناول نمائید کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بدست مبارک خود مرا طعام سیر خورانده۔ خواجہ فرمود "تلک خیالات تزب بھا طفال الطریقہ" واین

نزدیک ست بآن کہ خواجہ بیرنگ درمبادی حالِ طلب پیش سید علی بودیانہ (بڑھانہ) رسیدہ اند۔ سید خلیفہ شیخ عبدالرزاق جھنجھانہ کہاز مشائخ کبار بودہ است بودہ و شیخ در نہ صد و چہل و نہ (۹۴۹ھ/۱۵۴۳م) برفتہ و سید در ہزار و دو (۱۰۰۲ھ/۱۵۹۴م) وخواجہ بیرنگ از سید طلب طریقہ نمودہ اند سید مراقبہ توحید بیان کردہ و در آن ایام ایشان ازین مقام قدم بالاتر نہادہ بودند۔ گفت چیزے دیگر بیان کنید۔ سید گفت بالاتر ازین چہ می باشد۔ ایشان ساکت شدند۔ سید ولی محمد امروہگی (امروہوی) کہ جوانے است سخن آشنا وصحبت داشتہ بسید عبدالحکیم کہ مرید شیخ عبدالمجید ست۔ گفتہ کہ سید گفتہ کہ شیخ عبدالمجید در آخر ہا از انچہ نہایت این راہ عالم ملکوت وغیرہ مذکور شدہ قدم بالاتر نہادہ بودند واز وحدت سخن می گفت۔ شیخِ من در رسالہ ''نور وحدت'' می آرد کہ اگر سالہا بعبادات وطاعات واذکار اشتغال نمای واز وحدت غافل باشی از وصل محرومی اگر چہ احوال وکیفیات غریبہ روے نماید وانوار و واقعات جلوہ گر گردد وحالے کہ آن را وصل توہم کنی وثمرہ آن حال علم وحدت نباشد بحقیقت آن وصل نیست۔ آنچہ ظاہر شدہ مرتبہ ایست از مراتب ظہور ومقصود حقیقی کہ مطلق است وظاہر در ہمہ وعین ہمہ تا چیزے ظاہر می شود کہ بوجہے از وجوہ باشی از اشیا مغائرت دارد (از حقیقت)۔ آن منزل ومقصود نیست۔ انتہیٰ

شیخ رکن الدین سندیلہ

مرید شیخ عبداللہ خیرآبادی است۔ اہل صلاح تقوی بود و در معاملت مستقیم۔

یک قرن بیش در مسجد جامع فیروزی اقامت ورزیدند اندر دہلی۔ ہیچ گاہ بخانۂ کس نرفتے و بکارِ دنیا ہرگز نبر آمدے۔ پیوستہ بتلاوت کلام مجید مشغول بودے و ہم کتابت آن نمودے چون باتمام رسیدے باہل صلاحے بدادے۔ من وے را ہم درآن مسجد بدیدمے کہ بنماز فرض پنج گانہ بجماعت در رسیدے و بعد ادائے نماز (فرض) بزاویۂ خود شدے و بقیہ آن جا گذاردے ہمیشہ کار و بارش این بود۔ وفاتِ وے در سال ہزار و شصت داند است (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) وقبرِ وے ما بین صفہ خواجہ بیرنگ۔

شیخ امین لاہوری

مرید شیخ عیسیٰ سندہی است از اہل تمکین و استقامت بود۔ در صحبت وے اثر جمعیت وآرامِ تمام ملحوظ می شد۔ وقتے کہ من با شیخ خود در لاہور بودم۔ وے بدیدار شیخ من آمدے با اخلاص ومحبت۔ گاہ باشیخِ من بوے شدے وصحبت ہا وخلوت ہا بس آرامیدہ گذشتے۔ شیخ وے شیخ عیسیٰ شطاری بودہ است از مشائخ کبار برہانپور۔ وبا شیخ محمد فضل اللہ قادری عالم ربانی معاصر بودہ درآن شہر لیکن بہ سبب اختلاف مشارب باہم ملاقات میسر نشد۔ چون شیخ محتضر شد پرسیدند شیخا! نماز شمارا کہ بگذار وگفت شیخ عیسیٰ و برفت از دنیا۔ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ/ ۱۶۲۰م) وشیخ عیسیٰ در سال ہزار وسی و یک (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲م) وشیخ محمد امین در ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) محمد صالح لاہوری کہ ذکر وے گذشت

گفت کہ یکے از اقربای من بسبب حطام دنیوی بمن دشمنی داشتہ است وحال آن کہ مرا از دنیا ہیچ پروای نبود۔ آنکس برائے ایذائے من دعائے سیفی شروع کرد چنانکہ برمن اثرے آورد۔ ازین معاملہ شیخ محمد امین واقف گشت مرا چار قل آموخت کہ بعد صلوٰۃ خمسہ خواندہ وبرخود می دمیدہ باشی۔ چنان کردم آن اثر مرتفع شد۔ شیخ محمد امین عنایت ولطف بسیار برمن داشتے و(از) اشعار ہندیٔ خود مرا خوشوقت ساختے ہمین تخلص کردے این چند شعر یست۔

مکتا جل نے ہوئیا پہن جل کہے لگائی　　مونی بنی چھیدی سمند نہ پیو جائی
پیمی جانی پریم رس اور نپوچھے کوئی　　مورگہ لاگ نجانتی ہم سادہ کھا ہوئی
پیمی رین نریلی ہست چت لے سندلالی　　بے راون کی بارہی بہور ہوئی جن جائی
لکری سکل سریر کر کر مصری سنگ لائی　　سنگ کے گن کار مصری بے تول بکائی
پیمی گھٹ گھٹ ہر بسے ہر مورت پہچان　　جہاں جیسا پرکھت بہیا تہاں بینا کر جان

وے مشتمل بر (معرفت) از اشعار ہندی من محظوظ وخوشوقت تر می شد خصوصاً از پیم کتھا۔ چوپائی

پہلی کہوں ایک کر نارا　　جاکے ہم رجیو سنہارا
پرنہم احداب منہی جا نو　　لپت المینہ بھید بکھا نو
بُہیں پرکت ہوئی آپ دیکھا یو　　آپ نے بسارک خیا یو
نی انوپ او پاؤ دکھائی　　چھپے بھید سو سب پر کنائی
انت کار کے مانس ہو یو　　سویر کشور روپ سرویو

مانس تج کے کیں جو چالو　　پیم رنگ ہوئی پا ون آیو
ایش ایک ہوئی گیو سومانس　　دو جو کوئی نہ تمسہ مانس
واہی پاہی آپ نہ رہا یو　　آپ پاوت وا ہی پایو
یہ سب حیرت پیم کو کہتیو　　اپنے روپ آپ میں بہیو
ہمت کراپنے پیم سنہ یہ ست ست آبائی　　آئی اکیلی آپ سنہ کانہوں بھید بنائی
سمجھ تو جو کمال درین دو جو نالہتہ کو　　تیری وہم کہیال دو جو ہو جو پائے
چاکت متواری پہچانے متواری ناتہہ　　نیناں لاگے بے ست بل ستہ کس لگانہ
ہی بہوم نہ انکری ریجک بیل اَتنگ　　آنسو سخت بہرہ بری چھانکے سبھ انگ
رہر روے مکھ چھنی چھید کرے اور کور　　ای سب پیم سنگار ہیہ پیم پیر کچھ اور
نامن موت نین تونا آنکھیں نا کان　　بے انہ منہ کچھ نسبت ہے سومن ہیر کجات
بد ہنا کے گت حکمت سمجھ سکت نکوئی　　سبھی کو سوجا کیو جو کچھ ہوئے سو ہوئے

شیخ وزیر محمد خاندیسی

وے نیز مرید شیخ عیسیٰ است۔ صاحب معنی بود و مستقیم الحال۔ معاملت نیک را از سعت مشرب با عشق و محبت آمیختہ بود۔ گویند در ایامِ جوانی بے قیدانہ وقلاشانہ زیستے و مستانہ گردیدے۔ گاہ وے را و ہم مشربانش را سحرے در مسجد عیسیٰ یافتندے وآن مسجد بود پُر احتیاط کہ وقت شب ہیچ کس را غیر از نگہبان در آن نگذاشتندے ومقفل داشتندے۔ چون وے را بآن مردم دست بستہ پیش شیخ بردندے شیخ وے

را بگوشہ بردہ چندروپیہ یافلسے چند بدادے وکیل کردے۔ وے ازین مدارات شیخ ازآن چہ کہ بود برگشت وتائب۔ وشیخ وے رابمریدی قبول فرمود۔ شیخ من گفتہ کہ وقتے سید زادہ عالی نسبت کہ اوضاع و اطوار باتمامی مخالفِ شرع بودہ است بخدمت خواجہ آمد بعضے از حاضران گفتن گرفتند کہ تواز خاندان والای، اوضاع تواین ہمہ مخالفِ شرع چونست خواجہ بیرنگ گفتند سید غایت خوب کسے است وہمہ نیکیہا است اندروے ودرطعام شریک خود کردند ومدارابسیار فرمودند۔ وے تمام عمر کہ بآن روش مخالف خوگرفتہ ازحسن اخلاق ایشان ازآن برگشت وتائب شد۔ پس ازآن شیخ وزیرمحمد بفرمودۂ شیخِ خود کدخداشد وفرزندان بہم رسانید لیکن از بسکہ طور آزادگی داشت ازآن تعلق تنگ دل گشت واز خدا ہمی خواست کہ مرا مجرد گردانا دتا درروز کے چندآن زن وفرزندانش بمردند ووے پاک گشتہ، اندرین راہ آمدوے باوجود تعہد بعبادت وتلاوت مشغوف حسن صوری بودہ، نقش ہاے پارسی وہندی در پردہا نیک بربستے ونیک ترگفتے۔ وے صلاح ظاہر رابا عشق باطن بہم آمیختہ بود، این شعر خواجہ شیراز۔ ازبس موافق حالِ وے افتادہ

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسمِ منزلہا

وے شب ہا درخانہ مغنیہ ہاے صاحبِ حسن بروز برآوردے واز اِنکار طاعنان فارغ بودے۔ شبے وے درخانہ مغنیہ بود۔ اتفاقاً جمعے از دزدان برآن ریختند و مقدار صد شمشیر بروے زدند وے بخوشی تمام برخود گرفت، یکتار موے وے بُریدہ نشد وہیچ آسیبے بوے نرسید۔ پگاہ بسلامت برخاست واین ازخوارق وے

بود۔ وقتے شعرے را در پردہ باختر بستہ بود و بخنجرہ دل کش می سرود جمعے گویند ہائے بادشاہی و بادشاہ زادہ در آن جا حاضر بودند۔ من می دیدم کہ چون آن کس گفتن نمی توانست۔ ہر ہمہ گوش گرفتہ بودند و شعر انیست

محمد عربی کآبروے ہر دوسرا ست کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسرِ اوست

شیخ من وے را خوب دانستے و از نیک مردان شمردے کہ صاحب مشرب بود و وے گوشۂ خاطرے داشتہ است بمن کہ دل می داند و من می دانم۔ و مدتہا باہم مجلسے و صحبتے نیک گرم داشتہ اند کہ تفصیل آن بدراز کشد۔ گویند چون وے را وفات نزدیک رسید جذبہ پیدا کرد از ہر چہ کہ داشت پاک برآمد، حتی کہ بستر شرعی ہم مقید نبود و ہیچ شعورے ازین عالم نداشت مگر ازین قدر گاہ بار فتے در بازار چار سوق نشستے و پارچہ کہ در برداشتے بر آوردہ بزنے رقصندہ صاحب جمال بخشیدے آخر بر زمینے کہ الحال گورویست رفتہ می نشست تا برفت در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) و قبر وے در برہانپور است و یکے از مریدان شیخ عیسیٰ سید ولی بود صاحب نسبت و کیفیت و ذوق و وجد۔ وے جذبہ را با طریق سلوک بہم آمیختہ بود۔ بے تعینی و آزادی نیک داشتہ است، در زبان وے تاثیرے بود ظاہر۔ روزگارے کہ من لشکری بودم در مرادآباد۔ وے بر من لطف و عنایت فرمودے و در منزلِ من نزول نمودے و از احوال خود و شیخِ خود حکایاتِ غریبہ آوردے و ہم من می شنودم کہ وے نسبت من با یارانِ خود گفتے کہ مارا باین لشکری سرے خوش ست و بعضے بشارت می داد کہ خوش دل می شدم و امیدوار آنم۔

وفاتِ وے سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وقبر وے در قصبہ بنّور ومن از مریدانِ شیخ عیسیٰ چندے را دیدہ ام نیک معاملت۔ از آن جملہ سید حاتم نام دوستے است باصلاح وسلامت از مریدان شیخ فرید کہ از مریدان شیخ عیسیٰؑ بود۔ وے گوید کہ شبے در مجلس مولود درویشے بسماع در آمد۔ بعدہٗ شیخ فرید را ہم وجد در گرفت وبگریہ در آمد واین حال بر حاضران چنان اثر کرد کہ ہیچ مردے بے گریہ وسماع نماند۔ کسے خوبیست۔ وہم وے گوید وقتے کہ من بارستم خان لشکری بودم وآقا مرا بکارے ومہمے دور دست متعیّن کرد ومن کارہ آن مہم شدم کہ از دست من نمی آید۔ درین اثناء توجہ باطن بشیخ فرید کردم کہ ازین مہم خلاص شوم۔ درین بود کہ آقا مرا گفت کہ تو بآن کار مرو۔ وبجاے من دیگرے را فرستاد۔ وہم گوید وقتے کہ من بارستم خان دکنی لشکری بودم۔ خان مرا بجہت مطلبے گفت کہ استخارہ بکن، کردم ومحمد مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ بر آب سوار شدہ می خواہند بجاے تشریف فرمایند۔ درین اثنا خان ہم در آن خواب بمن گفتہ کہ مطلبِ من کہ حکومت سنبھل است عرض کن بر دو یدم وعرض کردم۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو دستِ مبارک بدعا برداشتند چون بر روے مبارک بر آوردند من ہم بہ تبعیّت ہر دو دست بر روے آوردم۔ اتفاقاً در بیداری دو دست بر روے خود دیدم۔ تقرر خان کہ موقوف ماندہ بود ہمان روز بادشاہ صاحب قرانِ ثانی خود بخود حکم داد، تا بر سر حکومتِ خود باز آمد۔

شیخ شاہ محمد جامی

مرید شیخ جلال تھانیسری[1] است۔ اہل زہد وتقویٰ وورع بود۔ معاملت سخت شنگرف داشت۔ ہمیشہ بتلاوتِ کلام مجید قیام داشتے۔ در اوایل ہر روز پانزدہ سیپارہ خواندے ودر اوسط یک ختم قرآن وظیفہ داشت۔ در آواخر چون سن رسیدہ شد باز پائزدہ سی پارہ قانع گردید۔ روز وفات بست وہفت سی پارہ خواندہ پیوستہ بطہارت بودے وصوم دہر داشتے اکثر بیماری وے در ایام تشریق وغرہ بود ودر ہمہ بیماری باشہد خوردے یا شربت شہد، غیر از شہد بہ ہیچ چیزے دیگر علاج نکردے وے گفتے درخبر است کہ روزے صحابی بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آمد وعرض کرد ''یا رسول اللہ'' تپ دارم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود شہد بخور۔ روز دیگر باز آمد وگفت شہد خوردم تپ زیادہ شد باز فرمود شہد بخور۔ روز سوم تپ زیادہ تر شد باز ہمان حکم شد تا تپ بکلی زایل شد۔ پس از آن فرمود مرا بدین کریمہ کہ در باب شہد آمد یقین تام است ''فیہ شفاءٌ للناس''۔ ووے از وجہ کسب زندگانی کردے و نذر وفتوح نگرفتے وموافق کار خود قوت لابد از دولت مندے پسندے (گرفتے) و وجہ کفاف خود وعیال ہم از ان نمودے۔ گاہ ہا طعام غلہ ترک کردے وبکد و پختہ افطار کردے در کارِ شریعت زیادہ از حد وحساب سخت ودرشت بود ودر طریق طریقت نرم

---

[1] شیخ جلال مرید وخلیفہ شیخ عبدالقدوس عالم و فاضل و درویش کامل بود۔ وفات ۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱م مصنف ''تحقیق اراضی الہند'' (بحوالہ تذکرہ علماء ہند)

و درست۔ در تصفیہ و صفائی قلب یگانہ بودہ است کہ اگر روزے لقمہ بکام بُردے
کہ مشتبہ بودے بیمار شدے۔ روزے پدر من کہ باوے محبت و اخلاص تمام
داشت و خواجہ تاش وے بود، بوے گفت۔ شیخا! چونست کہ امروز بوقت افطار باہم
طعام خوریم۔ گفت بشرطیکہ باحتیاط تام پختہ شود۔ گفت آرے و مطبخی راچنانچہ باید
تاکید کرد، چون طعام حاضر آوردند وے بود و پدر من و من چون وے لقمہ فرو برد
گفت۔ آہ آہ مرا درد آمد نیک تحقیق نمائید کہ اندرین طعام شُبہ ہست۔ ہر جزوے
را از آن طعام بشمار آوردند۔ حتی آب و آتش ہم درگذشت و تاکید بسیار دید و گفت
یکے پارہ چوبکے نیم سوختہ در آتش گرد آمدہ ام بہ سوختہ وے گفت ہمان چوب
(درد) برآورد۔ دو سہ روز تپ کردہ و بہ شد۔ روزے من دیدم وے را در زمستان
کہ آتش افروختہ بود و خود را گرم می ساخت ناگاہ برگکے خشک را باد در آتش
انداخت وے دست از آتش بداشت و برگوشہ نشست در سرما کہ آن برگ از
درخت دیگرے بودہ است۔ روزے وے بدیدن ماہِ نو با جمعے بر سر عمارتے نیم
کارہ برفت از دستے یکے خشتے جدا شد و پائین افتاد وے بآنکس گفت برو و یک
خشت از خود بیار و درین عمارت بگذار تا دیدنِ ہلالِ ترا حلال گردد و ہم چنین
بظہور آمد۔ پدر من گفتے وقتے کہ من داروغہ سرائے کڑہ شیخ فرید بخاری بودم وے
ہم آنجا بود۔ روزے تختہ چوبکے را از عمارت سرای ہمدران جا در طاقچہ گذاشتم و
قرآن مجید بر آن داشتم در آن وقت کنارہ دامن من از آن چوب پارہ پارہ شد
چون بوے شدم او بدید گفت از آن کارے کہ دامنت پارہ شدہ است توبہ کن۔

چون من در سال ہزار و یازدہ بزمین آمد در سنبھل بپدرِ من خبر رسید در دہلی وے بوے گفت کہ نام آن پسر چہ می نہی گفت۔ محمد نام کن و در سنبھل مرا کمال نام کردہ بودند۔ پدر من مرا ہر دو نام مرکب خواندے کمال محمد۔ روزگارے وے بسید مسلم بھکری کہ خواہرزادہ شیخ فرید بخاری و معزز سلطانیان بود و در بنگالہ برفتہ از دنیا در ماہ ربیع الاوّل از سال ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱م) و نعش وے را شیخ جامی بدہلی آوردہ کہ متعلق (او) بود و صاحب مدار کار دنیوی او۔ در باغیچہ کہ وے نشستے درخت لیمو بود کہ شبانگاہ نشیمن ہزار گنجشک یا زیادہ بودہ است۔ وقتے شامے سید (مسلم بھکری) از کثرت آواز گنجشکان برآشفت و گفت قسم بخدام کہ شب دیگر تمام درخت را بدام در بستیم و ہمہ گنجشکان را بر گیریم و ذبح کنیم و بخوریم۔ وے ازین حرف تنگ دل شد کہ از مدّتہا آب و دانہ فرا درخت بر نہادے و از زیادہ آمدن گنجشکان خوش گشتے وے گوید مرا خواب نبرد و غمگین افتادہ ماندم اتفاقاً روز دیگر در وقت شام یک گنجشک بر آن درخت نیامد و ازین قصہ پدر من و من و جمعے دیگر متعجب ماندند۔ شیخ من گفتہ کہ روزے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بکوچۂ عبور فرمودہ۔ مادہ آہو، رسن بستہ فریاد کرد کہ یا رسول اللہ مرا از بند، رہا کن کہ بچہ خود را شیر خورانده باز آیم آن حضرت فرمود وعدہ کن کہ باز آی، گفت بلے۔ او را رہا کرد و خود نشست تا باز آمدہ و گلو پیش آورد آن حضرت باز بربست و توقف کرد تا صحابی کہ او را شکار کردہ بود بیامد آن حضرت بوے فرمود این را بمن بخش گفت یا رسول اللہ تمامی خاندان من آن تست چہ جاے آہو۔ آنحضرت او را خلاص کرد و گفت برو۔

او مدح خوان رقص کنان بصحرا رفت۔ در اوایل مرا با شیخ جامی نفارے بودہ است بسیار کہ وے شیخ مرا بزگ نشمرد۔ یعنی روزے بپدر گفتم کہ وے را بگوید یک طریقہ زاہدان دیگر و عابدان دیگر است و کارخانہ عاشقان و عارفان دیگر و شیخ من از قسم اخیر است و وے ہمہ را بیک قیاس نشمرد۔

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد خدا پنج انگشت یکسان نکرد

و ما او را قبول کردہ ایم دیگر چہ می خواہد۔ وفاتِ شیخ جامی در شانزدہم ماہ صفر است از سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷م) و قبر وے در جوار قدمگاہ۔ امروز شیخ عبدالقادر پسر وے بر قدم ویست صالح و تالی قرآن و نیک سیرت۔ وے گوید کہ پدر من در بیماری اخیر برخلافِ وقت در روز جمعہ اذان گفت سامعان متحیر شدند و وقت افطار برنج و شیر پخت و با ما با بخورد گفت شما را بخدائے کریم سپردیم وقت شب درد پہلویش عارض شد۔ من دست بہ تیل چرب کردہ مالیدن گرفت وے گفت من کہ تمام عمر علاج بیماری نکردہ باشم الحال چون کنم و قبول نکرد۔ درین اثنا تپ و لرزہ اش در گرفت من پارچہ بروے پوشیدم آنہم قبول نکرد کہ از دیگرے بود و در یک چادر بسر برد و شب دیگر رو بقبلہ نشست و ذکر گویان برفت۔ جنازۂ او را بردیم و دوسہ (جا) گور کندیم ہمہ جا سنگ برآمد۔ حاضران متحیر شدند کہ حال چون خواہد شد درین اثناء یکے آمد و گفت روزے شیخ آمدہ و گور خود کندیدہ و بخاک پُر ساختہ رفتہ بود چہ درین زمین سنگ آمیز انتظار نکشند تا در آن گور دفن کردیم۔ ہمدران میان عزیزے در واقعہ دیدہ شیخ آمدہ و گفتہ تصدقے کہ ہمراہ آوردہ اند بہ

فلان کس بگویند کہ بفقراء قسمت کند و نام یکے گفت۔ اتفاقاً من بے اطلاعے این واقعہ بہمان کس گفتم کہ قسمت کن۔

سید شاہ محمد آچینی

صالح مادرزاد بود۔ متورع و متوکل، بصفات کاملہ دینداری موصوف۔ وے احتیاط داشت کہ از جاے کہ وہم و شبہ بودے طعام نخوردے و ہیچ چیز مشتبہ را بکار نبردے و نیز وسوسہ داشتے کہ ہرگاہ محتلم شدے لباسے و فرشے و چار پایہ را بدریا بردے و پاک بشستے و وے (حد درجہ) سادگی داشتہ۔ در کتابے اگر آیۂ رحمت یا ذکر رحمت حق بر آمدے بخوش وقتی و بہ بشاشت و نشاط بحاضران بآواز بلند گفتے ''چھٹی چھٹی''، یعنی خلاص شُد ید۔ و وے بسیار سادہ بود ہمانا حدیث ''اکثر اھل الجنۃ بلہ'' خواہد بود۔ وے بعمر شصت و ہفتاد رسیدہ باشد و درین مدت ہرگز ندانستہ کہ میان شوہر و زن چہ صحبت است۔ گاہے کہ بخرید پارچہ یا کفش ببازار رفتے ندانستے کہ صاحبِ آن کالا زیادہ از بہا، می گوید ہر چہ او گفتے بدادے بل گفتے باین بہا راضی شدہ۔ اگر صاحبِ کالا بزبانش گفتے آرے، بہتر، والّا ہر قدر بیفزودے تا سہ بار بہمان و تیرہ بدادے۔ وے شمار فلوس را تادہ نیک ندانستے و غلط کردے و اگر کسے از دزدی و خیانت کسان حرف زدے قبول نداشتے و ہمین طور مظنۂ گناہ بر کس نکردے۔ ندانستے کہ مردم صفات بدی ہم دارند یا (دانستہ) اغماض کردے۔ شیخ من گفتہ کہ شیخ ابن عربی در بعضے از مصنفاتِ خود می آرد کہ اندرین عالم دوازدہ قطب می باشد۔ از آن جملہ قطبے است کہ باوجود کشف اگر گناہے کسے بچشم سر می بیند بوے می گوید

کہ این گناہ چرا کردی واگر وے می گوید کہ من این گناہ نکردہ ام پس آن قطب گوید کہ تو راست می گوی حاسّہ بصر من غلط کردہ است واین صفت اندروے بہ تبعیت آن صفتِ الٰہی است کہ حق سبحانہ تعالیٰ درروز قیامت گناہگارے راخواہد پرسید کہ این گناہ چون کردی وے خواہد گفت خداوندا!۔آن گناہ من نکردہ ام تاحق سبحانہ جل شانہ بکمال کرم خود بوے خواہد فرمود کہ خوب اگر گناہ نکردۂ برو بہ بہشت رو۔انتہیٰ۔

وقتے کہ شیخ من این نقل فرمود من از روے ذوق این بیت گفتم

باش خوش چون زحق بگفت نبیؐ سَبَقَتْ رَحمتی علیٰ غضبی

این اگر حدیث است راست می آید واگر حدیث قدسی است ہم راست می آید۔ شیخ من وے را دیدہ بود وخوش داشتہ واز نیک مردان شمردہ وے گاہ باپدر من آمدے ومدّتہا بودے وگفتے من سہ جارا می دانم کہ لقمۂ حلال است یکے درجاے تو ودوجاے دیگر رانشان دادے لیکن آن دوجا کم رفتے واین جا بسیار رسیدے و درمواسم مبارکہ کہ مثل ماہ رمضان و ایامِ عاشورہ وغیرہ ذالک را درین جا گذرانیدے ودرگذاردن صلوٰۃ خمسہ دراعداد رکعات غلط کردے واز دیگران پرسیدے کہ من چند رکعت گذاردم۔ این حالت یا از راہ سہو بود یا از غلبہ استغراق۔ واللہ اعلم۔ پدر من باوے یکبار برفاقت من بسنبھل رفتہ بود مرکب بجہتہ سواری قبول نکردہ، روزے دراثناء راہ وے را براسپ سوار ساختم کہ قدمے چند دررکاب تو می روم۔ وے اسپ را تیز راند ومرا فراموش کرد تانیم کروہ قوت پیادہ رفتن داشتم رفتم پس آن حیران شدم ودرماندم آخر یکے را بردوانیدم تا یک

فرسخ رسیدہ باشد چون خبر کرد کہ فلان پیادہ رفتن نمی تواند وے قسم خورد و گفت مرا فراموش شد و اسپ باز فرستاد۔ من خردسال بودم وے مرا ترغیب بصلاح و سلامتی کردے و ازین ممر بشارت ہا دادے۔ روزے من باوے بودم کہ بطرف دریاے ہمی رفت و در زراعت سبز خود شاخچہ از آن در زیر پاے وے مالیدہ شد۔ وے بہ نشست با ملال خاطر۔ شاخچہ را ایستادہ کرد و کلوخے چند در گرد آن شاخ برچید و از من پرسید کہ باز بحال خواہد آمد؟ گفتم۔ آرے۔ تا قدم پیشتر نہاد۔ وے بیقین از دوستانِ خدا بودہ است و کم کسے از احوال باطن وے آگہی داشت و سادگیٔ وے ہمانا قباب حال وے بودہ باشد۔ چون کسے بر افعالِ سادہ وے می خندید وے در نمی یافت یا اِغماض ہمی کرد۔ اقامت گاہِ وے مسجد محلّہ پھلواری دہلی بودہ است۔ ساکنان آن محلّہ ہم چنانکہ وے بود وے را در یافتہ بودند وے را ہیچ کارے و تعلقے ہیچ کسے نبود و بظاہر با ہمہ آشنا بود و خوش و خرم۔ وفات (وے) در سال ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱م) است و قبر وے در جوار قدم گاہ، بر کنار حوضِ جنوب رویہ۔ من دیدہ بودم عزیزے را شیخ چلّی نام۔ صاحب معاملت نیک و استقامت خوش وے ہم طرفہ سادگی ہا داشت۔ شیخِ من گوید کہ وے از دوستان خدا بود۔ پوشیدہ نماند کہ بعضے از دوستان خدا در لباس سادگی مقربان درگاہ عزت اند۔ چنانچہ شیخ طاہا (طٰہٰ) سرہندی کہ مردیست صالح و غریب۔ روزے شیخِ من گفت کہ درویشے بودہ است در شہر لاہور از دوستانِ خدا صاحب احوال عظیمہ۔ روزے، اہل وے تنکہ بدستِ وے داد کہ فلسے را روغن و فلسے را صابون از بازار

بیار۔ وے از نیمہ راہ برگشتہ آمد و بزن گفت ہمانا از فلوس کدام را روغن
و (کدام) فلسے را صابون خرم۔ وہم عزیزے بشیخ من می گفت کہ روزے مر
صالح راست و درست و اہل این کار با خادمے ہمی رفت وقت نماز در رسید، دید
کہ چبوترہ ایست مصفیٰ خواست کہ نماز گذارد تا از صاحبۂ آن آبکے طلبید کہ وضو
سازد و نماز گذارد۔ خادم گفت اے شیخا! این قحبہ است چہ می کنی؟ وے گفت
چون تہمت می نہی کسے را کہ علم آن نداری، تو خود برین کار پرسیدہ خواہد شوی۔
قحبہ چون برسادگی آن نیک مطلع شد بمطائبہ گفت۔ شیخا! انصاف نمای کہ خادم تو
بناحق مرا تہمت می کند۔ گفت آرے خواہر، خادم دروغ می گوید، سلام کرد و پیشتر
رفت۔ و مولانا محمد حافظ[1] خیالی کہ ذکر وے گذشت گفت کہ میاں جمال خان مفتی
دہلی کہ از علماء ربانی بودہ و ہفت پسر حافظ و عالم و فاضل داشت۔ روزے بر
سر درس افادۂ مستعدان می فرمود۔ دران اثناء مہتمم قریہ ملکی وے آمدہ بایستاد۔
وے پرسید چون آمدی؟ گفت پنبہ طیار شدہ است کسی بفرست تا حصہ ترا بیارد۔
پرسید ''دانہ از کا برآوردہ اند۔'' پیش ازین چون مہتمم مزارعہ بحوال غلہ رسیدہ وے
پرسیدہ بود کہ ''کپاس را چہ شد''

---

[1] مفتی جمال خان دہلوی ابن شیخ نصیر الدین برادر میاں لاڈن در علوم عقلیہ و نقلیہ بالخصوص فقہ و کلام عربی ادب و علم تفسیر بے نظیر بودہ۔ ''شرح عضدی'' ''شرح مفتاح'' ''شرح انوار فقہ'' از تصنیفات اوست۔ وفات ۹۸۴ھ/۱۵۷۶م (بحوالہ تذکرہ علمائے ہند)

شیخ شاہ محمد ڈھکہ

مرید شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ در معاملت راسخ بود و در استقامت واثق۔ وے صاحب اخلاق عظیمہ است و اطوارِ لطیفہ۔ وے با شیخ من اخلاص تمام داشت واز معتقدانِ خاص بودہ و نیاز مندانِ نیک۔ شیخ من وے را از مردانِ این راہ می فرمایند و چنانچہ کہ باید می ستایند۔ وے از قوم کنگھر است۔ از وطن مالوفہ خود بہوائے شیخ خود برآمدہ و در قصبہ ڈھکہ براہ سہ فرسنگے از سنبھل اقامت گرفتہ۔ بعضے از اہل سنبھل در کارے و مہمے کہ بوے رجوع آوردے توجہے نمودے و ہمتے بربستہ آن کار و آن مہم بزودی بآخر رسیدے۔ من درآمد و شد دہلی پیش شیخ خود وے را بدیدمے و صحبت نیک بمیان بودے گاہ ہاوے بسنبھل آمدے و در زوایۂ من بے زحمتِ اغیار آمدے و رفتے آنچہ رفتے۔ چہ بر من لطف باطن داشتے۔ وے منبسط الحال بود۔ فارغ البال زیستے و باوسعتِ مشرب بحسن صوری سرے داشتے واز عاشقیہائے جوانی خود حکایات نیک گفتے۔ وے با جوانان جوان بود و با پیران پیر۔ روزے وے اندر دہلی در جمعے جوانان عاشقان در حجرہ نشستہ بودہ است و صاحب جمالے ہم درآنجا نشستہ چون آن جائے تیرگی داشت وے با کبر سن بدیدن آن جمال متوجہ شد و حمایلے را از بغل برکشید و عینکے از آن برآورد بچشم نہادہ چہرہ آن صاحب حسن را بادائے نظارگی شد۔ حاضران خوشوقت شدند و آنجوان ہم خوشوقت شد و این شعر استاد موافق وے آمد۔

عنیک نہاد پیر فلک ز آفتاب و ماہ تابر خط عذار جوانان کند نگاہ

وے مقبولی داشتہ است خاص کہ خاص وعام وے را بجان ودل خواستندے واین علامت قبول اوسبحانہ است

خوشی و خرمی و کامرانی کسے دارد کہ خواہانش تو باشی

شیخ احمد سنّامی

وے سیّاح بود، صاحب تقویٰ وصلاح۔ درطریق فقر مستقیم ودر معاملت ثابت قدم۔ وے حَصور بود۔ ازصحبتِ اہل دنیا نفرت داشت۔ کم با کسے الفت گرفتے وموانست دارندے (داشتے) واگر اتفاق صحبت افتادے زودتر برشکستے۔ فقرارا ملازم بودہ۔ برقدم تجریدزیستے۔ حالت تفرید خاصّہ وے بود۔ وے مرید شاہ میر لاہوریست وبصحبت حاجی عبداللہ سیّاح رسیدہ بآخر از صحبتِ خواجہ بیرنگ بہرور گشتہ و بکمال رسیدہ۔ با شیخ من بہ اخلاص وبصدق پیش آمدے ومحبتِ خاص داشتے۔ وے آزادانہ بودے، تنہا سفر کردے۔ درشہر ہا عاشقانہ گردیدے و بحسن صورت مایل بود و ہرجا صاحبِ جمال راشنیدے، رسیدے، عمر دراز یافتہ۔ وقتے من وے را دیدہ ام کہ بدان کبرسن بدیدار صاحب جمالے شانزدہ کروہ پیادہ رفتہ دریکروز وروز دیگر را باز آمدہ۔ آن روز من بوے آشنا شدہ بودم وتمام شب باہم گذراندہ پگاہ آن از بے تعیّنی کہ داشت وے بجاے دیگر رفت و رفت آنچہ رفت۔

گویند شیخ رزق اللہ[1] دہلوی صاحب ''تاریخ مشتاقی''[2] در رسالہ ''پیابن''[3] ہندی کہ من (وے را) دیدہ ام عمر وے بنود (۹۰) رسیدہ بود۔ وفاتِ وے در نہ صد و ہشتاد و نہ است (۹۸۹ھ/ ۷ رمئی ۱۵۸۱ام)، روزے بخرید اجزای کہ زنان را وقت زادن بکار آید بباز ار رفت کہ زنش حاملہ بود و وقت زادن نزدیک۔ نزدیک دکان عطارے رسیدہ است بناگاہ صاحب جمال گجراتی کہ بگجرات می رفت بنظر درآمد شیفتۂ او شد و کار خود را فراموش کرد و دُنبال او گرفت تا رسید بگجرات بدان کبرسن و پس از چندگاہے دوستانِ وے سراغ گیران بگجرات رفتند و وے را بشدتِ بسیار باز بدہلی آوردند

ہر کجا عشق سر بر افرازد پیر صد سالہ را جوان سازد

---

[1] حضرت شیخ رزق اللہ دہلوی ابن شیخ سعداللہ (متوفی ۲۲ ربیع الاوّل ۹۲۸ھ/ ۲۲ رفروری ۱۵۲۲ام) عالم و فاضل، یادگارِ سلف مصنف تاریخ مشتاقی بود وفات ۹۸۹ھ/ ۷ رمئی ۱۵۸۱ام۔ برادرزادۂ شیخ رزق اللہ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی ''مشتاق حقم'' تاریخ وفات گفت۔ قطعہ تاریخ وفات این است

مخدومی عارف زمان مشتاقی وے گفت بوقت نقل مشتاق حقم
حقی چو تاریخ وفاتش نگریست نوک قلمش ہمان سخن کرد رقم

(اخبار الاخیار)

[2] ''تاریخ مشتاقی'' را پروفیسور شاہ عبدالسلام ندوی برائے تدوین متن از کتاب خانہ رضا رام پور چاپ کردہ است۔

[3] شیخ عبدالحق نام مجموعۂ کلام ہندی وے ''پیان'' و ''جوت نرنجن'' می نویسد۔

تخلص شیخ رزق اللہ در پارسی ''مشتاقی'' است و در ہندی ''راجن'' و این شعر چنداست۔ از پیابن وے چوپائی

ابھوں بات پیم کی کہوں کب تک من مِنہ راکھی رہوں
جب سیں دو دہ چلی اپنہائی تیسے پیم کی اوک ہکائی
جوہر جنسہ دانت و ہر جا پنوں چاند کند ایس کیسیں دُہانپوں
جنہ تن آگن پیم کی ہلی تنہ تن اگن نہ کاہو رلی
اور گن پہونکی سند ہکائی پیم اگن بن پہونک سِوائی

دوہرہ

چنک ایک جواُنچی پیم اگن جنہ دیہ گیان وہان سکہہ بجھ جار کرے سیہ کہہ
جوئی کھیل موہ پیم کھلاوے سوی کھیل موہ کھیلا بھاوے
اِنہ جگ پیم کھیل جو جانی دونہ جگ ما نہ ہوک سومانی
بہتے کھیل کھیل میں دیکھے ایک نہ بنو پیم کے لیکھے
پیم کھیل جو تج کے کھیلے اپن سیس پا دوہر بیلے
پیم پیت بتے جی لائی پیم کھیل تو کھیلا چاہی

دوہرہ

پیم کھیل جو کھیل ہی دوئ جگ لاوے داد
ایس جانکے پیم جوا برپاؤ .....

واین چند شعر از پیم او پاون من۔

چوپائی

ابھون کہون پیم کی باتا جانی بدھ سُنہ پی ناتا
پیم ہوئی تو بدھ گنہ پاوے پیم ہوئی تو بدھ گنہ بھاوے
پیم ہوئی تو ہوئی نہتا پاوے بھید آدی و اَنتا
پیم ہوئی تو منبّر ہوئی دہر چون پر گت ہموے سوی
بِنا پیم جب تب سب کورا پیم ہوئی تو بدہ سب ہے رو را
بدہ پدہنت ہوئی جو کوئی بِنا پیم کچھ سُدہ نہوئی
مورکھ کیا سمجھے ہے باتا سمجھے پیم پیم کی باتا
پیم لاگ سنسار او ماوا پیم لاگ سبہ روپ دکھاوا
موہیں لوگ انپہ آجے انند پیم کے باجے باجے
پیم بھید جو کوئی جانے سو بدھنا کہہ بے جانے

دوہرہ

تین تو کہنڈہ ڈھونڈ پھرے جوکوئی پچھن بدھ کو پائتو بنان پیم نہ ہوئی

سورٹھہ

جوکرورگن ہوتہ ایک پیم جت نانہ جو کہ کمالؔ بدہ سونہ بدھنا کتہ پاوے تہیں
ای کمالؔ کس بولت باتا چاہ نبھاکت پیمی کیاتا
کوؤ کوں کہاں کو کوؤ جہاں ایک تھاں کب دوؤ
آپ ہوئی تو پاوے آپا جیے آپ اپنو کر جاپا

اپنو دھیان آپ میں لاوے دھیان لائے پُنہہ آپہ پاوے
آپے آدی آپ ہیں اُنتا آپ ایک ہیں آپ انت
اپنے روپ آپ رجھاوے آپ سنہ آپے سناوے
آپے جو ہیں آپے سو ہیں جو من پاوے سو پُنہہ ہویں

دوہرہ

جہاں تہاں آپے آپ ہوں ناہیں اورن جات
آپے آپ سمان ہین آپے آپ چہات

سورٹھہ

آپ سمجھ کمال پیم بانی آپ سُنہ ہے کمال وصال آگن تو اللہ ہی بس
شیخ معروف فاضلے بود از اقربای شیخ احمد (سنامی) گوید کہ در سنام عزیزے بود۔ ا
گفتہ کہ من ہیچ فقیرے را صاحب خوارق ندیدہ ام وے ازین معنی برآشفتہ و گفت
فقرا را بتحقیر یاد مکن چہ کرامت می خواہی بخواہ۔ گفت آرزوے فرزندان در سر دارم
وے گفت مقصود حاصلست بشرطیکہ دو بست روپیہ بفلان بیوہ دہی کہ دو دختر خود
نکاح کردہ دہد۔ آن عزیز چنان کردہ۔ دو پسر از وے پیدا شد والآن ہر دو زندہ انا
تمام عمر از وے ہمین یک خارق ظاہر شدہ و ورای این سر نزدہ۔ در ''رشحات'' است
کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ تصرفاتِ خود را ہمیشہ بواجبے (بہ سببے)
پوشیدہ اند و در سرِ حقیقت آن کما ینبغی می کوشیدہ لیکن یک دو بار بحسبِ ضرورت شم
اظہار کردہ اند یکے انیست کہ در آن تاریخ کہ مرزا خلیل پسر محمد جہانگیر کہ فرزندا

امیر تیمور است در سمرقند پادشاہ بود و مرزا شاہرخ در خراسان می بود۔ حضرت خواجہ گاہ گاہ بجہتہ کفایت مہمات مسلمانان رقعہ بمرزا شاہرخ می نوشتند۔ مرزا خلیل را ازان ناخوش می آمدہ است آخر بشکایت اہل حسد بغایت متاثر و متغیر شدہ است چنانچہ کسے را بہ بخارا پیش ایشان فرستادہ کہ عنایت کردہ شمارا بجانب دشت می باید رفت شاید کہ جمعے آنجا ببرکت قدوم شما بشرف اسلام (توفیق) یابند۔ حضرت خواجہ فرمودہ اند۔ خوش باش اوّل مزارات را طواف کنیم بعد از آن رویم و فی الحال سوار شدند و جمعے از خادمان در ملازمت ایشان روان شدند۔ اوّل بمزارِ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ رفتند چون از مزار بیرون آمدند نہایت ہیبت و غضب از بشرہ مبارک ایشان ظاہر بود و از انجا بسوے غارے رفتند و زمانے بر سر قبر امیر کلال علیہ رحمۃ توقف نمودند و چون از مزار ایشان بیرون آمدند تازیانہ براسپ زدند و بر بالاے پشتہ راندند و روی بجانب خراسان کردہ این بیت خواندند

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند و نہ زیر　　تا بدانند کہ امروز درین میدان کیست

و از آن جا بہ بخارا آمدند ہمان لحظہ نشان (فرمان) میرزا شاہ رخ براے میرزا خلیل در رسید مضمون آن کہ اینک کہ رسیدیم باید کہ جاے جنگ مقرر سازد۔ حضرت خواجہ فرمودند تا آن نشان (فرمان) را در مسجد جامع بالاے منبر خواندند پس بسمرقند پیش میرزا خلیل فرستادند و میرزا شاہ رخ عقب آن نشان (فرمان) در رسید و مرزا خلیل را بقتل رسانید۔ انتہیٰ۔

روزے آن شیخ احمد سنامی را بادشاہ صاحب قرآن ثانی بحضورِ خود طلبید دوستانِ

وے، بالباسِ مکلّف بردند باشاہ پرسید این لباس آنِ تست۔ گفت نے از دوستان منست۔ بادشاہ خوش شد و مبلغ کثیر نذرِ وے کرد۔ گفت نے مرا ضرورت نیست چون موکد شد کہ چیزے بگیر، یک روپیہ برگرفت۔ بادشاہ از استغنائے وے خوشوقت گشت و باعزاز تام رخصتش کرد وے روپیہ بہ حجابِ شاہ داد و گفت مرا ہمین مرحمت شدہ و بدوستان خود گفت کہ من خود بدرگاہ بادشاہ ظل اللہ رسیدہ بودم امّا چہ کنم کہ ہیچ بزرگی من رونق نیافت۔ وقتے وے منکا رنگین بشیخ من گذرانده و درہمان مدّت منکائے زرّین مکلّف را بادشاہزادہ نیز بشیخ من گذرانیدہ این منکا (ے) مکلّف را شیخ من بمن بخشید۔ روزے بخاطر من آمد کہ چہ شود کہ اگر آن منکا را بمن عنایت کنند و مکلّف را از من گرفتہ بدیگرے بخشند چہ آن از فقیر است و این از اغنیاء۔ شیخ من برخاطرِ من مشرف گشت و آن را بمن عطا فرمود والآن بامنست و آن مکلّف را از من گرفتہ بسید قریش بخشید، وسید مرید و مقبول شیخِ من است۔ و برادر (سید حامد شہید) فہمیدہ و سنجیدہ۔ وقتے کہ وے از قبل رستم خان دکنی حکومت قلعہ کول یافت شیخ من وے را فوطہ خود بخشید کہ برسر علَم بندد۔ وے چنان کرد و برسر کفار دارالحرب یورشہا نمود و از یُمن آن فتح ہائے عظیم دیدہ و متمردانِ آن زمین را کہ در مواضعات بودند سزائے سخت رسانید۔ آخر سید قریش در شب پانزدہم ماہ ربیع الاوّل از سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) بعد اتمام ''اسراریہ'' در قصبہ ایرج برفت از دنیا و تابوت وے را پس از چہل روز از زمین برآوردہ بسنبھل و مدفون ساختند در پہلوے سید حامد شہید برادر وے۔ سنین

عمر آن شیخ احمد ہشتاد رسیدہ بود کہ در جامع مسجد فیروزی می گذراند وز آن جا بمسجد شیخ عبدالنبی جاے کہ شیخ صالح می باشد رفت وسکونت گرفت وآن جا برفت از دنیا در سال ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) وقبر وے در جوار قدمگاہ حضرت امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ۔

شیخ صالح ملتانی

باپدرِ خود شیخ ظاہر صحبت داشتہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریاست۔ فقیرے بود وارستہ وآزاد وصاحب معنی بر قدم تجرید زندگانی کردے۔ وے را طریقے بود خاص در تلبیس۔ ہمہ اہل ظاہر بوے نیک بودند۔ وے بہمہ بصلح ومدارا پیش آمدے۔ ترہاتِ صوفیان را فرا چشم نیاوردے۔ دائم فارغ البال ومشغول بودے برعکس مشائخِ وقت وے بعلمائے ظاہر گفتے کہ شما عالم یان (عالمان) علم کفح کدو بیش نمی دانند۔ علم توحید ومعرفت نصیب اعداے شما است۔ بعضے وے را بالحاد و زندقہ منسوب ساختندے کہ ناگفتنی ہا بسیار گفتے طعن بعضے در اصل در۔ اعتقاد وے بود نہ کہ در معاملت۔ وے سخن چنان گفتے کہ بفہم عام در نگنجد واہل سلوک قبول آن نماید از آن مردم را انکار پدید آمدے۔ وقتے شیخ صالح سندہی کہ درویشے بود صالح محتضر شد شیخ الہداد وشیخِ من و وے جمعے ازین قوم برو حاضر بودند یکے بسندہی گفت خدارا بیاد آور۔ وے (صالح ملتانی) بغضب گفت کہ عمر این استخوان بگلویش بستہ (در اشتیاق) خراب گردد واین حال واگذارندش کہ بآرام رود۔

ووے بزیارت اہل قبور کم شدے اگر احیاناً رفتے گفتے ''گربۂ زندہ بہ از شیرِ مردہ''۔ این مضمون را صاحب ''رشحات'' ہم بستہ است۔ قطعہ

تا کے بزیارتِ مقابر عمرت گذرانی اے فسردہ
یک گربۂ زندہ نزدِ عارف بہتر از ہزار شیر مردہ

در جمع حضرت خواجہ محمد پارسا است کہ حضرت خواجہ بزرگ می فرمودند قدس اللہ ارواحہم

تو تا کے گورِ مُردان را پرستی یکروز کار مردان کن و رُستی

شیخ من وے را از اہل ملامت گرفتے و منبع فقر دانستے و سخت دوست داشتے و از وے خوارق آوردے، اگر چہ وے بدین کار توجہے نکردے و بدیدنِ وے شدے۔ گاہ باوے بشیخِ من آمدے از سر شوق و صحبت ہاے عجیب و غریب بمیان گذشتے۔ روزے شیخ من از وے پرسید کہ استادِ تو اندرین طریق کیست؟ و چہ گفتہ است بتو؟ گفت ظاہر نام فقیرے بود باوے صحبت می داشتم چون بعضے خارق از من ظاہر شدن گرفت وے برآشفت و گفت۔ دیگر مخواہی کہ شیخ شوی و مرا براند۔ پس از آن وے چون محتضر شد۔ من آمدم و پرسیدم کہ بآن بابت چہ می گوی برگوی گفت۔ بابا صالح چیزے پُرخطر در پیش است ورنہ با تو ماجرا ہا داشتم سخن ہمین است و بس۔ شیخ من در ایام جوانی بجوانے صاحبِ جمال سرے داشتہ است و آن جوان لشکری بجانبے سفری شد۔ شیخ من با قلق و اضطراب پیش وے رفت و گفت حال این است توجہے نمای کہ آن جوان باز رسد۔ وے خود را دور

فرا گرفت کہ من نہ این کارہ ام، این کار زہاد و عبّاد را سزد۔ شیخ من بجد گفت۔ ترا نگذارم تا مراد حاصل شود۔ چون ناگزیر شد۔ گفت آرزے اگر اسپ آن جوان لنگے آرد خود باز آید۔ روز دیگر خبر رسید کہ آن جوان باز بخانہ آمد کہ اسپش لنگ گشت۔ آن جوان شیخ شہاب نام داشت مشہور بشہابن از نبائر شیخ عبدالعزیز چشتی و در سال ہزار وسی و ہفت (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸م) در آب چون غرق شدہ من تاریخ وے گفتم

افسوس کان شہاب بعہد شباب رفت　　گل دیر تر رسید ولیکن شتاب رفت

تاریخِ فوتِ او چو پرسیدم از خرد　　برداشت آہ و گفت شہابن بآب رفت

۱۰۳۷ھ = ۱۰۴۳ - ۶

شیخ من گفتہ کہ من در بیماری اخیر بوے شدم چنانچہ کہ باید یافتم و بعضے یاران از وے پرسیدند کہ اگر وقت برسد کجا دفن بکنیم وے برآشفتہ و گفتہ ہنوز این رسم از شما نرفتہ است من ہرگاہ بروم در ویرانہ اندازند کہ سگان و شغالان خورند یا در دجلہ، (کہ) ماہیان بکار برند۔ ازین معنی بخاطر من کہ راقم این حروفم رسید کہ ہمانا کیفیت روح لطیفہ را با جسم کثیف انصیاغے دارد مکشوف وے کردہ باشند تا بدین عبارتے گفت آنچہ گفت۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام، گفت۔ زبان در سرِّ ذکر شد و ذکر در سرِّ مذکور و دل در سرِّ مہر شد و مہر در سرِّ نور و جان در سرِّ عین شد و عین از بیان دور و بہرہ حق بحق رسید و بہرہ آدم بآدم۔ آب و خاک بافنا شد، دوکانگی با عدم رسد۔ ''رجع الحق الی اصحابہ (مقامہ) و بقیۃ المسکین فی التراب''۔ انتہیٰ۔ وے در مسجد عبدالنبی سکونت داشتہ است و چون عمر وے

بہشتاد و ہشت رسید روزے بیمار شد یارانِ وے ازین ممر متالم و متفکر گشتہ وے گفت غم مخورید کہ دہ سال از عمر من ماندہ است و چون بنود ذہشت رسیدہ در ہمان مسجد برفت از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲م) و قبر وے نزدیک بقدمگاہ است در سر راہ و بر سر قبر وے مسجد ساختہ اند و جمعے از صلحا و فقراء درین بودہ مشغول اند بنمازِ ذکر اللہ۔ شیخ من گفتہ ازین سخنے شیخ ابن عربی کہ در ''فتوحات'' نوشتہ کہ پس از حشر و نشر بمدّتے دوزخ را و بآن چہ در دست خواہند بہ بہشت در آور و ہمہ ظلّ کسان اندر بہشت خواہند گشت و عذاب را بکلیہ خواند برداشت مرا بخاطر رسید کہ در خلود نار چند جا در کلام مجید نصوص قاطعہ واقع شدہ چونست کہ شیخ اکبر چنین گفتہ آخر بعد فوت شیخ صالح، شبے وے را بخواب دیدم و از ان شبہ پرسیدم گفت۔ درین جا خود ہیچ قدرتے (دوزخے) نیست، از رحمتِ حق ہمہ را بہشت و بس و من درین امر بوے در جنگم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ الہداد بمن گفتہ کہ شیخ صالح اندر گور ہم تصرفے دارد۔ روزے بادشاہ صاحب قرانِ ثانی از شیخ من پرسید کہ شیخ صالح را شما می دانید۔ گفت می دانم۔ گفت گاہے من بوے می شدم و گاہے وے بمن می آید۔ بادشاہ گفت چہ طور مردے بود۔ گفت فقیرے بود آراستہ و آزاد و مجرد۔ شیخ من گفتہ کہ سید محمود[1] امروہگی (امروہوی) کہ مرید و داماد شیخ تاج الدین سنبھلی بود و از علوم صوفیہ بہرہ مند با شیخ صالح محبتے خاص داشت

---

[1] سید محمود ابن مولانا سید محمد اشرف دانشمند۔ جامع علوم و فنون و مقتدائے وقت خود بود۔ سید عصمت اللہ و حاجی محمد دو فرزند صاحب کمال و یادگارِ او بودند۔

بیمار شد و درآن بیماری وے را بسیار یاد می آورد کہ باشد کہ بر سر وقت من فراشدے۔ وے در ہمان ایام از دہلی با مروہہ رسید و با سید اندر خلوت صحبت داشت وکس واقف نگشت کہ باہم چہ صحبت گذشت وسید ہمدرآن بیماری رفت از دنیا درسال ہزار وسی ودو (۱۰۳۲ھ/۱۶۲۳م)۔ گویند سید اندرآن بیماری لیموے ترش آرزو کرد وکس بباغچہ فرستاد کہ پالیدہ بیارو وے برفت و بسیار پالید و باز آمد کہ نیافتم چہ موسم لیموے مدّتے بود کہ رفتہ بود۔ سید گفت باز رو وآن درخت را از من بگو کہ لیموے بدہ۔ از این باز کہ رفت لیمو بیافت و بیاورد۔ گویند شیخ عبدالباقی کہ از یارانِ شیخ تاج الدین است و درمکّہ اقامت دارد نوشتہ است کہ من وسید وقتے درروضۂ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بودیم)۔ وہم وے نوشتہ کہ سید گفت کہ شبے درروضۂ منورۂ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ بودم۔ سہ بار از روضۂ مقدسہ این آواز بگوش دل رسید کہ ''قَبِلْتُک یَا وَلَدِیْ'' سید با شیخ من اخلاص ومحبت تمام داشت وشیخ من وے را سخت نیک می ستاید و باہم مفاوضات داشتند درعربی و پارسی۔ من اکثرے از آن دیدہ ام۔ یک بارے بشیخ من این بیتِ خود نوشتہ بود

می ترسم بگذری نگفتم سخنے ورنہ با تو ماجرائے داشتم

برین سخن وے مراوجد (آمدہ) است۔ ومن وے را ندیدہ ام لیکن حکایت وے از شیخِ خود شنیدہ و پدرِ وے را دیدہ ودو پسر وے را۔ پدر وے سید (محمد) اشرف عالم بودہ و فقیہ و بزرگ۔ بسیار برمن لطف و عنایت داشتے۔ گویند وقتے

خرد کے را کہ کجی پای میلے داشت پیش وے آوردند و گفتند۔ دعاے کن کہ پائش بہ شود۔ وے پاے اورا گرفت و گفت۔ خرد کا پاے درست بنہ۔ این گفتن ہمان بود و درست شدنِ پا ہمان۔ گویند در وقت احتضار وے گفتند سید شما متبرک بودہ اید و وجود شما مغتنم بود۔ گفت آرے پیشتر آن خود بانجام بہم رسیدن دشوار، خوبست این سخن سادہ وے راست و درست۔ سید اشرف[1] ذکر پسر کلان وے سید عصمت اللہ در ذکر احوال شیخ جلال سنبھلی خواہد آمد۔ اما سید حاجی محمد پسر خرد وے اہل ذوق و سماع بود صحبت داشت بسید عبدالحکیم تینی کہ وے مرید سید عبدالعزیز برادر خود است۔ شیخ من سید عبدالحکیم را دیدہ است و گفتہ کہ از نیکوان وقت بود۔ من سید حاجی محمد را بسیار دیدہ ام و آشنا شدہ۔ نیک با مروت و فتوت بودہ۔ وقتے زخم بہ شدہ در سینۂ وے ظاہر شد پرسیدند این چیست؟ گفت اہل غیب در واقعہ سینۂ مرا بشگافتند و زہرہ برآوردہ و صاف کردہ باز بجائش نہادند وے در سال ہزار و شصت و دو[2] (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲م) برفتہ از دنیا۔ در اوایل ہا کہ من لشکری بودم شیخ صالح را دریافتم و ہنوز آشنا نہ بودہ وے مرا گفت اکنون پدر ترا باید کہ ترا وا گذارد و آزاد کند تا تو خود را از تو کسیل کنی و از دولت لقای مبارک وے خوش دل شود۔ چون مرا سعادت نیک نصیب شد۔ روزے این سخن تفاول را بشیخ خود گفتم، شیخ من گفت ہان فلان دیدی کہ نفس درویش چہ کار گر آمد۔ پس از آن من وے را بسیار دیدہ ام

---

[1] سید محمد اشرف دانشمند بن سید سعید خان متوفی ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸م مزار مبارکش در مسجد محلہ دانشمندان است۔ [2] مزار مبارکش در مسجد محلہ دانشمندان امروہہ واقع است۔

گاہ با شیخ خود دیدہ و من بوے نمی بینم (نشینم) چہ شیخ من بوے چنانست کہ پیشتر نوشتم و من چنانم کہ حالے گفتم۔ یک بار شیخ مصطفیٰ کہ ذکر وے خواہد آمد و من بہوائے شیخ خود از فرید آباد بدہلی رسیدیم کہ شیخ من بتماشائے گل رفتہ است در باغ سید فضل اللہ و قرار (اتفاق) مبیت افتادہ۔ شب رسیدہ بود۔ ہر دو بشیخ صالح شدیم و از سخنان عجیب وے خوشوقت گشتیم۔ لختے ذکر حسنِ یوسف پیغمبر علیہ السلام بمیان آمد۔ وے گفت در ہر زمانے ہزار یوسف در جہان می رسد۔ در ''نفحات الانس'' است کہ روزے شیخ ابوسعید و شیخ ابوالقاسم قدس اللہ سرہٗ در طوس باہم نشستہ بودند بر یک تخت و جمعے درویشان در پیش ایستادہ۔ بر دلِ درویشے گذشت کہ آیا منزلت این دو بزرگ چیست؟ شیخ ابوسعید روی بآن درویش کرد و گفت ہر کہ خواہد دو بادشاہ بہم بیند در یک وقت در یک جاے بر یک تخت گو، در نگر۔ آن درویش چون بشنید در آن ہر دو بزرگ نگریست۔ حق تعالیٰ حجاب از پیش چشم وے برداشت تا صدق سخن شیخ بر دلِ وے کشف گشت و بزرگواری ایشان بدلش بگذشت کہ خداوند تبارک تعالیٰ را امروز در زمینے ہیچ بندہ نیست بزرگوارتر ازین ہر دو شخص۔ شیخ ابو سعید روی بآن درویش کرد و گفت مختصر ملکے بود کہ ہر روز دران ملک چون ابوسعید و ابوالقاسم ہفتاد ہزار فرا رسید[1]۔ روزے شیخ مودود فقیرے وارستہ از یاران شیخ صالح بمن گفت کہ یکے پیش وے خواند۔ شعر

پس از سی سال این معنیٰ محقق شد بخاقانی — کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

---

[1] مراد ارواح آنان است۔

وے مصرع دوم چنین خواند

''کہ یکدم خود خدا بودن بہ از ملک سلیمانی''

من بشیخ مودود گفتم ہمانا اوّل مرتبہ سلوک و دوم فنا وسوم مقام بقا امّا ہر سہ یک است۔ چنانچہ شیخ من در رسالہ ''رموز التوحید'' نوشتہ است کہ ''لا الــــہ الا ھو. لا الہ الا انت سبحانک. انی انا اللہ لا الہ الا انا'' دیگر چہ ماند۔ و یکے از یارانِ وے شیخ مراد است نامراد و غریب و آزاد بر قدم وے و برجاے وے۔ و دیگرے حیرانے بود بر اعتقاد وے راسخ و با شیخ معظم کہ از مریدانِ شیخ من است می گذراند لیکن شیخ با تشریع و فقاہت و وے برعکس وے بود و در سال ہزار و شصت و چہار (۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴م) برفتہ از دنیا۔ و در باغِ آستانہ خواجہ بیرنگ مدفون ساختند وے بعضے اشعار ہندی نیک داشت و از انست این

کون کین چپ بابت ہو بنی ہر ہیرت ہوورین کون در جانکے
جناے جوموسوں جن جانکے زناتھ ناتھ بوجہت ہون بھید کن کہے زج مانگے
گرنا کہائی کہوں کے کنوندی بہی اوجل نکست نت روپ رنگ بانکے
گہٹ حیرانے ہر ہری جو مری اور بن تو تہم ہری آپ پیم پہچانکے

و یکے از دوستانِ وے حاجی توکل بود وارستہ و آرمیدہ و آزاد و باہوش۔ شیخ من گفتہ کہ حاجی گفتہ کہ روزگارے در ایّام جوانی مغلان مرا اسیر کردہ بولایت بردند و در بندگی گرفتند آخر از ان جا خلاصی یافتم و بحج رفتم و باز آمدہ۔ و ہم شیخ من

گفتہ کہ حاجی گفتہ کہ وقتے در دہلی مرا ہوائے سفر خاست بفرید آباد شدم شب خواجہ قطب الدین را بخواب دیدم کہ تیر و کمان بدست دارند و مرا می گویند کہ اگر از دہلی بیرون می شوی ترا باین تیر میزنم .....و روازنہ ریشے بزانوے من برآمد کہ از رفتن در ماندم و از آن جا سوارہ بدہلی آمدم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ عمر حاجی بنود (۹۰) کشیدہ بود چون وے از خدا می خواستے کہ در دنیا محتاج کس نشوم۔ الحق در بیماری اخیرش آن چنان یافتم کہ محتاج کس بنود و برفتہ بعد از شیخ صالح بچند ین سال۔ قبروے از اتحاد و یگانگی کہ باہم داشتند از پہلوے شیخ صالح است۔ من حاجی را بسیار دیدہ ام۔ عجب سکونے و عجب آرامے داشتہ و وے بہ بزّ از پسرے پیرا نام سرے داشتہ متصل بدروازہ کابلی و پیوستہ بدان پیرانہ سر (سالی) آن جا نشستے۔

پیرانہ سرم عشق جوانی بسر افتاد وآن راز کہ در دل بنہفتم بدر افتاد

شیخ فتح اللہ سنبھلی

وے اُمّی بود صاحبِ ذوق و وجد و سماع و احوالِ عظیمہ۔ وے دوازدہ سالہ بود کہ شبے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دید کہ بر چبوترہ عرس (ارش) ایستادہ در زیر سائیبانے و اصحاب کرام و مشائخ وقت بگرد و پیش وے روبروے آنحضرت بادبِ تمام ایستادہ و انتظار شیخ کبیر کلّہ روان درمیان است تا آمدہ و آنحضرت (ﷺ) فرمودہ بفتح اللہ کہ این شیخ تست و درآن زمان از زبان

حضرت عمر یا صحابی دیگر رضی اللہ عنہم این حدیث بگوش وے می رسد کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم می فرمایند" من رأنی فقد راء الحق "وے بیدار شدہ بپد
گفتہ کہ مرا دیدار ہمہ مشائخ سنبھل بنمای و در آن ایام مشائخ کبار مثل شیخ علی
شیخ محمد عاشق، و شیخ فتح اللہ ترین وغیرہ ذالک معاصر بودہ اند و احوال شان بجا۔
خود خواہد آمد، پدر وے "شیخ جیا" وے را پیش ہر بزرگے کہ می برد وے اشار
بجاے دیگر می کرد تا رسید در آخر بشیخ کبیر و شناخت و بپاے شیخ در افتاد۔ شیخ گفت
"فتح اللہ مشتاق تو بودیم"۔ خرقہ و کلاہ و لوازم مشیخت براے وے طیار داشتہ بو
حوالہ نمود و وے را تربیت فرمود۔ در اندک فرصتے ابواب علوم این قوم بر دلِ و۔
کشادہ گشت۔ وے سخنے باصطلاحِ صوفیہ گفتے چنانکہ علما و مشائخ از شنیدنِ آن د
شگفت شدندے۔ وے صد سالہ بود با چہرہ پرنور و در ریش وے یکتار موی سفید
نشدہ۔ این حرف بجہانگیر بادشاہ رساندند۔ بادشاہ وے را طلبیدہ بدید، خوشوقت
گشت و گفت شیخا! سخنے ازین راہ برگوی وے گفت

آن بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم پوشیدہ دلق آدم ناگاہ از در آمد

بادشاہ پرسید این در شان کیست؟ وے تا زبان بجواب در کشاید۔ سید احمد قادری
و شیخ پیر میرٹھی کہ از مقربانِ بادشاہ بودند گفتند در شان ظل الٰہی است۔ بادشا
گفت، نے، آن چہ ہست وے گوید۔ وے چندان حقائق غامضہ ظہور وحدت
در کثرت حاوی برین حدیث قدسی کہ" کنت کنزاً مخفیاً فا حببت ا
اعرف فخلقت خلقی لاُعرف" در بیان آورد کہ بادشاہ و حاضران بنشاط د

آمدند، بادشاہ گفت۔ تعریف وے باید کرد و بادشاہ وے را از روے لطف در پیش خواند و انعام و زمین و قدر زیادہ از معہود فرمود و بعزت رخصت نمود۔ پدر من باوے بسیار صحبت داشتہ و سخنان نیک از وے بیان آوردے۔ من خرد بودم و ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمسایۂ من است بر من لطف فرمودے و مہر نمودے۔ روزے مرا گفت امروز کدام سبق خواندۂ برخوان۔ بخواندم از گلستان باین دو بیت، قطعہ

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع　　خود راز عمل ہاے نکوہیدہ بری دار
حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست　　درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار

وے معانی این قطعہ چندان بدلایل و دقائق غیر متعارف بیان درآوردہ و از روے ذوق نعرہ ہا زدہ کہ حاضران خوشوقت گشتند و تاثیر حالِ وے بہمہ حاضران در گرفتہ و ہمدر آن مدّت وے مرا این بیت استاد آموختہ و معانی فہمانیدہ کہ دریافتہ بودم

سر برہنہ من نیم دارم کلاہِ چار ترک　　ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ ترکِ خویش و ترکِ ترک

در وقت تحریر این بیت مرا بیتے از سید بیاد آمد مناسب حال و این است۔

منہ بترک دو عالم کلاہِ فقر بسر　　کزین دو ترک نمی گردد این کلاہ تمام

پدرِ من گفتے شاعرے در سنبھل شعرے گفتہ بود بدین مضمون کہ اگر معشوقِ من چہرہ برکشاید معشوقانِ دہلی روے از شرم خود را در پوشند۔ چون این شعر را شیخ فتح اللہ شنیدہ برآشفتہ و گفتہ معشوقانِ دہلی خواجہ قطب الدین و شیخ نظام الدین اند۔ عجب کہ آن شاعر دیوانہ نکشتہ است۔ پدرِ من گوید کہ من آن روز حاضر بودم و خبر آوردند کہ آن

شاعر دیوانہ شدہ است وکشان کشان می برند۔ شیخ عبدالمومن گوید کہ وقتے شیخ ر
اللہ ومن در یکجاے بودہ ام۔ شبے وے در نمازِ تہجد بود کہ مارے سیاہ پیش و
فرارسیدہ سرِ خود فرا انداخت چون وے سلام نماز باز داد و گفتن گرفت کہ اگر حکم چنین
است بیا و کارِ خود بکن معطل (تعطیل) چیست؟ مار از شنیدن این حرف سرِ خ
جنبانیدہ بدر رفت۔ موسیٰ نام خیاطے ہمسایہ وے بود کہ کار بدیانت
کردے۔ روزے پارچہ براے پیراہن وے قطع نمود و نجانہ بُرد و یک وصلہ بس
بگذاشت آن راوے از روے مطائبہ نگاہ داشت۔ موسیٰ چون نیافت نزد وے آ
وے کیفیت را از موسیٰ پرسید موسیٰ آنچہ بود بگفت۔ وے وصلہ و یک روپیہ بموسیٰ انعا
کرد۔ چون موسیٰ رفت از دنیا درویشے صالح وے را در خواب دید کہ بآن درویش
گوید کہ درین عالم از روے حساب ہمگی سیزدہ درعہ پارچہ بر سر من آوردہ اند آ
ریز گیہا و تارہا جمع کردہ در ہمہ عمر و تو بعیسیٰ پسرِ من بگو کہ سیزدہ درعہ پارچہ بخر
متہفہا (متخہا) بساز و فقرا را بخشش کن عیسیٰ ہم چنین کردہ است۔ من دران ایام خ
بودم می شنودم کہ این معنیٰ بوقوع آمدہ بود۔ پدر من گفتے کہ من شیخ جیا پدر شیخ فتح اللہ
ہم دیدہ ام بزرگ بودہ باستقامت و من در خردی نماز و روزہ از وے آموختہ بو
وقتے وے را در اکبرآباد بدر سراے امیرے بردند بہانہ چیزے خواندن چون در ش
بگرفتند کہ عزیمتے (تعویذ) بنویس کہ آقاے ما بفلان حرم خود محبت ورزد۔ وے گفت
من نمی دانم چون حد درجہ اصرار خواست کہ خود را از انجا وارہاند۔ این سخن بزبان ہند
نوشتہ و پیچیدہ داد کہ بگلویش بندید۔ ''جو میان حرم سوں پیار نکرے تو مُلّا جیا بچارا

کرے" وخود بدر جست از وقت بستن عزیمت آن امیر مبتلاے آن حرم گشت آخر خاتونِ خانہ ماجرا را بشنید وشورے وغوغاے برانگیخت وامیر را برین آورد کہ آن مُلّا را کہ سحر کردہ است باید گرفت تا شیخ جِیا را کہ در زمرۂ فقراء بود در گرفتند وپیش آوردند و توبیخ کردند کہ وانمای تا چہ سحر کردۂ گفت آنچہ ہست بگلوے آن حرم است در کاغذے نوشتہ چون تعویز آوردند وخواندند حیران ماندند واز وے عذرے خواستند و مبلغے نذر بوے آوردند نگرفت وبدر رفت۔ این معنیٰ نزدیک است بآنکہ می گویند۔ وقتے سلطان طریقت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ سفری بود ودر بارانِ سخت روزے بدہے رسید۔ ہیچ کس جانداد۔ اتفاقاً زن رئیسِ دہ، دردزہ داشتہ۔ معلوم شیخ شد فرمود اگر مارا جاے پناہی (دادہ) باشد چیزے نوشتہ دہم کہ دردِ زہ خلاص گردد۔ رئیس جاداد شیخ این حرف نوشت کہ "مارا جاخر مارا جازن رئیس خواہ را خواہ ترا" این کاغذ بستن بگلویش ہمان بود وپسر آمدن ہمان۔ گویند این کلمات الآن بدان مطلب کارگر است وگویند بجمیع امراض نوشتہ می دادند ومرا ہم اجازت دادہ است انتہیٰ۔ واین دوبہ منسوب مخدوم جہانیان می کردند کہ نافع است کہ بگلوے بیمار باید بست۔ دوبہ

جو کچھ کرے وہ کرے اور نسا کے کوئی　　جو کوئی کہے کہ مجھ کیا کہد ود بلا ہوئی

عمرِ شیخ جِیا۔ بصد داند کشیدہ بود وشیخ فتح اللہ ہم صد وچاردہ سالہ شدہ بود کہ روزے بامروہہ رفت ودر آن جام معلوم وے شد کہ مرا باید رفت از دنیا واز ہمان جا تجہیز وتکفین خود کردہ باز بخانہ آمد وبیمار افتاد چون محتضر شد مولانا عیسیٰ کہ ذکر وے خواہد آمد گفت۔ شیخا! خدارا بیاد آور۔ چشم برکشاد وگفت۔ ہان مُلّا مرا غافل می پنداری

بدانکہ غافل نیستم وسخنان نیک آوردہ و برفت از دنیا در ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ/فروری ۱۶۱۲م) وقبر پدر و پسر یکجا است پیش مسجد۔ بعد فوتِ شیخ فتح اللہ مردے بخواب دیدہ کہ جمعے کثیر از مشائخ بر صف نماز نشستہ انتظار امام می بردند درین اثناء وے رسیدہ است باشانِ قوی وامامت کردہ۔ شیخ احمد و شیخ محمد پسرانِ وے از نیکوان بودہ اند وقبر شان پائین قبر پدر است۔

شیخ حبیب اللہ وارستہ

از اولاد شیخ الہدیہ است کہ از مشائخ کبار بود و وے مرید شیخ علَم الدین و وے مرید خواجہ حیدر و وے مرید شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہم و وفاتِ شیخ الہدیہ در بست وسوم محرم است از سال ہفت صد ونود و نہ (۷۹۹ھ/ ۱۳۹۷م)۔ شیخ حبیب، صاحبِ ذوق وسماع بود، در طریقت راسخ و در معاملات مستقیم سماع وے تاثیرے داشت قوی در وقتِ سماع آیات واحادیث واقوال بزرگان واشعار ذو قیات خواندے آہستہ چنانکہ نزدیکان او نیک شنوے۔ من ہم در بعضے از شب ہاے عرس وے بودہ ام کہ در وقتِ سماع این خواندہ است ''و فی انفسکم افلا تبصرون من عرف نفسه فقدعرف ربه۔ ان الله جميل و يحب الجمال'' شبے وے اندر سماع گشت باز دہ است۔ شیخ من بعادتِ خویش از مجلس جدا بگوشہ ایستادہ می دیدے۔ وے در آن جا در رسیدہ و (دستِ شیخ من از) ہر دو دستِ خود مشبک گرفتہ فراسر گرداندن آغاز کرد۔ شیخ من دست از وے باز کشید و

بمن گفت کہ حالِ وے برمن فرود آمدہ بود، خوش نیامد از آن خود را وا کشیدم و شبے دیگر ہم من با شیخ خود بودم کہ وے در سماع گشت زدہ بشیخ من رسیدہ و بطور سابق دستہا مشبک گرداندن گرفتہ۔ این مرتبہ شیخ من لختے خود را بوے وا گذاشتہ و مانند گشتہ و گفت۔ مارا حالِ وے سخت موثر است و اصل و ذوق بخش۔ مرتبۂ اوّل در عرس شیخ عبدالعزیز چشتی در شب ششم جمادی الآخر (بدو ملاقات) دست دادہ۔ بارِ دوم در شب عرس خواجہ معین الدین در شبِ ششم رجب در مقام خواجہ قطب الدین قدس اللہ اسرارہم۔ پوشیدہ نماند کہ آنچہ شیخ من اولاً خود را از سماع وا کشیدہ ہمانا حفظ و رعایت طریقۂ خود بودہ است چہ نسبت این طریقہ عُلیہ مراتب بالاتر از مقام سماع است و ثانیاً از سعت مشرب عارفانہ کہ دارد کہ از ہر رنگ حظے وافر می داشت و بہر صفتے از صفاتِ الٰہی و کونی متحقق و منبسط می گردد و از آن نسبتِ عالیۂ خود فرود آمدہ محتظی و منشرح گشت و حقیقت قول خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ بظہور آمد کہ ایشان در بابِ سماع فرمودہ اند کہ ''نہ این کار می کنم نہ انکار می کنم''۔ انتہیٰ۔ در ''رشحات'' است کہ خواجہ مسافر خوارزمی، می گفت کہ در ملازمتِ حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ بسیار می بودم و خدمتِ ایشان می کردم و میل بسماع بسیار داشتم۔ روزے بجمعے از اصحاب ایشان اتفاق کردم کہ قوّال و دفّات و رُبابے حاضر سازیم و در مجلس خواجہ مشغول شویم کہ چہ می فرمایند۔ ہم چنان کردیم و گویندہ و نوازندہ آوردیم، حضرت خواجہ در آن مجلس نشستہ و ہیچ گونہ کلام نفرمودند و در آخر فرمودند۔ ''نہ این کار می کنم نہ انکار می کنم''۔ انتہی

مولانا عبدالغفور لاری

از خلص اصحاب مولانا عبدالرحمٰن جامی بود قدس سرہم در ''تکملۂ حاشیۂ نفحات الانس'' نوشتہ کہ مولوی چند نوبت سماع فرمودہ اند بطریقِ حرکت دورویہ و درآن مبالغہ می نمودہ و بامتداد می انجامیدہ چنانچہ سازندہ و مغنّی بے مجال می شدند و ایشان از آن حال باز نمی آمدند۔ فقیر در این معنی متعجب می بود تا کہ روزے فرمودند کہ مارا حالتے دست داد و کیفیتے روے نمود کہ دفع وے جز بسماع میسّر نبود۔ انتہیٰ۔

شبے خواجہ ابرار و شیخ الہداد و شیخ رفیع الدین و شیخ محمد ہاشم و شیخ ابا بکر کہ ذکر ہمہ آن ہا گذشتہ وغیرہ ذالک بوجد و سماع درآمدہ اند و ابا بکر را خود از سنگ ہاے مسجد از بس کہ غلطیدہ اکثر اعضاء مجروح گشتہ بود و آن حال و آن کیفیت در در و دیوار اثر کردہ و اکثر آن شب بدان ذوق و شوق گذشتہ و من اندر آن شب عرس خواجہ بیرنگ حاضر بودم بعمر ہفدہ ہیزدہ و مولود خوانان این غزل می خواندند۔

غزل

چیست می دانی صلاے چنگ و عود — انت حسبی انت کافی یا ودود

نیست در افسردگان ذوق سماع — ورنہ عالم را گرفت است این سرود

آہ ازین مطرب کہ از یک نغمہ اش — آمدہ در رقص ذرّات وجود

درلباس حسن لیلی جلوہ کرد — صبر و آرام از دلِ مجنون ربود

پیش روے خود ز عذرا پردہ بست — درد و غم صد بر رُخِ وامق کشود

در حقیقت خود بخود می باخت عشق　　وامق و عذرا بجز نامے نبود
ہست بے صورت جناب قدس ذات　　لیک در ہر صورتے خود را نمود
عکس ساقی دید جامی زان فتاد　　چون صراحی پیش جام اندر سجود

نقلست کہ روزے شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ بکوچہ گذشتہ اند دیدہ اند کہ جمعے کودکان ببازی سماع می گردند۔ ایشان از مرکب فرود آمدہ اند و آداب وار ایستادہ اند۔ من در ایام خرد پیرے مفلوک مفلوج گنگ را دیدہ ام مانکھی نام از سنبھل بودہ۔ پدر من گفتے کہ وے در مجلس شاہزادہ دانیال بن اکبر بادشاہ راہے داشتہ و بمقلدی و ہزال ممتاز بودہ۔ روزے شاہزادہ بوے گفتہ کہ در تقلیدِ صوفیان سماعے بکن۔ مغنیان نغمہ سرا بودند وے نعرہ بزدہ و بیفتادہ فی الفور مفلوج گشتہ است و گنگ۔ گویند روزے فقیرے آزاد، دانۂ چند نخود بریان بآن شیخ حبیب داد کہ بخور ماہ رمضان بود وے بے تامل بخورد و تا بوقت افطار دیگر ہیچ نخورد۔ پرسیدند شیخا! این چہ بود کہ کردی گفت بخوردم بہ نیت آنکہ خاطر آن درویش خوش گردد من شصت روزہ کفارت بدارم و آخر بداشت۔

وے با پدرِ من سخت دوست بود۔ (من) بسیار خرد بودم کہ اوّلاً وے را دیدم۔ وجیہ بود مطبوع دلہا۔ بر من الطاف و اعطاف فرمود۔ پس از آن بوے آشنا شدم و بسیار بدیدار محظوظ شدم۔ وفاتِ وے در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۱م) است۔ شیخ نور پسر وے را ہم من آشنا بودم صالح بود بر قدم پدر رفتہ در احوال وے۔ با شیخ من نیاز آور و صادق اندر اخلاص۔ وے با وجود کہ فربہ بدن بود نماز

معکوس بشوق گذار دے۔ و درد و محبت این راہ دروے ظاہر بود۔ در کتاب ''نفحات الانس'' است کہ شبلی را گفتند ترا خوش فربہ می بینم و محبتے کہ دعوی می کنی تقاضاے لاغری می کند گفت۔ شعر

احبّ قلبی وما دری بد نی و لو دری بد نی ما اقام فی السمن

وفاتِ شیخ نور در سال ہزار و پنجاہ داند است وقبر پدر و پسر (شیخ) نور بآن قصبہ۔

شیخ عبدالوہاب لونی

مرید شیخ عبدالعزیز چشتی است۔ صاحب وجد و سماع و حال بود۔ طریقت نیک داشت۔ وے بسماع آن قدر مشغوف بود کہ اگر نغمہ شنودے از دست رفتے۔ وے سخن ذوق را بلطایف وصرافتے بہ بیان در آوردے کہ در سامعان اثر کردے۔ شیخ من وے را از صادقان می شمرد و وے را با شیخ من اعتقاد و اخلاص راسخ بود۔ وے ہشتاد و چار (۸۴) سالہ بود و من نو جوان پیشِ وے دیوانِ حافظ گذراندمے۔ وے گفتے کہ من از صغر سن معتقدِ خواجہ شیرازم ہرگاہ معنیٔ شعر وے کہ من خواہان آنم مراحل نشدے، شب را از روحانیت خواجہ استعانت خواستے و گفتے اندر خواب ہر ہمہ حل گشتے۔ وہم وے گفتے کہ روزگارے من با سلطانیان می بودمے روزے اندر سفر، بتپیٔ محرق مبتلا گشتم و دیگر روز را کوچ بودہ است۔ دوستان علاج من بشربت قند و گلاب آمیز فرا نمودند۔ من بخاطر آوردم کہ ہر چہ اندرین دیوانِ حافظ برآید من آن کنم و بکشادم۔ این برآمد

تنت بناز طبیبان نیاز مند مباد وجود نازکت آزردۂ گزند مباد
شفا ز گفتہ شکّر فشانِ حافظؔ جوی کہ حاجتت بعلاج گلاب وقند مباد

من دست از معالجہ بداشتم و دیوان را در بغل گرفتم و گفتم و عرق کردم و بہ شدم۔ روزے وے طعام می خورد و من باوے بودم ناگاہ گویندہ چیزے بگفت وے بتواجد سخت درآمد واز دست بشد۔ چون بخود آمد پرسیدم شیخا! این حال از کدام بزرگ ترا رسیدہ واز صحبت کہ دریافتہ۔ گفت۔ روزگارے کہ من سلطانیان بودمے عبور من بقصبۂ راجگر (راجگڑھ) افتاد شنودم کہ درین جا بزرگیست صاحب احوال وکرامات ''شیخ فتح اللہ'' نام ودر وقت سماع وے ہر دردمندے کہ مطلب خود را بدل آوردہ توجہے بوے می آردے وے جواب آن را باشارہ وایماء بوے می گوید کہ خاطر وے بشاش می گردد۔ من بوے شدم دیدم کہ در سماع است بدل آوردم کہ وے نظرے در کار من کند واز ہر چہ نابایست مرا خلاص سازد۔ بگوشۂ مجلس ایستادہ بودم آن مطلب بدل آوردہ کہ وے گشتی زدہ بمن رسید وہر دو دستِ خود بر دوشہاے من نہاد و بآہستہ بگوش من فرو گفت کہ ہان اے جوان عاشق این راہ را ششماہے بباید تا بوے آشنا گردد چون است کہ کسے اندرین لمحہ نظرے می باید بکار آورد کہ از آن نابایستیہا خلاص سازد و با این اشراف خاطر نظرے را کار فرمود کہ مرا از من در ربود و ساعتے نیک افتادہ ماندم وامروز شصت سال بیش است کہ آن ذوق وآن حال با من ہست۔ وفاتِ شیخ فتح اللہ در سال ہزار وسی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) است۔ وقبروے در قصبہ راجگر (راجگڑھ) و وفات

شیخ عبدالوہاب (ہم) در سال ہزار وسی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) است وقبروے (در) لونی۔ وے گفتہ کہ شیخ فتح اللہ از اکابر صوفیہ بود مشرب وسیع ولطیف داشتہ پیوستہ مستغرق ومشغول بسماع بودے تا درخانہ بودے از سرود کنیزان زمزمہ داشتے وچون خواستے بیرون شدن کنیزان با ترنّم بدر سرامی رسانند واز بیرون آن در سرائے مغنّیان بہمان آہنگ درمی گرفتند۔ وظیفہ وے سرود بود وسماع، وے ہمیشہ منبسط الحال زیستے۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ با کنیزِ خود محبتے داشتہ۔ وقتے پیش شیخ زادۂ خود شد بشہر دیگر وبگفتہ وے محلوق شد۔ خاتون فرصت یافتہ سر آن کنیز تراشید چون نجانہ آمد از یکے پرسید کہ آن کنیزک کجا است۔ گفت خاتون سرِ وے تراشید وے از شرم (در گوشۂ خانہ) خزیدہ۔ ازین سخن شتاب درخانہ رفت وپیش کنیز آمد وگفت کہ سرِ من صاحبِ من تراشید وسرِ تو صاحب تو اکنون ہمرنگ شدیم وفارغ البال

مصرعہ سر تراشیدہ فارغ البال است

بیت

ہر کہ او ہمرنگ یار خویش نیست عشق او جز رنگ بوی بیش نیست

وہم وے گفتے کہ شیخ بارہا گفتے کہ پسرانِ من فاضل شدند ومعزز درگاہ بادشاہ، اے دریغا نشنیدم از اغنیاء یکے را کہ عاشق کسے گشتہ است وخراب ورسوا در کوچہا می گردد۔ شیخ من گفتہ۔ کہ وقتے شیخ فتح اللہ را در بازار لاہور شیخ حسین دیدہ کہ مجذوب با معنی بودہ وملاقات واقع شد۔ شیخ حسین پرسید کہ، فتح اللہ رقاص توی؟ گفت، منم۔ گفت پس اندک برقص، تا تماشا کنم وے مطربانے کہ ہمراہ بودند

اشارت کرد تا بترنم آمدند و خود بسماع درشد۔ درین اثناء شیخ حسین راہم ذوق درگرفت۔ ہردو برقص درآمدند و مستیہا کردند و صحبتے بس شگرف در بازار گذشت۔ گویند وقتے شیخ حسین را با مخدوم الملک، اتفاقِ ملاقات افتاد۔ مخدوم اہل شریعت بود فرا خواست تا وے را از روے مسائل دینی آزماید و از آن جاے کہ داشت تنبیہے نماید پرسید کہ بناے مسلمانی چنداست؟ وے گفت ''یک'' مخدوم گفت۔ چار کجاشد؟ وے گفت۔ دوتو خوردی، حج وزکوٰۃ، دومن خوردم، نماز وروزہ۔ پس ہمین کلمۂ طیبہ ماند آن راتو می گوی ومن۔ مخدوم راہِ خود گرفت و وے راہِ خود۔ من وقتے ''مادھو'' آزاد کہ معشوق ومقبول شیخ حسین بود برسرِ قبر وے در ہنگامۂ عرس وے در آوان بسنت کہ اجتماعے خوشے بود، دیدہ ام، عجب آرامے وعجب سکونے داشت و یکبار دیگر ہم دیدہ ام وے مرا انیک پرسیدہ۔ آن شیخ عبدالوہاب گفتے کہ وقتے من بعمِّ خود کہ اہل دنیا ومعززِ سلطانیان بود گفت کہ مرا بشنیدنِ[1] سرودِ تان سین آرزوست۔ وے مرا بتان سین بردو اظہار مطلب کرد۔ وے گفت امشب موافق شعر سعدیؔ درآشنائی محبوب دُہر پدرے بستہ ام و بترنم درآمد در غایت دلکشی وروح بخشی کہ چوآن درعمر خود نشنودہ بودم۔ ودہر پداین است۔

شیسہ جان جان جب میں دیکھی دے سارنگ پان

---

[1] ترلوچن داس ابن مکرند پاندے برہمنے بود۔ بدعاے حضرت شیخ محمد غوث گوالیری در سنہ ۹۳۸ھ متولی شد۔ درفنِ موسیقی کمال داشت۔ درسال ۹۹۸ھ/۲۶/اپریل ۱۵۸۹م وفات یافت وپائین حضرت شیخ غوث گوالیری مدفون گشت۔ (بحوالہ توزک جہانگیری)

بالائیں کے سکھی سہیلی سنی منی پہچان
موہن روپ موہنی واری کرت ناہین کچھ کان
تان سین پر بھو درست انندین ہوت درس سکھ ہان

وآن شعر سعدیؔ این است

ازان گہ کہ یارم کسے خویش خواند دگر با کسے آشنائی نماند

من از ذوق وصحبت (وجد وسماع) پر شدہ بودم بے اختیار سرود زدم واین بیت فرا پیش خواندم کہ

بکشش کہ تا حق جمالم نمود دگر ہر چہ دیدم خیالم نمود

مجلسیان خوشوقت شدند وتان سین خوشوقت تر ومرا دلبری نمود ونیک بستود۔ درین اثناء مُلّاے رسمی از در در آمد ونبشست۔ تان سین پرسید از کجای؟ وچہ نام داری گفت از فلان جایم ونام من عبدالغفور است مخرجِ ''عین'' راشدید قرّ ایانہ ادا کرد وفا را بفَم پُر باواؤ۔ وے گفت بسیار خوب۔ برادر اگر کسے نام ترا بر آتش فسردہ برگوید آتش برافروزد۔ ازین لطیفہ مجلسیان بخند وقہقہہ در آمدند ومحظوظ شدند۔ گویند روزے اکبر بادشاہ از حاضران پرسید جماعت ہنود کہ بوقت پرستش جرس را می نوازند۔ چیست؟ کس جواب نداد۔ تان سین گفت۔ جواب آن بخاطر من چنین آمدہ است

کس ندانست کہ منزل گہ معشوق کجاست این قدر ہست کہ بس بانگ جرس می آید[1]

---

[1] این بیت حضرت خواجہ حافظ شیرازیست

بادشاہ وحاضران ازین سخن خوشوقت گشتند وآفرین ہا کردند برفہمِ او۔

شیخ سراج الدین لونی

مرید شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی است ونبیرۂ شیخ شرف الدین خاموش صاحبِ وجد وسماع بودہ۔ اندر طریقِ فقر وتوکل مستقیم الحال۔ در اوقاتِ سماع صَیحہاے سخت[1] زدے وگریہ ہا بسیار کردے۔ وے بے نغمہ وسرود ہم اگر کسے اشعارِ ذوقیات خواندے نعرہا زدے و در افتادے و بتواجد در آمدے۔ وے ہمیشہ باورادو وظائف کہ در رسالہ ''عزیزیہ'' شیخ عبدالعزیز مسطوراست اشتغال داشتے۔ شیخ من اورا از نیکوان وراستانِ روزگار گفتے ومخلص ودوست گرفتے۔ وے باپدر من بسیار دوستی داشتے وہمیشہ درمواسم متبرکہ مثل ایام رمضان وعاشورہ و عرفہ باپدر من گذراندے۔ من از خوردی (خردی) باز وے رامی شناسم، نہ (۹) سالہ بودم کہ وے مرانماز آموختہ باحکام آن واز صحبت وے مرا بہرہ نیک رسیدہ و من سبقے چند بوے گذراندہ ام از نزہۃ الارواح و''غنیۃ'' (غنیۃ الطالبین) وغیرہ۔ وقتے کہ من نزہ (نزہتُ الارواح) رابوے می گذراندم وے بکبر سن رسیدہ بود۔ برسخنان حقائق ومعارف زعقہا زدے ومست گشتے وبے خود افتادے۔ روزے این بیت بمیان بود

عجب حال این باس را است بنگر بصحرا وزد، درخانہ نیامد

---

[1] درنسخہ ''صحبتہا''

وے از مکانِ بلند چنان بزمین در افتاد کہ دانستم کہ برفت و وے خود برخاست
وبوجد وسماع درآمد۔ وقتے وے پیش شیخ عبدالرحمٰن آمد بسنبھل، گویند ہا سرود آغا
کردند وے بسماع درآمد وگریہ ہاے دراز نمود۔ دراثناء تواجد دستارِ وے بزمین
درافتاد ودو روپیہ کہ وے را از فتوح رسیدہ بود از دستار برافتاد۔ شیخ آن را برگرفت
وباخود داشت وے چون وے باافاقت آمد۔ دریافت کہ دو روپیہ از دستار گم شا
گریہ ہا کرد۔ شیخ مصرعہ مشہور را بطیبت برخواند۔ مصرعہ

"غم مخور شیخا کہ من برداشتم"

من دایہ داشتم سال خوردہ کہ از خُرد سالی مرا پروردہ بود۔ ودر محبت من ہر (فرد)
قبائل من حتیٰ کہ پدر من ہمیشہ (بدو) محبت نمودے و ہر ہمہ بار تحمل می کردند۔
روزے پدرِ من، بشیخ سراج الدین گفت۔ شیخا این دایہ را مرید خود کن ودر وصا
بفرما کہ صفت خشم را از خود بدر ساز۔ ہر کہ درشت گوید بتو، آن را تحمل نمای۔
گفت آرے۔ ودایہ را ترغیب بمرید شدن کرد چون شیخ شجرہ ودامنی بوے
سپرد، وصیت مذکورہ برگفت۔ وے شجرہ ودامنی بدست گرفت وگفت۔ شیخ
!این را باز گیر کہ مرا تاب آن نمی آید کہ درشتی کسان را تحمل کنم۔ حاضران بخند د
درآمدند وشیخ چندان خندان گشت کہ از اندازہ درگذشت۔ (روزے) در
راہے کہ دزد بردارے (آویختہ بود) ایستاد وپاے دزد بوسیدہ وگفت۔ رحمت
باد۔ برجوانمردیٔ تو وہمت تو کہ در راہے کہ درآمدی بپایان رسانیدی۔ در باب
غلبۂ طلب، خواجہ شیراز اشارہ می کند کہ

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجانان یا جان زتن برآید

شیخ سراج الدین (شرف الذین) جدِ وے را از آن خاموش گویند کہ وے مرید شیخ عبدالعزیز بود، صاحب احوالِ نیک لیکن در سخن کردن بحث داشتے وغلو کردے۔ روزے شیخ بوے گفتہ شرف الدین ''خاموش'' از آن باز تا آخیر عمر کہ سالہا بسیار زیست جز نماز جہر وتلاوتِ قرآن مجید، سخن نگفت۔ پدر من گفتے کہ در قصبہ گڑھ مکتیسر مجذوبے بود سخن مطلق نگفتے و بزبان ہندی۔ وے را موتی گفتندے در اصل از ولایت بودہ۔ وے ہر جا بودے باختیار خود نہ جنبیدے چون بُردندے، رفتے و چون خوراندندے خوردے۔ خوردان گاہ ہاوے را در ریگ گرم دفن کردندے۔ تا نہ برآوردندے نیامدے۔ وقتے وے را بردہ بدرختِ خاردار موے سرش در آمیختند سہ شب وروز آن جا ایستادہ ماند، بعدہٗ برکشیدند۔ روزے حاکم ظالم آن فقیر را زجر کرد کہ سخن گوید، نگفت۔ پس از آن فلسے را در آتش گرم ساختہ بر رانش نہاد تا سوختہ باستخوانش رسید ہیچ سخن نگفت وچین بجبین برنہ آورد آن ظالم در ہمان ایام با خانمان بچندین بلاہا مبتلا گشت و درگذشت۔ آرے ہرگاہ (کہ) پیش آن مجذوب کسے بنیاز آمدے در چہرہ با جمال وے نشاط پدید گشتے۔ وے کارے کہ باختیار خود گرفتہ اہن است کہ روزے بناگاہ بآب دریاے گنگ در رفت تا غرق گشت و در گذشت۔ بعضے چنین بگویند کہ وے را پس از غرق شدن بعضے مردم در شہرے بہ مقامے دیگر دیدہ بودہ اند۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ شیخ من گفتہ کہ من روزے مجذوبے مستہلک را دیدہ ام کہ از اختیار خود مطلق گذشتہ بود۔ خادمانش گرفتہ آوردند

و ہر جائیکہ نشاندند نشست۔ چون من از مبادی حال وے پرسیدم خادمانش گفتند۔ وقتے مجذوبے صاحب معنیٰ درمہترہ (متھرا) رسید، یکے این مرد و یکے دیگر بخدمت وے در پوستہ ومدّتہا بہ اطاعت وے قیام نمودہ۔ شبے وے خوشوقت گشت وگفت شما ہر دو مطلبے کہ در دل دارید از ما بخواہید۔ آن مرد گفت مرا دنیا آرزو است وے گرہ در دست زدہ گرہ برافشاند وگفت دادم وآنچنان شد واین مرد طلق حق کرد۔ وے در خلوت برین مرد متوجہ گشت تا این حالتے کہ می بینی پیش آمد وامروز چہاردہ سال است کہ چون می خورانند می خورد ومی برند، می رود، ومی خسپانند، می خسپد۔

روزے پدرِ من مرا در خردسالی بدرویشے صاحب احوال بُرد۔ وے را شیخ چپ می گفتند۔ وے ہم خاموش بود امّا سخن گفتنی را ہمانا آہستہ ونرم گفتے وباتنے چند از زندہ پوشان زکوۃ داران بآرام وجمعیت تام نشستہ، من در آن وقت بخاطر آوردہ ام، اولیاء سابقین ہم برین قیاس خواہند بود درین اثناء وے برمن نظر لطف انداختہ۔ مردمان از وے خوارق نقل می کردند۔ چون آن شیخ سراج الدین را وقت رفتن نزدیک رسید۔ روزے شیخ قیام الدین پسر کلان خود را گفتن گرفت کہ از زندگی من پانزدہ روز بیش نماندہ، تو ہیچ وجہ جاے نروی چہ ترا برادر میانہ قطب الدین ہم حاضر نیست وہم رفیع الدین برادر خورد (خرد) تو بسیار خرد است۔ آخر پس از ہمان مدّت شبے وقت وے بنزدیک رسید۔ وضو ساخت وتہجد گذارد وسورہ یٰسین خواند و برفت دربست و دوم صفر از سال ہزار و پنجاہ و پنج (۲۲ر صفر ۱۰۵۵ھ/ ۸ر اپریل ۱۶۴۵م) من سہ سراج الدین دیگر (را) شناسم۔ از آن

میان دوتن صاحب معنی ووارستہ وآزادند وہر دواز زمین مشرق یکے از آن برفتہ در سال ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) یکے نشست گاہے دارد بکنار باغ خواجہ بادشاہ۔ سید است و عالی ہمّت وصاحب اخلاق عظیمہ واستقامت۔ امّا سراج الدین سوم گجراتی است، صاحب علم وعمل ومعاملتِ نیک واز اولاد شیخ محمد غوث گوالیاری واین سہ تن رامن بسیار دیدہ ام۔ با شیخ من با اخلاص ونیاز اند و برمن نظر عنایت ولطف دارند۔

شیخ مہر علی نیشاپوری

وے سخت بزرگ است۔ صاحب وجد وحال۔ وکیفیت حالت مستی وے کہ اندر سماع دست دادے بس بدیر کشیدے۔ وے متمول بود۔ چون از وطن مالوفہ عزیمتِ ہندستان نمود درراہ شکار کنان می آید۔ روزے وے در شکار بود۔ قطاع طریق ہمہ متاعِ وے رابغارت بردند۔ بادل فارغ وخاطر آزاد درمرادآباد آمد در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) وسالہاے چند درآن جا اقامت و رزید۔ عجب شورے وعجب ولہے درسر داشتہ کہ بگفت نہ آید۔ چنانچہ روزے از استماع نغمہ بتواجد درآمد ومست برجست وبدریا درافتاد وفرسخ درآن آب غوطہ خوران برفت تابعد از سہ شبان روز درصحرا یافتند کہ مستانہ می گردد، برچار پایہ بستند وآوردند تا سہ روز دیگر بے خبر ومست بودہ است۔

اے خوشا حالت آن مست کہ درپاے حریف سرودستار نداند کہ کدام انداز

وے چون بخود آمدے صلوٰۃ قضارا ادا کردے و ہیچ دقیقہ از دقائقِ شرعیہ فرو نگذاشتے۔ نقلست کہ خواجہ بایزید بسلطامی را قدس سرہٗ حالت سکر و مستی غالب بودہ است چنانچہ اندر کتب مسطور است، چون بافاقت آمدے پرسیدے کہ چند نماز قضا شدہ و ہمہ را ادا نمودہ۔

یک مرتبہ آن مہر علی در کنج جامع مسجد مراد آباد چلّہ نشست دو کوزہ پر آب با خود داشت آن ہم برائے شستنِ اعضاء کہ در مستیہا مجروح می شد و خون برمی آید و درِ آن کنج را بگل مسدود ساخت و ہیچ منفذ نگذاشت۔ وے آن جا بے نغمہ ہم تواجد می کرد، ورفتے آنچہ رفتے

مگس پیش شوریدہ سر بر نزد کہ او چون مگس دست بر سر نزد

تا برآمد در روز عید فطر با حالت مستی ورفت بعید گاہ و دوگانہ گذاشت و باز آمد۔ من دیدہ بودم درویشے را در عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کہ از بلندی چند قد آدم بصحن سنگین مسجد در افتاد، دانستند کہ برفت و وے خود برفور برخاست و بتواجد درآمد۔ من شیخ مہر علی را در مراد آباد بسیار دیدہ ام۔ وے را اسپے بود عراقی کسے وے از آن خبر گرفتے و وے بے خبر بود۔ روزے من از حقائق فارغ البالی وے و کیفیت اسپے وے برستم خان گفتم کہ لشکریٔ وے بودم۔ خان برائے اسپ وے و کس وے ادرارے معیّن کرد۔ وے از آن باز مراسخت دوست گرفتے و از عجائب احوالِ خود سخنان گفتے آخر ندانم بکجا شد۔

سید غلام محمد نانوتہ

صاحبِ ذوق و وجد بود۔ سماع وے خود موزون و دلکش بودہ۔ وے چند قوّال سازندہ با خود داشتے، یکے ربابے دیگر دفاف۔ سہ دیگر نقارۂ خورد در کمر بستہ و چہار می سارنگی نواز۔ گاہ ہا بر آواز ہاے مذکورہ فقط سماع کردے و گاہ ہا بسرودے مثل اشعار دہمال

سانگر لہور نگر متوانمی کھتائی ہیئوں نو تری اتھان کجر و ہر جائی
بابل سجن چلت نہمہ ثونت بہی کن دور کجادہ کونان پتہتود کی پی سبہ نہور
وے دیکھ بالم وے گئے ندی کنار کنار آپن پار نرکھی ہم چہاوے در وار
کانت کنبل کورا موروں تو نروار تو نل بالم بس گئے ہیں کیوں نگری پکار
بن بالمون کے سنسرا تو سر برو بچاک تور پہول مور جوتیا ایکو کاج نلاگ
ہری پوت کی ہروانوہ تورون چتکائے نین مور ہیرا روند ہر مورلی کہاں سماے
ہری مان تم بنری کنک بیدن توہ پہو مانس پچھیریں بہووا بیل اور ہوہ
جوری پھلی تو سارس اور پکھیرو کالے چکنہ تو پیکر مرن تو اب کے نہائے
اوپر پھولی اَرہر تر پھولی کیار ننہہ موری ہیرا رچھے موری وے تروار
گوری بیٹھی پلنگ پر مکھ پر ڈارے کیس[1] چل کھسرو گھر آپنے سانجھ پری سبہ دیس

روزے من در نانوتہ رسیدم شنیدم کہ مجلس سماع است۔ رفتم و دیدم کہ سید غلام محمد در

---

[1] ''گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس''

تواجداست وازتاثیرسماع وے واستیلاے گریۂ وے ہمہ مجلسیان قریب بصد کس گریان بودند ومن ہم یکے ازآنان وسید صابرعلی برادروے کہ ازفضلا وظرفاے وقت خود بود، وے رادرآغوش گرفتہ نعرزدہ۔ ہردوگریہ داشتند کہ نفس اندرگلوے شان گرہ می بست۔ وصحبتِ آن روزبس بابہا گذشت۔ آخرسید غلام محمد درعرس رنگ شکر درروضۂ شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہٗ درسال ہزاروسی داند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) اندرسماع گرم گشت وزعقہا زدہ ودرلمحہ برفت از دنیا۔ حکایتِ رفتن علی احمد بن شیخ حسین نخشبی دہلوی اندرسماع مشہوراست برین بیت میرخسرو دہلوی۔ گویندروزے مسلمانان بعرس خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ می رفتند وجمعے ہنود بسمت کالکا (مندر) می رفتند۔ شیخ نظام الدین از دیدن آن ہردوقوم بدیہہ فرمودند۔ مصرعہ

''ہرقومے راست راہے، دینے وقبلہ گاہے''

وازسرذوق کلاہ برسرمی گرداندند۔ میرخسرو حاضر بوداز غلبۂ شوق ومحبت کہ باپیرخود داشت این مصرعۂ دوم برگفت

''من قبلہ راست کردم برسمت کج کلاہے''

ودرتاریخ وفاتِ مُلّا علی احمد مولانا حسن کشمیری گفتہ۔ قطعہ

اے حسنؔ یاد کن ز پنجۂ مرگ — زانکہ پنجاہ شمر دہ ام سالت
فکر آن کن کہ زود از زود — این جمیع می رسد ز دنبالت
این ببین آن ہمہ کجا رفتند — پدر و مادر و عم و خالت

بہ یقین دان کہ دشمنان تواند زن و فرزند وخانہ و مالت
نادر عصر خود علی احمد کہ نظیرے نداشت در حالت
رفت در حالت سماع نازان ہیچ دیگر نگشت احوالت
سال تاریخ از عرب جستم قال لی مات و ھو فی الحالت

در ''نفحات الانس'' می آرد کہ شیخ الاسلام گفت کہ ذوالنون مصری وشبلی وخراز دینوری ودرّاج ہمہ درسماع برفتہ اند رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سہ تن از ایشان سہ روز بہ سماع بودہ رفتند وغیر از ایشان نیز بودہ اند از مشائخ ومریدان کہ درسماع رفتہ اند چہ در سماع قرآن وچہ درسماع غیر آن۔ زُرارہ بن اُبیٰ قاضی بصرہ درمحراب بود وقرآن می خواندند۔ یکے برخواند۔ ''فاذا نقر فی الناقور'' الآیہ۔ وے بانگے زدہ و بیفتاد مردہ۔ شیخ الاسلام گفت۔ سماع کہ دیدار آن رامد د بود وہر چہ کہ در گوش او بود، دیدہ باو بود۔ چہ جاے طاقت وہوش بود۔ صاحب ''کشف المحجوب'' گوید کہ من بغات درویشے دیدہ ام کہ در جبال آذربائیجان می رفت واین بیت می خواند۔ شعر

واللہِ مَا طَلَعَتِ الشَمسُ و وَلَا غَربَت اَلا و انت فی قلبی و وسواسی
ولا جَلَسْتُ الاقوام اُحدّثُ ھم الا وانت جلیسی بین جَلَاسی
ولا ینفست محزوناً ولا فرحاً الا و ذکرک مقرو نا بانفاسی
ولا ھممت بشرب الماء من عطشٍ الا رایت خیالاً منک فی الکاسی

ناگاہ بیفتاد و بمرد۔

سید اخلاص فریدآبادی

سید است، بخاری الاصل، نبیرۂ سید شریف بخاری است واز اقرباء وے۔ وے سیزدہ سالہ بہند آمدہ و در دہلی نشود نما یافتہ۔ بزرگ بودہ رقیق القلب، چشم گریان۔ مشائخ بسیارے را دیدہ وصحبت داشتہ۔ با شیخ من آشنا بود۔ شیخ من وے را از نیکان می گوید۔ وے بآخر در فریدآباد دہلی سکونت اختیار کرد و بعضے از اقربائے (وے) در دہلی می بودند۔ عمرِ وے نزدیک بصد سال کشید و برفت از دنیا در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) وقبر وے در فریدآباد داست۔ من وے را بسیار دیدہ ام واز سخنان درد آمیز وشوق انگیز وے محظوظ شدہ۔ وقتے کہ محمد فاضل عم زادہ مرزا باقی گذشت چنانچہ در ذکر محمد صادق گذشت۔ از جدائی وے مرا اندوہے بس بدل پیدا آمد وقبض سخت روے نمود، کہ روزے (نہایت) خاطر پریشان شدم، روزے میر (سید اخلاص) پیش من حکایتے گفت چنانکہ آن غم کمی آورد ونوعے از صبر روے نمود۔ وآن این است کہ منقول است کہ دو کس پیش سلطان سکندر ذوالقرنین خرخشہ آورند و جوابے خواستند۔ یکے می گفت کہ تقدیر را تغیرے ہست و دیگرے می گفت انچہ در تقدیر است ہرگز تغیر نمی شود۔ سلطان گفت فردا جواب شما می دہم۔ این بگفت ورفتہ بر بالائے بام۔ تنہا بفکر در افتادہ کہ این سخن را چہ جواب است۔ درین اثناء جانورے غایت بزرگ منقش در آمدہ بر سر دیوار آن بام بنشست، سلطان را خوش نمود برخاست وہر دو پائے جانور بگرفت

وخواست کہ برطرفِ خود درکشد، جانورقوی بود بر پرید کہ بسلطان نہ توانست گذاشت وبا آن ہمراہ رفت، تارفتہ رفتہ درمیان دریا بجزیرہ فرود آمد۔ سلطان را بگذاشت وروان شد، دید کہ قلعہ ایست بس محکم ونوساختہ ویک دریچہ خورد (خرد) آہنی دراواز اندرون بستہ ومقفل۔ اولاً سلطان چند آواز کرد کہ کس از اندرون بکشاید، چون نکشاد۔ بسنگ ہا کوفتن گرفت تا پیر مردے (از درون) گفت، کیستی؟ سلطان اندیشید کہ اگر راست می گویم اعتبار نخواہد نمود ونخواہد کشود۔ گفت من تاجرم وکشتیٔ من تباہ شدہ، برشکستہ۔ وعیال واطفال ومال ومنال من غرق گشتہ۔ ہمین من تنہا ماندہ ام۔ بواسطۂ خدا برکشای۔ آن پیر بکشاد واندرون گرفت وباز بربست۔ سلطان دید کہ جوانے باحسن وجمال درآن جا نشستہ ودایاے پیرزال بااو۔ وآن پیر معلم (اُو) بود، خرپزہ آورد۔ ہر سہ خوردن گرفتند ودایہ را گفتند تا طعامے پزد۔ معلم باز رفت تا خرپزہ شیرین تر از آن بیارد ودرین اثناء سلطان قلم (قاش) خرپزہ را بنوک کارد آن جوان راخوراندن گرفت۔ ناگاہ جوان عطسہ زد چنانچہ کارد بکامش درشد وبیفتاد وسلطان از ترس بگریخت۔ چون معلم دررسید وحال بدین منوال بدید، بردوید وگفت اے مرد براے خدا ایستادہ شو وحقیقت حال آن رابرگو۔ سلطان آنچہ راستی بود بگفت، معلم گفت پس بیاوغم مخور (سلطان پرسید) این چہ قصریست برگو؟ معلم گفت فلان بادشاہ کہ اندر فلان جزیرہ سکونت داردوے راپس از آرزوے بسیار آن پسر متولد شد منجمان گفتند در فلان سال از دست سلطان سکندر کشتہ خواہد شد تا از سالے چند این قلعہ درمیان

دریا برآراستہ وآزوقہ از ہرقسم (سامان ضرورت) وخوراک و پوشاک یک سال بیش کشتیہا پر کردہ آوردہ درین جا گذاشتند ومن معلم واین دایہ راباو داشتند۔ آخرالامر انچہ در تقدیر بود بظہور آمد۔ سلطان از آن قلعہ برآمدہ بکنار دریا باز رسید، دید کہ ہمان جانور نشستہ است سرّ کار رابدل دریافت وہر دو پاے آن جانور بگرفت بر پرید و بر ہمان دیوار بام باز رسانید۔ سلطان راجواب آن دو کس نیک حل گشتہ بود۔ روز دیگر بآن دوتن گفت کہ آنچہ در تقدیر است تغیر نمی شود۔ انتہیٰ۔ (شیخ الاسلام) در ''نفحات الانس'' می آرد کہ شیخ فخرالدین عراقی درروز وفات، کبیرالدین پسر خودرابا اصحاب بخواند وصحبتہا (نصیحتہا) فرمود وداع کرد واین رباعی بگفت

در سابقہ چون قرار عالم دادند مانا کہ نہ بر مراد دلم دادند
زان قاعدۂ وقرار کان روز افتاد نے بیش بکس وعدہ و نہ کم دادند

من خرد بودم می دیدم کہ شیخ بدرالدین لونی کہ صاحب درد ومعنیٰ بود این چوپائی ہندی می خواند ومی گریست۔ چوپائی

اب کیا ہوتین ہمارے روئین کھیت نپاے بن بیج بوئین

روزے من بامیر اخلاص از فرید آباد بدہلی شدم۔ وے تمام راہ از حکایات جوانی خود وقصہ ہاے عشق خود واز دیگران (گفت) ازان جملہ حکایتے بس عزیز آورد کہ در بتخانہ شہرے از شہر ہاے مشرق جوانے (ترک) شیفتۂ جمال ہندوزنے شد ودُنبال وے گرفت۔ زن تنگ دل گردید وگفت ''ترک باورو بھیُو ہے'' جوان را این سخن بدل گرفت ودیوانہ گشت وندانست کہ آن زن کجا است؟ ومن کجایم جامہ

چاک کردہ وخاک بر بدن مالیدہ بر در بت خانہ بہ نشست ہر کہ از وے ہر چہ می پرسید، وے ہمین گفت۔ ''ترک باور و بھیُو ہے'' غیر ازین حرف جملہ از دلش پاک بشد وآن زن را ہم جاذبہ عشق نحیف ونزار ساخت ودر کنج خانہ خود عشق با عاشق ہمی باخت تا پس از سالے بہمان روزِ نو برسم (قدیم) مردان وزنان ہندوان بدان بت خانہ آمدن گرفتند۔ زن را صبر برسیدہ بود۔ در ہوائے آن جوان مستانہ ودیوانہ (وار) از خانہ برآمد۔ چون دو چار گشتند زعقہا زدند ونعرہا برداشتند وہم آغوش گشتند ودر آنے جان بدادند وہندوان جمع آمدہ خواستند کہ زن را بسوزند حاکمِ آن شہر مسلمان بود، رخصت نداد، تا ہر دو را متصل در گورہا کردند۔ نیم شب جمع ہنود پنہانی آمدہ گور زن را بشگافتند (بکافتند) کہ برآوردہ پنہانی بسوزند، آن را در گور نیافتند در شگفت شدند۔ یکے گفت، گورِ مسلمان ہم بکاوند چون بکافتند ہر دو را ہم آغوش یافتند متحیر تر گشتند وہمان جا بخاک اندودہ بگذاشتند۔ من سہ حکایت غریب دیگر یاد دارم ودرین جامی آرم یکے در بیان عشق است ودو بطور دیگر آن۔ یکے آنست کہ عزیزے شیخ خضر نام دہلوی کہ صالح وغریب بود گفت کہ من روزے در بازار لاہور جوانے دیدم سخت نزار ونحیف وزرد وضعیف کہ بدردمی گفت۔ ''خدا بنماید، خدا بنماید''۔ پرسیدم حال چیست؟ گفت ہیچ نہ۔ چون باز پرسیدم مرا گسیل کرد وروان شد۔ دُنبالِ وے گرفت، چون دید کہ گذشتنی نیم گفت چہ می خواہی گفتم از احوالِ خود خبر دہِ۔ گفت دست از من بدار وہیچ مپرس کہ اعتبار نخواہی کرد۔ گفتم ''حسبنا اللہ'' برگو۔ مرا بگوشہ برد، بہ نشستیم۔ گفت بشنو من تاجر بچہ ام پدرِ

من در فلان سال در فلان بندرِ دریا با تمامیٔ قبیلہ و متاع بسیار بکشتی در نشست وخواست بفلان مقام روذ و بیع و شرا نماید بناگاہ کشتی بر شکست و پارہ پارہ جا بجا شد۔ من تنہا تختہ را گرفتہ در چند شبانروز بجزیرہ افتادم۔ طاقت برسیدہ بود۔ افتان و خیزان پیشتر ک شدم و کاہ و برگ را قوتِ خود ساختم باغے دیدم پُر از میوہاے گوناگوں انچہ بدست افتاد خوردم و پیشتر رفتم۔ قصری مصفیٰ یافتم و در شدم، دیدم کہ دخترے چاردہ سالہ چون ماہ چاردہ بر تختے نشستہ با چہرۂ زرد و نحیف گشتہ چون مرا دید آہ برکشید و گفت اے جوان از کجا آمدی؟ وخود را چون خراب ساختی۔ گفتم، حال چیست؟ گفت صاحب این باغ وقصر دیویست قوی کہ ہزاران اہل کشتی را کشتہ است و در (آب) انداختہ و مرا مدّتیست کہ از کشتیٔ تباہی (تباہ شدہ) برگرفتہ و ہمہ قبیلۂ مرا کشتہ و مرا اندرین جا تنہا گذاشتہ وخود ہر روز بجاے می رود و اطعمہ و اشربۂ نفیس می آرد، پیش من می گذارد و من از ترس جان خود بوے در می سازم و وے خود را در عشق بہ نگاہے وکلامے بس کردہ است و من بجان آمدہ امّا چہ چارہ۔ وے الحال ترا خواہد کشت اگر چارہ داری، بکن۔ گفتم۔ قبیلۂ من درین دریا غرق شدہ است ہمین من ماندہ ام۔ بوے در می افتم و می جنگم اگر وے را کشتم خود مقصود حاصل است و اگر وے مرا کشت عجیب تر ندارم۔ و این وقت غنیمت می شمارم کہ بدیدار چون توی پری زادہ دیدہ و دل روشن ساختم (سازم) درین اثناء آن دیو نزدیک رسید من سلاح بر بستم چہ در آن قصر ہم اشیاء از اطعمہ و اشربہ و فواکہ و ملبوس و اسلحہ وغیرہ ذالک مہیا بود۔ برآمد و اسمِ اعظم کہ از استاد آموختہ بودم بیاد

آوردم واز خدا استعانت خواستم تا کہ آن دیو در رسید با ہیبت ومہابت۔ من پیش دستی کردہ بوے درافتادم گاہے وے بر بالا وگاہے من تا بدیرے آخروے را بکشتم و بسوختم وخاکسترش بباد دادم و بآن پری پیکر نشستم وعقدِ نکاح بہ بستم واز اندیشۂ کشمکش وارستم وبفراغ دل عشق ورزیدم وسلطان وقت گردیدم

بفراغِ دل زمانے نظرے بہ خوبروے بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ عمرہاے ہوے

تانداستم کہ شش ماہ چون بگذشت۔ پس ازآن باتفاقِ وے چوبہای وتختہ ہای جملہ (جمع) کردہ بارسنہاے استوار، بیڑا محکم بربستم برلب دریا وشش ماہ دیگر برآمد گفتم کہ باہم سوار شدہ بجاے درروئیم کہ باشد کہ روے آبادانے بہ بینیم واز ماکول ومشروب واجناس دیگر بار کردیم ومن اوّل برآن بیڑا شدم کہ جاے نیک بسازم ووے برکنار بکارے مشغول بود۔ بناگاہ از تقدیر الٰہی موجے سخت بدان بیڑا کہ بدریا انداختہ بودیم برزد۔ وے نتوانست بیڑا را برسن نگاہداشت تا برآن سوار شود من حیران تر از وے نگران دروے ووے درمن۔ نہ عقل یاری کرد کہ من خودرا بیندازم وبیڑا خود تیز بدریا روان شد۔ نقش تصویر آن حیران نگران دیدہ دیدہ درافتادم وندانستم کہ من چہ شدم ووے چہ شد۔ واین کار چیست؟ بعد از چندے بکنار آمدم وخاک بسر کردم وچندین بار در کشتیہا بہ بندرہاے جا بجا سوار گشتہ آمد وشد کردم لیکن ہیچ آن مقام نیافتم۔ آہ آہ وے را چہ حال پیش آمدہ باشد شیخ خضر (دہلوی) گوید چون وے سخن بدین جا رسانید نفس اندر گلویش گرہ بست ''خدا بنماید، خدا بنماید'' گویان برخاست و بجانبے رفت ومن گریان در ماندم،

چون شیخ خضر سخن تمام کرد تمامیٔ حاضران و من گریان و حیران در ماندیم۔

دوم آنکہ یکے را دیدم در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷م) شیخ مصطفیٰ نام، بس بلطافت بود با طلعت نورانی۔ وے را پیش جہانگیر بادشاہ می بردند و می گفتند کہ وے از زن مرد شدہ است و قصہ چنان بود کہ آن زن در، دہے از دِہ ہاے زمین مشرق می باشید۔ شبے وقت صحر (سحر) براے غسل برودے کہ در زیر دِہ جاری بود، در آمد۔ ناگاہ مردے بلباسِ فاخر بکنارِ رود، رسید و پُرسید کہ کیستی؟ زن گفت۔ مردم۔ تو ہم آنکہ از من در گذرد۔ آن مرد خضر بود علیہ السلام گفت مرد شو۔ برفور مرد شد و حیران در ماند آخر بخانہ آمد و قصۂ اُو شہرت یافت و زنے را بنکاح خود در آورد و فرزندان بہم رسانید۔ وے می گفت حالتِ سابقہ ازین حالت رجولیتی کہ من دارم الذ بودہ۔ سوم آنکہ من شنودہ ام از سید پیر محمد سرسوی کہ مردیست راست گو و فہمیدہ و ہم از سید قطب الدین کہ ذکر وے گذشت و از مردم معتبر دیگر کہ بد امن کوہ کماؤں آمد و شدے دارند کہ بعضے از قریات جنگل آن جا پس از سالہا زنے بخشم تمام در می آید۔ پتہ را از آن سرزمین بہم رسانید و بافسونی می خورد برفور تبدیل صورت کردہ شیر مادہ می گردد و بدان جنگل در می شود و از فرزندان و شوہر کرامی یابد می کُشد و می خورد مگر برادر شوی و برادر خود را و علامتے از آن از موی سر و چیزے دیگر بحال می ماند و وے را بزبان آن جا رونگی می گویند۔ چون مدّتِ مدیدی گذرد و خشم وے فرو می نشیند ہمان دو کس پتہ دیگر مہیا کردہ با خود می برند و در ظرفے کشادہ دہان شراب پُر می کنند و آن ظرف و برّہ با خود می گیرند و بہ نشیمن گاہ می گذرانند و خود

شان بر درختے نزدیک بدان سوار می شوند تا وے می رسد و شراب می خورد و برّہ را می کشد و مست شدہ بخواب می رود تا آن پتہ را بہ بینیٔ وے می رسانند چون بوے آن بمشامۂ وے می رسد چشم وا می کند و مضطربانہ در زمین می غلطد تا کہ بصورت اصلی عود می کند و آن دو کس پارچۂ وے را کہ با خود می داشتند بروے می پوشند و بخانہ می برند مشعور نام شخصے از حالت تبدیل و کیفیت آن از وے پرسیدہ بود وے گفت لذت گوشتِ فلان گاو و فلان کس فراموش نمی شود۔ واللہ اعلم بحقیقتِ الحال۔ پوشیدہ نماند کہ خداوند سبحانہٗ تعالیٰ اندرین عالم چندان عجائب و غرایب (پیدا فرمودہ) است کہ عقول بشریہ از ادراک آن عاجز است چنانچہ در ''نفحات الانس'' می آرد کہ موسیٰ شیخ را در شب و روزے ورد است کہ ہفتاد ہزار قرآن ختم می کند۔ شیخ عماد الدین محمد بن شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ می گوید۔ پیش ازین سخن را شنیدہ بودم و در خاطرِ من فی الجملہ انکارے بود تا آن وقت کہ شبے شیخ موسیٰ را در طواف دریافتم و در پے وے افتادم بحوالیٔ وے ایستادم، دیدم کہ (وے) تقبیل حجر الاسود کرد (بعدہٗ) از فاتحہ آغاز تلاوت کرد و می رفت ہم چنان کہ معہود است کہ مردم در طواف می روند تلاوت می کرد چنان تلاوت (تلاوتے) کہ حرف بحرف را فہم می کردم، چون وے در آن طواف اوّل از برابر در خانہ کہ از حجر الاسود تا آنجا مقدار چار گام باشد کما بیش در گذشت یک ختم قرآن می کرد چنان کہ من تمام آن ختم را حرف بحرف شنیدم۔ خدمتِ والد من با ہمہ اصحاب تصدیق وے کردند و انچہ گفت قبول کردند بعد از آن (از) والد مرا ازین معنی سوال کردند

گفت این از قبیل بسطِ زمانست کہ نسبت بعضے اولیاء اللہ واقع می شود۔ ہم در ''نفحات الانس'' است کہ می آرد کہ صاحب ''فتوحات'' قدس سرہٗ ذکر کردہ است کہ شخصے جوہری از خود حکایت کرد۔ مقدارے خمیر از خانۂ خود بقرن بُرد تا نان پزند۔ وے را جنابت رسیدہ بود بکنار نیل رفت (آمد) و بآب فرو رفت تا غسل کند از خود غائب شد و دید کہ کسے ہم چنان کہ در خواب می بیند کہ وے در بغداد است آن جا کدخدا شد و مدّتے شش سال با خاتونِ خود بسر برد کہ (و) از وے فرزندان آمد۔ بعد ازان با خود در آمد۔ درمیانِ آب دید و غسل تمام کرد و جامہ پوشید و بقرن رفت و نان گرفت و بخانہ آمد و با اہل خانہ این واقعہ را باز گفت چون ماہے، چند بر آمد آن خاتون از بغداد آمد و فرزندان را ہم ہمراہ آورد و خانۂ جوہری را پرسید چون باہم ملاقات کردند جوہری خاتون و فرزندان را بشناخت از آن زن پرسیدند کہ چند گاہ است کہ ترا زن کردہ است۔ گفت شش سال۔ انتہیٰ۔

حکایت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مشہور (است) کہ در وقت سوار شدن تا پاے مبارک از آن رکاب بآن رکاب می نہادند یک ختم کلام مجید تمام می کردند۔

شیخ آدم سنبھلی

وے اُمّی بود صاحب معنیٰ و نسبت قوی و در طریقت راسخ، بصحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ و مجاذیب اہل کرامت را دیدہ و مرزوق بودہ۔ سفرہاے نیکو کردہ بر قدم تجرید۔ وے را وقتے بود عظیم و قبول۔ بسیار اخلاق نیکوان داشت۔

وے با شیخ من آشنا بود شیخ من وے را از مردان این راہ شمردے وقدر وے را بزرگ داشتے۔ شیخ من گفتہ کہ شیخ مرتضیٰ گفتہ کہ وے درویشے است مستقیم الحال واہل این کار۔ من وے را بسیار دیدہ ام واز احوال واوضاع نیک او محظوظ شدہ۔ وے مرید در سلسلہ مداریہ است واسامیٔ مجاذیب صاحب معنی را کہ صحبت داشتہ بود بہ تفصیل مبیّن گفتے۔ از آن میان دو تن را مہ داشتے۔ شیخ فتح اللہ چوکھا وشیخ ارزانی را۔ وچیزے از وے آوردے۔ وگفتے شیخ ارزانی نماز نگذاردے یکے گفت نماز چون نمی گذاری از روے مطائبہ گفت کہ یکے از آبائے ما نماز گذاردہ بود مال وے تلف شد از آن وقت نماز ترک کردہ ام۔ شیخ من گفتہ کہ من شیخ ارزانی را دیدہ ام اگر چہ بحسب روش بیگانہ گذراندے وچیز ہاے ناخوردنی را خوردے و ناکردنی را کردے وناگفتنی را گفتے چنانچہ طریقۂ مجاذیب است لیکن نیک باہوش بودہ واہل معنیٰ وصاحب باطن ومردم از وے تصرّفات نقل می کنند۔ گویند وقتے درویشے شبّے (شابّے) بر ہندوزنے عاشق شد در حاجی پور ومیان این شہر چند دریا ہم جاری است۔ درویش ہر روز آن جانب رودے پُر آب رفتے و بدیدار مطلوبہ رسیدے وباز آمدے۔ آخر ہندوان ازین سرّ مطلع شدہ زن را پردہ داشتند ودرویش را بزجر مانع آمدند۔ او در دِدل را بشیخ ارزانی گفتہ۔ شیخ را بروے رحم آمدہ و گفتہ ساعتگی صبر نمای وخود بحجرہ در شد وبعد از ساعتے برآمد۔ بوے گفت بحجرہ در شو وبہ بین کہ چیست؟ چون رفت آن زن را در حجرہ یافت بنشست و بمرادِ دل و فارغ خاطر صحبت داشت۔ ہندوان از گم شدن زن حیران ماندند۔ جابجا بہ تفحص

رفتند۔ آخر در حجرۂ شیخ ارزانی یافتند و پسر و شوہر وے زن را بخانہ بردند۔ شیخ آن
زن را (پیش) درویش روز دیگر ہم در حجرہ حاضر ساخت۔ آخر ہندوان عاج
گشتند و از سر آن درگذشتند، زن مسلمان شد و بنکاحِ وے در آمد و طالب
بمطلوب رسید۔ نیز گویند شیخ را روشے بود کہ ہر صالح کہ بوے رسیدے، و
پرسیدے کہ چہ قدر قرض برخود داری۔ ہر قدر گفتے تا صد یا دو صد روپیہ از تاجر
بدہانیدے و فتوحے کہ بوے رسیدے در قرض تاجر دادے نیز گویند وے گاہ ہا ک
بصحرا رفتے درویشان کہ ہمراہ بودندے بوے گفتندے ما گرسنہ ایم مارا طعام م
باید۔ وے اشارہ بہ پشتہ یا بہ نشیبے دیگر کردے کہ ہر چہ در انجا است بیاورید.
چون رفتندے، طعام پختہ در دیگہا و گاہ در طبقہا یافتندے بیاوردندے و سیر
بخوردے۔ شیخ ارزانی در زمین مشرق برفتہ از دنیا در سال ہزار و قبر وے ہم د
شرق۔ گویند شیخ آدم را یکے ضیافت کرد طبقے از برنج و شیر بہم پختہ آوردہ بود، از ان
طبق ہیچ نخورد۔ گفتند چون نمی خوری؟ گفت بخاطر نمی آید کہ بخورم۔ بعدۂ ظاہر شد
کہ کیکے سرگین در آن افتادہ بود۔ روزے من بوے شدم، جوانے کتابے از احوال
شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی پیش وے می خواند۔ وے معانی آن را با سرار خفیہ بیان می کر
چنانکہ حاضران و من ہمہ متحیر می شدیم۔ چہ وے ناخواندہ بود۔ در ''نفحات الانس'
است کہ شیخ الاسلام گفت۔ من از (اصحاب) خرقانی شنیدہ ام کہ وے امی بود۔
الحمد للہ نمی توانست گفت و وے سید و غوثِ روزگار بود۔ وقتے من رسالہ ہندی ''پیم
چرت'' (पीम चरित्र) در تصوف مشتمل بر مباحثہ عقل و عشق بشیخ آدم بردم و

خواندن آغاز کردم وے بذوق شنودن گرفت و در اثنا مراقب شد۔ من توقف کردم وے سر برآورد و گفت برخوان کہ من محو این معارف شدہ ام و گفت خوبست کہ تمام باید شنید و تمام شنید۔ این چند شعر یست از ان۔ دوہرہ

کثرت وحدت ہوت ہے پنچن وحدت ذات — بند جو پڑی سمند میں سو سمند ہوئی جات
احمد سمدا پار ہے جو ذات کی نات — تا میں لہریں پیم کی نس دن آوت جات

سورٹھہ

برکت واحد الٰہ حکمت احمد روپ — جیس سکندر شاہ انپو آپ وکیل ہوت
پیم کنول چل سنگ جیون ڈولے بتون ہوئے — بدہ کدیو کج نیک جیون بکتی پتون پہانتی پند نہ
کہنہ لاگ دکھ سکھ سی سہانی — جیون پانی اور آگ، جاڑن میں دوؤ تھائی

دوہرہ

مجنون لیلیٰ مل بہئے ایکے تن من پران — الہی بدہ کو ہم ہی پیہے بات نہ جان
پیم پنتھ کے مل جل ہوئی سب کوئی — کہیہ ملین جیون آرسی جنہی نرمل ہوئی
احمد سمندر اپار ہے تا منہ جگت ترنگ — وہ ترنگ تیاری ہیں سنو تو پیم کے رنگ
کبر جیو تن تہو ہم نے رند کسیلان سوت — گر اور کس کی لت میں سمجھو کیا کچھ ہوت
پھلت رہی پیم کی زرد سرسوں بدہ چاہ — آگ لگتی جیہون آوے تیرے جھونکا
وحدت منہ وہ ایک ہے کثر منہ وہ سب — آپے آپ جہان تہان نہ کوئی پت نہ باپ

بار دیگر من بوے شدم وے بکارے ضروری می رفت چون مرا دید بایستاد گفتم کارے کہ در پیش داری برآر۔ من ہمین ہستم۔ تا بیای۔ گفت مہ ازین چہ کارے

باشد و با من نشست ولطفہا فرمود و بشارتہا داد۔ گاہ ہا من ضیافتِ فقرا کردے۔ وے چون دور ترک باشیدے وے را تصدیع ندادے امّا بدل آوردنے کہ کاش وے ہم رسیدے برفور وے رسیدے واین چنین چیز ہا چند بار از وے دیدہ شد۔ شبے وے در خواب من گفتہ کہ ''ضیافتے کن'' و وے در حالت حیات بود۔ پگاہ آن بخانۂ سید کاظم پسر من، پسرے متولد شد۔ ''عبدالقادر'' نام نہادم بہ بشارت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہٗ چون تاریخ ولادتِ سید کاظم، ''سید کاظم'' (۱۰۳۲ھ) است۔ تاریخ ولادت پسر (اُو) عبدالقادر این قطعہ گفتہ شد

آمدی پور مبارک در جہان تا جہان عمرے جانی بزی
چون بشارت داد شاہ محی الدین از طفیل قطب ربانی بزی
نام عبدالقادرت ہم شد ز غیب از قبول شاہ گیلانی بزی
سال تاریخ تولد ہا تف بگفت سید عبدالقادرِ ثانی بزی

روزے وے در نود داند سالگی بنماز عید آمد بنحافتِ بسیار، مرا گفت بعمر آمدم بنود لیکن برائے تو بدین حالے کہ می بینی رسیدہ ام آن روز ہم عنایتہا فرمود۔ وے مرا سخت دوست داشتے۔ و وے معتقد من بود و من معتقد وے۔ وے در ماہ ربیع الآخر بعرس حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہٗ بامروہہ برفت و بیمار گشت در آن وقت جمعے عزیزان مثل سید عبدالحکیم و شیخ فاضل امروہگی (امروہوی) و شیخ عبداللہ گجراتی و شیخ کرم علی دانیالپوری بوے آمدند تا سخنے ازین راہ بشنیدند۔ گفت ہاں اے دوستان شمارا باید کہ از ما قطع نماید و با او سبحانہ مشغول باشید و بنامرادی خوکشید

(کیند) ودرآن اثناء مثل این اشعار خواندن گرفت

نامرادی را بجان بر بستہ ایم　　خدمت غم را میان بر بستہ ایم

وآن دوستان وے را ہر چند نگاہداشتند (بہ امروہہ) نماند وگفت عرس را دیدم و سنبھل آمد۔ بیماری برافزود ویکے از یارانِ مقبولِ وے شیخ اسحاق نام گوید درآن شبے کہ وے خواہد رفت من حاضر بودم، دیدم کہ اُو از روے ذوق وحال این ابیات استادمی خواند

عشق سودا گر بنودے در میان　　کوے دلبر کس ندیدے در جہان

من ہمان دم کہ وضو ساختم زچشمۂ عشق　　چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست

و درآن زمانے یار دیگر گفتن گرفت کہ از شیخ اندرین وقت وصیتے بخواہیم۔ دیگرے گفت ازین حال این چنین حرف زدن ترک ادب است چہ انچہ رسیدنی بود بمار سیدہ۔ شیخ چشم وا کرد وگفت۔ یاران خدا خدا و ہر کہ بطرف غیر رفت ہلاک گشت۔ یاران دیگر ہم بروے حاضر بودند ہمہ محظظی ومسرور گشتند۔ ہمہ را احوالے نیک پیدا آمد ووے باذوق وشوق برفت در بست و یک ربیع الآخر از سال ہزار وشصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۲۸ر دسامبر ۱۶۵۷م) ونعش وے را با سرور وذوق خوش آوردہ در باغِ وے مدفون ساخت۔ من چون رفتنی وے را پیش (شیخ) خود بہ دہلی شنودم، این بگفتم

قطعہ

وفاتِ شیخ آدم چون شنفتم　　دُر اشک از سر مژگان بسفتم

پس آنگہ سال تاریخ وصالش ولی اللہ شیخ آدم بگفتم

وبشیخ خود گفتم، شیخ من خوش گشت وگفت نیک گفتی ومناسب حال وے گفتی۔

ازآن چہار عزیز احوال سید عبدالحکیم وشیخ فاضل بجاے خود خواہد آمد۔ امّا شیخ عبداللہ

گجراتی مردے فاضل بود واہل این کار۔ وقتے وے خواستہ بود کہ در سنبھل توطن

اختیار کند لیکن سرانجام نیافت۔ من درآن وقت بوے آشنا بودہ ام بمن اخلاص

دوستی نیک ورزید۔ آخر از (سنبھل) مرادآباد آمدہ اقامت اختیار کرد (وقتے)

من بمرادآباد شدم کہ صبیۂ مُلّا حاجی محمد مرید شیخ احمد سرہندی اہل خانۂ وے رفتہ

(بود) مُلّا مردیست نیک معاملت وغریب وموفق۔ من باوے بسیار آشنا ام۔

وقتے آن شیخ عبداللہ بدہلی رفت وازانجا بازمی آمد بکشتی نشستہ چون ایّام طغیان

آب بودند کشتی بشکست ووے باہمہ اہل کشتی اِلّا یک تن غرق شد در سال ہزار و

شصت ونہ (۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹م)۔ امّا شیخ کرم علی دانیالپوری مردیست صاحب

سماع مطبوع ونیک معاملت۔ وے مرید شیخ اللہ بخش لاہوری است ووے مرید

شیخ نظام تہانیسری۔ وے گوید کہ وقتے شیخ نظام وشیخ اللہ بخش وجمعے درویشان بلخ

رفتہ بودہ اند درآن جا یکے از مشائخ وقت وفات یافت ووصیتش این بود کہ مردے

بچندین صفات کاملہ موصوف باشد نمازِ من بگذارد تا برسر جنازہ وے مشائخ بسیار و

خلفاے روزگار جمع آمدہ شیخ نظام را اختیار کردند۔ شیخ برخاست وشیخ اللہ بخش را

اشارہ کرد کہ وے بجا آورد، ازین معنی ہمگنان گفتن گرفتند کہ ماہا شیخ نظام را

بامامت قبول کردہ بودیم ووے مرید خود را با این امر خطیر تجویز کرد وجہ چیست؟

شیخ گفت وے بچہار وجہ افضل از من افضل است۔ اوّل آنکہ وے سید است و من نہ، دوم وے عالمست و من نہ، سوم وے حصور است و من نہ، چہارم وے در وطن منزوی بودہ است کہ از زاویہ خود ہیچ گاہ قدم بیرون ننہادہ بود (است) و من این حالت ندارم۔ ہر ہمہ پسند کردند۔

میر محمد مراد بدخشی

وے سید است از اکابر زادہ ہاے بدخشان، مرید خواجہ خاوند محمود است در سلسلہ نقشبندیہ۔ صاحب معنیٰ و وارستہ و آزاد۔ معاملت خود را در خاکساری و بے تعینی در پوشیدہ و اندران حالت خمول و گمنامی سخت عمر خود بآخر رسانید۔ گویند اوایل وے را اندر دبیرستان جاذبہ (الٰہی) رسیدہ۔ دیوانہ وار بکوچہ و بازار و صحرا و کوہسار گردیدن گرفت۔ وے را در گرفتند و زنجیر در پا کردند آن ہم وے را سودمند نیامد و بہ ''میر دیوانہ'' اشتہار یافت۔ در ایام شباب چون وے را بنابر مصلحت خواستند کدخدا سازند۔ از آن جا گریختہ بہندستان آمد۔ خواہرزادۂ وے پیش اکبر بادشاہ سہ ہزاری منصب داشت، وے را بحیلہ در تقریبے بحضور بادشاہ برد و حقیقت وے عرض کرد۔ بادشاہ گفت ''میر دیوانہ'' چند گاہے باما باش و بفراغ دل عشرت نمای۔ وے گفت بادشاہ ازین عیش و عشرتے کہ من دارم کدام مہ است

گر چہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم — گر بآب چشمۂ خورشید دامن تر کنم
من کہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست — کے طمع در گردش گردون دون پرور کنم

ازآن جانیز برجست ودرلباس قلندرانہ بملک دکن رفت۔آخر سیر کنان بسنبھل آمد وصحرای آن راخوش کردو بزپشتہ کہ مشہوراست بنام مغل مابین سنبھل وامروہہ جاے است نیک خوش ومقامے بس دلکش دوسہ سال آن جا گذراند۔پس ازآن درشہر سنبھل رسید ودرجاے کہ متصل بدروازۂ بداؤنست نزدیک بچلۂ شیخ فرید سکونت اختیار کردہ ویک قرن بیش درآن مقام بسر برد۔عمروے بصد سال کشید آخر ہانمازنشستہ گذاردے وغیر از جانِ پاک ہیچ بشر(شے) نداشتے و شبان روزے خودرااندرآن جاوا گذاشت۔وے باہمہ آشنابودواز ہمہ بیگانہ۔ طریقۂ وے طریقۂ باہمہ بودن وبے ہمہ بودن بود۔بحسب ظاہراز روے معاملت درغیرت بودوبحسب باطن ازراہ غیب درحیرت بود۔ظاہردرافتادۂ فرق بود وباطن وے اندرجمع الجمع غرق۔آثارنسبت نقشبندیہ اینست۔چنانچہ در'' رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ، می فرمودہ اند۔کہ درنسبت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم درمَلا صورت تفرقہ بیشتر ظاہرشودسرآنست کہ این نسبت محبوبیست ہرگاہ محبوب رابخلوت خوانی درحجاب شود۔انتہیٰ۔

محمد مرادروشے (دارد) کہ اگر کسے چیز کے بوے فرستادے، گرفتے خواستے نخواستے۔وبار دیگر فرستادے اِبا کردے کہ نفس عادت نپذیرد وخطرہ بانتظار سرنکشد۔ہمین طور بعضے اغنیا خواستے وادرارے وے معین نماید، وے قبول نداشتے۔من درآمد وشد وے رابدیدمے وے مرانیک پرسیدے والطاف و عنایات فرمودے وشیخ مرانادیدہ باخلاص یادآوردے وسخنان این راہ بمیان

آوردے ورفتے آنچہ رفتے۔ وے سحر ہا کہ قرآن مجید بآہنگ مخارجت خواندے من از زاویۂ خود سہ پرتاب تیر شنودے ووقت من خوش شدے۔ درآخر ہا خمیدہ پشت دریکجا گذراندے از گرد وپیش وے می باشیدہ گفتند۔ آخر مارا چہ خواہد بود، دریاب ویکے برگوی'' گفت

من بچندین آشنای میخورم خونِ جگر آشنا را حال رسوائی بر بیگانہ

پس از آن یکے را از دوستان، قلندر نام بطلبید وگفت۔ مرا برنشان وبازوے من بگیر تا بنشست بحضور وآگاہی سر بسجدہ برد وبرفت، ہشتم ماہ جمادی الاولی از سال ہزار وشصت وپنج (۱۰۶۵ھ/ ۵/ مارچ ۱۶۵۵م) وقبروے بجاے مسکن ویست[1]۔ من این قطعہ در تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون محمد مراد صاحبدل زبدۂ زمرۂ صفا کیشان
رفت وتاریخِ فوتش از سر صدق گفتہ شد ''مُرد میر درویشان''

۱۰۶۵ھ

شیخ حاجی محمد نگینہ

وے درعلوم ظاہر وباطن شاگرد شیخ شہباز بھاگلپوری است۔ صاحب احوال صافیہ واطوار سنیہ واندرین طریق مستقیم وے باچندے از تلامذہ نشستے وعلوم دینی را ببیانِ وافی درس گفتے ودرطور فقرا حرف زدے واشتغال باطن را در پردۂ تدریس

---

[1] مزار آن بمقام چلہ شیخ فرید قدس سرہٗ است در سنبھل۔

پنہان داشتے چنانچہ مقرر است کہ اہل نسبت باطنی را قبا بے بہتر از صورت طالب علمی ہیچ نیست۔ وفاتِ وے در سال ہزار و شصت و ہفت است (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) وقبر وے در نگینہ۔ من وے را در مسجد جامع سنبھل دیدہ ام۔ سخنان این راہ نیک بمیان آوردے شیخ مرا نادیدہ باخلاص ومحبت پرسیدہ واز احوال استاد خود و از مبادی احوالِ خود سخنان گفتے وصحبتے خوش بمیان گذشتے۔ وے بر علم و دانش خویش وضع تواضع و نیاز و شکستگی غالب داشتہ و بر مولویت وقرائ وے نسبت کیفیت واحوال وے در فوقیت بود

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے بندہ، اعیانِ بخارا، خواجۂ نساخ را

و وے را حوصلہ بود بس بلند و واسع کہ ہر چند ابواب مکاشفات بروے کشودے، وے ہیچ اظہار نہ نمودے۔ وے بکمال حالتِ جذبہ، استقامت تام اندر شریعت داشتے۔ قول بزرگانست

یا ربم ملک استقامت دہ کاستقامت ز صد کرامت بہ

و ہر آئینہ این مشرب، عالی تر و صاف تر از انست کہ در اندک کیفیتے خود را از مرتبۂ عبودیت فرا تر کشیدہ، دم از مستی و انانیت می زنند و شطحیاتِ بے محابا بہ بانگِ بلند می گویند۔ شیخ من گفتہ کہ شاہ کمال کیتھلی صاحبِ جذبہ وتصرفِ قوی بودہ اند و نام ایشان در سلسلہ قادریہ اندرین کتاب خواہد آمد، روزے در جاے بول می کردہ اند، اتفاقاً اندران زمین خاکِ یکے از مجاذیب وقت بودہ است وز آن جا آواز برآمدہ کہ ''ہوں، ہوں'' ایشان از روے غضب فرمودہ اند کہ باش باش ہنوز این

انانیت ''ہوں ہوں'' از تو نرفتہ۔ در ''نفحات الانس'' می آرد کہ مولانا شمس الدین تبریزی در تاریخ سنہ اثنین واربعین وستماۃ (۶۴۲ھ/ ۱۲۴۵م)، در اثناء مسافرت بقونیہ رسید و در خان (خانہ) شکر ریزان فرود آمد و خدمت مولانا جلال الدین[1] رومی در آن زمان بتدریس علوم مشغول بودند۔ روزے با جماعۃ فضلا از مدرسہ بیرون می آمد و از پیش خان (خانہ) شکر ریزان می گشت خدمت مولانا شمس الدین پیش آمد و عنان مرکبِ مولانا را گرفت و گفت۔ ''یا امام المسلمین! بایزید بزرگتر است یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا گفت از ہیبت آن سوال گویا کہ ہفت آسمان از یکدیگر جدا شد و بر زمین ریخت و آتش عظیم از باطنِ من بر دماغِ من زد۔ و از آن جا دیدم کہ دودے تا ساق عرش بر آمد، بعد از آن جواب دادم کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید ''ماعرفناک حق معرفتک'' وابویزید می گوید۔ ''سبحانی ما اعظم شانی و انا سلطان السلاطین'' نیز گفتہ است، گفتم بایزید را تشنگی از جرعہ ساکن شد، دم از سیرابی زد و کوزۂ ادارکِ او از آن پر شد و آن نور بقدر روزن خانہ او بود، امّا محمد مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم اِستسقای عظیم و تشنگی بسیار بود و کہ سینۂ مبارکش بشرح ''الم نشرح لک صدرک و ارض اللہ واسعۃ'' گشتہ بود، لاجرم دم از تشنگی زد و در ہر روز در استدعاے زیادتی قربت بود۔ مولانا شمس الدین نعرہ زد و بیفتاد، مولانا از شتر

---

[1] مولانا جلال الدین رومی ابن سلطان العلماء بہاء الدین محمد بن حسین الخطیبی۔ ولادت ۶۰۴ھ/ ۱۲۲۸م، وفات ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۴م در قونیہ۔

فرود آمد و شاگردان را فرمود تا او را برگرفتند و بمدرسہ بردند تا بخود باز آمد، سر مبارک او را بر زانو نہادہ بود۔ بعد از آن دست او را گرفت و روان شد و مدّت سہ ماہ در خلوتے ''لیلاً و نہاراً'' بصوم وصال نشستند کہ اصلا بیرون نیامدند و کسے راز ہرہ نبود کہ در خلوت ایشان در آید۔ انتہیٰ۔

شیخ ابوالقاسم ردولی

وے عالم است بعلوم ظاہر و علوم توحید و معرفت۔ و یگانہ است در طریق تلبیس و اخفا۔ سالہا کتب متداولہ را درس گفتہ و افادۂ مستعدان نمودہ۔ مولد وے زمین مشرق است۔ وے چون منزویست آن جا کس نشناخت۔ من وے را در خانقاہ شیخ خود دیدہ ام و مدّتے ہم جوار گذرانیدہ۔ وے خود را بطور علماء ظاہر فرا نمودے بلکہ مخالف ایشان بودے و سخن اندر توحید سخت شگرف آوردے و غالب اوقات بحالت خمول و تحیر مشغوف بودے و مرتبہ استغراق و استہلاک داشتے۔ مشرب وے تسلیم و رضا بود۔ بعضے از علمائے ظاہر وے را بالحاد و زندقہ منسوب ساختے کہ حرف زدنِ وے نہ بر سنن سلوک مشائخ بود۔ وے از بد گفتن کسان ناخوش نگشتے و از نیک گفتن خوش نہ۔ و بر مائدہ خود کس را صلا و مرحبا نگفتے و بے گفت بر سفرہ وے ہر کہ از ارازل و اسافل خوردے وے را وے مخور نیز نفرمودے۔ از رفتن چیزش غم نبود و از آمدن شادی نہ۔ شمشیرے قیمتی از وے بدزدی رفت وے ہیچ نگفت و من دیدم کہ از آن ممر در وے سرِ مُوی فکرے و تردّدے نبودہ۔ نقل است کہ روزے

خادمے بخدمت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ عرض کرد کہ آن دو لعل کہ بادشاہ نذر شیخ فرستادہ بود گم شد شیخ از شنید آن، سر بمراقبہ فرو برد پس گفت الحمدللہ۔ تا بعد از مدّتے ہمان خادم باز بعرض رسانید کہ آن دو لعل در فلان جا یافتہ شد، این بار ہم شیخ سر بمراقبہ فرو برد و گفت۔ ''الحمدللہ''۔ چون از حقیقت دو مرتبہ الحمدللہ گفتن پرسیدند۔ شیخ گفت۔ چون لعل ہا گم شدند از آن مر در خاطر خود ہیچ تکلیفے و تردد دے نیافتم و چون یافتند خوش نشدم پس در ہر دو حال الحمدللہ گفتم۔ انتہی۔ ابوالقاسم باوجود آن حالت با فقرائے باب اللہ متواضع بود و با اغنیائے مستغنی برعکس مردم و گرچہ روش اکثر مردم این روزگار چنین واقع شدہ است کہ آن ہا را از کسب علوم (دینی) آن قدر علمے بہم سایند کہ (بدو) بدنیادارے آشنای پیدا شود و در مجلس وے بچرب زبانی و خوش آمد گوی امتیاز بہم رسد تا کارِ خود بمدعائے دل برآوردہ شود۔ حیف از آن جماعت کہ از حکم آیات قرآنی و احادیث نبوی (ﷺ) و اقوال بزرگان اغماض می نمایند و از آن جملہ آیاتِ کریمہ انیست کہ ''مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمارِ یحملُ اسفارا''۔ مولانا حسین واعظ در ''تفسیر حسینی'' در شرح این کریمہ از عارف روم این ابیات می آرد

گفت ایزد یحملُ اسفارہٗ — بار باشد علم کان بنود زہُو
علم ہائے اہل دل حمال شان — علم ہائے اہل تن احمال شان
علم چون بر دل زند یارے بود — علم چون بر گل زند مارے بود
چون بدل خوانی زحق گیری سبق — چون بگل خوانی سیہ سازی ورق

واز جملہ احادیث این دو حدیث است کہ ''العلماء انصار اللہ مالم یخالطوا بالا غنیاءِ و لو یخالطوھم فاحذروھم فانھم لصوص الدین۔'' دیگر ''من تواضع الغنی لِغناء ہٖ فقد ذھب ثلث دینہٖ '' در کتاب ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمودند کہ حقیقت عبادت خشوع و شکستگی و نیاز است کہ از شہود عظمت حق سبحانہ بروے ظاہر شود۔ این چنین سعادت موقوف بر محبت است و ظہور محبت موقوف بر متابعتِ ''سید اوّلین و آخرین علیہ من الصلوٰۃ اتمھا و من التحیات ایمنھا '' و متابعت موقوف بر دانستن طریق مطابعت پس بضرورتِ ملازمتِ علما کہ وارثانِ علوم دینی اند برائے این غرض می باید کرد و از ملازمت علماء کہ علم را وسیلہ معاش دنیوی و سببِ حصول جاہ گردانیدہ اند، دور باید بود و از صحبتِ درویشان کہ رقص و سماع کنند و ہر چہ باشد بے تحاشہ گیرند و خورند، اجتناب نیز باید کرد و از شنیدن سخنان توحید (وجودی) و معارفے کہ سبب نقصان عقیدہ در مذہب اہل سنت و جماعت شود دور باید بود۔ تحصیل علم برائے ظہور معارف حقیقیہ کہ بار بستن بمتابعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است، باید کرد۔ والسلام۔ در کتاب ''نفحات الانس'' است کہ ابو ہاشم شُریک قاضی را دید کہ از خانۂ یحییٰ خالد بیرون می آید، بگریست و گفت۔ ''اعوذ باللہ من علم لاینفع '' و خواجہ ابرار بحاشیۂ آن می نویسد کہ علم نافع آنست کہ مانع آید عالم را از صحبتِ اہل دنیا و موجب گریستن ابو ہاشم محبت خلق بود و شفقت کہ فساد علماء مستلزم فساد عامۂ خلائق می شود۔ واللہ اعلم۔ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند۔ از علمائے دنیا

کہ علم را وسیلۂ جاہ و تفاخر و زبان آوری ساختہ اند، چنان اجتناب نمای کہ آدمی از
شیر۔ گویند قرّ اے گران جانے کہ در صحبت دنیادارے بسر می برد۔ بر رغم یکے از
شکریان کہ بصفت جہل مرکب موصوف بود این حدیث برخواند کہ ''الدنیا جیفة
و طالبها کلابٌ'' معنی اش نہ فہمیدہ۔ آن جاہل گفت۔ آرے، طالبان دنیا
خود سگانند لیکن آن مُلّا کے کریان خوش آمد گویان کہ در صحبتِ دنیاداران بذوق می
گذرانند سگان اند (پس جیفہ خوردن) می مانند۔ وقتے من قُرّ اے را دیدم کہ در
صحبت اغنیا بمراد خاطر بسر می برد و خود را بطور آنان می سپرد۔ روزے بطریق
استفادہ از وے پرسیدم، معنی این حدیث را کہ در کلامِ شیخ ابن عربی آمدہ بود''
مقیم بجبلٍ لَهَبَطَ علی الله ۔ وے برآشفت و گفت موضوع است۔ باز
گفتم۔ این احادیثِ مشہورہ را چہ می فرمای کہ ''انا احمد بلا میم، و من
رانی فقد راء الحق، و من عرف نفسه فقد عرف ربه، و ان الله
خلق آدم علی صو رته'' تاہم برآشفت و چیز ہا گفت تا گفتم آیات کلام مجید را
بشنو و معنی آن برگوی ''وفی انفسکم افلا تبصرون، وما رمیت اِذ رمیت
ولٰکن الله رمٰی، وهو الاوّل والاخر والظاهر والباطن، و فاینما تو
لو فثمّ و جهه الله'' دیدم کہ معانی آن را برخلاف اعتقاد صوفیہ بعناد فرامی آرد و
بجنگ در پیش می آید۔ دست از صحبت وے برداشتم کہ گفتہ اند

جنگ ہفتاد و دو ملّت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

باز چون شنیدم کہ آن قرّاء مغرور فضائل خود گشتہ است و دامن مردے از مردانِ این راہ

رانگرفتہ وباین قوم صحبت نداشتہ۔ گفتم الحق الحق۔ وسخن ''نفحات الانس'' بیادم آمد آنجا کہ نوشتہ کہ شیخ الاسلام گفت فلاح نباشد مریدے کہ ذلِ استاد و پیر نکشیدہ باشد وقفاے وے نخوردہ باشد ولعنک اللہ او نشنیدہ (باشد) و بہ یرحمک اللہ برنداشتہ (نہ گفتہ) بود و بدرد نا کامی ارزندہ نگشتہ باشد۔ انتہیٰ۔ این مصرع در کلام خواجہ بیرنگ آمدہ مصرعہ

اے پیر من، بخدا ے من از تو بحق رسیدہ ام

روزے مرا قُرّ اے کہ بطمع حطام دنیوی ہندو پسرے را تعلیم می کرد و بر درِ وے خوشان خوشان ہمی رفت، روزگارے اتفاق ملاقات افتاد بوے۔ از علوم معارف وتوحیدِ شیخ امان اللہ پانی پتی[1] بمیان آمد و شیخ از کُملِ موحدین و محققین بود در یکے از تصانیف خود نوشتہ کہ اگر اہل روزگار طریقہ انصاف پیش گیرند، مقدمات وحدتِ وجود را بدلایل عقلی ونقلی خاطر تسکین کہ ومہ کردہ آید۔ وفاتِ شیخ در سال نہ صد و پنجاہ و ہفت (۹۵۷ھ/۱۵۵۱م) است۔ آن قُرّ ااُ شنامے غلیظہ بشیخ داد۔ من برآشفتم و گفتم کہ شیخ اکابر صوفیہ است واز توابع شیخ محی الدین (ابن) عربی و مولانا عبدالرحمٰن جامی و بر قدم ایشان رفتہ در سالہ ''لوائح'' مولوی را بہترین بیان شرحی گفتہ و دادِ علم توحید و معرفت دادہ، نمی ترسی از خدا کہ دوستان او را سبحانہٗ بدین قباحت یاد میکنی۔ وے از روے عناد گفت کہ در مادّہ سخن ابن عربی کہ ''سبحان من اظهر الاشياء وهو عينها'' شیخ علاء الدولہ گفتہ کہ این اعتقاد ہمانست کہ

---

[1] نام عبدالملک ولقب امان اللہ بود ابن عبدالغفور مصنف رسالہ ''اثبات الاحادیث'' وشرح لوائح جامی'' است

فضیلت شیخ (اشیاء) را عین وجود (الٰہی) دانند و دیگر نا گفتنیہا گفت چنانچہ عامہ خلائق بر شیخ اکثر طعنہ می زنند بر سخن ''مات فرعون طاهراً و مطهراً''۔ و بنسبت مولوی جامی گفت کہ ما معتقد حال وے نیستیم معتقد علم وے ایم۔ من گفتم کہ این انکار تو بہ نسبت اولیاء اللہ ہمانست کہ گویند شیخ عبدالقدوس[1] گنگوہی کہ از مشائخ کبار بودہ و صاحب وجد و حال و اہل کرامات و مقامات۔ روزے در سماع بود، زنانِ آن قصبہ بتماشا بر آمدہ بودند، چون شیخ را در مجلس رقص کنان دیدند، از آن میان پیرزالے گفت ''می بینند! این مرد پیر و ضعیف را کہ بواسطہ شکم، کج مج شدہ چہ طور می رقصد (خود را) قربان سازم اے شکم ترا کہ برائے تو چہ کارہائے نمی کنند'' و نیز گفتم کہ ہاں قُرّا ہم برین قیاس اعتقاد خود با دوستانِ خدا شناس

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گر چہ باشد در نوشتن شیر و شیر

مقرر است کہ محبتِ دوستانِ خدا ہمین محبت خدا است و این فضل الٰہی وابستہ بہ ہیچ علمے نیست و ہیچ آلتے نیست بدست اوست ہر کہ را خواہد بدہد و ہر کہ نخواہد ندہد

حَسَن ز بصرہ بلال از حبش، صہیب از روم زخاک مکّہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست

آخر چون دانستم کہ آن قُرّا ہم در صحبتِ جوان مردے (راہ خدا) نرسیدہ و نشیب و فرازِ این راہ ندیدہ و از نیز دست بر شستم کہ در ''نفحات الانس'' است سخن جوان مرد است جوان مرد باید تا جوان مرد بنید، ہر کہ جوان مرد را دید او را دید از ان کہ او نہ، اوست۔ انتہی

---

[1] حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی صاحب علم و عمل و عالم و صوفی بود۔ مصنف ''انوار العیون'' وفات ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸م

سید احمد غرب (غریب)

مرید سید عمر بیجاپوری است و اندر تصوف شاگرد سید حسین سورتی۔ با شیخ محمد فضل اللہ قادری و با سید محمود امروہگی (امروہوی) صحبت داشتہ و مرزوق گشتہ و از سید محمود سورتی اخذ طریقۂ نقشبندیہ نمودہ و بسیارے از مشائخ کبار دریافتہ۔ وے بزرگ بود با استقامت، اخلاق عظیم داشتے و مروت و فتوت عالی تر۔ وے بہ سخنانِ این طریق آشنائی تمام داشت۔ حدیث توحید و سلوک را در گفتے۔ با جمعیت صوری و معنوی بود۔ با درویشان و آیندگان نیک مدارا کردے۔ وے در شہر سورت سکونت داشتے۔ آخر الامر بآشنای رستم خان دکھنی در مرادآباد نزدیک بسنبھل آمدہ اقامت گرفت و در آن جا مردم بسیار بوے نسبتِ ارادت پیدا کردند و از صحبت وے بہرہ ور و مستفید گشتند۔ وقتے وے بدہلی شدہ است۔ و آن جا با شیخِ من آشنا شدہ است و اخلاص ورزیدہ و بصحبت متعدد رسیدہ۔ شیخ من از وے حکایت می کند و می فرماید کہ وے از خوبان بودہ۔ اولاً مرا با وے نادیدہ مفاوضات است از سر اخلاص و اتحاد۔ و سخنان این راہ بمیان آمدہ و اسولہ و اجوبہ حاوی بسخنانِ دقیق معارف فیما بین بظہور رسیدہ و تفصیل آن بدراز خواہد کشید۔ پس از آن من وے را دوبار دیدہ ام۔ مرتبۂ اوّل در روز بنائے فیروز پور۔ وے از مرادآباد رسیدہ و من از سنبھل۔ اولاً من وے را نشناختم نہ وے مرا۔ چون حرف و حکایت بمیان آمد، ہر دو دریافتیم و صحبت نیک در افتادہ۔ و آن فیروز پور سید فیروز بنا کردہ مابین سرسی

وسنبھل بر کنار دریاے سوت۔ چہ جاے خوشے دارد و چہ عمارت و باغ دلکش۔ این رباعی آنجا گفتہ شد

فیروز پور است یا کہ فردوس برین　　معمورۂ ہند گشتہ و فخر زمین
ہر قصر وے از قصر جنان دادہ نشان　　ہر باغ وے از باغ ارم بردہ رہین

مرتبۂ دوم در شب عرس غوث اعظم در امروہہ باہم بگوشہ نشستہ بودیم۔ وقت غایت خوش بود۔ آہستہ بوے گفتم ''سیدی حسبۃً للہ دعاے در کار من کن''۔ وے گفت ''من یاراے آن ندارم ترا باید کہ مرا دعا کنی''۔ من باز بوے ہمان گفتم ووے باز بمن ہمان۔ آخر بوے گفتم۔ دعاے کہ در آن مراد نفس نباشد و محض خدا را باشد ہر (گاہ سبب زیادت) شوق و محبت اوست سبحانہٗ و بے ریا است۔ پس وے گفت بدین نیت اگر دعاے بمیان آید چہ خوش است، تا رفت آنچہ رفت۔ در ''نفحات الانس'' است کہ یکے از پیران گوید اگر نہ آن بودے کہ او گفتہ کہ مرا بخوانید و از من خواہید (و نہ فرمودہ) ''اُدعونی استجب لکم۔ وما خلقت الجنہ والانس الایعبدون ''من ہرگز دعا نکردمے لیکن گفت و فرمود کہ بخواہ، می خواہم (وگرنہ، نخواستمے) شیخ الاسلام گفت۔ ''دعا۔ مذہبے نیست صوفیان را۔'' کہ ایشان حکم سابق را می نگرند کہ ہمہ بود نیہا، بود نیست۔ ابو حفص بغادروان، تا پاسے از شب (گذشتہ) می گفت کارے کہ بودہ است نابودہ چون کنم۔ ہمہ خلق برانند کہ چہ خواہد بود۔ حکم (حکمت) در آن است کہ چہ بودہ۔ شیخ الاسلام گفت این نہ آنست کہ دعا نباید کرد و ورد نباید خواند۔ من ہر شبان روزے ورد خود می

خواندم وآن دوبست فصل دعاست لیکن ہیچ چیز نمی خواہم۔ آن ذکر زبان بود فرما
برداری رانہ ہمّت (دعا) غیر آن (ہیچ نیست) ہم در ''نفحات الانس'' است کہ علی
بن موفق گفتہ۔ خداوندا اگر من ترا از بیم دوزخ می پرستم، در دوزخ مرا فرود آر واگر
بامید بہشت می پرستم ہرگز در آن جا جاے مدہ وفرود میار واگر بمہر می پرستم یک
دیدار بنمای۔ وپس از آن ہر چہ خواہی کن۔ انتہیٰ۔ چون سید احمد را وقت نزدیک
رسید، چندگاہ بس کسے را پیش خود راہ داد وپس بہ ہمان نسبت باطنی مستغرق بودہ
است کہ آن را فنا فی اللہ گویند وبرفت در پانزدہم ذی قعدہ از سال ہزار وشصت و
شش (۱۰۶۶ھ/ ۷ر ستامبر ۱۶۵۶م) وقبروے در پیش جامع مسجد مرادآباد
ہست۔ من در تاریخ وے این قطعہ گفتم

قطعہ

چون سید احمد اہلِ کمالات سلوک راہ حق بنمودہ بیشک
سفر کرد از سراے بے بقاے شدہ در باغ خلد آسودہ بیشک
بجستم از خرد تاریخ فوتش خرد گفتہ ''بہشتی بودہ بیشک''

۱۰۶۶ھ

میر محمد جان

وے مشہور بمیرک جان است۔ سید بودہ صاحب معنیٰ وپُر ذوق۔ دراصل وے از
ولایت بلخ است ودر آن جا نشو ونما یافتہ وبصحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ،

مرذوق بودہ از دیدار بزرگانِ صاحب آیات وکرامات۔ عمرے دراز یافتہ آخر بہندستان آمدہ۔ درفرید آباد دہلی سکونت گرفتہ وسالہا درآن جا گذراندہ وبمراد دل بسر بردہ واین رباعی چندمرتبہ از وے شنیدہ ام۔ ندانم از کجا درگرفتہ بود کہ بذوق می خواند۔ رباعی

گل گفت مرا ز باغ گلدستہ برید　　من نازک عالمم مرا رُستہ بُرید
در مجلس عاشقان اگر می طلبند　　گر بے ادبی کردم مرا بستہ برید

من وے را درسال ہزار وبست داند (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۰م) ہمان جا دیدہ ام ووے درہمہ مدّت برفتہ است از دنیا۔ پیرے بود خمیدہ پشت خداوندِ اخلاق وکرم وعلم وعمل۔ من نوجوان بودم، ملازمتِ وے می نمودم۔ وے ہمیشہ مرا ترغیب بصفت احسان وفتوۃ ومروت نمودے واز صفت ذمیمہ دل آزاری کہ بدترین صفاتست، منع فرمودے واین دو بیت خواندے۔ رباعی

در راہ خدا دو کعبہ آمد منزل　　یک کعبۂ صورتست ویک کعبۂ دل
تابتوانی زیارت دلہا کن　　کافزون بود ز کعبہ قلوب مقبل

شیخ سعدی گوید

باحسان آسودہ کردن دلے　　بہ از اَلف رکعت بہر منزلے

این بیت سید جان کہ شاعرے بود مشکل گوی برین میر محمد جان خوش می آید خواندن

اللہ اللہ ہر کہ بیند گوید　　جان سید شاہ ہر کہ بنید گوید

ومیرک جان راحت رسانیدن بدلہا را بمرتبہ رساندہ بود کہ بار ہمرہے برگردن خود

گرفتے وازین صفت خود درنگذشتے۔ خواجہ شیراز گفتہ

اگر شراب خوری جرعۂ فشان برخاک ازان گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

شیخ من گفتہ کہ روزگارے دو بزرگ باخود قرار دادہ بودند کہ ہر کہ پیشتر از دنیا برو
باید کہ خبرے از کیفیت آخرت بدہد و بگوید کہ درآن جا کدام عمل مقبول تر است
چون یکے ازآن برفت آن دیگرے بعد از سہ روز نزدیک بقبر وے رفتہ و متو
ایفای وعدہ برنشست بعد از ساعتے کاغذے پیچیدہ پیدا شد چون واکرد این بیت
درآن نوشتہ

چندین فنونِ شیخ نیرزد بہ نیم خس راحت بدل رسان کہ ہمین مشرب است وبس

حکایت دیگر بشنو از ''بوستان'' شیخ سعدی قدس سرہٗ۔ منظوم

یکے سیرتِ نیک مردان شنو اگر نیک مردی و پاکیزہ رو
کہ شبلی ز دکانِ[1] گندم فروش بدہ بُرد انبان گندم بدوش
نگہ کرد و مورے دران غلہ دید کہ سرگشتہ ہر گوشۂ می دوید
ز رحمت بروشب نیارا ست خفت ما وای او بازش آورد و گفت
مروت نباشد کہ این مور ریش پراگندہ گردانم از جاے خویش
درونِ پراگند گان جمع داد کہ جمعیت باشد از روزگار
چہ خوش گفت فردوسیٔ پاک زاد کہ رحمت برآن تربت پاک باد
میازار مورے کہ دانہ کش است کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

---

[1] درنسخۂ بوستانِ نویل کشوری این مصرعہ بدین طریق نوشتہ است۔ ''کہ شبلی زحانوت گندم فروش

اے دانائے ہوشمند زیادہ ازین چہ گواہی می خواہی کہ صاحب جہان و جہانیان علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات فرمودہ۔

''ادخال السرور فی قلب المومن خیرٌ من عبادۃ الثقلین''

نقل است کہ بعد وصال حضرت ابی بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) چون حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) برجائے ایشان نشست رضی اللہ عنہم۔ ہمہ اعمال شبان روزی ایشان را از اہل ایشان استفسار کرد۔ گفت چنین و چنان بود لیکن ہر روز بوقت زوال قدرے حلوۂ تر ساختہ بخلستان می برد۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) در درونِ کنجے مجذوبے نابینا، لب ہا ورم کردہ، جا ماندہ افتادہ دید، حقیقت معلوم کرد و نزد وے بہ نشست و گفت، دہن وا کن۔ وا کرد تا قدرے حلوا بدو انگشتِ خود در دہن وے نہاد، چون انگشت بلبہاش رسید گفت ''آہ ابی بکر از دنیا برفت'' گفت چون دانستی (کہ ابوبکر برفت) گفت ''وے ہر روزے قدرے حلوا را نبوک زبانِ خود می چسپاند و بدہن (من) می نہاد''۔ انتہیٰ۔

وافریادا کہ اندرین روزگار جماعتے از بے انصافان چند بہم رسانده کہ تکیہ باعمال (ظاہر) شریعت کردہ بیچارگان را دل آزارند و ازین معنیٰ اغماض دارند کہ در ضمن این کارہائے نیک نما چہ بلاہاست آلودہ و در میانِ این حلوا چہ زہر ہاست آمودہ آیا نمی دانند و نمی فہمند کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ہفت صد نماز مقبول بدانگے رود۔ عارف روم گفتہ

ابلہان تعظیم مسجد می کنند　　در صفائے اہل دل جوی می کنند

حضرت مولانا جامی در ''سلسلۃ الذہب'' می آرد

آنکہ شرع خدا ازوست تباہ[1] نیست گویا کہ سِرِّ شرع آگاہ
کردہ در کوی و خانہ و بازار شرع و دین را بہانۂ آزار
کار باطل کند بصورت حق برد از شرع مصطفیٰ رونق
می کند پایۂ شریعت پست تادہد مایۂ طبعیت دست
میر بازار و شحنہ شہرت شرع از واوز شرع بے بہرست
شرع را تیرہ سازد از نورہ قند را شیرہ ریخت در شورہ
کرد اسلام را وقایہ کفر کرد طبعش بلند پایۂ کفر
ساخت یکسان زنفس شور انگیز دین حق را تنورۂ[2] چنگیز
فی المثل گر یکے عوام الناس بفروشد سہ چار گز کرپاس
خالی از داغ، صاحب تمغا در ہمہ شہر افگند غوغا
اوّل از شرع دست موزہ کند زو سوال نماز و روزہ کند
سازد او را نکردہ ہیچ گناہ پشت و پہلو ز ضرب درہ سیاہ
کالہ اش را بگردنش ماند گرد بازار ہا بگرداند
بعد ازینش سوے عَسَس خانہ بفرستد برائے جرمانہ
تا ستاند عسس بچوب از وے بہر شحنہ بہاء شاہد وے
این و امثالِ این فراوان است کہ بران بدنہاد تا وانست

---

[1] عنوانِ این حکایت این است ''در مذمت آنانکہ شرع را بہانہ آزار مسلمانان سازند و کارہای باطل را در صورت حق پردازند''۔ [2] در سلسلۃ الذہب ''تبورۂ''

خصم دین شد بحیلہ و دستان — اے خدا داد دین از وبستان
شرع را خوار کرد و خوارش کن — شرم بگذاشت شرمسارش کن
خود چہ حاجت کہ من دعا کنمش — بر جگر ناوک وِغا زنمش
پیشتر زین ہشت صد و ہفتاد — بدعایش رسول دست کشاد
کاے خدا ہر کہ کرد نصرت دین — در دو کونش نصیر باش و معین
وانکہ خذلان شرع خواست امروز — دل و جانش بہ تیر خذلان دوز
خود چہ خذلاں ازان بتر کہ کسے — باغ رضوان بدل کند بخسے
روے در خلق و پشت بر مولیٰ — دین فروشی کند پئے دنیا
بدہد دین و دنیا اندوزد — شمع دین بہر دنیا افروزد

انتہیٰ

در ''رشحات'' است کہ مولانا سعد الدین کاشغری[1] فرمود قدس سرہٗ کہ طاعتِ او موجب وصول جنت است وادب در طاعت سبب قرب سبحانہ (کہ) کاملان مشائخ قدس اللہ ارواحہم برانند۔ می باید کہ باطن خود را صاف گرداند و بتصفیہ و تزکیہ مشغول گردد تا دوام مراقبہ دست دہد والّا ہر چہ از اعمال خود را بجاے آرد، آب در خائ زیادہ می کند مصرعہ

ہر چہ گیرد عِلّتی علت شود (انتہی)

گویند فقیہے بود مدرس اندر شہر لاہور، روزے غریبے نامراد مسئلہ حرمت مزامیر را

---

[1] وفاتِ آن ۷ر جمادی الاخریٰ ۸۶۰ھ بروز چہار شنبہ ۱۰ر مئی ۱۴۵۶ء بعد نمازِ پیشین

بوے می گذارند۔ درآن میان نام طنبور برآمد۔ مدرس پرسید ''طنبور چہ شکل دارد'' (آن غریب) نامراد گفت مثل کفچہ می شود۔ ازین حرف وے برآشفت، کتابے کہ درپیش بود برسینۂ این بے چارہ زد و بقہر گفت۔ ''اے نامعقول چیز کے حرام را بچیزے کہ طعامِ حلال از و برمی کشیدند تشبیہ می دہی''۔ آن نامراد عاجز از آن ضربے کہ بسینۂ اورسیدہ آہ برآورد و برخاست و برفت۔ شیخ سعدیؒ فرمود قدس سرہٗ

سرہنگ لطیف و خوش گفتار بہتر ز فقیہ مردم آزار
جاہل نادان، پریشان روزگار بہ ز دانشمند نا پرہیزگار
کان ز نابینای از رہ اوفتاد وین دو چشمش بود در چہ او فتاد

تلمیذ بے ارادت، عاشق بے زر، وروندہ بے معرفت، مرغ بے پر، وزاہد بے علم، خانۂ بے در، وعالم بے عمل، ودرخت بے بر، من عزیزے را دیدہ بودم کہ در بزرگی وشان ومعاملت انگشت نما بودہ است۔ میر سید فیروز گفت کہ من روزے در مجلس آن عزیز وے برآشفت وبقہر گفت۔ اے احمق مگر قدح (قدرِ خود) نمی دانستی کہ باین نام (صفت غرور) قبیح آب خواستی واین قبیح برسر تو باید زد۔ وہم سید گفت امیرے دکنی کہ بصفات مسلمانی و دینداری موصوف بودہ اند، اندر دیار خود۔ روزے برسر مائدہ طعام نشستہ بود خبر آورند کہ عزیزے صالح بدیدار امیر از ہندستان رسیدہ است و بردر نشستہ (میر اورا) بطلبید و برسفرہ بنشانید۔ در دکن رسمیست از مسلمانی کہ یکے طعام خوردہ از سر سفرہ برخاست دیگرے آمد بجاے او نشست وبخورد، ہم چنین تا آخر طعام موافق حدیث ''سور المومن شفاءٌ''

آن عزیز رسم آن جارا نمی دانست وے از طعام، طبقِ نیم خورد، ودیگرے (نیم) را از دست یکسو کردن گرفت۔ امیر بدید و برآشفت وگفت۔ ازین طعام بیشتر را چرا یکسو بگیرد مرغکے خوردہ بود یا سگکے؟ وبخدا م گفت این را برخیزانید و بدر ببرید۔ سرہنگان کشان کشانش از سر سفرہ بدر بردند۔ وہم از آن امیر بعضے مردم نقل می کنند کہ شبے درنماز بود و پسر خورد (خرد) سال وے را از شمع آتشے رسید وآن پسر پیش وے تمام بسوخت ووے نماز را نگذاشت۔

حافظ صالح تھانیسری

مرید شیخ عبدالحی تبتّی است ووے مرید شیخ احمد سرہندی۔ صالح است وصائم الدہر وحافظ کلام (مجید) مستقیم الحال، اخلاق نیکوان دارد با شیخ من آشناست وشیخ من وے را از راست کرداران ونیکوکاران می گوید من وے را از دی سال دیدہ ام وآشنا ام۔ دراوایل شنودہ بودم کہ در دست وے ریشے بودہ است دردناک وکرمہا اندر آن افتادہ ووے ہیچ کرمے را از آن ریش برزمین نینداختے وہم چنان با درد والم نیک درساختے۔ سخن وے قبول دارد و در ہر کارے ومہمے چنان کہ از زبان برآوردہ آنچنان شدہ۔ وقتے وے بہ نیت خیر برائے نفع اہل احتیاج بصحبتِ رستم خان دکنی بودہ است وآن امیرے بود خیر زمان کہ عالمے از و منتفع بودہ وبجمعیت صوری بل معنوی رسیدہ ووے باوجود مرتبہ سخا وجود متواضع ونیازمندِ فقرا بودہ۔ وقتے کہ وے قلعۂ ''دُرپور'' از دامنِ کوہ کمایوں فتح کردہ موسوم بہ ''رسول پور'' ساختہ بود۔

جمعے فقرا و صلحا آن جا آرزومند وے بودہ اند۔ در شب جمعہ و دوشنبہ ہنگامہ مولود خوانی گرم بودہ است و وے ہم تمام شب اندر مجلس مولود بادبِ تمام نشستہ بودہ است ہمدران مدّتے در زیر آن قلعہ پالہنگان ہنودان بفرمودہ وے میدانے را کہ تفرجگاہے وے بود نگاہبانی می کردہ اند۔ اتفاقاً شبے حافظ عبداللہ دہلوی غریب و نامراد و نادانستہ اندران میدان رفتہ و بخلا جا نشستہ پالہنگان حافظ را از پارہ (باڑہ) درو کشیدہ اند۔ ازین معنی جمعے حفاظ و مولودخوانان رنجیدہ اند و خواستہ اند کہ آن پالہنگان بسزا رسند۔ امیر گفتہ پالہنگان بگفتہ ما آن جائیگاہ را نگہبان بودہ اند۔ دران امر گناہے شان نیست بہتر آنست کہ تا درگذرید۔ آنان گفتند ہندوے کہ اہانت مسلمانے کند، او را سزا رسانیدن واجب است۔ ازین حرف امیر از مسند خود فروتر نشست و سرنگون کرد و گفت، انیک ما حاضرایم، ہر سزاے کہ رسانیدن است، برسانید۔ ازین اداے زیبیدہ وے ہمگنان آفرین ہا کردند و بعضے آب اندر چشم آوردہ گریستند و بر تواضع وے شکرہا کردم

تواضع ز گردن فرازان نکوست گدا گر تواضع کند خوے اوست

پس از آن امیر بقوت و تدبیر میر سید فیروز فتح لشکر ایران نمودہ، خطاب ''بہادر فیروز جنگی'' یافتہ، معزز ترین امراے شاہجہانی شدہ و سجع نگین خود این نمودہ کہ

بفتح لشکر ایران ز لطف شاہجہان شدہ بہادر فیروز جنگ رستم خان

بآخر در ہفتم رمضان از ہزار و شصت و ہشت (۱۰۶۸ھ/ ۲۵ رمئی ۱۶۵۸م) بجنگ اکبرآباد برفت از دنیا۔ من چون پیش ازین بدوازدہ سال و دہ سال و چند ماہ

باوے بودہ ام لشکری۔ وے مرا لطفِ بسیار کردے وہمراہ وے بے جمعیت نبودہ ام۔ در تاریخ وے این گفتم۔

قطعہ

چون بہادر رستم فیروز جنگ — عالمے در مدحتِ او لب کشود
در شجاعت رستم و سنان عصر — در سخاوت حاتم آفاق بود
ترکتازی کرد در میدان ہند — سرخرو گشت و بجنّت رفت زود
چون فریدے مرتضیٰ خان در جہان — داد، خورد و بُرد، راہ خوش نمود
سال تاریخ و فاتش عقل گفت — بُرد رستم گوے از میدانِ جود

ورفعت خان پسرش وعظمت خان پسر برادرش و چندے از وفاداران باوے برفتند۔ وقتے کہ آن امیر حاکم سنبھل بود یکبار بادشاہ فرمود کہ از سنبھل وے را تغیر کردہ بگجرات فرستند رجوع بحافظ صالح آورد۔ حافظ گفت بشرطیکہ مرا رخصت تھانیسر کنی۔ وے گفت آرے و در ہمان روز بادشاہ باز وے را بر حکومت سنبھل بحال فرمود و این واقعہ در اکبرآباد (بود)۔ یک بار دیگر ہم بادشاہ فرمودہ کہ سنبھل بشاہزادہ دہند و وے را در حضور بطلبند۔ این بار ہم رجوع بحافظ آورد و از توجہ حافظ بحال ماند۔ من ازین از دو بار واقفم۔ روزے شاہزادہ خواست کہ ما بحافظ آئیم یا حافظ بما آید، وے از ہر دو وجہ ابا نمود۔ روزگارے آن امیر میر سید فیروز را وکیل مطلق خود کردہ بود و عنان کار و بار سرکار باختیار وے سپردہ۔ وے آن زمان ہم بحافظ نیاز و اخلاص داشت و امروز زیادہ از انست۔ سید در اوایل مدّت ہفت

سال در ہوائے بفخان نام جوانے کہ بحسن و زیبای بے نظیر بود و بنغمہ سرای عالمگیر۔ از سنبھل برآمدہ وبلباس درویشان گذرانیدہ وعاشقی نیک ورزیدہ وعجائب وغرایب دیدہ ومن بفخان را دیدہ وسرود او شنیدہ بودم، والحق چنان بودہ است۔ روزے سید در ملک دکن بصحرائے خفتہ بود، پدر وے سید احمد در خواب لکدے بروے زدہ وگفتہ چہ خفتہ، برخیز وخبرِ آن جوان بگیر۔ سید برجستہ وجوان را درقید دنیا دارے نکوہیدہ کردارے یافتہ واز آن جا بقوت تہور ودلیری برآوردہ وبمراد دل صحبت ہا داشتہ۔ میر سید امجد بزرگ بود باہمّت وفتوت وصاحب اخلاق وکرم۔ وے طفائے پدرِ من بود ونسبت ہم جدی داشتہ چنانچہ در خاتمہ بیاید۔ پدرِ من گفتے کہ وقتے لشکری پنجاہ روپیہ از من قرض خواست من بطفای گفتم، پرسید کہ آن لشکری کجاست وچہ نام دارد وبے تامل بداد۔ من، لشکری وحاضران ازین ہمّت وے حیران شدیم وسید امجد در سنبھل از جمیع اطفال قبیلہ نسبت راقم حروف شفقت ومہربانی بیشتر فرمودے۔ روزے بزیارت ڈھاک شہید کہ دو فرسنگے از سنبھل است، رفت۔ سید فیروز پسر خود وسید جعفر پسر سید اشرف برادر خرد خود وشیخ خلیل پسر شیخ یحیٰ نانائے من ومن ودیگر خردانِ قبیلہ را با خود بُرد۔ سید فیروز از ہمہ کلان بود وما باہمہ ہم عمر ومرا بر اسپکے خوش سوار کردہ ودر گرد آن شہید چہ جائے خوشی بود وچہ درختان دلکش وغیر متعارف کہ کس نشناخت وآن روز در آمد وشد بخوشی وخرمی گذشت۔ وفاتِ سید امجد در دوم ماہ ذالحجہ از سال ہزار وبست داند (۱۰۲۰ھ/ ۲۶ر جنوری ۱۶۱۲م) است۔ وقبر وے در ناحیت دہودس۔ میر سید فیروز گفتہ کہ

روزگارے من با عبدالرحیم خان دکنی کہ پنج ہزاری نامدار و نیک کردار بود، بودم۔ ووے را عادل خان بیجاپوری صاحب مدار کردہ بود۔ پس از آن بتقربے وے را اسیر کردہ در قلعہ ہفتمی بیجاپور در زیر کوشک خود محبوس ساختہ و من در آن روز بہمین غربت (حرب) زخمی شدہ افتادم، چون بہ شدم از غایت دوستی کہ باوے داشتم تا شش ماہ در آن جا بودہ و تدبیر ہاے عجیب و غریب کہ زیادہ از آن مقدور بشری نباشد برانگیختہ۔ شبے وے را از آن زندان برآوردہ و بر دیوار قلعہ شہر رفتہ و در کنگرہ رَسنے بستہ و فرود آوردہ و از آبِ خندق پایاب گذراندہ راست بدولت آباد آوردم و وے بدولت و شوکت و جاہ ممتاز گشت و تفصیل این قصہ بس دراز است و درین کتاب کہ سخن بس بہ اختصار رفتہ این قدر کافیست۔ و ہم سید گفتہ کہ من در اوایل شبے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم کہ با کمال عظمت و دبدبہ از راہ دروازۂ بداؤں سنبھل بیرون می آیند و من از مردم استفسار آمدن آن حضرت می کنم، می گویند برائے دیدن مادرِ تو بی بی عائشہ می روند۔ کہ بر درِ من در زیر درخت املی آمدہ نشستہ اند و مادرِ من چادر سپید بر روے کشیدہ آمدہ و در قدم مبارک آن حضرت افتادہ و مرا نیز در انداختہ و آنحضرت دست مبارک خود بر سر پشت من و والدۂ من گذاشتہ اند و عنایات و الطاف فرمودہ۔ از آن روز سید بجمعیت صوری و معنوی از عنایت آن حضرت مشرف (شدہ) است۔ و مادر سید بصدق و راستی بودہ است و رسم قبیلہ پروری و خبر گیری را بکمال رسانیدہ۔ آخر در بست و چہارم رمضان از سالِ ہزار و شصت (داند۔ ۱۰۶۰ھ/ ۹ ستامبر ۱۶۵۰م) برفت از دنیا و وے

جدِّ (مادری) من می شود تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون ام المومنین دہز از دہر شدہ در روضۂ قدس تبارک
غریبان جامۂ جان چاک کردند بدردِ ماتمش ہر خانہ یک یک
ہمہ اخلاق او بودہ بعالم چو خُلق فاطمہ خیر و مبارک
چو پرسیدم ز دل تاریخ فوتش دلم گفتا ''بہشتی بود بیشک''

۱۰۶۰ھ

وامروز بہ سنّت وے است رابعۂ وقت۔ با غیرت وہمّت باطن و پیدا۔ (در) معاملت وسخاوت روشن وہویدا۔ ووے اہلِ سید فیروز است وخواہر من وہم از من ذکر باطن گرفتہ ومشغول است۔ (بعد رفتن سید فیروز) روزے تقریبے بوے گفتم کہ دراوقات غم قبضے کہ بتو لاحق می گردد بمن ظاہر می کردہ باشی تا بتدارک آن بقدر کوشیدہ آید۔ وے جوابے گفت کہ بآب زر باید نوشت کہ اعتقاد من مطابق اعتقاد ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام است۔ درآن زمانے کہ اورا در آتش انداختند جبرئیل علیہ السلام اندر ہوا گفت اورا ''ھل لک حاجۃ اِلَیَّ'' گفت ''بلیٰ اما الیک فلا'' باز جبرئیل گفت ''سل ربک'' ابراہیم علیہ السلام گفت ''حسبی سوالی علمہ بحالی'' خواجہ اسرار (خرد) گفت

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجتست

ازین مقولۂ وے بس خوشوقت گشتم ووے را از مقبولانِ خاص گردانیدم۔ میر سید فیروز دراوایل بآشنای من با شیخ من نادیدہ محبتے کردہ بود وازین راہ خود را اویسی

گفتہ۔ پس ازآن بصحبت شیخ من رسیدہ واز مقبولان خاص گردیدہ۔ سید (بمن) خاص گفتہ کہ وقتے وے بلاہور می رفت خواست کہ خواجہ خرد را بسر لاہور برد۔ وے فرمود من آزارے دارم وبعضے خُردان ہم بیمارند ازین ممر رفتن معتذر است۔ من از سرِ اخلاص از وے (اجازت) طلبیدم وگفتم خواجم آزارے شما ومتعلقان شمارا من فرومی کنم وشور بارا پختم ووے را نوشانیدم۔ برفوروے راصحت روے داد۔ من سواریٔ پالکی وبیل وخرچِ راہ پیش آوردہ وے را روان ساختم۔ بعدہٗ شنیدم کہ یکے از پسران ارجمندِ وے راپس از کدخدا شدن توقفے (وجع) روے نمودہ ازین سبب شبے برخاستم وسرِ نیاز بدرگاہ خدا آوردم وگفتم خداوندا من خود را درکار خواجہ فدامی کنم درین اثناء جوانے حلوائی شیر ومرغ را بنذر من آورد گفتم (دردل خود) این فلانے (بجاے) فدا شدنے من است وآن را ذبح کردم وخوارندم در چند روز آن پسر را فتح میسّر شد و ہمدران مدّت شیخ من از مطلوبِ خود کہ از دیر باز جدا ماندہ بود ملاقات نمود۔

وامروز سید (فیروز) مقرب ومعزز درگاہ بادشاہ وقت است وسخنان این راہ بے خار می گوید، نیک می فہمد ودر ہر رنگے کہ وے است نیتے راسخ ودرست دارد ویقینی است کہ در قبا پوشی وعبا پوشی واعمال ظاہر وباطن نیّت درست مطلوب است۔ حدیث اصح نبویست علیہ السلام ''انما الاعمال بالنیات''۔

گویند روزگارے دو تاجر باہم بہ بیع وشرای ہمسفری شدند یکے بخرید غلّہ ودیگرے بخرید چرمِ گاوان۔ شب پیش یکے از مشائخ کبار رفتند۔ وے از احوال ہر دو واقف گشت طالب غلّہ را طعام باخود خوراند ولطف بسیار نمود وطالب چرم را،

روندا د۔ ہر دو سودا ے خود گرفتہ برگشتند و بآن بزرگوار باز رسیدند این بار صاحب چرم را لطف فرمود و صاحب غلّہ را نہ۔ ہر دو بعرض رساندند کہ شیخا! اوّل مرتبہ سلوک بدان گونہ برفرمودند و این بار برعکس آن ظاہر شد، درین چہ سر است۔ گفت۔ وقت رفتن نیّت خواہندہ (غلّہ) چنین بود کہ پیشتر در آن سرزمین غلّہ ارزان باشد تا من بمراد گیرم و نیّت خواہندہ چرم کہ در آن دیار گاوان بسیار مردہ باشند تا مرادِ من برآید پس موافق ہر دو آنچنان پیش آمد۔ والحال نیّت صاحب غلّہ برین آمد کہ در دیار من غلّہ گران باشد تا فائدہ یابم و نیّت صاحب چرم کہ در ملک من گاوان نمیرند تا من منتفع شوم پس من مطابق نیّتِ شما عمل کردم ''نیّت المومن خیرٌ من عملہٖ''۔ مقرر است پدرِ من گفتے کہ شیخ فرید مرتضیٰ خان در وقتے کہ بخشی اکبر بادشاہ بودہ است، سید محمد محتسب دہلوی را کہ مردے بزرگ بود نورانی طلعت و در سال ہزار و ہفدہ برفتہ (۱۰۱۷ھ ۱۶۰۹م) از دنیا باکبر آباد طلبید کہ از نظر بادشاہ گذراند۔ شیخ (فرید) بوے شد و تعریف سید کردہ ہم در پیش آورد۔ ٹوڈرمل بیک دیدن طلعت سید معتقد گشت و از روے نیاز گفت سیدا! دعاے در کارِ من کن۔ سید دست بدعا برداشت و گفت۔ خداے تعالیٰ ترا مسلمان کند۔ شیخ ازین حرف اندیشمند گشت و گفت (در دل خود کہ خدا نخواستہ) برہم شو و ازین مر ہیچ خللے در کار من افتد۔ ٹوڈرمل بشیخ گفت ہیچ جاے پشیمانی نیست کہ نیت سید درست است ہر چہ پیش وے بہتر بود، براے من خواست۔ من خواہ قبول کنم خواہ نکنم۔ بزرگے فرمودہ

من آنچہ شرط بلاغست با تو می گویم　　تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

پس از آن دیوان ٹوڈرمل سید را بحضور بادشاہ بردہ فہم نیک نمودہ وزود با مقصود رخصتش فرمود۔

سید محمد سرسوی

وے بزرگیست با استقامت و معاملت وغربت۔ پیوستہ با اوراد و وظائف در زاویۂ خود مشغولست۔ آثار و برکات از وے ظاہر است۔ گاہ ہا مرا بقدم خویش خورسند می سازد و مہر و شفقت بسیار می آرد۔ حالت شکستگی و نیاز از وے ظاہر است۔ در طریقۂ نیاز خواجہ شیراز گفتہ

در راہ ما شکستہ دلی می خرند و بس　　بازار خود فروشی آن راہ دیگر است

شیخ من در حالت شکستگی و خاکساری سخنان می گفت۔ در آن میان توجیہے تازہ در تفسیر کریمہ ''یقول الکافر یا لیتنی کنت تراباً'' گفت کاش خاک بودے و خاکساری خاصہ صفت مسلمانی است یعنی مسلمان بودے۔ سید محمد ہرگاہ کہ مرا بقدوم خویش خوشوقت میسازد و من بہ نسبت بعضے از بزرگان ادب و نیازے کہ دارم در دل می گویم، بمقابلہ دیگر بزرگان بہ نسبت سید ادب نگاہداشتن اہم است، صادق و راست باید بود باوے کہ وے بشرف دیدار خواجہ بیرنگ رسیدہ است۔

در ''نفحات الانس'' است کہ وقتے (علی) پندار (با) شیخ ابوعبداللہ خفیف بہ تنگی پلے رسیدند۔ شیخ ابوعبداللہ خفیف وے را گفت۔ پیش رو، اے ابوالحسن۔ گفت بچہ سبب پیش روم۔ ابوعبداللہ خفیف گفت کہ تو جنید را دیدۂ من ندیدہ ام۔

وہم درآن کتاب است کہ خلیفہ بغداد رویم را گفت۔ اے بے ادب۔ وے گفت۔ من بے ادب باشم؟ نیم روز با جنید صحبت داشتہ ام یعنی ہر کس کہ با وے نیم روز صحبت داشتہ باشد، از وے بے ادبی نیاید فکیف کہ بیشتر۔ سید محمد گفت۔ وقتے کہ خواجہ بیرنگ از دہلی آمدہ و در سنبھل بمنزل شیخ تاج الدین نزول فرمودہ بودند۔ من دوازدہ سالہ بودم جدِّ من سید مصطفیٰ کہ تربیت ظاہر و باطن (من) از ویست۔ مرا در حضور خواجہ بیرنگ بُردے و از دیدار منور ایشان روزی مند ساختے۔ روزے ایشان فرمودند کہ بزیارت قبور مشائخ این شہر باید شد۔ شیخ تاج الدین وجدِّ من اشارہ بشیخ کبیر کلہ روان نمودند۔ ایشان براسپ مشکی سر بلند سوار شدند و اکثرے از اکابر و اہالی شہر قریب بصد کس در رکاب ایشان بودہ اند و ایشان نزدیک روضۂ شیخ از اسپ فرود آمدہ در ایستادند و لمحہ مراقب گشتند و بعدہٗ نزدیک بقبر شیخ بہ نشتند و ساعتے مراقبہ نمودند۔ پس از آن جا برخاستند و بخوشوقتی تمام فرمودند کہ شیخ بس بزرگ است۔ درین اثناء شیخ عبدالشکور نبیرۂ شیخ کہ صاحب جذبہ و تصرف بودہ باشانِ قوی۔ وے در سال ہزار و بست داند رفتہ از دنیا (۱۰۲۰ھ/۱۶۲۱م)۔ پیش آمدہ و نیازمندی نمودہ، ایشان را بردہ بر بالاے چبوترہ نشاند و لطف و عنایت فرمود۔ وہم وے گوید کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا از جدِّ من پرسیدند کہ ترا چہ می شود؟ گفت۔ نبیرہ۔ دوات و قلم طلبیدہ سطرے چند نوشتہ و مرا در پیش نشاندند و فرمودند بخوان۔ من نیکو نمی توانستم خواندن۔ ایشان از اوّل تا آخر مرا خواندند و آن آنست کہ ''فرزند نور دیدہ ہمگی ہمّت برآن دار کہ ترا ہیچ

بایستنی در دل بغیر خدا سبحانہٗ نباشد، ہر چہ غیر حق سبحانہ دل ترا بخود مشغول گرداند از ''لا الــہ اللہ الا اللہ ''، گفتن آن چیز را از دل خود دور کردہ، باشی چنان (زندگی) کن کہ آن چیز را دشمن خود دانی، ہمیشہ از حق سبحانہٗ بنیاز تمام آن خواہی کہ بغیر خود ہیچ چیز گرفتار نگرداند۔ طہارت پاک ساز و در خلوت نماز گذار و سر بر زمین نہادہ از حق سبحانہٗ طلب کن کہ ترا در دل بندگان خاص خود راہ دہد۔ سعادت خیر این بدان کہ بندگان حق سبحانہٗ ترا در دل خود جاے دادہ از حق سبحانہٗ بطلبند کہ محبتِ خداوندرا در دل تو جاے باشد

ترا یک پند بس، در ہر دو عالم — کہ برناید ز جانت بے خدا، دم
اگر تو پاس داری پاس انفاس — بسلطانی رساندت (ہم) ازین پاس
تو مباش اصلاً کمال این است و بس — تو ز خود گم شو وصال اینست و بس

سید بدہ فرید آبادی

بزرگ است صاحب زہد و ورع و معاملتِ قوی، خُلق نیکو دارد و تواضع نیکوتر۔ عمرے دراز یافتہ۔ وے باز یادتی نحافت و کمی بصارت از منزلِ خود بمسافتگی مسجد جامع آن جا ہر روز می رسد و سہ، چہار نماز بجماعت می گذارد۔ و پس از نمازِ خفتن وے را دست گرفتہ بخانہ اش می رسانند۔ وے پیوستہ باوردا و وظائف مسنونہ وادعیۂ ماثورہ اوقاتِ خود معمور می دارد۔ من ہرگاہ بفرید آباد می شوم، وے را اندران مسجد می بینم۔ بر من لطف و عنایت می فرماید۔ (ہیچ وقتے) از وے سخنان

غیر ضروری نہ شنیدہ ام و وے را معطل از اعمال دینیہ و اشغال یقینیہ ندیدہ ام۔ صلوٰۃ التسبیح کہ از غرائب اعمال دینی است و مقتبس از احادیث نبوی صلی اللہ علیہ و سلم قال (ابن) العباس روایت است از ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس را فرمود۔ یا عباس، یا عماہ. الا اعطیک؟ الا امنحک. الا اَجُبُک (اَلا اُخبرک). اے عباس اے عمِ من آیا، ندہم ترا، آیا عطا نکنم، آیا خبر ندہم ترا الا افعل بک عشرَ خصالٍ آیا نکم بتو، دہ خصلت یعنی چیزے کہ بگفتم دہ خصلت است یعنی بیاموزم ترا چیزے کہ کفارت دہ (۱۰) نوع ذنوب گردد۔ اولہ و آخرہ ۔پس ترا عشر خصالِ (دادہ باشد) و آن قائم مقام دہ بار است۔ اذا انت فعلت ذالک غفر اللہ لک ذنبک (اولہ و آخرہ قدیمہ و جدیدہ خطاہ و عمدہ، صغیرہ و کبیرہ سِرّہ و علانیتہ) وقتے کہ تو بکنی آن را بیامرزد خدا ترا گناہ ترا (اولہ و آخرہ) گناہان کہ پیش ازین کردہ و گناہان کہ پس ازین خواہی کرد، گناہان کہ پیش و پس یکدیگر کردہ قدیمہ و جدیدہ گناہانِ کہنہ تو (گناہانِ جدیدۂ تو) خطاہ و عمدہ گناہان کہ بے قصد و نادیدہ و نادانستہ کردہ و گناہان کہ بقصد کردہ ''صغیرہ و کبیرہ'' گناہان خرد و کلان ''سرہ و اعلانیتہٗ'' گناہان پوشیدہ و آشکارا ''ان تُصلّی اربع رکعاتٍ'' و آن انیست کہ بگذاری چہار رکعت را'' تقراء فی کل رکعۃٍ فاتحۃ الکتاب و سورۃً'' می خوانی در ہر رکعت فاتحہ و سورہ از قرآن، ہر سورہ کہ باشد و شیخ جلال الدین سیوطی در ''عمل الیوم

واللیلة ''گفتہ کہ بخواند دروے ''الھکم التکاثر والعصر والکافرون والاخلاص، فاذا فرغت من القراۃ فی اوّل رکعة وانت قائم قُلت ''پس چون فارغ شوی از قرآت در رکعت اوّل وحال آنکہ تو ایستادہ می گوی ''سبحان اللہ والحمدللہ و الا الہ الااللہ واللہ اکبر'' خمس عشر مرۃً۔ پانزدہ بار و در روایتے ''لا حول ولا قوۃ الاباللہ ''زیادہ آمدہ۔ ثم ترکع وپستر رکوع می کنی فتقولہا وانت راکع عشراً پس می گوی این کلمات مذکورہ را وحال آنکہ تو رکوع کنندہ، دہ بار و دہ بار بعداز ''سمع اللہ لمن حمدہ و ربنا لک الحمد ثم سھوی (تھوی) ساجداً ''پس تر پایان می اُفتی برائے سجدہ۔ فتقولہا وانت ساجداً عشراً پس می گوئی این کلمات را در سجدہ دہ بار پس از تسبیح سجود (سجدہ) ثم ترفع راسک من السجود (سجدہ) فتقولہا عشراً پستر برمیداری سر خود را از سجدہ و می گوی آنرا دہ بار ''ثم تسجد فتقولہا عشراً پس تر سجدہ می کنی و می گوی آن را دہ بار بعداز ہر دو سجدہ (دو قعدہ) ''فذالک خمسٌ و سبعون فی کل رکعةٍ ''پس مجموع آن ہفتاد و پنج بار می شود در ہر رکعت ''تفعل ذالک فی اربع رکعاتٍ'' می کنی آن را در چہار رکعت دو تشہد این نماز بعد التحیات پیش از سلام این دعا آمدہ است

''اللھم انی اسالک توفیق اھل الھدیٰ و اعمال اھل الیقین و مناصحة اھل التوبة وعزم اھل الصبر و جد اھل الخشیة و طلب اھل الرغبة و تعبد اھل الورع و عرفان اھل العلم حتی القاک اللھم انی اسئلک مخافة

تحجرنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملاً
استحقق به رضاک و حتی انا صحک بالتوبة خوفاً
منک و حتی اخلص لک النصیحة حیاءً منک و حتی
اتوکل علیک فی الامور (کلها) و حسن ظنٍ یک
سبحان خالق النور."

ان استطعت ان تصلّی فی کل یوم مرةً فافعل"

اگر می توانی کہ بگذاری این نماز را در ہر روز یکبار پس بکن آن را۔ "فان لم تفعل ففی کل اسبوع جمعةٍ مرة" پس اگر نکنی تو در ہر روز پس بکن در ہر (جمعہ) ہفتہ یک بار" فان لم تفعل فی کل شهر مرة" پس اگر نکنی در ہر جمعہ پس بکن در ہر ماہ یک بار "فان لم تغل، ففی کل عمرٍ مرة" پس اگر نکنی در ہر سال پس بکن در عمرِ خود یک بار۔ رواہ "داوٗد" "ابن ماجہ" "وفی دعوات الکبیر" ورواہ "الترمذی" عن ابی رافع نحوی۔ بدان کہ مشہور و معمول در صلوٰۃ والتسبیح ہمین طریقست کہ مذکور شد و در روایت "ترمذی" از عبداللہ بن المبارک پانزدہ بار بعد از ثنا پیش از تعوذ و تسمیہ و دہ بار بعد از قراۃ تا آخر ارکان و بعد از سجدتین تسبیح نیست و مخیّر است کہ بیک سلام بگذارد یا بدو سلام و موافق مذہب امام اعظم (ابوحنیفہ) بیک سلام است۔ بدانکہ حدیث صلوٰۃ تسبیح را در جامع اصول از حدیث "ابی داوٗد" و "ترمذی" آوردہ و در روایتے نہایت در ہر سال یک بار داشتہ و در تمام عمر یک بار ذکر نکردہ مولف این حروف "ابن ماجہ" و "بیہقی" نیز آوردہ و در "حصن حصین" بروایت "ابی داوٗد" و "ابن ماجہ" و "مستدرک" و "حاکم" گفتہ و "صحیح ابن حبان" ذکر کردہ و بعضے محدثان را

درین حدیث سخنے است و ''ابن جوزی'' کہ وے نسبت بہ وضع از مستعجلان است آن زا در موضوعات آوردہ و نزد اہل تحقیق سخنِ ''ابن جوزی'' مردود است و بسیارے از علماء محدثین آن را تصحیح نمودہ اند و از زمانۂ سلف از تابعین و من بعد ھم الی یومنا ھذا معلوم و مشہور شدہ و مشائخ طریقت بدان وصیت کردہ اند و ''شیخ ابن حجر'' (اسقلانی) در تقویت و اثبات آن مبالغہ نمودہ و جملہ از آن در شرح مذکور است این جا این مقدارے کافی است۔ وللہ التوفیق۔ انتہیٰ

میر ابراہیم حسین

وے از خاندانِ شرافت نجابت است۔ مستقیم الحال بودہ۔ در معاملت وفتوت شانے قوی داشتہ۔ وے داماد خواجہ ابرار است بعد وفات خواجہ ابرار در مسجد جامع فیروزی سلوک صحبت داشتن بیارانِ این طریقہ و نماز گذاردن بجماعت، وے گرم داشتہ بود۔ بادشاہ صاحب قران ثانی از غایت دینداری و دیانت بروے تولیت مقبرہ ہمایون بادشاہ را بنام او کردو وے از راہ تقویٰ و پرہیز گلہاے باغ این مقبرہ را نہ بوئیدے و ہیچ میوہ و چیز ہاے اوقاف آنجا را خود نچشیدے و اقرباے خود را از آن نچشانیدے بل آب ہم از چاہ ہا آن باغ نخوردے و ازین مُمر سر بلند دنیا و دین گردیدہ بود و بپایۂ عزّت و وقار و عظمت و افتخار رسیدہ۔ وقتے بادشاہ وے را با چند سیپارہ کلام مجید کہ می گویند کہ بخطِ حضرت امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ و در یکے از حجرہ ہاے آن مقبرہ داشتہ اند بحضور خود در اکبر آباد طلبید و بادب و تعظیم آن را

برگرفت و ببوسید و کیفیت پرسید و باز حوالے بوے نمود و باعزاز رخصت فرمود۔ من آن سیپارہ ہاے را وقتے با شیخ خود خواندہ ام۔ باعظمت وشان قوی بر پوستے نوشتہ اند و آن خط بخط کوفہ مشابہت (دارد) والآن آن سپارہ ہا در آن مقبرہ ہست۔ منقول است کہ نصیر الدین محمد ہمایون بادشاہ صالح و عابد و عادل بودہ است۔ و با فقرا و مشائخ و علماء و درویشان بہ نیاز و محبت فرا پیش آمدہ چنانکہ رقعہ بشیخ حمید مفسر سنبھلی کہ بخط خود نوشتہ است حسن سلوک و اخلاق وے از آن معلوم می شود و نقل آن رقعہ در ذکر احوال شیخ اسماعیل خواہد آمد۔ نیز گویند کہ شبے آن بادشاہ بمحمد پیرم کہ وے را شیخ زین الدین کمانگر قدس اللہ سرہٗ کہ از مشائخ کبار بودہ گفتہ اند گفت ''پیرم'' وے متوجہ سخن نہ بود کہ وے را استغراق در گرفتہ (بود) بادشاہ بعنف گفت پیرم با تو می گویم''۔ حاضر شد و گفت۔ بادشاہ حاضرم لیکن چون شنیدہ ام کہ پیش بادشاہان محافظت چشم باید کرد، و پیش درویشان محافظت دل، و پیش عالمان محافظت (زبان)، عمل برین بجا آوردہ ام۔ بادشاہ از شنیدن این جواب خوشوقت گشت و تحسین فرمود۔ نیز گویند وقتے کہ آن بادشاہ از دست حوادث روزگار بحسب تقدیر کردگار بطرف ولایت می رفت روزے در منزلے گویندہ این دو بیت گفتہ

مبارک کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد
ہمایون منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد
ز رنج و راحت گیتی مرنجادل بشو خرم
کہ آئینِ جہان گاہے چنان گاہے چنین باشد

وے خوشوقت گردید و قبضے کہ داشت بجاے آن بسطے بدلش رسید ولعل قیمتی کہ در بازو داشت بگوینده بخشید ۔ بآخر بادشاہ از ولایت باز آمده بسلطنت ہندستان مستقیم گشت ۔ روزے بشنودن بانگ نماز برزینۂ بام درایستاده وعصایش بلغزید ووے درافتاده و برفت از دنیا درسال نہ صد وشصت و دو (۹۶۲ھ/۱۵۵۴م) واین مصرعہ تاریخ ویست مصرعہ

''ہمایون بادشاہ از بام افتاد''

من میر ابراہیم حسین رابسیار دیده ام ۔ وے صاحب نسبت قوی بوده است ۔ صحبت وے تاثیرے داشتہ ۔ وے را بآن شان ومنزلت گاہ ہا من می دیدم کہ سجاده رابر کتف انداختہ دروقت زوال گرما تنہا باحالت خمول بمسجد جامع فیروزی می آمد ۔ وفاتِ وے درسال ہزار و پنجا داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) وقبر وے نزدیک بقبر خواجہ ابرار مغرب روی ۔

شیخ اشرف دہلوی

مرید شیخ تاج الدین واز نیکوان بود ۔ جمعیت صوری ومعنوی داشتہ، طالب فقراء باب اللہ بود وخدمت وضیافت آن راموالع وبخوشوقتی روی بنان دہی داشتے واین کرامت وے بود چنانکہ شیخ سعدیؒ گفتہ

کرامت جوانمردی ونان دہی است مقالات بیہوده طبل تہی است

وے باشیخ خود حج گذارده است وروزگارے آن جا بوده وباز از آن جا مراجعت

وطن نمودہ۔ وے در اوایل با شیخ من محبتے نیکو داشتہ است و مدّت ہا ہم جوار گذرانده پس از آن کہ سعادت صحبتِ شیخ من مرا دست داد وے چون مرا در خدمت ومحبتِ شیخ من گرفتار دیدے حسد بردے وگفتے با دوستانِ خود کہ بنگریداین جوان را کہ چہ طورے در آمدی کردہ است۔ وقتے من از سنبھل بدیدارِ شیخ خود بدہلی شدم واز بیماری تپ مرا افاقہ دوم بودہ، در سرائے ڈاسنہ شنودم کہ شیخ احمد سنامی ووے بروضہ شیخ الہدیہ قدس سرہٗ ہستند، چہ شب عرس ایشان است۔ مرا ہوائے دیدن آن ہر دو غالب آمد بدان حالت خود را در آن مجلس رسانیدم وتمام شب در صحبت شان خوش گذرانیدم۔ روزانہ وے ومن ہم راہ روانہ دہلی شدیم وشیخ بجائے شد کہ معلوم نہ شد، ودر آن منزل وے از ماجرای احوال خود کہ در سفر حجاز وغیرہ دست دادہ بود، نقل ہائے غریب آورد۔ چون من بافاقہ سوم پیش شیخ خود رسیدم در مجلس شیخ من طعامے مرغن بمایدہ آمد، خوردنِ من آن طعام ہمان بود وبہ شدن من ہمان۔ چون شیخ اشرف بیمار شد وبیماری بلنگ وے چند روز کشید وبصعوبت انجامید، روزے شیخ من بعیادت وے رفت ومن ہمراہ وے۔ (دید کہ) حالت بیخودی داشتہ است۔ شیخ یوسف برادر خرد وے کہ مردیست نیک ودر اوایل ہا کہ من بعمر پانزدہ سالگی شیخ خود را ملازمت اوّل کردہ بودم وبعدہٗ جدا شدہ، وے تعریف شیخ بمن کردہ ومرا شوق غالب آمدہ واین حق ویست بر من ودر اثناء آن این دو بیتے کہ شیخ من در ایام خردی گفتہ است، برخواندہ ومرا محظوظ ساختہ

صوفیانند کہ مے را بسحر نوش کنند نغمۂ مطرب نو خاستہ را گوش کنند

آتش سوختہ دل را بنظر سرد کنند　　آب سرمازدہ راز آتش دل جوش کنند

القصہ بشیخ من گفتہ کہ اگر چہ وے بے خود است لیکن چون نام عزیزے را بگوش وے بلندمی گویند وے ہمین قدر می گوید ''جیو'' ''الحق'' (ہوالحق) چون نام شیخ من بگوش وے بگفتند گفت ''جیو'' ''الحق'' ہیچ شعورے بخود نداشت و برفت از دنیا در بست و یکم ربیع الآخر از سال ہزار و شصت و یک (۲۱ر ربیع الاوّل ۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱م)۔ برضاے شیخ من متصل بزینہ ہاے صفہ خواجہ بیرنگ وے را مدفون ساختند و شیخ من این تاریخ وے گفت۔ قطعہ

شیخ اہل طریقہ شیخ اشرف　　چون ز تقید جسم شد مطلق

سال و صلش مطابق واقع　　گفت ہاتف کہ ''شیخ بودالحق''

امروز شیخ بدھو، از یارانِ ویست، صاحب عشق و محبت و تالی قرآن و بمن سخت آشنا۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' وے در ماہ رمضان بیمار شد۔ یکے گفت۔ تو سخت بیماری چیزے بخور روزہ را قضا خواہی داشت وے گفت اگر مرا قضا برسد روزہ را کے قضا کند۔ در شب ہشتم بعد افطارِ روزہ باہوش تمام درود خوانان برفت از سال ہزار و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ/ مئی ر۱۶۶۱م) وقبر وے در فرید آباد است۔ و متصل بقبر شیخ اشرف قبر خواجہ محمد محسن مردیست کہ از دوستان شیخ من بود، فہمیدہ و سنجیدہ، وقتے کہ وے دیوانِ رستم خان دکنی بود در سنبھل من بوے نیک آشنا بودم۔ برمن لطف می نمود۔ در آن مدّت شیخ من در مکتوبے مرا چنین نوشتہ بود در جواب نیاز نامۂ من کہ (بندہ) از (اشتیاق) آن سرزمین (سنبھل) پُر است۔

حقا کہ خدمت وملازمت میان شیخ مرتضیٰ را آن قدر مشتاقم کہ تنہا اشتیاق ایشان کافی بود فکیف کہ مخدومی خواجہ محمد محسن آن جاہستند وآن برادر باجان برابر نیز آن جاست، اشتیاق آن سرزمین متضاعف است امّا حصول مطالب وابستہ بارادۂ الٰہی۔ انتہیٰ۔ وے بمن گفتہ وقتے کہ من در دہلی از خدمت خواجۂ خرد رخصت یافتہ باین طرف می شدم درخاطر من عبور کرد کہ اگر خواجہ تبرکے از تبرکات خواجہ بیرنگ بمن عطا فرمایند، چہ خوش گردد۔ این خطرہ تمام نشدہ بود کہ وے برخاست و اندرون رفت و جامہ دوتہی کہ چند بار ببدنِ مبارک خواجہ بیرنگ رسیدہ بودہ بیاورد، ومرا عطا فرمود۔ ازین عطیہ غیبی واز اشراق خاطر وے غایت خوشوقت شدم وشکرہا کردم

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

بآخر وے از معززان سلطانیان شد و برفت از دنیا در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱م) وقبر وے در جاے مذکورہ است۔

شیخ جلال سنبھلی

وے ہم مرید شیخ تاج الدین است۔ در اوایل وے بشیخ امجد سنبھلی صحبت داشتہ پس از آن بخدمت خواجہ بیرنگ رسیدہ واز ایشان طریقہ خواستہ۔ ایشان بصحبت شیخ تاج الدین اشارہ کردہ اند۔ وے صالح وتالی قرآن بود و مستقیم اندر معاملت ومشغول این کار۔ وے گاہے خود را بعنوان درویشے فرانمودے وبکار خود کارے

داشتے طریقۂ وے ستر واخفا بود، پیوستہ بزاویۂ خود بسر بُردے۔ وقتے کہ وے بصحبت شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم پسران شیخ امجد کہ ذکر ایشان بعد ازین بیاید، رسیدے من بزاویۂ شان درایام صباوے رابدیدے۔ طلعت نورانی داشت، مرا خوش آمدے و وے برمن لطف وعنایتے نمودے۔ وفاتِ وے درسال ہزار و بست و ہفت است (۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸م)۔ شیخ جمال الدین پسر وے امروز برقدم ویست۔ صالح وصایم ونیکومعاملت۔ مرید سید عبدالحکیم ہجریست۔ وے گوید کہ سید مرا گفت کہ مرا بمرید کردنِ تو، حضرت امام جعفر صادق بشارت دادہ اند۔ چون پس از مدّتے کتاب ''صحیفہ کاملہ'' از مولفات خاص حضرت امام زین العابدین از عزیزے بوے رسیدہ وبوردِ وے اشارہ رفتہ ہمانا اثر آن بشارت عالیہ خواہد بود کہ بظہور آمدہ است۔ عصمت اللہ پسر سید محمود امروہگی (امروہوی) کہ مردیست صالح، نیک نہاد، گوید کہ روزگاے من ہفت سال دردجگر داشتم گاہ با کارنزدیک بہلاکت می کشد۔ شبے دردہلی از حیات نومید گشتم، بخاطر آوردم۔ آزردہ گشتن روحانیت پدر آن از آزردگی فرزند امریست معروف۔ اگر از نسل آئمہ ہاے عظام می بودہ ام دستگیری واقع خواہد شد و گفتم امشب اگر از ایشان دستگیری شد، بہتر والاّ ہرگز خود را سید نہ گویانم، درین اندیشہ بخواب شدم، دیدم کہ صُفّہ ایست میانِ باغے و بزرگے برآن نشستہ و جمعے علماء وفضلاء در یمین و یسار وے و بکتابے کہ بدست داشتند مشغولند۔ من ہم مجموعہ رمل و نجوم وتکسیر و دعوت بدست دارم۔ آن بزرگ پرسید چہ کتاب است۔ بدست وے دادم، برکشاد، دید

وگفت این بہ ہیچ کار نمی آید، ہیچ نفعے نمی کند۔ گفتم پس چہ کنم۔ وے کتابے بدستِ من داد وگفت آن (این) کتاب بخوان، گفتم چہ کتاب است گفت صحیفۂ کامل امام زین العابدین۔ بمجرد این سخن بیدار گشتم، چون در عمر خود نام ''صحیفۂ کامل'' نشنودہ بودم بتفحص آن شدم آخر در کتب خانۂ تقرب خاں حکیم نشان یافتم لیکن گفتند وے بسیّیے نمی دہد۔ ماجرا را بہ رقعہ نوشتہ بوے دادم گفت صحیفہ دارم امّا بکسے نمی دہم گفتم من از فرزندان آئمہ عظامم واز حکم ایشان می خواہم اگر باور دارید بہتر والّا انچہ بمن فرمودہ اند بشما ہم غالبست فرمایند۔ گفت اگر چنین باشد بدہم۔ بعد از ہفتہ بردرے وے رفتہ طلب صحیفہ نمودم از اندرون بعینہٖ آن صحیفہ را کہ بخواب دیدہ بودم مرا فرستاد بہ نقل گرفتن وگفت مرا ہم معلوم شد کہ خواب تو درست است۔ من شکر بجا آوردہ بمطالعۂ آن قیام نمودم، از آن روز خفتے در مرض پیدا گشت دشروع بنقل برداشتن کردم لیکن چون نسخۂ اصل اصح وخوشخط ومحشی بود شغفے باو پیدا شد۔ ہر شب از حضرات آئمہ رضی اللہ عنہم بالتجاے عطاے نسخہ اصل بخواب می شدم تا شب نوزدہم در خواب دیدم کہ صحرائیست وسیع واندر آن صحرا قلعہ عظیم وعمارتے عالی و بارگاہ بادشاہانہ است۔ استفسار آن کردم۔ گفتند۔ دربارِ امام جعفر صادق است۔ داخلِ دروازہ شدم، دیدم کہ در ہر دو طرف پیرانے معمر سپید ریش۔ با عمامہ ہاے کلان خاموش نشستہ اند ہر چند التجا نمود کہ خبر رسانند مطلق کسے بحالِ من نمی پردازد، خطرہ سابقہ عود نمود کہ اگر از فرزندان ایشان می بودم این قدر تغافل نمی کردند درین اثناء سید حاجی محمد برادر خرد من کہ از دنیا رفتہ بود از اندرون برآمد از دیدنِ

وے منفعل گشتم وخود را درکشیدم گفت چرا ایستادی گفتم کس خبر نمی رساند۔ گفت فرزندان راخبر چہ درکار است بیا ودست من گرفتہ اندرون بُرد۔ جمعے غفیر دیدم از مردان وزنان وپیر وجوان واطفال از قبیلۂ سادات، نہ دیگر لیکن خاموش وکس بکس نمی پردازد۔ درین وقت بر دل اِلقا گشت کہ حضرت امام در حالت مشاہدہ اند از حجرۂ مردم بیرون برمی آیند ودر آن جماعت پدر وجد خود را نیز دیدم، چون توجہ ہیچ کس برخود ندیدم، برآمدم ودر خاص وعام بکتابت مشغول شدم درین اثناء غلغلہ برخاست وحضرت امام بنورانیتِ تمام برقع سبز پوشیدہ کہ غیر از چشمانِ مبارک از بدنِ شریف مرئی بنود برآمدند وبرکرسی نشتند۔ آن بزرگان بہر طرف از روے ادب درایستادند وکس رایارائے آن نیست کہ دم زند۔ من ہم آن جز بدست گرفتہ بہیبت تمام بیستادم چون وسیلہ نداشتم دلیری کردہ در پاے حضرت افتادم۔ بمسبحہ انگشت وسطی اشارہ بسر برداشتن فرمودند، مقابل ایستادم فرمودند صحیفہ چہ قدر نوشتہ، جز رابدستِ مبارک دادم وگفتم تا این جا نوشتہ ام فرمودند بنویس۔ بخاطر آمد آیا منع از راہ غضب است وہراس بہم رسید وفرمودند منقول عنہ بتو بخشیدم۔ باز در خاطر گذشت کہ مالک آن نسخہ تقرب خانست از بخشیدن حضرت چگونہ بملکِ من در آید۔ این خاطر تمام نشدہ کہ تقرب خان را حاضر کردند، بوے فرمودند کہ تو صحیفہ دیگر ہم داری این صحیفہ را باین فرزند بہ بخش۔ بعدہٗ بمن فرمودند این نسخہ چند دعاے دیگر ندارد، (از دیگر) خواہی نوشت۔ صباح آن ماجرا را نوشتہ بتقرب خان رسانیدہ ام وے گفت این بتو گذارندم۔ ملک فصیح کس وے بر پشت صحیفہ این

عبارت نوشت کہ بتاریخ دوم ماہ رجب از سال ہزار وشصت وشش بحسب اشارہ حضرات (آئمہ) این صحیفہ را تقرب خان بسید عصمت اللہ ہبہ کرد۔ وہم وے گوید کہ روز دیگر بتقرب خان گفتم کہ بطفیل شما باین نعمت مشرف شدم گفت منّت من ہیچ نیست۔ دہانیدند تا دادم و بعدہٗ از تربیت (ترکیب) خواندن آن صحیفہ تشویشے بخاطر می رسید تا شبے در خواب دیدم کہ جوانے سید زادہ می گوید، نہایت ختم آن بحصول مہمات دوبست باراست۔ بارے دیگر مرا در خواب گفتند کہ در ہشت روز دوازدہ ختم باید کرد وثواب آن را باروح طیبہ دوازدہ امام باید گذرانید۔ وہم وے گوید کہ وقتے در حالت بیماری صعب کہ شعورے ازین عالم نماندہ بود۔ بخواب دیدم کہ در صحرائے وسیع افتادہ ام وہیچ آدمی در نظر نیست ومرا تشنگی سخت در گرفتہ بناگاہ شخصے پیدا شد ومرا آب خورانده برخاستم بتفحص آبادانی ودر ہر طرف می گشتم تا دیدم کہ صُفّہ است مصفا وعالی وبر آن صفہ سلاسل بے شمار بطرز طناب ہا تا بآسمان رسیدہ در دیدن آن سلسلہ ہا شدم تا شخصے دیگر پیدا شد سلام گفتم واستفسار این معنیٰ کردم گفت این ہا سلاسل جمع مشائخ مختلفہ اند۔ این سلسلہ نقشبندیہ است واین سلسلہ قادریہ الی غیر ذالک۔ گفتم سلسلہ سادات ہم درین ہاست؟ گفت۔ ہست۔ گفتم بنمای۔ وے از آن جملہ مرا طناب ہائے بسیار نمود بعضے لک (گنجلک) وبعضے نیک بتفاوت فاحش۔ گفتم سلسلہ سیادت بندہ کراست۔ گفت۔ تشخیص (کن) گفتم این قدر اگر علم می بود از تو نمی پرسیدم وے رسیمانے تنگ نمود کہ این سلسلہ تست۔ متعجب گفتم آیا این طناب باتنہا رسیدہ است گفت آرے گفتم کہ چون در سیادت ہمہ برابر

اند لیکن این تفاوت چیست؟ گفت از راہ عمل وتقویٰ ومجاہدہ است۔ شما ہم این اعمال بجا آرید این طنات قوت می گیرد و گفتم اگر بفرمای من بالاے این تار برآیم وتماشای عالم بالا نمایم گفت حکم نیست کہ کس باین جسد بعالم بالا برآید و ہنوز وقت مفارقت جسد نرسیدہ۔ چون بیدار شدم در (مرضِ) خود خفتے دیدم و بعد سہ روز نیک بہ شدم۔ وہم وے گوید۔ وقتے در علاج مرض ادویہ می خوردم و بالاے آن شیر می نوشیدم لیکن ہیچ بہ نمی شدم تا شبے خواجہ خرد را بخواب دیدم۔ وے فرمود کہ آن ادویہ را با شیر آمیز و بخور۔ چون چنین کردم از آن مرض بالکلیہ خلاص گشتم۔

شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم سنبھلی

بزرگان بودہ اند، صاحب معاملت قوی۔ اخلاق عظیم داشتند و مستقیم الحال بودہ اند واہلِ علم وعمل وفتوت۔ شیخ فاضل، فاضل بودہ و عالم بعلوم دینی وعلومِ این قوم، مرید شیخ تاج الدین است وخواجہ بیرنگ را دیدہ است وصحبت داشتہ ومرذوق و بہرہ ور گشتہ۔ شیخ جمال الدین گفتہ کہ وے گفتہ کہ وقتے کہ من با شیخ خود بدہلی بودم گاہ ہا در صحت قدمگاہ مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہ در خاطر من خطور می کرد۔ روزگارے مراقبہ داشتم، در واقعہ دیدم مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم ومرا قدم مبارک خود بنمود و فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ ''قدم من انیست''۔ و شیخ عبدالکریم نسبت بپدر خود شیخ امجد درست می کند وے ہمیشہ بزاویۂ غربت و نامرادی گذراندے وبکسب مکتب داری مشغول بودے وشغل باطن را اندرین فن پوشیدہ

داشتے وسخن اندر شریعت درست می گفتے و در مکتب داری شانے داشتے بس قوی۔ در ''رشحات'' است کہ ''مولانا علاء الدین آبنیری می فرمودند کہ در زمان سلطان ابو سعید مرزا حضرت خواجہ عبداللہ قدس سرہٗ بَہَرے (ہرات) تشریف آوردہ بودند اوّل بار کہ بملازمت حضرت ایشان رفتم پرسیدند کہ کسی؟ و چہ کار میکنی؟ گفتم فقیرے ام از خادمان مولانا سعدالدین کاشغری و مکتب داریک می کنم فرمودند کہ مکتب داریک مگوی و (بہ) تصغیر نام آن مبر کہ مکتب داری کارے بزرگست بسے فضائل وفواید بر آن مرتب۔ انتہیٰ۔ شیخ عبدالکریم پیش از شیخ فاضل بچند ماہے در سال ہزار و سی داند (۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۱م) برفتہ از دنیا و پس از ان شیخ فاضل برفتہ و قبر آن ہر دو برادر حقیقی بر در شان است ہم پہلو۔ شیخ فاضل با وجود درس وافادہ علوم ظاہر شعر ہم گفتے این دو بیت از وے است

آویختہ زلفت کہ بچاہ ذقن است این — از بہر بر آوردن دلہا رسن است این

در زلف چلیپاے تو مسکین دل فضلی — آرام چنان کرد کہ گوی وطن است این

و وے قصہ عشق الماس با دوبے چند نیکو بستہ است اندر نظم و ''چند الماس'' نام کردہ مجملش آنست کہ الماس از قوم مغول بود متمول و مردانہ۔ روزے در سنبھل بدکانے بزازے بخرید پارچہ برفت۔ پسرِ بزّاز دوبے چند نام صاحبِ جمال بود، بروے عاشق شد و زہر چہ کہ داشت پاک بر آمد و دیوانہ وار در کوچہ و بازار ہمی گشت۔ در اوایل دوبے چند از راہ حیا تنگ دل می شد و می خواست کہ چارہ بر انگیزم کہ از دست وے خلاص شوم۔ روزے وے را گفت، برو از فلان کوہستان اسپ کوہی

ومشک نافہ، و پرچم، بیار۔ اندران کوہستان مسافر کم راہ یافتے خاصہ کہ مغول باشد۔ وے رفت وبمحنت بسیار خودرا براجۂ آن جارسانید وحال خودراوانمود۔ راجہ رادل بسوخت و چیز ہاے مذکورہ حوالہ بوے کرد و وے بیاورد و پیش دوبے چند داشت۔ دوبے چندواقرباش متحیر گشتند وشرمندہ تر شدند لیکن دوبے چند، اند کے لطف پنہانی نمودن گرفت اگر چہ بظاہر در تغافل بود

تغافل کرد یکچندے کہ کم گردد جنونِ من　　منش لطف نہان پنداشتم دیوانہ تر گشتم

روزے پدرِ دوبے چند بمرد۔ ہندوان ریش و بروت تراشیدند۔ الماس ہم تراشید ونعش بگرفت وبسوختگاہ بُرد وازین قسم بار ملامت صادقانہ بسیار کشید ولذّت بدنامی نیک چشید

گرت دل راست در عشق احترامے　　ز بدنامی نکوتر نیست کامے

آخر الماس محرم خانہ دوبے چند گردید وہمہ ہنود بروے مہر ورزیدند ووے طریقہ عشق بازی راسخت بکمال رسانید۔ درآن زمان وے نقش ہاے را بزبان ہندی بربستے و شادان شادان زمزمہ کنان بنام معشوق بسرائیدے و در کوچہ ہاے معشوق گردیدے۔ وقتے وے نقشے بربست بمضمونے کہ دوبے چند شادی کن وجشنے نمای کہ بخانۂ تو عالم چند آمد۔ ہمدرآن ایام بخانۂ وے پسرے متولد شد عالم چند نامش کردند۔ بآخر دوبے چند بمرد والماس بے خود درافتاد وہیچ نخورد وسوم روز را وے ہم رفت در سال نہ صد و ہشتاد داند (۹۸۰ھ/۱۵۷۲م) وقبر وے نزدیک بدروازہ بداؤں است۔ مندرس شدہ۔ پدر من گفتے کہ من در ایام صبا الماس را دیدہ

بودم کہ جمعے خردان از پئے وے تماشا کنان می رفتند و چیز ہا بخر دان خوراندے ونغمہ ہا و ابیات خواندے و رقص نمودے، زیادہ از انچہ گذشت، پدر من فرمودے۔ شیخ مرتضیٰ گفتے کہ دیوانہ دیگر ہم عاشقی زنے کشنیا نام بودہ است در سنبھل۔ روزے کشنیا گفتہ ''باؤرو بھیو ہے''۔ وہم شیخ مرتضیٰ گفتے کہ وقتے مسافر سرائچہ لاہوری سعد اللہ نام در سنبھل رسید۔ روزے بخانۂ من مہمان شد، بنا گاہ یکے نام ملہی بزبان بر آورد کہ او چودھری سنبھل بود۔ سعد اللہ آہ جگر سوز بر کشید و بلند گفت ''ہے ملہا'' پرسیدم کہ حال چیست؟ گفت۔ جوانے بودہ است ''ملہی'' نام از قوم ما بحسن و خوبی کدخدا شدہ، و وے را بعروسِ خود کہ ہم صاحب جمال بودہ محبتے مفرط پیدا گشت۔ وقتے وے ہمراہ اقربا بکسب تجارتے رفتہ بود و بعد مدّتے از آن جا باز می آید چون لاہور دو سہ منزل ماند جوان را دیدار شوق زن غلبہ کرد و از قافلہ جدا شد و تیز ترک روان گردید۔ نا گاہ آنزمان (راہ زنان) او را بکشتند۔ زن وے از آمدن قافلہ در شوق شوی، خود را بزیب و زینت آراستہ و منتظر وصال عاشق بل معشوق نشستہ بود کہ یکبار نعش وے بدرِ وے رسید از شنیدن آن زن را صبر برسید و بے خود از خانہ برآمد و ہر دو دست برداشت و فریاد برآورد و گفت ''ہے ملہا، ہے ملہا'' از دیدنِ آن حالت وے، من از خود رفتم و مدّتہا دیوانہ طور ماندم و امروز چند سال است کہ آن حال از چشم من نرفتہ و شیخ مرتضیٰ ہرگاہ این حکایت گفتے، بدرد گفتے و شیخ من این سخن از شیخ مرتضیٰ شنیدہ است ہرگاہ می گوید آن چنان می گوید کہ شیخ مرتضیٰ۔ پوشیدہ نماند کہ زمین سنبھل زمینے است معشوق خیز عاشق رنگ (انگیز)۔ ہر چند

ویرانہ ایست این شہر و من از اوان جوانی محنت عاشقیہا بسیار دیدہ ام و شربت عشق و محبت چشیدہ و تفصیل آن در این جا گنجائش ندارد۔

شیخ اسماعیل سنبھلی

وے سید است و سجادہ نشین شیخ حمید مفسر است، بفروتنی موصوف۔ وے بزرگ بودہ باشانِ قوی۔ در طریقت (طریق) استقامت یگانہ بود و در راہِ توکل قدم درست۔ وے بخانۂ اہل دنیا و غیر آن نشدے و بتعظیم ہیچ کس برنخاستے۔ اخلاق نیکو داشتے۔ بدرویشان و آئندگان مدار اورزیدے و پیوستہ در زاویۂ خویش زیستے۔ من بارہا بوے شدمے و از الطاف او بہرور گشتمے۔ خانہ وے نزدیک خانۂ من است۔ وفات وے در سوم ربیع الاوّل از سال ہزار و چہل و سہ (۱۰۴۳ھ/ اگوست ۱۶۳۴م) است و قبر وے پہلوے قبر شیخ حمید مفسر۔ امروز سید درویش محمد پسر وے بر قدم ویست۔ صالح و متوکل و با اخلاق و منزوی۔ منقول است کہ شیخ حمید خود را از قوم خلجی ظاہر می نمود۔ روزگارے وے بصحبتِ نصیر الدین ہمایون بادشاہ بودہ، ناگاہ وے را بازنے صاحب حسن محبتے پیدا شد و ہمراہ بادشاہ بکابل رفت و دران جا بادشاہ حقیقت حال بشنید، مہر ورزید و آن زن را بنکاح وے در آورد۔ چون بادشاہ باز بہندستان آمد وے را قریۂ چند در ملک داد، وے بسنبھل آمد سرائے (برائے) نشیمن گاہ خود بنیاد نہاد و مسجد و خانقاہ بساخت و مطالعہ تفاسیر و احادیث مثل تفسیر حسینی و مشکوٰۃ در پیش کرد۔ در آن مدّت ہر کہ بوے شدے، چند

تنکہ را یک بیڑہ قرار دادہ بوے دادے چون شکر کردے یک بیڑہ دیگر دادے تا سہ بار۔ ونیت وے اندر تعمیر برین بود کہ غربائے از وے روزی مند شوند۔ اکثر ے مردم بحسب ظاہر و باطن از وے مستفید بودند۔ گویند نسخۂ اکسیر بدست وے افتادہ بود۔ واللہ اعلم۔ ووے را با بادشاہ مفاوضات است۔ رُقعہ کہ بادشاہ بوے نوشتہ من دیدہ ام و نقلش انیست۔

''کہ بسیار خط می نویسم می ترسم کہ اکثر خط فرستادن شما را مکدّر تر نسازد غرض آنست کہ آن عزیز و شما از آن عزیز تر، چرا بہر جزوے کدورت باید کشید یا خاطر پریشان ساخت۔ واللہ کہ بائستیہائے این خود لائق این نیست کہ شما (برائے آن) مکدّر شوید شگفتہ باشید و خورم و خندان کہ حیف باشد و ہزار حیف۔ معلم نیست (کہ) چہ مقدر باشد تفرّج این عالم بے وفا کہ باین قدر بارِ خاطرِ اشرف عمر لطیف بقیل وقال این نوع امور ضائع شود۔ اگر این سخن در گرفت اثرش البتہ ظاہر خواہد شد و شگفتگی پیش خواہد آمد والّا پناہ بخدا، آنچہ خیر باشد نصیب شود، آمین۔ والسلام۔''

گویند در آخر (عمر) بر شیخ فقر غالب شد و نحافت بہم رسانید۔ آن زمان ہم وے را برداشتہ بصحبت فقرا می رساند۔ در مرض اخیرِ وے اہلِ وے پارچہ نفیس پیدا کرد، نظرِ وے بر آن افتاد، پرسید چیست؟ گفت۔ پارچہ است برائے کفن شما۔ گفت نے من فقیرم چون مردم در یکے بوریہ کہنہ پیچیدہ در گور کشند و این پارچہ را فروختہ صرف فقرا نمایند۔ ہم چنان کردند۔ چون وے محتضر شد باہل خود گفتہ کہ برہمہ

اعضاء من لفظ اللہ بنویس ہم چنان کردو برفت در ششم محرم از سال نہ صدو ہشتادو سہ (۹۸۳ھ/۱۴رمئی ۱۵۷۵م) و قبروے پیش مسجد وے است در سایہ چھپّرے۔ گویند وے را بارعایت شرع، میل سرود بسیار بودہ است۔ روزے قوالان پیشِ وے ترانہ ہاوخیالہا می گفتند۔ وے گفت یک دوسخن توحید ہم از آن سرود اگرمی دانید بگوئید واشارہ بکسے مترنّمے کرد۔ حاضران خوشوقت شدند۔ شیخ من گفتند، وقتے کہ خواجہ بیرنگ باکبرآبادمی رفتند۔ چون بزمین متھرا رسیدند، مرکب تندترک راندند وفرمودند، درین جابوے عشق می آید ازین سرزمین زودتر باید گذشت وجلدتر ازآن جابگشتند۔ ہمانا عشقے خواہد بود کہ محض بمجاز تعلق دارد اگرچہ باحالت توحید باشد وآن خودفروتر ازنسبت عالیۂ ایشانست۔ درملفوظ شیخ من کہ جمع خواجہ سلام اللہ پسر شیخ من است می آرد کہ مخدوم جہانیان نوشتہ اند کہ من درمبادیٔ حال سیر بسیار کردہ ام وہیچ شہرے وصحرائے نخواہد بود کہ برآن عبور من نباشد۔ روزے در دشتے درآمدم۔ دیدم آن جا قصریست منقش۔ چون درشدم غایت لطافت دیدم آن جا تختے بزرگ نہادہ اند وگرد آن تخت زنانِ صاحب حسن نشستہ۔ چون مرادیدند گریختہ پنہان شدند ومن برآن تخت نشستم۔ بعداز ساعتے بہ صورت سیاہے مہیب ظاہر شدوآمدہ برتخت نشست وخواست کہ برمن بارے (بادے) اندازد ومرا ہلاک سازد ومن نیز بوے متوجہ شدم کہ خراب شود۔ بناگاہ صورت مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شد ومرا منع فرمود کہ توجہ مکن و زود بیرون شو۔ چو بیرون برآمدم، دیدم کہ عزیزے سپیدریش بردر ایستادہ، من

سلام کردم ومصافحہ نمودم و پرسیدم کہ نام شما چیست ؟ گفت نامِ (من) خضر است و مرا خدمت این جا فرمودہ اند و این مرد سیاہ رنگ ''کشن'' است۔

شیخ تاج الدین بلگرامی

وے معروف است بسید ''تاجو'' صاحب احوالِ عظیمہ بود و وارستہ و آزاد۔ درصحبت وے فقرائے صاحب معنیٰ بودہ اند و اہل تجرید وتفرید۔ وے شیخ مرادیدہ است در دہلی وصحبت داشتہ ومجالس نیک بمیان گذشتہ وشیخ من وے را سخت نیکو می گوید ودر زمرہ این قوم فرا ترک می شمرد۔ من وے را در بلگرام دیدہ ام بس باشکوہ مرد بود، در حالت خمول وگمنامی ممتاز۔ ساکنان آن جا را در کار وے دو فرقہ یافتم۔ بعضے از اہل ظاہر بوے نیک نہ بودند وطعن می نمودند کہ وے در دائرہ شریعت قدم درست ومستقیم ندارد واکثرے از دایانانِ این قوم معتقدِ وے بود کہ مشرب وے مشربِ توحید بود واسع والطف۔ ووے با ہر دو طائفہ مدارا داشت بل با ہفتاد و دو فرقہ صلح کل می انگاشت۔ در ''نفحات الانس'' است کہ مولانا سراج الدین قونیوی صاحب صدارت و بزرگ وقت بودہ امّا با مولانا جلال الدین رومی خوش نبود۔ پیش وے تقریر کردند کہ مولانا گفتہ است کہ من با ہفتاد و سہ مذہب یکے ام'' چون صاحبِ صدارت بودہ خواست کہ مولانا را برنجاند و بے حرمت کند یکے از نزدیکانِ خود را کہ دانشمند بزرگ بودہ فرستاد کہ برسرِ جمع از مولانا پرس کہ تو چنین گفتہ (است) اگر اقرار کند او را دشنام بسیار بدہ و برنجان۔ آنکس بیامد واز مولانا سوال

کرد کہ شما چنین گفتہ اند کہ من با ہفتاد و سہ مذہب یکے ام، گفت۔ گفتہ ام۔ آن کس زبان بکشاد و دشنام و سفاہت آغاز کرد۔ مولانا بخندید و گفت با این نیز کہ تو می گوئی یکے ام۔ آن کس خجل شد و باز گشت۔ انتہیٰ۔ شیخ من در رسالہ ''نور وحدت'' می آرد کہ ہر فرقہ با فرقہ دیگر در نزاع و جدال است مگر اہل وحدت کہ ایشان با ہمہ یکے اند اگر چہ ہیچ کدام با ایشان یکے نیست۔ انتہیٰ

معشوقِ ما بمذہب ہر کس موافقست با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

طریقۂ سیدتا جو طریقہ ملامتیہ است امّا (و) از قسم دوم (سوم)۔ آنچہ خواجہ بیرنگ نوشتہ اند کہ اہل اللہ سہ فرقہ اند ''عباد و صوفیہ و ملامتیہ''۔ امّا (اوّل) ''عباد'' جماعتے اند کہ بصورت عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فرائض و سنّت و بہ نوافل عبادات و خیرات قیام دارند حتیٰ کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرو نگذارند و از اذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از ''عباد'' از اذواق ،مواجید صوفیہ بہرہ مند شد، داخلِ صوفیہ گشت و از مرتبۂ خود بر آمدہ۔ و (دوم) صوفیہ فرقہ باشند کہ بمواجید و اذواق بہرہ مند (اند) و خوارق و کرامتِ خود را از نظر خلق نمی پوشند، نظر ایشان در جمیع امور بر حقیقت سبحانہ (است) و خلق را ظہور (حق) می دانند و درین فرقہ بالجملہ رعونتے و انانیتے ماندہ است۔ و (سوم) ''ملامتیہ'' طایفہ اند کہ در کسوت عوام اند و از عوام ہیچ تمیزے ندارند۔ و اقتصار در ظاہر فرائض و سننِ موکدہ کردہ اند و در غایت معنی اخلاص می کوشند و خود را با ظہار خوارق علَم نمی سازند و ظاہر نمی کنند۔ اتباع درین امر بحضرتِ حق سبحانہ کردہ اند۔ چون دانستہ اند کہ این نشاء محل ظہور نیست و

حضرت حق سبحانہ خود را از نظر عامہ پوشیدہ است۔ ایشان نیز خود را از نظر خلق می پوشند ولہٰذا اکثرے از مردم آن ہا را مثل خود خیال می کنند و این جماعت بالکلیہ از رعونت رستہ اند و رعونیتے درین ہا نماندہ (بہ) نہایتِ مقام عبودیت رسیدہ اند۔ شیخ ابنِ عربی (شاہِ) این جماعت حضرت رسالت را صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ و از اصحاب حضرت صدیق اکبر و سلمان فارسی را و از مشائخ بایزید بسلطامی و ابوسعید خراز، و ابی مسعود خودش (ابوسعید برغش) را۔ و از و دیگران ساکت است، نفی آن ہا نکردہ۔ و روش شیخ آنست کہ ہر چہ در کشفش در وقت مخصوص آمدہ می نویسد۔ و فرقۂ از ملامتیہ کہ خود را بر خلق بعنوان ملامت ظاہر کنند و تکیہ بشریعت کردہ بعضے چیز ہا کہ نظر بظاہر ممنون است پیش مردم مرتکب شوند مثل آنکہ در سفر روزۂ رمضان را در بازار بخورند تا در نظر خلق بے اعتبار باشند، آن ہا در رتبہ و مرتبہ فرود صوفیہ اند و خلق از نظرِ آن ہا ساقط نشدہ است۔ انتہی۔ شبے سید تاجو با جمعے از فقرا صحبتے داشتہ و سخنانِ معارف نیک بمیان آمدہ است۔ بعد انقضاے آن صحبت بیارے نوشتہ کہ تو چون نرسیدی؟ وے در جواب سید این بیت نوشتہ کہ

عشق را خانہ ایست بر سر دار بے دریغش نہ بستہ نے کسے یار[1]

شبے در قریۂ ظفر پور از ناحیت بلگرام اتفاق معیّت (مبیّت) افتاد و صحبتے خوش و جمعیتے دلکش بدست داد۔ در آن صحبت من با پدر ہمراہ بودم و جمعے از فقراے صاحبِ معنیٰ آن دیار با سید تاجو دران جا بودند و در آن خانہ کہ این صحبت بود، می گفتند کہ

---

[1] زبے درش بستہ نے کسے را بار (از نسخہ ندوہ)

روزگارے از سبب تفرقۂ سادات قنوج درین دہ آمدہ بودند و پیراہن مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ الآن درخانۂ آن ہا است، درین جا داشتہ بودند۔ سید از راہ بے تکلفی وخوشوقتی گفت۔ چون امشب زندہ داشتنی است خوشتر آنست کہ جمع حاضران ازین شہر یا آن شہر ہر نقشے کہ خوب داشتہ باشند بگویند۔ بلگرامیان خود در نغمہ سرای انگشت نما وممتاز بودند۔ از روے نشاط بہ ترنم درآمدند و بترتیب معہودہ نقشہا با اسلوب گفتن گرفتند وسامعان را خوشوقت کردند۔ چون نوبت بمن رسید درفکر شدم کہ چون کنم آخر گفتم۔ سخنے کہ از سرود کمتر نباشد بگویم۔ سید گفت۔ ''برگو''۔ من رسالۂ ہندی مسمیٰ ''بکشن چرت'' تصنیف درویشے کاملے بیاد داشتم خواندن آغاز کردم واین است کشن چرت

جہاں تہاں پرکٹ کشن مرارا — کون دشت کون دیکھن ہارا
تہوں باس بن جنم نہوئی — بے باسہ نہ دکھیا کوئی
سونگہت لیوے بس نے آوے — تہورہ باس کے کون بتاوے
گہت مین جیے سبہے کو جانے — تہورہ باس کو کون بکھانے
نینن کش بسے گہٹ میرے — ایک کانسہہ سہس دو پہری

دوہرہ

دہی مدوہکر وہی مالتی وہی باس مہکاے — جیے نہ جانت بابری باتین کہت بناے
ایکن نہور پھول ہوئی پھولا — ایکن نہور باس لک پھولا
ایکن بہروپ بہہ دیہیے — ایکن تہور رس لیہیے

کہون گوارن سنگ دیکھیں چراوے کہون رادھا پگ لاگ مناوے
اندھون کے ری کہند لکانا جن جن بوجھاتن تس جانا
جو مین اردہ دشت کی ہیرا وہی چتر وہی چتیرا
وہی چیترا چتر ہے وہی کنت وہی لیو جن جن بوجھاتن تس کوں جانت نہ کوہیو
ایک روپ بہوگن چنیا چھن چھن روپ مراری بھینا
چور ہوئی کبھوں کرت ہے چوری موہن ہوئی کبھون من مہوری
بیٹھے کبھوں رام سنگھاسن کبھوں دگنیر (گرہٹر) جوگی آپن
رسیئے ہری راون بن سنکا ہنوت ہوئی حراتس لنکا
ہوئی بیچین کہر کر لپہو آپن کہیو آن نہ کہیو

دوہرہ

وہی کوتک وہی پوتری وہی نجاون ہار نانو بہن ہم یو کہت جات نہ برہم وچار
روگیا ہوئی کبھوں دکھ پاوے کبھوں مورہ پہہ موے لاوے
کبھوں بل ہوئی سربس دیہی باون ہوئی کبھوں بر لیی
چور ہوئی لے سونج پرائی سنہا ہوئی کرے سنہائی
درپن ایک لاگ جدارے دیکھت لاگ تہور ہوئی جاے
جی کی موہ بوجھے پر کیسا ہون کہوں حنہ جناتنہ تیسا

دوہرہ

ہوں کہوں نس بات تج جہاں تہاں نیاپت سوی سہا ڈرے پیال منہ کوکہ بیری موے

بدری گیا تو کوں بدھ آئی مگہر رہا تو کیا گہٹ پائی
کانسی جائے جو کروٹ لینا پایا کھا جو رسہ بچینا
پایا کہا جوگیا نبارس لاہا کہا جو آیا جارس
جتلک ہون تیلک وہ ناہیں سورج دشت کہاں پر چھائیں
جپ ہوں جاتو تبھی وہ آوے آپ آپ منکال دکھاوے

دوہرہ

ہم گہت مھتر واہرانیاں مورت نند لال نس دنِ پرسوں دھیاں دھرا جھاوہی جنجال

وازین زیادہ است۔ چون من تمام کردم سید و حاضران گفتند۔ ''اَحْسَنْتَ اَحْسَنْتَ ''سخن سخت خوش آوردی وہمگنان متفق الحال خوشوقت شدند ودر آن دلِ شب (آخر شب) دوات وقلم طلبیدہ سید وبلگرامیان سخن ہا براشتند وتا صبح این ہنگامہ گرم بودہ است وروزانہ من باپدر باکبرآباد روان شدم وسید عیسیٰ بھکری کہ مردے نیک بود وباپدر من دوستی وہمرنگی داشت در آن سفر رفیق بودہ است۔ پدر من گفتے کہ آن سید عیسیٰ ومن در ایام جوانی مدتہا باہم بسر بردہ ام در فرید آباد و دہلی۔ شبے بر سر حوض آن جا بنوافلِ شب برأت سحر کردہ ایم۔ وقت غایت خوش بود، باتفاق گفتہ ایم کہ درین وقت صالح مرادے از خدا درخواست باید کرد تا سید وسعتے در رزق خواست ومن سلامتی دین۔ خدا تعالیٰ مرادِ ہر دو را روزی گردانید۔ من سید عیسیٰ را تا آخر عمر دیدم چنانچہ پدرِ من احوال وے گفتے آن چنانش یافتم و پدر خود را آن چنان دیدم کہ از خدا خواستہ بود ومجملے از احوال پدرِ من در ذکر

شیخ رفیع الدین گذشتہ است وزیادہ ازآن درخاتمہ بیاید، ان شاءاللہ تعالیٰ۔ وآن صحبت بلگرام درسال ہزار وبست ونہ (۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) بودہ است، وزشبے۔ پس ازآن (شب) بچندین سال سید نتہا (نتھا) پسر سید تاجورا کہ برطریقہ ویست در پیش شیخ خود دیدم وازسال وفات پدروے پرسیدم گفت درسال ہزار وپنجاہ ویک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) رفتہ وسید قاسم ازمہین اولاد شیخ تاجو، صاحب معنی بود۔ وارستہ و آزاد۔ چندروزے کہ من دربلگرام گذراندم وآن صحبتہا باسادات واہالیٔ آن جا بغایت خوش بود ودران چندروز مشغلۂ مقابلۂ مقدمہ ''نفحات الانس'' بمیان بودہ باسید قاسم۔ ووے صاحب فہم وفطرت است۔ شعرہم می گفت وقاسم اسرار لقب داشت۔ پس ازآن وے رادردہلی دیدم درحالت تجرید وآزادیٔ تمام۔ ووے پس ازشیخ خود بچندین سال برفتہ وقبروے برکنار گنگ جاے خوشے است۔

شیخ جمال الدین بلگرامی

وے مشائخ بسیارے رادریافتہ بامیر سید عبدالواحد بلگرامی صحبت داشتہ، سید از مشائخ کبار بود ومرذوق شدہ واہل ذوق وصاحب سخن چنانچہ شرحے کہ بہ (نام) ''نزہتہ الارواح'' نوشتہ بالطافت وعذوبت شاہد حال ویست واشعار ذوقیات دارد۔ وفاتِ وے درسال ہزار وہفدہ ونہ (۱۰۷۹ھ/۱۶۶۹م) است وقبروے اندروطن وے۔ من شیخ الہداد نام درویشے رادیدہ ام درقصبۂ سہسوان۔ بامعنیٰ بود واہل تجرید، وے ہم شرح نوشتہ ہرمرتبہ (بنام زمزمہ) من آن (شرح) ہم دیدہ

ام۔ سخن غیر متعارف نوشتہ است و بس شگرف۔ مرا بگوشہ بردو بنمود و دران قصبہ وے راکس نشاختے۔ چون وے شہرت یافتن گرفت بجانبے سفری شد۔ در سال ہزار و چہل داند۔ بآخر شیخ جمال در سنبھل آمد و ازین جا در خدمت خواجہ بیرنگ شد در دہلی و صحبت داشت و بہرہ ور گشت۔ در آن اثناء بیمار شد۔ خواجہ بیرنگ (بخواجہ ابرار سپردند کہ تعہد نماید۔ خواجہ ابرار وے را پرہیز فرمود، دلیا بخوردنش می داد وے از آن اِبا می کرد و لقمہ چرب می خواست چون بعرض خواجہ بیرنگ[1]) رسانید، فرمودند ہر چہ خواہد بخورد۔ و بہ شد۔ پس از آن وے باز بسنبھل آمد بہوائے جوانے شیخ عبدالنبی نام و دو قرن بیش گذراند در آستانہ شیخ کبیر کلّہ روان۔ وے حصور بود و ہمیشہ در یک لباس ملبس بودے۔ کلاہِ نازک (تارک) بر سر و نیمہ باریک در بر و متکائے رنگین بہ کمر و تیل خوشبو بر کلاہ ریختے و بے تکلف و آزاد زیستے بر عکس آزادانِ این زمان و سخن با صطلاح صوفیہ گفتے۔ کار (را) از اصل گرفتہ بود و بموحدان اتحاد گو گویان خوش نبودے و این رباعی مولوی جامی خواندے۔ رباعی

اے بردہ گمان کہ صاحبِ تحقیقی ۔۔۔ وندر صفتِ صدق و یقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود (وجوب) حکمے دارد ۔۔۔ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

عمر وے بصد سال کشید تا آخر ہا ہم از مشاہدہ حسنِ صورت نیفتاد و از کوچہ گردی و تماشا گاہ نباز آمد۔ اشعار بالفاظ سادہ گفتے با مطالب عالی۔ شیخ من وقتیکہ بسنبھل رسیدہ بود، وے را دیدہ و از شعر سادہ (وے) محظوظ شدہ۔ من گاہ با

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

بوے شدمے، و وے گاہ ہابمن آمدے۔ و در صحبت مشائخ درویشان رسیدہ بودے، حکایات بس بابہا آوردے۔ در بیماریٔ آخر وے من بعیادت رفتم، بیخودانہ افتادہ بود۔ سلام بآواز بلند گفتم چشم واکرد و جواب گفت۔ گفتم شیخا! دعاے درکار من کن گفت ''تو از مردم خوبانی'' وچشم بربست۔ بعد لحہ رخصت خواستم گفت ''ترا بخداے کریم سپردیم'' سید ولی محمد سرولوی (سرسوی) کہ مردیست صاحب معاملت وپُر ذوق۔ گوید کہ روزے وے می گفت کہ در ہندستان خللے عظیم شد نیست و در ہمان ایام بادشاہ صاحب قران ثانی بیمار شد و از ان ممر تفرقۂ بسیار در اطراف و جوانب ہندستان راہ یافت چنانچہ ظاہر است۔ وفاتِ وے در اوایل ذی قعدہ است از سال ہزار و شصت وہشت (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸م) وقبر وے نزدیک بروضہ شیخ کبیر۔ گویند پس از رفتن وے شخصے وے را در مجمعے تماشا گاہ دیدہ است وسلام کرد۔ وے دست برسینہ نہاد۔ چون آن شخص بخانہ رسید، شنید کہ دو ماہ ہست کہ وے از دنیا رفتہ متحیر ماند بلکہ اورا قبول نداشتہ چون برسر قبر وے رفتہ دانستہ کہ حقیقت حال انیست۔ من ہمسایہ داشتم ''ڈہولا'' نام، لشکری بود۔ گویند روزے در مورچالِ قلعہ قندرھار حال وے متغیر شد۔ ہر قرضے کہ بر ذمہ وے بود ادا نمود تا تفنگے بسر وے رسید و برفت در سال ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱م) و در پاے قبرِ بزرگے مدفون شد۔ برادرانش کہ مردے کار اند گفتند کہ شب دیگر وے بالباس فاخرہ آمدہ بیستاد و گفت من بسیار خوشم لیکن اسپے را می خواہم کہ بمن عطا کنید و غائب شد از نظر۔ روزانہ اسپ وے را ذبحہ کردہ بفقراء قسمت کردند و نیز گفتند کہ پس از آن بر

بعضے آشنا ہم ظاہر شد۔ واللہ اعلم (در دہلی) روزے کہ خبر رفتن وے بسنبھل شنودم بر فور شعر ہندی قدیم مشہور از زبانم بر آمد، چون اندران خوض کردم دیدم کہ تاریخ سالِ وے می بر آید۔ بے کما بیش۔ وانیست۔

دوہرہ

جب ڈھورا تب پائیاں جب دہنیں تب بیوہار
ڈھورا موئین دہن گئیں وکوئے نہ جھانکے پار

ابورضا دہلوی

وے نبیرۂ شیخ عبدالعزیز چشتی است ونبیسۂ شیخ عبدالحق دہلوی۔ شیخ اسماعیل پدرِ وے صحبت داشتہ بخواجہ بیرنگ ومرذوق گشتہ از دیدار منور ایشان ومجلس چند ملفوظ ایشان نوشتہ است در غایتِ خوبی، در آنجا نوشتہ۔ روزے عرضداشت کردم کہ آرزو دارم کہ ہر چہ در حضرت عالی مذکور می شود باجازت آنحضرت در قید کتابت آوردہ شود۔ فرمودند۔ بنویس وبمن بنمای۔ مجلس چند کہ بے اجازت نوشتہ بودم بنظر مبارک در آوردم۔ فرمودند (این نوع سخنان در کتب مردم بسیار راست چہ احتیاج کہ بگوئید من از فلانے شنیدم۔ عرض کردم کہ بنور این سخنان باطن ما نورانی می شود وراہ روشن می شود فرمودند اگر شمارا بہ[1]) این نوع سخنان سری (وفیضے) ہست، چیزے (ازین) نوشتن چہ درکار است۔ پس از آن شیخ احمد سرہندی وغیرہم از

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

مقربان درگاہ تقریبے ساختند ومکرّر درخواست این معنیٰ کردند فرمودند سخنے کہ در طریق دخلے داشتہ باشد بنویسند و حکایات و معاملات مشائخ (خود) را بآن ضم نسازند و دوکانے راست نکنند۔ وہم وے نوشتہ کہ روزے این فقیر را دیدند تبسم کنان فرمودند کہ برائے سخن شنیدن آمدہ؟ وہمدرین محل از حاضران شخصے را مخاطب ساختہ فرمودند کہ ابی عبداللہ فیروزی ہر جا سخن مشائخ می شنید بیکے می گفت کہ این را برائے من بنویس چنانچہ از سخنان این طائفہ مجلدے جمع کردہ بود، باخود می داشت۔ روزے برلب آبے طہارت می کرد ناگاہ آن مجلد در آب افتادہ۔ وے گوید کہ من ازین سخت متالم شدم ودرین تالم وتاسف می بودم کہ سہل بن عبداللہ تستری را بخواب دیدم کہ بمن گفت کہ عمل بمقتضائے سخنان ایشان باید کرد۔ نوشتن ہیچ نیست، زمانے برین بگذشت کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہمدرین خواب ظاہر شدند وبمن خطاب کردہ فرمودند کہ یا ابن صدِیقی، سہل تستری را بگوی کہ سخنانِ ایشان نوشتن اثر محبت ایشان است ومحبت ایشان عین مقصود۔ (انتہی) روزے کہ بخانہ شیخ اسماعیل آن پسر متولد شد بہ خدمت خواجہ بیرنگ عرض نمود کہ نام آن پسر ہر چہ از زبان مبارک فرمایند مقرر شود۔ ایشان ''نفحات الانس'' در دست داشتند وا کرد، حکایت ابورضا رتن برآمد فرمودند ہمین نام بکن۔ اتفاق، تاریخ تولد وے ہم لفظ ابورضا (۱۰۱۰ھ) شد و وے را رتن ہم می گفتند۔ از خردی باز طریقۂ وے صلاح وسلامت بودہ است۔ کسب علوم دینیہ یقینہ کردہ بود۔ اخلاق نیکوان داشت۔ وے را قبولے بود خاص، چہ نام وے را خواجہ بیرنگ

بلطف نہادہ اند۔ وے با شیخ من غایت نیازمند بودہ است و با اخلاص درست پیش آمدے۔ من باوے آشنا بودہ ام بسیار، و پدرِ وے را دار اوایل ہا دیدہ یکبار۔ وقتے وے راہوائے سفر حجاز خواست و بحرمین محترمین مشرف شد و باز بوطن آمد۔ و رفت از دنیا در سال ہزار و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳م) و ''حاجی ابو رضا'' تاریخ وے شد۔ آن حکایت ''نفحات الانس'' این است کہ شیخ رضی الدین علی لالا الغزنوی بصحبتِ بسیارے از مشائخ رسیدہ بود۔ گویند کہ از صد و بست و چہار شیخ کامل مکمل خرقہ داشتہ است و بعد از وفات وے از آن جملہ صد و سیزدہ خرقہ باقی ماندہ بود و سفر ہندستان کردہ و صحبت ابو رضا رتن را دریافتہ و امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از وے گرفتہ چنانچہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ آن را تصحیح فرمودہ و گفتہ کہ

''صحب اعنی الشیخ رضی الدین علی لالا الغزنوی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ابا الرضا رتن بن نصر رضی اللہ تعالیٰ فاعطاہ مشطاً من امتشاطِ رسول اللہ صلی علیہ و سلم''

و شیخ رضی الدین علاء الدولہ آن شانہ را در خرقہ پیچیدہ و آن خرقہ را در کاغذے و بخط مبارک خود بران کاغذ نوشتہ۔

''ھذا المشط من امشاطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و صل الی ھذا الضعیف''

و ہم شیخ رکن الدین بخط مبارک خود نوشتہ است کہ چنین گویند کہ آن امانت برائے شیخ رضی الدین علی لالا بودہ است از رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتہیٰ۔

خواجہ محمد دہدار (محشی) ''نفحات الانس'' می نویسد کہ صحبت ابورضا رتن را دریافتہ الخ۔ ارباب حدیث تکذیب این شخصِ ہندی نمودہ اند۔ وحکایت او وصحبتِ او اصلاً نزدِ نقاد حدیث وعلماے رجال صحت واعتبار ندارد واز جملۂ کذابانست۔

وہم وے می نویسد کہ شیخ رضی الدین آن شانہ را در خرقہ پیچیدہ.... الخ۔ بدانکہ این خط نوشت شیخ علاء الدولہ واقرار کردن کہ این شانہ از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وتصحیح این حکایت نمودن منافات ندارد بانچہ نقادِ حدیث این رتن نام ہندی کذّاب شمردہ اند، چہ شیخ (عبدالرحمٰن جامیؔ) محدث نیست عارفست و چوں عارفان بمجرد نسبتِ چیزے بآن حضرت قبول می کند وتعظیم می نماید از روے ادب طریقت۔ زیرا کہ اگر راست است فایدہ یافت واگر غلط است اورا مضرت نمی کند۔ (شیخ من در بعضے مواضع ''نفحات الانس'' حواشی نوشتہ بر این جا نوشت[1] چون شیخ علاء الدولہ از کاملانست وبا رجال الغیب خصوصاً با حضرت خواجہ خضر صحبت تمام داشت ونیز اصحاب کشف بود شاید از طریقہ دیگر غیر طریق روایت پیش او محقق باشد کہ این نسبت صحیح است چہ در بسیارے از امور کشف مخالف روایت افتادہ۔ اہل روایت ضابطہ دارند کہ بانضباط چیزے مقرر ساختہ اند وآن بر اہل کمال کہ اصحاب کشوف صحیحہ اند، درصورت خلاف حجت نیست این معنی در کتب شیخ (عبدالرحمٰن جامیؔ) مذکور است۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

شیخ محمد حصاری

وے بزرگ بودہ، صاحب احوال عظیمہ ونسبتِ لطیفہ۔ شیخ من وے را نیک می دانست ومی گوید کہ وے از دوستان خدا بودہ است۔ من یکبار دیدہ ام وے را در سال ہزار وسی کہ شبے در گوشۂ مجلسے نشستہ بخود فرو میرود ودر حالت استغراق ہمانا عدمے را خواہانست کہ باز وجود نگیرد۔ چنانچہ حضرت ختم الکبار خواجہ احرار فرمودہ قدس سرہ ''وصلا لا عودلہ'' انتہی۔ وچون سر بر می دارد این می خواند

سائین کے گھر جات ہیں سنگ نہ پیچھے کوی　　پا چھیں پاؤں ندیجئے آگیں ہو سو ہوی

شیخ من گفتہ کہ متوجہ وحدت می باید بود واز جمیع مراتبِ ظہور قطع نظر باید کرد لیکن توجہ بوحدت جز بمساعدت وجہ خاص میسّر نیست۔ ووجہِ خاص عبارت از حصہ معیّت واین طریقہ جذبہ است کہ حضرات آئمہ نقشبندیہ تسلیک سالک بآن می نمایند۔ چون سالک این راہ بحقیقۃ الحقائق برسد واطلاق حقیقت ظہور کند بحقیقت توحید ذاتی اکملی محمدی متحقق گردد ''ولا مقام فوقہ''۔ وہ شیخِ من روزے درطلبِ مقصود لا انتہا باین بیت مدار نمود (بذوق می خواند)

اے برادر بے نہایت در گہیست　　ہر چہ بروے می رسی در وے مایست

ومی فرمود حقیقت سرکار آنست کہ چون بآن متوجہ شوی مغائرتے پیدا می کند واین ہمانست کہ در ذکر شیخ احمد سرہندی گذشت در ''نفحات الانس'' می آرد کہ از ابوعبداللہ خفیف پرسیدند۔ تصوف چیست؟ گفت۔ ''وُجود اللہ فی حین

غـــفـــلةٍ''۔ وہم در ''نفحات الانس'' می آورد کہ شیخ الاسلام گفت کہ (معز) با من گفت کہ ''صوفی صوفی نبود، اگر بود صوفی نبود'' وآنچنانست کہ وے گفت۔ وآن نہ بطاقت وے بودند۔ دانم کہ وے از کہ شنیدہ بود (یعنی از جعفر خلدی) شیخ الاسلام شگفت تر ازین گفتہ کہ ''دید کہ در جہان نیست در ہستی (ہست) پنہان (است) ''شخصے در پرۂ من در وان'' و می گویند کہ تو نہٗ۔ آن کالبد (تو) در دل گم و دل در جان و جان در آن کہ زندہ بآنست جاودان۔

شیخ یار محمد لاہوری

مرید شیخ آدم بنوری است۔ صاحب استقامتِ نیک۔ و اندرین کار راسخ و در معاملت درست۔ با یارانِ طریقہ صحبتے دارد بس بارونق۔ نور اشغال باطن در چہرۂ وے ظاہر است۔ وے بشیخ من اخلاص بصدق دارد و شیخ من وے را از نیکوانِ زمان می گوید۔ روزے وے شیخِ مرا ضیافتے کرد۔ جمعے یاران و من برکاب شدیم۔ صحبتے خوش بمیان آمد۔ وے در لباس عامہ زندگانی دارد صاحب ہمّت و تصرّف است چنانچہ روشِ اہل سلسلۂ نقشبندیہ است۔ چہ طریقۂ ایشان در غایت سر و اخفاست و کم کسے بر احوال اینان مطلع۔ نقلست کہ روزے مجذوبے بر بالاے قبر خواجہ احمد بسوی قدس سرہٗ کہ از اکابر اولیاست بنشست برفور آن قبر بجنبش درآمد و وے را پائین درافگند۔ وے از آن جا برخاستہ بر قبر یکے از اکابر نقشبندیہ نشست۔ آن قبر بر پیچید وے برخاست و روان شد، در راہ محتشم زادہ می

آمد نادانستہ، آسیبے بوے رسید فرمود تا آن مجذوب را بکوفتند۔ وے خلاص یافتہ خندان خندان ہمی رفت و می گفت۔ آرے آرے آرے۔ اہل طریقہ نقشبندیہ (را) روش ہمین است کہ کارِ خود را از دست دیگران می فرمایند و ظاہر برسرِ خود نمی گیرند۔ در ''رشحات'' است کہ شیخ ابوسعید آبنیر ی گفتہ کہ یکبار حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ درمبادی حال و عنفوانِ شباب نزدِ ما آمدہ بودند و ما با ہمہ فرزندان و متعلقان بخدمت حضرت ایشان مشغول بودیم و از حضرت ایشان آثار جذبات و احوال شگرف مشاہدہ می نمودیم و ملاحظہ آن احوال و آثار موجب ازدیاد عقیدہ ما می شد اتفاقاً روزے برادر کلانِ من گریان گریان از در در آمد کہ پسر اسد چو بیان مرا ایذا بسیار کرد و زجر از حد گذرانید۔ درین اثناء والدۂ من باضطراب و تضرع و استبہال بیحد از حضرت ایشان درخواست کرد کہ بجہت فرزندم خاطر مشغول گردانید کہ این شخص مردے بغایت فاسق و ظالمست و بسے فقیران از وے متنفر اند چنان معلوم شد کہ حضرت ایشان از اضطراب و اضطرار والدہ متالم شدند وقت نماز دیگر بود فی الحال بنماز برخاستند و چون نماز ادا کردند فرمودند کہ این سگ بنمازِ مادر آمدہ کار او کفایت کردیم۔ بعد از اندک فرصتے آن شخص با کسے نزاع کردہ بود۔ ادب بلیغ کردندش۔ چون ما فقیران اباً عن جدٍ مریدان و مخلصانِ حضرت ایشان و آبائے کرام آنحضرت بودیم، بہ منزل ما می آمدند۔ بارے دیگر کہ تشریف آوردند۔ والدۂ من بعرض ایشان رسانید کہ بہ عین ہمت عالی شما دشمن ما ادب بلیغ یافت حضرت ایشان فرمود آنچہ ما گفتیم کہ کار او بکفایت کردیم نہ اینست آن ہنوز در پیش

است بعد از چند روز بحکم بادشاہِ وقت اورا بردم اسپ بستہ ہلاک ساختند۔ بعد از آن جسد پارہ پارہ اورا جمع کردہ سوختند۔ انتہیٰ۔ حضرت مولوی جامی در ''نفحات الانس'' درمدح حضرات نقشبندیہ می فرماید۔ قطعہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند — کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را
از دلِ سالک رہ جاذبہ صحبت شان — می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند این طائفہ را طعن قصور — حاش لِلّٰہ کہ برآرم بزبان این گلہ را
ہمہ شیرانِ جہان بستہ این سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

مولانا فخرالدین علی مشتہر بصفی در منقبت حضرت خواجہ احرار در آخر ''رشحات'' این قصیدہ گفتہ۔ قصیدہ

نقشبندیہ عجب طائفۂ پرکارند — کہ چو پرکار درین دائرہ سر برکارند
ہمہ گرد آمدہ بر مرکزِ یک دائرہ اند — ہمہ واقف شدہ از گردشِ یک پرکارند
نقشبندند ولے بند بہر نقش نیند — ہر دم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند
ہر زمان بوقلمون وار برنگے دگرند — وین عجب تر کہ زرنگ دو جہان بیزارند
گرچہ در ظاہر عامند بباطن خاصند — گرچہ در صورت خصمند بمعنی یارند
آب نیل اند ولے برلب قبطی خونند — روح محض اند ولے بر خر عیسیٰ بارند
گرچہ مرآت صقیل اند جبش را زنگند — ورچہ گلزار خلیل اند حطب را نارند
در قبا از روش اہل عبا یاد دہند — نہ چو زرّاق وشان خرقہ ارزق دارند
ستر و تلبیس بود شیوہ این عیاران — متلبس بصفات ملک ستارند

سر این کثرتِ موہوم دران وحدتِ صرف — چشم دارند ازان بر سر استغفارند
نکند کثرت آثار در ایشان تاثیر — خویش را دوختہ بر مبداءِ این آثارند
پاس انفاس بود خصلت این شاہ وشان — پاسبانند ولے باد شہِ اخیارند
دم نگہداشتہ چون نافۂ مشکند وگر — لب کشایند روان بردہ صد عطارند
خامشانند ولے وقت سخن طوطی وار — ہمہ شیرین حکایات وشکرین گفتارند
نجم آسا ہمہ را خلوتے در انجمن است — شمع ہر انجمن و رونق ہر بازارند
چون مہ ہالہ نشین شان سفر اندر وطن است — بتن ایستادہ بدل در کشش و رفتارند
حال این گرم روان تحسبہا جامدہ است — لیکن افسردہ دلان چون خود شان پندارند
اہلِ دل قافلۂ کعبۂ عشقند ولے — این حکم داران آن قافلہ سالارند[1]
در سیہ خانہ صحرای فنا کردہ نزول — خیمہ بر سر زدہ زین نہ وتتق زنگارند
ہر یکے سروشان مانند بمیدان جہاد — کوہے از لومہ لائم بجوے نشمارند
ماہیانند کہ در بحر صفا راست روند — ہمچو خرچنگ لب جوے نہ کثر رفتارند
بر لب تشنہ دہان روح فزایا قوتند — در کف وسوسہ کیشان زر مشت افشارند
دیدہ پاکان بَل روشنیٔ دیدہ پاک — سر دینداری بَل بر سر دین دستارند
شاہد شاہ وجودند درین دار ولے — نہ چو منصور سر عربدہ جوے دارند
میرسد شان رطب معرفتِ نخل وجود — یارب از بخت خود این قوم چہ برخوردارند
ہست[2] بیت از غزلِ بے بدلِ عارف روم — کہ ہمہ باخبران والۂ آن گفتارند

---

[1] ''این جگر دار ازان قافلہ سالارند'' از نسخہ ندہ، [2] در رشحات ''ہفت''

کردم تضمین کہ اندر صفت این پاکان — آن گہر ہاے شرف عقد ثریا دارند
چون صدف گوش نہ و جای دہِ اندر دل صاف — این غزل را کہ بجز عقد درش نشمارند
جملہ ہشدار کہ در شہر دو سہ طرّ ارند — کہ بتدبیر کلاہ از سر مہ بردارند
دو سہ رند اند کہ ہشیار دل و سر مستند — نہ فلک را بیکے عربدہ در چرخ آرند
صورتے اند و لے دشمن صورتہا اند — در جہانند و لے از دو جہان بیزارند
یاد آن صورت غیبند کہ آن مطلوبست — ہمچو چشم خوش او خیرہ کش و بیمارند
سر دہانند کہ تا سر ندہی سر ندہند — ساقیانند کہ انگور نمے افشارند
گر بکف خاک بگیرند زر سُرخ شود — روز گندم درو ند او بشب جو کار اند
مردمی کن مرو از صحبت شان مردم شو — زانکہ این مردم دیگر ہمہ مردم خوارند
اے صفی مردمی آموز از یشان کایشان — مردم دیدۂ بینای اولا بصارند
نورِ این مردمک دیدۂ بینا کہ بود — آن کز و اہل نظر چشم عنایت دارند
قطب آفاق شہ کون و مکان خواجہ عبید — کز عموم نِعَم او ہمہ روزی خوارند
نیّر عالم توحید کہ از کون و مکانش — ہمہ ذرّات جہان مقتبس انوارند
خواجۂ زمرۂ احرار کہ شاہانِ جہان — بر در حشمتِ او بندہ خدمتگارند
دین پناہا توی اے قبلۂ حاجات کہ خلق — بیخود از ہر جہتے رو بتو می آرند
ہمہ با طوقِ وفا حلقہ بگوشانِ تو اند — کز عبید اند درین راہ و گر احرارند
جاہلانے کہ سر از ربقہ امرت پیچند — در چراگاہ ولایت خرِ بے افشارند
کہ سراسیمہ فتادہ تہہ تیہ ضلال — گاہ حیرت زدہ در بادیہ اِدبارند

ناکسانے کہ ز احسانِ تو محروم زیند — بر لب بحر جگر تشنہ چو بو یتمارند
آن حریفان کہ مے از ساغر عشقت نوشند — گرچہ بس بے خود و مست اند عجب ہشیارند
بیخودان را بجناب تو دمادم کششے — بیدلان در خم قلاّب تو ماہی وارند
ماہیٔ بحر توام وز صفت و مدح[1] تو پُر — چون صدفہا کہ لبالب ز دُرِ[2] شہوارند
ہر کہ شد غرقہ بحر تو فزود آب رخش — اہل ساحل چو صدف ریزۂ بیمقدارند
جاودان غرقہ درین بحر[3] صفاہا وصفی — ہرگزش یارب ازین بحر برون نگذارند

شیخ کریم اللہ سہارن پوری

صاحب اخلاقِ عظیمہ بود۔ نور صفا و لطافت از طلعت وے لائح و روشن بود۔ معاملت نیک داشت و استقامت نیک تر۔ گویند وے در ایام صبا بود کہ شیخ ابوالفتح پھلتی کہ شخصے بود بس بزرگ بسہارن پور رسید و وے ابدید و گفت۔ اے پسرک مرید من شو۔ وے برضاے پدر مرید شیخ شد۔ نیز گویند خواجہ عبدالرشید نام بزرگے در بوریہ می بود و چون وے را بدیدے گفتے این پسر ولی شد نیست۔ نیز گویند۔ چون وے بجوانی رسیدہ بصحبت شیخ فیض اللہ معروف بہ شیخ فضو رسیدہ و از وے فیض یافتہ۔ نیز گویند۔ چون شبے وے بخواب دیدہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ وے را پیراہنے عنایت کردہ اند۔ چون بیدار شدہ درویشے، صفا کیشے بوے کیشے آوردہ گفت ''این نذرِ غوث اعظم'' (است)۔ از آن روز وے بدل

---

[1] ''مدحت پیر'' از رشحات، [2] در نسخۂ ندوہ ''خذف'' [3] در نسخہ صدف با

گرفتہ کہ پیش از بزرگے از سلسلہ قادریہ خرقہ خلافت باید گرفت۔ تاوے پٹنہ آمدہ واین معنیٰ را بشیخ عبداللہ ظاہر ساختہ۔ شیخ اولاً در اعطاے خلافت توقفے کردہ و گفتہ۔ ''تا بینم مرا چہ ظاہر شود''۔ چون شب گذشتہ است شیخ بذوق خرقۂ خلافت بوے عطا کردہ۔'' شیخ محمد عالَم سہارن پوری کہ عالمست و فاضل گوید کہ من در عالم، مردے این چنین با تقویٰ ورضا وتسلیم کم دیدہ ام۔ ہم وے گوید کہ در تمام عمر خندہ قہقہہ نکردہ، اگر خوشوقت شدہ تبسّمے نمودہ است وبس۔ ہر جاوے وارد می شد مستقل قبلہ می نشستے وآب دہن بطرفِ قبلہ نمیداختے۔ ووے از فقدان اشیاء و متاع غمگین نشدے وخوشوقت می زیستے۔ ہمہ اوضاع وے مناسب بمرتبۂ ولایت بود۔ وفاتِ وے در سال ہزار وچہل ونہ (۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹م) است و''شیخ الحق'' تاریخ وفات وے۔

من در سال ہزار وسی ہشت (۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۹م بسہارن پور رسیدم، وے را دیدم، برمن لطفے نمودہ وہم در آن مدت بر درِ وے مسجد نو مصفا مہیا شدہ بود بس بہ لطافت برلب رودے، چہ جاے خوشے وچہ مقام دلکشے۔ وے شعر ہم گفتے بطرز سادگی قطعہ تاریخ آن مسجد را ہم وے گفتہ کہ مصرعہ آخیر اینست۔ مصرعہ

آمد اندر قطعہ ام تاریخ بیت اللہ ''غزل'' ۱۰۳۷ھ

شیخ قاسم سہارن پوری

مرید شیخ آدم بنوریست۔ اُمّی، صاحبِ معنی ووارستہ وآزاد۔ سخن این راہ بس بلند

می گوید و مرتبۂ جہل و حیرت را بر مقام علم و معرفت فوقیت می نہد (دہد) ہمانا از آن جہل اشارت است چنانکہ در ''رشحات'' است کہ شیخ عبدالکریم یمنی گفتہ کہ روے در جہل می باید آورد و نیت نماز چنین می باید کرد کہ خداے را می پرستم کہ نمی دانم (اور احق معرفتہٖ) اللہ اکبر (اَنْ یُعرف حق معرفۃٖ)

شیخ من در اوایل پسر خود خواجہ غلام بہاء الدین ''شناسا'' را بمرافقت نور الدین حسین برانی و سید غلام محمد امروہگی (امروہوی) کہ یکے از یارانِ شیخ من اند وارستہ و آزاد و عالم و فاضل، بوے فرستادہ در سہارن پور صحبت ہاے نیک بمیان آوردہ و در روز کے چند باز آمدہ و از صحبت شیخ من بپایہ فراترک و مرتبۂ والا رسیدہ چنانچہ شمہ از آن در ذکر آن شناسا گذشتہ وقتے من از سنبھل بلاہور می شدم پیش شیخ خود در راہ برفاقت حاجی محمد خیر آبادی صاحب معنی و آزاد و نیک نہاد۔ و وے را دیدم و من آن روز تپ داشتم، اوّل وے بمن نپرداخت کہ او مرا ندیدہ بود۔ چون دانست کہ (من) کیم، مہرورزید و با اخلاص خوب (وفور) پیش آمد و تقریباً از مبادیٔ حال خود سخنان گفت کہ من در خدمت شیخ خود مشغولیہاے قوی داشتم و ریاضتِ شاقہ می کشیدم و آثار آن بر من ظاہر می شد و خرق عادت بظہور می یافت امّا اکنون آن ہمہ یکسو شدہ است و از آن ہمہ احوال عریان شدہ ام۔ امروز حالِ من مثلِ گاویست مجہول و نامفہوم۔ درین اثناء سخن بلند رفت تا من این رباعی مولانا جلال دوّانی خواندم و رفت انچہ رفت۔ رباعی

اے در قدم و حدوث عالم حیران　　پیوستہ میانِ این و آن سرگردان

بشنو از وے ہست قائم دو جہان پیش و بعد از تو نہ این است و نہ آن

وقتے من شرح این رباعی نوشتہ پیش شیخ خود (بدہلی) فرستادم۔ پسند فرمود (در لاہور مرا) محمد صالح لاہوری گفتم (گفت) چونست۔ گفتم چنانکہ می باید۔ پس از آن شیخ قاسم مرا طعام پیش آورد، برنج و شیر۔ گفتم۔ تپ دارم، نمی توانم۔ گفت بخور کہ بہ شوی۔ در اثنائے خوردن در خود تخفیفے یافتم و بہ شدم۔ و این کرامت را منسوب بوے کردم و وے قدمے بہ مشایت من برآمد۔ پس از آن بچندین سال وے را پیش شیخ خود دیدم اندر دہلی و صحبتہائے نیک خوش بمیان آمد۔

شیخ اللہ بخش سہارن پوری

وے ہم اُمّی است۔ مرید شیخ قاسم سہارن پوری۔ فقیریست وارستہ و آزاد، بامعنی۔ در صحبت وے تاثیریست نیک۔ سخن این راہ بس بے خار می گوید و خوشتر می فہمد۔ یاران با احوال دارد۔ مدّتہا است کہ وے در دہلی می گذراند و با شیخ من صحبت می دارد۔ شیخ من طریقۂ آزادی و بے تعینیٔ وے را خوش می کند۔ وے زندگانی بمرادِ دلِ دارد۔ وے گوید شیخ قاسم در اوایل ہا طریقۂ آزادی را بآخر بہم داشتہ است بہر طور و طُرقے۔ و بہر جاے کہ خواستے بہ بے تعینّی خاص فرا شدے و بہ صحبت ہر بزرگے کہ رسیدے وے را بادبِ تمام پیش آمدے و صحبت ہاے نیک با سخنانِ این طریق گذشتے۔ روزے وے ہمدر آن حالت بباغے درشدہ است و در جائیکہ نشستہ اتفاقاً در آن جا جمعے کثیر از ہندوان از سوار و پیادہ بکد خدای رسیدہ

بودہ اند وفرود آمدہ۔ رئیس ہنود وے را گفتہ این جا، جاے تو نیست۔ برخیز و بجاے دیگر شو۔ وے بگرہ خاطر از آن جا برخاستہ در نزدیک آن نشستہ۔ در آن اثناء آتشے از غیب بآتش بازی شان در افتادہ و در گرفتہ و بہر طرف بردویدہ و با کثر آن مردم رسیدہ و جامہ ہا و اندام ہاے شان سوختہ و زخمی ساختہ و ہمگنان درہم برہم شدہ جا بجا رفتہ اند و معاملۂ آن کدخدای بمیان ماندہ۔ وہم وے گوید کہ روزے شیخ قاسم میان جمعے نشستہ بود و پیر کے بسورہ (سبورہ) پیر ہنود نیز دران جا نشستہ۔ اتفاقاً حکایتے از منقبت حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ بمیان آمد۔ عزیزے گفت کہ روزے یکے بحضرت رسالت آمد صلی اللہ علیہ وسلم و گفت یا رسول اللہ در فلان مسجد مردے وزنے بقصد فساد آمدہ اند۔ آنحضرت امر فرمود صلی اللہ علیہ وسلم در مسجد بہ بینند تا چیست؟ امیر برخاستہ اند و نعلینِ چوبین بپا کردہ و چشم بربستہ قصد آن مسجد نمودہ اند۔ آن مفسدان از آواز نعلین چوبین بدر رفتہ۔۔ امیر ہیچ کس را در مسجد نیافتہ و باز آمدہ و گفتہ۔ یا رسول اللہ من ہیچ کس را در آن مسجد نیافتم۔ انتہیٰ۔ روزے شیخ من این بیت را بذوق می خواندہ است

من بآئینہ رو برو گفتم عیب پوشی بہ از نمد پوشی است

درین اثناء آن سبورہ خاک در دہن او سبِّ حضرت امیر کردن گرفتہ است۔ شیخ قاسم از شنیدن این حرف از آن جا تنگ دل برخاستہ و حالت قبض و خون (خوف) بوے روے دادہ و بے آرامی بہم رسانده است۔ دوستان پرسیدہ اند حال چیست؟ وے ماجرا را غم آلودہ باز گفتہ و از سراسیمگی رو بصحرا آوردہ و از غایتِ

غضب چوبے رابدست کردہ، وبت کلانے راکوفتن گرفتہ است۔ اتفاقاً عاشق محمد یکے از اکابرزادہاے سہارن پوری آن سبورہ را کہ براسپ حاکم سوارشدہ پیش حاکم می رفت، از اسپ فروکشیدہ وبہ خنجر آبدار بکشتہ وسرد کردہ کشان کشان بحاکم بردہ وگفتہ کہ ازشنیدن سبِّ حضرت امیر، من این راکشتہ ام وحاضرم۔ آنچہ موافق شرع باشد بکنید۔ حاکم وے رادرزندان کردہ وحقیقتِ حال رابادشاہ صاحب قران ثانی بلاہورنوشتہ۔ بادشاہ فرمود کہ سبِّ حضرت امیر، (ودیگر ہمہ) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشتنی است، خوب کرد۔ آن مردرا از زندان خلاص کنید۔ وکردند۔ واین واقعہ درسال ہزار وپنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰م) بود است۔ من درآن وقت پیش شیخ خوددردہلی بودم وآن بزرگ زادہ رادرزندان می شنیدم ومی دیدم کہ شیخ من درمخلص (مخلصی) وے توجہ باطنی می نمود ومقید (توجہ بود تاوے اززندان برآمد۔

حاجی میر دوست

چون شیخ فرید مرتضیٰ خان فریدآباد دہلی را آبادان ساخت ومسجد وحوض وقلعہ سراے بطرزخوش آئندہ پرداخت، چنانچہ ظاہراست وپدرِمن بہمراہی (بہ یاری شیخ محمود بادلِ عمِ من کہ داروغۂ حوض بود وتاریخ آن مسجد اینست۔ قطعہ

بعہد نورالدین جہانگیر شہنشاہے بدین و داد و احسان
اساسے این بناے خیر بنہاد فرید عصر و ملّت مرتضیٰ خان

بفر و شوکت وجود و شجاعت　　خلف ابن خلف تا شاہ مردان
رقم ''خیرالبقاع'' از خامہ سرزد　　پئے تاریخ این جاوید بنیان
۱۰۱۴ھ

وشیخ فرید عزیزان صالح را از علماء وحفاظ وفضلاء غربا را درین مقام بجمعیت تام توطّن داد چنانچہ بعضے از انہارا کہ من دیدہ ام اندرین کتاب نوشتہ ام۔ حاجی از آن جملہ است پیرے روشن طلعت با فضایل وکمالات واحوال ومقامات ہر کرا نظر بر جمال وے افتاد بس معتقد شدے واز صحبت وکلام وے پُر ذوق گشتے۔ جہان گیر بادشاہ بسیار خواست کہ وے باما (جہانگیر) باشد۔ ''چہ بعضے'' برادرانش از سلطانیان بودہ اند، وے گفت۔ ''بادشاہ من گوشۂ نامرادی را می خواہم کہ بفراغِ خاطر بقیۃ العمر بمراد دل آنجا بسر برم وترا دعا کنم''۔ بادشاہ باانصاف خوش شد وبعزت و حرمت رخصتش فرمود۔ وے پاے ہمّت بدامان قناعت درکشید وبخشک وتر ے استقامت ورزید۔ وے گفتے کہ بخشکی وتری در ساختن وخود را اندرین راہ در انداختن وبکنج خود درافتادن وروے نظر بسوے کسان ننہادن بہتر از نعیم دو جہانست

کوس شہ خالی وبانگ غلغلش دردِ سراست　　ہر کہ قانع شد بخشک وتر شہ بحر وبراست

این مطلعِ قصیدہ ''بحرالابرار'' امیر خسرو دہلوی است۔ واز شعراے دیگر این مطلع ہاے) چنداند

کوس شہ دانی از بہر چہ آہ وفغان درسراست　　می کند آگہ کہ ہان نوبت از آن دیگراست
کلہے خشکے کہ بہ دندان بگورستان دراست　　خندہ دارد بر کسے کو را غرورے درسراست

دولت دنیاے دونان راازان فخر وفراست اولش دَوآخرش لت حاصلش دردِسراست
آتشین لعلے کہ تاج خسروان رازیوراست اخگرے بہر خیال خام پختن درسراست

من درسال ہزار وسی ودو یا سہ۔ حاجی رادو، سہ بار درفریدآباد دیدہ ام واز و۔
شنیدہ ام کہ گفتے۔ ''اگر کسے رالذّتِ زندگانی وعشرت این جہانی آرزوست گوا
زاویہ خویش بہر کم وبیش بیرون مشوونان جوین گذاشتہ بنانِ گندم مَدَو''۔ وموافق
این حالت حکایت بزرگان آورے واین چنین اشعار کردے۔

دونانِ خشک گراز گندم است یا از جو سہ تاے جامہ اگر کہنہ است یا از نو
چہار گوشۂ دیوار خود بخاطر جمع کہ کس نگوید ازین جا بخیز وآن جارو
ہزار بار نکوتر بہ نزد دانا یان زِ فرِ مملکت کیقباد و کے خسرو
اگر دوگا و بدست آوری و مزرعۂ یکے امیر و دگر را و زیر نام کنی
ہزار بار ازان بہتر است کز پئے رزق کمر بہ بندی و بر مرد کے سلام کنی

مناسب این حال حکایتے بیادم آمد از ''گلستان شیخ سعدیؒ'' وآنکہ۔ دو برادر
بودند، یکے خدمتِ سلطان کردے ودیگرے بسعیٔ بازونان خوردے۔ (بارے
این تونگر بدرویش گفت کہ چرا خدمتِ (سلطان) نکنی تا از مشقت کار کردن
برہی۔ گفت تو چرا محنت نکنی تا از مذلّت رہای یابی۔ حکما گفتہ اند کہ نان جویں
خوردن وبرزمین نشستن بہ کہ شمشیر زرین بکمر بستن وپیش مخلوقے ایستادن

بیت

بدست آہک تفتہ کردن خمیر بہ از دست برسینہ پیشِ امیر

قطعہ

عمر گرانما یہ درین صرف شد تا چہ خورم صیف چہ پوشم شتا
اے شکم خیرۂ بنانے بساز تا نکنی پشت بخدمت دو تا

این قطعہ ہم از ''گلستان'' است۔ قطعہ

ہان تا سپر نیفگنی از حملہ فصیح کو را بجز معاملت مستعار نیست
دین ورز و معرفت کہ سخندان سجع گو بر در سلاح دارد کسی در حصار نیست

میر عوض سنبھلی فرید آبادی

وے ہم چون حاجی در فرید آباد سکونت داشتے۔ معاملتے خوشتر و استقامتے خوشتر ورزیدہ۔ با اخلاق و مروت بود۔ کتبِ ذوقیات مشائخ را بشوقِ تمام خواندے وسخنانِ این قوم را بصرافتے ادا کردے کہ سامعان را دل بُردے۔ وے گفتے کہ نزدِ من بعد تلاوت کلام مجید و احادیث نبوی مطالعہ کتب مشائخ وسخنانِ ایشان بہتر از اوراد و وظائف و اشغالِ نوافل است۔ در رسالہ ''قدسیہ'' می آرد کہ از حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ پرسیدند چون این طائفہ روے در مقام نقاب آرند چکنم تا بسلامت مانیم۔ فرمودند ہر روز مقدارسی پارہ از سخنان ایشان بخوانند۔ ویکے از صدیقان می فرماید کہ کسے باید کہ سخنِ او (یعنی اللہ تعالیٰ) گوید تا من بشنوم یا من گویم او شنود و اگر در جنّت گفتگوے او نخواہد بود مرا با جنّت چہ کار۔ اقتباس جذبات مواجید از انفاس طیبۂ ایشان تواند کرد۔ ''و من احسن قولا ممن دعا

الی اللہ و عمل صالحاً "۔انتہیٰ۔(میر عوض را در فرید آباد بسیار دیدہ ام وے شعر ہم گفتے و بر من می خواند[1]) وے عمر دراز یافتہ پیوستہ در زاویۂ خویش بہ بود و نابود محظوظ زیستے۔ وے قدر عمر را چنانکہ باید دانستہ بود۔ اندرین باب شیخ بہاء الدین آملی در رسالہ "نان وحلوا" نیک می گوید۔ مثنوی

از ہوس بگذر رہا کن کش وفش — پازدامانِ قناعت در مکش
گر نباشد جامۂ اطلس ترا — دلق کہنہ ساتر تن بس ترا
و ر مزعفر نبودت یاقند مشک — خوش بود دوغ و پیاز و نانِ خشک
ور نباشد مشربہ از رزِ تاب — باکف خود می توانی خورد آب
ور نباشد مرکب زرّین لگام — می توانی زد بپاے خویش گام
ور نباشد دور باش و پیش و پس — دور باش نفرتِ خلق از تو بس
ورنہ باشد مرکب خانہا[2] — می توان بردن بسر در کنج غار
ورنہ باشد فرش ابریشم طراز — با حصیر کہنہ و مسجد بساز
ورنہ باشد شانۂ از بہر ریش — شانہ بتوان کرد با انگشتِ خویش
ہر چہ بینی در جہان دارد عوض — و ز عوض گردد ترا حاصل غرض
بے عوض دانی چہ باشد در جہان — عمر باشد عمر، قدر آن بدان

میر عوض در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) (برفتہ از دنیا) وقبر وے ہمانجا است

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ [2] ورنہ باشد خانہ ہاے زرنگار (ایضاً)

شیخ دوست لونی

صاحبِ ذوق و وجد بود عالمے گردیدہ، و مشائخِ وقت را دیدہ، گرم و سردِ زمانہ چشیدہ۔ بارِ محنت و محبت کشیدہ۔ ہرگاہ سخن درد و محبت گفتے از سرِ حال گفتے چنانکہ در دلہا تاثیر آوردے۔ آرے سخن محبّت ہمانست کہ مؤثر باشد۔ مقرر است کہ سخن محبّت جانگیر است و محبّت سخن خلل پذیر۔ چنانچہ خواجہ شیراز گفتہ

خلل پذیر بود ہر بنا کہ بے بنیاد است　　مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

من در ایّام صِبا بمسافت فرسخے از لونی بودہ، بودم۔ روزے شیخ دوست بر درِ دبیرستان من فرارسید و دستک زد۔ استاد من پرسید۔ کیستی؟ گفت۔ دوست گفت۔ اگر دوستی در چون نمی آی؟ گفت دوستے دیگر ہم با من است۔ گفت۔ ہر دوستے کہ ہست، گو در آید۔ پس ہر دو دوست از در در آمد۔ استاذِ من گفت۔ خیر مقدم باد، دوست با دوست۔ و باہم نشستہ و حکایات دوستی و محبت را بمیان آوردند و دران اثناء شیخ دوست گفت۔ وقتے دوستے داشتم دردمند با معنیٰ۔ اتفاق، میان ما مفارقتے افتاد۔ وے در جُستجوے من کو بکوی شہر بہ شہر می گشت۔ ناگاہ بخانہ کہ ہمدران شہر من بودم و وے نمی دانست مثل مست طافح تشنہ لبان از در در آمد و مرا دریافت، فریاد کنان گفت۔ اے دوست این شعر مشہور موافق حالِ من است۔

دوست در خانہ و من گرد جہان می گردم　　آب در کوزہ و من تشنہ دہان می گردم

درین وقت نقلے بیادم آمد از مقالات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند

جمعِ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ اسرارہم کہ فرمودند (کہ خواجہ) در وقتے کہ از اوایل احوالِ خود حکایت می کردند گفتند، فرصتِ شش ماہ این در بر من بستہ شد و از عالم باطن ہیچ فیض بمن نمی رسید بے طاقت و آرام شدم و قصد کردم کہ باز بملازمت مخلوق مشغول گردم و در آن حال گذرِ من بر مسجدے افتاد بر در آن مسجد دیدم کہ نوشتہ است۔ شعر

اے دوست بیا کہ ما ترائیم بیگانہ مشو کہ آشنائیم

وقتم خوش شد و عنایت بے غایت در رسید و باز آن در بر من کشادہ شد۔ از ذوق آن حال بسیار گریستم۔

میر صالح لونی

سید بود و صالح و عابد و زاہد۔ در راہِ شریعت مستقیم۔ بہ ہیچ بدعتے (بمقابلہ) سنتے مسابلۃ و مداہنت نورزیدے۔ عمر دراز یافتہ۔ باوجود پیری و نحافت و ضعفِ بصارت نماز نوافل و تلاوتِ کلام مجید ہیچ گاہ ترک نکردے۔ روز و شب مشغول این کار بود روزگارے وے و من یکجا بودہ ایم در خانقاہ شیخ من۔ من (از) حفظ اوقات و ضبط معاملاتِ وے حیران می شدم چہ آنحالت درین جزوِ زمان از زہاد و عباد، اہل ریاضت و مجاہدات کم بظہور می آید۔ روزے وے از غایت ضعف و ناتوانی ہم در آن جا بر صحنے سنگین در افتاد۔ دستِ وے زخمی شد، خون بر می آید و صعوبتِ درد، وے را مضمحل ساخت تاہم وظائف و اعمال شبانروزی نگذاشت۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ و اند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔ وے سماع را خوش نہ نمودے و با

اہل سماع نا معتقد بودے وفرمودے۔ ''ما دامیکہ اہل نباشد، این کار بروے حرام است'' با شیخ سراج الدین لونی کہ ذکر وے گذشت، وے را بوے گفتگوے خوش بمیان بودہ است۔ چہ شیخ اہل سماع بود ووے برعکس آن۔ در ''فوائد الفواد'' می آرد کہ۔ ''لختے سخن در سماع افتاد۔ یکے از حاضران گفت کہ مگر درین وقت حکم شدہ است کہ خدمتِ مخدوم را ہر وقت کہ باید سماع بشنوند، اورا حلال است۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود۔ چیزے کہ حرام است بحکم کسے حلال نشود و چیزے کہ حلال است بحکم کسے حرام نشود آمدیم در مسئلہ مختلف (فیہ[1]) مثلاً ہمین حکم سماع۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماع را مباح می دارد بادف وشبانہ (چغانہ[2]) برخلاف علماے ما۔ اکنون درین اختلاف حاکم بر ہر چہ حکم کند حکم ہمان باشد۔ یکے از حاضران گفت کہ ہمدرین روز ہا بعضے از درویشانِ آستانہ در آن مجمعے کہ چنگ ورباب (ومزامیر[3]) بود، رقصہا کردہ اند۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ نیکو نکردہ اند۔ ہر چہ نامشروع است نا پسندیدہ است بعد از آن گویندہ (یکی گفت[4]) آن حکایت گفت کہ چون آن طائفہ از آن مقام بیرون آمدند۔ با ایشان گفتند شما چہ کردید۔ در آن مجمع کہ مزامیر بود شما چگونہ سماع شنیدید ورقص کردید۔ ایشان جواب دادند کہ ما چنان مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ این جا مزامیر است۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر چون این (سخن) شنید فرمود کہ این جواب ہم چیزے نیست۔ این سخن در جملہ معصیت ہا باید۔ درین میان بندہ عرضداشت کرد کہ صاحبِ مرصاد درین معنی رباعی نبشتہ

---

[1] فیہ [2] چغانہ [3] مزامیر [4] یکی گفت۔ این ہمہ اضافات از ''فوائد الفواد'' است

است۔ این دو مصرعہ عرضہ افتاد

گفتی کہ بہ نزدِ من حرامست سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آرے آنگاہ این رباعی را بزبان مبارک راند۔ رباعی

دنیا طلبا جہان بکامت بادا وین جیفۂ مردار مُدامت بادا

گفتی کہ بہ نزدِ من حرامست سماع گر بر تو حرامست حرامت بادا

باز بندہ عرضداشت کرد کہ اگر علماء درین باب بحث کنند و در نفیٔ سماع سخن بگویند، نیکو نماید۔ امّا آنکہ او در جامۂ فقر باشد چگونہ نفی کند و اگر ہم بہ نزدیک او حرام باشد این قدر کند کہ خود نشنود امّا با دیگران خصومت نکند کہ مشنوید۔ خصومت صفت درویشان نیست۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر تبسم فرمود و ملایم این معنی حکایت فرمود۔ (وقتِ متعلمے امامت می کرد جماعتے از دانشمندان کہ چندین علما ہستند و چیزے نمی گویند و یکے دانستہ و نادانستہ عربدہ می کند) حکایت فرمود ''وقتے متعلمے امامت می کرد۔ جماعتے از دانشمندان اقتدا کردہ بودند یکے عامی ہم۔ و آن نماز چہارگانی بود۔ آن متعلم را قعدہ اولیٰ سہو شد۔ (در) سوم رکعت متصل دوم رکعت برخاست۔ چون او دانشمند بود، دانست و در دل کرد کہ این را چہ گونہ (تمام) می باید کرد۔ و علماء کہ با او اقتدا کردہ بودند، ایشان نیز ساکت بودند۔ آن عامی (غلبہ) آغاز کرد۔ ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' چندان بگفت کہ نمازِ خود باطل کرد۔ چون امام سلامِ نماز بداد، رو سوے آن عامی کرد و گفت اے خواجہ ترا چہ شد، چندین

---

[1] در نسخہ ''مگر''

دانشمندان حاضر بودہ اند، ایشان دانستند کہ اِتمام این نماز چگونہ بود، ایشان ہیچ نگفتند تو کیستی ؟ کہ چندین غلبہ کردی ونماز خود ہم باطل کردی ۔ باز عرضداشت کرد کہ بندہ این طائفہ را کہ منکر سماع اند، نیکومی داند و بر مزاج ایشان وقوفے تمام دارد وغرض آنکہ ایشان کہ سماع نمی شنوند ہم چنین می گویند کہ ما از آن نمی شنویم کہ سماع حرام است ۔ بندہ سوگند می خورد و راست عرضہ می دارد کہ اگر سماع حلال بودے ایشان نشنیدندے ۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر[1] ازین سخن بخندید و فرمود کہ آرے، چون در ایشان ذوقے نیست چگونہ شنوندے و چہ شنیدندے ۔ انتہی ۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفت کہ کسے ابوبکر رازی را گفت کہ (در) سماع چہ می گوی ؟ گفت ۔ بس فتنہ آمیز است وطرب انگیز ۔ خویشتن را از فتنہ گوشہ بدار ۔ وے گفت ۔ ''نہ مشائخ آن کردہ اند؟ گفت ۔ درست است ۔ در آن وقت کہ وقت تو چون (وقتِ) ایشان شود تو ہم چنان کن ۔ وہم در آن کتاب است ۔ کہ ابوسہل صعلوکی را از سماع پرسیدند ۔ گفت ''یستحبّ لاھلِ الحقایقِ و یباحُ لاھل العلم و یکرہ لاھل الفجور'' وہمدر آن کتاب است کہ ابن سمعون را گفتند کہ مردم را بزہد وترک دنیا می خوانی وخود بہترین جامہ ہا پوشی، و خوشترین طعامہا (می خوردی چونست این سخن ۔ وے گفت وقتے کہ حال تو باللہ تعالیٰ چنان باشد کہ می باید، نرمیٔ جامہ[2] وخوشیٔ طعام) زیان نمی دارد وہم در آن کتاب است ۔ کہ عجوزۂ پیش عبدالقادر آمد و پسر خود را ہمراہ آورد و گفت ۔ دل

---

[1] از خواجہ ذکر اللہ بالخیر مراد است حضرت نظام الدین اولیاء [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

فرزند خود را تعلقے بسیار می بینم بتو، من ذمۂ وے را از حقِ خود بری گردانیدم برائے خدائے تعالیٰ۔ شیخ وے را قبول کرد و بمجاہدہ و ریاضت فرمود بعد از چند روز پیش فرزند خود آمد، دید کہ نانِ جوین می خورد۔ و زرد و لاغر شدہ از کم خواری و بیداری۔ از ان جا پیش شیخ آمد۔ آن جا طبقے دید و بر آن جا استخوان ہائے مرغے کہ شیخ خوردہ بود، عجوزہ با شیخ گفت۔ یا سیّدی تو گوشتِ مرغ می خوری و پسر من نانِ جوین۔ شیخ دستِ خود بران استخوان ہائے مرغ نہاد، و گفت۔ ''قم باذن اللہ الذی یحیی العظام وھی رمیم''۔ آن مرغ زندہ شد و بانگ کردن آغاز کرد۔ پس شیخ بآن عجوزہ گفت۔ وقتے کہ فرزند تو این چنین شود ہر چہ خواہد گو بخور۔

شیخ جان محمد میرٹھی

صحبت داشتہ بہ شیخ احمد سرہندی۔ صاحب معنی بود و اہل ذوق و محبت۔ معاملت نیکوان داشتہ۔ پیوستہ تلاوت کلام مجید کردے۔ وقتے کہ وے را ہوائے قوال پسرے در سر افتاد و محبتے مفرط گریبانِ جانش گرفت و کارخانۂ جنون رونق پذیرفت و بازار پارسائی کاسد گشت۔

پنجہ زد عشق لباس پارسائی پارہ شد طاعت صد سالہ ام تاراج یک نظارہ شد

بآخر وے با معشوق بفرید آباد از دہلی رسید و در مسجد شیخ فرید سکونت گرفت۔ من وے را آن جا می دیدم و از تماشائے عاشقی وے و معشوقی آن جوان منشرح می گردیدم۔ آن جوان ہم حسن و جمال بکمال داشت، ہم آواز خجرۂ دلربا و

روح افزا۔ چنانکہ عارفِ عاشق، بحسن صورت متلذذ می گردد (ہم) بحسن صوت محتظی شود۔ ہردواز یک جاے اند چنانچہ گفتہ اند

سرود چیست کہ چندین فنون عشق دروست　　سرود محرم عشقست عشق محرم اوست

روزے جان محمد تنہا بر بامِ زینہ ہا در مسجد نشستہ تلاوت می کرد کہ امیرے معزز کہ بیلغار می شد بجہتِ استراحتے برآن بام رفت۔ وے بامیر پرداخت۔ امیر بغضب درآمد و وے را بزد و بیحرمت گردانید۔ شیخ مصطفیٰ و من خواستم کہ براے خدا باآن امیر درافتیم۔ اگر زندہ ایم خوشتر و اگر کشتہ شدیم خوشتر۔ دراین اثنا زودتر باکراہِ خاطر فرود آمدہ و رفتہ بر کنار حوض نشست و در روز کے چند شنیدہ شد کہ معاملہ و کاروبار آن امیر بخرابی کشید و درہم برہم گردید۔ شیخ من گفتہ کہ روزے بخواجہ بیرنگ خبر آوردند کہ خانۂ فلان نامراد کہ درین قلعہ است می خواہند بلشکری دہند و براے این کار معتمدے از آن حاکم، دراین شہر آوردہ بضد است و این نامراد را (شہر) بدر می کند۔ از شنیدن این حرف ایشان برخاستند و روان شدند، تا در بارۂ آن بیچارہ سفارشے کنند۔ آن معتمد از دیدن ایشان اغماض کردہ و روان شد۔ ایشان متألم درایستادند، چہ این اداے وے ناخوش آمد۔ درین اثناء حرفے از زبان مبارک ایشان برآمد کہ دال برخرابی وے بودہ است و ہمدران مدت بعضے از افعال قبیحۂ وے بعرض بادشاہ وقت رسانیدند۔ بادشاہ فرمود تا وے را با خرد و بزرگ وے بکشتند و تمامی خانہ وے را ضبط بخانقہ نمودند۔ خواجہ حسین ہروی کہ مردے نیک بودہ بمن حکایت کرد کہ در ولایت (روایت) مشہور است کہ وقتے مولوی جامی براے

غسل بحمامے در آمدہ اند و رخت (لباس) از بر برآوردہ، اتفاقاً ریاضی شاعر (از) مصاحب پادشاہزادہ الغ بیگ در حمام بود، ایشان را نہ شناخت و طاسے قلعی دار را واژگون بدست بگرفت و بمولانا گفت۔ سرِ شما باین طاس بسیار مانا است چہ در فرق ایشان موی نبود۔ ایشان را ناخوش آمدہ، گفتہ اند، ہان جوان فضیلتگی داری امّا بے ادبی بے ادبان ہرگز بکمال نرسیدہ اند۔ و غسل نکردہ برآمدہ اند و بمنزلے خود رفتہ اند۔ ازین سخن حال وے متغیر شدہ، والہ (دیوانہ) وار از آن جا بر آمدہ و بمنزل خود رفتہ و در افتادہ و درین اثنا الغ بیگ بسر پل جوے کہ درمیان دو کوہ بستہ اند روان شدہ و ریاضی را طلب داشتہ و ہر دو بر سر آن پل بالا نشستہ اند و بشراب مشغول شدہ ناگاہ از زبان شاہزادہ برآمدہ است کسیکہ خود را از این جا در آب اندازد و آن آب از آن جا بسیار پائین بود و بفرش وطغیان ہمی رفت۔ ریاضی گفت۔ من خود را می اندازم۔ گفت۔ نے، ترا نمی گویم و ریاضی این غزل شروع نمودہ۔

غزل

آن پری رخسار آمد، جاے در دل کرد و رفت — مرغ جانم را بتیغ غمزہ بسمل کرد و رفت

اہل دل را آن پری در یک نظر دیوانہ ساخت — عقل را حیران آن شکل و شمایل کرد و رفت

رفت آن عیسیٰ دم و انداخت در جان کندنم — زیستن را بر من بیچارہ مشکل کرد و رفت

از فروغ ماہ رخسار جہان افروز خود — نور قدسی را چراغ خانۂ دل کرد و رفت

رفت از عالم ریاضیؔ برد داغ مہر او — شکر للہ کز جہان مقصود حاصل کرد و رفت

چون تمام کردہ است، برجست و در آن آب افتاد۔ شاہزادہ فریاد کنان بر کنار

جوی فرود آمدہ و گفتہ ''وے را در گیرند'' چون (بیرون) آوردہ اند، رمقے از جانش بقیہ ماندہ بود۔ شاہزادہ گریہ کنان سرش بر زانو گرفتہ، تا وے نرفتہ۔ شاہزادہ اجزاے اشعار وے را بر حال وے وا کردہ است اتفاقا این غزل برآمدہ (است)

قامتش گر کند ہلاک مرا زیر سروے کنید خاک مرا

درجاے کہ بادشاہ زادہ نشستہ بود باغنچۂ سرو بودہ است۔ وے را ہمان جا بخاک بسپردند و گویند مصراعِ اخیر (این غزل) را شاہزادہ گفتہ (است) پس از دفن وے کہ

شکر للہ کز جہان مقصود حاصل کرد و رفت

واللہ اعلم۔ وہم خواجہ حسین گفت کہ من آن جوی و پل و باغیچہ و گورِ ریاضی ہمہ را دیدہ ام۔ (انتہیٰ)

صوفی گدا

وے از دوستانِ خدا بود۔ اگر چہ بحسب ظاہر نام وے گدا بود ولیکن از روے معنیٰ بادشاہ بود۔ و این مصرعہ بر حالِ وے گواہ بود۔ مصرعہ

''گدا بادشاہ است و نامش گدا است''

و وے را نیتے بود خدای و طریقۂ بے ریای۔ در خبر است کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم فرمودہ کہ ہر کہ ختم ''لا الہ الا اللہ'' را کہ ہفتاد ہزار بار است بروحانیتِ مردہ بگذراند آن مردہ را مغفرت است۔ وے چند ختم خواندہ موقوف با خود داشتے، چون شنیدے کہ یکے برفت از دنیا، خواہ آشنا بودے خواہ نہ، ہر دو دست با خلاص

برداشتے یک ختم بوے گذراندے وفاتحہ خواندے۔ اقامت او اندر مسجد فیروزی بود، یکے از وظائف شبان روزی وے پوشیدہ نماند کہ آنچہ می باید در اعمال ہمین نیّت خدای است وبس۔ مصطفیٰ فرمودہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و نیّاتکم''۔ روزے درمیان جمعے (مجمع) سخنے بے ریای ونیّت آن ہمی رفت یکے گفت۔ تصدّقے کہ نابینائے دادہ شود بے ریا است چہ وے نمی داند کہ داد۔ دیگر گفت۔ آن نابینا خود می داند کہ کسے بمن دادہ و بآنکس دعاے خیر می کند۔ پس این ہم ریا است وگفت ببالین فقیرے خفتہ باید نہاد۔ دیگرے گفت آن فقیر این قدر خود خواہد دانست کہ کسے بوے دادہ است۔ نہ کہ از غیب رسیدہ است۔ پس حاضران گفتند ''این سخن از ہم گنان گفتی''، من آن صوفی گدارا ہمدران مسجد دیدہ ام۔ پیرے بود بس با قیمت وصاحب ذوق واہل معنیٰ۔ بانور وصفا ولطافت ونسبت۔ (این) تاثیریست خاصہ (نسبت خاصہ) خواجہ بیرنگ کہ بالاتر ازان ہیچ نسبتے نیست وآن را باصطلاح این قوم نسبت بیرنگی وبے وصفی می نامند۔ ووے ہرگاہ در طاق مقصورۂ آن مسجد کہ در زیر آن دریائیست خوب صافتر وسبزہ زارے در نظر آمدے، بنشستے وباخود حظّے داشتے۔ این شعر خواجہ شیراز ہم بروے صادق آمدے

گدا چرا نزند لافِ سلطنت امروز کہ چتر سایۂ ابرست وبزمگہ لب کشت[1]

---

[1] کہ خیمہ سایۂ ابراست وبزمگہ لب کشت۔ از دیوانِ حافظ

سید اسحاق پنجابی

وے بزرگ بود صاحب احوال و کیفیات واذواق ومواجید۔ بسا مردم آن دیار از صحبت وے از حضیض جہل وغفلت بر آمدہ بپایۂ حضور و آگاہی رسیدہ بودہ اند اقامت گاہ وے کہ در سرحد (دیہتن) قصبہ دیہتن جاے است از ناحیت بہیرہ و خوشاب۔ و وے اندر آن زمین بہ بزرگی معروف است۔ در آن ایامے کہ پدر من بمرتبہ شہادت خواہد رسید وے را دریافتہ بود وصحبت ہاے خوش بمیان آمدہ۔ من از دیدنِ شان خوشوقت تر می شدم و در آن صحبت گویند ہاے پنجابی نقش دردمندانہ وعاشقانہ می گفتہ اند۔ ازان جملہ این پتہ سرورانچہ بود کہ پدرِ مرا در گرفتہ واز معانیٔ آن بوے از حال شہادت می آمد۔ واوّلش بیت پتہ این است۔

آہ و بکا چیخ گبران وے آئی ہُن کیا کیجئے ہیران
رانجھن ہوری متلم کیری تسیان سکھران

شبے کہ صباح آن پدرِ من خواہد رفت از دنیا برین پتہ حظّے وافر داشتہ وتمام شب در سخنان عشق ومحبت عاشقانِ صادقان بروز آوردہ۔ بعد از نماز بامداد پدر من با بست وپنج کس شہید شد۔ سید اسحاق از آن جاے کہ بود آن جا در رسید و خاک پاے ہر گذشتہ را بدست می کشید و بر جبین خود می مالید کہ بارک اللہ شما چند کس بر ہزاران مفسدان چہ کارے کردہ اند و ہمہ را بخاک سپرد و من در آن وقت زخمی افتادہ واز دولت توجہ و برکت نامۂ (تامۂ) شیخ خود رہای یافتہ۔ مجملے این قصہ در خاتمہ بیاید

وتفصیل آن من درنسخہ ''جمع الجمع'' کہ پیش ازین بسالہا نوشتہ ام۔ چون من درآن غمہا با خود می گفتم کاش کتاب ''رشحات'' و ''کلیات خواجہ بیرنگ'' ہمراہ متاع بغارت نرفتے تا اندرین غمکدہ مونسِ حال من گردیدے۔ درین اثناء خادم سید (اسحاق) آن کتب ومتاعے دیگر بانوشتہ وے بمن آورد ''از تقدیر الٰہی چارہ نیست، ہیچ غم مخور واز خدادان وباخداباش''۔ من کتاب ''رشحات'' رابرحالِ وقت خود کہ پیش آمدہ بود برکشادم این برآمدہ کہ ''درجدِ وسعی درآید۔ دوسہ روزے زحمت بیش نیست''۔ وآن روزسوم از وفات پدرِ من بود۔

سید یوسف بھکّری وسید عیسیٰ سندھی

ہردومرید شیخ جعفرند۔ صاحب ذوق ومستی وشورش۔ عجب حالتے وعجب کیفیتے از ایشان ظاہر وپیداست وعجب وَلہے وعجب سکرے بآن دوہویدا۔ گاہ ہا کہ اینان پیش شیخ من می آیند مستان وطافح می آیند ودرگوشہ برخاکِ ادب می نشینند وجز بسوے روے شیخ من نمی بینند۔ درخاطر سلیمہ چنان می رسد کہ گویا شراب خوردہ اند ومست لایعقل گشتہ۔ سخن بسیار کم می گویند ودرسیر ہا این طرف وآن طرف کم می پویند۔ درمستان بادۂ شوق الٰہی می فرمایند۔

''ہرکرا عشق شورانگیز نیست، این کار بروحرام است''

دوست دارد دوست این آشفتگی کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

من این دورباعی راازعنفوانِ شباب اززبان بزرگے صاحب احوال یاددارم۔

رباعی

مارا نہ مریدِ ورد خوان می باید　　نے زاہد و حافظ قرآن می باید
صاحب دردے سوختہ جانے می باید　　آتش زدہ بخان و مان می باید
آن کس کہ ترا شناخت جان راچہ کند　　فرزند و عیال و خانمان را چہ کند
دیوانۂ کنی دو جہانش بخشی[1]　　دیوانہ تو ہر دو جہان را چہ کند[2]

لیکن اندرین دیوانگی شعوریست واندرین بیخودی حضوریست کہ بجز اہل آنکس نہ دریابد۔ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ فنائے مطلق را معنیٰ نہ آنست کہ صاحب فنا را باوصاف وافعال خود شعور نباشد بلکہ معنیٰ آنست کہ نفی اسناد اوصاف وافعال کند از (ذاتِ) خود بطریق ذوق واثبات کند مر فاعل حقیقی را جل ذکرہٗ۔ آنکہ صوفیہ گفتہ اند۔ نفی باثبات جنگ ندارد باین معنیٰ است و فرمودند مثلاً این جامہ کہ من پوشیدہ ام (چونکہ) عاریتیست فی الحال تعلق خاطرِ من از آن منقطع شدہ است وحال آنکہ تلبسِ من بآن جامہ بالفعل واقعست۔ جملہ صفات را برین قیاس باید کرد کہ ہمہ عاریت اند تا دل از ما دون سبحانہ منقطع شود و پاک ومطہر گردد۔ انتہیٰ

شیخ حسن وشیخ حسین

نام مادر ایشان فاطمہ است۔ ہر دو برادر صالح بودند وتالئ قرآن ودر معاملت راسخ

---

[1] برباد دہد ہر دو جہان را بخشی　　دیوانۂ تو ہر دو جہان راچہ کند (نسخۂ ندوہ)　[2] این رباعی صاحب تذکرہ ''تذکرۂ حسینی'' میر حسین دوست سنبھلی از نام خواجہ کرک ابدال قدس سرہٗ نوشتہ اند

و ہر دو صحبت داشتہ اند بشیخ الہداد۔ شیخ حسن را روزگارے من دیدہ ام کہ رسالہ لوا
مولوی جامی را بشیخ من می گذرانید و مصطلح مقررہ را نیک می فہمید و در رشتۂ تقریر و بیا
نیک در می کشید۔ یک بارے من باوے سنبھل آمدہ ام از دہلی و در راہ از طریقہ
سلوک وے محظوظ شدہ و در بیماری اخیر وے من بعیادت رفتم نیک باہوش و آگاہ
بودہ است۔ شیخ من مرا ہمدران مدت سخنان حقائق نوشتہ بود، بوے نمودم، خواند
خوشوقت شد و برفتہ در سال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵م) و قبر وے پائین قبر
شیخ ہلالی سنبھلی است۔ شیخ ہلالی مرید شیخ سماء الدین کنبوہ دہلویست، صاحب احوال
عظیمہ بود و مقاماتِ جلیلہ۔ روزے شیخ بخادمے فرمود با این گرد بادے کہ می رو
مبارکبادی از ما بگو و بگو چیزے (از) حصہ ما ہم فرادِہ۔ چون خادم چنان کرد از ز
آن گرد بادے ظرفے کلان پُر از شیرینی بر جا بماند۔ خادم پیش شیخِ خود آورد شیخ
حاضران قسمت کرد و بخورد۔ وقتے دیگر یک شخص کہ مشاہدۂ این حال کردہ بو
نزدیک بگرد بادے رفتہ و مبارک بادے از طرف شیخ گفتہ طلب حصہ کرد۔ از میا
آن گرد بادے کتکِ چند ظاہر شد و وے را نیک بکوفت۔ وے با حالِ خستہ پیشِ ش
آمدہ و ماجرا باز گفت۔ شیخ گفت آن روز جنے طوی خود کردہ بشادی می رفت تا شیرینی
بداد۔ امروز ماتمے داشتہ تا افتاد انچہ افتاد۔ وفات شیخ ہلالی در سال نہ صد و سی دا
است (۹۳۰ھ/ ۱۵۲۴م) و ''شیخ ہادی'' تاریخ وے۔ و شیخ سماء الدین از مشائ
کبار بود صاحب کرامات ظاہرہ و خوارق عادات باہرہ۔ مرید شیخ کبیر الدین نبیر
مخدوم جہانیان است۔ وے را در حقائق زبانیست سخت نیکو۔ رسایل تصوف

دقائق تام دارد۔ پس ازان در سفرِ مکّہ از صحبت شیخ احمد کتھو[1] فیض یافتہ۔ و شیخ احمد اعظم مشائخ گجرات است۔ آبائے عُظام وے در دہلی می بودند۔ و وے روزے در دہلی میانِ اطفال، بازی می کرد ناگاہ بادے پدید آمد وے را در ربود و از وطن آوارہ ساختہ جائے دیگر انداخت۔ بعد از مدّت بصحبت بابا اسحٰق مغربی کہ درویشے کامل بود از سلسلہ شیخ ابو مدین و در کہتو کہ از قریٔ اجمیر است جا داشت، افتاد و در سایۂ تربیت وے نشو و نما یافتہ و بمرتبت کمال و تکمیل رسید در زمان امیر تیمور در ہندستان اشتہار یافت و تا آخر عہد مرزا شاہرخ در حیات بود و در سال ہشت صد و چہل و نہ (۸۴۹ھ/۱۴۴۶م) برفتہ۔ و شیخ سماء الدین در نہ صد و یک (۹۰۱ھ/۱۴۹۶م) برفتہ۔ در ''کلمات الصادقین'' نوشتہ است کہ وے در ہفتدہم جمادی الثانی در سال نہ صد و ہفت در عہدِ سلطان سکندر (لودی) است گویندگاہے وے بر در خانۂ خود می ایستاد و می گفت۔ غلبۂ مہربانی بر خلق خدا عزّ و جلّ بر آن می دارد کہ جمیع خلائق را در چشم سماء الدین راہ باشد۔ بر ''لمعات'' شیخ فخر الدین عراقی حواشی نوشتہ کہ بحلّ معانی آن کافی و وافی است۔ و یکے از مریدان شیخ سماء الدین شیخ جمالی دہلویست چنانچہ شیخ عجائب (الدین) را ہلالی لقب فرمود، جمال (الدین) خان را جمالی تخلص داد۔ اشعار نیک بسیار دارد و سفر حجاز کردہ۔ بعد از زیارت حرمین محترمین در کسوت قلندران بہرات رسیدہ۔ مولوی جامی را در یافتہ و

---

[1] شیخ احمد کتھو از مشائخ کبار بودہ و پیشوائے وقت مزار مبارکش در قصبہ سرکھیج از مضافات احمد آباد است۔ تاریخ وفات مطابق ''اخبار الاخیار'' ۸۴۹ھ/۱۴۴۶م۔

مولوی از وے دو بیت خوش کردہ۔ یکے

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات تو عین ذات می نگری، در تبسّمی

(وبعضے از صلحا پیش سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ بقبول آن مبشر گشتہ اند) دوم

ما را ز خاک کویت پیراہنے است برتن آن ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

و وے تاریخے نوشتہ است در احوال مشائخ ہند مسمیٰ بہ ''سیر العارفین'' نیک مفید۔ دران جامی نویسد کہ این فقیر بعد از زیارتِ حرمین در شہر ہرے (ہرات) رسیدہ و آنجا اکابر بودہ اند مثل شیخ صوفی از خلفاے شیخ زین الدین جامی و مولانا محمد روحی و شیخ عبدالعزیز جامی و مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ و شیخ الاسلام کہ از دست شاہ اسماعیل شہادت یافتہ و مولانا مسعود شیرازی و مولانا حسین واعظ و مولانا معین واعظ و مولانا عبدالغفور لاری اگرچہ تمام این بزرگواران باین فقیر محبتے عظیم داشتند فاما تکیہ گاہِ منِ درویش خانۂ مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ بودہ۔ روزے با ایشان در حجرہ نشستہ بودم و ''لمعات'' فخر الدین عراقی درمیان بود۔ ناگاہ مولانا در تعریف شیخ صدر الدین قونیوی کہ مسترشد شیخ محی الدین (ابنِ) عربی است، مبالغہ نمودہ و فرمود کہ این ''لمعات'' نتیجۂ برکات التفات آن عالی درجاتست کہ شیخ عراقی در قلم آوردہ۔ این اداے ایشان بخاطر این درویش راہ نیافت گفتم مرتبہ ہر کس پیش حق تعالیٰ مخفی نیست کہ از نتیجہ عطیہ کیست۔ اتفاقاً ہمان شب بحضرت مولانا مشارٌالیہ در خواب نمودند۔ (مولانا می فرمایند) کہ گوئی صفہ پرنور است در آن جا شیخ صدر الدین (فخر الدین) با جمعے درویشان نشستہ اند و مولانا فخر الدین (شیخ صدر الدین)

کفش شیخ صدرالدین (شیخ فخرالدین) گرفتہ بادب ایستادہ است واشارہ بفقیر کردند کہ (درآی) وشمانیز درآن مجلس حاضر بودید۔ من درآمدم و بدست بوس آنحضرت مشرف شدم چنانچہ دہشت ایشان درمن اثر کرد وشما بامن می گوئید کہ مرتبۂ ایشان معلوم شد۔ من ہمی گویم کہ حق بطرف شما بود۔ چون وقت صبح بمولانا یکجا شدم این خواب تقریر نمودند و فاتحہ بروح ایشان خواندند۔ انتہی۔ وفات شیخ جمالی درسال نہ صدوچہل ودواست (۹۴۲ھ/۱۵۳۶م) وقبروے بروضۂ مولانا فخرالدین حاجی درمقام حضرت قطب الدین قدس سرہٗ۔ وازوے دو پسر ماند یکے شیخ گدائی، دربزرگی وجاہ پہلوبپدر می زند۔ دراوّل وآخر ہمّت برکسب معالی و مفاخر داشت۔ درابتدا درسلک مقربان نصیرالدین محمد ہمایون بادشاہ معظم بود۔ بعد از غلبہ شیرشاہ بحرمین شریفین رفت ودرعہد دولت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بدیار مالوف عودنمود وبنہایت درجات اعتبار رسید ودرسال نہ صدوشصت وہشت گذشت (۹۶۸ھ/۱۵۶۱م)۔ دیگر شیخ عبدالحق کہ خیالی تخلص دارد۔ شاعراست وفاضل۔ ہم درجوانی برفتہ۔ صاحب تصانیف صدوبست وسہ است ووفات وے درنہ صدوپنجاہ ونہ (۹۵۹ھ/۱۵۵۲م)۔ سید میر کہ ازاولاد میر سید است در تاریخ وفات وے گفتہ۔

نادرالعصر شیخ عبدالحق — کہ بوصفش مرا زبان بکشود
وقت نزعش بسر رسیدم من — گفتم اے چون تو در جہان نبود
سال تاریخ خویش خود فرما — کہ چو اوئ درین زمان نبود

گفت تاریخ من بود نامم بندہ وقتے کہ در میان نبود

امّا آن شیخ حسین مرید شیخ عبدالواحد سنبھلی است و وے مرید شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی و وے مرید شیخ سلیم (چشتی) فتح پوری قدس اللہ ارواحہم۔ ذکرِ احوالِ این ہا بجاے خود بیاید و یکے از مریدانِ شیخ عبدالواحد شیخ محمود صالح سنبھلی بود۔ صاحب وجد و احوال عظیمہ۔ گویند در اوایل وے را شوق این راہ پیدا شد، جنون آمیز۔ شیخ محمود از اقاربِ وے کہ صاحب مشرب و اہل این راہ بود و از وے رسالہاست در مذاق صوفیہ و صحبت داشتہ بشیخ امان پانی پتی زنجیر بپا انداختہ و وے این بیت مشہورہ را از سر ذوق خواندہ

پاے مجنون نہ ہمین سلسلہ سودا داشت ہر کہ دیوانہ شد این سلسلہ را بر پا داشت

پس از آن وے قصد زیارت شیخ خود کرد۔ در آن اثناء شیخ فتح اللہ در خواب بوے گفت۔ ''بیا در روضۂ ما و بکار باش''۔ وے آن جا اقامت گرفت و یکقرن بیش بسر برد و بمقصود رسید و بر رفت از دنیا در سال ہزار و سی و پنج (۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶م) و قبر وے نزدیک بروضہ شیخ فتح اللہ است قدس اللہ سرہٗ۔ این مصرعہ تاریخ وصال ویست۔ مصرعہ

''میان محمود صالح رفت از جا''

شیخ محمد ہاشم نبیسۂ وے کہ جوانیست بفضیلت و اخلاقِ نیک۔ و بمن آشنا و مہربان۔ گوید کہ۔ ''شیخ حسین در اوایل خواجہ بیرنگ را دیدہ است و پس از آن با شیخ اللہ داد صحبت داشتہ۔ بآخر با شیخ من اخلاص نیک پیدا کردہ۔ وقتے شیخ من

بوے این نوشتہ کہ ''ذاتِ حق نوریست غیر متناہی و بالاے ہمان عالم وغیرِ او ہیچ چیزے دیدہ وشنیدہ نمی شود، ہمہ اوست۔ واو ہمہ آنہا۔ انچہ غیر می نماید غیر نیست۔ موجہاے آن دریاے بے کران است۔ می باید کہ در این خیال شب وروز باشند وچندان کوشش وسعی کنند کہ این اندیشہ با جوہرِ دل یکے شود و بے تکلف درین اندیشہ بودن میسّر شود ودر ہمہ کارہا درین کار باید بود

''کار این است وغیر این ہمہ ہیچ''

وے برمن بسیار لطف ودوستی داشتے وسالہا بسیار باہم سیر وسفر نیک کردہ ایم، چہ در دہلی و چہ در آگرہ یعنی اکبرآباد و چہ امروہہ و چہ حسن پور بوجہ حُسن بسر بردہ ایم۔ وے گفتے کہ من چون بودم در خدمتِ شیخ فرید مرتضٰی خان و وے سیّد بودہ بخاری الاصل صاحب دولت صوری ومعنوی۔ روزے خواجہ بیرنگ بخانۂ سید تشریف آوردند، سید بزیر ایشان برآمد وایشان را برصدر بنشاند۔ ایشان براے صالحے ادرارے خواستند۔ سید موافق مرضی ایشان مقرر کرد وعرض نمود کہ بیشتر حضرت در این چنین تصدیع نکشند و ہر کارے کہ بخاطر مبارک برسد باین شیخ حسین اشارہ می فرمودہ باشد وسید مرا گفت انچہ ایشان فرمایند انصرام رسانیدہ باشی۔ وایشان برسیّد نہایت توجہ باطنی داشتند۔ سیّد از توجہ خاص ایشان از نسبت باطن وشغلِ طریقہ مستفید شدہ بود وہم از دولتِ ترغیب وہمّت ایشان مرتبہ جود و سخا را بکمال داشتہ چنانچہ اکثرے از صلحا ومستحقان و بیوگان وخرد و بزرگ در ہمہ ہندستان از خوانِ احسانِ سید روزی خوار بودند وایشان تا آواخر کہ بمرتبہ تکمیل

رسیدند سیّد را بعنوانِ قبلہ گاہی نامہ می نوشتند وحقوق سابقہ را مرعی می داشتند۔ یک مرتبہ در ایام مشغولی سید بسید این نوشتہ

یکے لحظہ ازو دوری نشاید کہ از دوری خرابی ہا فزاید
بہر جائیکہ باشی پیش او باش کہ از نزدیک بودن مہر زاید

وفاتِ سید در ماہ ربیع الآخر از سال ہزار و بست و پنج است (۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶م)۔ و ''داد خورد برد'' تاریخِ او۔ پدر من در آوانِ جوانی با سید بودہ است و داروغہ حوض فرید آباد و سرائے کٹرہ دہلی۔ چون شیخ حسین را وفات نزدیک رسید۔ گفت۔ این شب جمعہ را خواستم کہ بروم امّا نصیب نبود۔ چون شب دوشنبہ رسید گفت وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز دوشنبہ است اگر درین روز بروم خوشتر است و این بیت می خواند

نفسے درمیان میانجی بود آن میانجی ہم از میان برخاست

وسرانجام تجہیز و تکفین خود بہوش تمام نمود۔ آخر شب عزیزے کس بخبر وے فرستاد۔ وے گفت بیش نماندہ است چون باز آمد برفتہ بود وقت صبح دوشنبہ چہاردہم ماہ رجب از سال ہزار و شصت و نہ (۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹م) وقبر وے پائین قبر شیخ حسن برادرِ ویست۔

شیخ بہاء الدین و شیخ اسمٰعیل

با ہم اقربا اند و ہم اقران، از اولاد گنج شکر و از نبائر شیخ علاء الدین چشتی کہ بعلاء الدین جوانمرد اشتہار دارد۔ و در سال نہ صد و چہل و پنج (۹۴۵ھ/۱۵۳۹م) برفتہ

از دنیا وقبروے بریک فرسنگے دہلیست جنوب رویہ وشیخ اسماعیل گوید کہ شیخ بہاء الدین شش روزہ بود کہ مادرِوے برفت از دنیا ودر شغل تجہیز وتکفین ہیچ کس ازآن طفل خبر نگرفت وہر ہمہ غافل گشتند ووے درکنج خانہ (بُز) افتادہ ماند۔ چون از دفنِ مادرش فارغ شدند وشب رسید شیخ بدرالدین پدرش از یکے پرسید کہ آن طفل کو؟ وے را درکنج خانہ (بز) یافتند و درشگفت شدند، بربسترے آوردند۔ بزکے از ہمان کنج برخاست وباوے آمد، وے رالیسیدن گرفت وپاہاے خودرادر گردوے داشت وبنجے درایستاد کہ جرغِ خودرا بدہن وے دررسانید وشیر سیر بچکانید۔ متعجب ترگشتند ودانستند کہ تمام روز بدین منوال گذشتہ است۔ دیگر روز را دایہ آوردند کہ حوالہ بوے کنند۔ پدرش گفت چون خداے تعالیٰ بحکمت کاملہ و رحمت شاملہ خوداز دست بُزے بوے شیر عطا کردہ ہمان کافیست وحاجت دایہ نیست وبُز در ہر شبانروز درشیر دادن ولیسیدن وپاس داشتنِ آن طفل چون مادر مقید شد وبچگانِ خودرا ازخود براندے وشیر ندادے وتامدت سہ ماہ شیرِ بز کم نہ شد ودرآن سہ ماہ پدرش طعامے مرغن از دستِ خودآن بز رامی خوراند۔ پس ازآن وے راہم بطعام خوردن آوردند ووے آمیزشے بابُز چون پسر (با) مادر ہمی کرد۔ چون وے پانزدہ سالہ شد بُز ضعیف وبیمار گشت۔ پدرِوے بے اطلاع وے یکے راگفت تاذبح کرد۔ چون وے دید بگریہ درآمد ونگذاشت کہ کسے گوشتِ بز بخورد تاکفن نفیس برآوردہ مدفون ساخت۔ پدروے بیکے گفت کہ پنہان درشب بُز آوردہ بخورد۔ (او) کفن برکرد وہم چنان کرد۔ شیخ بہاء الدین باپدرِمن نیک

دوست بود واو ہم آن چنان (باوے) بل زیادہ۔ وے صاحبِ ذوق وسماع بود۔ ودر سماعِ وے تاثیرے بود ظاہر ودل نشین۔ وے عمر دراز یافتہ دراواخر دراوقاتِ سماع صحیح البدن برخاستے وگشتہا زدے ودر غیر آن مقعد ماندے واین از خوارق وے بودہ۔ روزے من وے را دیدہ ام درعرس شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کہ بسماع درآمدہ است وخوشوقت است۔ شیخ احمد قاضی کہ ذکر وے نزدیک می آید، وکریم داد قوّال را کہ مردے ظریف بود ہر دورا، درآغوش گرفتہ است وہر سہ یکسان بسماع درآمدہ اند وحال آنکہ این دوتن اہل سماع نبودہ واز تاثیر (سماع وے) اکثرے از ماہا کہ درگرد وپیش وے ایستادہ بودند گریان ونعرہ زنان باذوق بودہ اند۔ وقوّالان این غزل مسعود بک را در پردۂ زلف می گفتند

(غزل)

دل خون نشدے چشم تو خنجر نشدے گر — رہ گم نشدے زلف تو ابتر نشدے گر

ہند و بچۂ ملک خراسان نگرفتے — بارے دہِ وے غمزہ کافر نشدے گر

پرکار قضا دائرہ مہ نکشیدے — خط بر رخت از مشک مدوّر نشدے گر

در جنّت فردوس کسے پا نہ نہادے — آن چاہِ زنخدانِ تو کوثر نشدے گر

زِ قبلہ عام این دل گمراہ نگشتے — محراب دوابروے تو رہبر نشدے گر

اندر دل من نقش خیالت نہ نشستے — آن قامت قدِ تو صنوبر نشدے گر

اقلیم دل و ملک بتاراج کہ بُردے — سلطان غمت مثل سکندر نشدے گر

از نقش جہان لوح ضمیرم نشدے پاک — نقش تو درین دیدہ مصوّر نشدے گر

مسعود بک از بادہ چنین مست نگشتے
کان لعل دلآویز تو ساغر نشدے گر

و وے نسبت خواجگان خمسۂ چشتیہ محبت تمام داشتے و باعراسِ ایشان با نیازِ تمام رسیدے۔ پوشیدہ نماند کہ ایامِ وصال خواجگانِ خمسہ قدس سرہم بہ ترتیب ہفتہ واقع شدہ۔ خواجہ معین الدین بروز یکشنبہ ششم ماہ رجب از سال شش صد وشصت و سہ (۶۶۳ھ/ ۷/جون ۱۲۶۵م) (خواجہ قطب الدین دوشنبہ چہار دہم ربیع الاوّل ہم از سال شش صد وسی وسہ (۶۳۳ھ/۴/دسمبر ۱۲۳۵م) شیخ فریدالدین سہ شنبہ پنجم محرم از سال شش صد وشصت و چہار[1] ۶۶۴ھ/ ۱۲۶۶م) شیخ نظام الدین چہار شنبہ ہیز دہم ربیع الآخر از سال ہفت صد و بست و پنج۔ (۷۲۵ھ/ اپریل ۱۳۲۵م) شیخ نصیرالدین پنجشنبہ ہیز دہم رمضان از سال ہفت صد و پنجاہ و ہفت (۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶م)۔ شیخ بہاء الدین وظیفہ داشت کہ در شبہاے جمعہ بارواح طیبہ جمیع انبیاء و بروحانیت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب واولاد ومشائخ و فرقۂ مسلمین از سابقین و خالفین وجمیع آشنایانِ خود فاتحہ خواندے۔ پس از آن اہل حرفہ مثل طبّاخ وصبّاغ وغیر ذالک آشنایان وے کہ از دنیا رفتہ بودندے وہم زنان ایشان را نام بنام فاتحہ خواندے واین خواندن ہا بدیر کشیدے۔ وطن آبائی وے بہ سراے شیخ علاء الدین چشتی است (بدہلی) امّا شیخ لاڈن از بزرگان وے سنبھل آمدہ سکونت گرفت ومدّت ہا خوش گزراند وہمدران جا برفت در سال ہزار

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

(۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲م) ونعش وے را بدہلی اندر سرائے شیخ علاء الدین بردہ۔ مدفون ساختند واین مقام را ''لاڈن سرائے'' می گویند چون کسے از قبیلۂ ایشان از دنیا می رود نعش وے را در دہلی بدان سرائے می رسانند ونزدیک بروضۂ شیخ علاء الدین مدفون می سازند۔ وشیخ بہاء الدین چون در سال ہزار وشصت (۱۰۰۶ھ) برفت، پس از ماہ چند نعش وے را بجائے معہود (در دہلی بدان سرائے) بُردند وشیخ اسماعیل را یکقرن بیش است کہ ترک نوکری کردہ در لاڈن سرائے نشستہ باہمّت ومروّت واخلاق۔ برمن لطف تمام دارد واکثر باہم ملاقات است۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' بہ پنج سال وے بدہلی رفتہ ودر آنجا برفتہ از دنیا در ششم رمضان از سال ہزار وہفتاد و چہار ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴م) ونعش وے را ہم بسرائے شیخ علاء الدین بُردہ مدفون ساختند۔ من تاریخ وے بمعمۂ این چنین گفتم

شیخ اسماعیل چون رفت از جہان ہر کسش اندر بہشت آسود گفت
بود بینا در رہِ دل، ہم دلم شیخ اسماعیل بینا بود گفت

سید خضر بریلی

درویشے بود صادق واندرین کار واثق ودر محبت ومُعاملت موافق در قریۂ سیتھلی از ناحیت بریلی سکونت داشتہ بافقراء چندی گذراند باجمعیت۔ من در اوایل وے را در صحبتِ شیخِ خود دیدہ ام۔ او نیک آشنا شدہ وبیر دہلی نمودہ ودران فرصت درویشے از طالبانِ این راہ باوے بود واز وے ملقّن بذکر باطن شدہ وخدمتِ وے می کردہ

لیکن ہیچ کار کشاد آن درویش در پیش روی نمید ادے (ازین ممروے (روزے) درگلہ (بہ) من افتاد۔ (چون من بوئے گفتم) وے گفت۔ چہ کنم از مرادانست؟ (یعنی خودمراد) ازین جہت کار آن درویش در پیش نمی رود) ومقرراست کہ طالب راانقیاد باید نہ خودمراد۔ من در کتابے دیدہ ام شیخے بود صاحب ارشاد۔ وے دومرید در خدمتِ حضور (خود) داشت۔ از آن یکے کہ درخدمتہا چست بود کارش ہیچ نمی کشاد ودیگرے کہ برعکس آن بود صاحب احوال شدہ۔ عزیزے از آن شیخ پرسیدہ چونست کہ برآن بے پروا شمارا لطف وتوجہے ہست و برین خدمتگار کارگذارنے گفت۔ وے مرید منست این نیست گفت این مشکل راحل فرمایند۔ شیخ گفت بنشین و بہ بین، تا آن خدمتگار راطلبید وگفت۔ آن شترے کہ نشستہ است بر بندو برپشتِ خود انداز و برآرو برین دریچۂ مسجد درآر۔ وے گفت۔ شیخا! اوّل شتر را برپشت انداختن مشکل و بدریچہ درآوردن مشکل تر، این کار از من نمی آید۔ گفت از پیش من یکسوشو وآن بے خدمت را طلبید وہمان کار فرمود۔ بے تامل بردوید، دستار از سر فرود آوردہ وفوطہ از کمر وا کردہ، رسنے ساختہ واز زیر شتر درآورد و برکمر خود بست و قصد برداشتن کردن گرفت بجدِ تمام وساعتے درین قماش بود تا شیخ بآن سائل گفت۔ ''مرید این است''۔ گاہ ہا بہ سید خضر من بزیارت قبور مشائخ شدمے وسیر ہاے نیکو کردمے۔ وے بحسن صورت مائل بودہ خاصہ از نساء واز عاشقی ہاے جوانی خود حکایت می کرد۔ عارفان گویند کہ نساء آخرین خلقت عالم است، ناکام عشق وے اتم واکمل بود۔ محمد مصطفیٰ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم ''حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ دنیا

کم ثلثۃ الطیب والنساء و قرۃُ عینی فی الصلوٰۃ"۔ ہمانا عاشقی ہاے اہلِ عرب ہم برین معنیٰ بودہ باشد چنانچہ حکایت عاشقی مجنون ولیلیٰ، وسلامان و ابسال، ووامق وعذرا وغیرہ ذالک مشہوراست۔ شیخ من درمعنی آن حدیث چنین گفتہ کہ در وجود انسان ہمگی سہ مرتبہ است مرتبۂ نفس و مرتبۂ روح و مرتبۂ جامعیت کہ مراد از آن قلب است۔ طیب قوتِ نفس است وصلوۃ قوتِ روح و نساء قوتِ جامعیت (است) روزے سید خضر ومن از زیارت قدمگاہ مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ باہم بازمی آمدیم۔ درراہ زنے ہندوے بنظر درافتاد بس بلطافت و خوبی۔ وے از مشاہدۂ آن جمال متحیر درایستاد۔ دیدم کہ از خودمی رود، وخود بخود در خودگم می شود۔ ووے رانہ یارائے پیش آمدن ماندونہ راہے پس رفتن ومرا مشکل شد کہ چہ کنم، تا درلحہ آن پری بعد جلوہ گری پنہان گردید۔ ووے را رسید آنچہ رسید۔ من این مطلع شیخ خود

بازم بسر فتاد ہواے پری رُخان صبر وقرار گشت زدل چون پری دوان

درآن وقت (بترمیم) چنین خواندم۔

تا آن پری شدہ زبس دلبری نہان صبر وقرار گشت زدل چون پری دوان

ووے رامستانہ ودیوانہ وار بمنزل شیخِ خود آوردم تا اندر صحبتِ شیخ من آنحال فرو نشست لیکن تاثیر نگاہ آن زیبا ماہ چنان دردلش کارکرد کہ تا آخر عمر فرایاد خاطر ہمی آوردو آن حکایت رابدردِدل مکرّر می کرد۔ ہرگاہ وے از وطن خود بسنبھل آمدے از یاد آن نگارِ وقت مرا تازہ ساختے گویا اندر دل وے زخم آن نگاہِ (نگار) ناسور

گشتہ (یکے از) دردمندان این راہ وخوردگان شمشیر نگاہ می فرماید۔

نیت جان بازی داری خدا[1] فرصت دہاد زخم شمشیر نگاہے خوردۂ ناسور باد

وقتے وے بسنبھل آمد۔ اتفاقاً در آن ایام طوی سید کاظم پسر من بودہ است۔ چند روز خوش بگذشت چون وے باز رفت، برفت از دنیا۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) است وقبر وے در باغچہ ویست۔

شیخ احمد دہلوی

مولد ومنشاے وے مقام سلیم گڑھ بودہ است متصل بدہلی و وے قاضی آن جا بود۔ بفضائل وکمالات آراستہ وصلاح ومعاملات پیراستہ۔ چون در سال ہزار و پنجاہ و ہشت، بادشاہ اعظم، اکرم، اشجع و اعدل، ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحبِ قران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی، آن مقام را خوش نمود، در آن جا شہرے بنا نمود مسمّٰی ''بشاہجہان آباد'' وعمارات عالیہ از مساجد وقلاع واسواق بطرز غیر مکرر پرداخت ودر چند سالے آن شہر عظیم ایشان را اتمام ساخت ومسجد جامع آن شہر بعظمت ورفعت ولطافت وصرافت، آن چنان واقع شدہ است کہ ہیچ کسے از جہان دیدگان، فہمیدگان ہفت اقلیم ہم چنان نشان نمی دہد۔ وآن چنان شہر امروز در ایران وتواران و ہندستان پیدا نیست۔ از تواریخ بناے آن یکے این است۔ ''شدہ شاہ جہان آباد از شاہجہان آباد[2]۔'' روزے شیخ من از زیارت شیخ

---

[1] رب ترا [2] ''شد جہان آباد از شاہ جہان'' از نسخۂ ندوہ

نظام الدین اولیا قدس سرہٗ مراجعت نمودہ بمنزل خود می آمد و من باوے۔ ناگاہ اندر راہ آن شیخ احمد ملاقات کردہ ہمراہ شد۔ شیخ من سخنے از توحید بمیان آورد واز وے پرسید کہ تو اندرین مقولہ چہ می گوی۔ وے گفت۔ اعتقاد من موافق اعتقاد موحدین سابقین است۔ و چندان اسرار توحید باد قائق سخت نیک، مطابق اصلاح این قوم میان درآورد کہ وقت شیخ من خوش گشت وسخنان این علم بسیار فرمود چنانکہ شیخ احمد محظوظ و معتقد گردید۔ پس از آن شیخ من در تعریفِ وے مرا این عبارت گفت۔ این جماعہ است کہ با این علوم غریب (خودرا) در کسوت علماء و قضات پنہان می دارند۔ گمانِ کس برایشان پئے نمی برد۔ و در حقیقت این علم ہم اوئ راشاید کہ بخوبی اخفا نماید۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار می فرماید کہ مولانا حسام الدین شاشی جمعیتِ قوی واستغراق تمام داشتند وآثار جمعیت از ایشان ظاہر بود۔ عجب چشمہاے پُر حال داشتند، ہر چند کسے بے مذاق بودے معتقد ایشان می شد وایشان از غایت حرارت جمعیت وغلباتِ جذبات کہ داشتند، در زمستان یخ را می شکستند وپاہاے خودرا در آب می نہادند وپیش سینہ خودرا می کشادند وآب برسینۂ خود می پاشیدند۔ ومرزا الغ بیگ ایشان را بقضاے بخارا تکلیف کردہ بود وبزور قاضی ساختہ۔ دران زمان کہ در دار القضاء می نشستند وفیصلۂ خصومات می کردند۔ جمعے طالبان دور می نشستند وکسبِ جمعیت از ایشان می کردند۔ من در محکمہ ایشان حاضر می شدم۔ در مقابلۂ ایشان پنجرہ بود کہ من ایشان را می دیدم وایشان مرا نمی دیدند۔ آن جا می نشستم ونظارہ ایشان می کردم۔ ہرگز در

نسبتِ خواجگان قدس اللہ ارواحہم از یشان ذہولے وفتورے فہم نکردم کہ درستر و اِخفاے طریقہ و جمعیت باطن خود بغایت می کوشیدند ونسبتِ خود را بلباسے (قضا) می پوشیدند کہ بآسانی چیزے از ایشان ظاہر نمی شد۔ بارہا می گفتند این کار را ہیچ لباسے از اشتغال بافادہ واستفادہ درصورت علم بہتر نیست۔ انتہیٰ۔ پدرِ من با شیخ احمد آشنا بود۔ دراوایل گاہ ہا پیش وے می رفت واز حسن اخلاق وے خوش باز می آمد ومی گفت کہ وے درویشی خود را درلباس تدریس وخدمت قضا نیک در پوشیدہ است ومن از دیدارِ وے بسیار محظوظ ومسرور می شدم۔ وفاتِ وے درسال ہزار و پنجاہ ویکست (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م)۔

شیخ عبدالرحیم سنبھلی

وے خولجہ (خواہر) زادۂ شیخ مرتضیٰ است۔ و برادر شیخ عبدالرحمٰن۔ صادقست و واثق اندرین راہ۔ وے نسبت اُویسی دارد از روحانیت خولجہ بیرنگ۔ وے گوید کہ۔ درایام شباب بناگاہ مرا شوقے بدل پیدا آمد وولہے درسر گرفت۔ تا بے ہیچ معلوم از خانہ برآمدم ودیوانہ وار بدہلی شدم و بآستانۂ مقدسۂ خولجہ بیرنگ اقامت گرفتم۔ آن جا حاجتی (حاجے) بود دوتاے نان ہر روز بمن آوردے۔ من یکے ازآن برگرفتمے وخوردمے وروزانہ بصحرا وکوہ رفتمے ومستانہ بگشتمے، وشبانہ پائین قبر مبارک خولجہ بیرنگ سر بجیب فرو بردہ تقلیداً (تقعیداً) نشستے تا صبح۔ شبے مراقبہ داشتم، درواقعہ دیدم کہ جمعے از مشائخ کبار برگرد قبر خولجہ بیرنگ بمراقبہ فرو رفتہ اند و

ایشان چوبکے بدست (داشتہ)، گرد آن جماعہ می گردند بخوشوقتیٔ تمام۔ تا بمن برسیدند و بدست مبارک خود بازوے من گرفتہ مرا برداشتند و با آن جماعہ برابر نشاندند۔ ہمان لحظہ ذکر اسم ذات در دل من ظاہر شد و نیک بدل گفتن گرفتم۔ چون بافاقت آمدم، دلِ من ذاکر بود و مستقیم الحال۔ و جمیعتے بہم رسیدہ۔ چون بسنبھل آمدم ماجرا را بشیخ مرتضیٰ و شیخ عبدالرحمٰن گفتم۔ گفتند اکنون ترا احتیاج بہ تلقین دیگرے نیست۔ در ''مقدمہ نفحات الانس'' است کہ شیخ طریقت شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ گفتہ است قومے از اولیاء اللہ عزّ وجل باشد کہ ایشان را حضراتِ مشائخ طریقت و کبراء حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در ظاہر احتیاج بہ پیرے نبود زیرا کہ ایشان را حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در حجر عنایت خود پرورش می دہند بے واسطۂ غیرے چنانکہ اویس را دادہ رضی اللہ عنہ این عظیم مقامے بود و بس عالی تا فکر کسے اینجا رساند و این دولت روے بکہ نماید۔ ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' و ہم چنین بعضے از اولیاء اللہ کہ متابعان آن حضرت اند صلی اللہ علیہ وسلم بعضے طالبان را بحسب روحانیت تربیت کردہ اند بے آنکہ او را در ظاہر پیرے باشد و این جماعۃ نیز داخل اویسیانند۔ انتہیٰ۔ پوشیدہ نماند کہ در سلسلہ علیہ نقشبندیہ آنچہ ظاہر است دو بزرگ نسبت اویسی داشتہ اند۔ چہ تربیتِ ایشان از روحانیت بزرگ بودہ و این تربیت باطن چون تربیت ظاہر است در ''رسالہ قدسیہ'' حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مسطور است کہ شیخ ابوالحسن خرقانی را انتساب بتربیت در تصوف بسلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامیست چہ تربیت

ایشان در سلوک از روحانیت شیخ ابو یزید است۔ و ولادت شیخ ابوالحسن بعد از وفاتِ شیخ ابو یزید بمدّتے بودہ است۔ و شیخ ابو یزید را انتساب در تصوف با مام جعفر صادقست رضی اللہ عنہ و تربیتِ ایشان ہم از روحانیت امام جعفر صادقست رضی اللہ عنہ۔ و بہ نقل صحیح ثابت شدہ است کہ ولادتِ شیخ ابو یزید بعد از وفاتِ امام جعفر صادق است رضی اللہ عنہ۔ انتہیٰ۔ شیخ عبدالرحیم را با شیخ من محبتے است خاص و اخلاصے است درست۔ و شیخ من وے را از نیکوان می گوید و الطاف و عنایات بسیار بروے می کند۔ و وے اُمّی است (مگر) سخنان این راہ بے خار می گوید و نیک می فہمد۔ تلاوت کلام مجید بقدر فہم خود می کند۔ در معاملت مستقیم است و فتوت بلند دارد۔ من باوے سخت دوستم و مرا باوے اتفاقست در ظاہر و باطن۔ تا من لشکری بودم وے لشکری بود۔ چون من تارک شدم وے تارک شد۔ وے من می گوید۔ امروز کہ چون برادر خود در وطن آشناتر ادارم و من ہم چنان می دانم و می گویم۔ وے گفتہ۔ شبے بخواب دیدم کہ صحرائے است عظیم و از طرفے لشکرے کلان بادشاہے، بہ بُہیرے و بنگاہے می آید۔ می گویند بادشاہ می آید۔ چون نزدیک رسیدہ۔ مرا گفتند این بادشاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اند)۔ من از غایتِ شوق بر دو دیدہ ام و سر خود را بر قدم مبارک آن حضرت نہادہ۔ آن حضرت سر را از دستِ مبارک برداشتہ اند۔ ریش مبارک آن حضرت سپید (است لباس ہم سپید دارند) و اسپ ہم سپید۔ و ہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ بمقامے بس بلند

اضافہ از نسخۂ ندوہ

وعالی برآمدہ ام۔ درآن جا شیخ عبدالرحمٰن برادر خود را یافتہ ام چون از آن جا خواستہ
ام فراترک شدن، برادر گفت۔ بس کن۔ وہم وے گفتہ روزے در واقعہ دیدم کہ
مردے از غیب پیدا شدہ و دست در سینۂ من آوردہ کہ گرد دلِ من بر آوردہ و
بنیداختہ۔ از آن باز صفائی تازہ در دلِ خود ہمی یابم۔ وہم وے گفتہ کہ من دوستے
داشتم فہمیدہ، شبے اندر خواب وے را لقمۂ طعام سیر خوراندم۔ بامداد، وے آمد کہ
امشب در خواب شما مرا طعام مرغوب بدستِ خود سیر خوراندہ۔ وہم وے گفتہ کہ جوگی
با شیخ جمالی پدر شیخ مصطفیٰ نانائے من آشنا بودہ است و باہم صحبتہا و خلوتہا می
داشتند۔ روزے جوگی بوے آمد و وے از اندرون در حجرہ را بستہ بود و مشغول
نشستہ۔ گفت در بکشای وے گفت، اکنون وقت نیست، بار دیگر آی۔ جوگی گفت
اگر تو نمی کشای من می آیم۔ گفت۔ بیا۔ جوگی آن چنان در آمد و بتکبّر گفت۔ اگر
خواہی تماشاے بہ ازین نمایم۔ گفت ''بنما''۔ جوگی عملے بر آورد و خود را بصورت
شیرے مہیب برخاست و قصد وے کرد۔ وے بسیار قوی بود و مردانہ بگلویش در
گرفت و در زیرانِ خود آوردہ، تنگش کرد۔ شیر عاجز گشت و امان خواست۔ وے در
گذاشت بہ صورت اصلی باز آمد و گفت۔ تو خود مرا کشتہ بودی۔ گفت۔ ''من ترا نمی
کشتم، شیر را می کشتم'' جوگی نقارے بدل در گرفت و گفت بیا در صحرا و تماشا بہ ازین
بنگر۔ تا ہر دو بصحرا شدند۔ جوگی یک سرِ ریسمان کلاوہ بدست وے داد کہ محکم گیر و
خود کلاوہ کشان بجانبے شد تا از نظر غایب شد۔۔ وے سر ریسمان بدرختے در پیچیدہ
وجدا بہ نشست و نظارگی شد، دید کہ گرد بادے از آتش بر آن ریسمان دویدہ آمد و

بقہر برآن درخت زدودرخت راازبیخ برانداخت وبازبان راہ برریسمان برفت۔
وے ہم ازعقب رفت، دید کہ جوگی رابند بند جدا ساختہ است وجابجا انداختہ۔
وے بے دہشت پیش رفتہ وچیزہاے کہ درجھولئ جوگی بودہ است درگرفتہ وبخانہ
آمدہ۔ازآن جملہ آئینہ بودکہ بادلقوہ (مرض لقوہ) ازدیدن آن می رفت وہم وے
گفتہ کہ آن آئینہ رامن دیدہ بودم درپیش طفاے خودشیخ مرتضی۔

محمد مقیم لاہوری

مریدشیخ احمد سرہندی است۔ دراوایل من وے رادر جماعہ لشکریان دیدم اندر
لاہورومن ہم لشکری بودم عندالملاقات سلوک لشکریانہ بوے می نمودم وازطریقہ
وے واحوال باطن وے غافل۔ تاپس ازمدّتے مدید چون صحبتہاے متعدد
دست داد۔ وے ازشیخ من (مرا) پرسیدومن ازشیخ وے کہ شیخ شیخ من است
(پرسیدم) گفتہ کہ آنچنان بوداست۔آن گاہ ازنسبت باطنئ وے کہ درنہایت ستر
واِخفاداشتہ بود چیزے معلوم شدکہ اکنون نمی توانم تعبیرآن کماھی کرد۔یعنی
نسبت حضراتِ خواجہ ہاے بزرگ وارقدس للہ سرہما کہ درغایتِ لطافت است؛
اشارہ ازآن درذکرشیخ من ہم ازمقولہ شیخ گذشتہ ازآن بازمعلوم شدکہ تحقیر ہیچ
کس نبایدنمودوباہمگنان بحسن ظن باید بود

خاکسارانِ جہان را بحقارت منگر　　توچہ دانی کہ درین گردسوارے باشد

در''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرارقدس سرہٗ می فرمودندکہ دراوایل حال پدر

مرا زراعت در گلس بود۔ یک بار غلہ بدست ترک صحرای پیشِ من فرستادہ بودند کہ آن را در جائے کنم و من بضبط غلہ مشغول شدم و آن ترک جوالہائے خود را گرفت و رفت۔ وقتے کہ واقف شدم، رفتہ بود۔ در باطن من اضطرابے عظیم پیدا شد کہ از وے در یوزہ ہمّت نکردم و نیاز پیش نیاوردم اندوہے عجیب ازین تقصیر در خود یافتم۔ غلہ را ہم چنان گذاشتم و در عقب وے بتعجیل تمام رفتم۔ وے را در نیمہ راہ شہر یافتم۔ بنیاز و تضرع تمام سر راہ بر (دامن) وے گرفتم و از وے درخواستم کہ گوشہ خاطر بمن دار و نظرے در کار من کن باشد کہ ببرکتِ تو حق سبحانہ بر من ترحّم نماید و گرہ بستۂ من بکشاید۔ آن ترک صحرای متعجب و متحیر شدہ گفت غالبًا شما بقول مشائخ ترک عمل می نمائید گفتہ اند

ہر کیم کور سانک خضر بیل وہر تون کور سانک قدر بیل

وگرنہ من ترکے ام صحرای بغایت بے حاصل کہ روے خود را بضرورت می شویم۔ ازین معنی کہ شما طالب آید مرا چہ خبر۔ از کثرت نیاز من در آن ترک اثرے و کیفیتے پیدا شد و دست بدعا برداشت و مرا دعاے چند بکرد۔ بسے کشادہا از دعاے وے در باطن خود مشاہدہ کردم۔ انتہیٰ۔ ہم در ''رشحات'' است کہ مولوی جامی قدس سرہٗ می فرمودند کہ (بر) ہمہ گدایان و سپاہیان شفقت و مرحمت می باید نہاد و لقمہ از بد و نیک دریغ نمی باید داشت۔ نظر دران می باید کرد کہ موجد ایشان کیست؟ جنیدے و شبلیے را حاجت نیست تا بوے احسان کنند۔ ہیچ عالی ہمّتے و پرہیز گارے بگدای بدر خانۂ این کس نخواہد آمد۔ از کجا (دانستہ) است کہ دران زندہ ولباگ دایان

صاحب دولتے نیست۔ واکثر چنین واقع است کہ اولیاء حق سبحانہ سرِّ حالِ خود بصورتِ بے سروسامانی می کنند۔ انتہیٰ۔

من شنودہ ام از عزیزے کہ می گفت کہ می گویند، وقتے درویشے از یاران شیخ سلیم فتح پوری قدس سرہٗ عاشق مطربہ شد ومحبتے مفرط بہم رسید پس از روزے چند، امیرے آن مطربہ را با خود گرفت وبطرف بنگالہ روان شد۔ آن درویش از غایتِ قلق واضطراب پیش شیخ رفتہ، حقیقت حال عرض نمود۔ شیخ گفت نعلین دوزے کہ در اُردوے بادشہ نشستہ است درفلان جا برو وبوے رجوع کن۔ چون بوے شد وے ہم اولاً استبعاد (اِستِنکار) کرد ورُو نداد۔ آخر چون دانست کہ از کجا آمدہ است، درگوش وے گفت، برو وبفلان سرگین گر رجوع کن۔ چون رفت دید کہ برائے نیم دمڑی با مردے در جنگ است۔ حیران شد۔ آخر حقیقت حال عرض کرد۔ اولاً وے گفت۔ اے درویش میل من بسوی (جنگ من برائے) نیم دمڑی کہ حق من بود (برائے این است کہ) ازین چراغ مسجد روشن می کنم۔

پس از آن نقشے را بر کاغذ نوشتہ بوے سپرد کہ درفلان جا رفتہ بایست واین کاغذ بفلان جانب بنما۔ وے رفتہ چنان کرد۔ برفور بادشاہ جنّیان بکروفرے کہ مشہور است بر تخت نشستہ حاضر آمد وپرسید کہ چہ می خواہی وے گفت فلان مطربہ را می خواہم۔ وے جِنّے را فرمود تا در ساعت آن مطربہ را حاضر کرد وبادشاہ بآن درویش حوالے نمود وے بمراد خود رسید۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

محمد مقیم انصاری سنبھلی

یک قرن بیش است کہ پاے ہمّت بدامانِ قناعت در کشیدہ بزاویۂ خویش خوشوقت است و در معاملت مستقیم۔ و در اخلاق یگانہ و اندرین کار راسخ۔ وے گوید کہ من مدّتہا بہ شاہ برجندی، مجذوب صاحب معنیٰ صحبت داشتہ ام و بہرہ برگرفتہ۔ وقتے آن مجذوب نسبتِ من گفتہ کہ مردم طعام الوان می خورند و وے خون جگر می خورد۔ این سخن مرا بدل درگرفتہ و نیک کارگر گردید۔ وہم وے گوید۔ روزے آن مجذوب مرا گفتہ کہ ''آب بسیار کم خوری'' من مدّتہا آب مطلق نخوردم۔ وہم باشارۂ وے صوم دہر داشتم و ریاضت کشیدم۔ و وے بر من لطفے وعنایتے بسیار دارد و گاہ با صحبتِ نیک بمیان می رود۔'' وامروز ویست درین شہر کہ حالت فقر را در لباس ظاہرہ و کسوت عامّہ در پوشیدہ۔ و مردم ظاہر بین وے را چون خود شان می پندارند و بوے روی نمی آرند۔ مرویست کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم با اصحاب فرمودے کہ تنگ دستی خود را و فقر و فاقۂ خود را از خلق پوشید و خود را در میان مردم تازہ و تندرست فرانمائید و بر ہر نعماے او شکر او سبحانہ بکنید و بر ہر بلا صبر ورزید۔ حدیث قدسی است

''من لم یشکر علی نعمائی ولم یصبر علی
البلائی فیطلب رباً سوائی''

بزرگان گویند از مرادِ خود در گذشتن و بمرادِ او سبحانہ در پیوستن کاریست بس دشوار و

مراد آنست کہ از جمیع مرادات نومید گردد۔ قطعہ

ایوانِ مراد بس بلند است کآنجا بہوس رسیدن نتوان
این شربتِ عاشقیست خسرو جز خون جگر چشیدن نتوان

از شیخ من است این بیت کہ در اوایل ہا در صفت نومیدی و نامرادی گفتہ

بجز دریاے نومیدی ندارد گوہر وصلش تو خواہی در بیابان گرد و خواہی در چمن بنشین

بعد اتمام ''اسراریہ'' محمد مقیم در ماہ جمادی الآخر از سال ہزار و ہفتاد و یک برفتہ از دنیا (۱۰۷۱ھ/۲۰ رجنوری ۱۶۶۱م)

شیخ عبدالواجد سنبھلی

مرید شیخ عبدالواحد سنبھلی است۔ وقتے شیخ وے گفتہ ''عبدالواجد عبدالواحد است''۔ وے صاحبِ ذوق و وجد و سماع است در اندک نغمہ از دست رفتے۔ در سماعِ وے تاثیرے بود نیک، عمرے دراز یافتہ۔ من وے را بسیار دیدہ ام پیرے بود مرتاض و در سماع وے صدق و راستی ظاہر بود۔ محمد مقیم انصاری گوید کہ وے گورِ خود را در حیاتِ خود کندہ بود۔ روزے اندران گور در آمدہ و چون مردگان دراز کشیدہ و ساعتے خامش (خاموش) ماندہ و آرام گرفتہ و باز از سر شوق برآمدہ و بحاضرانے کہ منتظر وے بودند گفتہ۔ منزل و ماوای من و خواب گاہے رُوان آسائے من این خانہ است و این ویرانہ۔ مصرعہ

عاقبت منزل ما وادی خاموشانست

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم باصحاب فرمودے ''کن فی الدنیا کانک غریبٌ او کعابری سبیلٍ و عدنفسک من اصحاب القبور'' وجمیع اصحاب را اعتقاد و عمل برین بود و شیخ عبدالرزاق جھنجھانہ کہ از مشائخ کبار است مرید شیخ محمد حسن و بے واسطہ از حضرت غوث آعظم مستفید بودہ و گویند سیدے بقید یکے از (امراء) گرفتار بود شیخ او را دید و ضامن شد و او را گفت از شہر بیرون شو۔ کہ من بجائے تو در بند خواہم بود۔ ازین راہ بر سروے محنت ہا آمد و ہمہ را تحمل کرد و خود را ہیچ ظاہر نساخت آخر در عہد بادشاہ عادِل جنت آشیانی رفتہ از دنیا در نہ صد و چہل و نہ (۹۴۹ھ/۱۵۴۳م) وے مریدان خود را مراقبۂ قبر فرمودے بہ نہجے کہ سررشتۂ آن از اوّل تا آخر نہ (نگسلد) محمد مقیم (انصاری) گوید کہ در بیماری آخر بعبد الواجد شدم محتضر بود۔ مرا گفت ''سر آیم، بر آیم''۔ گفتم۔ ''آخر بر آمدنی است لیکن چندے خود بمان و در یاد دوست بگذران و ہم دران بیماری برفت در سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) و قبر وے ہمانست۔ محمد مراد از اقربائے وے می گوید کہ بعد وفات وے را بخواب دیدم باطلعتِ درخشان، کہ نمی توانستم مقابلہ دید، پرسیدم شیخا! حال تو چون گذشت۔ گفت۔ ''چہ حال گذشت از یک خانہ برخاستم بدگر خانہ آمدہ نشستم''۔ امروز از وے پسرے ماندہ ''کالے خان'' نام از عقلائے مجانین است، پیوستہ خاموش و متحیر می باشد۔ وے را با ہوش توان گفت نہ بے ہوش و نہ عاقل و نہ دیوانہ۔ من وے را گاہ ہا اندر نماز ہم دیدہ ام۔ وقتے بسماع ہم در آمدہ است بآن طور و بآن حالت دستِ پسروے گرفتہ

درمجالسِ اعراس حاضر می شود، بگوشہ می نشیند من ہم چون اندر مجلس نمی نشینم و بیک طرف می باشم، وے آن جا می آمد و بذوق می باشد و چیز یکہ می گذرانم می گیرد و تبسم می کند۔ وے را گوشۂ خاطریست با من بے توسط قیل وقال وایما واشارہ۔ گویند وے در خانہ خود ہم سخن نمی گوید، شعور وے ہمین قدر است کہ از خانہ خود (برآمدہ) بیکے باشارہ دست می گیرد و میرود (ببازارے و بدوکان تمبا کو فروشے در می اندازد و اگر (چلم پُر کردہ می دہد می نشیند و بذوق می کشد واز آن جا برمی خیزد و می رود) و بجاے کہ (علاوہ[1] این کار) نہ کارے دارد و نہ بارے، کار و بارش این است و بس۔ این رباعیٔ حکیم نورالدین کہ از نیاز مندانِ شیخ من است و صاحب سخن و بمن ہم آشنا، برحالت وے صادق می آید۔ رباعی

تنبا کوے ماخلوت پاسِ نفس است — از دست بدہ اگر ترا دسترس است
گفتیم رمزے اگر توانی فہمید — درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

حکیم ہمانا رباعی را در تتبع این رباعیٔ استاد گفتہ است

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن گر ترا دست رس است
گفتم الف "گفت" دِگر "گفتم" "ہیچ" — درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

وقتے من ہم رباعیٔ گفتہ ام بہ اتفاق مصرعہ اخیر، شیخ من پسند فرمودہ۔ و این است۔ رباعی

آنکس کہ بعشق دوست گم گشت کس است — و انکس کہ بگفت یافتم بوالہوست

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

بہتر کہ ازین گفت و شنو در گذرم نایافت او یافتم این یافت بس است

بعد اتمام ''اسراریہ'' کالے خان بیمار شد۔ در وقت احتضار از وے پرسیدند۔ آنچہ می داشت آن نسبت آگاہی داری؟ بسر اشارہ کرد کہ آگاہم بعدہٗ گفت۔ از پیش ما یکسو شوید و درِ را وا کنید کہ آنہا می آیند یعنی فرشتگان واز روے بشاشت وخوشوقتی برفت از دنیا۔ در آخر ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ/ اگوست ۱۶۶۱م)

شیخ عبداللطیف سنبھلی

وے نبیرۂ شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی است۔ طلعت نورانی داشت واخلاق نیک۔ من وے را در ایام صِبا دیدہ ام۔ وے نسبتِ خود بپدرِ خود شیخ حسن درست می کند۔ ووے بپدرِ خود شیخ فتح اللہ ترین و وے بہ شیخ سلیم فتح پوری کہ از مشائخ کبار است۔ صاحبِ کرامات و مقامات و احوال و اہل کمال است۔ و (اہل) ہدایت وارشاد۔ شیخ عبداللطیف را من در ایام صِبا دیدہ ام با طلعت نورانی بود و اخلاقِ نیک۔ گویند ابتداء توبہ شیخ فتح اللہ و در آمدن سلوک آنست کہ وے شبے در واقعہ دیدہ کہ قیامت قائم شدہ وحشر الاجساد است۔ کسیکہ لیاقت بہشت دارد او را بآن طرف می برند و کسیکہ سزاوارِ دوزخ است بدان جانب می کشند تا وے را بطرفِ دوزخ برکشیدہ اند۔ وے الحاح بسیار می کند واز روے عجز و گرفتگی واز ماندگی انواع معذرت می نماید۔ درین اثناء بیدار شدہ و مُتنبہ گشتہ، خود را از قید و گرفتاری ظاہری کہ داشتہ، بر آوردہ۔ چون در آن ایام شیخ سلیم از مکہ معظمہ آمدہ

کوہِ سیکری سکونت گرفتہ بارشاد طالبان توجہے می نمود وے خود را بشیخ رسانید و ریاضات و مجاہداتِ شدیدہ کہ فوق مرتبۂ توانائی بشری بود پیش گرفتہ است و مفہوم این بیت خواجہ شیراز، بدل نیک در بستہ

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا جان رسد بجانا یا جان زتن برآید

ے گفتہ کہ شبے در صحن خانقاہ نشستہ بودم و ہمہ مردم بخواب رفتہ بودند۔ ناگاہ شخصے جامہ ہاے سفید رو بروے من آمدہ ایستاد۔ پرسیدم چہ کسی؟ جواب نداد، مکرر گفتم، از خود بغایت دراز کشید و مہیب در نظر آمد برخاستم تا سنگے بوے حوالہ کنم، بگریخت۔ من در عقب اُو دویدم۔ نتوانستم باو رسید کہ تیز ترک می رفت تا بباوریٔ بر بادشاہ رسید و گرد و پیش آن جنگلے عظیم بود و جانورانِ درندہ در آن جا می بودند کہ روزانہ ہم کس نمی توانست آن جا رفت۔ من در شبِ تار (عقب او) بر کنار باوری رسیدم و وے خود را اندرون برتافت۔ من ہم بے محابا از عقبِ او رفتم و خود را درون انداختم، بغایت عمیق بود و آب زنگ بستہ و خار ہا و سنگ (خسک) ہا، در آن افتادہ یکبار غوطہ خوردہ در قعر آن تفحص نمودم، غیر از سنگ و خار بدست نیامد۔ بزینہ با ایستادم باز بخاطر رسید کہ یک مرتبہ دیگر تجسس کنم تا بحقیقت آن دریافتہ شود و در فتادم تا وتگ (تہہ) آب رفتم و این طرف و آن طرف تمام آن قعر گردیدہ آب بشوراندم، ہم غیر از سنگ و خار و استخوانے چند اندر دست نیفتاد، آخر بسر برآمدم۔ وہم وے گفتہ کہ چندگاہ تعشق مجازی با فحبہ واقع شدہ بود و وے در قصبۂ باری بود و من در فتح پور بمسافت چاردہ پانزدہ کروہ۔ بعد ادائے ہر نمازِ عشا بے اطلاع کس

تنہا از خانقاہ برآمدہ قصدِ آن جامی کردم و بمنزل او رسیدہ نظارہ می نمودم۔ گا
بخواہشِ او اندکے نشستن ہم اتفاق می افتاد و باز آمدہ نماز بامداد در مسجدِ شیخ ادا
کردم و ہیچ کس ازین معنی مطلع نمی گشت۔ وقتے آخرِ شب برسرِ (حوضے رسیدم
نزدیک غروب بود و در آب می درخشید مرا خوش آمد برلب حوض[1]) سنگِ بود برآ
نشستم درین اثناء شیرے بیامد و نزدیک بمن مانند سگ آب خوردند گرفت چش
ہاے او در مقابل ماہ درخشان بود۔ مرا خوش نمود۔ بے ہیچ مہابتے آبکے بدست
گرفتہ برسر و گوشِ او زدم او گوشہاے خود افشاندہ بصحرا رفت۔ وہم وے گفتہ ک
وقتے در غلباتِ شوق از شیخ خود رخصت گرفتہ سر در آوارگی کشیدم تا رفتہ رفتہ ت
عبدالرزاق در جھنجھانہ[2] رسیدم و گفتم شیخا![3] اگر کارکشادِ من توانی کرد بباشم۔ گفت بعد
از سہ روز جواب تو بگویم تا گفت باز بہ شیخ سلیم بفتح پور شو۔ کارِ تو نزد وے تما
خواہد شد، آنجا باز رفتم و کار من تمام شد۔ وفات شیخ سلیم در بست و نہم ماہ رمضان ا
سال نہصد و ہفتاد و ہشت (نہ[4]) (۹۷۹ھ/۱۵۷۲م) و شیخ فتح اللہ در بست و ہشت
جمادی الثانی از سال نہ صد و ہفتاد و ہشت (۹۷۸ھ/۱۵۷۱م) و شیخ عبدالطیف
در ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲م)

شیخ نجم الدین سنبھلی

از مریدان و اقربائے شیخ محمد مرشد جہان بن شیخ کبیر کلہ روان است و از اولادِ شیخ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ [2] در نسخہ "جیل خانہ" [3] در نسخہ "شبے" [4] اضافہ از نسخۂ ندوہ

کبیر کلّہ روان۔ اخلاق سخت نیک داشت وغربت وشکستگی تمام۔ وقتے جہان گیر بادشاہ از وے پرسیدہ کہ وجہ تسمیۂ کلہ روان چیست؟ گفت ہر کہ پیش آن بزرگ آمدے چیزے خوردے (خوراندے) از آن (سبب) کلّہ روان گویند، وجہ دیگر ہم گویند امّا اصح اینست۔ شیخ کبیر کلّہ روان با شیخ محمد کلّہ روان پدرِ خود صحبت داشتہ واز مشائخ کبار بہرہ برگرفتہ۔ صاحب احوال ومقامات وخوارق وکرامات بود و ہمّت بس بلند داشت۔ و وے ہر روز نیت روزہ کردے اگر کسے خوردنی آوردے، نگفتے کہ روزہ دارم وبخوردے، روزے یکے چیزے نزدیک شام آوردہ است و وے بے تکلف خوردہ است۔ ووے موحد بود و عارف و معاصر شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی۔ ہمانا اوایل شیخ (عبدالعزیز) بودہ است واواخر وے۔ و شیخ عبدالعزیز در رسالہ ''عینیہ'' خود این دو بیت از وے می آرد کہ

ہیچ می دانی کہ چیزے چیستی یا کیستی — در دلت دریاب نیکو ہستی یا نیستی

آنکہ می بینی بصیر وانکہ می شنود سمیع — آنکہ می داند علیم و پس بگو تو کیستی

شیخ نجم الدین باوجو شیخی و شیخ زادگی قدم از دائرہ نیستی ونامرادی بیرون ننہادے۔ روزے کس در اوایل پیشِ شیخ من آمد (ودر صفت بقا باللہ) این بیت خواندہ

رہِ بے خودی چون راہے بدیار دوست دارد — بہ ہزار حیلہ خود را کنم آشنائے مستی

شیخ من بدیہہ این بیت (در صفت فنا) گفتہ

قدمِ فرا ترک نہ، کہ بری بہ نیستی پے — چہ زنی چو خود پرستان ہمہ دم نوائے مستی

من بشیخ نجم الدین را دیدہ ام۔ بر من لطفے می فرمودہ واز بزرگان حکایت می نمود۔

وفات شیخ در سال نہ صد وشصت و یک است (۹۶۱ھ/۱۵۵۴م) و ''مشتاقِ حق بود'' تاریخ وے۔ و وفاتِ مرشد جہان در ہزار (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲م) و وفات شیخ نجم الدین در ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ/۱۵۳۱م) وقبر وے نزدیک روضۂ ایشان۔ امروز شیخ فتح اللہ پسر وے سجادہ نشین برقدم ویست۔ صالح وصاحبِ معاملت نیک

شیخ ابدال سنبھلی

وے از فرزندان شیخ جمال بن شیخ الہداد، برادر شیخ کبیر کلّہ روان است۔ نسبت بپدرِ خود شاہ معزالدین درست می کند۔ صالح بود وتالیٔ قرآن، در سفر وحضر مطالعۂ تفسیر وحدیث داشتے۔ اوقاتِ وے معمور بود بطاعت وعبادت واَوراد۔ صحبتِ وے باصلحا بودہ است وباتقیا، (و) ورائے این ہابا ناجنس مردم نہ پیوستے۔

چنانچہ گویند کہ صحبت صالحان را تاثیریست قوی کہ بزودی ہم نشینے را بطرف خود می کشند صحبت طالحان را اثریست نیز۔ آن چنان بزرگانِ سلف اندرین معنی مرطالبان را بتاکید امر می فرمودند (فرمایند)۔ این رباعی خواجہ علی رائینی (کہ) معروف بعزیزان است۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم بدو واسطہ بایشان می رسند بہ نصیحت وے مریدان ومخلصان خود فرمودہ اند کہ

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت وز تو نرمید رخت آب و گِلت
از صحبتِ وے اگر تبرّا نکنی ہرگز نکنی روح عزیزان بحلت

این (پند) ''نزہۃ الارواح'' میر حسینی جاے دیگر ہم خواہد آمد واین جا

ہم مناسب است کہ (گفتہ)

زِ من جانِ پدر این پند بپذیر　　بر وفتر اک صاحبِ دولتے گیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیاید　　نگردد گوہر روشنِ نتابد
کہ سنگ از تربیت لعل است و یاقوت　　چنان اطلس شود از تربیت توت
اگر تاثیر صحبت نیست اے دون　　نیاید ہیچ مرغ از بیضہ بیرون
اساس کار وقتے محکم افتاد　　کہ موسیٰ خضر را می کرد اوستاد
چون ممکن نیست رفتن بے دلیلے　　بباید مصطفیٰ را جبرئیلے

روزے من در ایام صِبا با جمعے از ہمسایان پیش شیخ ابدال رفتم "تفسیر حسینی" درمیان داشت۔ بر من لطف فرمود و مرا گفت۔ نور از بشرۂ تو پیداست۔ گویند در وقت احتضار روے را بے خودی روے نمود یکے از حاضران گفت شیخا! درین وقت غافل چونی۔ وے چشم بشعورِ تام وا کرد و بہ ہوش تمام بدین بیت جوابش داد

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

وفاتِ وے در سال ہزار وسی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) است وقبر وے نزدیک بروضہ شیخ کبیر کلہ روان۔

شیخ مُنور سنبھلی

در اوایل نسبت بپدرِ خود شیخ منصور درست کردہ است۔ آخر الامر با شیخ تاج الدین صحبت داشتہ و بہرہ وافر، فرا گرفتہ عزیزے بود پُر ذوق و محبت و با رسوخ اندر

معاملت۔ بحسن صوری مائل بودہ است۔ فتوت نیک داشت و اخلاق عالی روش۔ وے یادے از مشائخ سلف می داد۔ شیخ پنجو جدِّ وے، گویند (کہ) بسیار بزرگ بودہ، صاحب احوالِ صافیہ و مقامات عالیہ، در علوم ظاہری و باطنی شاگرد عبداللہ طلبنی[1] است۔ سالہاے دراز درس گفتہ۔ در آخر جذبہ از جذبات الٰہی وے رافر و گرفت۔ دست از تعلیم باز داشت و بریاضت و مجاہدات شاقہ مشغول گردید و در صحبتِ شیخ علاء الدین چشتی رسید و مرذوق گردید و در آنحالت جذبہ گاہے سر او بالین نیامدہ۔ کیفیت محبت حقیقی بمرتبہ بروے استیلاء یافتہ کہ ہر کہ وے را بدان حال دیدے بے اختیار از دست رفتے و از صحبت وے کیفتے بے خودی بہم رساندے۔ وے از استماع سرود بتواجد در آمدے و مست گشتے۔ وہم وے شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری را دریافتہ و صحبتِ سخت نیک در گرفتہ و صبیۂ وے بطلب حق در آمدہ و شیخ اللہ بخش او را در عقد نکاح خود در آوردہ۔ وفاتِ شیخ پنجو، ہفت دہم محرم است از سال نہ صد و شصت و نہ (۹۶۹ھ/ ۹ر ستامبر ۱۵۶۲م) گویند خان خانان بیرم کہ سپہ سالار ہند بود و فاضل، در تاریخ وے گفتہ۔ قطعہ

محیط فضل و عرفان شیخ پنجو — کہ چون او رفت عالم گشتہ دل ریش
چو اُو درویش و دانشمند بودہ — شدہ تاریخ دانشمند درویش

شیخ مُنوّر را من بسیار دیدہ ام۔ دستار سیاہ بر چہرہ مُنوّرِ وے زیبا نمودے و معنی

---

[1] وحید العصر و یکتاے زمانہ فاضل بے نظیر شیخ عبداللہ طلبنی ابن شیخ الہ داد عثمانی ساکن طلبن از مضافاتِ ملتان وفات ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۷م "بدیع المیزان، شرح میزانِ منطق" یادگارِ او ویند۔

النّور فی السواد ''بکشودے۔ وے برمن لطف فرمودے۔ وے شیخ بود
شکوہ۔ باوقار۔ لباس ودستار رسم آبائے کرام ویست۔ وفاتِ وے درسال ہزار و
ں وہشت (۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹م) وتاریخ وے ''تاریک شد زمانہ'' وقبروے
زدیک بہ قبر جدّ وپدرِ وے۔

شیخ عبدالعظیم سنبھلی

ے پسر شیخ منوّر است ودامادشیخ تاج الدین سنبھلی است۔ اخلاق ومروّت عظیم
اشت واوضاع واطوار پسندیدہ۔ شبے شیخ فتح اللہ کہ ذکر وے بیاید وے ومن و
یارانِ دیگر بوے شدیم۔ وے بسیار بکرم پیش آمد وقوّال پسرے حاضر کرد و
طعامے لطیف آورد وپان وخوشبو بسیار ولطیف وتا آخر شب صحبتے بس باروح بود و
وے وماہم ہمہ (عمر) جوان۔ ودرمیانِ ماجوانے گرفتار محبت قوّال پسرے بود و
ہر دو در مجلس حاضر۔ ومفہوم این غزل خواجہ شیراز ماحضر۔ غزل

عشق بازی وجوانی وشراب لعل فام — مجلس انس وحریف ہمدم وشرب مدام
ساقیِ شکر دہان ومطربِ شیرین سخن — ہمنشین نیک کردار ورفیق نیک نام
شاہدے ازلطف وپاکی، رشک آب زندگی — دلبرے درحسن وخوبی غیرتِ ماہ تمام
بزمگاہ دلنشین چون قصر فردوس برین — گلشنے پیرامنش چون روضۂ دارالسلام
صف نشینان نیکخواہ بادب اہل شعور[1] — دوستداران صاحب اسرار وندیمان دوست کام

[1] صف نشینانِ نیک خواہ وپیش کاران بادب — دوست داران صاحب سر وحریفان دوست کام
(از دیوانِ حافظ)

بادۂ گلرنگ و تیز و تلخ و خوشخوار و سبک نقلے از لال[1] نگار و نقلی از یاقوت فا
غمزۂ ساقی بہ یغمائے خرد آہختہ تیغ زلف جانان[2] از برائے صید دلہا گشتہ دا
نکتہ دان بذلہ گو چون حافظ شیرین سخن بخشش آموز جہان افروز چون حاجی قوا
آنکہ این صحبت نجوید خرمی بروئے تباہ[3] وانکہ این عشرت نخواہد زندگی بروئے حرا

شیخ مرتضی سنبھلی گوید کہ من در وقت احتضار عبدالعظیم حاضر بودم جوان بود طر
حالے داشت و بدان حال برفت از دنیا در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰
۱۶۳۱م) بعد از وفاتِ شیخ (عبدالعظیم)، عبدالاوّل پسر وے نبیسہ شیخ تاج الد
سجادہ نشین شد۔ جوانے خوش روئے بحیا و مروّت بود و صالح با فتوت۔ و بر طر
آبائے خود مستقیم۔ وقتے وے را داعیۂ سفر حجاز خواست و بحرمین محترمین مشرف
شد۔ خلفائے نانائے وے وے را معزز داشتند۔ چون باز آمد بعدے چند
باز بحرمین شد و از آن جا باز می آمد و در راہ برفت از دنیا در سال ہزار و شصت
ہشت (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸م) و قبر وے در اورنگ آباد است۔

شیخ عیسیٰ سنبھلی

(مرید شیخ بایزید سنبھلی)۔ صاحب ذوق و سماع بود۔ و آثار و برکات از وے نیک
ہویدا۔ مشائخ بسیارے را دریافتہ پیرے بود بسال رسیدہ۔ خرد و بزرگ شہر از دعائے

---

[1] لعل [2] دلبر

[3] ہر کہ این صحبت بجوید خوش دلی بروئے حلال وآن کہ این عشرت نخواہد رندی بروئے حرام

وے واز تقاول وے تبرک می جستند و وے از کسب مکتب داری وجہ کفاف خود وعیال نمودے وہمیشہ منزوی بودے۔ وقتے کہ وے بسماع درآمدے جوش وخروش بے تعلقی وبے تعیّنی خوش از وے ظاہر شدے چنانچہ در جمیع حاضران حالتِ وے سرایت کردے۔ گاہ ہاوے در پیش شیخ فاضل کہ ذکروے گذشت، آمدے ورسایل ذوقیات گذراندے ومحتظی گشتے۔ روزے یاد دارم کہ وے برین بیت استاد، ذوق داشتہ

نام او را بگور خواہد (خواہم) برد　　زانکہ او یار مہربان من است

روزے من دبیرستان وے شدم۔ ووے اندر سماع گرم بود ویکے از تلامذہ وے این غزل شیخ احمد جامؔ را تمام می گفت ومکرّر می کرد تا دیرے۔ غزل

منزلِ عشق از مکانے دیگر است　　مرد این رہ را نشانے دیگر است

کشتگانِ خنجر تسلیم را　　ہر زمان از غیب جانے دیگر است

بر سر بازارِ صرافان عشق　　زیر ہر دارے دوکانے دیگر است

دل چہ می بندی درین فانی مقام　　این جہان را ہم جہانے دیگر است

آن فقیرانے کہ این رہ می روند　　ہر یکے صاحب قرانے دیگر است

عقل کے داند کہ این رمز از کجاست　　این حکایت را بیانے دیگر است

دل خورد زخمے ز دیدہ خون چکد　　این چنین تیر از کمانے دیگر است

دوزخ اندر راہ مشتاقان او　　پُر شرارے بوستانے دیگر است

احمدؔ امّا گم نگردی ہوش دار
کین جرس را کاروانے دیگر است

گویند در آخر ہاوے (معذور) شد۔ در آن ایام وے را بر مرکبے نشاندہ بعرس بزرگے بُردند۔ چون قوالان ہمان غزل را گفتند۔ وے بتواجد در آمد و برخاست ورقصہا کرد و گشتہا زد و پس از اِقامت باز منعقد گشت۔

منقول است کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ در خانۂ شیخ علی عسکری بودہ اند۔ قوال این بیت شیخ احمد جام قدس سرہٗ برخواند

گشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

خواجہ را این بیت در گرفت۔ چار شبان روز در مستی بودہ و برین بیت ذوق داشت۔ شبِ پنجم رحلت کرد در شب چاردہم ربیع الاوّل از سال شش صد وسی و سہ (۶۳۳ھ/۱۲۶۵م) میر حسن دہلوی در غزلے کہ درین زمین گفتہ است اشارہ باین قصہ کردہ کہ

جان برین یک بیت دادست آن بزرگ آرے این گوہر ز کانے دیگر است
کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

وقتے کہ مہابت خان کہ تقریبے از وے در ذکر شیخ جلال کسکی گذشتہ است۔ حاکم دہلی بود و بحضرات خواجگان چشت قدس اللہ سرارا ہم اعتقاد و اخلاص راسخ داشتہ و در مجالس اعراس آن حضرات بذوق رفتے و رونق افزا گشتے۔ وے ہم اندر آن زمین ابیاتے گفتہ۔ از آن جملہ است این بیت۔

عاشقان خواجگانِ چشت را از قدم تا سر نشانے دیگر است

شیخ، طاہا (طٰہٰ) دہلوی و شیخ شاہ محمد حانی کہ ذکر شان گذشتہ است ہم اندرین

زمین قصائد دارند لیکن درین جا گنجائش آن نیست۔ آن شیخ عیسیٰ ہمسایۂ من است۔ با پدر من دوستی و اخلاص داشتے۔ من اگر چہ در خدمت وے تلمذ نہ کردہ ام لیکن نیازمندی نیک بوے داشتم و وے مرا لطف و عنایت بسیار فرمودے و نصائح و پند این راہ نمودے۔ وفاتِ وے در سال ہزار و سی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) و قبر وے نزدیک بقبر شیخ بہاء الدین بودلہ است۔

شیخ عبداللطیف سنبھلی

وے ہم مرید شیخ بایزید است۔ و ہم صاحب ذوق و سماع۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۳م) است۔ وے حصور بود بکسب دلالی[1] مشغول بود۔ ہر چہ از وجہ آن کسب پیدا کردے، صرف فقرا و جمعے صاحب حسن و فرقہ گویند ہا نمودے۔ میل ظاہر و باطن او بحسن صورت و بحسن صوت بودہ است بس۔ بدانکہ عشق را با حسن صورت و حسن صوت کہ در مظاہر خاصہ الٰہیہ اند، مناسبتے ہست از لی و موافقتے است ابدی۔ قدر آن را جانبازان دانند و لذت آن محرم رازان یابند

دلال غمش رغبت جانبازان دید زد نعرہ و فریاد کہ صد جان بجوے

مشہور است کہ از اکابر صوفیہ آنانکہ بحسن صورت مقید بودہ اند، چہار بزرگوار اند۔ یکے عارفِ محقق مولانا عبدالرحمٰن جامی دوم موحدِ عاشق شیخ فخر الدین عراقی۔ سوم

---

[1] دلال: راہ نما Guide

کاملِ مدقّقِ شیخ احمد غزالی، چہارم عاشقِ صادق شیخ اوحدالدین کرمانی۔ چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ اہل (این) طریقہ کسانے اند کہ در عشقِ مظاہر وصور زیبا مقید اند و چون سالک در بند عدم ترقی باشد و در معرض احتجاب بود (تسکین عارضی از لذّت دید صُور جمیلہ می جوید) چنانچہ بعضے از[1] بزرگان قدس اللہ ارواحہم از آن استفادہ کردہ اند (حالانکہ درین حال مقید نماندہ اند بلکہ حجاب خیال کردہ) فرمودہ اند ''[2]نعوذ باللہ من التنکیر بعد التعریف و من الحجاب بعد التجلی'' اگرچہ تعلق این حرکت حِسّی ونسبت باین سالک از صورت ظاہر حِسّی کہ بصفت حسن موصوف بود، تجاوز نکند و ہر چند مشہود و کشف مقیدش دست دادہ بود مگر آن تعلق و میل حسّی از صورتے منقطع شدہ بصورت دیگر کہ بحسن آراستہ باشد پیوند گیرد و دائما در کشاکش بماند و این تعلق و میل بصورت فتح باب حرمانِ او رفتہ و آفت وخذلان او شود۔ ''اعاذنا اللہ عزّ و جلّ و سائر الصالحین (السالکین) مِن شر ذالک''۔ حسن ظن بلک (بلکہ) صدق واعتقاد نسبت بجماعتے از اکابر چون شیخ احمد غزالی و شیخ اوحدالدین کرمانی و شیخ فخرالدین عراقی قدس اللہ ارواحہم کہ بجمال صوری حِسّی اشتغال می نمودہ اند آنست کہ ایشان در آن مشاہدۂ جمال مطلق حق سبحانہ تعالیٰ می کردہ اند، و (دائماً) بصورِ حِسّی مقید نبودہ اند۔ واگر از بعضے گبر بنسبت ایشان، انکارے واقع شدہ است، مقصود آن بودہ باشد کہ محجوبان آن را دستورے نسازند و قیاس حالِ خود برحال ایشان نکنند۔

---

[1] [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وجاویدان در حضیض خذلان واسفل السافلین طبیعت نمانند۔ واللہ اعلم بالصواب انتہی۔ امّا مولانا عبدالغفور در ''تکملۂ حاشیہ نفحات الانس'' می آرد کہ مولوی جامی از ابتدائے حال تا مرتبہ کمال از دغدغۂ عشق خالی نبودہ اند۔ کشش عشق وجذب محبت غالب احوال ایشان بودہ وکتمانِ سرِّ عشق از لوازم فطرت وطبیعت ایشان (بودہ است)۔ ایشان دراوایل احوال کہ بمحبت صوری بصور جمیلہ امکانی صورت گرفتاری می داشتہ اند۔ از افشاء این معنیٰ محترز می بودہ وبقدرت قوت وامکان اخفا می نمودہ۔ واگر بنابر غلبۂ معنیٰ عشق واستیلائے سرِّ محبت از جوئبار زلالِ شوق رشحۂ ظاہر شدے۔ از ملامتِ خلق وانکار مردم غبار وحشت بدل ایشان نرسیدے واز (آن ملامت وانکار مردم) خود (دست) از شغل خاطر نکشیدے

کارِ جامی عشق خوبانست وہر سوعالمے　　در پئے انکارِ او، او ہمچنان درکارِ خویش

ودرعفت ونزاہت ایشان درین معنیٰ درنہایتِ کمال وخارج از اندیشۂ وہم خیال بودہ اند۔ رباعی

آنم کہ بملک عاشقی بے بدلم　　در شہر وفا پاکبازی مثلم
پاک آمدہ ز آلائش علم وعمل　　بنہادہ نظر بقبلہ گاہِ ازلم

منشاء محبت درامثال این مردم دغدغہ فیض (عشق) روحانیست پیوستہ (نہ وسوسہ) حظوظِ نفسانی۔ مقصود حصول دردِ محبت است۔ نہ اندیشۂ خوشدلی وراحت

غرض از عشق توام چاشنیٔ دردوغم است　　ورنہ[1] زیرِ فلک اسباب تنعم چہ کم است

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''وگرنہ''

امّا مولوی جامؔی حکایتِ شیخ فخرالدین عراقی کہ در ''نفحات الانس'' نوشتہ اند، اینست کہ۔ چون شیخ فخرالدین[1] عراقی را در خلوت نشاندند واز چلۂ وے یک دہہ گذشت وے را وجدے رسید وحال بروے مستولی شد واین غزل را گفت

نخستین بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند

وآن را بآواز بلند می خواند ومی گریست چون اہل خانقاہ آن را دیدند وآن را خلاف طریقۂ شیخ دانستند، چہ طریقۂ ایشان در خلوت جز استقلال بذکر یا مراقبہ امرے دیگر نمی باشد آن را بر سبیل انکار بسمع رسانیدند۔ شیخ فرمودند کہ شما را ازین ہا منع است واو را منع نیست چون روزے چند برآمد بیکے از مقربان شیخ را گذر بہ خرابات افتاد شنید کہ آن غزل را خراباتیان با چنگ وچغانہ می گفتند۔ پیش شیخ آمد صورت حال باز نمود وگفت ''باقی شیخ حاکمند'' شیخ سوال کرد کہ چہ شنیدی، باز گو، چون بدین بیت رسید

چو خود کردند رازِ خویشتن فاش عراقؔی را چرا بدنام کردند

شیخ فرمودند کہ کار او تمام شد، برخاست وبدرِ خلوت (خانہ) عراقؔی آمد وگفت ''عراقی چون اضاعت اوقات در خرافات می کنی'' (وگفت) بیرون آی۔ بیرون آمد وسَر در قدمِ شیخ نہاد۔ شیخ بدست مبارک خود سر او را از خاک برداشت و دیگر وے را بخلوت نگذاشت خرقہ از تن مبارک خود برکشید ودر وے پوشانید وبعد از آن فرزند (دختر) خود را بعقدِ نکاح درآوردہ ووے را از فرزند (دخترِ) شیخ پسرے آمد۔ وے

---

[1] فخرالدین ابراہیم المعروف بہ عراقؔی وفات ماہ ذی قعدہ ۶۸۸ھ/۱۲۹۰م

را کبیرالدین لقب کردند۔ بست و پنج سال در خدمت شیخ بود چون شیخ را وفات نزدیک رسید، وے را بخواند و خلیفۂ خود ساخت و بجوارِ رحمت حق تعالیٰ پیوست۔ چون دیگران اِلتفاتِ شیخ را نسبت بوے دیدند[1] و مشاہدہ کردند، عرق حسد در ایشان جنبید، بپادشاہ وقت رسانیدند کہ اکثر اوقاتِ وے بشعر می گذرد و صحبت وے بجوانانِ صاحب جمال است۔ وے را استحقاقِ خلافتِ شیخ نیست۔ چون شیخ عراقی آن را دانست عزیمتِ زیارت حرمین شریفین زادہا اللہ تعالیٰ مشرف کرد وبعد از زیارت بجانب روم رفت بصحبت شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہٗ۔ واز وے تربیت یافت (آن جا) جماعتے (بخدمتِ شیخ صدرالدین) ''فصوص'' می خواندند۔ استماع کرد و در اثنای آن ''لمعات'' را نوشت چون تمام کرد، بہ نظر شیخ آورد۔ شیخ آن را پسندید و تحسین فرمود۔ (میر معین الدین مردانہ (پروانہ)[2] از امراے روم مرید و معتقد شیخ عراقی بود۔ بجہت شیخ در ''نوجات'' (توقات)[3] خانقاہے ساخت و ہر روز بملازمت شیخ می آمد۔ روزے بخدمت شیخ آمد و مبلغے زر ہمراہ آورد و بہ نیازمندی تمام گفت کہ شیخ مارا ہیچ کار نمی فرماید و التفاتے نمی نماید شیخ بخندید و گفت۔ اے امیر مارا بزر نتوان فریفت کرد۔ بجست و حسن قوال را بمارسان و این حسن قوال در جمال دلپذیر بود و در حسن صوت بے نظیر و جمعے گرفتار وے بودند و در حضور و غیبت ہوادارِ وے۔ چون تعلق خاطر شیخ را بوے دریافت فی الحال کسی را بطلب وے فرستاد و بعد از غوغاے عاشقان و دفع

---

[1] لفظ ''دیدند'' زائد است۔ [2] [3] از نفحات الانس

مزاحمت ایشان وے را آوردہ شیخ با امیر و سائر اکابر استقبالِ وے کرد۔ چون نزدیک رسید شیخ پیش رفت و بروے سلام گفت و کنار در گرفت، آنگہ شربت خواست۔ وے را با یارانِ وے بدستِ خود شربت داد و ازان جا بخانقاہِ شیخ رفتند و صحبت ہا داشتند و سماع ہا کردند و خدمت شیخ در آن وقت غزلہا گفت و از آن جملہ این غزل است۔

سازِ طربِ عشق چہ داند کہ چہ ساز است　　کز زخمہ آن نہ فلک اندر تگ و تاز است

سید اللہ یار امروہہ

(سید اللہ یار بن سید یحیٰی[1]) وے از کملاے اصحاب شیخ تاج الدین سنبھلی است (جذبۂ قوی داشت[2]) و ہمت عالی۔ در شجاعت و سخاوت موصوف و معروف بود۔ آثارِ کرامت و انوار ولایت از ناصیۂ پُر جلال و جمالش ہویدا می نمود۔ خدمت فقرا بذمہ خود لازم کردہ بود۔ در اوایل در لباس لشکریان می گذراند، چون جذب محبت الٰہی در رسید، دست از آن شیوہ باز داشتہ بشیخ تاج الدین پیوست و در اندک فرصتے بمرتبۂ کمال رسید و خلافت یافتہ و بہ تکمیل ناقصان متوجہ شد لیکن بہ امتثالِ امر شیخ تنے چند را مرید گرفتہ و در مشیخت بر بست و در یاری بکشود و بانقطاع تام و آزادگی تمام در زاویہ فقر و فنا بتوکل و استقامت بسر برد، وے در تلاوتِ کلام مجید ورزش بجاے رساندہ بود کہ اکثر اوقات در دو روز و گاہے در یک روز ختم می نمود۔ وقتے کہ

---

[1] از تذکرۃ الکرام ص ۶۲ تالیف محمود احمد عباسی　[2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

شیخ من بامروہہ رسیدہ بود۔ وے را محبتے خاص واخلاصے داشت۔ وشیخ من ہم بروے عنایات کاملہ والطاف شاملہ داشت وصحبتہائے نیک می گذشت وشیخ مرا باسید فتح محمد امروہگی (امروہوی) محبتے مفرط دست دادہ بود۔ آن در ذکر غوثِ عالم (اعظم) می آید۔ سید شرف الدین[1] امروہہ کہ نسبت خواہر زادگی بسید اللہ یار دارد گوید۔ وقتے من بمرضے گرفتار شدم چنانکہ در، جنبانیدن مرگ خودرا بآرزو می خواستم۔ روزے، وے بعیادت من آمد۔ من اورا از روے عجز عرض کرد کہ وقت دستگیری است وے را برحال من رحم آمد ساعتے متوجہ نشست وفرمود خاطر جمع دار کہ بیماریٔ ترا بزود برداشتم۔ درآن وقت دیدم کہ آثارِ خفت درمن پیدا شد و بہ تعظیم وے برخاستم و بعد از سہ روز بہ شدم و وے چند روز بہمان بیماری صاحبِ فراش بودہ۔ من بعیادت می رفتم، آخر صحت یافت۔ کمال خان امروہگی (امروہوی) ہمسایۂ وے گوید۔ وے مرا فرمودہ بود کہ ہرگاہ ترا مشکلے پیش آید صورت مرا تصور کن۔ یکبار من درین اثناء صورت وے را آوردہ گفتم۔ ''اے سید اللہ یار وقت یاری است ومددگاری۔ بناگاہ دیدم وے براسپ سوار و عصا در دست از عقب ما پید شد و بر غنیم حملہ ساخت وعصارا بر سر کہ می زد از اسپ می افتاد، وبعد از ساعتے دشمن ہزیمت خورد و (من) بروے فتح یافتم وے غائب شد وچون وے را باز در وطن دریافتم۔ گفت زنہار اسرار الٰہی مکشوف نشود۔ سید غلام محمد پسر وے کہ عالمست و فاضل و در علوم ظاہری و باطنی شاگرد شیخ من، (وے) گوید کہ یکسالے

---

[1] بن سید افضل بن سید عبدالرحمٰن۔ از تذکرۃ الکرام ص ۶۲

امساک باران شد بحدّے کہ عالمیان از باران نومید شدند۔ روزے پدرِ من در خانۂ خود بر چار پایہ نشستہ فرمود تا این چار پایہ در آب غرق نشود، ان شاء اللہ برنخیزم و متوجہ شد و من طرف آسمان می دیدم ناگاہ قطعہ ابر پیدا شد و بعد از ساعتے بتمام آسمان را کلّہ در بست و باریدن گرفت تا صحنِ خانہ پُر از آب شد و چار پایہ غرق گردید و آب تا بکمر وے رسید کہ ناگاہ برخاست۔ آن سال از کثرتِ باران غلہ بسیار ارزان شدہ بود۔ وہم وے گوید کہ چون (جدّ) من سید یحییٰ از بزرگان یکتا بود و از دوستان خدا۔ شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری ہمین دو کس را خلافت نامہ عطا فرمودہ۔ یکے شیخ تاج الدین را دیگرے جد مرا۔ وجدِ من بہ تاریخ بست و پنم ماہ جمادی الآخر از سال ہزار و دوازدہ (۱۰۱۲ھ/ ۱۹ر نومبر ۱۶۰۳م) در روز وصالِ خواجہ بیرنگ وفاتِ یافت و پدرِ من در سال ہزار و چہل داند[1] (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۱م) و قبر ایشان در امروہہ است و سید غلام محمد اشعار دارد بزبانِ عربی و فارسی از آن جملہ است این چند بیت غزل

ظَهَرَ الحقُ بصورِ الاشیاء بجمع الصفات والاشباء

گرچہ بے صورت است و چون لیک اوست پیدا بصورت چونہا

ہر چہ پوشید خلعتِ ہستی لَیْسَ غیرَ لِذاتہٖ الاعلیٰ

ذاتہاے من و تو ذات ویست صفت او صفاتِ ما و شما

اوست دانا بدانشِ من و تو دانشِ اوست جملہ دانش ما

---

[1] محمود احمد عباسی در تالیف خود ''تذکرۃ الکرام'' تاریخ وفاتِ سید اللہ یار در سال ۱۰۴۳ھ می نوشتہ اند۔

او ہمیشہ بچشم ما بینا　　اوست دایم بگوشِ ما شنوا

لَیْسَ فی الکون غیرہٗ ازلاً　　لَیْسَ فی الدھر غیرہ ابدا

کل مافی الوجود موجودٌ　　کل مافی الشھود قد شَھَدَا

کشف این راز گر از زبانم گفت　　در حقیقت خود است حق گویا

شیخ عبدالحکیمؒ امروہہ

مرید شیخ عبدالمجید است و جانشینِ وے و بر قدم وے۔ صاحبِ احوال و اذواق بود۔ اخلاق عظیم داشت۔ خدمتِ فقرا را مولع بود۔ وقتے وے را ہوائے سفر حجاز خاست و روان شد با شوقِ تمام و بزیارت حرمین محترمین مشرف گشتہ با جمعیت تام باز آمدہ و در دہلی شیخِ مرا دریافت و صحبتِ نیک بمیان آمدہ۔ چون رخصت خواست شیخ من بدستِ من جام (جامہ) نیک تبرّکے بوے فرستاد۔ بر سر گرفت و بامروہہ رسید و استقامت ورزید و نزدیک بروضہ شیخ عبدالمجید گوشہ گرفت۔ فقرا درویشان بوے می شدندے و از حسن سلوک و طریقۂ احسانِ وے خوشوقت بر می خاستندے۔ وے ہم بدیدار دوستان خوشوقت شدے۔ روزے بمنزلِ من رسیدہ بتنے چند از فقرا و صحبتے خوش با قیمت بمیان گذشت۔ روزیکہ وے بیمار شد و دریافت کہ این بیماری آخر است۔ بہ جمیع دوستانِ خود مثلِ حافظ طیب حسن پور کہ ذکر وے خواہد آمد

ا بن سید عبدالصمد۔ از اکابرِ امروہہ بود۔ نسب این بسید امیر علی بن سید شرف الدین شاہ ولایت امروہہ متصل است۔

وغیرہ ذالک، رقعہ ہا نوشت بر متابعتِ شیخ خود کہ وقت آخر من است کرم کنید و مرا
بہ بینید در آن اثناء مرا ہم خواست کہ بطلبد، باز گفت کہ فلانے از عرس درین سہ چار
روز رفتہ است و ہوا گرم است تصدیع خواہد کشید چون آن دوستان بوے شدند، ہر
کدام را در آغوش کشید و گریہ ہا کرد۔ پس از آن سکرے قوی بوے روے نمود و متحیر
وار چشم در آسمان دوختہ برنشست حاضران گفتند وقتِ نماز رسیدہ است وے خندہ
کرد و گفت نمازِ این است یعنی حالے کہ من دارم۔ و با یاران و منتسبان کہ بگریہ در
آمدہ بودند، گفت۔ گریہ از بہر چیست؟ حقیقتے کہ ہست بحالِ خود است و زایل نمی
شود۔ تغیرے و تبدلے کہ ہست مر صورت راست و آن خود اعتبارے ندارد

اگر جان رفت در عشق تو گو، رَو تو باقی مان کہ مارا با تو کار است

و در علاجے وے طبیبانے کہ ادویہ و آشش می خوراندند نمی خورد و می گفت،
مرا حالے دیگر در پیش آمدہ است و ہمدران حال برفت از دنیا در بست و ہفتم ذالحجہ
(یوم جمعہ) از سال ہزار و ہفتاد (و اند)[1] (۱۰۷۰ھ/۲۳ راگست ۱۶۶۰م) و
قبر وے پائین قبر شیخ وے، در پیش مسجد ویست[2]، بر وصیتِ وے۔ من بعد از وفاتِ
وے کہ یکماہ زیادہ گذشتہ بود۔ شبے بخواب دیدم کہ مرا می گوید کہ بفاتحۂ وے
می باید رفت تا شب چہلم آنجا رسیدم۔ درویشان و فقرائے بسیار در آن مجلس جمع آمدہ

---

[1] صاحب ''مقاصد العارفین'' شاہ عضد الدین محمد جعفری تاریخ وفات این نوشتہ کہ ''چون بتاریخ بست و ہفتم ذی الحجہ شب جمعہ ۱۰۷۱ھ (۱۶۶۱ء) یک ہزار و ہفتاد و یکم وفات یافت، پائین مزار شیخ او را دفن کردند۔ ص ۴۱۶ [2] معروف بہ اندھیریہ مسجد

بودند و چند ختم کلامِ مجید کردند من بسیار خوشوقت شدم اگر چہ وصالِ وے بعد اتمام "اسراریہ" است لیکن اندرین نسخۂ کتاب نوشتم با این دو، رباعی

سید کہ براہ فقر بر جا بود　　در زمرۂ اربابِ وفا یکتا بود
سالِ فوتش مطابقِ واقع بین　　ہاتف گفتہ کہ خادم الفقراء بود

رباعی

آن عبدالحکیم سید پاک نہاد　　کو در رہ حق پاے وفا نیک نہاد
بگذشت بہ بیست وہفتم ذی الحجہ　　در جمعہ از سال ہزار و ہفتاد

گویند کہ در شب عرس وے کہ در سال ہزار و ہفتاد و یک، کردند باواز مولود خوانان و ہم نغمۂ مطربان۔ غلافِ تعویذ قبر وے بر بالاے قبر در جنبش در آمد و چند گڑی (گھڑی) این حال ظاہر بود۔ چون غلاف برگرفتند و باز انداختند ہم در جنبش بود و جمع حاضران نزدیک بہ ہزار کس مشاہدہ کردند بحدے کہ اندرین باب ہیچ شائبہ و شک نماند و من از مردم خوب شنیدم، و در عرس دوم می گویند۔ تمام غلافِ قبر وے در جنبش بودہ است۔ و یکے از مریدان شیخ عبدالمجید شیخ فاضل امروہگی (امروہوی) است۔ اہل ریاضت و مجاہدات و صاحب وجد و سماع و در سماع وے تاثیر یست نیک۔ روزے وے بیتے سادہ، گفتہ و بقوالے آموختہ۔ قوّال آن را می گفت و وے رقص می کرد۔ و مرا می گفت کہ من ابن الوقت ہستم۔ بیت اینست

از خدا غافل مشو تو یک زمان　　تا بیابی در دلت حق را نشان

پوشیدہ نماند کہ دوستانِ اورا سبحانہٗ ذوق بر معنیٰ پیداست، نہ بر صورت الفاظ۔

واین ظاہر است۔ چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ ''شبلی'' شنید کہ کسے می گفت ''عشرۃ خبز لِدانقٍ'' فریادے کرد وگفت ''عشرۃٌ خبز لدانقٍ فکیف الشراء''۔ انتہیٰ۔ (نقل است مشہور کہ گنجشکر خادمے را برائے سیر (چیزے) فرستاد وے نیافت وآمدہ بزبانِ خود گفت) رقص کنان ''نیافتم'' وے از شنیدن این بوجد وسماع درآمدہ۔ ویکے از یارانِ شیخ عبدالمجید شیخ گھاسیؒ امروہی است۔ صاحب معاملت نیک وے منزویست جز بنماز عیدین وجمعہ وطوف (زیارت) قبرِ شیخِ خود بجائے نمی رود۔ من دیدہ ام اندر کتابے کہ درویشے منزوی را پرسیدند کہ دلت چہ می خواہد گفت می خواہم کہ ہمیشہ بہ نماز (استغراق) باشم بنماز فرائض بجماعت بیرون نیاید شد۔ واکثر اشتغال آن بمطالعہ مثنوی معنوی مولویست و بَدُرَرِ غُرَرِ معانی آن دریائے مواج غواصی اسرار ومعارف کہ باید شاید می نماید۔

رباعی

غواصیؒ بکن گرت گہر می باید غواصے را چار ہنر می باید

سررشتہ بدست یار جان برکفِ دست دم نازدن وقدم ز سر می باید

من بوے آشنا ام۔ شوق معانی باطن وے درصورت ملیح وے باز است۔ ہمانا کیفیت مرکوز ضمیر وے برظاہر وے منعکس گشتہ مطابق مثنوی مولوی

چون پری غالب بود بر آدمی گم شود از مرد وصف مردمی

---

۱ ولایت پناہی شیخ گھاسی چشتی جامع کمالاتِ صوری ومعنوی صاحبِ کشف ظاہرہ وخوارق باہرہ بود۔ در بست ونہم ماہ رمضان المبارک درسال ۱۰۹۹ھ/ ۱۷ر جولائی ۱۶۸۸م فوت شد۔ مزار مبارکش زیارت گاہِ خلایق است۔ (بحوالہ نخبۃ التواریخ ص ۱۱۹) ۲ غواصے را کہ از بحر گہری باید۔

ہر چہ گوید آن پری گفتہ بود　　زین سری از آن سری رستہ بود
کرد گارِ آن پری خود چون بود　　چون پری را این دم و قانون بود

وے باوجودِ این حالت دریافت کسب معنویٔ فقر از صحبتِ فقرا می کند این ہم اندر مثنویست

حرفہ آموزی طریقش فعلی است　　علم آموزی طریقش قولی است
فقر خواہی آن بصحبت قائم است　　بے زیانت کار می آید بدست

و یکے از یارانِ شیخ عبدالمجید شیخ علاول[1] است، گوشہ نشینے متبرک۔ سالہا است کہ در جوارِ روضۂ شیخ خود می گذراند۔ من وے را دیدہ ام وہم من بسیار از مریدان و منتسبان شیخِ عبدالمجید را در ناحیتِ امروہہ دیدہ ام۔ ہر ہمہ در معاملت واثق اند و در مکالمت صادق و مریدانِ شیخ (عبدالحکیم) ہم اہل این کار اند و پسندیدۂ کردگار۔

شیخ طیب امروہہ

(جوانے) صالح بود و جوان مرد۔ صاحبِ ذوق و سماع و اہل درد و محبت۔ در سماع وے تاثیرے بود نیک۔ صحبت داشتہ بشیخ عبدالمجید۔ روزگارے وے بسنبھل آمدہ بآشنائے خود شیخ نظام الدین امروہگی (امروہوی) کہ تعلیم خوردان می نمود۔ وے را (یعنی شیخ نظام الدین را) کارے در پیش آمد با کبرآباد رفت و دبیرستانِ خود را حوالۂ شیخ طیب کرد و وے بر جمال ہندو پسرے فریفتہ گشت و حالتے شگرف پیدا کرد۔

---

[1] حضرت شیخ علاول چشتی کاملِ یگانہ و شیخ زمانہ بود۔

من درآن فرصت بوے می شدم وازآن عاشقی ومعشوقی ہندو پسرے خوشوقت می گشتم ومی دیدم، ادبے کہ شاگرد بنسبت استاد مرعی می دارد، استاد بہ نسبتِ آن شاگرد داشتے۔ درآن وقت مرا این حکایتِ گلستان بیاد آمدے۔ این است کہ۔

"یکے را از متعلمان کمال بجتے بود وطیب لبجتے، معلم ازان کہ حسنِ بشریت ست با حُسنِ بشرۂ او میلے داشت وزجر وتوبیخ کہ برکودکانِ دیگر کردے، درحق او روا نداشتے وقتے کہ بخلوتش دریافتے، گفتے قطعہ

نہ آنچنان بتو مشغولم اے بہشتی رو — کہ یاد خویشتنم در ضمیر می آید
ز دیدنت نتوانم کہ دیدہ بر بندم — وگر مقابلہ بنیم کہ تیر می آید

بارے پسر گفت چندانکہ درآداب ورسم دیگران اجتہاد می کنی درآداب نفسم ہم نظرے فرمای تا اگر دراخلاقِ من ناپسندے بینی کہ مرا پسندیدہ ہمی آید، برآنم اطلاع فرمای تا درتبدیل آن سعی کنم۔ گفت اے پسر این سخن از دیگران پُرس۔ آن نظرے کہ مرا باتست جز ہنرے نمی بنیم۔

قطعہ

چشم بد اندیش پراگندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر
ور ہنرے داری و ہفتاد عیب — دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر

شیخ طیب درفنِ معمّا دستے تمام داشت۔ روزے قواعد وضوابطِ آن مرا بیاموخت۔ من روز دیگر ہفت اسم معمّا گفتم۔ بوے نمودم، حیران شد وبسیار تحسین کرد۔ چہ اولاً ہمین گفتہ بودم ازآن جملہ است این سہ معمّا۔

باسمِ (معنی)

چہ تیرے از سر مستی زدی بر استخوانِ من　　کہ ہر دم لذّت مستی دہد در چشم و جانِ من

(فیل و شتر)

فرزین چون سوے مہرۂ پیدل، ز چشمِ او　　کار تو در خلا و ملا خود تباہ شود

(باسم غلامی)

فتاد زلف بران چہرہ چون زمل بشگفت　　ہزار مہ بسرِ سروِ او چو گل بشگفت

در اوایل اکثر ذوق و سماعِ وے برین بیت موحدانہ بودہ است۔

کجا غیر و کو غیر و کو نقشِ غیر　　سوی اللہ واللہ مافی الوجود

او در آخر کہ (بہ) محبّتِ آن ہندو پسر گرفتار گشت و ایام شہادت وے نزدیک رسید۔ بدین رباعی سماع و تواجد کردے، صیحہا زدے۔ رباعی

عالم ز جمال تو جمیل است و جمیل　　وز فرقتِ تو بسے قتیل است و قتیل

من بندہ بخونِ خویش دعویٰ چہ کنم　　خونِ ہمہ عاشقان سبیل است و سبیل

و ہمدران مدّت وے در راہِ معشوق شہید گشت در سال ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰م) دوستانِ وے تاریخ وے لفظ ''غم'' یافتند در امروہہ۔ من ہم اندر سنبھل ہمین تاریخ گفتم۔ قطعہ

چون گشت شہید طیب عاشقِ پاک　　او را شدہ شادی ز غم و مارا غم

تاریخ وفاتش چون زِ دل پرسیدم　　دل نعرہ زنان شد ز غم و گفتا غم

شیخ نور محمد امروہگی (امروہوی) مرید شیخ عبدالمجید کہ مردیست نیک فہمیدہ سنجیدہ

گفت کہ آن شیخ طیب وقتے ہمراہ معشوقِ خود بجاے شدہ است آنجا جمعے از ظالمان بمعاملہ وخرخشہ برآن جوان فرارسیدہ اند وخواستہ کہ اورا درقید کنند۔ درین اثناء شیخ طیب شمشیر علَم کردہ است وبمیان درآمدہ ومعشوق راسلامت یکسو کردہ وچند کس را از ظالمان کشتہ وخود نیز کشتہ شدہ ومعشوق وے راہیچ آزارے وآسیبے نرسیدہ۔

پوشیدہ نماند کہ این چنین وفاداری اندرراہ عشق از غیر آسان نیست۔ درین جاہم نقلے ازگلستان بیاد آمد۔ منظوم

جوانے پاک باز و پاک رو بود — کہ با پاکیزہ روے در گرو بود
شنیدستم کہ در دریاے آعظم — بگردابے در افتادند باہم
چون ملاح آمدش تا دست گیرد — مبادا کاندران حالت بمیرد
ہمی گفت از میانِ موج تشویر — مرا بگذار و دستِ یار من گیر
درین گفتن جہانے بروے آشفت — شنیدندش کہ جان می داد ومی گفت
چو من باشم، نباشد یارِ جانی — چہ کار آید مرا آن زندگانی
حدیث عشق ازان بطال منیوش — کہ در سختی کند یاری فراموش
چنین کردند یاران زندگانی — زِ کار افتادہ بشنو تا بدانی
کہ سعدیؔ راہ و رسمِ عشق بازی — چنان داند کہ در بغداد تازی
دل آرامے کہ داری دل دروبند — دِگر چشم از ہمہ عالم فروبند
اگر لیلیٰ و مجنون زندہ گشتے — حدیثِ عشق ازین دفتر نوشتے

وآن نظام الدین امروز درامروہہ ہست۔ مردیست آشنائے نیک۔ بشعر ہندی

میلے دارد۔ ومن ہر سال چون بعرس شیخ ابن بامروہہ می روم، (وے بگرمی پیش می آید وصحبتِ نیک بمیان می رود۔ وبعدِ چہار وپنج روز باز می آیم[1]) چون در سال ہزار وشصت وسہ (۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳م) وے مرا گفت کہ درین ایام خدائے تعالیٰ مرا پسرے عطا کردہ است وتا حال نام آن پسر مقرر نشدہ۔ تو نام آن را مقرر کن وہم تاریخ تولدش را برگو۔ درآن وقت فی الفور از زبانم این نام برآمد کہ "شیخ محی الدین" و چون حساب کردم از اتفاقاتِ حسنہ بعینہٖ ہزار وشصت وسہ عدد برآمد (۱۰۶۳) بے کم وبیش۔ تاریخ و نام آن پسر ہمین مقرر شد۔ حاضران خوشوقت شدند ومن خوش وقت تر واین بیت بدیہہ گفتم

سخنے نیک از کمالات است　　بلکہ آن نشانِ کرامات است

شیخ فتح اللہ غازی

وے در دین محمدی یگانہ است ومستقیم الحال۔ (نیتِ) وے نیت خدای بود، نہ رُو و رِیای۔ امر معروف را بپادشاہِ صاحب قرانِ ثانی بے محابا گفتے واندرین کار ہیچ بیمش نبود۔ وہمیشہ پنج سلاح کہ متعارف است باخود داشتے ودر اوقاتِ جنگ جہاد بربستے روزے با بادشاہ سخن شریعت را بدرشتی گفت۔ بادشاہِ عادل تحمل کرد۔ ووے باوجود آن تحمل نکرد وبرخاست وبامروہہ آمد کہ وطن ویست، آخر چون شنید کہ بادشاہ برسر کفارِ بندیلہ لشکر کشید است باز رفت وشامل لشکر اسلام گشت۔ بادشاہ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

پُرسید چون رفتی و چرا باز آمدی۔ گفت نیّت من موافقِ دین اسلام است، چون بر سر کفار سواری شنیدم گفتم وقت غزا است۔ از آن باز رسیدم، نہ بخوشامد کوشیدم۔ ووے شریک غازیان اسلام بودہ تا استیصال و انہدام کفار دارالحرب بوقوع آمدہ۔ پس از آن بادشاہ بہ برہان پور رفت۔ وے ہم رفت۔ باز چون دید کہ لشکر دکہنیان (بدکن) می رود گفت آنجا اکثرے مسلمانند نباید شد و از برہان پور باز باین طرف روان شد بے رخصتِ بادشاہ و بمنزلے رسید و بیمار گردید و برفت از دنیا در سال ہزار و چہل و شش (۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶م) و در برہان پور مدفون شد۔ ملا قاسم اعظم پوری کہ خطیب امروہہ بودہ است مردے نیک و بمن آشنا تاریخ وفاتِ وے ''ہاے غازی بود'' گفتہ است چون ہمہ کارہاے وے مطابق ''الحب للہ و البغض للہِ'' بود از ان لقب وے غازی شد۔ نقلیست مشہور کہ از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما از خلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرسیدند کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ در قرآنِ مجید ستائش آن نمودہ کہ ''اِنّک لَعَلٰی خُلُقٍ عظیم'' آن چہ بود۔ صدیقہ عارفہ فرمودہ ''کان خلقہٗ القرآن'' یعنی ہر کجا کہ بحسبِ قرآن لطف بایستے نمود لطف می نمود و ہر کجا کہ قہر، قہر۔ او با تمام (آئینہ) اخلاق اللہ بود

بود آئینۂ کہ عکس خورشید وجود جاوید در و بصورتِ اصل نمود

در کتاب ''سلسلۃ الذہب'' است

بود ہم بحر مکرمت ہم کان گوہرش بود، خُلقہ القرآن

وصف خُلقِ کسے کہ قرآن است　　خَلق را نعتِ او چہ امکان است

نیز نقل است مشہور کہ وقتے امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ بر کافرے حربی غالب آمدہ اند و وے را در زیر خود آوردہ (و) خواستہ اند کہ بخنجر آبدارش بکشند، درین اثناء وے بر روے مبارک ایشان تفے انداختہ است۔ ایشان وے را واگذاشتہ اند۔ حاضران عرض کردند یا امیر، درین وقت کہ وے بیقین مستحق قتل شدہ بود۔ چرا گذاشتید۔ فرمودند۔ در اوّل مرانیّتِ خدای بود، از آن سبب خواستہ بودم کہ وے را بکشم واکنون کہ آبِ دہن خود بر من انداخت، نفس من شریک گشت۔ از آن واگذاشتم۔ انتہیٰ۔ در سال ہزار و چہل و چہار (۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴م) کہ رستم خان دکنی بر سر متمردان کفار کٹھیر لشکر کشیدہ بود۔ من باوے بودم۔ لشکرے وکارزارے در پیش بود۔ روزے دیدم کہ عزیزے با شکوہ وشہامت نیک عمامۂ کلان بر سر و جامۂ لشکریان در بر و شمشیر و ترکش اندر کمر و کمانے اندر دست و سپرے بر پشت و اسپ کلان سر بلند در زیر، اندران یورش ہمراہ فوج ہمی رود۔ من از دیدارِ وے خوش وقت شدم اسپ (بہ) پہلوی وے رسانده، سلام گفتم۔ وے علیک داد و متوجہ بمن شد۔ گفتم۔ اسم شریف۔ گفت۔ فتح اللہ۔ گفتم۔ کجای؟ وے گفت۔ امروہہ۔ درین اثناء یکے گفت۔ ''شیخ فتح اللہ غازی کہ در ہندستان مشہور اند'' ایشانند۔ من نیازمندی نمودم وسخنان سخت نیک اندر راہِ اسلام از وے شنودم وتا انصرام جنگ وے در لشکر بود بہ نیّت غزا کہ نہ مطلبے بر رستم خان داشتے ونہ مقصدے با دیگران شیخ نور محمد امروہگی (امروہوی) گفت کہ روزگارے

وے بہ بیجاپور رفتہ بودہ است۔ تا مادامے کہ در آن جا بود بوالیٔ ان جا ہم امرِ معروف می نمود۔ روزے وے بر دروازہ نشستہ بوذ و یکے از سلطانیان مغرور ہم آن جا نشستہ۔ در اثنائے سخن وے از آن سلطانی پرسید کہ چہ مذہبِ داری؟ (وے) گفت۔ من مہدوی ام۔ وے ازین معنی برآشفتہ و گفتہ۔ مذہب تو باطل است۔ چرا کہ حضرت امام مہدی آخر زمان آمدنی است۔ مہدوی سخنان لا طایل گفتن گرفت۔ وے را خشم غالب آمد و بر دہن آن سلطانی چنان مشتے زدہ کہ دو دندان پیش آن برافتاد۔ شورے و غوغائے برخاست۔ والی از اندرون برآمدہ وے را در ذیل حمایتِ خود کشیدہ از دست مہدویان خلاص گردانید۔ شیخ عبدالحق دہلوی کہ ذکر ایشان مذکور شدہ نسبت حدوث فقرہ (فرقہ) مہدویہ در زاد المتقین (زاد الیقین) می نویسد کہ من در مکّہ بودم از شیخ حمید محدث شنیدم کہ می گفتند کہ وقتے کہ حضرت شیخ علی متقی را مرضے عارض شدہ بود و باشتداد رسیدہ و امتداد کشیدہ بحدیکہ امیدِ حیات بحکم جریان عادت، انقطاع پزیرفتہ بود۔ مردم ہمہ منتظر بودند کہ ہمین ساعت خبر فوتِ شیخ می رسد، برائے نماز جنازہ حاضران باید بود (وقت) اوّل روز بود کہ اثرے سکرے و حالتے در ایشان پیدا شد۔ خادم را طلبید و گفتند۔ یا فلان تو گواہی می دہی کہ ما در ہر آن چہ بگویم صادقیم؟ گفت۔ گواہی می دہم کہ شما در ہر چہ بگوئید و بہ ہر چہ خبر دہید، صادقید۔ و ہرگز از شما (دروغ) نشندیدہ و ندیدہ ام پس فرمودند من مہدی آخرِ زمانم تو تصدیق سخن کن۔ گفت تصدیق کردم و قبول نمودم۔ فرمودند۔ عبدالقادر فاکہی را بطلب۔ و این شیخ عبدالقادر فاکہی مردے بود

از اکابر و اعیان، فقہا و علماء مکّہ بغایت فصیح و بلیغ۔ ''بیت الفاکہین'' در مکّہ مشہور است۔۔ وے با شیخ بغایتِ محبت معتقد و مرید بود۔ رسالہ مجملے از مناقب و احوال ایشان نوشتہ و تصنیفاتِ دیگر در انواع علوم نیز دارد۔ اورا طلبید ند و گفتند۔ ''یا عبدالقادر اتشھد انا صادق ؟'' گفت۔ ''اشھد انک لصادق فیما یقول''۔ فرمودند۔ ''فاشھد، انّی انا المھدی الموعود'' گفت۔ ''اشھد انّک انت المھدی'' دیگر برخاستہ وجدّے نمودند۔ گویا کہ ضعف بیماری اصلاً گرد ایشان نگشتہ است و پیش از آن بحالت از ضعف و ناتوانی بر بستر افتادہ بود کہ از حیات جز نفسے نماندہ بود۔ طاقت جنبیدن خود کجا باشد۔ برخاستہ و بآب سرد غسل کامل بر آوردند و لباس سفید پوشیدند و مصحف را کہ بر یک تختہ کاغذ برائے تیسیر حفظ و (بغرض) حصول نظر، ''مرۃ واحدۃ'' جمع قرآن و نہایت فواید دیگر بخط خود نوشتہ بودند، تاج سر خود ساختند و چوبے در دستِ خود گرفتہ بجانب حرم شریف در آمدند۔ روز جمعہ بود، خلائق بسیار از صغار و کبار حاضر۔ در حضور ہمہ فریاد بر آوردند و بآواز بلند گفتند۔ ''انا المھدی الموعود انا المھدی'' (الموعود) خلائق ہمہ حیران ماندند کہ این چہ حالیست و چہ واقعہ کہ شیخ علی متقی بآن تورع و تقویٰ این دعویٰ کند و این چنین فریاد زند۔ آصف خاں گجراتی کہ سابق ذکر وے کردہ شد، کسان را فرمود تا ایشان را در گوشہ بنشانند و محافظت کنند۔ ایشان از دست کسانے وے بر آمدہ بر شیخ ابوالحسن بھکّری رفتند۔ شیخ ابوالحسن حیران شدند کہ ہمین ساعت مردم انتظار فوتِ شیخ داشتند این ہمہ قوت و جلاوت از کجاست۔

دانستند کہ امروز شیخ در عالمے دیگر است

عشق ہر جا کہ سر بر افرازد پیر صد سالہ را جوان سازد

پس بتکریم ایشان برخاستند وتلطفے نمودند۔ وعادت چنان بود کہ چون ایشان پیش شیخ ابوالحسن بجہت تذاکرۂ حدیث می رفتند۔ شیخ ابوالحسن از سجادہ مسند خود فراتر آمدہ می نشستند و بہ ایشان تذاکرہ می کردند۔ آن روز ایشان را اشارت کردند کہ بالاے مسند بنشستند۔ ایشان بالاتر نشستند وگفتند ''امّا الیوم فنعم'' (الیوم)۔ امروز بالاتر می نشینم کہ روزِ ماست امروز عزّت ماست وروز سلطنت ماست وروز منصب ماست

ز دلبر در دلم غوغاست امروز ز جانان در سرم سوداست امروز

گدایان را ازین معنیٰ خبر نیست کہ سلطانِ جہان با ماست امروز

پس بہ شیخ ابوالحسن گفتند۔ ''اتشھدون بان انا المھدی ؟'' شیخ بفور گفت۔ ''شھدنا و صدّقنا'' پس روبفرزندِ ایشان کہ شیخ محمد بھکّری (بود) آوردند و استشہاد نمودند۔ شیخ محمد توقفے نمود۔ پس والد ایشان فرمود۔ یا بنی لا تتوقف و صدّقہ فان الرجل ذو حالٍ سکران

من نمی گویم انا الحق، یار می گوید بگو چون نگویم چون مرا دلدار می گوید بگو

بعد ازان گفتند۔ ''الا ندعو الناس (ان) نحصل النائبین فتظھر و ن علی اظھار کلمۃ اللہ'' شیخ ابوالحسن اشارت بخادمان کردند کہ در خانہ بروے ایشان بنشینند (بگفتہ شیخ ابوالحسن) ایشان گویا این معنیٰ را دریافتند وخود را بیرون در انداختند گویا کہ مریدند (می روند) گفتند۔ پیش بادشاہ کہ از جانب سلطان روم

...ہ است بردیم اورادعوت کنیم ۔ روبراہ خانہ بادشاہ آوردند، حالانکہ ہرگز خانۂ اورا
...یدہ و بآن راہ نرفتہ بودند۔ دراثناء ہمین حال، روے ایشان براہ منزلِ خودافتاد، در
...رتے کہ داشتہ، آمدہ بر بستر افتادند وبخواب رفتند تانیم شب خبر ازین عالم
...شتند ۔ بعداز نیم شب سر برآوردند وخادم رابخواندند وگفتند۔ ہیچ می دانی کہ از ما
...چیز ہاواقع شدہ وچہ شنیدی وچہ بود؟ گفت بشمار وشن است ۔ آنچہ بود۔ گفتندتو بہ
...ردم وبازآمدم (از) ہرچہ گفتم وکردم۔ پس تجدیدتوبہ واستغفارنمودندوازآنچہ گفتہ
...ند بازآمدند۔ این خبربشیخ ابوالحسن بھکری رسیدہ۔ پابرہنہ بسرعتِ تمام بخانہ شیخ
...مدند وشکرانۂ حق سبحانہ کہ ایشان راازین مزلۃ برآورد بجاآورد۔ وتہنیت وشادیٔ
...ظیم نمودند۔ بعداز وقوعِ این واقعہ رسائل دررَدِّ مہدویہ و اِفسادعقیدہ این فرقۂ
...الّہ نوشتند ۔ این بود کیفیت این قصہ ہائلہ بروجہیکہ استماع افتاد۔ واللہ اعلم۔

مخدوم عالم وغوث عالم، امروہہ

...بیر ہاے شیخ ابّن قدس سرہٗ بصفاتِ نیک آراستہ وبخوبی ہاے پیراستہ۔ وفرزندان
...واولادِ شیخ درامروہہ بسیاراست ہمہ مردنیکوکار۔ گویند شیخ عبداللہ معروف بشیخ ابّن
...دراوایل ازامروہہ بعزیمتِ سفرحجاز برآمدہ تا بکنائج[1] رسیدہ۔ آن جامجذوبے بودہ

---

[1] کنائج یا کھنائج کہ امروز بنام کھمبایت شہرت دارد۔ این مقام در گجرات کاٹھیاواڑ یک بندرگاہ است ۔ بنام این خلیج واقع است ۔ بزمانِ وے مقام بس بارونق بودو بامما لکِ دیگر ذریعہ تجارت بودمگراکنون یک قصبہ سابلیست ۔

است با معنیٰ شیخ احمد نام، باوے صحبت داشتہ۔ روزے مجذوب بوے گفتہ۔
ازین جا باز گردد بدہلی شو کہ بشارت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم این است ووے ہم
آن چنان بشارت یافتہ است۔ ومراجعت نمودہ۔ اتفاقاً ہر روز بہر منزلے کہ فرود
می آمد در (ہر) منزل یک شیخ احمد (نامی بودہ است و در دہلی ہم یک شیخ احمد ر
دریافت و بوسیلہ اُو) پیش شیخ علاء الدین چشتی کہ از مشائخ کبار بود و جامع صفت
کرم وسخا بود و بروحانیت حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ رابطہ اخلاص
داشت ووے را ''فیل مست'' می گفتند (و) وفاتِ وے در چاردہم ربیع الآخر در
سال نہ صد وچہل وہشت (۹۴۸ھ/۱۵۴۱م) است، مرید شد وکشائشہا یافت۔
شیخ بوے گفت کہ باکبر آباد رو، وے اِبا کرد۔ مکرر گفت۔ برو۔ چون آن
جا رفت۔ شیخ علاول بلاول مجذوبے صاحب حال وکیفیت بود، وے را گفت۔
''دو تیغ در یک نیام نمی گنجد''۔ وے از آن جا بامروہہ آمد وسلوک طریقت ورزید۔
در اثناء آن (سلوک) جذبہ از جذبات اللہ (الٰہیہ) وے را فرو گرفت واحوال
عالیہ پیدا کرد۔ وے سالک مجذوب بود۔ باوجودِ آن دقیقہ از دقائق شریعت فرد
گذاشت نکردے وخوارقِ بسیار از وے ظاہر شدے۔ مرید گرفتے وبے تکلف
زیستے۔ وفاتِ وے در پانزدہم ذی الحجہ سال نہ صد ونود وسہ یا پنج است وآخر
درست تر می نماید، چہ این مصرعہ تاریخ وے مشہور شدہ۔ مصرعہ

''آہ آہ از شیخ ابن آہ آہ'' (۹۹۵ھ)

وے را پسر بودہ است شیخ نور (نور الدین) نام، صاحبِ ذوق وسماع واخلاق و

معاملت۔ گویند در وقت سماع، پیراہن وے را پیش سینہ اثرے از آتش رسیدے و سوختہ نمودے۔ این حرف با کبر بادشاہ رسانید۔ بادشاہ وے را طلبیدہ و گفت۔ پیش ما سماعی باش۔ وے گفت۔ ''سماع فقرا در زاویۂ فقرا است'' بادشاہ ازین سخن بہم برآمد و وے را در کشمیر بہ حبس فرستاد کہ وے را گرمی بسیار است، سرد شود۔ ازین امر وے را محنت ہا پیش آمد۔ پدرِ من گوید کہ من در آن زمان در کشمیر بودم۔ بدیدن وے شدم و نذرے نیک با خود بردم۔ خوشوقت شد و مرا پرسید از کجای؟ گفتم۔ از سنبھل۔ خوشوقت تر شد بسبب جوارِ وطن۔ صحبتِ نیک بمیان آمد۔ من روزِ دیگر شیخ محمود بادل را کہ از بزرگان من بود، بردم، ہم صحبت خوش گذشت۔ پس از آن سلطانیان بوے رجوع آوردند و مرید گشتند۔ چون جہانگیر بادشاہ بر تخت سلطنت نشست، وے را از آن جا بطلبید و مہر ورزید و خدمت وزارت و صدارت سنبھل و امروہہ و مضافاتِ آن بوے عطا فرمود۔ وے بجمعیتِ تمام بوطن مالوفہ آمد و کامیاب گشت و برفت از دنیا در سال ہزار و بست و ہشت[1] (۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹م) و قبر وے نزدیک بقبر شیخ ابن پدرِ ویست۔ گویند، شیخ عالم کرمانی سنبھلی کہ از خلفاے شیخ ابن بود صاحبِ احوال عظیمہ و خوارق ظاہرہ بود، وے روزے بشیخ ابن گفت کہ بخانہ شیخ نور پسر تو، ہیچ پسرے نیست توجہے نمای کہ خدا تعالیٰ وے را اولاد نصیب فرماید۔ شیخ (گفت وے را ہیچ فرزند بنظر در نمی آید۔ گفت۔ این

---

[1] تاریخ وفاتِ وے یک مرید با خلاص درین مصرعہ گفت ''ملک جنت پیر ما آباد کرد''
بحوالہ تذکرہ بدر چشت ص ۱۵۴

مطلب از توجہ شما بظہور آید۔ گفت۔ بظہور آید امّا در عوضِ جانے[1]) گفت۔ عوض من گو بظہور آید۔ شیخ گفت در عوض من ہم پسرے دیگر آید۔ در آن وقت نامِ آن ہر دو مخدوم عالم و غوثِ عالم مقرر شد۔ پس آن ہر دو پسر بخانہ شیخ نور (نور الدین) متولد شدند و شیخ در آن نزدیکی برفت از دنیا در سال نہ صد و نود و پنج (۹۹۵ھ/ ۱۵۸۷) و شیخ عالم کرمانی پس از دو سال در بست و ششم شوال (۹۹۷ھ/ ۱۵۸۹م) و قبر وے در سنبھل۔ امروز شیخ عبدالوہاب نبیسہ وے جوانیست صالح و اہل ہمّت و نیازمند فقرا۔ مخدوم عالم را من دیدہ ام بزرگ بود، طلعت نورانی داشت و اخلاقِ نیک۔ روزے دیدم در عرس شیخ ابّن کہ جماعۂ بسیار در گرد و پیش وے نشستہ و ہر کدام داعیۂ ارادتِ وے دارد، وے ہر ہمہ را در طریقۂ خود کہ چشتیہ است، مرید ساختہ و بہرہ ور گردانیدہ۔ امروز مریدان خانوادۂ ایشان کہ در ہنگامۂ عرس شیخ ابّن جمع می شوند ہزارانند بل از شمار زیادہ و این معاملہ روز افزونست۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ و چہار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) است۔ امروز محمد عاشق[2] پسر وے سجادہ نشین ویست، جوانیست مقبول، صاحب ذوق و سماع و نیازمند فقرا و درویشان۔ و خدمت صادر و وارد و فقرا و غربا بر خود لازم داشتے۔ و غوثِ عالم بزرگست با ہمّت و فتوت، بسخنانِ صوفیہ آشنا و ہم بشیخ من در اوایل شیخ من بہنگام جوانی کہ در ہوائے سید فتح محمد بامروہہ رسیدہ و مدّتے

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ ، [2] وفاتِ شاہ محمد عاشق ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷م۔ و قبرے وے در پہلوے جدّ امجد است بجانب غرب۔

گذرانده۔ اتفاقاً سید فتح محمد برجوانے ''کامل'' نام پسر مخدوم عالم نظر داشته و هر دو در حسن و لطافت کامل بوده اند و هم عمر۔ شبے سیّد بدیدارِ وے شده و بهم اندرون بخلوتے نشسته شیخ من هم بر درِ شان رفته ونشسته لیکن از ادب معشوق خود که با معشوق خود صحبت داشته درنمی رفت۔ درین اثنا غوثِ عالم رسیده و شیخ مرا درون برده و درمیان شان شمع روشن ساخته۔ شیخ من دور ترک بدیدارِ معشوق برنشسته و غایت خوشوقت گشته واین دو بیت گفته

دو گل دیدم از گلشن خوبروی　　بهم بسته دل فارغ از شور بلبل
یکے بلبل از دور می گفت بادا　　نگهدار آن هر دو گل حافظِ گل

وپس از آن این رباعی هم درهمان حالت برمعشوق گفته۔ رباعی

تاچند براه دیگران بنشینی　　غافل که به از مشتری و پروینی
عاشق شده بگل رُخے پندارم　　در چهره او سایۂ خود می بینی

وهم درصفت آن معشوق اشعار بسیار گفته است۔ وسخنان عاشقانه بے شمار۔ از آن جمله است۔ رباعی

اے شاهِ فتا (فتح) که سرورِ شادابی　　ظاهر شده بجهان جهان آبادی
چون حُبِّ رسول ساکن جان ودلی　　چون لطف خدا ضامن حاجاتی

وقتے شیخِ من در دهلی بود۔ سیّد (فتح محمد) از امروهه بشیخ من نامه نوشت، دهلی۔ که ایّام طوئ من بنزدیک رسیده است شمارا باید که دران مجلس رسیدند۔ شیخ من مانع قوی داشته وغدرنا رسیدنی این قطعه نوشته۔ قطعه

اے آن کہ از کمالِ کرم نزد حضرتت گیرد گناہ و عذر گناہ رنگ یک دگر
گفتی بیا بہ محفل نا و قضا نہاد بندے بپاے من ز جنبش نماند اثر
تیغ قضا نہ عذر بود کار میدہ است در حکم تو ہزار قضا و دو صد قدر
لیکن اگر بگوشِ قبولت دہیش جای آرد زبان شاعریم عذر مختصر
شاہا منم، جدا ز درت جملہ در دو غم غم را کجا بہ محفلِ شادی فتد گذر

وآن سید فتح محمد را با برادر کلان خود سید عبدالرزاق عجب اتفاق و اتحاد و محبت بودہ و ہر دو در یک سال ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱م) برفتہ اند ''اتفاق برادری بین'' تاریخ ایشان است کہ شیخ عبداللہ امروہگی (امروہوی) گفتہ و من این قطعہ گفتم۔

قطعہ

سید عبدالرزّاق و شاہ فتّاح چون بسالے بزیر قبر بخفت
سال تاریخ شان خرد مندے اتفاق برادری بہ بین گفت

وآن غوثِ عالم، امروز در خدمتِ فقرا و غربا و اکابر و اصاغر کمر ہمّت بر بستہ و راسخ ایستادہ است و صفت بردباری و خاکساری وے زیادہ از انست (کہ در بیان در آید)۔ چنانکہ بے قدریٔ کہ اندرین زمانہ شائع است، جامہا از برش بر می کشند و دشنام قبیح صریح بوے می دہند و وے ازین کارہا تنگدل نمی شود بلکہ خوشوقت تر بر می آید۔ من بوے بسیار آشنا ام و وے بلطف تمام مرا فرا پیش می آید۔ روزے من دیدم در ہنگامۂ عرس شیخ ابن کہ ہزاران فقرا و درویشان و خلفا و مریدان و معتقدان

...شان جمع می شوند و آن جماعت بہجوم کثیر و جمع غفیر پنج شبانروزہ چہ سرورے خوش ...ں داشتے و چہ مجلس دلکشے و وے را جمع کشان کشان پا برہنہ می برند و وے خود را ...طورشان سپردہ ہمی رود من گفتم کہ شیخا! بکارے و خدمتے کہ ترا می برند مرا فرمای و ...ز چنگ آنہا خلاص شوی۔ گفت ''نہ من کارک این ہا نیک می سازم'' پس من بآن ...ماعۃ گفتم کہ وے را بگذارید و آن کار از من خواہید۔ گفتند'' نے ما وے را بدکان ...ہارے می بریم و می فرمایم و مے خریم و می خوریم۔ آخر نگذاشتند و بردند و بکار خود او ...امدّ عا کرد و من و یارانے کہ با من بودند و دیگر نظار گیان حیران شدند۔ چہ این ...چنین تحمل از دیگر صورت نہ بندد، و من بر آن جماعہ این دو بیت گفتم۔ رباعی

این ملحد گان کہ سر برافراشتہ اند　　خود را بخودی موحد انگاشتہ اند

بے قیدیٔ شان شور و شر و حرص طمع　　جز قید بروت و ریش نگذاشتہ اند

...واز آن روز بہ یقین دانستم کہ مخدوم شدن آسانست و خادم شدن دشوار و شیخ بودن سہل است و مرید بودن عین کار۔ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ اہل ارادت بغایت کم اند، باین تقریب گفتند کہ شیخے پیش یکے از اکابر (کسے خود) فرستاد کہ اگر مریدے صادق نشان دارید برائے ما بفرستید۔ آن بزرگ در جواب گفتہ فرستاد کہ این جا مرید کمتر است امّا ہر چند شیخ می خواہید برائے شما بفرستم۔ انتہیٰ۔ و فی الحقیقت خادم عین مخدوم است و در شرافت و شانِ خادم الفقراء نقلے گویم کہ بہتر از آن ہیچ نقل نباشد و سندیست مر ہمہ اہل این راہ را۔ و آنست کہ مرویست کہ وقتے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بر کفار

دارالحرب لشکر کشیدہ بودند ونزدیک بقریۂ غنیم رسیدہ۔ روزے آن حضرت ازلشک
گاہ تنہا بصحرا درشدند وہیچ یکے را باخود نبردند تا رسیدند بر سر حوضے و طہارت
ساختند۔ درین اثناء جاسوسے از غنیم بدان کنارہ (صحرا) آمدہ وآن حضرت را
دور دیدہ باخود گفت کہ این مرد نیک بنظر می نماید، بہتر کہ احوال وکیفیت لشکر را
وے تحقیق کنم تا بنزدیک آمدہ واز آن حضرت پرسیدہ کہ سالار این لشکر کیست؟
چہ نام دارد۔ فرمودند ''خادمِ این لشکر منم'' وے گفت۔ من سرورِ لشکر را می پرسم
خادم را۔ باز ایشان فرمودند کہ ''خادم این لشکر خود منم''۔ سوم بار ہم ہمین سوال
ہمین جواب شد۔ باز وے پرسید کہ ہیچ وقتے بدین لشکریان آنچنان ست کہ از فک
واندیشۂ وغم ورنج (لشکرِ غنیم) غافل می شوند۔ فرمودند (صلی اللہ علیہ وسلم)
آرے وقتِ نماز بامداد ہمہ اہل لشکر در یکجا می شوند واز کارِ لشکر غافل می گردند''۔
بعد ازان آن حضرت بلشکر گاہ تشریف آوردند۔ جمعے صحابہ کہ در کنار لشکر ایستاد
انتظار قدوم میمنت لزوم می کشیدند پرسیدند کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شخصے
دیگر را ہم بنزد شما از دور می دیدیم چہ کس بودہ است۔ آن حضرت ماجرا را باز فرمود۔
اصحاب عرض کردند یا رسول اللہ آن جاسوس بود کہ از طرفِ غنیم آمدہ، خبر گرفتہ و بر
قولِ شما اعتماد داشتہ وآگاہ کردہ وقت نماز جماعہ غنیم بر لشکر ما خواہد ریخت وکار خود
خواہد کرد۔ آن حضرت از شنیدن این حرف با اصحاب بمشورت نشستند ومقرر
کردند کہ نماز بامداد را بوقتِ اوّل صبح باید ادا کرد۔ بعد انفراغِ نماز لشکریان بطور
معہود بر لشکر خبردار کردند۔ امّا آن جاسوس را کہ از مشاہدہ ودیدار مبارک واز سخنان

معجز بیان آن حضرت یقین تام گشتہ بود، رفتہ بکفار خبر داد کہ از زبان مرد بزرگ صادق القول چنین و چنان شنیدہ ام و ہیچ شائبہ ریب نماندہ۔ با جمعے کفارِ بسیار مسلح شدہ بوقت نماز بامداد بہ لشکر تاختند۔ در لشکر خود غازیان اسلام جا بجا گرد لشکر مہیا بودند، پیش آمدہ بغنیم بجنگ در افتادند و در ساعتے ہزیمت دادند و تعاقب کردہ تمامی آن قریہ را دستگیر و اسیر نمودند۔ پس از آن کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم با اصحاب خوشوقت نشستند صحابہ عرض کردند یا رسول اللہ بجاسوس غنیم سہ بار فرمودند ''خادم این لشکر منم'' وجہ چیست؟ آن حضرت در آن وقت بخوش وقتی تمام این احادیث فرمودند۔ ''سید القوم خادمھم'' ''سید الایام یوم الجمعہ'' ''سید الشھور رمضان'' ''سید الطعام لحمٌ'' در مقدمہ ''نفحات الانس'' است کہ۔ تشبیہ بخادم از انست کہ ہموارہ بخدمات بندگان حق سبحانہٗ قیام نماید و بباطن می خواہد کہ خدمتِ ایشان را بشائبہ غرضِ دینوی مالی یا جاہی منسوب نگرداند۔ و نیّت را از شوائب میل و ہوا و ریا تخلیص کند۔ انتہیٰ

شیخ حسین اکبرآبادی

نبیرۂ شیخ عبدالواحد سنبھلی است و مرید وے۔ و وے مرید شیخ فتح اللہ سنبھلی۔ صاحبِ ذوق و وجد و حال و اہل معاملت و استقامت۔ وفاتِ وے در سال ہزار و شصت و پنج (۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵م) است۔ بعد وے شیخ جمال محمد پسر وے، جانشین وے را، من در سنبھل دیدم۔ ہم صاحب ذوق و حال بر قدم وے۔ و گویند

بہ از ویست۔ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) پدرِ من و شیخ یحییٰ نانائے من و من با کبرآباد شدیم و در گوشہ صحن مسجد شیخ عبدالواحد نزول کردیم و چند روز باشیدیم و ہر روز شیخ حسین را می دیدم۔ وے بنسبت سنبھل کہ وطن اصلی ویست و بصفت خلق و کرم ذاتی خود سلوک نیک می ورزید و صحبت ہائے خوش بمیان می گذشت۔ روز جمعہ اندران مسجد خطیبے خطبہ می خواند درست آہنگ سخت نیک و سخنانِ شوق انگیز در اثناء آن۔ یکے از مریدانِ وے را وقت خوش گشت و نعرۂ چند بلند نمود و شورش بسیار آورد۔ از مشاہدۂ این حال وے برآشفت و باشارۂ عنقش منع فرمود۔ وے ساکت شد۔ مرا این سکوت وے از آن شورش خوش آمد۔ در ''رشحات'' است کہ نعرہ زدن علامتِ غفلت است، زیرا کہ نعرہ وے زند کہ بمعنی (احیاناً) حاضر شود۔ اگر ہمیشہ حاضر باشد ہیچ نعرہ نزند بلکہ حضور و آگاہی موجب بقا و شہود است۔ در آن مقام نعرہ زدن نمی باشد۔ کسے کہ نعرہ می زند حکم چوب دارد کہ درمیان آتش افتادہ تا نمی باقیست آواز می کند

یکلخت مکن و بسر مَرَو، سر مکشای دیگ را نیک بجوش و صبر کن زانکہ ہمی پزد درست

و ہم در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ کہ بیان وقتے سرّ معیت می کردند، از ذکر منع می فرمودند و چون یکے را می دیدند کہ در حالت مستی نعرہ میزند او را مخاطب ساختہ می فرمودند ''نعرہ کمتر زن کہ نزدیک است یار''۔ ہم در ''رشحات'' است کہ مولانا علاء الدین آبنیری می گفتند کہ روزے ہمراہ حضرت مولانا سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ بمجلس وعظ خواجہ شمس الدین کاشغری قدس سرہٗ رفتیم۔ ایشان

فرمودند۔ درعقبِ من بنشین (بنشیند)۔ ومن گاہ گاہ درمجلس وعظ وصحبت سماع نعرہا می زدم۔ چون خواجہ برسر منبر برآمدند وآغاز معارف وحقائق کردند۔ درآن اثناء کار بجاے رسید وحالے پدید آمد کہ وقتِ نعرہ زدن بود۔ خواستم کہ نعرہ زنم آوازِ من برنیامد۔ باردیگر حالتے شد کہ نعرہ می بایست زدن، ہم آواز برنیامد وہم چنین سہ بار دانستم (خواستم) وایشان مرا محافظت کردند ونگذاشتند کہ فریاد کنم۔ وہم در ''رشحات'' است کہ مولانا شمس الدین محمد اوجی می فرمودند کہ درابتداے جوانی کہ در قریۂ اوج بودم ومرا داعیۂ این طریق پیدا شد۔ از بعضے مردم استفسار کردم کہ در ہرات ہیچ بزرگے است کہ بخدمتِ وے روم۔ نام شیخ صدرالدین رودی (دروسی) بردند وگفتند وے از خلفاے حضرت شیخ زین الدین خوافی است قدس سرہٗ کہ حالا بارشاد سالکان وتعلیم طالبان مشغولست۔ فی الحال بجانب شہر متوجہ شدم و از راہ بسر مزار حضرت شیخ رفتم کہ شیخ صدرالدین درآن وقت آنجا می بود۔ اتفاقاً درآن محل با اصحاب ذکر می گفتند۔ برکنار حلقۂ ذکر ایشان زمانے ایستادم وغوغاے ایشان رامشاہدہ کردم مرا درنیفتاد ازآن جا روبشہر نہادم درراہ حافظ اسماعیل مرا پیش آمد ووے عزیزے بود از اوج کہ پیش از خدمت مولانا محمد بملازمت حضرت مولانا سعدالدین قدس سرہٗ رسیدہ بود وشرف قبولِ ایشان دریافتہ وبعد از نقل ایشان درملازمتِ حضرتِ مخدومی مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ حج گذاردہ بود، ازین طریق بہرہ تمام داشت (ایشان) فرمودند (مولانا شمس الدین محمد اوجی) کہ حافظ مرا گفت۔ از کجا می آی چہ داعیہ می داری؟ قصہ باز گفتم۔ گفت بدر مسجد

جامع رو۔ آن جا عزیزیست کہ با جمع اصحاب گاہے در دہلیز مسجد جامع صحبتے می دارند ایشان را نیز ببین۔ غالب آنست کہ صحبت ایشان ترا در خور افتاد۔ برہمان قدم روے بدرِ مسجد نہادم۔ اتفاق حضرت مولانا با جمعے از عزیزان در دالانِ مسجد نشستہ بودند سکوت کردہ۔ من بیرون در ایستادم و تکیہ بر دیوار کردہ در ایشان می نگریستم و سکوتِ ایشان می دیدم و از حلقہ ذکر شیخ صدرالدین و غوغاے اصحاب وے می اندیشیدم و با خود می گفتم کہ آن فریاد و اضطراب چہ بود و این سکوت و آرام چیست؟ ناگاہ حضرت مولانا سر برآورد و مرا گفت۔ برادر پیش آی۔ من بے خود پیش رفتم۔ مرا پہلوے خود نشاندند و فرمودند۔ ''اگر بندۂ یا نوکرے پیش شاہرخ مرزا ایستادہ باشد و دایم در پیش وے بہ بانگ بلند ہمی گوید'' شاہ رخ، شاہ رخ بسے بے ادبی (است) و بے سری ست ادب آنست کہ نوکر پیش بادشاہ و بندہ پیش خواجہ ساکت حاضر باشد، فریاد و غوغا نکند۔ پس این بیت خواندند

کارنادان کوتہ اندیش است یاد گیرد کسے کہ در پیش است

ملا محبّ علی[1] (تتّہ)

بزرگسیت با قیمت و قدر و نیّت راست و درست۔ وے اندر کارہاے خدای یگانہ بود۔ و اوضاع و اطوار وے بس بے تکلفانہ بود۔ صحبت داشتہ بشیخ تاج الدین

---

[1] اصلش برلاس است تولد وے در تتّہ شدہ و بہ ملا محبّ علی سندھی اشتہار یافتہ از جرعہ نوشانِ خم خانہ وحدت بودہ معاصر اکبر بادشاہ و جہانگیر بادشاہ است۔ (ریاض الشعراء ص ۶۶۲)

سنبھلی۔ روزگارے وے بانیّت خاص در درگاہ بادشاہ صاحب قران ثانی بسر می برد و بادشاہ نسبت بوے الطاف و اِعطاف می فرمود و نزدیک بسریر خود می نشاند و سخنان این راہ بمیان می راند۔ وے را طریقے بود خاص در بر آوردنِ کار محتاجان و مظلومان۔ سفارشِ وے بشاہ و شاہزادہ آبِ سبیل بود۔ دربارۂ ہر کہ ہر چہ گفتے و نوشتے کارگر آمدے ہمانا ازین فن وے کشادہای یافتہ بودہ است۔ ازان قبابِ حال خود ساختہ۔ در جمع میر عبدالاوّل کہ ملفوظ حضرت خواجہ احرار است قدس اللہ ارواحہم مسطور است کہ بزرگے از بزرگان دین را از طریق حقیقت مشکلے افتاد کہ آن مشکل از ہیچ کس حل نمی شد۔ وقتے در واقعہ دید کہ اورا گفتند کہ مشکلے تو از فلان یساول کہ درمیان ملازمان بادشاہ است حل خواہد شد۔ چون متنبہ شد بخاطر آورد کہ یساولے کہ علی الدوام عمر خود ضائع گذرانده باشد و درمیان جماعتِ اہل غفلت باشد اورا ازین حال چہ خبر۔ بنابرین خاطر پیشِ او نرفت۔ باز واقعہ دید کہ (اورا گفتند کہ) اگر حل مشکل خود می خواہی پیش او رو۔ باز ہمین ملاحظہ استکشاف نمود و نرفت۔ سوم بار واقعہ دید کہ اورا گفتند کہ اگر می خواہی کہ مشکل تو حل شود، پیش آن یساول رو۔ بخاطر آورد کہ شاید حق سبحانہ را باو عنایتے و نظرے خاص باشد کہ متعدد اشارات واقع شدہ اند، پیش او باید رفت۔ چون بدر خانہ بادشاہ آمد و تفحص آن شخص نمودہ اورا در صورت و زینت آن جماعہ (یساولاں) دید با خود گفت این چنین شخص را باین علم و این حال چہ کار و مراجعت نمود (ن گرفت)۔ آن یساول را ازین مجموع اشراف و اطلاع بود۔ اورا طلبید و گفت۔ (رگِ گردن تو بسیار متکبر بودہ است) بکرات ترا

فرمودند کہ پیش یساول رَو، نیامدی واکنون کہ آمدی، صورت وطور مرا (مانع) ساختی و برگشتی۔ (درنگ کردن تو بسیار غلیظ بودہ و بسیار منکر بودہ[1]) آن عزیز را ندامت شدو استغفار گفت۔ بعدازان گفت۔ مشکلے تو اینست وجواب مشکل او گفت۔ آن بزرگ پرسید کہ بسببِ کدام عمل حق سبحانہٗ تعالیٰ ترا باین دولت مشرف گردانید۔ گفت بسبب آنکہ ہر صباح بر درخانۂ بادشاہ می آیم ہمّت من آنست کہ ہر نامشروع وظلم کہ بینم دفع کنم وراحتے بمسلمانے رسانم۔ اگر میسّر شود شادی شوم وحق تعالیٰ راشکر می کنم واگر میسّر نمی شود غم خورم وصبری کنم۔ بسبب این دو کار حق تعالیٰ مرا باین شرف مشرف گردانیدہ است کہ تو وصد ہزار مثل تو بمن محتاج اند۔ انتہیٰ۔ گویند۔ روزے (قلندرے) بمحب علی گفتہ کہ ''اے فلان اگر خواہی بخدارسی، برو دیگے از طعام لذیذ پز وبردستارِ خود بنہ ودرین جا بیار۔ وے رفتہ دیگ راخود پختہ وبدان شانے کہ داشتہ، دیگ سیاہ برسرِ خود کردہ وآوردہ وبآن قلندر خورانده۔ وے رااشعاریست بلند پایہ وفصیح۔ ازآن جملہ است این سہ ابیات مشہور

یکے عکس خورشید در آب دید　　قلندری بر سرش لام فاہی کشید[2]
چون از جنبش باد درہم شکست　　بغواصی (آمد) کش آرد بدست
فرو رفت ناگہہ بکام نہنگ　　ترا زوے ما را ہمین است سنگ

ووے رااشعار ہندیست بزبان ٹھٹھی ازان جملہ است این شعر ہندی

عاشقان الٰہہ ویلی تار نوسری　　جنسے سر کہو کا مورے نہ منیہ آئی

---

[1] اضافہ ازنسخۂ ندوہ [2] دوان برسرش دام ماہی کشید، ازنسخۂ ندوہ

من وے رایک بار دیدہ ام (در) دربارِ بادشاہ، صاحب قران ثانی۔ واز اوضاع (مطبوع وخوشنمائے) او محظوظ ومسرور گشتہ۔ وفاتِ وے در سال ہزار وچہل دانداست (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰م)۔

شیخ دوست محمد سندھی

از دوستانِ خداست۔ مرید شاہ ابوالمعالی قادریست۔ سفرہائے نیک کردہ۔ مشائخ بسیار را دریافتہ وبہرہ مند ومرذوق گشتہ۔ وے جزوے چند از سخنان طائفہ صوفیہ خصوصاً حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہم باخود داشتے و بشوقِ تمام برخواندے ومرا گفتے۔ فلانے طالب این راہ را باید کہ پیوستہ سخنانِ این طائفہ می خواندہ باشد۔ در جدای دوستانِ اوسبحانہ ہیچ نعمتے ودولتے بہتر ومفید تر از مطالعہ احوال وحکایات دوستانِ اوسبحانہ نیست۔ من دران مدت رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' را بر شیخ خود می گذراندم بوے گفتم، الحق ہم چنین است۔ ومقدمہ آن رسالہ پیش وے برخواندم بسیار خوشوقت شد وبعضے از ان این است کہ چون سخنانِ این طائفہ کہ از ذوق وحالست نہ از حفظ وقال ''چنانکہ اہل بصیرت گفتہ اند....۔ فقط۔ ''اللہ اکبر و برھانہ الاظھر'' ویقینے کہ اہل بصیرت را از تامل در سخنانِ این طائفہ حاصل آید اقویٰ واعلیٰ بود از یقینے کہ از مشاہدۂ خوارق عادات باشد واز ین جا گفتہ اند

موجب ایمان نباشد معجزات　　بوے جنسیت کند جذب صفات
معجزات از بہر قہر دشمن است　　بوے جنسیت پئے دل بردن است

وچون سخنانِ این طائفہ از تجلی کلام الٰہی بود، صفت آن سخن را در بیان نتوان آورد۔ یکے از کُبرا می گوید کہ "الحمدللہ الذی جعل الانسان الکامل معلم الملک و اعلیٰ تشریفا و تنیئلاً بانفاسه الفلک" و باین ہمہ بعضے از منکران قرآن را "اساطیر الاولین" خواندند (گفتہ اند) "یُضِلّ بِہٖ کثیراً وَ یَھدی بہٖ کثیراً"۔ پس سخنان این طائفہ "کَنِیْلِ مصر اندماءٌ للمحبوبین و بلاءٌ علی المحجوبین"

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست وآنکہ دیدش نقد خود مردانہ ایست
نیل آبست و بقبطی خون نمود قوم موسیٰ را نہ خون بُد آب بود
دشمن این حرف این دم در نظر شد مخلد سرنگوں اندر سقر
گر تو مردی راز جوی (و) راز جوی جان فشان و خون گری باز جو

بعد از تصفیۂ دل از شواغل وعلائق وعوائق و بر قدر تامل بسیار در سخنانِ ایشان فہم معنیٰ حقیقیہ گردد۔ و جمالِ حقیقت فہم روے نماید بآن کہ سخنانِ این طائفہ کہ از علم وراثت عبارت است نہ از علم درس و دراست و بیان از ظہوریست کہ ہر چند سخن وران از آن طور بلسانِ علم وعبارت ذوق واشارت سخن گفتہ اند۔ بحقیقت شرح او کسے نتوانست گفت۔ "وما قدروا اللہ حق قدرہ (القرآن) ما زاد بیانھم غیر ستر. فانّ الاعراب عنه بغیر ذائقةٍ سِترٌ والاظھار بغیر وجدٍ اِخفاءٌ" ومقصود گویندگان جز تنبہے وتشویقے بیش نبود۔ زیرا کہ این نوع سخن طلب طالبان را قوت دہد وہمت ایشان قوی گرداند واگر کسے را در سر پندارے بود، درہم

شکستگی (شکند)۔ تا نقد دیگران و افلاس خود بیند۔ سخن بعضے مشائخ رحمہم اللہ (است) ''لا تزن الخلق بمیزانک و زن نفسک بمیزان الصدیقین لِتعلم فضلهم و افلاسک'' شہید شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہٗ دعا می کرد و می فرمود۔ الٰہی کار تو بعلّت نیست، مرا ازین قوم (گردان۔ یا) از نظّارگیان این قوم کہ قسم دیگر را طاقت ندارم

گر نیم مردان رہ را ہیچ کس ذکر ایشان کردہ ام اینم نہ بس
گر نہ ام ز ایشان ز ایشان گفتہ ام خوشدلم کاین قصہ از جان گفتہ ام

و شیخ امام ربّانی ابو یعقوب یوسف ابن ایوب ہمدانی را قدس ارواحہم پرسیدند، چون این طائفہ روے در نقاب آرند۔ چکنم تا سلامت مانم۔ فرمودند ہر روز مقدارِ سی پارہ از سخنانِ ایشان بخوانید۔ و یکے از صدیقان می فرماید کہ کسے باید کہ سخن او گوید تا من بشنوم یا من گویم او شنود و اگر در جنت گفتگوے او نخواہد بود، مرا بجنت چہ کار۔ اقتباس جذوبات و مواجید از انفاس طیبہ ایشان توان کرد۔ ''و من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ و عمل صالحاً'' مثنوی

گر ندارم از شکر جز نام بہر زین بسے خوشتر ز اندر کام زہر
آخرم زان کاروان گردے رسد قسم من زان رفتگان دردے رسد
نطقہا نسبتِ با وقشر است لیک پیش دیگر فہم ہا مغز است نیک
آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیشِ خاک تود

این کلمات قدسیہ اگرچہ قصیر البیان است، کثیر المعانیست۔ ''والقلیل یدل

علی الکثیر. والجرعة مبنیٌ علی البحر القدیر ۔ وقدوۃ الکبار شیخ بزرگوار شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری[1] (مصنف حقانی تفسیر و صاحبِ طبقات مشائخ اند[2]) قدس اللہ ارواحہم وغیرہما۔ در کتاب ''طبقات'' از ہر یک ازان کبار مقدار بست سخن کما بیش ایراد فرمودہ اند۔ و بہ ہمان مقدار صاحب نظر الوالابصار و اہل بنیش و اصاحب دل سیرت بطریقت و علم و حال آن بزرگوار گردانیدہ اند و در آن چند سخن بیان بعضے از علوم و معارف ایشان است کہ اساس سیر و سلوک برانست ''وَلَنَا فِیہ اُسوۃٌ حَسَنۃٌ فی تقلیل الکلام مع الدلالۃ علی المرام'' حاصل آنکہ۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

شیخ داؤد بن شیخ صادق گنگوہی

وے نسبت بپدرِ خود درست می کند و جانشین پدر خود است، از نبائر شیخ عبدالقدوس (گنگوہی) است۔ صاحب وجد و سماع است۔ اخلاق نیکوان دارد و ہمّت و فتوت نیک۔ مستقیم است اندر معاملت۔ بسیار مردم از صحبت وے مرذوق اند۔ گویند وے دوازدہ سالہ بود کہ طلب این راہ بدلِ وے پیدا آمد۔ (خواست کہ ذکر و طریقۂ آبائے خود فرا گیرد[3]) پدرِ وے و عزیزان دیگر گفتند۔ اوّل چیزے بخوان، آنگاہ برسر کار آی۔ وے بجدّ گفت ذکرے را بفرمائید کہ می کردہ باشم، پدرش گفت

---

[1] شیخ طریقت ابوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی نیشاپوری وفات ۴۱۲ھ/۱۰۲۲م مصنف ''طبقات الصوفیہ'' [2] [3] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

کہ می کردہ باش لیکن طریقہ ذکر کہ مقرر سلسلۂ ایشانست بیاموخت (بیاموز)
وے رااز کثرتِ شوق بشب خواب نمی بُرد وحالتِ نیک پیدا کرد۔ چون جوان شد
ریقہ ذکراز پدر فرا گرفت و بریاضت ومجاہدہ طریقہ شغل سلسلہ خودرا کہ بس دشوار
ست، دراندک فرصتے بانصرام رسانید۔ نیز گویند وقتے وے دراعتکاف بود۔
روزے پدرش گفت، بامابشکار آی وپدرِ وے بشکار میلے داشت۔ وے گفت۔ دو
روز در برآمدن از اعتکاف ماندہ (پس تر) چہ رضا است۔ گفت۔ فتحے کہ در
عتکاف رومی دہد بشکار روخواہد داد۔ وے راباخود بشکار بُرد۔ چون باز آمد، پدرِ
ے گفت۔ امشب بخواب مرو ومتوجہ باش کہ من ہم متوجہ می شوم۔ چنان کردند۔
رآخر شب وے رافتح دست داد۔ پدر ویارانش صباحی مبارکباد گفتند۔ نیز روزے
ے درسماع گرم شدہ بود، ناگاہ بہ پیشانی وے آسیبے سخت رسیدہ وزخمی شد۔ چرم
آن جابرافتاد و پارچہ ہائش بخون آلودہ گشت۔ ہم ازان ذوق ومستی کہ داشت
صلا نیستاد تا بزور وے رادر گرفتند و چرم راباز بجائش دوختند و بہ مدّتے دراز بہ
شد۔ نیز گویند وقتے بادشاہ صاحب قران ثانی وے را بحضورِ خود طلبید وروش وے
را خوش کرد و بمولف اشارہ فرمود کہ نامے وے راداخل اہل ادرار کن کہ کسے پر
ذوق است۔ نیز گویند وے مغنّی پسرے رابسازندۂ ربابے سپرد و گفت۔ در چند
روز خواہد آموز؟ گفت در یک سال واگر مشقت شبان روزی کند در شش ماہ۔
وے گفت۔ این قدر مدّت چرا درانتظار باشم و بآن پسر گفت۔ خود بخود می نواختہ
باش۔ پسر مقید شدہ ودر چندگاہے کہ کم از شش ماہی باشد نواختن گرفتہ است بہ از

استادان۔ روزے وے عرس شیخ عبدالقدوس کردہ بود، در دہلی۔ و شیخ مرا دعوت کرد۔ شیخِ من مرا و یارانِ دیگر را با خود برد۔ مجلس نیک ترتیب دادہ بود۔ آخر وے بسماع و ذوق در آمدہ با دائے زیبندہ و گشتہا زدہ و در آن اثناء سخنانے کہ بمرتبۂ وحدت تعلق داشتہ باشد گفتن گرفت و ہر چہ گفتہ ذوقیات گفتہ و از تاثیر سماع وے اکثرے از یارانِ وے در سماع بودہ اند و ہمان مغنّی رُبابے غزل ہمی گفت و رُباب نیک می نواخت۔ آن روز شیخِ من و درویشانِ شہر کہ آن جا حاضر بودہ اند خوش وقت گشتہ اند۔ گویند پدر وے شیخ صادق اہل کمال بودہ و صاحب ذوق و وجد و حال۔ و بسیارے از یارانِ وے احوالِ نیک داشتہ اند۔ وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ و اند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) روزگارے عشرت خان کہ از اولاد دختری حضرت خواجہ احرار است قدس سرہٗ حکومتِ دہلی داشتہ در سال ہزار و چہل و نہ و با شیخ من نیک نیازمند بودہ و شیخ من ہم بدان نسبتِ پیرزادگی بوے اخلاص دوستی پیش می آورد و صحبت ہائے نیک می گذشت۔ من ہم آن جا بودم۔ روزے خان از شیخِ من پرسید کہ اندرین عرصہ شیخ کامل کہ از صحبتِ وے بہرۂ این راہ توان گرفت، کیست؟ شیخ من گفتہ کہ باعتقادِ من دو کس است۔ شیخ الہداد خلیفۂ خواجہ بیرنگ اندر دہلی و شیخ صادق نبیرۂ شیخ عبدالقدوس در گنگوہ۔ و شیخ عبدالقدوس از کبار مشائخ ہندستان بودہ است صاحب کرامات و مقامات و احوالِ صافیہ و اطوار سنیہ۔ وفاتِ وے در سال نہ صد و چہل و پنج (۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸م) است۔ و وے رسالہائے ذوقیات دارد مثل ''انوار العین'' مرتب بہفت فن وغیرہ ذالک از ان

سلہ ''رشدنامہ'' حاویٔ اشعار پارسی و ہندیست۔ وزآن رسالہ فقرہ این (این چند
تن) است کہ

''اے برادر غیر حق ہیچ نیست در عالم صورت و معنیٰ لطفاً (قطعاً) و یقیناً
کہ جہان صورت است و معنیٰ اوست درین معنیٰ نظر کنی ہمہ اوست

چوپائی

جل تھل میرا ور اکاس سَرب نرنتر تورین پاس
توہ جہان سے کتھوں نجانو جہان رے با تو تہان تو نہانو
باہر بھیتر کہا نجائے سرب نرنتر انکی کائے
الکھداس کو موراکنت دو نہ سکھی تبہ بسنت

دوہرہ

یہ جگ ناہین ناح کی بوجھو پرم گیان سو پانی سو بلبلا سوئی سرور جان

پس ترا باید کہ دمے وقدمے غیر حق نظر نکنی و بے او بچیزے دل نہ بندی و ہر چیزے
کہ بینی بغیر او نخواہد بود اگر (تو) دانی یا ندانی۔ قال اللہ تعالیٰ ''فاین (ما) تولو
فثم وجہ اللہ'' ''قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم حاکیا عن اللہ تعال.
یا احمد عندنا شرابٌ اذا اشربوا اُسکروا. و اذا اُسکروا اطربوا
واذا اطربوا وجدوا. واذا وجدوا وصلوا. واذا وصلوا لا فرق
بینی و بینھم. انتہیٰ۔

امروز یکے از مریدان شیخ صادق، (شیخ) ابراہیم است صاحب وجد و سماع سخت۔

وے مدّتہا در صحبتِ شیخ خود گذرانده است و ذکر سلسلہ شیخ را بحدے و تعیّنے کہ مقرر الست با تمام رسانده است۔ شیخ وے ازین جہت کہ وے ریاضاتِ شاقہ و مجاہداتِ شدیدہ می کشید و بہ نسبت مریدان دیگران کار را فراتر ک می رسانید، وے را نیک ستود و می فرمود کہ وے از مہین یارانِ من است و مہین منتسبان من۔ وے گوید من در اوایل از وطنِ خود کہ نزدیک پشاور است، درمیان قوم یوسف زئی از صِبا دایم بطلب علم بر آمدم۔ بلاہور رسیدم و شروع علوم ظاہری نمودم و ہمراہان من اندر آن ایّام جوانی بلذّات جوانی در افتادند و با من مخالف شدند۔ در آن اثناء مرا شوق این راہ بدل در گرفت و حالت مستی استیلا آورد و جا بجا در طلب بزرگے کاملے می گردیدم تا بنّور رسیدم و ملازمتِ شیخ آدم بنّوری نمودم۔ روزے آن جا نام مبارک اللہ بمیان آمد و مرا تواجدے و حالتے بدل پیدا آمد و بروے در افتادم و بے خود شدم و چون باز آمدم ہم از حالت مستی بر نہ آمدم و در جوش و خروش می گذراندم۔ روزے یکے از یاران شیخ از حد زیادہ (تعریف) کرد و مرا گفت ترا پیش شیخ صادق بکنگوہ باید شد غالب کہ صحبت وے ترا در گیرد و من ہم در واقعہ دیدم کہ بزرگے سفید ریش نورانی طلعت مرا می گوید کہ پیش ما بیا۔ من گفتم۔ شمارا نمی دانم گفت۔ مارا ناظر محمد می گویند۔ چون من بکنگوہ رسید شیخ را کہ در واقعہ دیدہ بودم بشناختم و بپاے وے در افتادم و گفتم شیخا! شمارا شیخ صادق می گویند، لیکن آنچہ در واقعہ نام خود ناظر محمد فرمودند، چونست۔ گفت بدان عالم نامِ ما ناظر محمد است و من مرید شدم و مستی و کیفیتِ من از انچہ بود ہیچ کم نشد۔ گاہ ہا بصحراء در می شدم و مستانہ می گردیدم و باز می آمدم۔ روزے بجنگلے در

شدم وسہ شبانہ روز بالاے درختے سوار ماندم۔ شیخ پسر خود شیخ داؤد را بر من فرستاد۔ اولاً من از راہ حالتِ مستی ندانستم کہ کیست؟ چون افاقتم شد، خود را از درخت بزیر افگندم و پیش شیخ آمدم و در اندک فرصتے کارِ ما با تمار ساند۔ روزے شیخ مرا خواست بجاے رخصت کند، پسر وے بدہلی اشارہ کرد۔ گفت وے شورشے مجذوبانہ دارد، آنجا صحبتِ عزیزان راست نخواہد آمدم۔ آخر گفت بر روے آب گانگن رَو کہ تصرف ما تا آن جاست۔ تا من بمراد آباد رسیدہ اقامت واستقامت گرفتم وازان باز ہیچ سوز فتم واین بعد وفاتِ شیخ صادق بودہ۔ من وے را بسیار دیدہ ام بر من لطفے دارد۔ روزے وے را در خانقاہ خواجہ قطب الدین وعرس خواجہ معین الدین قدس اللہ اسرارہم، در سماع دیدہ ام۔ مثلے پیلے دمان کہ بمیدانے درمی آید واز نبد سلاسلِ خود رامی کشاید ونگاہبانانِ خود را با خود می رباید۔ وزخمے در سر محلوق وے سخت رسیدہ و خون بر رخسارہ اش دویدہ و پیراہنش را بخون آلودہ گردانیدہ و شیخ داؤد اندر معاونتِ وے بودہ است تا آخر سماع۔

شیخ فرخ نارنولی

وے نبیرۂ شیخ نظام نارنولیست و منظور نظر شیخ شدہ۔ در ایام صبا بزرگ بودہ۔ صاحبِ علم وعمل وذوق ووجدان۔ ہمّت عالی داشت۔ وفتوتِ ذاتی وطلعتِ نورانی۔ من وے را در شب عرس خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ دیدہ ام کہ از سر ذوق وحضور ایستادہ ونظر ہمگنان بر چہرۂ زیباے وے گردیدہ۔ واین گردیدن

دلہا بر حسن و جمال با صفا و کلام با بہا نشانِ اہل ولایت است۔ چنانچہ در ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند کہ جمالِ سخن است کہ مستمع را از مستمع باز می ستاند۔ و جمال نمی دہد سخنے را مگر تکلمِ اولیاء۔ پس این ابیات خواندند۔ قطعہ

شہ نشان بود دلی را نخست آن بظاہر — کہ چو روے او بہ بینی دلِ تو باو گراید
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند ز معنیٰ — ہمہ را ز مستیٔ خود و حدیث می رباید
سوم آن بود نشان ولی از اخصِ عالم — کہ ز ہیچ عضو او را حرکاتِ بد نیاید

روزے من با سید بھوہ بودم لشکری و سید بحکم جہانگیر بادشاہ از دہلی بدیار را نا روان شد، در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء) چون بنارنول رسیدیم مجلسے عظیم دیدم از سرود سماع و گل و خوشبوہا۔ پرسیدم کہ این چہ طور مجلسے است، گفتند۔

''امروز مجلسِ گلِ شیخ فرخ است۔''

خواجہ عبدالحکیم

بزرگ بودہ با شکوہ و طلعتِ نوارانی و مشغوف این کار۔ وے پائین منزل شیخ من و در مسجد جامع فیروزی سکونت داشتے و دران جا صحبتِ شیخ را مغتنم می دانست چنانچہ بزرگے گفتہ

این سوے بہشت آمد و آن جانب کعبہ — مارا بہمہ حال سرِ کوے تو اولیٰ

وے از راہ دریچۂ بہ مسجد نماز پنجگانہ رسیدے و بسے روزگار اندر آن مقام قیام بستے و معتکف نشستے، موافق قولِ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کہ فرمودہ اند

(مَـابَيْـن الله وَ بَيْنَهـهُ حجـابٌ)وعمل بعزیمت نمودے چنانچہ دراوّل رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' مسطور است کہ در مسلمانی و انقیادِ احکام رعایت تقویٰ وعمل بعزیمت ودور بودن از رخصتہا بقدر قوت، ہمہ نور وصفا ورحمت است وواسطۂ وصول بدرجاتِ ولایت و مقامات شریفۂ اولیاء اللہ از ورزش این صفات می رسد۔ انتہیٰ۔ من بسیار وے را دیدہ ام، وفاتِ وے در سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) امروز آن منزلِ لطیف موافق شرع شریف در تصرف شیخ من است۔

شیخ بایزید میرٹھی

خواہر زادۂ شیخ پیر میرٹھی (است) ونسبت ہم بوے درست می کند۔ وے دائم الوجد است وصاحب سماع وذوق۔ ودر معاملتِ نیک۔ اندر سماع مشغوف می بود وجز این کارے نداشت۔ شبے شیخ من بعرس ہمایوں بادشاہ بمقبرۂ وے گذراندہ و جمعے از یاران وہواداران باوے۔ ومن ہم یکے از انان وآن تمام شب، بیک طرف از مجلس سماع، زندہ داشتہ اند وبخوش وقتی وعیشِ تمام بسر بردہ چنانچہ غیر ازین شعر خواجہ شیرازی تعبیر آن نتوان کرد

آن شب قدرے کہ گویند اہل خلوت امشب است
یا رب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است

شیخ من روز دیگر بوقتِ زوال ازان مقبرہ برآمد وقصدِ منزل خود کردہ ناگاہ دید کہ

آن شیخ بایزید می رود۔ وے ہنوز آشنانہ بود۔ شیخ من از مرکبِ خود فرود آمدہ و دستِ وے بگرفت و روان شد۔ درین اثناء دو مطربہ از دہاقین کہ بدکانِ بنگ فروشے نشستہ چیزے از قسم بزبان ہندی می سرودند و حالانکہ نہ حسن صوت داشتہ نہ حسن صورت۔ و وے از استماع آن بسماع در آمد۔ جاے کہ آفتاب بر سر گرم بود۔ جا گرفتند و درین وقت ہر عزیزے کہ از آن مقبرہ بر می آمد و شیخ مرا ایستادہ می دید از مرکب فرود آمدہ می ایستاد تا صحبتے نیک منعقد گشت و جمع یاران از مشاہدۂ این حال متحیر بودند و انچہ ازین شعر شیخ سعدیؒ بگوش شنیدہ بودند بچشم دیدند

چون شوریدگان مے پرستی کنند　　بر آواز دو لاب مستی کنند

پس از ساعتے چون ازان جا روان شدند ہم اندر راہ باذوق و سماع ہمی رفت و شیخ من وے را بمنزل خود بُرد و سہ روز مہمان داشت و براے وے قوالانِ نیک طلبید و سرود خوش بمیان آمد و وے تا سہ روز وراے اوقاتِ صلوٰۃ در ذوق سماع مشغوف بود و (این) صحبت ہا در سال ہزار و پنجاہ و چار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) بود۔ وفاتِ وے پس از رفتن وے بشہر ویست۔ در ''نفحات الانس'' است کہ روزے خدمت مولانائے روم از حوالئ زرکوبان می گذشت از آواز ضرب حالے در وے ظاہر (شدہ) است بچرخ در آمد۔ شیخ صلاح الدین (حسام الدین) بالفور از دوکان بیرون جست و سر در قدمِ مولانا نہاد و خدمتِ مولانا وے را گرفت و نوازشِ بسیار کرد۔ از وقتِ نماز پیشین با نماز دیگر خدمت مولانا در سماع بود و این غزل می فرمود

یکے گنجے پدید آمد، درین دکان زرکوبے　　زہے صورت زہے معنیٰ زہے خوبے زہے خوبے

شیخ صلاح الدین سامانِ دکان رایغما کردند (کرد) اواز دکان آزاد شدہ۔ خواجہ محمد دہدار در حاشیہ آن می نویسد کہ شیخ سعدیؒ رحمہ اللہ (در بوستان) می فرماید

مگس پیش شوریدہ سر بر نزد — کہ او چون مگس دست بر سر نزد
نہ بم داند آشفتہ سامان نہ زیر — بنالد بر آوازِ مرغ حقیر
نہ مطرب کہ او از سمِ ستور — سماعست گر ذوق داری و شور
چون شوریدگان مے پرستی کنند — بر آوازِ دولاب مستی کنند
بچرخ اندر آیند دو لاب وار — بگریند بر خود چون دولاب وار

حضرت شیخ محی الدین (ابن) عربی قدس سرہٗ تفرقہ میان سماعِ حالی، سماعِ مزاجی فرمودہ و گفتہ کہ اگر بصوت خوش و نغمات موزون ذوق حاصل می شود، مزاج را در آن دخل ہست کہ تا ملائم ذوق (مزاج) می کنند (خوش) است کہ با نا ملایم (ذوق) مزاج ناخوش است۔ و اگر مقید باین نیست، بہر آواز، از ہر چہ کہ بر آید او را ذوق می شود و تواجد روی می دہد۔ این حالی است۔ چنانچہ نوری را کہ در خانہ می شدے از آوازِ گوسفند تواجد شدے، پس چرخ زدن بآواز ضربِ زرکوبان از غلبہ حال باشد و سلطنتِ وجد۔ پدرِ من گفتے کہ در سنبھل عزیزے بود شیخ حاتم نام (آواز) نغمہ چون بگوش وے رسیدے از دست رفتے و اندرین کار ہیچ اختیارے بخود نداشت۔ حالت سماع و تواجد وے بحدّے رسیدہ بود کہ کبشانے کہ گوسفندان و بزان از شہر فراہم آورد سرود کنان بصحراء رفتندے۔ وے بدان کبر سن و بدان شان "دنبال شاں گرفتے و رفتے گریان گریان و پرواہِ کسے نداشتے۔ تا برفتہ از دنیا در سال ہزار و

ہفت (۱۰۰۷ھ/۳/اکتوبر ۱۵۹۸م) رحمۃ اللہ علیہ۔ گویند وے پیش از رفتنِ خود بدوسہ ماہ گفتہ بود کہ من در ایام وفاتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم می روم (خواہم رفت) چون ماہ ربیع الاوّل آمد بیمار شد و در (تاریخ) دوازدہم رفت۔

سید ضیاء الدین جونپوری

عالم و فاضل است۔ از شاگردان رشید شیخ عبدالرشید جونپوری۔ با شیخ من آشنا است۔ و شیخ من استادِ وے را ہم می داند و ہر دو را نیک می ستاید۔ وے در اوایل بطلب علوم دینی از وطن برآمد و بدہلی رفت و در مدرسۂ چوک اقامت گرفت و از مولانا حیدر کہ از علمائے متبحر است و از اقربائے شیخ من و از فضلائے دیگر استفادہ می نمود۔ در اثنائے آن وے را حالے پیش آمد کہ دست از علوم رسمی باز داشت و از قیل و قالِ لسانی تنگ دل شد و از ناموس دانشمندی خلاص گشت و با طریقۂ خاکساری و نامرادی در ساخت و خود را نیک اندرین راہ در باخت۔ در آن حال ہر کہ درمے چند ہندی را بوے دادے خوش کردے۔ یک بار شیخ من ہم چند درم بوے بردہ بود و گفتہ۔ ازین قیل و قال رسمی نیک خلاص یافتی عارف (رومی) گفتہ

علم رسمی سر بسر قیل است و قال نے درو کیفیتے حاصل نہ حال

در ''رشحات'' است کہ۔ مولانای شہاب الدین برجندی می فرمودند کہ در مبادیٔ حال پیرامن حضرت مولانا سعدالدین کاشغری بسیار می گشتم و ہیچ اثرے از نسبت این عزیزان در باطن خود نمی یافتم و ازین جہت بغایت ملول و محزون بودم تا روزے

بعد از نماز جمعہ در پیش مقصورہ ہرات میان کثرتِ مردم و اژدحام عوام سیرے می کردم۔ ناگاہ ایشان را درمیان آن کثرت دیدم وسرِ راہ بر ایشان گرفتم و بہ نیازمندیٔ تمام (حالِ خود) گفتم۔ فرمودند کہ۔ باوا، تا این علوم رسمی کہ در سینہ داری قئے نکنی فائدہ نیست و درین گفتن باطنِ مرا بخود منجذب گردانیدند و متوجہٗ بیرون مسجد شدند و من بے اختیار در عقب ایشان روان شدم و از دور ایشان را نگاہ می داشتم تا از مسجد جامع بیرون آمدند و روے ببازارِ خوش نہادند۔ و از راہ دروازۂ فیروز آباد بیرون رفتند و من ہم در عقب ایشان بیرون رفتم دیدم کہ درِ دکانِ چوب فروشے رفتند۔ و دو بلّی پنج گزی سطبر چھت عمارتی بخریدند و فرجی خود را تہہ کردہ بر دوشِ مبارک نہادند و خواستند کہ بلّی بردارند۔ من روانی پیش رفتم و گفتم اگر رخصت فرمایند من این خدمت را بجا آورم۔ فرمودند کہ اگر ناموس دانشمندی مانع تو نمی شود بلّیٔ دیگر را بردار و ایشان یکے بلّی برداشتند و روان شدند۔ من نیز بلّیٔ دیگر بضرورت بر دوش گرفتم و بانفعال تمام از عقبِ ایشان می رفتم و عرق تشویر می ریختم وگاہے چشم خود می پوشیدم وگاہے می کشادم ایشان فارغ البال پیش می رفتند و بے تحاشی پشت پشت می گفتند تا از دروازہ در آمدند با خود گفتم چہ باشد کہ بمحلۂ پاے باڑھ فرورونند کہ نسبت بازار خلوت است۔ ایشان خود روی ببازار در آمدند۔ چون نزدیک چارسوق رسیدم با خود گفتم چہ باشد کہ ببازار خوش در آیند کہ در بازار مَلِک از کثرت خلق راہ نمی توان رفت خصوصاً وقتے کہ کہ بلّی دراز بر دوش باشد ایشان خود روی ببازار مَلِک نہادند و من از پئے ایشان می رفتم بحالتے غریب و خجالتے عجیب

کہ از پندار دانشمندی پُر بودم تا از میان بازار ملک بکوچہ در آمدند کہ بپاے مسجدی رفت۔ چون بلّی را بخانۂ ایشان رسانیدم واز دوش برزمین نہادم۔ درین محل بیُمنِ عنایت وحسن تربیت ایشان مرا کیفیتے عظیم دست داد ونسبت عزیزان در (دل) افتاد وبعد از آن دامن متابعت وملازمت ایشان را محکم گرفتم۔ انتہیٰ۔ من آن سید ضیاء الدین را اوّلاً در امروہہ دیدہ ام ہنگام عرس شیخ اَبّن سر وپا برہنہ وتہبند کے در زیر آزادانہ ومستانہ در آمدہ روبروے من نشست من رسالہ ''پیم چرت'' ہندی خود می خواندم وے نیک شنودن گرفت تا دریافتم کہ وے صاحبِ دریافت است پس از آن وے باشارۂ استادِ خود برسَرِ درس وافادہ آمد وامروز چندگاہ ہست کہ بسنبھل آمدہ ودر سراے شیخ نوربخش اقامت گرفتہ وہمانجا کدخدا شدہ واستقامت یافتہ۔ جمعے طلباء بوے می شوند وکتب متداولہ بوے می گذرانند ووے بے مطالعہ وبے جزو بدست گرفتن چنانکہ می شاید، فائدہ می فرماید وبآن وسعتِ مشرب زیستے خوش دارد۔ روزے از وے پرسیدم کہ این حالت آزادگی کہ درتست وگاہ ہا بحسب ظاہر وارستہ وفارغِ بال می گذرانی وچون برسر درس می آئی بے آنکہ کتاب بدست گیری ویا مطالعہ کنی ومواد در پیش داری، برہمہ دقائق غریبہ حاضری۔ این معنیٰ غیر از فیض الٰہی چہ خواہد بود، یکے برگوی۔ کہ این حالت از کجا رسیدہ است بتو۔ گفت۔ من در ایّام صبا گاہ ہا بخدمت شاہ مظفر کہ از مجاذیب صاحب کرامت بود، در جونپور می رفتم و خدمتِ وے می کردم وے از روے عنایت نظرے در کار من کردے چنانکہ اثر آن نظرات در خود می یافتم۔ ونیز مرا فرمودے۔ بخوان بخوان۔ از آن باز ازین

دولتے کہ می بینی درمن ظاہر و باہر است۔

شیخ عبدالعزیز الہ آبادی

مرید و خالہ زادہ شیخ محبّ اللہ الہ آبادی است۔ از ایام خردی صحبت بشیخ داشتہ و مرذوق گشتہ از الطاف و عنایاتِ وے۔ صادق القول است و راسخ الاعتقاد ہمّت عالی دارد وفتوت عالی تر۔ روزگارے وے در حالت حیات شیخ خود، بدہلی آمدہ و در خانقاہ شیخِ من گذراندہ۔ روزے شیخ من بحجرہ باوے نشستہ و من ہمراہ، (شیخ من) از وے پرسیدہ کہ انچہ شیخ تو از خلص معتقد خویش رسالۂ نوشتہ یا سخنان گفتہ کہ تو نیک واقف شدہ باشی باما باز گوی۔ اشارہ بمن کرد یعنی این کس بجاے شود، تا فرانمایم۔ شیخ من بنسبتِ من گفت۔ ''ماووے یکیم'' تاوے تسالہ ''تسویہ'' رابرآورد کہ از خلص تصانیف وخاصّہ اعتقاد این است۔ (نزد این فقیر این اسولہ کہ دارا شکوہ بحضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی ارقام ساختہ بود و طالب جواب شدہ۔ بسیار مناسب تر آنکہ جواب کہ درین رسالہ ارقام رفتہ عزیز دیگر نوشتہ دادہ است ورنہ (در جواب رقعہ دارا شکوہ، جواب شیخ[1] مسطور نیست) شیخ من آن را مطالعہ فرمود و بوے گفت کہ شیخ تو بتو ہم ہمین سخن در خلوت می گفت۔ گفت آرے ہمین است کہ بجمعے از خلص اصحاب خود می فرمودہ۔ شیخ من مرا فرمود تا نقل آن برداشتم۔ بعدہٗ شیخ من سخنے چند مطابق معتقدِ خویش کہ مقرر صوفیہ محققین است در آن نوشتہ و آن برارباب دانش و بینش ظاہر و باہر

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

است۔ روزے عزیزے سوالے چند نوشتہ پیش شیخِ من آورد و گفت یکے از متصوفہ روزگار ہمین سوالات را بشیخ محبّ اللہ نوشتہ بود و جواب خواستہ۔ شیخ ہر ہمہ را جوابے نوشتہ لیکن آن جوابہا پیدا نیست۔'' من حاضر بودم۔ دوات و قلم و کاغذ پیش شیخ خود آوردم و عرض کردم کہ برین سخنان جواب مندرج شود۔ شیخِ من بے تامل بنوشت و آن اَسولہ این است۔

(۱) چیست اندرین کار بدایتِ کار و نہایت کار۔

(۲) کدام علم است کہ گفتہ اند آن را حجاب اکبر۔

(۳) چیست معنی قولِ سید الطایفہ در جواب ما النہایۃ کہ فرمود ''الرجوع الی البدایۃ''

(۴) انبیاے سابق را معرفت توحید بود یا نبود؟

(۵) ہرگاہ معدوم شدن موجود محال باشد پس اشیا را چون معدوم توان گفت۔

(۶) تصور را اعتبار بود یا نہ بود۔

(۷) ترقی را نہایت بود یا نہ۔

(۸) ظلوماً جھولا در مذمت ایشان (انسان) است یا در مدح۔

(۹) بہ تربیتِ ارواح معرفتِ تام حاصل شود یا نہ۔

(۱۰) طالب را از فوت وصل مطلوب ممکن باشد یا نہ۔

(۱۱) طالب فانی گردد یا مطلوب۔

(۱۲) تفرقۂ درد و عشق چیست؟

(۱۳) شغلے باشد کہ بے اختیارِ شاغل صادر شود۔

(۱۴) نماز بے خطرہ کے شود۔ والعاقبة بالخیر۔ انتہیٰ۔

امّا آن اَجوِبہ این است کہ

(۱) بدایتِ این کار توبہ است ونہایت آن توحید ذاتی۔

(۲) علمے کہ حجاب اکبر است علمِ نفس بخود دست من حیث المغایرۃ۔

(۳) رجوع ببدایت عبارت از آنست کہ بمبداء خود برسد یعنی ازان جا کہ بادی شدہ بود در آخر آن جا عاید گردد۔

(۴) انبیاء گذشتہ را معرفتِ توحید بود نہ، باین کمال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم داشتند وے باین خصوصیت اصالۃً مخصوص آن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) موجود معدوم نشود امّا اشیا ہرگز موجود نشدہ اند ومعدوم اند پیوستہ۔

(۶) تصور تاثیر تمام دارد۔ مصرعہ ''اے برادر تو ہمین اندیشہ'' وحقیقت وجود اشیاء (صرف) در مدارک است۔ ہر چہ ہست ہمین ادراک است۔

(۷) ترقی را نہایت نیست وہست اوّل در صفات وثانی در ذات۔

(۸) ''ظلوماً و جھولا'' مدح در صورت ذم است۔

(۹) بتربیت ارواح معرفتِ تام حاصل شود۔

(۱۰) طالب را بعد از فوت وصل ممکن چہ کہ لازم است۔

(۱۱) اوّل طالب فانی شود بعد از آن مطلوب نیز گم گردد۔ وحقیقت واحدۂ عشاق باقی ماند کہ آن جا نہ طالب است نہ مطلوب۔

(۱۲) درد مخصوص بہ بعضے از عاشقانست وعشق مقام است چہ ملایک عشاق اند

امّا دردمند نیستند۔

(۱۳) شغل بے اختیار مشغول نیز بر حکم رسد و این را صورت ہا باشد۔

(۱۴) نماز بے خطرہ جز در مقام توحید میسّر نیست۔

شیخ مرا با شیخ محبّ اللہ مراسلات بودہ است اندرین علم و سخنان دیگر۔ وقتے شیخ من از مصنفاتِ وے خواستہ کہ ببیند۔ وے اولاً ''مناظرۃ الخواص'' فرستادہ۔ شیخ من مطالعہ کردہ و پسند فرمودہ۔ روزے از شیخ خود پرسیدم کہ علم حقائق وے (شیخ محبّ اللہ الہ آبادی) بچہ مرتبہ است۔ گفت انچہ وے بنویسد مطابق کلام شیخ (ابن) عربی است و بس۔ پس از آن وے نسخۂ ''مغالیط العامہ'' را بشیخِ من فرستادہ و این بس دراز بود و این کتاب با تمام رسیدہ بود کہ وے برفت از دنیا در ماہ رجب از سال ہزار پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ/ اگوست ۱۶۴۸ء) و قبرے در الہ آباد است۔ در منظر بیست و دوم از ''مناظرۃ الخواص'' وی (است) دقیقہ۔ عاشق یا در مقام ذکر است یا در مقام فکر (یا در مقام شہود یا در مقام وجود۔ چون[1]) تجلیٔ غیریت رسد شہود نماید چون تجلیٔ ذات رسد وجود نماید۔ (دقیقہ) در انسان گویند روح و در صفاتِ حق گویند حیّ و در انسان گویند گوش آن جا گویند سمیع۔ در انسان گویند چشم آن جا گویند بصیر۔ در انسان گویند عقل آن جا گویند علیم۔ در انسان گویند دل آن جا گویند مرید۔ در انسان گویند دماغ آن جا گویند قدیر۔ پس انسان یا خود را بدین تعیّنات آن جا رساند و یا او از مراتب (خود بنوز ظہور نزول کردہ[2]) بانسان رسد و

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

اگر بحقیقت بنگری خود بخود رسد بلکہ نے نے (نظر) خود بخود می باز دونگرد

یارِ ما ہر ساعتے آید ببازار دگر تا بود حسن و جمالش را خریدار دِگر

کسوتے دیگر بپوشد جلوۂ دیگر کند مظہر دیگر نماید بہر اظہار دِگر

ظہور کمالات بحق وشہود تعیّناتِ بہ پیغمبر محقق ومقرر باد۔ الحمدللہ

الصلوٰۃ علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین ۔انتہیٰ۔

شیخ محمدیؒ ہرکانو (ہرگانوی)

وے نیز مرید شیخ محبّ اللہ است عالم است وفاضل۔ غربت وشکستی از چہرہ وے پیدا است۔ در کار شریعت سخن درست می گوید سفرہائے نیکو کردہ۔ بآخر در امروہہ رسیدہ وصبیۂ شیخ فیض اللہ برادر شیخ (عبدالمجید) در حبالہ عقدِ خود در آوردہ[۲]۔ دران جا اقامت گرفتہ۔ وے گوید کہ من در آوانِ شباب بطالب علمی در وطن خود مشغول بودم بناگاہ شیخ محبّ اللہ بتقریب طوی عزیزے بہ ہرگانو آمد۔ اکثرے از قصبہ

---

۱ محمدی نام، ابومحمد کنیت، فیاضِ دہر لقب، نسباً جعفری الزینبی، مولداً ہرگانوی، مسکناً امروہوی، مدفناً اکبرآبادی ابن شیخ عیسیٰ بن سید جمال بن سید اجمل۔ پیدائش ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء، وفات ۱۳/رجب ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۷ء، مزار مبارک (آگرہ) محلّہ ہینگ منڈی، متصل آریہ سماج بر لب راہ واقع است۔ شیخ کبیر حضرت شاہ محبّ اللہ الہ آبادیؒ در شانِ آن می فرماید۔ ''محبّ اللہ (حضرت شاہ محبّ اللہ الہ آبادی) اگر پیر خود را ندیدے ومحمدی را بدین کمالے کہ دارد یافتے ارادت بوے آوردے۔'' مقاصد العارفین ص ۳۹۳ تالیف حضرت عضد الدین محمد جعفری

۲ نامِ این زوجہ محترمہ ''صاحب دولت'' است۔

بدان مجلس رفتند و من از مجالس اکابر تنفّرے داشتم۔ نرفتم۔ شخصے تقریباً نام مرا پیش شیخ گفت، شیخ گفت۔ آن جوان محمدی را پیشِ ما آرید۔ (آمدم) وسلام کردم۔ مرا فرمود اگر بطالبِ علمی میلے داری با ما آی و مرا با خود بہ الہ آباد برد و سبق گفتن گرفت درآن اثنا مرید شیخ شدم و دل من از علوم ظاہری بگرفت (برگشت) و دانستم کہ صحبتِ اہل اللہ البتہ (بہتر از) جمیع فضایل کمالات است و ہم وے گوید کہ شیخ محبّ اللہ اوایل در قصبۂ حیدر پور بطالب علمی مشغول بودہ است و در مدّتے قلیل از تحصیل علوم دینیہ فارغ گشتہ۔ درآن اثناء وے را از مطالعہ کلمات ذوقیات شیخ شرف الدین یحیٰ منیری طلبی وذوقے غالب آمد و در صحبتِ (شوقِ) اہل اللہ از خانہ برآمد و سفرہا کردد ہر کجا کہ می رفت، کسے را اہل دعوت (رعونت) می یافت وکسے را اہل تکثیر و طالب جان (مال) وقس علی ہذا و صحبتے را می خواست دست نمی داد و ہیچ یکے را نیافت کہ اندر شریعتِ محمدی و متابعتِ او صلی اللہ علیہ وسلم راسخ باشد۔ تا بعد از مدّتے در اکبر آباد رفتہ شنید کہ درین روزگار دو فقیر است شیخ ابوسعید در گنگوہ و شیخ حسین در بھوہر۔ لیکن کار کشادِ طلاّب پیش شیخِ گنگوہ اقرب است۔ از آن جا قصد گنگوہ کرد۔ در راہ شبے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دید فرمودند محبّ اللہ خوش می روی و بشیخ سعید را ہم حکم آنحضرت شد کہ محبّ اللہ را تربیت کن۔ چون پیش شیخ رسید شیخ شرح ''لمعات'' را درس می گفت۔ از دیدن وے کتاب را برہم نہاد و موقوف کرد۔ وے گفت شیخا! انچہ می خواندی برخوان، گفت تو دانشمندی و پیش دانشمندان این علم من چیست؟ گفت مستفید شدم تا حقائق و معارف نیک

یان آمد و وے را صحبتِ شیخ در گرفت و مرید شد در سلسلۂ قادریہ (چشتیہ) و در
ندک فرصتے کشایشہا یافت و مرذوق گشت۔ شبے وے بخواب دید کہ پنج ثمر از
الم غیب بوے عنایت شدہ بود۔ بشیخ عرض کرد۔ شیخ فرمود تعبیر آنست کہ دریافت
سرار حضراتِ خمسہ ترا نصیب گردد۔ درین اثناء طالبعلمے (طالبانِ علم) اندر وطن
شتاقِ وے بودند مضطرب شدند و ندانستند بکجا رفت کسان را بہ تجسس وے جا بجا
فرستادند آخر در گنگوہ یافتند و مطلب را بشیخ عرض کردند۔ شیخ گفت محبّ اللہ الہ آباد
رو۔ و بنشین و افادۂ علوم دینیہ بکن، در ہمان جا بہ مطلبے عالی کہ در پیش است خواہد
سید۔ خرقہ خلافت بوے عطا کردہ رخصت فرمود۔ وے بالہ آباد رسیدہ بر فرمودۂ
یخ بکار مشغول شد و در اندک فرصتے بدان مطلب عالی مشرف گشت و ماجرا این
طیہ را بشیخ نوشت در گنگوہ۔ شیخ خوشوقت گردید و شکرہا بجا آورد پس (بسے) علوم
قائق بر دلِ وے کشادہ گشت و تصانیف عالیہ بظہور آمد۔ و ہم گوید چون عمر شیخ
حبّ اللہ بشصت و سہ رسید بیمار شد و سخنان (آخرت) را بادائے کردن گرفت کہ
را باید رفت از دنیا۔ عبدالعزیز کہ ذکر وے گذشت۔ گفت۔ عمر شیخ ابن عربی
راز بودہ است و ترا باوے مناسبتے است بسیار خواہی زیست۔ شیخ گفت نیکو
ریاب کہ مناسبت من با محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر است یا با شیخ ابن
ربی و بشوق تمام اندر آن بیماری رفت۔ شیخ عبدالرشید دہلی از نبائر شیخ عبدالعزیز
شتی کہ مردیست فاضل و صاحب اخلاق و با شیخ من نیازمندی داشت و قاضی
منبھل است گوید کہ من با شیخ محبّ اللہ سہ سال در الہ آباد بودہ ام و مرید (وے)

شدہ و بہرہ مند گشتہ۔ وے در اوقاتِ درس حدیث گریہ ہا کردے و رقتہ
آوردے۔ ہمہ اوضاع واطوار وے بر مطابقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است

شیخ محمد بریلی

نسبت بپدر خود شیخ شاہ محمد درست می کند۔ صاحبِ اخلاق است وہمّت ومروّت۔
بسا مردم از احوال (خوان) احسانِ وے بہرہ مند ومرزوق اند۔ مریدانِ اہل
ذوق وسماع دارد۔ گویند اوایل وے بفقر وتوکل می گذراند۔ پس ازان از عالم
غیب سرمایۂ توکل نیک بوے رسید و جمعیت صوری پیدا کرد۔ ہر سال اعراس
بزرگان بخوشوقتی می کند۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ وقتے
کہ محتضر بودند جمعے از اولاد و احفاد وخواص اصحاب در دہ کمانگران بر سر بالین
حضرت ایشان حاضر بودند۔ درین محل فرمودند کہ ہر کسے از مردم ما چیزے طلب
کند۔ از فقر وغنا۔ ونخست (متوجہ مولانا محمد شدند و گفتند کہ اوّل[1] تو اختیار کن)
خدمت مولانا محمد گفتند کہ من آن اختیار کردم کہ مختار حضرت شما است۔ حضرت
ایشان فرمودند کہ مختار ما فقر است بعد ازان بیکے از سرکارداران اشارت کردند کہ
چہار ہزار شاہ رخے بمولانا محمد بدہ (دہند) کہ وے فقر اختیار کردہ تا آن را مایہ
سازد و برائے فراغتِ فقرا کہ در گرد وے خواہند بود و خدمتِ مولانا بنابر امتثال
آن وجہ را گرفتند وسرمایۂ معیشت خود واصحابِ خود ساختند۔ انتہیٰ۔ پوشیدہ نماند کہ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

انچہ بزرگان درشان توکل مقرر داشتہ اند ہمین توکل شریف است کہ از وجہ کسب حلال روزی بہم رساند و ہر قدر بہم رسد لیکن نظر بر خدا داشتہ باشد نہ بر کسب۔ در خبر است کہ روزے صحابی از جاے کہ رفتہ بودہ است (اند) بخدمت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است (اند) آن حضرت از وے پرسیدہ اند کہ شترِ خود را کراسُپر دی گفت بتوکل گذاشتم۔ آن حضرت فرمودند ''عاقل و توکل'' شتر را پاے بند و توکل کن۔ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند توکل (آن نیست) کہ ترک اسباب کنند و بنشینند چہ این سوے ادبست بلکہ اقامتِ سبب مشروع مثلِ کتابت وغیرہ می باید کرد و نظر بر سبب ندوختہ زیرا کہ سبب مثل دروازہ است کہ حق سبحانہٗ براے وصول سبب ساختہ است۔ و اگر کسے دروازہ بر بندد کہ از بالا خواہد یافت بے ادبی کردہ باشد چہ دروازہ بنا کردن دلالت دارد برین کہ او را کشادہ بنشیند۔ بعد از آن او داند (اللہ) خواہ از دروازہ فرستد یا از بالا و آن ہا کہ بنشینند و نظر بر فتوح دارند ازین باب نیست چہ با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح داشتن دون ہمتی و ترک اسباب دنیا ساختن (است)۔ انتہیٰ۔ در جمع مولانا محمد قاضی مسطور است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند۔ بعضے از کبراے این طائفہ گفتہ اند کہ اشتغال دنیا و شدت حساب دوست تر دارم از انکہ بذل طمع مبتلا گردم۔ اشتغال بدنیا بنا بر اظہار سخاوت و کرم نیست بلکہ بہجت آنست کہ مردم را از ثقل طمع خود برہانم۔ انتہیٰ۔ بدان کہ صوفیہ را قدس اللہ اسرارہم در مادّہ توکل سخن بسیار است چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ از ابو یعقوب مزکوری (مذبوری) پُرسیدند کہ

توکل چیست؟ گفت ''ترک اختیار''۔ واز سہیل تستری پرسیدند۔ گفت۔ ''ترک تدبیر'' واز بشر حافی پرسیدند۔ گفت ''رضا'' واز ابوحفض حدّاد پرسیدند۔ گفت۔ ''تبرا از توانِ خود'' واز حلاج پرسیدند۔ گفت۔ ''دیدن مُسبّب''۔ واز فتح موصلی پرسیدند۔ گفت ''ملال از سبب''۔ واز شقیق پرسیدند۔ گفت۔ ''دید (قدرت) او عجز خلق'' واز شبلی پرسیدند۔ گفت۔ ''در دیدارِ وے فراموش کردنِ ہمہ کس''۔ انتہیٰ۔ من آن شیخ محمد را اولاً بزاویۂ خود دیدہ ام کہ روزے با جمع از گویندہ ہاے نیک ومریدے چند رسیدہ، چون سرودے بمیان آمدہ یکے از مریدانِ وے درافتادہ۔ وے وے را در آغوش گرفتہ وخوشوقت گشتہ۔ ایام موسم بہار بود مغنّی پسرے بحسن ولطافت در پردہ نسبت چیزے گفت ہمہ حاضران محظوظ شدند ومن این رباعی بدیہہ گفتم۔ رباعی

مطرب بچہ سرود گفتہ ز نسبت چون دیدم وبشنیدم گفتم اَحسنت

در پردہ چہ رمز گفت بے پردہ بمن انت الموجود ما انا الا انت

پس از آن من وے را پیش شیخ خود دیدم اندر دہلی۔ وے بر من لطف بسیار دارد۔

محمد صالح سنبھلی

نبیرۂ شیخ محمد عاشق سنبھلی است۔ اخلاقِ حمیدہ داشتے وہمّت پسندیدہ۔ خدمتِ فقرا ومساکین را مولع بود۔ ہر کہ بوے شدے از حسنِ مروت وے خوشوقت برخاستے۔ وفاتِ وے در سال ہزار وپنجاہ واند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) است۔ در

اوایل ہنگامِ جوانی وے را گذرے بطرف دکنی[1] جنگل شد۔ چنانچہ در ذکر سید نظیر محمد گذشت۔ آن جا قصہ افتاد بر مغنیہ صاحبِ جمال عاشق گشتہ و او را بنکاحِ خود در آورد و بسنبھل باز آمد و بسالہا داد عیش نمود۔ شبے سید فیروز و شیخ فتح اللہ و شیخ معظم و من بعرس شیخ محمد عاشق شدیم۔ (سخنان) عاشقیٔ وے را نیک شنودیم۔ مجلس بس گرم بود بآخر خواستیم کہ بخانہ باز آیم، وے ماہا را بزور نگاہداشت و آخر شب در خلوتے بنغمہ سرای در آمد و نقشے چند ہندیٔ تان سین را کہ یادے از تان سین می داد گفتن گرفت۔ ماہا بسیار محظوظ گشتیم و در می گفت (شگفت) شدیم و سرود قوالانِ شبانہ را فراموش کردیم و آن شب با احتظاظ و انبساط بسر آمد۔ و ہم در آن شب شنیدم کہ اہل وے را ہم باوے اتفاقِ نغمہ سرای خوش افتاد و چہ خوشتر است کہ زن و مرد باہم در جمیع امور موافق باشند و در محبت و دوستی موافق گردند۔ شیخ سعدیؒ براین معنی فرمود

گر یار موافق است سعدیؒ سہل است جفاے ہر دو عالم

و مشفی سنبھلی کہ ذکر وے خواہد آمد، از آن واضح تر گفتہ

مشفی اندر جہان بود دو بہشت ہست معلوم خاطرت یا نہ
یار دانا بہشت بیرون است زنِ زیبا بہشت کاشانہ

و ہم مشفی مضمونِ آن مطالعہ[2] قطعہ را بعینہ درین شعر ہندی آوردہ۔

جگ میں دوی بیکنٹھ بینہ رم اوت مم چت
گھر مینہ نار سلکھنی باہر جا ہرست (مست)

---

[1] در نسخۂ ندوہ ''لکھی جنگل'' نوشتہ است۔ اما در ''توزک جہانگیری'' ملکھی جنگل است۔
[2] درین جا ''مطالعہ'' زائد است۔

وزنے را کہ برعکس آن باشد شیخ سعدیؒ چنین فرمودہ

زنِ بد در سرائے مرد نِکو ہمدرین عالم است دوزخِ او

زینہار از قرین بد زنہار وقنا ربنا عذاب النار

نقلست کہ شیخ محمد عاشق ہموارہ بباطن در انقطاع و بے تعلقی از خلائق و بظاہر از اقسام طوائف مردم بحظ وافر محظوظ گشتن و خوش بودن و خوش گذرانیدن بے نظیر زمان بود و باستماع صوت خوش میلے طبعی داشت چنانکہ اہل سرود در ملازمتِ وے می بودہ اند۔ خود ہم حجرۂ صافی داشت۔ احیاناً بسرود گفتن می پرداخت۔ ترانہ ہا و آہنگ ہائے پُرفن و کارِ کہ از استادانِ این فن داشت، در آن وقت مثلِ آن کم کسے می دانست بمغنّیان می آموخت۔ در دقائق سرود وقوفِ تمام داشت۔ دانایانِ این فن بر دانش و مہارت وے معترف بودند و می پسندیدند و وے بسماع و ذوق و وجد مشغوف بود۔ گریہ ہائے وے در حاضران سرایت می کرد، و رِقّت می آورد، و وے مرید سید شاہ محمد دہلوی بود۔ و من حکایت سید را در ذکر (شیخ) شاہی می آرد (می آرم)۔ در وقت ابتلا جمع مریدان از سید برگشتند اِلّا محمد عاشق و وے را لقب عاشق از آن باز افتاد۔ گویند وقتے وے بر سر (بہ پسر) حاکم سنبھل میلے و محبتے داشتہ، چون حاکم تغیر شد وے را قلق و اضطراب دست داد۔ و بدان حالت بیقراری پیش شیخ علی بنی اسرائیل سنبھلی کہ از کاملانِ وقت بود، رفت، و ہمگی از احوالِ وے در ذکر شیخ نور محمد بیاید و ہمہ دردِ دل را بہ صبوری ہائے بے دلانہ باز گفت۔ شیخ را دل بسوخت و وے را در حجرہ در نشاند و گفت۔ ساعتے نیک بباش

وخود بخلوتے رفت ومتوجہ شد، حاکم از سنبھل برآمدہ بود و میلے رفتہ بخاطر آورد کہ من از شیخ علی رخصت نشدم آخر آن پسر را گفت تو برو و رخصتے از شیخ بگیر و عذرے خواہ۔ چون پسر پیش شیخ علی آمد شیخ وے را بدان حجرہ اشارہ کرد کہ لحظہ بنشیں چون وے قدم بحجرہ درنہاد۔ دارو بدرد موافق افتاد و رفت انچہ رفت۔ پس از آن شیخ بشیخ محمد گفت تو محمد عاشق بودۂ۔ وفاتِ شیخ محمد عاشق در ششم شوال است از سال نہ صد وہشتاد و پنج (۹۸۵ھ/۱۵۷۹م) شیخ در تعریف وے گفتہ سورٹھہ

الکنہ بھوہا سوکھ رسکنہ محمد سیکنہ بہو　　پیوت پیم پیو کہ جوت جوت سانکہ

اعلم[1] خان سنبھلی

بصحبت بسیارے از مشائخ وقت رسیدہ و عجائب این راہ دیدہ۔ صاحب ذوق وشوق، راست گفتار، درست کردار۔ اعمال و افعال وے راسخ بود۔ اوضاع واطوار وے مطبوعِ جہانیان۔ وے منظورِ نظر و مقبول طبع دوستان خدا بود

بس نکتۂ لطیف بباید کہ تا کسے　　مقبول طبع مردم صاحب نظر شود

روزے من در ایام شباب بعرس شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہٗ شدم در سنبھل و در جُب وے بیستادم کہ صوفی اندر رقص وسماع بودہ است و وے چشم فروبستہ سرود می شنود، قوالان دانستند کہ وے را ہم ذوقے در گرفتہ آمدہ گرد گرفتند و بترنم درآمدند۔ وے از راہ راستی وسادگی گفت بقوالان کہ درین وقت خود مرا حال در نگرفتہ است

---

[1] درنسخہ ''عالم''

لیکن برائے شما سماع می کنم وبتکلیف (بتکلف) بسماع نیک درآمد۔ وقدمے چند بآنان رفت ورخصت گرفت وبازآمدہ بجائے خودایستاذومرا گفت چہ کنم اگر من سماع نکردے قوالان شرمندہ شدندے۔ ازین ادائے خوش آئندۂ وے من خوشوقت گشتم۔ وفاتِ وے درسال ہزاروبست داند (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱م) است۔ وقبروے درسنبھل۔ من درویشے رادیدم اندردہلی بامعنیٰ وہوش پرذوق درازپوش و درمحبت افغان پسرے گرفتار۔ آنقدر کہ وے درخدمتگاری وکارگذاریٔ معشوق کمربستہ بودومعشوق رابجمعیت صوری رسانیدہ کم کسے رادیدہ وشنیدہ می شود۔ من بوے آشنا بودم۔ روزے دیدم کہ وے راجمع کودکان درکوچہ گردگرفتہ اندو وے باداے مجذوبانہ رقصانست، رقص کنان وہذیان گویان وکودکان سنگ زنان۔ چون فارغ شد گفتم۔ بارے برگوی کہ این چہ بود گفت چکنم کودکان مرا دیوانہ خیال کردند من ہم خودرابطورشان سپردم چنانچہ دیدی۔ پس من گفتم

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش کہ من آن جلوۂ قد می شناسم

شیخ ابوالمکارم سنبھلی

مردے بود بصلاح وسلامت واعمال واستقامت۔ دراوایل وے خدمتِ احتساب داشت بدین ودیانت۔ واندرآن کارراسخ وواثق بود۔ آخرالامردست ازآن بازداشتہ گوشۂ غربت وعزلت اختیارنمودوباہلِ این طریق صحبت ورزید۔ ہموارہ بخدمت شیخ فاضل وشیخ عبدالکریم کہ ازاستادانِ من اند، وذکرشان گذشتہ

می رسید و ''تفسیر حسینی'' می گزرانید و بدین تفسیر آنقدر شغف داشتے کہ کم وقتے از خود جدا کردے۔ روزے عزیزے بوے گفت۔ گاہے بکتب دیگر ہم اشتغال نمای۔ وے گفت می خواہم تا نفس اخیر این کتاب ہم با من باشد و ختم (خاتمہ) باین باشد۔ آخر چنان شد کہ وے بدرازیٔ عمر برفت از دنیا در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱م) بعد فوتِ وے چون بند جامہ وا کردند جزوے چند از آن تفسیر یافتند۔ وے از غایتِ اشتغال بآن کتاب بعضے عبارات پارسی آن را اعراب نمودے و ظریفان اندرین امر بوے مطائبہ کردندے وے پروائے شان نداشت و ہم از بس کہ کلام مجید را بادائے مخرج و تجوید خواندے و عبارات عربی دیگر را ہم بدان نمط بلکہ ہمچوگاہ ہا عبارت پارسی را بے اختیار بدان ادائے مخرج خواندے۔ روزے این بیت خواجہ شیراز را بمخرج خواندہ

والہ و شیدا است دائم ہمچو بلبل در قفس　　طوطیٔ طبعم ز عشق شکر و بادام دوست

من و جمیع کودکان ازین ادای (وے) خندہا کردہ ایم و سالہا در تقلید وے این بیت خواندہ ایم۔ ہرگاہ از زبانِ ما ہا این ادا ہا شنودے بدنبردے بلکہ خوش نمودے کہ وے ہم مطائبہ کردے و از جوابِ سخت کسان متبسم گشتے۔ چنانکہ روزے ہمدران دبیرستان بسایۂ چھپّرے[1] استادانِ من وے و ما (ہمہ) خردان با ہم نشستہ ایم۔ باران می بارید و وے بکار خود مشغول بود و بناخن انگشتے حصیر را می زد و آوازے از آن برمی آید۔ مرا وہم آن شد کہ این آوازِ چکیدن قطرات مطرات

---

[1] در نسخہ ''چیزے''

است کہ بر حصیر می خورد (می چکد) و گفتم۔ آب از کجا می چکد۔ چہ من ضربت انگشت وے را نمی دیدم۔ وے ازین حرف بخندہ در آمد و اندرین باب مثلے آورد کہ پیرے بودہ است در زیر چرمے (چھپّرے) و باران می بارید و قطرہا می چکید۔ پیر گفت آنقدر وحشت کہ مرا از چکیدن آبست[1] از شیر نیست۔ پسرش این حرف می شنید پس از مدّتے مدید، وے را این معاملہ پیش آمد چون قطرہ از چیز (چھپّر) چکید زود بر خاست و فریاد کنان بدر جست۔ پرسیدند۔ حال چیست؟ گفت پدر من شبے دہشت چکیدن آب را از دہشت شیر زیادہ تر گفتہ بود پس من درین وقت از چکیدن آب اینک برجستہ ام (من گفتم این جا مرا ہم مثلے بیاد آمدہ اگر بد نبری گویم۔ گفت برگوی گفتم کہ می گویند، خردکے از اہل قزوین زیر کگے قند ہمی خورد بر کنار طرف آب کہ در گور زمین دفن کردہ بودند۔ ناگاہ قند از دستِ وے جدا شد و در آن آب افتاد چون خوردک نگاہ کرد عکس صورت خود در آب بدید۔ قند را از آن صورت طلبیدن گرفت چون مقصود حاصل نشد گریہ کنان پیش عمِ خود کہ مرد بزرگ و سپید ریش بود، آمد و عرض کرد کہ یکیست درمیان آب قند من گرفتہ و من می طلبم نمی دہد آن مرد بکنار آن طرف آب آمد و نگاہ کرد و عکس صورتِ خود بدید، بغضب گفت۔ اے پیر مرد اگر خردکے پیش تو قند کے می خورد ترا چہ مناسب بود کہ باین سفید ریش از دست وے فرا گرفتے شرمت نیامد کہ با خردان این سلوک می کنی۔ چون من این مثل تمام کردم ہر دو استادِ من و حاضران خرد و بزرگ بخندہ و قہقہہ در آمدند و ابوالمکارم

---

[1] در نسخہ ''آنست''

ازین کارم اخلاق خودرا انصاف بخشید وخوش گردید کہ جواب نیک برمحل آوردم[1]) ووے را چار پسر بود۔ شیخ ومشائخ وولی واولیاء نام۔ وامروز ازین ہا نامے ونشانے نماندہ والحق درین سرائے فانی، باقی نہ شیخ ماند نہ مشائخ نہ ولی نہ اولیاء ہو اللہ الباقی و الکل فانی۔

شیخ مصطفیٰ بن شیخ ابراہیم سنبھلی

وے را از ایام طفلی باز شوق این راہ بدل پیدا شد و در صبا فہمے وفراستے نیک بہم رسانده۔ چون چار دہ سالہ شد شغل طریقہ نقشبندیہ گرفت وآن چنان بودہ کہ غریبے طالب علمی عبدالسلام نام، صاحب باطن بفرید آباد رسیدہ وباوے اخلاص ومحبت پیدا کردہ۔ روزے وے گفتہ کہ (ذکر) باطن را کہ تو داری مراہم بفرمای تامشغول باشم گفت من اجازت این کار ندارم۔ برائے تشخیص این معنیٰ۔ بمیر صالح شدند کہ استاد علوم ظاہر ایشان بود۔ وے مطالب رابدین عبارت بمیر عرض کرد کہ اگر چراغے را از چراغے روشن سازند ہیچ اجازتے ہم درکار ہست؟ میر دریافت کہ (معاملہ) چیست (و) گفت نے۔ و (شیخ مصطفیٰ) مدتے برآن ذکر مداومت نمودہ جمعیتے بہم رساند۔ پس از جدای عبدالسلام حاجی حسین سیاح درآن جا نزول کرد۔ وے صحبتِ حاجی را لازم گرفت۔ روزے حاجی را وقت خوش بودہ است۔ وے از راہِ شوق ونیاز این بیت برحاجی خواندہ

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

حاجی گفتہ چہ خواندی باز بخوان۔ وے گرم تر ازان خواندہ تا حاجی خود۔ بترنم در آمدہ خواند۔ وے را از استماع آن رقّتے وحالتے بدل درگرفتہ وبسیار گریستہ بعد از آن بپاے حاجی درافتاد وگفت شیخا! ہمیشہ مرا با خود دار واز خود جدا مگذار

من از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم ہمین قدر بکنی کز خودم جدا نکنی

حاجی گفت این خود آسانست لیکن پدر و مادر تو (در فراقِ تو کہ ہمین ترا دارند دیگر ندارند[1]) سراسیمہ وہلاک خواہند شد۔ تو دل را قوی دار وامیدوار کہ آخر الامر ترا بفقر حقیقی نصیب است۔ وے گفتہ است کہ یکے بحاجی عرض کرد کہ تو دانائے عالم اسراری، می خواہم کہ تماشاے غیبہ مرا بنمای۔ حاجی گفت چہ می خواہی از این شعبدہ ہاے باطل وے بجد تر شد۔ چون کہ (وے) مقبول خاطر حاجی بود شبے وے را بر کنار حوض فرید آباد بردو عمل بکار آورد۔ درلمحہ زنانِ صاحب جمال بالباس رنگین (و) فاخر بارو شنای ہا پیدا شدند وبنغمہ سرای ورقاصی در آمدند وتا دیرے ہنگامہ را گرم داشتند وخوشوقت ساختند واز نظر غائب شدند۔ وہم وے گفتہ کہ حاجی گفتہ کہ در خانہ پدر خود تا چند پسر بودہ ایم وہر ہمہ قابل بودہ الّا من ومن خرد تر بودم وے مرا از خانہ راندند۔ روزے من با خود گفتم ''قدم خود را در راہ خدا می اندازم کہ جز او خریدار چون منے نخواہد بود وبدین راہ درافتادم وصحبتِ درویشان وخدمت ایشان را لازم گرفتم تا سبحانہ بکرم خاص مرا مقبول فرمود۔ وہم وے گفتہ کہ چون حاجی از فرید آباد سفری شد ومدّتے برآمد۔ روزے من در جدای حاجی اندوہناک

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

شدہ می گریستم و با خود می گفتم آیا وے زندہ خواہد بود یا نہ۔ درین اثناء دیدم کہ در ہر ہمہ طاق مقصورہ زینہ ہاے مسجد کہ آنجا من نشستہ بودم صورت حاجیست عیان و ظاہر و صورت رفیقے نور اللہ نام کہ وے ہم با حاجی صحبت داشتہ بود و بہرہ اندوختہ بعینہٖ بصورت حاجیست نشستہ متحیر شدم و وے را تنگ در بغل کشیدم و چون نظر بر درختان انداختم از ہر شاخے و شگوفے صورت حاجی برآمدہ۔ از آن باز طلب من قوت گرفت۔ شبے وے و من یکجا ہم خواب بودیم۔ نصف شب وے با گریۂ شوق نعرہ زنان برنشست، پرسیدم حال چیست؟ وے سخن درست گفتن نمی توانست کہ نفس اندر گلویش گرہ می بست آخر گفت کہ ہمین زمانے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم کہ من در حضور آنحضرت بادب ایستادہ عجز و نیاز بجا می آرم و از غایتِ رقّت و سوز و گداز خود را محو و مضمحل می نمایم (یا بم) و حضرت عمر رضی اللہ عنہ در حضور ایستادہ عرض می کنند کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصطفیٰ اضطراب بسیار دارد۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسلیٔ من فرمودہ اند و این واقعہ اندر محلّہ بخاری لاہور دست دادہ (است)۔ پس از آن (من با پدرِ خود بطرف[1]) بہیرہ خوشاب رفتم و وے بہ قصبہ پیلوندی کہ در ناحیت لاہور است رفت و دران جا، سید حسن (عارف) نام فقیرے وارستہ و آزاد و صاحب معنی مرید سعد اللہ و وے مرید شیخ عبد الجلیل لکھنوی است و در کوٹ قبولہ سکونت دارد۔ رسیدہ بود۔ گویند شیخ عبد الجلیل از فقراے اہل تجرید و تفرید و صاحب احوال عظیمہ و کیفیات عالیہ بود چنانچہ رسایل مقامات و مقرّرات

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

ومکتوبات وے شاہد احوال ویند ومریدانِ وراستہ ومجرد داشت از آن جملہ (سعد اللہ بہ) سید حسن (عارف) بقبر وے می باشند۔ وغرایب احوال شیخ در ہندستان مشہور است۔ وفاتِ وے در سال ہزار داند (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲م) است وقبر وے در لکھنو۔ روزے مصطفیٰ پیش آن سید عارف رفت۔ سید حالت طلب صادق وے را دریافت وپرسید، چہ حال داری؟ گفت امید وارم۔ گفت قباحتے کہ ہست ہمین است وے گوید این سخن گویا آتشے بود کہ در پنبہ افتاد وپنبہ ہستیٔ مرا پاک بسوخت۔ وے لشکری بود بمجرد شنیدن این حرف از اسپ ومتاع خود دل برداشت ودست از ہمہ برافشاند واز آن جا با سید ہمراہ شد وراہ را پیش گرفت وترک وتجریدِ تام نصیب او شد ودر روز اوّل ترک این ہندی (پنجابی) از زبان وے سرزدہ

چکیاں چکیاں کدیان اور کیلن کریاں جب گل الکی ستیہ کی بسے بسریاں[1]

در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ بعد از تحصیل علوم دینی وتکمیل آن شبے در جامع مسجد دہلی بسر برد۔ چون وقت سحر موذن بمنارہ برآمد این آیۃ برخواند۔ ''الم یانِ للذین اٰمنو ان تخشع قلوبھم لِذکر اللہ'' چون آن را شنید حال بروے متغیر شد واز ہر جانبے بروے انوار ظاہر شدن گرفت، چون بامداد شد۔ بے زاد وراحلہ رو بدریافت ملازمت وخدمت شیخ فرید الدین گنج شکر در قصبہ اجودھن رسید بعد بیعت در چلہ نشست وبمرتبہ کمال رسید۔ خدمت شیخ وے را اجازتِ تکمیل دیگران دادہ بدہلی مراجعت فرمود آنجا بہ تعلیم طلباء علم و

---

[1] در نسخہ ندوہ این مصرعہ بدین طریق نوشتہ است ''جب گل لاگے کنتہ کے بسے بسریاں''

بیت اہلِ ادارت اشتغال نمود و میر حسنؔ و میر خسروؔ دہلی ہر دو مریدان وے اند۔
خ فرید الدین خرقہ از قطب الدین بختیار کاکی دارد و وے از خواجہ معین الدین
سن سجزی۔ انتہیٰ۔ شیخ مصطفیٰ گفتہ کہ روزے من در ناحیتِ ملتان بصحرا ریگستان
ہا، سر و پا برہنہ ہمی رفتم ہوا بغایت گرم بود و آفتاب تابان۔ بنا گاہ ہاتف از طرف
سمان مرا این آواز داد کہ ''جَعَلْتَ الدّموع دماً بطریق الرقیب''۔ چون
یش سید شدم اندر قیلولہ (بود) فی الفور فوطہ از کمر خود بہ کشاد و بمن داد کہ بر سر بند و
ر برہنہ مباش بر سر بستم و دانستم کہ آن آواز ہاتف بروے کشف شدہ۔ و ہم وے
گفتہ کہ ہمدر آن سفر تجرید وقتے چشم من بدرد آمد در صحرائے کہ بیم سباع بودہ شبے تنہا
گرسنہ بخواب شدم بنا گاہ روشنی از طرفے ظاہر شد و بزرگے نورانی پیش آمد و
بالین من بنشست و گفت مصطفیٰ برخیز، برخاستم و حلوائے گرم تر و لطیف پیش من
ہاد و مرا سیر خوراند و از نظر غائب گشت۔ پس از آن بمدّتے من وے را در لاہور
یدم بحال تجرید و انقطاعِ تام، پرسیدم حال چیست؟ گفت خودی رفت و خدا
آمد۔ روزے محمد صالح بن محمود بادل طفائے وے۔ وے را بزور بخانۂ خود برد و
سل داد و پارچۂ نفیس پوشانید۔ وے در بازارے رفتہ و بیستاد و جامہ را بفقیرے
اد و دستار از سر فرود آوردہ و سر کنارہ پارہ کردہ بدست خرد کے داد و گفت تو آن
رف برو و من این طرف می دوم۔ چون دو پارہ شد، باز چار پارہ کرد و ہر دو باز
ویدند و دستار را در چند بار پارہ پارہ گردانیدند۔ پس از آن وے بدہلی آمد پیش شیخ
سن و خاموش برنشست شیخِ من اوّلاً وے را نشناخت چون بشناخت طریقۂ

آزادگی و بے تعینی وے راخوش کرد و چندگاہ با خود داشت وصحبت نیک بمیان آمد
چون من در لاہور بجد بوے گفتہ بودم کہ بفرید آباد پیش مادر خود خواہی رفت کہ د
فراق تو گویند بہلاکت رسیدہ است گفت نمی روم چہ از مشاہدۂ این حال مر
عزیزان من شورے وغوغاے خواہند برانگیخت (اوین) مراخوش نمی آید گفتم
عجز والحاح من مہر ورزد البتہ برو گفت۔ آرے۔ از دہلی بہ فرید آباد رفت و بیگانہ
ار پیش مادر بہ نشست مادرِ وے موافق مشربِ وے سلوک می نمود و ہر صبح جام
ہاے نفیس کفتی وتہبند[1] و چرخہ[2] در وے می پوشید (پوشانیدے) وے تا شام آن ہمہ
بفقرا می بخشید۔ پانزدہ جفت بفقرا داد۔ وے بے تکلفانہ در مشرف قلندرانہ با اہل
این کار زندگی کرد۔ چندے از صحبتِ وے فتحے یافتند۔ از آن جملہ عبدالرحیم
سقاست امروز وارستہ و آزاد۔ وے با یارانِ خود سلوک مریدی می کرد۔ پس ا
سالہا سید عارف بوے رسید و گفت کار تو تمام شدہ است۔ پس ہر آنکہ دل
مادرت می خواہد بعمل آور۔ وے بروے رضاے مادر از عبا پوشی بقبا پوشی در آمد و ک
خدا شد و فرزندان بہم رسانید۔ یکے از آن شیخ مرتضیٰ است وے باز لشکری ش
پیش رستم خان دکنی و وے و من در آن وقت ہم بسیار باہم بودہ ایم بمرافقتی
موافقتی چنانکہ باید و شاید۔ وے از ماجراے احوالِ خود حکایات غریبہ آوردے
گفتے کہ من در ایام جوانی بمحبت زنے باکرہ مبتلا بودم و احوال عجیبہ مشاہدہ م
نمودم۔ روزِ اوّل کہ آن پری بنظر در آمد بے اختیار از اسپ فرود آمدم و درد

---

[1] در نسخہ "تہبیہ" [2] "چرمہ"

خوانان سر بسجدہ نہادم وروز بروز محبت غلبہ کردن گرفت۔ تا کہ صبر وآرام از دست بشد۔ ازین نہاد باز خواستم کہ بمنزل معشوق شوم۔ در اثنائے رفتن راہ گم کردم بیستادم ناگاہ دیدم کہ مردِ خوش قد بلباس فاخرہ پیشِ من حاضر شد ومرا گفتہ راہ گم کردۂ؟ گفتم۔ آرے۔ گفت از پئے ما بیا۔ بشدم۔ چون گامے چند رفتم گفت راہ اینست، برو، ووے از نظرِ من غائب شد من در وثاق معشوق بیستادم میانجی کہ بود معشوق را خبر کرد بخلوتے در آمدم وتا سحر گاہ، بنگاہ آن ماہ بطور معہود محظوظ بودم۔ وہم وے گفتے کہ روزگارے در جدای آن پری شش ماہ شبانہ روز خوابم نبرد۔ پس از آن شبے بہ لمحۂ چشم بر بست وآن ماہ در خواب آمدہ وناز کنان با من گفت کہ از آن روزے کہ تو جدا شدہ من نہ تیل مالیدہ ام نہ پارچہ پوشیدہ نہ پان خوردہ۔ چون بیدار شدم (بہمان خیال کہ) ہمان خیال را بف خان کہ تعریف زیبای ونغمہ سرای وے در احوال سید فیروز گذشتہ بر خیال ہندی گفتہ۔ خیال

تو نہ آوے ہماری نگری جِسے تو بچھرا　　نبالوں تیل نہ مکھ تنبول نہ ہاتھوں بنگری

وہم وے گفتہ کہ گاہ ہا از اِستیلاے عشق خود را بعینہٖ آن معشوقہ می یافتم۔ دلِ او را دلِ خود وتنِ او را تن خود وکس را در پہلوے خود نشستن نمی دادم۔ اگر احیاناً می نشست غیرت بہم می رسد واز ین حال مصاحبان متحیر می شدند واندر طعام ہمہ کس را شریک نمی کردم وقس علیٰ ہٰذا واین ہمانست کہ ''انا لیلیٰ و لیلیٰ انا'' من کیم؟ لیلیٰ ولیلیٰ کیست؟ من باد وُ رُوحیم آمدہ در یک بدن۔'' مولانا عبدالغفور لاری در ''تکملۂ حاشیہ نفحات الانس'' نوشتہ کہ مولوی جامی می فرمودند کہ در اوایل

حال چون تعلق خاطر ببعضے از صور کونیہ می بود، آرام بنفس محبت وحرارت محبت
شد۔ چنانچہ خاطر از صورت خیال متعلق خالی می بود و بتامّل نیز احضار صورت و
میسّر نبود و درین حال با مجنون عامری موافق بوده اند کہ شغلنی حُبّک (عنک)
فرمودند کہ روزے در اثنائے وضو ساختن چون نوبت بدست شستن رسید دستِ
را دست آنکہ تعلق خاطر بدو بود، یافتم۔ چون این معنیٰ مشہور گشت در خاطر گشت
انچہ آنحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ "ھـــذہٖ یـــداللہ" واشار
بدست مبارک خود کردہ اند، در مثل آن جا بودہ باشد۔ انتہیٰ۔ وقتے شیخ مصطفیٰ ر
فرید آباد و مرا در دہلی در یک روز این خیال ہندی در گرفتہ در پردۂ ایمن۔ خیال

مُنہ پر کیسور سنا بنی نین لال جو چت جدّ ہے للنا بل لگا ہے دیکھت ہے منہ
ناہی بسپت سیان روپ منہ نکھیک موئے رہی تم ہو پیان من دانی مِنہ

چون وے در ہمان ایام از فرید آباد بدہلی آمد، آن خیال گویان، من خوشوقت ش
ومتحیر چہ عجب اتفاق افتادہ چنانچہ گذشتہ وآن ایام ابتدائے مشغول شدن من بو
از پیش شیخ خود مرا با مصطفیٰ محبتے خاص وصحبت ہائے خوش بمیان بود و ہم وے
اقربائے منست یعنی خسر پورۂ من۔ روزے وے را در صحن مسجد فرید آباد دید م
بطرف آبدار خانہ ہمی رود و بعد ساعتے من یکجا شدیم پرسیدیم حالیکہ تو بطر
آبدار خانہ می شدی کجا می رفتی؟ گفت من امروز اصلا بمسجد در نیامدہ ام۔ (
چنین من شیخِ خود را روزے در اکبر آباد دیدہ ام وآنحکایت در خاتمہ خواہد آمد[1]) و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

چنین من پیش ازان بجوانے صاحب جمال سرے داشتم شور انگریز، وِلہ آمیز۔ روزے بشوقِ دیدارِ وے از خانہ برآمدم، دیدم کہ در دبیرستان خود نشستہ است۔ بخاطر آمد کہ سخن گفتن باوے درین جا میسّر نمی شاید، پیشترک سر راہ او گرفتہ بنشینم تاوے بیاید و وے را بخاطر (آنجا) گذاشتم وفرا ترک شدم دیدم کہ وے پیش پیش ہمی رود و تیز ترک رفتم و دو چار شدم و متحیر در ایستادم وے ہم ایستاد و از ما ہیچ کس نمی نتوانست گفت

تو و تمکین، من و حیرت، نہ ایماے، نہ تقریرے

بدان ماند کہ ہم بزمست تصویرے بتصویرے

وقتے در آوانِ جوانی من شیفتۂ پری روی بودہ ایم۔ از آن قسم عجائب بسیار مشاہدہ می افتاد و آن حکایت بس دراز ست درین جا گنجائش ندارد یکبارے از آن پری مفارقتے روے داد حالتِ من خراب شد، تا چند روز ہیچ نخوردم نزدیک بود کہ روح من از بدنِ من مفارقت کند

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیر کنعان گفت فراقِ یار نہ آن می کند کہ بتوان (گفت)

شاہ علی نام دوستے پسندیدہ کردار صاحب شوق مرید شیخ عبداللہ بہتہ از مشاہدۂ حالِ من مہر ورزیدے و در دہلی بود (در وطنِ خود روزانہ خاکستر بر بدن مالید و چرم و آہن قلندران در پوشید و بر در آن پری کہ ہم در دہلی بود[1]) بدر پوزہ شد و چیزے از دستِ وے فرا پیش آوردے و در دہے کہ من می باشیدم از آن عطیہ قالب را روح

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

بخشید مے وقلب را روح۔ روزے در اوایل شیخ مصطفیٰ وجمع دوستان ومن بقدمگاہ
حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شدیم ووے از غایتِ شوق در اثنائے راہ رفتن
سجدہا کردو بطرفہ حالے دران مقام عالی رفت۔ آن جاوے را رقتے روے نمود و
سخت گریستن گرفت وتا دیرے ''یا رسول اللہ، یا رسول اللہ'' از شوق ہمی گفت
چنانکہ بخاطر آن تاثیرے نیک آورد تا شبانگاہ مستانہ بخانہ باز آمد۔ وے احیاناً
اشعارِ فارسی وہندی گفتے۔ در سنبھل این مطلع استاد بمیان آمد کہ

تا دست وتیغِ آن بت مغرور شد بلند صد گردن نظارگی از دور شد بلند

(وے) گفتہ

شد پیش گاہِ موکب عشاق را علَم آن چوب خشک رایت منصور شد بلند
زاہد لباس غرہ مبر شملہ ات مدام بر روے پشت چون دُم لنگور شد بلند

وہم وے (کنڈلیہ) گفتہ بود ازان میان مصراعِ اوّلش مرا یاد نماند و دیگر ہیچ جا
پیدا نشد، پس پنج مصرعہ دیگر من گفتم واین معاملہ بعد از وفاتِ وے بودہ وآن
انیست کنڈلیہ

مورا چیت تہاں لکھو جہا نہ آواگوں ناں تہاں نہانو تو ہیں، نہ تہاں ثمر نہ جوں
ناتہاں ثمر نہ جوں ناتہاں سمجھیں بوجھس تا تہان سدہ نہ بدہ نان تہان سوجہ سوجھن
آپ آپ سوں ہست لکھو تہاں ہست نہ روں بات کہی نہ جات ہے ایسے اب موں

بآخر در زمانے رستم خان بحکم بادشاہ صاحب قرانِ ثانی بر سر کفار دار الحرب در
دامن کوہ کمایون لشکر کشیدہ بودہ است وکارزار عظیم در پیش آمدہ۔ روزے وے

قرض مردے کہ بر ذمۂ خود داشتہ است ادا کردہ و دیوانِ حافظ بدست گرفتہ و گفتہ اندرین جنگ چہ خواہد پیش آمدن و بر کشاد۔ اتفاقاً این بر آمد

طہارت ار نہ بخونِ جگر کند عاشق　　بقول مفتی عشقش درست نیست نماز

بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ　　بسا کہ بر رُخ دولت کنی کرشمہ و ناز

از بر آمدن این فال وے گفت رنگ خون بنظر در می آید۔ من گفتم۔ (ایثار) قطرہاے دیدہ ہم لازمۂ آنست۔ و بشب گفت مرا کہ گاہے نگفتہ بود کہ بیا برادر امشب خود باہم بخواب رویم و باہم بخواب رفتیم و وے ہمیشہ مرتبہ شہادت را از خدا می خواست تا صَباحے آن (بشب) تیر تفنگ در پیشانی او رسید۔ حرف ''ھُو'' بمد گفت و بمرتبہ اعلاے شہادت مشرف گشت در بست و یکم ذی الحجہ از سال ہزار و چہل و ہشت (۱۰۴۸ھ/ ۲۶ر مارچ ۱۶۳۹م) روز دوم۔ من بر حالِ وے فال بر کشادم، این شعر بر آمد

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا　　بر منتہاے ہمت خود کامران شدم

اے گلبن جوان بر دولت بخور کہ من　　در سایۂ تو بلبل باغ جنان شدم

در شاہراہ دولتِ سرمد ز بخت نیک　　با جام مے بکام دل دوستان شدم

از آن زمان کہ فتنہ چشمت بمن رسید　　ایمن ز فتنہ بازی آخر زمان شدم

ان روز بر دلم در دولت کشادہ شد　　کز ساکنانِ درگہ پیرِ مغان شدم

دوشم نوید داد عنایت کہ حافظا　　باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان شدم

من در تاریخ سال وصال (وحال) وے مطابق (واقعہ) این قطعہ گفتم

قطعہ

مصطفیٰ صاحبِ صفا و وفا اہل تسلیم بود مادر زاد
در جوانی ز لطف ایزدِ پاک درے از فقر بر دلش بکشاد
عاقبت خورد زخم اندر دین حرف ھو گفت و با[1] رضا جان داد
بود وارستہ در طریقہ عشق رحمتِ حق بروحِ پاکش باد
سال تاریخ او خرد گفتہ مصطفیٰ رفت زین جہان آزاد

ومن بعد از رفتن او شبے بخوابش دیدم در باغے کہ بسر سبزی وسیرابی بے نظیر است، چمان چمان می گردد ورسالہ ہاے ابن عربی کہ باخود می داشت واز مطالعہ مطلبے وافر می انگاشت بدست دارد وگاہ از آن می خواند ودرختان آن باغ از بیخ تا شاخ تمامی بسبزہ باریک ہموار اتصال دارند وتاوے زیر درختے کلان دلکشے رفتہ ودرایستادہ۔ پرسیدم این چہ طور درختے است۔ گفت محض قدرت خداوندیست وسخنان دیگر ازین راہ گفتہ لیکن خوب بیاد نماندہ است وبر من لطفے وعنایتے خاص دارد وہم در آن خواب وہم در بیداری معلوم چنین شد کہ آن باغ، باغِ بہشت است وآن درخت، درخت طوبیٰ۔ محمد صادق فریدآبادی سنبھلی کہ ذکر وے در مریدانِ شیخِ من گذشتہ، خواہرزادۂ ویست، گوید کہ بعد از وفاتِ طفاے خود وے را بخواب دیدم گویا وے ازین جہان رفتہ است ونعشِ وے را فقرا درویشان وجماعہ کثیر صفا کیشان بادب تمام بردہ اند ومی خواہند کہ مدفون سازند من در گور در

---

[1] درنسخہ ''رقت''

آمدم و وے را فرود آوردم۔ درین اثناء دیدم کہ روشنی از عالم غیب بسیار ظاہر شدہ است و گور ہم وسعتے پیدا کردہ و دل وے ذکر اللہ اللہ آنقدر می گوید کہ آواز بگوش حاضران ہم می رسد و ہمگنان از روے تعجب صلوٰۃ بلند می خوانند۔ و شیخ من وے را بسیار دوست می داشت و می گفت۔ وے کسے است کہ از وے شکایت (حکایت) باز توان کرد۔ و ہم شیخ من در تعزیت وے مرا این نوشتہ کہ

بعد از وصال پیشواے اہل تجرید و تفرید، مستغرق رحمت الٰہی شیخ مصطفیٰ قدس نفسہ چون کتابتے نہ نوشتہ شدہ اولاً این تقریب (تعزیت) مصیبتِ دل گداز بشیخا (بشما)، و ہم بمتعلقان می رساند۔ چون بہ تفصیل مقدمات تعزیت عادت اہل عرف گشتہ موجب تشبہ بآن جماعت است کہ از حقیقتِ حال اطلاعے ندارند، می خواہند کہ در غم شادیٔ ہنگامہ سخن گرم دارند بہمین قدر اکتفا نمود۔ از خوبیہاے آن مرحوم چہ نویسد حقا کہ این شکستگی و تجرید و این ستودہ اخلاقی درین جزو زمان کم کسے (را) بہم می رسد سعادت بالاے سعادت شہادت ہم قرین چندان اوصاف کاملہ دیگر گشت۔ بلے بر موجب مقتضاے حدیث قدسی الٰہی کہ ''من اَحببتہٗ قتلتہ (و من قتلتہ) فانا دیتہ''۔ او کما قال علیہ السلام''۔ دور نیست بلکہ متیقن است کہ در آن وقت بقتل خواص کہ فناے حقیقی است نیز مشرف ساختہ باشند۔ انتہیٰ۔

رباعی

با درد بساز چون دوائے تو منم　　در کس منگر چو آشنائے تو منم
گر بر رہِ عشق من کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو منم

شیخ ابراہیم سنبھلی

وے بزرگست صاحب احوال غریبہ و اسرار عجیبہ در صحبتِ درویشان صاحبدل رسیدہ، ومجازیب وقت را دیدہ و بہرہ ہا ورزیدہ۔ وے انبیاء و اولیاء را بسیار بخواب دیدے و اکثر خوابہائے و واقعہ ہائے وے موافق افتادے۔ شبے وے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام را بخواب دید و نیاز پیش آوردہ و ابراہیم علیہ السلام بروے عنایات و نوازشہا فرمودہ چنانچہ اثر آن برخود یافتہ و در آخر ابراہیم علیہ السلام گفتہ کہ تو ہم ابراہیم و من ہم ابراہیم۔ و ہم وے حضرت غوث اعظم را قدس سرہٗ بسیار بخواب دیدے و لطفہائے بسیار برخود یافتے و مرید سلسلہ ایشان بودہ بایشان نسبت خاص داشتہ۔ در ہر کارے و مہمے کہ بایشان رجوع آوردے آسان گشتے و اکثر در زمرۂ لشکریان گذراندے ہمانا این فن قباب حال وے بودہ و احوال و واقعاتِ مخفیہ او بسیار است (خود را از عامۂ خلائق) پنہان داشتے[1]۔ گاہ با بدوستان و مخلصانِ خود را بدان اسرار آگاہ گردانیدے (مراہم از آن) راز ہا[2] بر گفتے۔ مرا بوے نسبتِ صحابہ (صہریت) بودیست۔ قطع نظر آن

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

الطاف وعنایات بسیار بر من فرمودے۔ وے ہمّتے داشت، روز یکہ گدائے یا سائلے را از وے چیزے نرسیدے تنگدل گردیدے۔ وے پدر شیخ مصطفیٰ است۔ روز یکہ مصطفیٰ شہید گشت در دامن کوہ کماؤں۔ وے در سنبھل بود، ہمدران وقت وے را بناگاہ اندوہے جانکاہ پیدا آمد وقبض سخت روے داد۔ درین اندیشہ فرو رفت کہ آیا خبر مصطفیٰ چہ خواہد رسید۔ جہانِ روشن در چشم وے تاریک نمودن گرفت، برخاست ونجانۂ یکے از دوستان رفت ومتفکر برنشست۔ درین اثنا یکے را دید کہ بوے می آید بیقین دانست کہ خبر فوتِ مصطفیٰ می آرد وہم چنین بود ونعش ہم بر درِ وے رسید۔ وے را مستانہ وار کشان کشان بخانۂ وے بردند۔ وے گوید کہ من ہیچ خبر ندارم کہ این چہ واقعہ است ونعش مصطفیٰ را چہ طور آوردند وچہ طور بردند وبخاک سپردند تا کہ بخانہ باز آمدم۔ آن زمان یکّہ (یکّی) خوردم ودانستم کہ حال چیست؟ وے مصطفیٰ را بخواب خود (محبوب[1] خود) گرفتے واندرین راہ بہ از خود گفتے واز خوبی ہاے وے حکایت کردے۔ چون وے محتضر شد، اندکے بے خود گردید۔ حاضران مضطرب گشتند تا وے چشم وا کردہ بسوے آسمان داشتہ گفت اگر جان باید اینک حاضر است چندین خرخشہ چیست؟ دانستند کہ صحبت (صحتِ ہوش) دارد۔ درین اثناء نارنگی بدست گرفت واندکے از ان بخورد وبدخترِ خود کہ اہلِ من است، گفتن گرفت کہ با خدا راضی باید بود واندر یاد او سبحانہ باید گذرانید وگفت مرا بردار کہ در سینۂ من درد آمد۔ چون برنشاند بہ بشاشت وشوق برفت در

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

بست وسوم شعبان از سال ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ/ ۲۸ رنومبر ۱۶۴۰م) وقبر وے و اہلِ وے و مصطفیٰ ہر سہ در پائین قبر شیخ فخر الدین است۔ چون برفت در شب اوّل زنانِ قبیلۂ وے با خود گفتن گرفتند کہ اگر امروز مصطفیٰ ہم حاضر شدہ بود پایۂ نعش (گرفتہ وآنچہ[1]) شما از ماجرائے من دیدید من ازان ہمہ احوال واقف وآگاہ ام وشما ہیچ غم نکنید ونظر بر خدا دارید۔ واہلِ من بتوسط من مرید شیخِ من است ومشغول بذکر باطن در طریقۂ نقشبندیہ و واقعہ ہا وخوابہاے وے اکثر موافق می افتد بلکہ ہمہ راست۔ چنانچہ من بارہا تجدید (تجربہ) کردہ ام یکبار شیخِ من از دہلی بلاہور رفت وآنجا مدت ہا ماند۔ من ہم از سنبھل قصد کردم رفتن لاہور وتہیہ اسباب سفر نمودم کہ شبے اہلِ من بخواب دید کہ شیخ من از لاہور بطرف دہلی روانہ شدہ وسہ منزل رسیدہ از شنیدن این خواب توقف نمودم کہ یقین تام شدہ بود۔ اتفاقاً بعد از چند روز خبر آمد کہ شیخِ من در فلان تاریخ بدہلی رسیدہ است حساب نمودم کہ شیخ من در آن شبِ خواب از لاہور سہ منزل برآمدہ بود۔

شیخ نور محمد کشمیری

وے مشہور بخلیفہ است، صاحب ذوق ومحبت وتجرید وتفرید۔ وے خواہرزادہ شیخ ابراہیم است با شیخ مصطفیٰ بن شیخ ابراہیم وے را محبتے خاص بودہ۔ وے در سالِ ہزاروسی (۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۱م) بر قدم تجرید سیر کنان بفرید آباد ودہلی رسیدہ بود من

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وے را آن جا دیدہ ام و مدّتے با ہم بسر بُردہ۔ بے تعلقی و بے تعیّنی سخت نیک داشت۔ مصطفیٰ پیشِ وے ''دیوانِ حافظ'' می گذراند۔ من سامع بودم۔ طرفہ معانی حقایق و اسرار و دقائق از زبانِ وے سر بر می زد۔ در صحبتِ وے تاثیرے بود نیک ظاہر۔ شبے وے مصطفیٰ و دیگرے را گفت تا این خیال بآواز خوش گفتن گرفت خیال

آؤ سجن لاگ کرین، دو کہہ دور کرین　　برہن جوی کہری آنسوں بہائی

سوی کیون کیجئے اچھو ار کجو لیلی　　پیاری ہون توہ تون موہ بہرین

از استماع آن مرا بناگاہ کیفیتے روئیداد۔ چنانکہ بیخود افتادم تا دیرے وے مرا درگرفتہ بود چون بخود آمدم مصطفیٰ گفت مرا این حال تو از تاثیر صحبتِ ویست۔ مبارکت باد و وے مرا لطف فرمودے و با خود بسیر حوض و ناحیت فرید آباد بردے و صحبتِ خوش و خلوتِ دلکش بمیان گذشتے۔ وے بآن آزادی و وارستگی، طریقت معاملت را نیک ورزیدے۔ روزے وے حکایت گفت۔ کہ من در برہان پور استادے داشتم صاحبِ فنونِ غریبہ۔ در دبیرستانِ وے ہمہ تلامذہ صاحب کمال بودند (فہیم بودہ اند[1]) استاد رسمے بربستہ کہ ہر روز شاگردے ضیافت استاد و شاگردان کردے۔ روزے استاد گفت۔ امروز ضیافت بر من است ہمہ شاگردان را بصحرا برد و عملے بکار آورد و سہ چوب بدست گرفتہ دریچہ بساخت و گفت یکان یکان ازین دریچہ درگذرد و ہر کس از آن می گذشت خود را درمیان باغے می یافت و آنجا قصرے بود بارونق و نزہت ماہمہ دران نعیم و دیدیم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

کہ صدر مجلس آن استاد است و امردان با حسن و لطافت ایسادہ حاضر خدمت اند وطعام اقسام حاضر کردند ہمہ سیر خوردیم۔ آخر روز استاد چنانکہ درون آوردہ بوذ بیرون برو۔ ماہاہم (ہمہ) در شگفت شدیم واز استاد پرسیدم حسبۃ للہ برگوی کہ این چیست؟ گفت یکے از شعبدہ ہاے عالمِ غیب است۔ در ''رشحات'' می آرد کہ بعضے عدول ثقات از خدمت مولانا زادہ فرکتی کہ مرید خدمت مولانا نظام الدین علیہ رحمۃ بود و بعد از وفاتِ مولانا ملازمت خواجہ احرار قدس سرہٗ بسیار کردہ است، نقل کرد کہ وے فرمودہ است کہ روزے در ملازمت حضرت ایشان از دہے بدہے می رفتم۔ اتفاقاً فصلِ زمستان بود و غایت کوتاہیٔ روز در راہ نماز عصر گذاردیم و روز بغایت بیگاہ شدہ بود و آفتاب روی بہ غروب نہادہ تا منزل ہنوز دو شرعی راہ ماندہ بود و در آن صحرا ہیچ پناہے و آرامگاہے نبود بخاطر گذرانیدم کہ روز بغایت بیگاہست و راہ مخوف و ہوا سرد و مسافت بسیار، در پیش، حال من (چہ) خواہد بود۔ حضرت ایشان تندمی راندند چون این (خطرہ) تکرار یافت و غلبہ کرد، روی باز پس کردہ فرمودند۔ مترسید و تردد بخاطر راہ ندہید و زود برانید، تواند بود کہ ہنوز آفتاب تمام غروب نکردہ باشد و بمقصد رسیم۔ این فرمود و تازیانہ براسپ زدند و تندتر راندند ما نیز در عقب حضرت ایشان تندمی راندیم و ہر زمان از جرم خورشید می نگریستم، می دیدم کہ ہم چنان بر کنار افق ایستادہ و ہیچ گونہ غروبے و اُفولے ندارد آن چنان کہ مگر وے را برافق میخ زدہ کردہ اند تا وقتے کہ بدیوار باڑہ ہاے آن دہ

---

[1] در نسخہ ''خادم''

رسیدیم درین وقت (بیکبار آفتاب چنان غائب شد کہ ہیچ اثر آز واز حمرت وبیاضِ شفق کہ بعد از غروب می باشد باقی نماند و عالم بیک بار تاریک شد بمشابہ کہ رویت[1]) الوان واشکال (ممکن نبود[2]) حیرت وہیبت برمن غالب شد ویقین دانستم کہ آن تصرفے بود کہ حضرت ایشان نمودند۔ آخر بے طاقت شدم اسپ برانگیختم ونزدیک حضرتِ ایشان راندم و گفتم خواجم حسبۃً للہ بفرمایند کہ این چہ سر بود کہ مشاہدہ نمودم۔ فرمودند کہ این یکے از شعبد ہاے طریقت است۔ انتہیٰ۔ شیخ من در حاشیۂ آن نوشتہ کہ نفس انسانی از کمال قوت بجاے می رسد کہ بر نفس فلکی سلطنت می یابد چنانچہ از ردِّ شمس کہ از حضرت سلیمان علیہ السلام وحضرت امیر رضی اللہ عنہ واقع شدہ مفہوم می گردد آنکہ حضرتِ ایشان فرمودند کہ این یکے از شعبدہ ہاے طریقت است، یا بجہتہ آنکہ برنظر مطلب اصلی این قسم تصرفات درنظر ہمت شعبدہ می نماید، یا آنست کہ نظر بحقیقت شعبدہ بودہ است باین معنیٰ کہ درنظر بعضے چنین نمودہ لیکن درین صورت بعضے دقائق و اسرار است کہ اظہار[3] بآن درین وقت میسّر نیست۔ انتہیٰ۔ خلیفہ (نور محمد) اشعار بسیار دارد و پیش من خواندے از ان جملہ انچہ مرا بیاد ماندہ این چند بیت است

اے مسیحا گذری برسر بیمارے چند — نظر لطف، خدارا، بخود آزارے چند
نکتۂ عشق نہ آنست کہ آید بشرح — عقل بیہودہ سیاہ ساختہ طومارے چند
زہد زاہد پئے جنت چو بدیدم گفتم — مور پرّان شدہ اندر طلب مارے چند

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ [3] در نسخہ ''ایما''

مست عشقست خلیفہ ہم از وکسب کنید لذّت بادہ مجوئید زہشیارے چند

اے عندلیب گر گلت اندر چمن بشگفت نل را گل امید زلعل ومن شگفت

در انجمن فسردہ شود ہر گل چمن مارا گلیست تازہ کہ در انجمن شگفت

پیراہن دیوانگی زیباست بر بالاے ما چاکِ گریبان زیر پا وعطف دامان در بغل

بدین دہن نتوان شد بپائیگاہ حساب[1] سبوے بادہ بیارید تا غرارہ کنیم

بترکِ من بنگر کز شکار می آید رکاب سُرخ عنان سرخ ودامن زین سرخ

دوست کو کردم سوال از فاختہ از زبانش نیز کو کو یافتم

روزے من ووے باہم نشستہ بودیم۔ بنا گاہ وے برجست وکمر بربست وگودرے (گودڑی) برکنف انداخت ومرا گفت بکس مگوی کہ من سفری می شوم وراہ دہلیز و اگذاشت وبراہ دیوار شکستہ غیر متعارف خودرا برافگند من بیکے اشارہ کردم کہ مصطفیٰ را خبر کن ومن باوے شدم تا مسافتے دراز (ومجال[2] ایستادہ) کردنش نبود۔ درین اثناء مصطفیٰ ہم دوان دوان دررسید وسکوت ورزید، چہ می دانست کہ وے باز نہ گردد۔ وے باوجود آن اخلاص ومحبت وخویشاوندی وقرابت اصلا پرواہ نکرد وبشد جاے کہ دلش خواست۔ وے از راہ تعینی باہمہ یگانہ بود واز بے تعینی از ہمہ بیگانہ

دوہرہ

نانک دعوی جید یاں سبھو کیتی خیر نان کسہوں سوں دوستی نا کسہوں سوں بیر

گویند سبب رفتن خلیفہ از دنیا آن بود کہ وے را با برادر زادۂ خود محبتے پیدا شد و

---

[1] درنسخۂ ندوہ "جناب" [2] اضافہ از نسخۂ ندوی

بافراط کشید و مدّتہا بفراغِ دل عشق ورزید۔ وقتے آن جوان بیمار افتاد وامید زیستش نماند۔ روزے خلیفہ بر بالین وے آمد و ساعتے مراقب بنشست آخر گفت ہاں! اے جوان تو برخیز کہ من می روم۔ درین اثناء بیمار ہشیار برخاست و بہ شد و خلیفہ بربستر افتاد و برفت از دنیا بعمر چہل داند در سال ہزار و چہل داند (۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰م)۔ نیز گویند کہ خلیفہ را پس از وفات شخصے بچشم سر دیدہ است کہ بجاے خویش ایستادہ، این معنی را، زود برآمدہ بدیگر گفتہ چون ہر دو باہم رفتہ اند، ندیدہ اند۔ در ''رشحات'' است کہ از خواجہ احرار قدس سرہٗ کیفیت فوتِ مولانا قاسم کہ یکے از یاران ایشان بودہ است، پرسیدند۔ فرمودند کہ روزے وے در بیماری ما پیش ما آمد و گفت من خود را فداے شما می کنم، گفتم ''قاسم تو مردے فقیرے ومتعلقان بسیار داری، این چنین مکن'' گفت من بشما درین مشورت کردن نیامدہ ام واین کار کردہ ام وحق سبحانہٗ قبول فرمودہ است۔ ہر چند کہ مبالغہ کردہ شد وے در مقابلہ جز این سخن نگفت و برین رفت۔ آن بودہ است کہ روزے دیگر مرض حضرت ایشان بمولانا قاسم منتقل شدہ واز عالم رفتہ و ایشان چنان صحیح بودہ اند کہ بطبیب حاجت نیفتاد۔ انتہیٰ۔

شیخ نور محمد سنبھلی

از فرزندانِ شیخ علی است واز مریدانِ شیخ تاج الدین سنبھلی۔ وے مستقیم الحال است اندر صلاح وسلامت ومشغول بااعمال و استقامت۔ وقتے کہ وے

بطالبعلمی پیش شیخ فاضل آمدے۔ (من آن جاوے را بدیدمے وے آن جا[1])
ورای کارے کہ داشتے ہیچ سو، نپرداختے وبہمان درساختے۔ وفاتِ وے درسال
ہزار وسی ویکست (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱م) گویند وے دراوقات مشغولی آن چنان
مستغرق شدے کہ شعور وے باین طرف وآن طرف اصلا نبودے چنانکہ روزے
درحجرۂ خویش بود مشغول نشستہ۔ مارے از سوراخے برآمد و پاے وے را گزید
وے از آن حال مطلق نبرآمد ودرآخر این قدر گفت کہ تاثیر زہرِ مار در بدن من مثل
موجہای گردد وغبارۂ تیرۂ چندے ملحوظ می گشت وبس۔ نقلست کہ یکے از بزرگان
سلف مستغرق بحر الٰہی پیوستہ اندر زاویۂ خویش بسر بردے وکارہاے کہ ضروری نبود
نپرداختے۔ روزے عزیزے بدیدنِ وے برفت ودرحجرۂ وے نشست واین
طرف وآن طرف نگاہ کرد، دید کہ چوبے از سقف آن حجرہ شکستہ است گفت، شیخا
چونست کہ این چوب شکستہ را کہ درزیر آن می باشی، درست نمی سازی۔ گفت سی
سال است کہ من درین حجرہ ہستم لیکن این چوب شکستہ را فی الحال دیدہ ام۔
انتہیٰ۔ گویند شیخ علی جدّ شیخ نور محمد مدت ہفدہ سال از وطنِ خود کول (علی گڈھ)
برآمدہ بسنبھل رسید وبا شیخ محمد سنبھلی کہ از اولیاے وقت بود، در پیوست وریاضات
شاقہ در پیش گرفت چنانکہ دوازدہ سال پشت بر زمین نیاورد و یک گلیم
مریدے (عاریۃً) بسال ہا پوشید و بمرتبہ کمال رسیدہ۔ گویند روزے براے وے
نرہ می پختند یکے مقدارے نمک انداخت دیگری آمد بار دیگر بینداخت۔ وے

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

ہمہ رامی دید وکس رانگفت کہ نمک انداختہ اند دیگر میندازـ وفاتِ وے در سال نہ صد داند (۹۰۰ھ/ ۱۴۹۵م) است وقبر وے در سنبھل۔

شیخ نور[1] محمد حارث

بن شیخ تاج الدین سنبھلی، نسبت بپدرِ خود درست می کند۔ صاحب اخلاقِ عظیمہ است و اوضاع لطیفہ۔ اہل فتوت است و معاملت و استقامت۔ روزے در اوایل من باپدرِ خود بوے شدم در باغچۂ خود کہ نزد بہ فضاے شہر (بیلقانے شہید) است نشستہ بود باچہرہ نورانی وطلعت بابہا۔ سخنان نیک از احوال درویشان وحسن اخلاق ایشان بمیان آمد۔ تا خوشوقت برخاستیم۔ پدر من آن روز بجمعے از دوستان درتعریف وے این عبارت گفتہ کہ ''امروز انسانے دیدہ ام برہیتِ فرشتہ''۔ پس ازآن سالہا دراز دراوّل جلوس صاحب قران ثانی کہ من در ملازمت شیخ خود، آمد و شدمی داشتم دراکبرآباد۔ روزے یکے آمد بلباس لشکریان قباے در برو شمشیرے در کمر، ساعتے بہ نشست وبرخاست۔ من از شیخ خود پرسید کہ این کہ بود۔ گفت نمی شناسی؟ وے محمد حارث پسر شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ گفتم من یکبار وے را باپدرِ خود دیدہ ام و پدرِ من وے راچنان گفتہ بود۔ پس ازآن وے منصبے نیک یافتہ بجاگیر خود رفت وآنجا کارہاے شجاعت بجا آوردہ وبست ودوزخم برخود برداشت، بازپیشِ بادشاہ آمد۔ بادشاہ بروے لطف فرمود بنسبتِ پدرِ وے کہ نیک معتقد بودہ

---

[1] درنسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ ودر متن این نسخہ نام آن ''محمد حارث'' است۔

است و ہر سال تا حال حیات پدرِ وے فتوح کثیر در مکّہ بوے بفرستاد۔ یکبا
بادشاہ بشیخ تاج الدین نوشتہ کہ ''ما بادشاہ شدیم وشوق دیدارِ تو بسیار داریم۔ بہت
آنست کہ از مکّہ آمدہ بدیدارِ خود مشرف سازی''۔ شیخ در جواب نوشت ک
بادشاہان در درگاہ اقدس بیت اللہ وکلاءِ خود نگاہ می دارند ومن از طرف شما وکیل
این درگاہم۔ گویند خواجہ ابرار بمحمد حارث گفت کہ امروز پدر تو در دیار عرب شیخ
است مقتدا، چرا نہ پیش او روی ومعزز شوی۔ وے رفت بمکّہ وبا پدر صحبت داشت
ومرزوق گشت۔ پس از آن از پدر جدا شدہ بحجاز رفت وآن جا برفت از دنیا۔ پیش
از پدر بہ پنج روزے در سال وہزار وپنجاہ ویک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م)۔ وقبر وے د
زمین حجاز است۔ در اوایل شیخ مرا با وے مراسلات بودہ است۔ وقتے شیخِ مر
بوے این نوشتہ کہ'' خدمت مولانا مخدوم زادہ شیخ محمد حارث باید کہ سعی در آن
نمایند کہ ہیچ خطرہ در دل جا نیابد، خصوصاً در نماز (فرض[1]) چنانچہ از حضرت اما
ربانی (ثانی) حسن ابن علی سلام اللہ علیہما[2] منقولست کہ می فرمودند کہ حق سبحانہ، ہیچ
درے (قرب) درِ نماز مثل نیافریدہ۔ یعنی صورتِ مثالی در غیر نماز گنجائش دار
بلکہ ضروریست امّا مقرو بیت (روحست) کہ معاملۂ دائمی با قدر (باللہ دارد)
قلب پیوستہ ماسواء اللہ ست لیکن در باغ (دماغ) کہ محل خیال است مظہر مثال می
توان شد۔ والسلام علی النبی والہ۔ انتہیٰ۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

[2] این جا اصل عبارت ''مجدالف ثانی'' بود۔ ناقلے تبدیل کردہ۔ (ثانی، حسن ابن علی سلام اللہ
علیہما نوشتہ است) کہ این ملفوظ حضرت مجدد است نہ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

معاذ سنبھلی

وے نیز پسر شیخ تاج الدین است وہم نسبت بپدرِ خود درست می کند۔ جوانیست صالح و نیازمند۔ معاملت نیکوان دارد۔ (ومولد ومنشاے وے شہر مکّہ معظّمہ است وزمین حجاز وہم آن جا تحصیل علوم دینیہ کردہ واز الطاف وعنایات پدر سلوک طریقت ورزیدہ[1]) وبہرہ ور گردیدہ۔ وے در سال ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰م) بہندستان آمدہ وبحضور بادشاہ صاحب قران ثانی رسیدہ وتحف وتبرکات مکّہ وآن دیار گذرانده بادشاہ خوش شدہ واز خوانِ احسانِ خود وے را خورسند گردانیدہ۔ وے در سنبھل ہم کہ وطن پدر ویست، آمدہ است و چندگاہے بسر بردہ۔ من وے را چند بار دیدہ ام۔ اخلاق نیک دارد۔ وے با شیخ من نیاز دار است۔ روزے بشیخ من آمدہ واز ماجراے احوال خود حکایت کردہ وآن روز بہ نسبت سنبھل بر من لطفے وکرمے وافر نمودہ۔

شیخ عبدالوالی (الواجد) سنبھلی

وے نیز مرید شیخ تاج الدین است وخسر پورہ وے۔ صحبت داشتہ بشیخ کمال پدرِ خود۔ مرزوق از کمالِ لطف وے۔ وے در اوایل بطالبعلمی بدہلی رفتہ با شیخ من بودہ وکسبِ علوم دینی نمودہ۔ وے از ایام جوانی شیخ من وایام طالبعلمی وفہم و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

فراستِ شیخِ من سخن می کند و می ستاید و می گوید کہ این جودتِ طبع و صرافت فطرت د
مستعدانِ سابقین ہم نشنودہ شدہ و شیخ من اندکے از نحو و صرف پیش استا
گذرانده۔ بیشتر انچہ از وے ظہور کردہ از راہ فیض است۔ پوشیدہ نماند کہ این
حالت شیخ مرا از نظرِ عنایتِ خواجہ بیرنگ کہ ایشان فرمودہ اند خواجۂ خرد مثل مولا
عبدالرحمٰن جامی خواہد شد۔ چنانچہ این حرف در ذکر شیخ من گذشتہ۔ در ''رشحات''
است کہ مولانا فتح اللہ تبریزی کہ از دانشمندانِ متبحر بودہ و پیش مرزا الغ بیگ مرتب
صدارت داشتہ حکایت کردہ است کہ در آن مجلس کہ مرزا، قاضی روم را (در مدرسہ
خود اجلاس کردہ۔ ہمہ اکابر و افاضل جہان در آن مجلس بودند قاضی روم در[1]) آن
مجلس بہ تقریر ذکر مستعدان خوش طبعان در صفتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی
چنین فرمودہ کہ تا بنائے سمرقند است، ہرگز بجودتِ طبع و قوتِ تصرفِ این جوان
جامی کسے از آبِ آن ولایت بدین جانب عبور (نہ) کردہ۔ انتہیٰ
پس از آن عبدالواجد بسنبھل باز آمدہ و متصل شہر برائے باشیدنِ خویش نشست گاہے
خوش تر داشتہ (خوش برآراستہ) اند و کسب بعضِ فضایل جمعیت صوری پیدا کردہ و در
سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) بعزیمت سفر مکّہ برآمدہ و بشرف حرمین
محترمین مشرف گشتہ و مشائخ آن جا را دریافتہ۔ دران سفر تفسیرے نوشتہ، بزبان پارسی
بعباراتے واضح و باز بوطن رسیدہ و جمعیتے بہ ازان بہم رسانیدہ و قرآنِ مجید را بخط نسخ
نیک می نویسد من بوے آشنا ام گاہ ہا ملاقات بہم دست می دہد۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

شیخ عطا محمد سہسوانی

مرید شیخ محمد حاکم است۔ و وے بیک واسطہ مرید شیخ عبدالعزیز چشتی قدس اللہ اسرارہم وہم وے شیخ عطا محمد رادر سلسلۂ قادریہ مستعد ساختہ و وے بزرگست باشکوہ روشن (لِقا) وصفاے ظاہر و باطن۔ از فقراء و اغنیاء ہر کہ بوے ملاقاتی می شود، از خلق و احسانِ وے خوش برمی خیزد، و معاملت نیک دارد۔ روزگارے کہ من لشکری بودم در مرد آباد، اتفاقاً روزے در مجلس ضیافتے (یکے) از اغنیاء بوے ہم پہلو شدم۔ بخاطر آمد کہ سخنانِ این راہ بمیان آرم و از وے مستفید شوم۔ خود باین قسم چیزے بگفتم۔ وے اصلا بمن نپرداخت یعنی (خیال کردہ کہ) لشکریان را باین علم چہ مناسبت است، چہ سخنان را ازین طرف و آن طرف برچیدہ می گفتند وتقلیداً سرِ رعونت وخودنمای فرامی نمایند واین خاطر وے رامن دریافتم و دقیقہ از علم توحید نیک آوردم وخود را بعجز معترف ساختم وے تبسّمے کرد و گفت۔ این سخن از کجا می گوی؟ گفتم اگر از کجا بودی برسیدی۔ خوش باشد (شد[1]) وحقائق و دقائق سخت بلند بمیان آمد و رفت انچہ رفت۔ از آن باز دانستم کہ دریافت صحبت درویشان و واسطۂ قبول ایشان را علمے و فہمے درست می باید و ہمّتے و اقبالے[2] راست می شاید، تا کس را بخود راہے دہند واز کار آگاہش گردانند

جنابِ عشق بلند است ہمّتے حافظ کہ عاشقان رہ بے ہمّت را بخود ندہند

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

مثلے است مشہور کہ ''سر کہ خواستن را روے باید'' وآن آنست کہ عزیزے مہمان داشتہ است۔ پسر کلانِ خود را پیشِ بزرگے آشنا فرستاد کہ ''قدرے سر کہ بیار'' وے رفت و بآن بزرگ اوّل سخنے کہ گفت این بود کہ پدرِ من سر کہ خواستہ است، بدہ۔ بزرگ گفت سر کہ ندارم۔ باز آمدہ جواب را بہ پدر گفت۔ آن عزیز پسر خرد را فرستاد کہ از پیشِ ہمان بزرگ سر کہ بیار، وے چون رفت، سلام کرد و بنشست و گفت۔ پدرِ من بشما دعا گفتہ مہمانانِ عزیز رسیدہ اند اگر در سر کار سر کہ دارید، قدرے عنایت بکنید آن بزرگ خوش شدہ بسیار داد۔ حاضران نسبتِ اوّل، ندادن وآخر، دادن را، از بزرگ پرسیدند، گفت ''سر کہ خواستن را روے باید'' نیز مثلے دیگر گفتہ، گویند کیمیا گرے را پیش بادشاہ بردند بادشاہ بوے گفت۔ کیمیا را بمن آموز، گفت من نمی دانم۔ مکرر گفت، وے انکار تمام آورد۔ وے را زجر و توبیخ فرمود۔ ہم قبول ننمود۔ پس فرمود تا در زندانش کردند و سختی آوردند۔ ہم اعتراف نکرد۔ آخر بادشاہ بدانایان مشورت کرد کہ چہ باید (کرد) تا وے بیاموزد۔ گفتند۔ اندرین کار غربت و دلبری در کار است نہ حکومت و داوری۔ تا بادشاہ شبے لباس سقایان پوشیدہ و طعامے با خود گرفتہ پیش وے بزندان در شد و وے را سیر خوراند و آب سرد از مشک خود بداد۔ چون روز شد۔ حکم بکشتن وے کرد۔ وزراء را اشارہ فرمود تا شفاعتش کردند و چند روز آنچنان بظہور آمد آخر گفت کہ فردا وے را تحقیق بکشید و آن شب بہمان[1] لباس شدہ (نزد وے) بوے گفت کہ فردا

---

[1] در نسخہ ''شاہ''

مقرر شدہ کہ ترا بکشند، پس کیمیا را بادشاہ بیاموز و جانِ خود را نگہدار وے گفت۔ بادشاہ را ہرگز نہ آموزم لیکن تو دلِ مرا بدست آوردۂ، اگر ہمچو من پوشیدہ داری، ترا بیاموزم، گفت۔ بیاموز تا آن (ہنر) را سہ (بہ بادشاہ) آموخت۔ روزانہ بادشاہ (وے را) بحضور طلبیدہ (بگوشِ) وے گفت چہ طور کیمیا را آموختم۔ گفت ''سقّہ غریب شدی تا آموختی۔ اگر بادشاہ می بودی ہرگز نہ آموختی''۔ نیز مثلے است نیک و آن مثل را بجاے بلند می زنند و آنست کہ برداشتنِ دانہ خشخاش را مورے باید نہ فیل۔ خواجہ شیراز گفتہ۔ مصرعہ

قیمت ہر کس بقدر ہمّت والاے اوست

پس از آن شیخ عطا محمد مرا پیوستہ بسلامے و پیامے یاد می آرد و من شکر ہا می کنم۔ وقتے من پیش شیخ خود بودم اندر دہلی۔ شیخ من روزے بعرس شیخ عبدالعزیز چشتی رفتہ بود و من ہمراہ و بطور معہود خود بگوشہ مجلس نشستہ اتفاقاً شیخ عطا محمد بدہلی رسیدہ بود و دران مجلس شریک (حاضر) شدہ۔ چون شیخ مرا دید، آمدہ دریافت۔ من تعریف وے بسیار کردم۔ شیخ من بسیار متوجہ شد و وے ہم بمعرفتِ سابقہ و ہم ازین دولتِ غریبۂ غیر مترقب، مرا نیک پیش آمد و صحبت بخوشوقتی گذشت۔ آرے معرفت و آشنائی دوستانِ او سبحانہ تعالیٰ نعمت است کہ بالاتر از آن صورت نہ بند و من آن روز عطاے عطا محمد را از عطاے الٰہی پنداشتم

بے معرفت مباش کہ در من یزید عشق اہل نظر معاملہ با آشنا کنند[1]

---

[1] این بیت خواجہ حافظ شیراز یست

شیخ امین الدین گنّوری

بن شیخ رکن الدین سنامی الگنوری صاحب اخلاق و معاملت است۔ تالئ قرآن بود و تحصیل علوم دینیہ پیش پدرِ خود کردہ و متوجہ بدرس و استفادہ مستعدان بود۔ من وے را در گنور دیدہ ام و از طریقۂ شکستگی و غربت وے خوشوقت گردیدہ و وے بر من لطفے و عنایتے فرمودہ۔ وے جانشین پدرِ (خود) است۔ وفاتِ وے در سوم رمضان است از سال ہزار و چہل و دو (۱۰۴۲ھ/۱۶۳۳م)۔ گویند پدرِ وے در ایام شباب بطالب علمی از خانہ برآمدہ و تحصیل علوم دینیہ یقینیہ نمودہ و پیش شیخ کبیر الدین کہ از اولادِ شیخ بہاء الدین زکریا است قدس سرہٗ مرید شدہ کسب سلوک طریقت نمودہ در گنور باز آمدہ۔ در آستانۂ آبائے کرام خویش نشست و بافادۂ مستعدان و ارشاد مرشدان متوجہ شد و بسا کس از صحبت وے از حضیض جہل و ظلمت وارستہ بپائے گاہ علم و نورانیت مشرف شدہ۔ وظیفۂ وے آن بود کہ وقت نماز تہجد از خانہ برآمدے و در روضۂ آبائے خود کہ بنواحی قصبہ است رفتے و نماز گذاردے۔ پس از آن کوزہ ہائے مسجد را از آبِ چاہ پُر ساختے۔ و (کہ) بوضوٗ فقراء و مساکین بکار آمدے۔ بعدہٗ باوراد و وظائف و ادعیہ ماثورہ اشتغال داشتے و پس از نماز اشراق بدرس علوم دینی توجہے نمودے صلاح و سلامتی کہ شاید و اعمال و استقامتے کہ باید وے داشت۔ وفاتِ وے در سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸م) است و قطعہ تاریخ وے اینست

و اصل الحق شیخ رکن الدین　　می رسد از درِ فیاضش مے
جائیگاہش مقام خلدِ برین　　سالِ تاریخ ویست ''روضۂ وے''

۱۰۲۷ھ

من اندر حیاتِ وے بسیار خواستم کہ بدیدارِ وے مشرف شوم لیکن میسّر نشد و گنّور از سنبھل پانزدہ کروہ است۔ من وقتے آنجا رفتم کہ وے برفتہ بود از دنیا۔ نیازے آوردم و فاتحہ خواندم و بیقین آنکہ مومن را در عالم برزخ از آیندگان برسر قبر اطلاعے تمام است، امید وار سعادت گشتم۔ شیخ جلال الدین سیوطی از اکابر محدّثین است در سالہ ''لمعہ'' می نویسد کہ مُردہا از زیارت زائران خبردار می شوند، زیرا کہ روایت کردہ است ابن ابی الدنیا در کتاب القبور از حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ فرمودہ است حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ''بنسبت مردے کہ زیارت کند قبر برادر خود را و بر قبر او نشیند کہ آن میّت خوش رو (از و) می شود۔ و موانست (نماید) و جواب سلام او بگوید تا آنکہ برخیزد و از و جدا شود[1]۔ انتہیٰ۔

نقلے است مشہور کہ شیخ نظام الدین اولیاء بزریات قبر خواجہ قطب الدین قدس سرہ در ہر روز دوشنبہ می رفتہ اند۔ روزے بخاطر شیخ آمدہ کہ حضرت خواجہ را از آمدنم یقیناً (آیا) اطلاعے بودہ است یا نہ۔ از غیب بگوش رسیدہ

---

[1] ترجمہ حدیث شریف لفظاً اینست۔ ''نیست مردے کہ زیارت کند قبرِ برادرِ خود را و بر قبر وے نشیند کہ آن میت خوش از و نشود و موانست نہ نماید و جواب سلام او نگوید تا آنکہ برخیزد و از و جدا شود

مرا زندہ پندار چون خویشتن من آیم بجان گر تو آی بتن

گویند شیخ ظاہر محمد مجد الدین کہ شیخ رکن الدین از اولادِ ویست، صاحب کرامات ظاہرہ بود۔ روزگارے از سنام سیاحت کنان بگنور رسیدہ و کنارۂ دریاے گنگ آنجا را خوش کردہ و در گذراندہ و آن جا تصرفاتِ خود را بظہور آوردہ بعضے سوویت (شکایت) وے را پیش کالہ پہاڑ حاکم آن دیار کہ در جیسر میر، می بود، کردند۔ وے را از روے غضب طلب داشتہ۔ وے نرفتہ حاکم بجوش و خروش آمدہ۔ تا وے روزے گفتہ (فرستاد) کہ من خود بخود می آیم و رفتہ بر روے آب گنگ نماز کردن گرفت۔ از استماع این حالت حاکم بہ نیازمندی پیش آمدہ و عرض کرد۔ ''چیزے از ما بخواہ'' وے گفت۔ کہ تو از ما (چیزے) بخواہ کہ ازین جہان می روی'' گفت ''یکسال از عمر بہ بخش'' گفت'' یک سال و دو نیم ماہ'' و درین مدت متعلقانِ وے را از سنام بطلبید و خدمت ہا کردہ۔ و حاکم بران وعدہ بے کما بیش برفت از دنیا۔

و وے را چہار پسر بود۔ شیخ برہان الدین، شیخ رکن الدین، شیخ ابوالحسن، شیخ نجم الحسن۔ یکے از آن ہمراہ کبوترانِ پریدہ رفت و یکے غائب شد۔ بعدۂ ہر دو در بندہ (پنڈوہ) ظاہر شدند۔ از شیخ رکن الدین متعلمے در صباے عیدی طلبید۔ در خانۂ وے ہیچ نبود۔ (گند وے خالی را لکدے زد و گریستن) گرفت۔ پدرِ وے را خبر شد گفت رُکا! این شتابی چہ؟ باز مگریست۔ و گفت۔ گاہے تنگی گاہے فراخی بہتر و (الی) الآن اولادِ ایشان را در گنور این حال است، امروز در آستانۂ این بزرگان شاہ غریب نام درویشے می باشد، غریب و نامراد و صاحب معاملت۔

شیخ نظیر علی سنبھلی

مرید شیخ جنید سنڈیلہ است۔ در معاملت سخت راسخ بود۔ گمانم آنست کہ (سنن و نماز[1]) دیگر وغیرہ، غیر موکدہ از وے فوت نشدہ باشد۔ در دِ دِین اندر دل داشت۔ عمرے وے نزدیک بصد سال رسیدہ بود۔ آخر نفس ہم از اعمال شریعت بیستاد (نگذاشت) و باہوش برفت از دنیا روز جمعہ از سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) وے ہمسایۂ من بود، از وے پرسیدم کہ درین عمر از درویشانِ کامل کسے را دیدۂ کہ احوال او کراے (تقاضاے) باز گفتن کنند۔ گفت آرے۔ روزگارے من با مہدی علی کشمیری کہ از اقرباے من بود، بولایت خراسان رفتم۔ آنجا شنودم کہ در شہر ہرات بزرگست صاحب کمال میر جعفر نام، قصد زیارت وے کردم۔ مہدی علی نذرے را حوالۂ من کرد و گفت از نظر میر بگذرانی و از طرفِ من نیاز مندی نمای۔ پس از آن دربارۂ مہم پیش آمدۂ من التماس توجہے و عنایتے کن۔ رفتم۔ وے را در مسجدے یافتم، رو بقبلہ سر در مراقبہ فرو بردہ۔ از مشاہدۂ وے ہولے و رُعبتے بر من مستولی شد، متحیّر در ایستادم تا کہ وے سر برداشت۔ من سلام کردم و نذر از مہدی علی پیش بردم و مہم را عرض داشتم، قبول نہ نمود و فرمود خداش بیامرزد و باز مراقب شد۔ من اندوہگین شدم کہ ازین ادا چیزے بظہور خواہد آمد کہ نباید بزبان آورد۔ و درہمان ایام باز روانۂ ہندستان شدیم۔ چون بقندھار

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

رسیدیم۔ مہدی علی با منظور بیگ پسر من از شاہراہ جدا افتاد قطاع الطریق ہر دو را بقتل رسانیدند۔ این خبر قتل رسید لیکن بجاے (کہ) افتادند نام ونشانِ اوشان (لاش ہاے شان[1]) ظاہر نشد۔ میر مفاخر حسین بن میر عماد کہ ذکر شان خواہد آمد، گوید کہ میر خسرو جدّ من با آن میر جعفر نسبت برادریٔ خالہ زادگی داشتہ است وہم دبیرستان بود۔ چون از میر جعفر جدا شدہ بہندستان آمدہ وپس از سی چہل سال باز بہرات رفتہ میر جعفر در درویشی بکمال رسیدہ بود۔ (واز کثرت مراقبہ واستغراق[2]) مہرۂ گردنش از گردن برآمدہ، وقت ملاقات ہیچ حرف آشنای نزد ہمین فاتحہ خواندہ و بس۔ چون میر خسرو باز بہندستان روان شد و چند منزل راہ برفت۔ شبے جماعہ دزدان کمین کردہ بودند وخواستہ اند کہ بروے بزنند۔ درین اثناء میر جعفر حاضر شدہ ودزدان را نام بنام آواز دادہ۔ آنہا حاضر آمدند۔ میر گفت۔ میر خسرو را با قافلہ تا فلان موضع بسلامت رسانید و دزدان بنگاہ بانی تمام بجاے معہود رسانیدہ اند۔ وہم وے گوید کہ روزے میر در جاے ایستادہ مراقب شد از وقت نماز پیشین تا بعد نماز پیشین روز دیگر، چون بافاقت آمد گفت نماز پیشین رفت گفتند دو نماز پیشین رفت۔ وہم وے گوید کہ میر چند بارے در اوقات سحر بجوے یخ بستہ درآمدہ است ویخ را شکستہ دران نشستہ۔ آبے کہ از وے جدا می شد مثل آبِ حمام گرم می گشت۔ درحیاتِ آن نظیر علی چہار پسر وے جوان وقابل مردانہ از دنیا رفتہ اند۔ یکے را من دوست ومخلص بودم عبدالمنعم نام داشت۔ صالح و جوان مرد و مردانہ

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

رد۔ در سال ہزار وسی داند برفتہ (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) وے در رفتن ہر پسرے
انا للہ و انا الیہ راجعون'' گفتے وگریہ وآہ نکردے وماتم نداشتے۔ ازین حالِ
ے من ودیگران درشگفت می شدیم۔ وقتے من این حالتِ وے راپیشِ شیخِ خود
لفتم، گفت۔ بہتر آن بودے کہ دراوقات مصیبت و بلا از راہ عجز و شکستگی زاری
مودے ودیدہ را بگریہ تر ساختے۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفت
توانمرد آنست کہ چون وے را مصیبتے رسد یا از وے چیزے فوت شود مصیبت را
را سازد و بحسرت وندامت تدارک جوید نہ آنکہ اہل مصیبت وفوت (عزیمت و
قوت[1] باشد، آن را نہان دارد و (بہ) اظہار دعویٰ تمامی مغرور (شود)۔ انتہیٰ۔ نظیر
علی گفتے کہ من روزگارے در اردوے اکبر بادشاہ ہمراہ شیخ (مہدی) علی بسر بردہ
ام۔ شبے از غایت باد تند وجکّر (جھکّڑ) شدید خیمہ ہاے بادشاہ درہم و برہم افتادند
وہیچ جا چراغ روشن نماند۔ بادشاہ اندران تیرگی مغموم ومقبوض نشستہ بامداد کرد
وروزانہ ہم اثر آن قبض در چہرۂ وے ظاہر بود۔ بیربر، ہندو کہ از محرمان خاص
مزاج فہم بود وفہیم وخوش طبع۔ سبب آن قبض پرسید بادشاہ گفت۔ امشب از طغیانِ
باد کہ خیمہ ہا در افتادہ بود وشمع ہا سرد شدہ (گشتہ من اندران[2]) تاریکی اندیشہ
گذراندم ومتفکر ماندم کہ اگر تاریکیٔ گور ہم این چنین خوہد بود۔ حال چون خواہد
بود۔ وے گفت۔ خاطر بادشاہ ازین ممر جمع باشد گفت چون گفت از آن روزے
کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بہ زمین درآمدہ است۔

---

[1] از ''نفحات الانس'' [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

خدائے تعالیٰ ظلمت وتاریکی بالکلی از زمین برداشتہ است۔ از شنیدن این سخن قبض وحزنِ بادشاہ برطرف گشت وانبساط وانشراح آورد۔ پوشیدہ نماند اگر بیر بر بنسبتِ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنین اعتقاد بدِل داشتہ بود چہ عجب کہ در آخر کار وے را (ہدایت) نصیب شدہ باشد۔ نیز نقل می کنند کہ وقتے وے پیش شیخ چائلدہ سنگی قدس سرہ رفتہ بود و نیازمندیٔ سخت نیک بجا آوردہ وسخنانِ این راہ بے خار گفتہ چنانکہ وقتِ شیخ خوش گشتہ واز روے لطف بیرۂ پان بوے داد و گفتہ۔ خدا تعالیٰ ترا از ہر دو آتش نجات بخشد۔ آخر پس از کشتہ شدنِ وے نعش وے را از جماعۂ کشتگان بسیار جستند امانیافتند ہمانا این خلاصی از آتش از اثر آن اعتقاد وآن تفاول شیخ باشد۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ می فرمودند اگر شنودم و دانم کہ (در) خطای (خطا) کافرے سخنانِ بے خار می گوید، روم و ملازمت وے کنم ومحبت (منّت[1]) دارم۔ انتہیٰ۔ وہم نظیر علی گفتہ بیر بر صفت جود و سخا بمرتبۂ کمال داشت چنانچہ مشہور است وقتے یکے از راجہ ہاے نامدار ہند باد فروشے را بامتحانِ وے فرستاد، تا در شہر، ندا کنان می گشت کہ ہست کسے کہ صد روپیہ بدستے بگیرد و پاپوشے بدستے۔ من آن صد روپیہ برگیرم وصد پاپوش برسر (برہنۂ وے) زنم (این ندا را وے دو بار شنید، تغافل ورزید، سوم بار گفت چرا او را سرگردان سازم چہ این کار را بے من کسے[2]) برسر نخواہد گرفت تا صد روپیہ و پاپوش را در ہر دو دست گرفتہ و سر برہنہ کردہ بیستاد در حضور مردمان و آن

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

بادفروش را بخوشوقتی گفت کہ کارِ خودرا بکن۔ بادفروش صد روپیہ شمردہ درگرہ در بست وگفت سرفرودآر پاپوش برداشت کہ بزند (دید) کہ دروے ہیچ تغیرے راہ نیافتہ است۔ روپیہ ہا درانداخت و بپاے درافتاد کہ فلان راجہ بہ امتحان تو مرا فرستادہ بودتو ہم چنانی۔ وہم وے گفتے کہ روزے بادشاہ آراستہ (گلدستہ) بادُرو جواہر آراستہ وبس بتکلف بدست گرفتہ نشستہ وامراے عظیم الشان راست وچپ ایستادہ بودہ (بادشاہ گفت این گلدستہ را بکہ بخشم ہیچ کس ہیچ نگفت تابیر برگفت بادشاہ بطرفِ دل بیند ہر چہ رادل فرماید آن رابخشد۔ بادشاہ رمزرابفہمید ووے را بخشید چہ وے بدست چپ بود۔ وہم از وے[1]) اشعار ہندی بسیار مشہوراست۔ بعضے ازآن بمعنیٰ نیک واقع شدہ ازآن جملہ این شعر اگر چہ از اشعار زبونِ ویست امّا مراوقتے خوش آمدہ بود۔

چھاڈو یہ دنیا چھچھوری چھنار ہے — آ کو نہ پکارو اُن کا ہے نہ کار ہے
یہ اور ہو کی بکری سوتو ہوں کو بیکار ہے — کاہوکو انگ لگاوے کاہوکو من مسار ہے
کاہونک جہک لاوے، کیل کی کلار ہے — اُر نہ چڈھاؤ نہ بڈھاؤ، نہ لڈاؤ نک

من درنتیجہ (تتبع) این گفتم سو یہ

دنیا اچھوتی نارہی یا سنسار ہے — جو ہونر سوردتن جاوے نہ بولن آوے
واکے نار، واکو نہ بہتار ہے — جو ہو جن پنچ داسون آنچہ کی لوار ہے

---

[1] اضافہ ازنسخۂ ندوہ

برہم داس ایسے سوں بلاس باس کیجئے — لیجئے نہ باس ہوں، یہ باس کوڑی پار ہے

[2] اضافہ ازنسخہ ندوہ

بھوگے مار تاہی یہ سنہا رہے کاہو کو نہ لیجئے اور نہ ریاس کیجئے
درہوی بیا کیسے بھیس اس آیت اتار ہے نر نرہے بچار بیچ، بیچ رنجہ پتوار ہے

شیخ حسین محمد سنبھلی

مرید شیخ امان اللہ است در سلسلہ چشتیہ۔ وے امّی است۔ اندرین راہ سخت
مستقیم۔ توکل نیک دارد۔ وے لشکری بود۔ چون درین راہ درآمد بصدق وہمّت
درآمد۔ فقر و فاقہ راچنان (کہ) مقرراست پوشیدہ می دارد۔ وے ہمسایۂ م
است۔ اکثر ہاباہم ملاقات درمیان است ومحبت ہانیک می گذرد۔ وے گوید کہ د
اوایل کہ بعزیمت مکّہ از سنبھل برآمدم باکبرآباد و چندگاہے آن جا باشیدہ، ش
بخواب دید کہ بادشاہِ وقت مرامی طلبید شب دوم ہم ہمان خواب دیدم۔ شب سو
دیدم کہ مردے محمد معصوم نام آمدہ ومرا گفتہ برخیز ترا بادشاہ می طلبد وسہ پارچہ ا
ملبوساتِ من جدا کردہ وگفتہ بپوش وپیش بادشاہ آی۔ من تعبیر این خواب را بخاط
آوردم کہ اوّل مرا بمکّہ باید شد وحج کردہ از آن جا بمدینہ بدرگاہ رسالت پناہ صل
اللہ علیہ وسلم برخاک ادب (باید) نشست و (بہ) بشارت آن حضرت بیت
المقدس باید رفت وتا مقصود حاصل شود۔ وہمان سہ پارچہ در برکردم وکمر بہ بس
لیکن مطابقِ کریمہ ''من استطاع الیہ سبیلاً'' زادِراہ نداشتم ورفیقے ہم نہ
متحیر شدم ودرین اثناء یکے آمد وگفت حکیم مسیح الزمان کہ وے را بادشاہ میر حا
(حجاج) کردہ بمکّہ رخصت نمودہ است، درکجا (این جا) فرود آمدہ است

این گفت و برفت۔ من خوش شدم کہ صحبتے خوب نیک میسّر آمد۔ لیکن آن کس را ہر چند جستم نیافتم و از آن جا بیرون شدم و حکیم را دریافتم و منزلے چند باوے برفتم۔ پس از آن ہمّتم برین آورد کہ وے را ہم اندر راہ گذاشتم و تنہا رسیدم ببرہانپور و برائے نماز جمعہ بمسجد شدم و بشیخ عنایت اللہ خدا نما ملاقات کردم وے پرسید۔ تو کیستی؟ کہ از تو بوے جنسیت ہمی آید۔ گفتم غریبے ام از سنبھل از مریدانِ شیخ امان اللہ۔ اتفاقاً شیخ عنایت اللہ (و شیخ امان اللہ) ہر دو مرید شاہ حسینی بودہ۔ باز گفت۔ عزیمت کجا داری؟ گفتم۔ بیت اللہ۔ گفت کسے نبود کہ ترا از رفتن آن جا باز داشت۔ گفتم این چہ معنیٰ است؟ گفتم اوّل بصاحب خانہ آشنا باید شد آنگاہ بخانۂ وے باید رفت۔ بے آشنای رفتن ہیچ حاصل ندارد۔ گفتم۔ الحال مرشیخ مرا آشنا کند (کنند) گفت۔ روزے چند درین جا باش، پس از آن ہر جا خواہی برو۔ من اندر خدمت شیخ (عنایت اللہ) ببودم و چیزیکہ در (سلوک) می بایست حاصل نمودم و خاطر را از بادیہ پیمای فارغ ساختم و از شیخ اجازتِ ارشاد دیگران یافتہ باز وطن آمدم۔ در ''نفحات الانس'' است کہ محمد فضل گوید۔ عجب می نمایم از کسے کہ بیابانہا و وادیہا قطع کند تا برسد بخانۂ وے و از آن جا آثار انبیاء بنید۔ چرا وادی نفس و ہوا را قطع نمی کند تا بدل برسد و آثارِ پروردگارِ خود بنید۔ انتہیٰ۔ نقلست کہ رابعہ بصریہ را گفتند۔ الا تسالین الجنة۔ گفت۔ اِلجارُ ثم الدار

گر ہست ترا صاف دل و روشن رای ہمسایہ طلب نخست آنگاہ سرای

شیخ حسین محمد را پس از رسیدن بسنبھل حالے و کیفیتے عجب روئیداد۔ چنانکہ اسبابِ

معیشت را برہم زد۔ زمین ملکی وفرمانی بگدائے بخشیدہ۔ چرخہ، کوزہ، آلاتِ پختن وخوردن را از خانہ برانداخت واندر آن حالت سخنان شطح آمیز گفتن گرفت ومطعونِ علمائے ظاہر گشت۔ روزے در مجلس علماء واکابر شہر حکایت گفتنی ہائے وی بمیان آمد۔ یکے گفت۔ تعزیزش باید کرد۔ دیگرے گفت۔ بندش باید نہاد۔ سہ دیگرے گفت۔ محضر باید در افعال واقوال وے نوشت ومطابق آن بظہور (باید) آورد تا فتنہ وفساد سر برنزند من در آن مجلس حاضر بودم گفتم۔ بالفعل شخصے متدین را باید فرستاد، تا مآلِ سخن وے را نیک دریابد وبشما آمدہ ظاہر سازد۔ عزیزان دانستند کہ چون وے ہمسایۂ من است حق آن نگاہ می دارم وجانب داریٔ وے می کنم، چیزہا بمیان آوردند۔ پس من گفتم پذیرم وے را اندر شریعت وموافقِ سوءِ ظنِ شما حرف نزنم۔ ورَد نیز نکنم وے را، چہ سخنِ وے بے مغز نیست وکار را از اصل گرفتہ است۔ چون شیخ محمد تقی مفتی کہ مردے بود باعلم وفضیلت بوے آمد وسخنِ وے را نیک پسند و گفت۔ اگر وے را ملحد خواندم ہیچ کس مسلمان نخواہد بود۔ پس از آن شیخ تاج الدین وشیخ بدر عالم کہ آنہم مفتی است وہم فاضل ونیک مرد وصاحب اخلاق، بوے آمد ووے را آن چنان لا طایل گویا نیافت کہ عامۂ خلائق درحقِ وے می اندیشیدند وہم آن چنان مذکورے از وے روزے در مجلس رستم خان دکنی کہ حاکم این ملک بود، برآمد۔ من ہم آن جا حاضر بودم کہ لشکری بودم ہمہ سخن درحق نیک مردیٔ وے برگفتم وبخیر گذشت۔ در ''نفحات الانس'' است کہ مشائخ درکار حسین منصور مختلف بودہ اند۔ بیشتر وے را رَد کردہ اند مگر چندے۔ ابوالعباس عطا

وشبلی، ابوعبداللہ خفیف و شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی وابوالعباس صریح بکشتن وے رضا نداد۔ وفتویٰ ننوشت۔ (ہریک) گفت۔ نمی دانم کہ او چہ می گوید۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر گفت کہ وے در علو حالست، در عہد وے در مشرق ومغرب کسے چون او نبود۔ انتہیٰ۔ در کتاب شیخ حسین محمد مسطور است کہ اہل اللہ را این چہار درجہ است۔ خداخوان، خدادان، خدابین، خدانما۔ وازین چہار درجہ بیرون نیست۔ روزے وے شنید کہ شیخی سنبھلی کہ ذکر وے خواہد آمد، این شعر گفتہ است

سرّ حق را از لب منصور می باید شنید　　یا ز من یا از درختِ طور می باید شنید
وعدۂ وصلش سر عرش است نہ بر کوہ طور　　این ہمہ بانگ دہل از دور می باید شنید

برجست و پیش شیخی رفت و گفت۔ این شعر را تو گفتہ۔ گفت آرے۔ گفت۔ منصور خود در گور افتادہ و درختِ طور دور افتادہ۔ اکنون تو حاضری، بارے سرّ حق را بما باز گوی کہ چیست؟ شیخی سخت در ماند۔ آخر گفت۔ این شعریست بلندی ہا و پستی ہا دارد۔ وے گفت ہان نمی دانی کہ اندرین راہ سخن ہمان باید گفت کہ موافق حال باشد۔ قال اللہ تعالیٰ لم تقولون مالا تفعلون۔ پس از آن شیخ حسین محمد از آن مستیہا و جوش وخروشہا بر آمدہ بطریقۂ خاصہ عبودیت وعبدیت در آمدہ و (اندر) معاملتے سخت مردانہ و مستقیم الحال گشتہ۔ و وے شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کہ بقول اکثرے در بست وہفتم رجب است با جمعے از فقرا و صلحا را زندہ می دارد و معراج نامہ کہ شیخ وے بزبانِ برہانپور (ی) بستہ است می خوانند۔ وازان نامہ است این شعر ہندی

کیا مان نان ہوا بس میں محبت سوں حقیقت مِل
نہ بسری تو مجھے احمد نہ بسروں ہوں تجھے ایک تِل

وہم وے درکارہاے خدای اعمال بے ریای دارد۔ چنانکہ روزے فقیرے مسافر صـ
سالہ مضمحل مردہ است واز غایتِ کثرتِ باران وطغیان سیلاب کسے را یارائے ا
خانہ برآمدن نبود۔ وے کمر را محکم بربستہ است ودوسہ کسی را بزور یار ساختہ وآ
میّت را تجہیز وتکفین نیک بجا آوردہ وبصحرا بردہ وبخاک سپردہ واہل وے ہم درین ر
قدم واثق دارد ودر سلوک طریقت باوے موافق۔ وموافقِ آن بزرگے گفتہ

''چون یار اہل است کار سہل است''

ووے را اندر آن کار بہتر از خود می گوید و (خود) ہم چنین است۔ ویکے از یارا
شیخ عنایت اللہ بخاری، شیخ نعمت اللہ است۔ در مردم سلطانیان رفاقت
(اقامت) ورزیدہ۔ بسیارے از آن مردم مرید ومعتقدِ ویند۔ وے خود را خدانـ
می گوید وبدین لقب اشتہار یافتہ۔ ہمانا این لقب در طریقۂ شیخ ایشان را
است۔ سید خدا خواہ نام مردیست از زمین مشرق۔ اہل این کار است واز فتیا
روزگار۔ با شیخ من بانیاز واخلاص است واز دوستانِ خاص وہم من باوے آش
شدہ ام در لاہور۔ (وے) می گوید کہ روزے مرا با شیخ نعمت اللہ خدانما کار افتادہ
وے از روے تعرض مرا گفت کہ خدا را خواہ نام نامیست مشعر بدوئی وبیگانگی۔ مر
در جوابش گفتم کہ نامِ من خود مطابق واقعہ است چہ من خدا خواہم یعنی طالب خد
ام۔ اگر تو خدانما ہستی۔ بارے بنما کہ کجا است؟ تا صدقِ من وتو ظاہر گردد.

جوابش نیامد وساکت شد۔ چون شیخ حسین محمد در سیزدہم شوال کہ از سال ہزار و ہفتاد و پنج است برفت (۱۰۷۵ھ/مئی ۱۶۶۵م) اتفاقاً چہار کس از سنبھل بدان ماہ، پس از شیخ بفرق پنج روز برفتند و وے دومست از آن چہار۔ من تواریخ شان گفتم

رفت عادل بہشتمی شوال — کز جہان رفتنش بطرزِ نیکوست
پنج روز از پیش بہ پنج شنبہ — شد حسین آنکہ بُد خدا را دوست
پنج روز از پیش بدو شنبہ — رفت ہاشم کہ بر(گ) گُل خوشبوست
پنج روز از پیش بآدینہ — رفت قاسم کہ حافظ خوش اوست
راست گفتہ است خواجۂ شیراز — ہر کسے پنج (روز) نوبت اوست
سال تاریخ جملہ را گویم — گر چہ بیش و کمی بگفت وشنوست
اوّلین بود خادم الفقرا — کہ بسا یافتہ منافع ازوست[1]
سالِ آن دویمین است دوستِ خدا — لقبش ہم خدا نما نیکوست
سالِ آن سیومی است رضی اللہ — کہ رضاء خدا بہ از ہمہ اوست
چار مین ہست حافظ نیکو — حیف رفتہ جوانِ چار آن اوست
من بفضلِ خدا کمال خوشم — کہ مرا در دوکون مایہ اوست

شیخ شاہی سنبھلی

مرید در سلسلۂ قادریہ است۔ در سادھورہ (بہ) شاہ قمیص۔ وے نساج بود۔

---

[1] در نسخہ ''گذشت''

شغل شبان روزیٔ وے آن بود کہ ہر صبح بعیدگاہ رفتے ونماز بامداد گذرادے وتا چاشت آنجا بودے ومثل (دعاے) سیفی وغیرہ ذالک بلند خواندے و بخانہ آمدے وتا نماز پیشین جامہ بافتے۔ و بعد اداے نماز تلاوت کلام مجید نمودے ووقتِ نماز دیگر باز بعیدگاہ شدے ونماز ہا و وظائف بجا آوردے و بعد نمازِ خفتن بخانہ آمدے و اکثر شب زندہ داشتے۔ مردم پارچۂ وے بآرزو خریدندے کہ از روے راستی فروختے بعضے بتبرکاً خریدندے کہ درویش صاحبِ اعمال بودہ و بوضعِ درویشانِ سابقین زندگانی کردے۔ دعاے وے قبولی داشتہ۔ اکثر بیمار از توجہ (او) شفایافتے۔ من وے را از ایام صِبا می شناسم۔ مدّتے ہم دبیرستان بودہ ام پیش مُلّا عبدالکریم برادر شیخ فاضل۔ از آن گاہ تا آخرِ عمر لباس وے یک وتیرہ بود۔ فوطہ بر سر (و جامہ) در بر و تہہ بندے در زیر۔ در بیماری آخر وے من بعیادت رفتم۔ محتضر بود، پرسیدم حال چیست؟ گفت۔ عاجزم، عاجزم وغربت بسیار از وے ظاہر بود کہ در آن بیماری برفت۔ دوم جمادی الآخر از سال ہزار وشصت و پنج (بود) (۱۰۶۵ھ/۳۱ر مارچ ۱۶۵۵م) وقبر وے متصل بعیدگاہ است در جاے ساختہ وے بر وصیتِ وے وآن جا درختان ہم نیک نشاندہ است

شیخ شاہی سالک راہِ خدا زین جہان با ہوش وآگاہی برفت
سال تاریخ وفاتِ آن بزرگ عقل گفتہ ''از جہان شاہی برفت''

در ''اخبار الاخیار'' است کہ شاہ قمیص بن سید ابی الحیوۃ، ایشان سلسلۂ نسبتِ خود را بسید عبدالرزّاق می رساند و وے از ولایتِ بنگالہ در لباس فقر و تجرید درین دیار

قدوم آوردہ، در قصبۂ سادھورہ (سالورہ[1]) خضر آباد، اقامت نہاد۔ مدّتے ہم بوضع فقر و تجرید گذرانید۔ سید نصر اللہ مردے بود عالم و فاضل و متبع و مستقیم، وے جگر گوشۂ خود را در عقد نکاحِ او در آوردہ و بعد از وقوع این تعلق، او را توطن و سکونتِ ہمان جا اختیار وقت افتاد و قبولئ تمام و شہرتے تام نصیب او شدہ خلق کثیر از نواحی آن دیار در حلقۂ ارادت و عقیدت او در آمدند و جمعے از درویشان اہلِ ہنر بوے انتساب نمودند و از آن جملہ شیخ عبدالرزّاق المشہور بشیخ بہلول مرید و خلیفۂ اوست جامع است میان علمِ شریعت و طریقت از اوّل فطرت بر نشاء عبادت و تقوی و صلاح بر آمدہ و بر عصمتِ ذاتی نشو و نما یافتہ و بعد از تحصیل علوم دینی بتہذیب اخلاق و بہ تبدیلِ صفات موفق شدہ والحق درین زمان در زمرہ درویشان و سالکان این چنین مردم در سلوک این طریق و رسوخ قدم و اتباعِ سنّت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر و عزیز الوجود اند۔ وفاتِ شاہ قمیص در ولایتِ بنگالہ واقع شدہ بتقریب آنکہ سلطان عہد ایشان را در آن جا فرستادہ بود۔ از آن جا ثالث ذی قعدہ سن اثنین و تسعین و تسعمائۃ (۳/ذی قعدہ ۹۹۲ھ/ ۲۶/اکتوبر ۱۵۸۴م) ہم بسادھورہ آوردہ مدفون ساختہ اند[2]۔ وآنچہ درین دیار مشہور اند از

---

[1] ''سادھورہ'' قصبہ ایست معروف در تحصیل نارائن گڑھ ضلع جمنا نگر ہریانہ انڈیا۔ در کتب فارسی سادھورہ را سالورہ نوشتہ اند چنانکہ در ''اخبار الاخیار'' است۔

[2] اولادِ شاہ قمیص در قصبہ سادھورہ و دیگر دیارِ ہند و پاک بسیار اند از آن جملہ حضرت مہر علی شاہ علیہ الرحمہ (گولڑہ شریف پاکستان) سید شاہ نور الدین قمیصی (حیدر آباد دکن) حضرت پیر علی احمد (ضلع کرنال) پیر مشکور احمد مدیر و ناشر رسالہ ''قمیصیہ''

سلاسل انتساب باین خاندانِ عظیم ایشان دارند (اکثر مریدان) وے و بزرگانِ وے اند۔ واز مدعیان این نسبتِ عالی سید شاہ محمد فیروز آبادی بود۔ اورا درین دیار قصہ غریب وحکایتے عجیب است کہ مشہور است ومجملے کیفیت احوال او آنست کہ اومردے بود درزمان سلطان ابراہیم بن سکندلودی از جانب دیار دکن بدہلی آمد و دعوی نسبتِ حضرت غوث الثقلین نمود ملاحظۂ این نسبتِ عالی باضمیمۂ غرایب اوضاع واطوارِ او، (و) ازعظمت صورت استغنائے ظاہر واستقلال طریقہ دعوت واورادظاہری وغایت طہارت ولطافت ودعاویٔ بلند درنسبت معنوی بجناب آن حضرت رضی اللہ عنہ خلق این دیار دررجوع واعتقاد بے اختیار شدند۔ سلطان ابراہیم رادرآن زمان دغدغہ از جانب ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ بسیار بود ومہمے صعب ازین مراوراپیش آمدہ درتوجہ والتجاوالتماس دعا از خدمت درویشان مضطر بود۔ واو نیز از برائے انجاحِ مرام سلطان مذکور دعوتہا کرد مشغولیہا نمود۔ چون مقتضیٔ قضائے حاکم علی الاطلاق بہ اتلاف آن رفتہ بود، فائدہ برآن مرتب نشد و وے بعد از ظہور سلطنتِ ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ ہم درین جا (در) عمارت ہائے قلعۂ فیروز آباد ساکن بود۔ درعہد سلطان ہمایوں بادشاہ نیز قدرے وعزتے داشت درنہایتِ علو درجت وشوکت ومشیخت او۔ درزمانِ اسلام شاہ بن شیر شاہ (وے اوراچنان درحلقۂ اعتقادِ خود درآوردہ بود کہ از حد تقریر وبیان بیرونست و بعضے امرائے وقت[1]) بتبعیتِ بادشاہِ خود طریقۂ بندگی واعتقادمی ورزیدند واکثر

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

درویشان و طالبان نیز توجہ ارادت و خلافت می آوردند و بالجملہ کاروبار مشیخت و بزرگی او در غایتِ لطف و رونق بود۔ درین اثناء دو سید بزرگ عالیشان از جانب ولایت عراق و خراسان درین دیار تشریف آوردند یکے میر شمس الدین محمد، فاضل و دانشور و ولایت شعار و منقبت وِثار، در صنعتِ طب بے نظیرِ وقت، بطریق بے تعلقی و بے تعیّنی و تجرید سیر معمورۂ عالم می کرد و چند کتاب و دو سہ خدمتگار ہمراہ می داشت و زیادہ ازین تکلیف وقتِ شریفِ خود نمی داد، نسبت عالی داشت، مدّتے در کابل اقامت داشت و نصیر الدین ہمایون بادشاہ را بوے عقیدۂ تمام بود۔

و دیگر سید ابو طالب اولاد بعض سادات عراق جوان بود و بحسن حلیہ وصفای سیرت موصوف بتقریب بعضے حوادث از وطن مالوف برآمدہ و در بعضے اسفار بمیر سید شمس الدین مصاحب شدہ بود و عقد مواخاتِ دینی درست کردہ در سیر ہندستان موافق و مرافق یکدیگر گشتہ بودند۔ شاہ محمد باستماع قدوم سادات عظام خواست کہ ایشان را بجانبِ خود کشد۔ و او را چند بنت (بنات) بود کہ درین دہ روہیلہ نکاح آن ہا صورت نمی بست چون این سادات را دید کہ مسافرند و از شہر بیگانہ آمدہ (اند)۔ در مردم چنان انداخت کہ ایشان اکفاءِ ما اند و بارہا پیش از آمدنِ ایشان می گفت کہ مارا خویشایند از شرفاے غریب۔ اگر ایشان درین جا بیایند، شاید کہ نسبت قربت و مصاہرت بنات صورت بندد۔ ایشان را مہمانِ خود ساخت و نہایت تواضع و تملق نمود و در مقدمات بخابت و تواد تقصیر نکرد و التماس نمود کہ شمارا (غیر از منزلِ ما ہیچ جاے دیگرے مناسب نیست، شما این جا باشید کہ در

خدمتِ ورعایتِ شما[1]) از ہیچ وجہ بتقصیر راضی نخواہم شد۔ ایشان چون مسافر بودند و غریب۔ واورا پیش سلطان وقت نہایت درجہ اعتقاد دیدند، بضرورت بموافقت و ہم خانگی اوتن در دادند و رخت اقامت بمنزلت وے بمنزلِ او افگندند۔ بعد از زمانے بسید ابوطالب برائے تزویج پیام فرستاد۔ این معنیٰ موافق وقت وے نیفتاد و گفتہ کہ ما مسافرانیم برقدم تجرید وتفرید ایستادہ مارا ازین معاف دارید وہم درہمین اثناء شبے این ہر دو عزیز را در خانۂ او کشتند وغوغا درمیانِ خلق بے اندازہ افتاد و مصیبت روز کربلا از سر تازہ شد وخاک برسر بیفگند وخون از دیدہ بریخت وآہ از سینہ انگیخت۔ زبانِ وقت بتصور این قضیۂ پُر مقت باین ابیات مترنم است۔ ترجیع بند

باز آے فلک ز بہر خدا این چہ ماجرا است — باز این چہ ظلم این چہ حسین این چہ کربلا است
باز این چہ کوفہ این چہ فرات است این چہ وقت — عاشورہ نیست ورنہ قضیہ بعینہا است
این زہر باز با حسن مجتبیٰ کہ داد — این تیغ باز بر سر شیر خدا کراست
باز این چہ درد این چہ اَلم این چہ بخت است — باز این چہ محشر این چہ فراق این چہ ابتلا است
باز این چہ غصہ در جگر انس و جان گرفت — باز این چہ فتنہ در سر کون و مکان بخاست
باز این باہل بیت نبوت کہ ظلم کرد — باز این بخاندانِ پیغمبر ستم کہ خواست
این ریش کہنہ رادِ گر از سر کہ تازہ کرد — این داغ خشک رادگر از برگ وپوست کاست
اے وائے بر محبتِ دنیا و کار او — زنہار دل مبند برین کاروبارِ او

وایشان را در حرم روضۂ قدمگاہ عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کردند۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

الآن قبر آن دو بزرگ زیارت گاہِ خلق است و کان ذالک فی سنة خمس وخمسین و تسعمائةٍ (۹۵۵ھ/ ۱۵۴۸م) بعد از وقوع این واقعہ اکثر مردم بلکہ ہمہ نسبتِ این قتل بشاہ محمد کردند و جمیع خلائق از وے برگشتند و معتقدان منکر شدند، و دوستان دشمن و نزدیکان دور و محبان نفور۔ تاج خاں رانی (دکنی) و شیخ فرید کہ دہ ہزاریان صوبہ دہلی بودند بتفحص احوال حاضر آمدند۔ او منکر افتاد و گفت این از من نشدہ است و برضاے من بلکہ بوقوفِ من صدور نیافت۔ دزدان در خانہ آمدند و این کار کردند خبر باسلام شاہ رسید و اشارت بعلماء کرد کہ مسئلہ شرعی درین باب ہر چہ باشد بر آن عمل نمایند۔ جمیع علماے دہلی و لاہور و جونپور و بہار بحکم سلطان وقت اجتماع نمودند و محضر ساختند۔ او خود منکر مطلق افتادہ بود۔ چون در مجلس حاضر آوردند وے گفت بکنید انچہ بکنید من مظلومم و بیگناہ و از تصور این معصیت معرّا و مبرّا۔ مظلومی و بیحرمتی اہل بیت امرے قدیم است و بطریق وراثت بمارسیدہ، ہر چہ بر سر ما می آید بدان صابریم علماے وقت در فتواے قتل او مختلف افتادند و ہر چند تردد (جد و جہد) کردند ثبوتِ شرعی کہ شبہ را دران مدخل نباشد نرسیدند۔ تا مدّت مدید بر سر این قضیہ غوغا بود۔ او را مقید و مسجون نگاہ می داشتند و از اہانت و خواری ہر چہ نصیب او بود فرو نگذاشتند۔ نقل است کہ شیخ امان پانی پتی را درین محضر ہر چند تکلیف کردند و طلبیدند، حاضر نیامد و فرمود۔ قدم امان در دوزخ چرا نرود کہ در معرکہ کہ اہل بیت پیغمبر را آوردہ خوار و گرفتار در پیش ایستادہ کنند و وے در مجلس معزز و مکرم نشستہ باشد، می فرمود کہ کشتہ شدنِ حضرات آن دو شاہزادہ

(سید زادہ[1]) حیف است وخوار کردن ایشان نیز حیفے دیگر۔ از آن نیز خون در جگرم وازین نیز در خوف وخطرم۔ چنان وچنین این چنین کار ہا بسیار می کنند معاذ اللہ کہ از یشان این چنین معصیتے سر برزند بالجملہ و بعد از چندگاہ ہم در زندان جان داد۔ بعضے مردم بعد از مردن پاے او را بستہ در بازار کشالہ (کشان) کردند و در یک گوشہ انداختند۔ آخر در زیر قلعہ دہلی نزدیک کشک بُرز دفن یافت۔ شیخ یعقوب کشمیری نقل می کردند کہ جماعہ مہمانانِ پیش او بودند و طعام تناول می کردند۔ یکے از ایشان میل جغرات اظہار کردوے ظرف جغرات بستہ بیرون آورد و پیش مہمان نہاد، در ہمین اثنا زنے گریہ کنان آمد کہ یکے غلام بچہ سیاہے، سر وتن برہنہ دیگ جغراتِ مرا کشیدہ در حرم سراے حضرت شاہ آوردہ است۔ چیزے بآن زن دہانید و باز گردانید۔ می گفتند کہ این ہا بسبب تسخیر جن بود کہ او داشت۔ و او را مریدان وخلفاء بسیار بودند و بعد ازین واقعہ کمتر کسے بر محبت واعتقاد او راسخ ماندہ باشد۔ شیخ محمد عاشق کہ در سنبھل بود مرید وخلیفۂ او بود۔ و این شیخ محمد (عاشق) مردے بغایت نیک و درویشے صاحب صدق و حالت و ہمّت ومجاہدہ بود۔ شیخ حسین[2] سرمست کہ در سکانو بود نیز مرید او بود۔ انتہیٰ۔

خواجہ عطاء اللہ کشمیری

صاحب احوال شریف ووسیع است۔ طریقۂ آزادی وتجرد را با معاملت نیک بہم

[1] در اخبار الاخیار ''ہر دو بزرگ'' نوشتہ است۔ [2] در اخبار الاخیار ''ہر کانو'' نوشتہ است

دارد وے ہم در حالتِ عبودیت مستہلک است و ہم در مرتبت عبدیت مقید۔ این شعر استاد امروز بروے صادقست

طرزِ بے قیدی عجب قیدیست بے قیدانہ باش　　گاہ گل گہہ بلبل و گہہ شمع گہہ پروانہ باش

اکثر چیزے کہ بدست وے (از روے فتوح) می افتد، صرف فقیرانِ باب اللہ می کند و محقرے بہ نفقۂ متعلقان فرا می دہد۔ فکر معیشت اصلا دامن گیر ہمّت وے نیست، زندگانئ خوش دارد۔ شیخِ من روشِ وے را نیک می پسندد و می گوید۔ طریقۂ وے سخت شگرف افتادہ است و وے با شیخ من غایت نیاز آوراست و اشعارِ خود را گاہ ہا پیش شیخ من می آرد و می خواند و الطاف و اصلاح می خواہد و اکثرے از آن در محل قبول می افتند و صحبتہاے خوش می گذرد۔ روزگارے کہ مخدوم زادہاے سرہند بعزیمت سفر حجاز برآمدہ و بدہلی رسیدہ اند وے بملاقاتِ آنان برآمد آزادانہ و مستانہ و سر و پا برہنہ، شبانگی ہمہ را دریافت و سخنانِ بے تکلفانہ بمیان آورد ہر ہمہ متحیر ماندند و در شگفت شدند، چہ طریقہ این ہا تقویٰ و ورع است و شیخوخت و عظمت۔ و بہمان حال باز بشیخ من رسید شیخ من پرسید۔ چہ حال دارید و در کجا بودید گفت پس از مدّتے مخدوم زادہاے سرہند بشہر ما رسیدہ اند، عزیز انند و مہمانان و پیرزادہاے ما۔ رفتم و دیدم و محظوظ گشتم و محظوظ کردم۔ این چند بیتے است از وے

از بے خودی بزلف تو دل خانہ کردہ است　　این شیشہ را حوالے بدیوانہ کردہ است

تا آشنا شدہ بمن آن یار آشنا　　از خویش و آشنا ہمہ بیگانہ کردہ است

ہم خانہ یار با من و من دور از و عجب بیگانہ آن نکردہ کہ ہم خانہ کردہ است

روزے وے تمامی اجزاے اشعارِ خود را بکنار دریاے جون بردہ بمحل کہ شیخ شرف الدین (بوعلی قلندر کتب خود را در آب انداختہ است و دور نشستہ و چون شیخ شرف[1] الدین) جذبہ براندوختہ و در آن وقت نیز گویند از زبان شیخ شرف الدین این ہندی برآمدہ بود

کاکت سیی بہادیا کت مِنہ واکت تہیں ناکت سون من لاو جاگت تاکت پائی

در ''اخبار الاخیار'' است کہ شیخ شرف الدین از مشاہیر مجاذیب اولیا و صاحب آیات و کرامات بودہ۔ در اوایل تحصیل علم کرد۔ مدّت سی سال بدرس و افادہ مشغول بود و در طریق مجاہدہ و ریاضت سلوک نمود۔ در آخر مجذوب مستہلک شدہ و از دائرہ تکلیف برآمد۔ وقتے موے شوارب وے دراز شد۔ کس را مجال نبود کہ امر نقض کند۔ مولانا ضیاء الدین سندھی[2] کہ جوش شریعت در سر داشت، مقراض بر گرفت و محاسن وے بدست گرفتہ قطع شوارب کرد۔ گویند وے ہمیشہ محاسنِ خود بوسیدے و گفتے کہ این در راہِ شریعتِ محمدی گرفتہ شدہ است۔ روضۂ وے در پانی پت است۔ جاے پُر فیض و پُر حالت۔ یُزارُ و یتبرک بہ. وقتے سلطان علاء الدین خواست کہ نیازے بوے فرستاد۔ باین ارادہ یکے از مقربانِ خود را بخدمتِ شیخ نظام الدین اولیاء فرستاد کہ رخصت امیر (خسرو) از شیخ حاصل کند۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

[2] مصنف ''نصاب الاحتساب (عربی) ہم عصرِ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بود۔

ایشان بعد از تامّل بسیار باکراہ قبول فرمود۔ امیر (خسرؔو) را رخصت دادند
نصیحت کردند کہ ہر چہ شیخ شرف الدین گوید بر آن اعتراض نکنی و بدل و جان مسلّم
داری۔ چون میر بحکم سلطان علاء الدین بیادگار و نیازے کہ ہمراہ کردہ بود بہ
پانی پت رسید۔ خادمان از آمدن میر خسرؔو خبر کردند باین طریق کہ میر فرستادۂ
مولانا نظام الدین از دہلی بخدمت شیخ آمدہ۔ اجازت فرمود۔ چون بشیخ رسید۔ شیخ
بزبان ہندی گفت۔ ''خسرؔو میری توی (یعنی)، ترا می گویند'' میر کُلہ برزمین نہادو
گفت۔ من بندہ را باین لقب می خوانند۔ شیخ گفت ازان (شعر ہاے) خود
چیزے بگو۔ میر این غزل خواند

اے کہ گوی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آنچنان دشوار نیست
عاشقان را در جہان یکسان نباشد روزگار
زانکہ این انگشتہا بر دست من ہموار نیست
خلق را بیدار باید بود ز آبِ چشم من
وین عجب کآن وقت می گریم کہ کس بیدار نیست
یک قدم برفرق خود نہ وآن دگر در کوے دوست
ہر کہ بیند دوست را بااین و بآن کار نیست
چند گویندم برو زنار بند اے بت پرست
بر تن خسرؔو کدامین رگ کہ آن زنار نیست

بعداز استماع این ابیات شیخ فرمود۔ خسرؔو خوش می گوی، خوش خواہی زیست وخوش
خواہی رفت ازین درویش نیز بشنو و شیخ این ابیات را از خود برخواند

دہیم خسروان بر مانعل اشتر است — خسرؔو کسے کہ حلقہ تجرید در سر است
سیمرغ وار روی نہفتم بقافِ عشق — کوعارفے کہ منظر او عرش اکبر است
عقل کل است علم لدُنّی بعارفان — این عقل وعلم جسمی ورسمی مُحقّر است
درس شرف نبود ز الواح ابجدی — لوحِ جمال دوست مرادر برابر است

از شنید این ابیات میر بسیار گریست۔ شیخ برزبانِ ہندی این سخن فرمود۔ ''روندا ہ
کہ کچھ بوجہداہہ'' میر گفت ''اینہ روندا ہون کہ کچھ بوجہدانان'' ازین سخن ش
خوشوقت شد ونعمت ہا وکرامت ہا بر میر مبذول داشت۔ خادمانِ شیخ باشارۂ ش
تا سہ روز بخانقاہ بردہ، مہمان داشتند۔ بعد از سہ روز میر را رخصت فرمود
یادگارے برائے شیخ نظام الدین و برائے سلطان علاء الدین فرستاد و بسلطان د
کلمہ باین مضمون وعبارت نوشت کہ علاء خلج فوطہ (دار) دہلی مقرر داند ک
بابندگانِ خدائے تعالیٰ زندگانی نیکو کند'' گویند چون نوشتۂ بر سلطان رسید بعضے ا
اہل غرض برائے برانگیختن با سلطان گفت کہ بادشاہ وخلیفہ این چنین نوشتن چو
روا شد۔ گفت اے نادان ہزار رحمت برمن کرد کہ فوطی برمن مستقیم داشت۔

شیخ ابوالمعالی بلگرامی

مرید پدرِ خود است، اہل صلاح ومعاملت با مشربِ (توحید) اوسعِ طریقت

ظاہر و (لطیف بہ) باطن۔ مشائخ بسیارے را دریافتہ و مرذوق گشتہ۔ با شیخ من آشنا است و نیازمند۔ و شیخ من طورِ وے را خوش می کند و وضع وے می پسندد۔ روزے در اوایل وے پیش شیخ من آمد بلباس قرّایان بریشے دلنشینے۔ فرجی نفیس در بر و عمامۂ لطیف بر سر۔ شیخ من از دیدن وے خوش شد و سخنان این راہ بے تکلفانہ بمیان آمد و صحبت گرم گشت تا شیخ من از روے طیبت بوے گفت کہ ہاں شیخا! اگر ترا باین لباس و باین حال بتماشاے بازار و نظارہ لولیان شرین کام ببرم، چون کنی؟ گفت۔ خداوندگار، فرجی خود را از بر بر آرم و در زیر بغل در آرم و عمامۂ زیرکی از سر بردارم و بکمر بر بندم و برکابِ تو شوم بہر جا کہ برانی بروم و در ہر جا کہ بدوانی بدوم و نیز گفت از دولت سعت مشرب، امانت سجادگیٔ پدر را از سر واساختہ ام و بر سر پسر انداختہ ام و من فارغ البال گشتہ و ہم از رسوم و طریقہ آباے کبار خود و مشائخ بزرگوار خود خالی و عاری نیستم (گشتہ ام) درین اثناے شیخ (پنج) آیتے از کلام مجید بحنجرہ خوشے و تجوید دلکشے برخواند و دیگر سخنانِ غریب و لطیف بمیان راند چنانکہ وقتِ شیخ من خوش گشت و روسوے من کرد و فرمود این جماعہ است از مقبولان خدا۔ من بخود گفتم کہ خواجہ شیراز نیک گفتہ

بس نکتۂ لطیف بباید کہ تا کسے مقبول طبع مردمِ صاحب نظر شود

من وے را چند بار دیدہ ام و از عذوبتِ کلام وے مسرور گردیدہ۔ روزے من بقصد زیارت و عرس شیخ نظام الدین اولیاء تنہا بر آمد و براہ بازار می شدم۔ دیدم کہ وے ہم پیش پیش ہمی رود تنہا۔ دریافتم و گفتم ہاں شیخا! بشنو سخنے است لطیف و نکتۂ

ظریف کہ انیک من تنہا بتو رسیدم وہم ترا تنہا دیدم وحالے کہ ہر دو باہم می رویم ہم
تنہا ایم۔ ازین نکتہ ہر دو محظوظ شدیم چہ این سخن بسرِ مخفی از حقیقت مطلقہ نشان می
دہد۔ چنانکہ شیخ من در رسالہ ''نور وحدت'' می آرد کہ علامتِ وصول بحقیقت مطلقہ
آنست کہ انانیت کہ از تو سر می زند بر ہمہ چرا (چیز) اطلاق باید کرد، بے تکلف ہمہ
چیز ہا (را) ''انا'' توانی گفت۔ این جا معلوم شود کہ حجاب جز تعیّن انانیت نیست۔
انتہیٰ۔ وہم شیخ من در شرح رباعیات خود گفتہ است این دو رباعی۔ رباعی

پیدا چون آفتاب ہر سو مائیم ہم در صحرا وہم بہر کو مائیم
مارا می جوی و از پئے ما می باش چیزے دیگر مجو کہ خود او مائیم

رباعی

وے دلبر من چہ خود نمای ہا کرد جان ہا بخشید و دلبرای ہا کرد
بیگانہ نمود و آشنای ہا کرد در صورت بندگی خدای ہا کرد

آخر در آن شب عرس ہر دو تمام شب در صحن روضۂ منورہ خوش گذراندیم۔ چہ
حکایات رنگین از طریقۂ عشق و چہ نقل ہاے شیرین از احوال مشائخ کہ بظہور
نیامدہ۔ پس از سالے چند شیخ من با جمعے یاران در صحن روضہ قدمگاہِ رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم رفت ونشست کہ ہمہ قوالانِ شہر در آن جا آن روز سرود نسبت
می گفتند و آن سرود در پردۂ یمن می گویند۔ درین اثناء ابوالمعالی پیدا شد با حال
ضعیف واز کمی بصارت۔ شیخ مرا نشناخت من آواز کردم۔ آمد و بنشست۔ شیخ من
پرسید شیخا! چہ حال داری؟ گفت۔ بزرگا! حالِ من آنست کہ بزرگے را پرسیدند

چہ حال داری؟ گفت چون باشد حالِ کسے کہ خدا از وے طاعت خواہد و مصطفیٰ (حضرت محمد) سنت و ملک الموت جان و فرزندان مال۔ مرا از مشاہدہ حالتِ نحافت وے این ابیات استاد بیاد آمد کہ۔ (مثنوی)

چون عمر از دہ گذشت یا خود از بست — نشاید مر ترا چون غافلان زیست
نشاط عمر باشد تا بہ سی سال — چو چل آمد فرو ریزد پر و بال
پس از پنجاہ نباشد تندرستی — بصر کندی پزیرد پاے سستی
چو شصت آمد، نشست آمد بدیوار — بہفتاد آمد افتاد آلہ از کار
بہشتاد و نود چون رسیدی — بسا محنت کہ از گیتی کشیدی
چون سال خویشتن تا صدرسانی — بود مرگے بصورت زندگانی

شیخ محمود سنبھلی

از مریدانِ شیخ نور محمد سنبھلی است کہ ذکر وے گذشت و از تلامذۂ شیخ فاضل سنبھلی کہ ہم ذکر وے گذشت۔ اہل صدق و راستی بود و در کار شریعت سخن درست گفتے و بآن (استقامت) میل خاطر بسرود داشتے لیکن خود را بطور صوفیان اہل سماع فرود نیاوردے۔ روزے من دیدہ ام وے را کہ در مجلسے سخت گرم بسماع اندر آمدہ است۔ و در لحہ نیز با فاقت آمدہ۔ و ہم وے خوش لہجہ بودہ است۔ شبے این بیت بدرمی گفت، (این شعر) وے بدلہا اثر داشتہ بود

مست اند کشتگانِ تو ہر سو فتادہ اند — تیغے ترا مگر کہ بے آب دادہ اند

وے درایام طالب علمی دیوانِ انوری وخاقانی ہم بفہم وشوق پیش استادمی گذارد۔ وقتے من از پیش شیخ خود بسنبھل آمدم وے مرا بگوشہ برد وگفت بتعجب بل بتعصب کہ اعتقادِ شیخ خودترا دربارۂ توحید وجودیست یا شہودی۔ گفتم اعتقادِ شیخ من مطابق اعتقادِ صوفیۂ محققین است مثل شیخ ابن عربی ومولانا عبدالرحمٰن جامیؔ واگر نیک بنگری شیخ من داخل این جماعت است ودر کتب این جماعہ توحید وجودی ایراد یافتہ نہ شہودی۔ ازین سخن وے برآشفت۔ وبراعتقاد وعلماے ظاہر می گفت چون راست می آید کہ کثرت عین وحدت شود گفتم وحدت وجودی از معارف مقررۂ این قوم است۔ بعد ازآن از کتبِ بعضے مشائخ چنان معلوم شد کہ وحدت دوگونہ است شہودی ووجودی۔ ووجودی فوق شہودیست وضروری درین طریق شہودیست نہ کہ وجودی۔ وبعضے دیگر از مشائخ چنان نوشتہ اند کہ وحدت نیست مگر شہودی یعنی درواقعہ وجود متعدد است ووحدت از احکام شہود است۔ این جا بخاطر می رسد کہ چون شہود مطابق وجود نبود از امتداد (اعتبار) خارج بود وحالانکہ اکابر وجود و وحدت را معتبر داشتہ اند وضروری دانستہ ونہایت این کار گفتہ عروجاً۔ آخرالامر چنان ظاہر شد کہ شہود بہر مرتبہ کہ منتہی شود از فروع صفت علم است وبالاتر از علم قدمے ندارد۔ وعلم کار او تقدیر است وتکثیر۔ نہ افراد وتوحید۔ پس وحدت نباشد مگر بحسبِ وجود۔ وحدت وجودی است نہ کہ شہودی۔ شہود نسبت است کہ موجبِ اثنینیت است۔ وجود است کہ ''من حیث ھو'' اسقاط کنندہ ہمہ نسبت ہا واضافات است وکثرت را بوحدت راجع ساختن (خوبست) چہ وحدت صفت

نفس الامری است و دلائل وحدت کہ بزرگان نوشتہ اند ہمہ بر وحدت وجود دلالت دارند نہ بر وحدت شہود و من حیث الشہود ..... فقط۔ اگر بانصاف در آن نظرے کردہ شود بر حقیقت اطلاع میسّر گردد و آن دلائل کم از ان دلائل نیست در قوۃ علماء ظاہر بعضے از دلائل مستنبطہ خود را کہ مخالفِ آن دلائل را مبتدع خوانند آوردہ اند حالانکہ در صور مخالفات کہ میان صوفیہ و متکلمین در بحث وحدت وجود و غیر آن واقع است چون بنظر انصاف دیدہ شود ظاہر شود کہ جانبِ صوفیہ نظر بظاہر قرآن و حدیث و نظر بدلائل عقلیہ قوی و راجح۔ است و احتیاج بتاویل اخیار[1] علمائے ظاہر را برائے آن افتاد کہ فہم نتوانستند (نتوانستن) کرد و بحقیقت نرسیدند و ندانستند کہ تاویل نا کردن بہتر است و بعد حصول علم متوجہ بتصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس باید شد تا حقیقت ظاہر و متجلی شود و علم نفس الامری متحقق گردد۔ چون من این مقدمات کہ مجملے گفتم سید محمود گفت۔ ازین سخنان تشفیٔ خاطرِ من نمی شود و در دل نمی نشیند۔ گفتم کہ این معنیٰ بہ گفتگو راست نمی آید۔ ہرگاہ ترا باین علم و باین دولت و نعمت سرے خواہد بود و صحبت و ملازمتِ فقیرے را خواہی گزید، خود خواہی فہمید و خواہی پسندید چہ این علم بسیار غامض است و دقیق و وجدانیست نہ کہ علمی و در بیان دانشمندی راست نیاید۔ فہم من (فہم و ذاق من[2]) ذاق۔ ندیدہ کہ اندر کتاب ''رشحات'' نوشتہ کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ در مبادیٔ حال در شہر بخارا بہ تحصیل علوم اشتغال داشتہ اند۔ روزے درمیان کاروبار بر استادِ خود امام صدرالدین نام بزرگے از کبار

---

[1] در نسخۂ ندوہ ''اختیار'' [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

علماءِ زمان تفسیر می خواندہ اند۔ باین آیۃ رسیدہ اند کہ ''اُدعُوا رَبَّکُمْ تضرعاً و خفیہ انہ لایحب المعتدین ''۔ از استاد پرسیدہ اند کہ حقیقتِ این خفیہ (و) طریقۂ وے چیست؟ اگر ذاکر بلند می خواند و یا در وقتِ ذکر باعضا حرکت می کند غیرے بران اطلاع می یابد و اگر بدل می گوید شیطان بحکم حدیث ''الشیطانُ یجری فی ابن آدم مجری الدم''۔ واقف می شود۔ استاد فرمود این علم لدُنّی است اگر حق سبحانہ خواستہ باشد از اہل اللہ کسے بتو رسد و وے ترا تعلیم کند۔ حضرت خواجہ عبدالخالق منتظر بودند تا وقتیکہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام بایشان رسیدہ اند و وقوف عددی مرایشان را تلقین کردہ۔ انتہیٰ۔

شیخ من در شرح این سخن نوشتہ کہ این علم لدُنّی است.....الخ۔ الحق حصول حضور از نزدِ حق است و موہبت است و وقوف عددی مرایشان را تلقین کردہ یعنی طریقہ ذکر کہ سبب حصول آن علم لدُنّی است۔ انتہیٰ۔

وقتے کہ شیخِ من از دہلی بسنبھل آمدہ و در منزل شیخ محمد حارث بن شیخ تاج الدین نزول فرمودہ، سید محمود ہر روز پیش شیخ من می رسیدہ است و نیاز و اخلاص بجا آوردہ۔ ہمانا ذوقے از آن علم وجداناً نصیب وے شدہ است۔ واللہ اعلم۔ و وے با پدرِ من دوستی نیک داشتے و صحبت ہاے بمیان بودے و بر من لطف نمودے۔ وفاتِ وے در اوایل شوال از سال ہزار و سی و ہشت (۱۰۳۸ھ/ جون/۱۶۲۹م) و قبر وے مابین سراے ترین و خانہ وے۔ امروز سید مسعود پسر وے صالح است و اندر غربت استغنائے نیک دارد۔

شیخ عبدالرحیم سنبھلی

از اولاد شیخ فتح اللہ شیرازی است۔ پر ذوق بود و با استقامت۔ روزگارے وے بدہلی رفتہ بود۔ بدیدار مشائخ، ہر کجا کہ شدے معزز و مکرم گشتے و مقبول۔ چندگاہے بنسبتِ وطن و معرفت سابقہ با پدرِ من بودہ و صحبت ہاے نیک بمیان گذشتہ۔ طلعتِ نورانی داشت۔ من در ایام صبا وے را بدیدے در خاطر اندیشیدے کہ اولیاے گذشتہ ہم برین قیاس خواہند بود۔ تفاوتے از راہِ تقدم است و تاخر۔ وفاتِ وے در سال ہزار و بست و انداست (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۰م) گویند شیخ فتح اللہ برادرِ بادشاہ شیراز بود، از فرزندانِ شاہ ابوتراب شیرازی۔ روزے وے ہمراہ بادشاہ بشکار رفت۔ شاہ تیر را بر آہو خطا کرد و وے راست بر آہو، زد۔ ازین معنی شاہ را غیرت شد و خواست وے را مسجون سازد و ایذاے بلیغ رساند۔ یساولے کہ ہمراہ بود از نیت بادشاہ واقف شدہ بوے گفت۔ حال اینست۔ برو ہر کجا خواہی۔ وے از خانہ برآمد و عزیمتِ سفر حجاز کرد۔ در اثناے بہ راہ شاہ جمال نام بزرگے صاحب کمال و علم و حال ملاقات نمود و مریدِ وے گشت و آن جا بماند۔ شاہ تمامی مالِ وے را بغارے مدفون ساخت و وے را بر فقر استقامت داد۔ بعدہٗ خواست کہ دختر خود را بحبالۂ عقد وے در آرد۔ و آن دختر و مادرش از حالت خاکساری وے عار آوردند و از روے غیرت زہر در طعامش نہادند و بوے خوراند۔ وے بے ہوش افتاد۔ شاہ خبر یافت و قدرے آب براے شفاے زہر بخوردنِ وے داد۔ بر

فور شفا یافت۔ بعدہٗ باہل خود گفت کہ چرا چنین کردی؟ گفت گدائے ریزہ خوار را دختر ما مناسب نیست۔ گفت نامداری (مالداری) می خواہی۔ گفت آرے۔ تا شاہ آن خزینۂ دفینہ را کہ بے وقوف کسان پوشیدہ بود، برآورد و بوے سپرد، تا نکاح وے منعقد گشت۔ پس از آن وے باہل خود بہندستان آمد و در امروہہ سکونت گرفت و دران زمان امیرے بود در سنبھل گاہ ہا بدیدار وے شدے و نیازمندی ہا نمودے۔ آخر گفت شیخا! در سنبھل قدوم ارزانی فرمای تا ہمان جا از صحبت تو مستفیض شدہ باشم وے آمدہ جاے را خوش کرد۔ در آن جا اقامت گرفت و بسا کس از صحبت وے بہرہ ور گردید و از حضیض بُعد وارستہ بہ پایگاہ قرب رسید۔ وفاتِ وے در سالہ نہ صد و ہشتاد و اند است (۹۸۰ھ/۱۵۷۲م) و قبر وے در سنبھل۔ یکے از اولادِ وے شیخ شکر اللہ بن شیخ نصر اللہ امروہگی (امروہوی) نیک مرد و مُنبسط الحال با من لطف دارد۔

شیخ بایزید دہلوی

مرید شیخ بہاء الدین میرٹھی است۔ صاحب اخلاق نیک است و ہمّت عالی۔ دعا و اعمال و اشغال غریبہ دارد۔ ہر خرد و بزرگے کہ بوے می شود از خلق و احسانِ وے خوش بر می خیزد۔ با شیخ من نیک آشنا است۔ وقتے کہ من با رستم خان دکنی بودم و وے مرا دہلی فرستادہ بود برائے کارے و مدّت دراز پیش شیخ خود سعادت اندوز بودم و ہمدر آن ایام خان را مہمّے پیش آمد کہ می باید بقندھار رفت۔ مرا نوشت کہ مرا

بجہت رفعِ این مہم بدرویشانِ اہل دعوت رجوع نمای، چہ سر و برگ آن مہم نماندہ۔ من از شیخ خود پرسیدم ازین قسم درویشے را نشانی بنمای۔ فرمود شیخ بایزید بس خوب است۔ رفتم و وے را دریافتم و آن مہم را از قبل خان عرض کردم اولاً گفت فردا باز آی تا درین شب انچہ بر من ظاہر شود بتو گویم۔ قبول کرد آخر بخود گفتم کہ نمازِ دیگر رسیدہ است بہتر کہ باوے ادا کردہ، برخیزم۔ چون از فرض عصر فارغ شدیم (وے) و خادم وے بسجدہ رفتند و تا دیر در سجدہ ماندند۔ بعد از سر برآوردند، وے بمن گفت کہ جوابِ شما را کہ وعدہ بفردا می کردم ہمین زمان در سجدہ یافتہ ام و این است کہ خانِ شما از آن مہم خلاص یافت۔ شما بخان بنویسید کہ ختم صغیر سورہ اخلاص بجمعے صلحا قسمت نمودہ بانصرام رساند و تصدق بدہد۔ چون من این حرف را بخان نوشتم، بعمل آورد و تا پشاور رسیدہ بود از آن جا مہم موقوف شد و باز بمراد آباد آمد۔ من از بعضے یارانِ وے پرسیدم کہ شیخِ شما بعد اداے نماز بامداد و نمازِ دیگر سجدہ را لازم دارد، چون است و وجہ آن چیست؟ گفتند۔ این سجدہ را سجدۂ نیاز می گویند و پیوستہ باوقاتِ مذکورہ بجانب حضرت غوثِ اعظم نیاز تام بجامی آرند و اسماے آن حضرت در سجدہ می خوانند۔ وقتے مریدِ وے کہ خالی از جنون نبود پسرِ دوازدہ سالہ (اُو) را بتقریب ضیافتے بخانۂ خود برد و بند بند آن پسر را بہ خنجر آبدار جدا ساخت و در ہر طرف انداخت۔ بادشاہ آن قاتل را حوالے بوے کرد کہ بکشد۔ وے گفت ''از کشتن او مقتول نخواہد زیست''

وکیل کرد و صبر ورزید۔

شیخ حبیب محمد دہلوی

صالح مادر زاد بود۔ اخلاق سخت نیک داشت وغربت وشکستگی ازآن عالی تر۔ طریقۂ سنیۂ وے یادے از گذشتگان دادے۔ دراوایل کہ من بخدمت شیخ خود سعادت اندوز بودم۔ وے رامی دید کہ گاہ ہا بشیخِ من رسیدے وشبہا باشیدے وگاہ شیخ من بوے شدے ومن ہمراہ می رفتم۔ صحبت ہا بس لطیف وعجیب کہ رودادے واکثر شبہا زندہ داشتندے وگاہ ہا این صحبت درروضہ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ دست دادے وتمام شب باسخنان ذوق ومحبت کہ بالاتر ازآن صورت نہ بندد، بروز آوردے۔ درآن ایام کہ این قسم احوال حیرت آمود وہیجان اندود، درشیخ خود مشاہدہ می کردم، حیران می شدم کہ این چنین احوال وواقعات از ہیچ کس ندیدہ ام بل از کسے نشنیدہ وتقریبے ازآن حال مجملے درخاتمہ خواہد آمد۔ ان شاء اللہ سبحانہٗ۔

شیخ حبیب محمد باشیدنِ (ہر) شبان روز چہار شنبہ درروضۂ شیخ نظام الدین قدس سرہٗ لازم گرفتہ بود ویکبار درآن مقام چلہ نشست واحوالِ نیک بایستہ بہم رسانید وہم درچلہ برفت از دنیا، درسال ہزار وچہل داند (۱۰۴۰ھ/۱۶۲۰م) وقبروے نزدیک بخانۂ ویست۔ امروز شیخ رحمت اللہ معروف باخیاء از اقربائے ویست۔ وے مرید شیخ یحییٰ گجراتی است۔ وے حصور است وصالح۔ غربت وشکستگی از چہرہ وے پیداست۔ وے ہم باشیدن اندر روضہ درشبہائے معہود لازم گرفتہ بود۔ وے گوید کہ آنچہ مرا رسیدہ از عنایت شیخ نظام الدین اولیاء است۔ وے

بادوستان دیرینہ وفاے ورزیدہ است وراہے کہ گزیدہ است در ہیچ جاندیدہ واز کسی نشنیدہ۔ گویند شبے تنہا نشستہ بود وآن شب بست وہفتم ماہ رجب بود۔ یکبار روشنی از غیب ظاہر شد کہ عالم را روشن ساخت بطورے کہ خط کلام مجید را بدان روشنی نیک توان خواند ودر لحہ برطرف شدہ۔ ہمانا این نور، نور شب قدر باشد۔ واللہ اعلم۔ پدرِ من گفتے کہ چون من شنودہ بودم کہ ہر کہ چہل چہار شنبہ بطرف مزار شیخ نظام الدین اولیا بے ناغہ برسد۔ ہر مرادے کہ داشتہ باشد، حاصل گردد۔ من وقتے کہ داروغہ سراے کٹرہ شیخ فرید بخاری بودم، بہ نیتِ مطلبے عزیز چہل چہار شنبہ متصل بدان مقام رفتم، لیکن در آن مدّت دہ ماہ موانع شدیدہ از راہ باد وجکر (جھکّڑ) وباران وسیل وغیرہ ذالک بمیان آمد وباز نماندم وآن مطلب حاصل شد۔ من در آن مدّت فرصت کہ در دہلی بخدمت شیخ خود می باشیدم واکثر چہار شنبہ بزیارت قبر شیخ نظام الدین اولیاء می رسیدم گاہ ہا تمام شب در روضہ می گذراندم۔ در آن جا ہندوے سپید ریش را می دیدم کہ تمام شب مقابل قبر شیخ ایستادہ صبح می کرد ومی رفت وداس نام داشت۔ از زبانِ مردم بسیارے شنودہ ام کہ وے در اوایلِ حال مفلس بودہ است۔ بعد از آن ہر روز برسیدن بہ آن مقام در شبہاے پنج شنبہ ایستادہ گذراندن اندر آن صحن لازم گرفتہ است وہیچ پنج شنبہ از وے فوت نشدہ منعم حال گردیدہ وبجمعیت صوری رسیدہ۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ در مبادیٔ حال کہ در ولایتِ شاش می بودہ اند بزیارتِ قبر شیخ ابوبکر قتال شاشی را مداومت می نمودہ اند ومی فرمودہ اند کہ حضرت شیخ بحسب روحانیت بغایت مدد

معاون اند۔ منقولست کہ روزے اسماعیل اتا، کہ ذکروے در سلسلۂ خواجہ احمد (بسوی) قدس سرہٗ ایراد یافتہ از پیش قبر شیخ می گذشتہ است از بعضے مردم آن جا پرسیدہ کہ از وفاتِ شیخ چند سال گذشتہ۔ گفتہ اند۔ بسے (زمانہ) گذشت و تاریخ یاد کردہ اند۔ اسماعیل اتا، گفتہ کہ گاہ (بسے) بودے بکارے نمی آید'' فی الحال مقارن این مقال از ہوا برگِ کاہے فیروز آباد (بہ قبر آمدہ) و در چشم وے افتادہ۔ ہر چند سعی کردہ اند، بیرون نیامدہ و در چشم وے می خلید تا کار بجاے رسیدہ کہ آن چشم ضائع شدہ است۔

شیخ قایم محمد

بن شیخ طٰہٰ جوانے بودہ است با مروت و فتوت و معاملت۔ وے در اوایل بطالبعلمی پیش شیخ من مستفید بودے، شبہا در حجرۂ مسجد جامع فیروزی بجمعیت گذراندے۔ در آن اثناء طلب این راہ بدلِ وے پیدا آمد و ہم از پیش شیخ من ملقن بذکر باطن شد و اندرین طریق مناسبتے نیک بہم رسانید و بہرہ ور گردید۔ چون پدرِ وے از سر برفت وے سجادہ نشین شد۔ در طریقہ توکل چون پدر بود و در اخلاق و فتوت مہ از پدر سلسلہ آباے وے چشتیہ است و وے بآن رعایت طریقہ نقشبندیہ بوجہ احسن بجا می آورد و جہندہ (معہذا) اندر مکاتبت نام خود را باین عبارت نوشتے کہ قایم بہاء الدین۔'' وے بر طریقہ آباے خود براے تعظیم ہیچ کس برنخاستے لیکن چون شیخ مرا بدیدے بنہجے استقبال کردے و مشایعت نمودے کہ رعایت ہر دو طریقہ ملحوظ داشتے۔ وے مقبول شیخ من بودہ است۔ من برفاقت وے سیر دہلی بسیار کردہ ام

وزیارت قبور مشائخ کبار نمودہ۔ وے گفتہ کہ وقتے مرا در ایام گرما ہوائے آب سرد شورہ خاست۔ آلاتِ آن مہیا کردم واز پئے سرد ساختن آب شدم درین اثناء پدر من آن جا عبورے کرد و مرا بدان حال دید گفت۔ ''بابا، فقرا را باین نوع چیز ہا ہیچ مناسبتے نیست'' بادب ایستادہ وترک آن کار کردم، چون پدر بجائے دیگر رفت مرا ایام شباب نگذاشت کہ مطلق ترک آن کنم۔ باز در پئے مشغلہ شدم۔ ہر چند قصد کردم وآبِ تازہ وشورہ بکرات انداختم، آب ہیچ سرد نگشت واز مرتبۂ خود نہ برآمد خاطرم سرد شد ودانستم کہ این تصرفِ پدر من است۔ وقتے وے را مرض طاعون لاحق شد وبیخود گردید واندر آن بے شعوری از اوراد ووظائف باز ماند وبرفت از دنیا در سال ہزار وشصت وہفت (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷م) قبر وے وپدر وے وجد وے در یک گنبد یست پیش مسجد بر درِ وے۔ من تاریخ وے بدیہہ گفتم کہ ''آہ شیخ قایم''۔

شیخ محمد (درویش محمد[1]) وشیخ شاہ محمد

این ہاسہ برادر بودہ اند، پسرانِ شیخ محمد عادل۔ درویش محمد برادر میانۂ ایشان را من ندیدہ۔ گویند در طریق فقر واستقامت وتوکل وقناعت یگانہ بود ودر راہ سلوک و ریاضت ومجاہدہ ومشاہدہ بے نظیر بود وبرفتہ از دنیا در سال ہزار وہشت (۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰م) وقبر وے بر درِ ویست۔ امّا شیخ محمد برادر کلانِ اینان، بزرگ بود صاحب احوال واخلاق واوصافِ ستودہ داشت۔ وے مرید پدر خود است واز صحبت پدر

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ در متن این نسخہ

فواید این راہ یافتہ۔ من وے را چند بار دیدہ ام در منزل وے کہ در ''پُرانہ باس'' (بانس) است۔ بر من لطف وعنایت داشتے۔ در شب طوی پسر وے شیخ امام کہ جوانے نیک بود (و) ہم در جوانی برفتہ از دنیا۔ میر سید فیروز و شیخ مصطفیٰ و من و دیگر برادرانِ فریدآباد حاضر بودہ اند۔ آن گاہ وقت روانہ کردن عروس از خانہ پدرش شیخ محمد را از استماع سرود مغنیا کہ در آن وقت معین دارند ذوقے در گرفتہ است۔ گریہ ہا می کند و فریاد ہا می زند و از مشاہدہ این حال وے جمیع شادی کنان، گریہ کنان بودند و من ہم یکے از آنان وقتے بغایت خوش بود۔ در آن وقت این مضمون بدل جوش زدہ بود لیکن این زمان این مطلع بظہور آمد کہ

دوستان را گریۂ شادیست بر رخسارہا　　یا کہ شبنم اوفتادہ بر سرِ گل زارہا

وفاتِ وے در سالِ ہزار وسی و دو است (۱۰۳۲ھ/۱۶۲۳م) و قبر وے ہم بر در وے پیش مسجد۔ شیخ شاہ محمد، مرید درویش محمد برادرِ خود است، مستقیم الحال صاحب ذوق و شوق۔ در اوایل، وے لشکری بودہ است، جوانِ خوش منظر مردانہ بفہم و فراست وے ورزشے داشتے کہ با جمیع سلاح از زمین بر جہدے و بے یاری دست بر پشت اسپ رسیدے و زیادہ تر ازین بشنو کہ وے اندر میدانے کمانِ بے زِہ آوردہ را (جاے) انداختے و تیرے را بزمینے و شستے را جاے دیگر نشاندے و اسپے را بے ساز براندے و کمان را از زمین در گرفتے و شستے را از جاے گرفتے و بزِہ در آوردے و از جاے دیگر تیرے را شستے بر کشیدے و بر نشانہ انداختے و گاہ بودے کہ نشانہ را دو شق ساختے۔ پس از آن بر (اچانک جذب الٰہی رسید و) وے

ک این ہمہ ہوا و ہوس ساخت و ہمہ را در راہِ او سبحانہٗ درباخت وخود را پاک
درین راہ درانداخت وبعجز وغربت درآمد نہ بحول وقوت۔ در ''نفحات الانس''
ست کہ عبداللہ منازل گوید ہر کہ درین کار بزور درآید، فضیحت شود و ہر کہ بضعف
رآید قوی شود۔ یعنی بہ نیاز و خدمت وارادت درآید نہ بدعویٰ وقوت۔ انتہیٰ۔
روز شاہ محمد را در طریقۂ فقر وتوکل وانزوا وعزلت دوازدہ سال است کہ پا برجا
ارد و بخانہ ہیچ کس از فقرا واغنیا نمی رود حتیٰ کہ بزیارت مشائخ وقبور مشائخ۔ با شیخ
ن نیاز واخلاص دارد وشیخ من وے را از فقرائے باب اللہ وا می نماید وسخت نیک
ں ستاید۔ یکبار شیخ من از فرید آباد بمنزلِ خود می آمد چون خانۂ وے برسرِ راہ بودہ
ست۔ من عرض کردم کہ وے را بقدوم میمنت لزوم مستفید فرمایند۔ پسند فرمود و
ے شدیم۔ وے آن قدر نیاز وشکستگی صدق واخلاص پیش آورد وعجز وافتقار نمود
کہ وقت شیخِ من خوش گشت وطریقۂ وے پسند فرمود کہ شکستہ دلی اندرین راہ
ینانکہ باید، وے دارد

در راہ ما شکستہ دِلی می خرند و بس بازار خودفروشی زان راہ دیگر است

ے را از آوان شباب با من دوستی واخلاص است۔ در ایام جوانی ہا باہم سیر دہلی و
رید آباد نیک نمودہ ام و در صحبت ہا خوش بودہ ام و تیر اندازی بقواعد وضوابطِ آن
کردہ۔ پس از آن نزدیکی بہم ترک نوکری نمودہ ایم۔ ہم صحبت ہاست نیک بمیان
وہم مراسلات ومکاتبات۔ دعاہا وتوجہاتِ وے را اثریست، بسا اہل احتیاج از

نفس منبع کہ خوشے اکشاد کار ہا می بینند۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' بچہار پنج سال وے

بیمار شد۔ من بعیادتش رفتم در وقت[1] مراجعت از عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس
سرہٗ بخوش وقتی سخنان گفت و شیخ مرا بسیار بیاد آورد و ہمدران بیماری روزے کلمہ
طیبہ را بزبانِ فصیح سہ بار بگفت و برفت در روز پنجشنبہ بست و دوم ماہ ربیع الآخر
سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/ ۱۵/ اکتوبر ۱۶۶۱م) و قبر وے ہم بر درویست۔

شیخ کریم محمد دہلوی

مرید شیخ طٰہٰ ست۔ و از اقربائے وے۔ جوانے بودہ است عابد و پارسا۔ و نو
ریاضت و مجاہدت از چہرۂ وے لائح و پیدا بود و جامۂ غربت و مسکینیت برتن وے
درست و زیبا بود۔ وے[1] را بہرہ نیک رسیدہ بود از شیخ وے مرا ہرگاہ با وے اتفاق
ملاقات افتاد وے کرمے بالاتر از ان متصور نباشد پیش آوردے۔ وقتے وے پس
از فوتِ شیخ خود بجوار روضۂ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ چلّہ نشست و غایت
درجہ تقلیل طعام کرد، آخر بالکل ترک کرد و ضعف و ناتوانی غایت بہم رسانید و از آن
ممروے را ہیچ پروا نشد و باستقلالِ تام می ماند تا کہ نحیف و ضعیف تر گردید و برفت
از دنیا در ماہ شعبان از سال ہزار و پنجا و چہار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) و قبر وے
بر درِ ویست در ''پرانا باس'' (بانس)۔ گویند درویشے بعد فوت شیخ خود پیش شیخ کبیر
کلہ روان سنبھلی آمد و اظہار طلب کرد۔ شیخ از وے پرسید کہ شیخ تو ترا چہ
کار فرمودے۔ گفت در ہر سالے بچلّہ نشاندے با خوراک چہل قرنفل۔ گفت من

---

[1] نسخہ ''چہرہ''

ابا چہل مرغ وحوائج آن بچلّہ نشانم وبنشاند وہر روز یک مرغ وحوائج آن وآرد
ں خوراند وکار او را ہمدران چلّہ تمام ساخت۔ آرے این کار محض از توجہات
نظراتِ شیخ کامل بانصرام می رسد نہ بچلّہ

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین　　سخرہ کند بر دِہہ طعنہ زند بر چلّہ

خواجہ بیرنگ فرمودہ اند کہ حضرت خواجہ احرار فرمودہ اند کہ (اگر) حضرت (حق)
سبحانہ تعالیٰ بر بندۂ بصفت ارادہ تجلی نکند (نمی کند) آن بندہ سلوک اہل اللہ نمی کند
مرید کسے نمی شود۔ ودر رسائل اہل اللہ ہمین سخن است وچون ارادت از پیش حق
سبحانہٗ باشد استقامت بس امر عظیم است از ارواح طیبات این بزرگواران
درخواست ہمّت برائے استقامت البتہ باید کرد۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　　گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
دادیم نشان ز گنج مقصود ترا　　گرما نرسیدیم تو شاید برسد

شیخ محمد و شیخ پیر محمد

ہیسہ ہائے شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری اند۔ قدس سرہٗ۔ صاحب اخلاق ومروت اند
وصلاح ومعاملت۔ اوضاع واطوار نیکوان دارند۔ شیخ پیر محمد اندرین سالِ اتمام
"اسراریہ" کہ ہزار وشصت ونہ است (۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹م)، برفتہ وقبر وے بردر
روضۂ شیخ است۔ ووے با شیخ من نیازمند بود۔ ہرگاہ بدہلی شدے، صحبتِ شیخ
مرا مغتنم داشتے۔ من ہر سال کہ از سنبھل پیش شیخ خود می شوم ومی آیم بزریات قبر

شیخ اللہ بخش مشرف می شوم۔ روزے شیخ پیر محمد مرا پرسید کہ از احوال شیخ خود حکا
برگوی۔ گفتم شیخا! احوال آن عارف باللہ چنانکہ ہست ہیچ وجہ از وجوہ بفہمِ
ناقصان نمی درآید۔ واللہ کہ این سخن نہ بتکلف می گویم بیقین کہ مصرعہ

''ہمچو اوے را سزد تعریف او''

لیکن مطابق فہم خود ہر کسے بَر حسبِ فہم گمانے دارد۔ چنانچہ در ذکر شیخ خود نوشتہ ا
مجملے ازان برگفتہ ام۔ وے گفت فلانے الحمدللہ کہ اکنون خاطر جمع شد چرا کہ ا
زبانِ بعض عوام کہ روش و احوال دوستان او را سبحانہ مطابق طبائع خود برخلاف
(طریقہ بزرگان) می بینند چیزہا شنودہ بودم۔ ازآن در خاطر من نوعے ا
انکارے راہ یافتہ بود۔ من بوے گفتم کہ مردم دانا دوستانِ خدا را برنگ دیگر می بینن
ونادان برنگ دیگر۔ دانا براہ راستی می رود ازآن در دوستی راسخ است ونادان برا
کجی می رود ازآن در انکار استوار است۔ عارف روم گفتہ۔ مثنوی

دید احمد را ابو جہل و بگفت ۔۔۔ زِشت نقشے در بنی ہاشم شگفت
گفت احمد مر و را کہ راستی ۔۔۔ راست گفتی گرچہ کار افراشتی
دید صدیقش بگفت اے آفتاب ۔۔۔ نے ز شرقی نہ ز غربی خوش عناب
گفت احمد راست گفتی اے عزیز ۔۔۔ کاے رہیدہ تو ز دنیاے بچیز
حاضران گفتند کاے صدر الوریٰ ۔۔۔ راست چون گفتی دو ضد را گو چرا
گفت من آئینہ ام یزدان پرست ۔۔۔ گبر و مومن در من آن بیند کہ ہست

یک بارے من از پیشِ شیخِ خود رخصت گرفتہ بسنبھل می آمدم و در پنج و شش منزل

بوطن رسیدہ۔ اتفاقاً ہر روز در ہر منزل چیزے از اسرار غیب ظہور می نمود کہ در خور نوشتن بود و نوشتہ شد و آن رسالہ ''سفر در وطن'' نام کردہ آمد۔ القصہ چون بگڑھ مکتیسر رسیدم و بزیارت قبر شیخ اللہ بخش رفتم۔ حالے پیش آمد۔ مراقب شدم وساعتے در آن مراقبہ ماندم صورتِ شیخ ظاہر شد۔ دیدم کہ شیخ متوجہ بذات مراقبہ نشستہ وبکیفیتے عجیے از وے ظاہر و پیداست وصورت وے چون شیخ محمد است۔ چون بافاقت آمدم از شیخ محمد پرسیدم کہ شکل شیخ چہ طور بودہ است گفت چون صورت من بودہ اسمراللون۔ منقولست کہ شیخ اللہ بخش از کاملان بودہ است، صاحب آیات ظاہرہ وکراماتِ باہرہ۔ خواجہ بیرنگ دروقت آمدن سنبھل شیخ را دیدہ اند چنانچہ در ذکر شیخ رفیع الدین گذشت وتعریف شیخ بسیار نمودہ اند وبجذبہ ستودہ وفرمودہ کہ چون شیخ در ہندستان کسے ندیدہ ام۔ گویند شیخ در مبادی حال اندر طلب حق برآمدہ و سنبھل رسیدہ ودر مسجدے بسر بردہ۔ روزے شیخ حاتم سنبھلی کہ اعلم العلماے وقت خود بود۔ وے را دیدہ و پرسیدہ کہ تو از کدام قومی۔ وے جواب نداد باز ہمین پرسید ہم جواب نگفت۔ سوم بار پرسیدہ کہ اے جوان این نگفتن ترا خود سبب برگوی کہ چیست؟ جواب داد کہ من از قومے کہ بودہ ام، برآمدہ ام وبدان مطلبے کہ خواہانم نرسیدہ پس خود را کدام قوم فرانمایم۔ شیخ حاتم گفت۔ بدآن راہے کہ قدم نہادہ رسیدۂ خود را از جماعۂ رسیدگان بنگار۔ بآخر کار وے در صحبت شیخ مبارک مرید میر سید علی قوام الدین در طریقۂ شطاریہ تمام شد۔ وفاتِ وے نہم ماہ رمضان از سال ہزار ودوست (۱۰۰۲ھ/ ۱۹ رمئی ۱۵۹۴م) وسورۂ اخلاص تمام تاریخ وے۔

خواجہ قطب حسن پوری

نسبت بشیخ عبدالغفور سنبھلی مرید خواجہ بیرنگ درست می کند وصحبت داشتہ بشیخ آدم سنبھلی و با شیخ من آشنا است۔ شیخ من وے را از نیکوان می گوید۔ وے عالم است بعلوم دینی وعلوم این قوم۔ نور صفا ولطافت از وے پیدا است۔ استقامت سخت نیک دارد۔ آنچہ مطلوب است اندرین راہ استقامت است "قولہ تعالیٰ فاستقم کما اُمِرت"۔ در "نفحات الانس" است کہ محمد ابن الفضل گفت آن چیز یکہ ببودیٔ (وے) ہمہ بدیہا نیکو شود و بہ نبودی (وے) ہمہ نیکیہا زِشت شود آن استقامت[1] است۔ انتہیٰ۔ من اندر ہر سال درآمد شد پیش شیخ خود وے را می بینم۔ از جمال حال وے صدق وراستی ظاہر و پیدا است۔ وقتے کہ من این تالیف را می نوشتم از حقیقت احوالِ وے استفسار کردم کہ داخل این کتاب کنم۔ وے ہمین کلمہ را گفت کہ در تحقیق۔ حقیقت در ہیچ صفت مقید نیست۔ شیخ من در رسالہ "نور وحدت" نوشتہ کہ ہر چہ در ادراک درمی آید اوست و ہر چہ در ادراک درنمی آید ہم اوست۔ انچہ او را وجود گویند ظہور اوست (و آنچہ او را عدم گویند بطن اوست۔ اوّل اوست۔ آخر اوست۔ ظاہر اوست۔ باطن اوست۔ مطلق اوست۔ مقید اوست۔ کلّی اوست۔ جزوی اوست[2]) مُنزّہ اوست ومُشبّہ اوست و بآنکہ ہمہ اوست واز ہمہ پاکست۔ این اطلاق او نسبتے دیگر است غیر آن اطلاق کہ

---

[1] از نسخۂ ندوہ ونفحات الانس [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

اوعین ہمہ است بدین اطلاق ہیچ کشفے وعقلے وفہمے نرسد ''ویُحذِّر کُمُ اللہ نفسہ'' این جاست۔ انتہیٰ۔ در ''نفحات الانس'' است کہ گاہ گاہے رہے را از دست رہے برباید وخویشتن را بہ بہانۂ رہے بدیدۂ قوم نماید تا کہ دید ہا بدیدنِ او بیاساید آنکہ حقیقت بردور ہے باز آید واگر رہے ہرگز رہے درمیان نیابد ہم شاید کہ فتنۂ رہے ہم از رہے برآید چہ ہر از بہانہ می کاہد از حقیقت می افزاید، چون بہانہ بتمامی برخاست حقیقت فرود آمد۔ آدمی باین کار کیست کہ این نہ بابت آدمیست ۔ یکے را دیدہ بر بہانہ آمد ویکے بہ حقیقت کار دارد، بہانہ را (در دیدۂ او) چہ قیمت۔ انتہیٰ۔

حاجی عبداللطیف حسن پوری

مرید شیخ جنید سندیلہ است پر ذوق است وشوق۔ واحوالِ نیک دارد۔ مستقیم است اندر معاملت بایستہ وراسخ درمکالمت شائستہ۔ وے گوید کہ شیخ جنید پیش از وفات بسہ روز مرا گفت کہ خدمت خانقاہ برخود بگیر۔ گفتم این بارگرانست طاقت برداشتِ[1] آن مرا نیست بدیگرے فرمای۔ باز شیخ فرمود خرقۂ بزرگان را کہ داریم بپوش۔ گفتم این ہم از آن قسم است۔ پس فرجی خود را بمن عطا فرمود و برخاست ورفت اندر سواد قصبۂ سندیلہ وجاے قبر خود را مرا نشان داد وباز آمد وبیمار افتاد وپس از سہ روز برفت از دنیا در ہفتم ماہ رمضان از سال ہزار وچہل وہشت (۱۰۴۸ھ/ ۲رجنوری ۱۶۳۹م) عزیزان براے غسل جمع شدند چون برتختہ نشاندند بزبانِ فصیح

---

[1] درنسخہ ''برخاست''۔

گفت ''اللہ'' حاضران گفتند۔ ایشان خود زندہ اند۔ چرا اضطرابے می کنید بعداز تدفین چون برتخت ہا خواباند آن زمان نیز گفت ''اللہ''۔ حاضران ازین دوبارہ گفتن متعجب تر شدند وساعتے مکث کردن وحیران وارنشستند۔ پس ازآن بردہ بجاے معہود مدفون ساختند۔ وہم وے گوید کہ پس از وفاتِ شیخ، شبے وے را بخواب دیدم کہ از سر لطف بازوے من گرفتہ بربالاے کوہ الوند بردہ است وایستادہ کردہ۔ از آن جا عمارات بس بزرگ باشانِ قوی وکنگرہاے عالی نمودارشدہ۔ من بیدارشدہ تعبیر آن رابدیدار مکّہ بدل آوردم وبعداز چہل روز از وفاتِ وے بعزیمت زیارت حرمین محترمین برآمدم و(بہ) قدم تجرید بدان (دو) سعادت مشرف گشتم وہم درمکّہ معظّمہ باشیخ تاج الدین سنبھلی صحبت داشتم ووقت مراجعت درشہر سورت باملک نصیر الدین نوساری درویش کامل نیز صحبت داشتم وطریقہ ملک ازطریقہ خاندانِ چشت است کہ بشاہ عالم گجراتی می پیوندد مرا مستعد گردانید۔ ازان ممر کشایشہاے نیک یافتم۔ وہم وے گوید کہ شبے درسورت با دوتن اندرحجرہ نشستہ بودم ناگاہ سقف آن حجرہ شگافت ودومرد ازآن جا پیدا شد، یکے برسقف ماند ودیگرے فرود آمدہ درہوا معلق بایستاد۔ مرد سقف ازمرد معلق پُرسید کہ وے حاضر است گفت ہست (و) اشارہ بمن کرد۔ آنگاہ سخن این راہ بطریقِ وصایا گفتن گرفتند۔ درآن اثناء مرا گفتند تو چہ می خواہی؟ گفتم رضاے خدا می خواہم ونیز گفتند۔ امشب شبِ قدر است وبہمان راہ باز رفتند۔ من ازین عجائبات متعجب شدم وخندہ کردم۔ آن دوتن کہ بامن نشستہ بودند، ازمن پرسیدند

حال چیست؟ گفتم چنانکہ شما دیدند وشنیدند۔ گفتند۔ ما ہیچ ندیدیم و ہیچ نشنیدیم۔ من ازین معنیٰ متعجب تر شدم وسکوت کردم۔ باز ہمدران اثناء دوکس دیگر با طبقے پر از میوہ خشک وتر ظاہر شدہ وطبق را پیش من نہادند۔ من طبق را یکسو کردم۔ آنہا گفتند۔ بخور کہ حکم اینست۔ من تناول کردم و سیر شدم و کام و دہانِ من بغایت شیرین گشت۔ حاجی امروز در کنار حسن پور مشرق رویہ آشیانۂ خوشے دارد و جاے دلکش۔ من گاہ ہا در سیر حسن پور وہم در آمد وشد پیش شیخ خود وے را می بینم۔ وے با خلاص و محبت پیش آمد و حکایات واشعار شیخ خود ظاہر می فرماید و وے بزبان پشتو اشعارے دارد با معانی نیک۔ این بیت از ویست

توریان مے و شاذل ذل وے　　جاروتلی مین ترول وے
بوہش مقام کش را علم نہ دے　　زجائم نمی چوک اخلیدے
نادان امان زرکیدی　　نادان ستی رات زاری
باعاد تون پانی نشست　　بھنونوں کل غواری[1]

بعد اتمام ''اسراریہ'' در دہلی رفتہ بود و آن جا بیمار شد و برفت از دنیا در سال ہزار وہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱م) وقبر وے نزدیک بقدمگاہ است۔

---

[1] در نسخہ ندوہ این دو بیت باین طور نوشتہ اند

نادان امان زرکیدی نادان ستی رات زاری　　باعادتوں پانی نشست بود خودنوں کل غواری
توربان مئی وشاذل جاروتلی میں ترول وے　　بوہش مقام کش را علم ندے نہ جانم نمی چون اخلیدی

سید غریب حسن پوری

وے نسبت بپدر خود سید مظفر درست می کند۔ جوانے است صادق القول، راسخ الحال۔ در دِ این راہ سخت نیک دارد

دردِ تو باید دلم را دردِ تو لیک نے در خوردِ من در خورد تو
درد چندانے کہ می دانی فرست تا بنوشم انچہ بتوانی فرست
کفر کافر را و دین دیندار را ذرّۂ دردت دل عطّار را

وے دو برادر ظاہری دارد عاجز و درویش نام۔ و عجز و درویشی دو برادر باطنِ وید۔ وظاہرش وابستہ آن ہا و باطنش پیوستہ باین ہا۔ وے گوید کہ من در طلب این کار از خانہ نہ برآمدہ ام آنچہ نصیب من است ہم (ہمین) خانہ رسیدہ

آن را کہ در سرائے نگاریست فارغ است از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

در ''نفحات الانس'' است کہ صاحب ''کشف المحجوب'' گوید کہ من از خواجہ مظفر شنیدم کہ گفت۔ انچہ بندگان را بقطع بوادی غربت و شکستگی روے نمود من در بالش و صدر یافتم و اصحاب رعونت این قول را از آن پیر بہ دعویٰ بردارند و آن نہ از نقص ایشان بود و ہیچ عبارت از صدق حال بہ دعویٰ نباشد خاصّہ کہ باہل راہ (آن) انتہیٰ

وہم درین کتاب (است) کہ شاہ شجاع گفتہ ''وجدنا فی القبا ما طلبنا فی العبا''۔ انتہیٰ ملا نسبتی تھانیسری کہ شاعرے بود خوشگو، بیکے از اغنیاء کہ بطلب وے نوشتہ بود

برون نیامدہ ام ہیچگہ زخانۂ خویش　　سفر چہ داشت چو عنقا در آشیانۂ خویش

نمی پرم بہ پر و بالِ عاریت چون تیر　　نشستہ ام چون کماں روز و شب بخانۂ خویش

من ہر سال در آمد و شدِ پیش شیخ خود سید غریب را دو بار می بینم۔ دوستی و اخلاص کہ باید و شاید از وے در می یابم و جاے چنین در (حیاو) مروّتے کہ بالاتر از ان متصور نیست بآن حالت درد طلبی کہ وے دارد بروجہ حسن در وے ظاہر و پیدا است۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفت عبداللہ بن عصام (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را) بخواب دید گفت یا رسول اللہ حقیقت این کار کہ ما در انیم چیست؟ گفت شرم داشتن از حق تعالیٰ چون با خلق باشی از و حامی باشی یعنی می باید کہ چون بظاہر با خلق باشی بباطن با حق باشی۔ سبحانہ تعالیٰ۔ و شرم داری از و کہ بباطن نیز مشغولِ خلق باشی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این گفت و برفت۔ بر اثر وے رفتم و گفتم یا رسول اللہ بیفزای۔ گفت بخشودن (بخشش کنندہ) بر خلق باشی وقتے کہ با حق باشی کہ بظاہر با خلق باشی و بر ایشان بہ بخشای و حقِ ایشان را ضائع نگردانی (انتہیٰ)

روزے من برکاب شیخ خود در کوچۂ تنگ دہلی می آمدم۔ از آن طرف سوارے فرا رسید و از روے ادب بکنجکے بایستاد و شیخ مرا راہ داد۔ شیخِ من از وے پرسید کیستی؟ گفت عاجز۔ گفت انچہ مطلوب است ہمین عجز است و بس۔ من عرض کردم حضرت جوانیست در حسن پور سید غریب نام۔ وے دو برادر حقیقی دارد عاجز و درویش نام۔ گفت آرے من وے را نیک می شناسم۔ کسے خوبست و ہر کہ غریب است خوب است و ہر کہ خوب است غریب است این سخن در ہمہ جاے می رود۔

در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفت روزگارے اورامی جستم خودرامی یافتم اکنون خودرامی جویم اورامی بایم۔ چو بیابی برہی چون برہی بیابی کدام پیش بوداو داند۔ چون او پیدا شود تو نباشی چون تو نباشی او پیدا شود کدام پیش بوداو داند۔ بایزید گوید۔ با او نپیوستم تا از خود نہ گسستم واز خود نگسستم تا با او نپیوستم کدام پیش بوداو داند۔ شیخ ابوعلی سینا (سیاہ[1]) گوید کہ ماوراء النہر یان می گویند تا نرہی نیابی وعراقیان می گویند تا نیابی نرہی۔ ہر دو یکیست خواہ سبو بر سنگ خواہ سنگ بر سبو لیکن من باعراقیانم کہ سبق از ونیکوتر است۔ ابوسعید خراز گوید، '' من ظن انہ ینیل المجھود (یبذل المجھود) و یصل فتعن. و من ظن انہ بغیر بذل المجھود یصل فتمنّی۔ انتہیٰ۔

شیخ صادق حسن پوری

مرید شیخ عبدالحی ٹھٹھی است و وے مرید شیخ احمد سرہندی۔ اوایل حال وے در ترک وتجرید بودہ است۔ آزادی و بے تعلقی نیک داشت۔ آخرالامر بمحبت زنے متبلا گشت وشوق وآزادی (آرزو لے) وے سرفراز کشید وآن زن را بعقد نکاحِ خود درآوردہ وفرزندان بہم رسانید لیکن درحالت بے تعینی وے کہ از دولت صحبت بزرگے بدست آورد ہیچ فتورے نرفت۔ وے باشیخِ من محبت واخلاص خاص دارد۔ روزگارے وے در طریقہ صحبت وخلوت باشیخِ من مقبولِ اکثرے

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ ونفحات الانس [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

اقران صحبت ودوستان وے بودہ است۔ وے رادوستان بودہ انداز سلطانیان کہ از غایتِ سعتِ مشرب وے، وے رابخانہ ہاے خودمی بردہ اند وخدمت ہا (می کردند) ووے پرواے شان نمی نمودہ است۔ وزود برکندہ وبشیخ من می رسید و موردالطاف واعطاف می شد۔ من یک قرن بیش است کہ بوے آشنا ام گاہ دریکجا بودہ وگاہ از وے جدا بودہ ام۔ وے روز کے چند دراوایل ہا در سنبھل گذرانده است۔ چہ آزادگی و چہ سکون داشتہ۔ روزے شیخ بہاء الدین بن شیخ محمود بنی اسرائیل کہ نیک مرد بود وصاحب طبع موزون۔ ومن دریک جانشستہ بودیم کہ وے ہم آمد وبنشست وساعتے خاموش ماند و برخاست و برفت۔ بہاء الدین بتعجب ازمن پرسید کہ این چہ سکوت وخاموشی بود کہ وے داشت چرانہ درسخن درآید و حرف حکایت نماید۔ گفتم خاموشی وے بہ از کلام ماوشماست۔ وکلام وے بہ از خاموشی ماوشما۔ وے این سخنِ من پسندید وخاموشی گزید۔ روزے من حکیم نورالدین راکہ رباعی از وے درذکر عبدالواحد سنبھلی گذشتہ دیدم در باغے نشستہ وقت خوش بود گفتم حکیما! از اشعارِ خود چیزے برخوان۔ گفت درین حال خودسخن خوش نمی آید اشعار استاد برخواند

زہر کلام کلامِ عرب فصیح تراست　　مگر کلام خموشی کہ افصح از عربست

گفتم۔ آرے در حال سخن خوش نکردن ہم کار بسخن افتادہ۔ ازین سخن خوشوقت شد۔ در ''نفحات الانس' است کہ درسخنانِ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ مذکور است کہ خواجہ حکیم سنائی در وقتے کہ محتضر بود، در زیر زبان چیزے می گفت،

حاضران گوش پیش دہانش بردند، این بیت می خواند

باز گشتم زانچہ گفتم زانکہ نیست در سخن معنیٰ و در معنیٰ سخن

عزیزے این راشنید گفت عجب حالیست کہ در وقت بازگشتن از سخن نیز بسخن مشغول بودہ است (انتہی)۔ نیز بحکیم (نورالدین) گفتم از گلستان سعدیؔ صواب آنست کہ در وقت سخن بسخن گراید و در حال خاموشی بخاموشی میل نماید۔ قطعہ

اگر چہ پیش خردمند خامشی ادبست بوقت مصلحت آن بہ کہ در سخن کوشی

دو چیز تیرہ عقل است دم فرو بستن بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

نیز بحکیم مثلے رنگین گفتم بسیار خوشوقت شد و صحبتِ نیک گذشت و آن آنست کہ گویند جوانے سادہ نوکر عزیزے شد۔ روزے آن عزیز را بضیافتے بردند۔ اہل وے آن جوان را از عقب فرستاد کہ طفلان گرسنہ شدہ اند۔ برو و پنہان زیر ککے (ریزکے) طعام (بیار) آن جوان رفت و برسر مجلس بیستاد، ہنوز سفرہ بمجلس در نیامدہ بود کہ بآواز بلند بآقا گفت کہ اہل شما برائے خوردانِ گرسنہ طعامے پنہان طلبیدہ است۔ از شنیدن این حرف آقا شرمندہ گشت و سرفرو ماند و بعد از فراغ طعام جوان را زجر کرد و گفت۔ اے نادان اگر ترا بغرض این کار فرستادہ بوند بایستے بگوشہ نشست و بعد طعام کار کرد۔ جوان گفت این مرتبہ خطا کردم پیشتر بہ فرمودۂ شما کنم۔ چون بارے دیگر آقا بضیافتے رفت در آن اثنای بخانہ ہمسایۂ وے آتش درگرفت اہل وے آن جوان را گفت زود برو و آقا را بیار۔ جوان آمدہ بگوشہ بآرام بنشست تا آن زمان کہ خانہ آقا سوختہ و خاکستر شدہ، بعد فراغِ طعام، آقا خوش

شدہ از وے پرسید کہ چون آمدی۔ جوان آہستہ بگوشِ آقا گفت کہ خانۂ ہمسایۂ شما را آتش گرفتہ بود۔ اہلِ شما مرا بتاکید فرستادہ بود کہ شما را زود ببرم لیکن من بروصیتِ آن روزِ شما عمل کردم۔

شیخ ابوتراب ٹھٹھی

مرید یکے از نبائر شیخ محمد حسین دہلوی معروف بہ شاہ خیالی است۔ نیکو معاملت بود مستقیم اندر طریقت۔ غربت و شکستگی بمرتبۂ کمال داشت۔ با شیخ من آشنا بود نیازمند۔ وے بزمین مشرق برفتہ از دنیا در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰م)۔ وے گفتے کہ شاہ خیالی اندر حرم مدینہ مبارکۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سالہا مجاورت و مجاہدت نمودہ است و از مشائخ قادریہ کہ در یمن بودہ اند تربیت و اجازت یافتہ۔ حاجی شیخ عبدالوہاب بخاری مرتبہ دوم کہ بزیارتِ حرمین رفت وے را بہندستان باز آورد۔ و در اثناء سفر آمدن در زمین ہند یکے از فقہاے قز ابوے آمد کہ بوے در افتد و گفتگوی نماید کہ چرا خود را بوجد و سماع مشغوف می داری و چون بحسن صورت مشغوف می باشی و این مقدمات را بتہدید گفتن گرفت۔ وے گفت۔ این چہا از چہ راہ می گوی و مزاحم من می شوی گفت من عالمم۔ عالم را ضرور است کہ با مبتدیان امر معروف نماید و طریق ہدایت و ارشاد فرماید۔ وے گفت اگر تو عالمی پس بگو کہ ''ضَرَبَ'' کدام صیغہ است۔ قز انخندید کہ چہ پرسید وے باز گفت کہ انچہ من پرسم جواب باید گفت۔ قز ادر دل خود فرو رفت ہر چند قصد

کردنتوانست صیغۂ آن لفظ را گفت و ہمہ معلومات از خاطر وے پاک بشد لیکن این قدر از راہ خجالت بگفت ہمیں زمان از دلم رفتہ است آخر چون نیک دریافت کہ این تصرف ویست بے اختیار شدہ بپاے وے در افتاد و عذر خواست و از آن (باز) صدق و ارادت آوردہ مرید گردید و بمرتبۂ کمال رسیدہ است۔ شاہ خیالی در سال نہ صد و چہل و چہار (۹۴۴ھ/ ۱۵۸۶م) رفتہ از دنیا و قبر وے اندر دہلی کہنہ در مقام بدائع النزل است و آن مقام بجمنڈل معروف است۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ گفتند کہ در جوانی بعلم کلام مشغول شدم و چند کتاب در آن یاد گرفتم و عمِ من از آن منع می کرد۔ روزے عمِ من بزیارت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ در رفتہ بود من باوے بودم مرا گفت حاضر باش کہ۔ شیخ بزودی در می آیم (آیند) کہ دل وے از خداے تعالیٰ خبر می دہد و منتظر باش برکاتِ دیدارِ وے را۔ چون آمدہ بہ نشستند۔ عمِ من گفت۔ ''یا سیدی برادر زادہ من عمر بعلم کلام مشغول است ہر چند وے را می گویم از و باز نمی آید۔ شیخ گفت اے عمر کدام کتاب حفظ کردۂ۔ گفتم کتاب فلانی و کتاب فلانی۔ دستِ خود را بسینۂ من فرود آورد۔ واللہ کہ یک لفظ از آن کتاب در حفظ من نماند و خداے تعالیٰ ہمہ مسائل آنہا (از) خاطر من فراموش گردانید و بسینہ مرا از علم لدُنّی مملو ساخت۔ از پیشِ وے برخاستم (یکلخت بہ) زبان بہ حکمت ناطق مرا گفت۔ ''یا عمر انت آخر المشہورین بالعراق '' روزگارے آن ابوتراب در صحبتِ امیرے بودہ است بفرمودۂ شیخ خود، در کار محتاجان سعیٔ کمال بجا آوردے و من ہم بآن امیر بودم

شکری و باوے ملاقات می نمودم وصحبت ہاے خوش بمیان بودے۔ وے شعر نیک گفتے وقتے غزلے گفتہ ومصراع آخرش مرا بیاد ماندہ وآنست۔ مصرعہ

عشق انسانی ترآبی را بگردن گل شگفت[1]

روزے میانِ وے ومن صحبتے ناخوش افتاد وترکِ وے گرفتم ہم درآن مدت شیخِ من چنانچہ مرا پیوستہ سخنانِ معارف ذوقیات می نویسد۔ این نامہ بمن نوشتہ است کہ

چندان مشتاق جمال باکمالِ آن مظہر الطاف الٰہی ام کہ شرح وبیان آن از حوصلہ قلم بیرونست دور نیست کہ حقیقت حال را دل بزبانے کہ دارد بگوش دل شما رساند۔ ہائے ہائے چہ گفتم این جادِلے نیست وحالے نیست دل من دلِ شما است وحالِ من حالِ شما۔ فقرہ ''انا من اسھری و من اھوی انا'' من کیم لیلیٰ ولیلیٰ کیست؟ من۔ انتہی۔

اتفاقاً این کاغذ بدست وے افتاد۔ خواند واز عنایات شیخ خود کہ من بوے ظاہر نکردمے دریافت ومتعجب شد وبمن آمد وازان ماجرا عذرہا خواست ونقار[2] از درمیان برخاست۔ واین معاملہ درقصبۂ خوشاب بودہ است درسال ہزار وسی و نہ (۱۰۳۹ھ/۱۶۳۰م) ودرآن قصبہ جمعے سادات قاضی ومفتی ومدرس بودہ اند۔ ہمہ عالم وفاضل لیکن آن ہمہ را بیماری وسواس ووہم بود، چنانکہ از مشاہدۂ احوال

---

[1] عشق آن جانی ترآبی را بگردون گل شگفت، شاید این چنین باشد۔ [2] درنسخہ ''نقاب''

آن ہا ماہا در شگفت می شدیم۔ مجمل حکایت شان آنست کہ روزے سہ تن از آن
بر روے دریائے بھٹ شدند کہ نزدیک بآن قصبہ (باڑہ دیہہ) ست۔ اتفاقاً یکے
را سر درد کردن گرفت۔ وے گفت این درد از تاثیر سردی آبست۔ آن دو تن
گفتند۔ پس مارا ہم اثر کردہ باشد و ہر سہ باہم یکجاے در افتادند و بخانہ ہاے خود
گفتہ فرستادند کہ سہ چارپایہ و دوازدہ مزدور فریسند کہ ماہا را ازین جا ببرند آخر
مزدوران بخانہ ہاے شان رسانیدند۔ ہم روزے مسافرے پیادہ پیش سید گل محمد
کہ مدرس و کلان شان بود، از بیابان در رسید و گفت۔ رفیقے امروز از تشنگی بمرد۔
سید گفت ہان تشنہ ہم می مرد۔ گفت آرے۔ از آن باز سید ہر شب ظرفے پُر آب
می کرد و بجمیع خرد و کلانِ خانہ خود را بیدار ساختہ بزور می خوراند۔ ہم روزے آن سید
شنید کہ در شب ماہِ نو توپ خانہ امیر را سر می دہند۔ گریختہ بفرسنگے رفت کہ آواز
مہیب آن بگوش نرسد۔ امیر این حرف شنید بخندید و بمحمد مقیم داماد سید را کہ پسر
امیر را تعلیم می کرد گفت سید را حاضر کن۔ گفت امشب ہرگز نہ آید کہ شب ماہ ہست
فردا حاضر خواہم کرد۔ امیر گفت پس اندرین باب تمسکے نوشتہ بدہ۔ وے تمسکے
نوشتہ و بمہر قاضی و اہالی و موالی رسانیدہ آورد۔ شبے آن محمد مقیم بالاے بام خود
بخواب رفتہ، بخاطرش آمد کہ خدانخواستہ باشد کہ اگر سگے درین جا بیاید و مرا بگزد،
حال چون شود۔ درین اثناء از زیر آن بام سگے آواز کرد وے فریاد برآورد کہ مرا
سگ گزیدہ۔ مردم خانۂ وے آن جا آمدہ۔ وے را کشان کشان پائین بردند و ہیچ
اثر زخم سگ ندیدند۔ من بآن محمد مقیم نیک آشنا بودم۔ اشعارِ خاقانی و انوری وغیرہ

یک می خواند۔ وے بدروازہ کہ پلنگ امیر بستہ بودے نرفتے واکثر من وے را
خود اندر آن دروازہ بردم۔ اوّل چند کس جمع کردہ وے را در پوشیدندے تا بتکلیف
رفتے وکسے را کہ نام چیتہ بودے پیش خود نگذاشتے وگفتے مگر نام ہارا قحط است کہ
ین نام کردہ اند۔ ازین قسم چیز ہا بسیار دیدہ می شد کہ تفصیل آن بطول می کشد۔

شیخ فیروز سنبھلی[1]

ید شیخ حسین نبیرۂ شیخ عبدالواحد سنبھلی است کہ در سنبھل آسودہ اند وذکر ایشان
لذشتہ، پیریست درازقد، نورانی طلعت، صاحب ذوق وسماع و وجد واحوال
یک۔ غربت وشکستگی بسیار از وے ظاہر است ودر سماعِ وے تاثیریست قوی۔
فۂ وے چوب تراشی کمانست کہ آراستہ بکمانگران می دہد در سرائے ترین
قامت دارد۔ مرا ہرگاہ باوے اتفاقِ ملاقات می افتد ومن نیازمندی پیش می آرم
ے بمراتب زیادہ از من نیاز می آرد۔ ہرگاہ از احوال باطن وے استفسار می کنم
ے چنین ظاہر می سازد کہ من رودگرے ام، دور از کار، ہیچ مدان، گرفتار (دنیا)،
را از احوال وواقعات چہ خبر وخود را نیک مخفی می ساخت۔ پوشیدہ نماند کہ چنانچہ
دیشانِ سابقین احوال وواقعات وخوارق وکرامات خود را از نظرِ خلق پوشیدہ اند و
شیوۂ خواری وبے اعتباری کوشیدہ۔ درین زمانہ خود لازم وواجب است کہ خود را
نظر خلائق براندازد وہیچ احوال وکیفیتے علم نسازد۔ شیخ عبدالمومن سنبھلی گوید کہ من

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''اکبرآباد'' است۔

ازعزیزے شنیدہ ام کہ وے گفتہ کہ من در کتابِ نوشتہ دیدہ ام کہ جوانے بو
است نوکدخدا ازمریدان شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ ووے راباہل خود محب
بود مفرط وہردو بربالاے بام خود بعشرت ومرادِ دل بسرمی بردہ اند۔ شبے اہل و
بحاجتے ازحجرہ برآمدہ بعد ساعتگی جوان ازراہ مطائبہ گفتہ کہ چھو چھو (جھو جھو
این را بگیر تاوے ازین سخن ترسیدہ دویدہ بمن آید چون ساعتگی نیک گذشت
ازآن ہیچ اثر ندید وآواز پای نشنید خود ہم برآمد ودرخلاجاے بام رفت اوراند
این طرف وآن طرف بباليد ونیافت وزنجیر درزینہ ہارابستہ دید۔ مضطرب گردب
فرود آمد ومادر وپدر رابیدار ساخت ہرہمہ برآوازآن برخاستہ وتمام خانہ وحوالی مح
ومحلّہ بجستند ہیچ جا اثر او نیافتند۔ جوان از غایت اضطراب وسراسیمگی دویدہ بر
خانقاہ شیخِ خود رفت وفریاد وفغان برداشت وگفت۔ شیخا! حسبۃً للہ مرادریاب
شدہ مرابمن بازرسان والاّ خودرابردرتو می کُشم۔ شیخ گفت حال چیست؟ جوا
ماجرارا عرض کرد۔ شیخ لمحہ متوجہ شد وگفت برو ودرچارسوق شہر نشین تاوقت سحر
زنان مغنیان از جاے می برآیند وہمراہِ شان مزدورے مُخنّث دہل وساز براشت
آید۔ ازوے التماس این مہم بکن کہ مقصود حاصل است۔ جوان درآن (مقا
اوّل شب رفتہ بجاے معہود بیستاد وانچہ شیخ گفتہ بود بظہور آمد۔ جوان پیش آ
مُخنّث رفتہ بہ نیازِ تمام شروع مطلب خود کرد۔ وے گفت اے جوان اگر مزاح
کنی بااین مغنیان بکن۔ من عاجزم مزدورم ازمن چہ می خواہی۔ جوان گفت ا
من می گویم بفرمودۂ شیخ نظام الدین اولیاء گویم۔ مزدور ازین حرف دس

ر پیشانی خود زد و گفت۔ دریغا کہ (حاسدان) بدین حال ہم کس را دیدن نمی
توانند و گفت چہ می خواہی گفت زنِ خود را می خواہم۔ وے حرفے چند در کاغذ کے
نوشتہ بجوان داد کہ در فلان صحرا رفتہ بفلان جہت بنمای۔ آن گاہ خواہی دید انچہ در
پردۂ غیب است و مراد خود حاصل کن۔ جوان برفت و فرمودۂ وے بجا آورد فی
الفور لشکر جنّیان با کرّ و فر و طمطراق کہ مشہور است ظاہر شد و بادشاہِ شان بر تخت
نشستہ پیش آمد و بجوان گفت چہ می گوی بر گوی جوان انچہ بود گفت۔ بادشاہ عرض
(طرفِ) لشکر خود بدید ہمگنان حاضر بودند الّا جھوجھونا می نبود۔ فرمود او را بیابید۔
و از جا کہ بود حاضر کردند۔ بادشاہ گفت زنِ این جوان را تو آوردۂ۔ گفت شاہا
شب گذار من بر بام این جوان افتادہ بود۔ در آن اثناء (زنِ وے از حجرہ برآمد
وے گفت۔ جھوجھو این را بگیر پس من بحکم وے آوردہ ام و در حجرہ عمارت کہنہ
داشتہ لیکن از ان وقت[1]) دو درویش با مہابت و صلابت از مریدانِ شیخ نظام الدین
اولیاء در آن حجرہ ایستادہ اند و مرا اندران رفتن نمی دہند۔ القصہ آن زن را حوالۂ
آنجوان کردہ رخصت کردند۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شیخ فتح اللہ سنبھلی

از فتیانِ روزگار بود۔ صالح و لطیف و فہیم و ظریف۔ مرا از ایام جوانی با وے محبت
و اخلاص قوی بود و موافقت و مرافقت نیک۔ و ہم من سبقے چند از بعضے نسخ پارسی چہ نظم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

و چہ نثر بوے گذراندہ و وے در حلّ بعضے از رسایل ''اعجاز خسروی'' دستے تما
داشت و اصناف فنون آن را نیک ورزیدہ۔ وے شعر ہم گفتے لیکن شعر فہمی وے
شعر گوی وے غالب بود این سہ بیت از وست

یاران سخن از ترک محبت مکنیدم دل پیشِ خودم نیست نصیحت مکنیدم
برنشتر من داروئے راحت مفشایند شرمندہ نا سور محبت مکنیدم
این سبزہ نیست گرد بگرد رخت نیکو صف بستہ مورچہ زپئے لشکر آمدہ

و وے بقد و قامت چندان نمایان نبود بلکہ جُثّہ وے حقیر می نمود لیکن در فن کشتی
دوندگی و جہندگی نظیرے نداشت چنانکہ ہیچ یکے از پہلوانان کشتی گیر پُشت وے
بر زمین نرساندہ بود۔ وے بآن کہ در جوانی با مشغوف این ہنر بودہ امّا اندر آن
حالت در صلاح و سلامتِ وے ہیچ وجہے از وجوہ فتورے نرفتہ۔ در ''رشحات''
است کہ چون سید امیر کلال بسنِ شباب رسیدہ اند کشتی می گرفتہ اند و گرد ایشان
ہنگامہ و معرکہ می شدہ۔ روزے دران معرکہ شخصے را بخاطر گذشتہ کہ چہ معنی دارد کہ
سیدزادہ شریف کشتی گیری و زور آزمای کند و طریق اہل بدعت (حرفت) ورزد۔
درین اثنائے وے را خواب در ربود و در خواب چنان دید کہ قیامت قایم شد
است و وے جاے میانِ گل ولای تا سینہ فرو رفتہ است و بحالِ خود فرو ماندہ۔ ناگا
دید کہ امیر پیدا شدند و ہر دو بازوے وے گرفتند و بآسانی وے را از آن لاے بالا
کشیدند۔ بیدار شدہ، امیر دران معرکہ روی بوے کردہ فرمودہ اند کہ ما زور آزمای
از براے چنین روزے می کنم۔ انتہی۔ فتاے بے قید کہ در معرکہ کشتی شیرے بود

غرندہ و در عرصہ تیز دوی طیر پرندہ بود چنانچہ در بعضے جا با دشمنانِ جانی وے را بگرد گرفتہ اند (بگیر و دار رفتہ اند) وخواستہ کہ در گیرند و بکُشند و وے بچابکدستی بر جہیدہ واز بالاے سرِ شان بر پریدہ وسلامت فرار سیدہ وگاہ ہاوے از روے بحث و دعوی خود را اندر چاہ افگندے وآن جا ایستادہ ماندے وگاہ ہا بے مددِ دست بر سر دیوار شدے واندر فنون موسیقی وخوش خوانی ہم دستے تمام داشتے۔ و وے را در سنبھل بآن شیخ فتح اللہ در چابکدستی کار ہا افتادہ لیکن پیش نبرد و شرمندہ نشست واز ین جا با امروہہ رفت وآن جا ہنر ہا نمود واز آن جا بدہلی رفت و برفت از دنیا۔ در بیماری آخر شیخ فتح اللہ من بعیادت رفتم سخت نحیف ونزار گشتہ بود و چندان شعورے بخود نداشت وے را سہ رنج باہم بود۔ سوز سر و خارِ زبان وضیق نفس۔ چون مرا دید مضطرب گردید و بہ زبان لکنت آمیز گفتن گرفت۔ دوستِ من پیش آی و در جا یمن (جانم) در (بر) آی۔ نزدیک بوے نشستم واز تغیر احوال متعجب گشتم و چہ عجب کہ

قضا دستے است پنج انگشت دارد چو خواہد از کسے کامے بر آرد
دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

آخر بہ تسلیٔ وے گفتم، مردانہ باش کہ سوز سینۂ تو و خار زبانِ تو نماندہ است ہمین اند کے ضیقِ نفس ماندہ۔ وے اندر آن حالت بطیبت گفت۔ این نَفَس ہم نخواہد ماند۔ گویند میر خسرؔو دہلوی را اندر بیماریٔ سخت کہ چندان شعورے بخود نماندہ بود حریفان از روئے طیبت پرسیدند کہ میر جیو ما کیا نیم؟ میر ہم بطیبت گفت ہمین کہ شما

گفتند۔ انتہیٰ ۔ شیخ فتح اللہ دران بیماری برفت در سال ہزار و چہل و چہار (۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴م) وقبروے نزدیک بروضۂ شاہ فخر الدین است۔ من در تاریخ وے این گفتم۔ قطعہ

وائے از کار جہانِ بے مدار — داد از درد و غم جانکاہ داد
رفت از عالم جوانے پاکباز — کز غم او خاست از صد آہ[1] داد
آسمان در ماتمش شد نیلگون — خاستہ از جان مہر و ماہ داد
سال فوتش چون طلب کردم زغیب — گفت ہاتف ''فات فتح اللہ داد''

۱۰۴۴ھ

شیخ رفیع گوپامئو

جوانے بود سیّاح با صلاح وسلامت وفقر واستقامت۔ (عالم) بودہ ببعضے علوم عربیہ۔ کتابتِ کلام مجید را از تیز دستی کہ وے می کرد، ندیدہ و نہ شنیدہ۔ غربت ونامرادی سخت نیک داشتے وخوش زیستے۔ وے در مسجد جامع سنبھل اقامت ورزیدہ وچندگاہے با معاملت گذرانیدہ۔ (پس از آن وے را حالے روئیداد کہ دست از ہمہ باز داشت ودر طریقۂ رندی وقلندری در آمد۔ آزادی و وارستگی مفرط پیش (دارد) ومدّت با ہمدران جاماند واندر آن مسجد کہ بروح ودلکشای ولطافت وزیبای بے نظیر است، خوش گذراند)۔ من بدآن ہر دو حال بوے آشنا بودم آخر از

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''راہ'' است [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

آن جا سفری شد و ندانم بکجا رفت۔ شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ ابوالبرکات امام آن مسجد بود بابرکات و عبادات و اہل دعواتِ اسماء دافع البلیّات ورافع الدرجات چون پدرش از سر رفت و دران مسجد بگوشہ مدفون شد وے خواست درباب مِلکی تصدیق تصحیحۂ پدر از عزیزے حاصل نماید۔ شیخ عبدالحی مفتی سنبھل کہ صاحب علوم لائقہ واعمال فائقہ واہل تصانیف دینی یقینی بودہ است۔ آن تصدیق را چنین نوشت کہ ازآن وقتے (کہ) وے بمسجد در آمدہ است، قدم بیرون ننہادہ و این لطیفہ کارگر آمد۔ آخر آن ہم برفت در سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲م) وقبر پدر و پسر در (جاے) یکے است۔

وقتے بادشاہ صاحب قران ثانی فرمود کہ ضلع سنبھل را از رستم خاں دکنی تغیر کردہ بدیگرے دہند۔ خانِ مذکور راقم حروف را پیش شیخ عبدالرحمٰن بجہت بحال ماندن بسنبھل فرستاد کہ توجہے نماید۔ فقیر رفتہ عرض نمود وے درین باب مشقتے نیک بجا آوردہ وتوجہ نمود تا کار بانصرام رسید۔ امروز شیخ عبدالرزاق پسر امام۔ امام است برجادۂ وے برحالِ وے۔ گویند در زمان پیشین بجاے آن مسجد دیرے بودہ است ہرمنڈل نام وآن دیر باعتبار آخر (کفرہ) مشہور ہندستان بود و ہنود ہند آن راچون دیرہاے کلان معتبر می داشتند۔ آخر الامر شیخ نجم الدین و شیخ علی خواہرزادہ وے کہ ہر دو از کاملان بودہ اند از ملک بالا سیاحت کنان سنبھل رسیدہ اند و بر درِ آن دیر فرد و آمدہ۔ جماعۂ کفار نخواستند کہ اینان این جا باشند و گروہے سنا سیان کہ در آن دیر سکونت و توطن داشتند باین بزرگان در افتادند و سخنے شرآمیز بمیان

آوردند و گفتند، اگر شما کرامتے دارید بنمائید والّا از ما ببینید۔ درین اثنا سنّاسی (سنّیاسی) گفت نبگرید و از کراماتِ ما مشاہدہ کنید و در ہوا پریدہ است و بالاے سرِ شان عروجے گرفتہ۔ شیخ علی بطفای خود گفتہ۔ اگر رضا دہی من ہم بہ پرم و اورا از بالا دراندازم۔ گفت۔ ''بہ پر'' شیخ علی پریدہ است و از وے بالاتر رسیدہ و در گرفتہ بزمین فرود آوردہ از آن روز شیخ علی پرّان اشتہار یافت۔ سنّاسیان و کفّارِ دیگر حلقۂ مسلمانی بہ گوش کردہ اند و مدارات پیش آوردہ اند۔ ایشان در آن جا اقامت گرفتہ اند و در انہدام آن دیر ہمّت تمام گماشتہ اند و در تقویتِ اسلام توجہ تام مصروف داشتہ تا در آن نزدیکی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ با فتح و نصرت خلیفۂ ہندستان شدہ است و بحکم وے آن دیر را منہدم ساختہ اند و در جاے آن بناے مسجد نہادہ اند۔ نیز گویند چون گنبد مسجد ساختہ اند بلگشت (شکست) خوردہ و این بکرّات روئیدادہ جمعے از راہ استخارہ دریافتند و گویند گروہے از منجمان گفتند کہ اگر نام میر عمارت مشتمل بر کفر و اسلام باشد یا گفتہ کہ ہندو مسلمان دو کس صاحب تعمیر شوند این عمارت بانصرام رسد۔ چون بعرض بادشاہ رسانیدہ اند۔ بادشاہ بہ نیّتِ درست بدرستی مسجد ''ہندو بیگ'' مغل را از حضور خود متعیّن فرمودہ است تا وے در کمی مدّت با تمام رسانیدہ در سال نہ صد و سی و سہ (۹۳۳ھ/ ۱۵۲۷م) قطعہ تاریخ اتمام آن جامع مسجد اینست قطعہ

جامع اشیۂ فضل و کمال رافع الویۂ ملک و ملل
باسط اجنحۂ امن و امان بانی ابنیۂ علم و عمل
شاہ جم جاہ محمد بابر حفظہ اللہ لہٗ عز و جل

شمع دولت چو بر افروخت بہند　　روشن از پر تو آن شد سنبھل
از پئے ساختن این مسجد　　کہ مصوّن باد ز نقصان و خلل
کرد فرمان بکہین بندہ خویش　　کہ بود عمدہ ارکان دوَل
میر با عقل و خرد ہندو بیگ　　آن با خلاق نکو گشتہ مثل
چون ز فرمان شہنشاہِ جہان　　یافت اِتمام بتوفیق ازَل
سال تاریخ مہ و روزش گشت　　یکم از شہر ربیع الاوّل

قبر شیخ نجم الدین ملقب بہ ستون سنبھل متصل حرم آن مسجد است طرفِ شمال وقبر شیخ علی پرّان برطرف جنوبِ آن۔ مسلمانان اندر آن مسجد نماز جمعہ بشوق ادا می کنند و ہندوان باعتبار سابق درمواسم مقررہ خویش درگرد آن حرم مسجد طوف می نمایند۔ پوشیدہ نماند کہ احوال اکثرے از مشائخ سنبھل درضمن ذکر آسامیٔ فرزندان شان اندر کتاب ایراد یافتہ است و ورای آن بعضے شہیدان صاحب آیات وکرامات مثل بیلقانے وسید ابراہیم واحمد ومحمد وقطب الدین محمد و جمال الدین وزین الدین و برہان الدین وسید پچاسہ وگنج شہیدان وغیرہ ذالک کہ اندر سرکوچہ وبازار آسودہ اند۔ لہٰذا بمثل برالسنۂ عوام است کہ ''پیران بداؤں شہیدانِ سنبھل'' لیکن از احوال این شہدا بروجہ تفصیل ہیچ معلوم نیست آرے این قدر بعضے مردم می گویند کہ اینہا دراوّل فتح اسلام ہمراہ سالار مسعود غازی بہندستان آمدہ بمرتبہ شہادت رسیدہ اند۔ واللہ اعلم۔ امّا مجملے از احوالِ سالار آنست۔ در ''اخبار الاخیار'' است کہ از میر سلیم بطریق اجمال معلوم شدہ کہ وے مردے بود، دراوّل فتح اسلام غزا کردہ

وفتوح بسیار نمودہ بدرجۂ شہادت رسیدہ و در تاریخ فیروز شاہی می نویسد کہ نام وے سپہ سالار مسعود غازی است و وے از غزات سلطان محمود غزنویست و چون سلطان محمد تغلق بدیار بہرائچ رفت زیارت (قبر) وے کردہ و بمجاوران قبر وے صدقات داد۔ انتہیٰ۔ و میر خسرو علیہ الرحمۃ در رسالہ (اعجاز خسروی) وے بنام سنبھل کہ از دوستان ایشان بود نوشتہ۔ ''برادر سنبھل بہاری (بہرائچی) ''نَضَّرَ اللّٰہُ ھاویہ عیشہ'' بداند کہ چون در قصبہ بہرائچ از مزار معطر سپہ سالار شہید کہ ہمہ ہندستان بوے عود گرفتہ۔ مجلس برادران آن جا (ہم) طیب دارد ہم بدان خوش باشند۔ انتہیٰ۔ و آنکہ گویند کہ وے مرید خواجہ معین الدین است ثبوتے ندارد۔ در ملفوظاتِ ایشان ذکر نیافتہ۔ از بعضے اہالی شنیدہ شد کہ تاریخ شہادت مسعود غازی چہار صد و نوزدہ کہ لفظ ''سالار حق جوی'' متضمن ایشانست بود و این بدست علمہا کہ شائع شدہ است درین نزدیکی ہا حدوث پذیرفتہ۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ کلامہٗ۔

من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) وقتِ مراجعت از قندھار بغزنی رسیدم۔ اہل آن شہر چنین می گفتند کہ نود ہزار اولیاء اندرین زمین آسودہ اند۔ من بعضے از بزرگان آن جا را زیارت کردم۔ آنچہ بیاد ماندہ شیخ صابر و شیخ علی عطاء و شیخ عثمان پدر شیخ علی ہجویری و شیخ شمس و حکیم سنائی و بہلول دانا و سلطان محمود است۔ بر قبر سلطان کتبہ[1] نوشتہ اند مشتمل بر مجملے از احوالِ وے و تاریخِ وفات وے کہ در سال چہار صد و بست و انداست۔ در کتاب ''نفحات الانس'' در ذکر ابوذر بوزجانی

---

[1] در نسخہ ''کتابہ''

سال وفات سبکتگین پدر سلطان محمود سی صد و ہشتاد و ہفت نوشتہ۔ صاحب ''ثمرات القدس'' می نویسد کہ در ملفوظات کہ یکے از مریدان سالار مسعود جمع نمودہ چنان می آرد کہ وے برادرزادۂ سلطان محمود است۔ در مرتبہ دوم در سال چہار صد و دہ داند کہ سلطان بہ ہندستان آمد و غزا فرمود۔ در وقت مراجعت وے را در ہند بگذاشت چون سلطان بغزنی رسید کفار فرصت یافتہ وے را شہید گردانیدند و در آن سرزمین مدفون کردن در آن جا شہرے آبادان کردہ اند بہرائچ نام و بر سر قبر وے روضۂ عالی بنا نمودہ و در ہر سال وقت بہار علَمہائ سرخ و زرد با ساز و طلا و نقرہ لا تعد و لا یحصیٰ از اطراف و اکناف بآن جا می برند و تا یکماہ اژدحام غریب می شود و نذور و فتوح کہ دارند بجا آوردہ باز باماکنہ و اوطان خود بر می گیرند (برگشتند)۔ و وے را بعد از وفات خوارق ظاہرہ و کرامات باہرہ بودہ و الحال ہست۔ و در ہر شب دوشنبہ بے تعطیل در روضہ متبرکہ وے کثرت است۔ انتہیٰ۔ گویند چہارتن از مجاذیب صاحب کرامات و مجانین اہل سکر در سال نہ صد و بست داند (۹۲۰ھ/۱۵۱۴م) باہم بسنبھل رسیدہ اند۔ شاہ فخر الدین و شیخ بہاء الدین بودلہ و بابا پربھو و چندن دیوانہ۔ اما شاہ فخر الدین کرامات ظاہر داشتہ ہر کہ بوے نیاز پیش آوردے، کار خود کردے و آنکہ از وے سرکشیدے خود را بزیان رسانیدے وقتے وے بخانۂ یکے از سنبھلیان در آمدہ آن مرد تعظیم وے نکردہ و ریزکے طعام اندر ظرف شکستہ بوے دادہ۔ وے از سرِ غضب گفتہ بود۔ تو و اولاد تو شکم سیر نخواہند خورد و برخاستہ و بخانہ دیگرے رفتہ آنکس بہ نیاز پیش آمدہ و طعام نیک آوردہ وے

سیر خوردہ وخوشوقت گشتہ گفتہ تو واولادتو خوشوقت خواہندزیست۔ آخر بہ نسبت ہردو کس آنچہ گفتہ بود بظہور آمدہ واولادِشان۔ الآن نشان می دہند۔ واز وے خوارق دیگر ہم نقل می کنند۔ وفاتِ وے ہمدران نزدیکی است وقبروے درمضافات شہر سنبھل مشرق روے (یُزار و یتبرک[1])۔ اما شیخ بہاءالدین ازاولادخواجہ مودود چشتی است واز مریدانِ سید محمود بیابانی اندر سلسلہ قادریہ۔ وے اغلب اوقات باسکر ومستی بودے درآن وقت ہر چہ از زبانش برآمدے، شدے۔ روزے لقمۂ نیم خوردخودرابقرّ ای (داد،و) گفت بخور۔ وے اِبا کرد۔ بدیگرے داد، وے خورد۔ برفور برحالت جذبۂ قوی مشرف گشت واحوال وکیفیات ازوے ظاہر شد۔ وآن قرّ ای کہ منکر بود کہ روزے اندرنماز بسلام راست دید کہ بودلہ نشستہ است وہم بسلام چپ دید کہ وے نشستہ است چون خواست کہ بپاے وے درافتد از نظر غائب شد۔ شیخ عبدالکریم کہ از استادان من بود وذکروے گذشتہ۔ گفتہ کہ روزے جدّ من شیخ جلال الدین جمعے رابراے برداشتن چھپّر بخانہ خودآوردہ بود، بودلہ ہم ازخودآمد دروقت برداشتن چھپرآسیبے بدیوار پاکھہ رسیدوافتادن گرفت۔ بودلہ بدست اشارہ کرد کہ ''بس بس''۔ آن پاکھہ ہمان طورکج ماندہ۔ وہم وے گفتہ کہ آن رامن دیدہ بود پدرِمن گفتہ کہ ازسر بزاردر سنبھل نزدیک بہند وپورہ درختے است (بزبان ہندی آن را) بڑ گویندروزے وے مسواک کردہ درآن زمین نشاندہ بود آن درخت ازآن مسواک (است) نیز گویند روزے بودلہ سراپا برہنہ و

---

[1] اضافہ ازنسخۂ ندوہ

ریان بر آمد۔ عزیزے در وقت وضو وے را دید بغضب در آمد و نعلین چوبین بر
روے زد چنانچہ خون بر رخسار ہاش و دید تنگدل گشت و پیش شیخ عزیز اللہ رفت۔ شیخ
د پیراہن در برداشت یکے بر آورد و در وے پوشید و طعام نیک بر آوردہ و وے را سیر
ورانید وے غایت خوشوقت گشت و گفت۔ یکے بے اولاد مرا آزار داد و یکے با اولاد مرا
وشدل ساخت۔ بنسبت ہر دو آنچہ گفتہ بود بظہور آمدہ۔ وفاتِ وے بیست و چہار
ادی الاوّل است از سال نہ صد و سی داند (۹۳۰ھ/ ۳۰ر مارچ ۱۵۲۴م) وقبر وے
سر تل ساختۂ وے نزدیک بہ منزل من۔ وآن شیخ عزیز اللہ از یاران و ہم سبقان شیخ
بداللہ طلبنی بود۔ مرتبۂ ہدایت و ارشاد داشت عالم بود بعلوم ظاہر و علوم باطن۔
سیارے از تلامذہ وطلّاب وے بمرتبہ کمال رسیدند۔ شیخ حاتم سنبھلی از اعظم تلامذہ
ے بود و شیخ حاتم در مدّت عمر، سی بار متن و شرح ''مفتاح'' را و چہل بار ''مطول'' را از
ے بسم اللہ تا تاے تمت درس گفتہ است وے اعلم العلماء ہندستان بود و بعضے از
لماے متبحر ولایت کہ بہندستان رسیدہ اند بر تبحّر و تعمق وے اقرار کردہ اند و تلمذ
مودہ۔ وقتے میر ابوالبقا کہ از فحول علماے وقت بود بہندستان آمدہ و مدّتے باشیدہ
ون باز بولایت رفتہ بعلماے آن جا گفتہ کہ ما دو کس دیدیم اندر ہندستان یکے
طالبعلم خوش فہم۔ دیگرے ملاے ژاژ خای (بہ) طالبعلم اشارہ بشیخ حاتم کردہ و بملّا
شیخ لاڈن دہلوی۔ گویند کتب متداولہ در کتب خانہ شیخ حاتم ہفت ہزار بودہ است
فاتِ شیخ عبداللہ (طلبنی) در سال ہزار (نہ صد[1]) وبست و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

دو (۹۲۲ھ/۱۵۱۶م) است۔ و وفاتِ شیخ عزیز اللہ در نہ صد و سی و دو (۹۳۲ھ/۱۵۲۶م) وفاتِ شیخ حاتم در نہ صد و شصت و ہشت (۹۶۸ھ/۱۵۶۱م) و تاریخ ''عند ملکٍ مقتدر''۔ امّا بابا پربھو در اوایل حال عالم بودہ و فاضل آخر و راجذبۂ قوی رسید مستہلک گردید۔ وے خود را در سایہ جنون پنہان ہمی ساخت۔ چون طِفلان سنگ می زنند، وے را خوش می آمد۔

لذّتِ دیوانگی در سنگِ طفلان خوردنست
حیف زِ اوقاتے کہ مجنون را بہاموں در گذشت

روزے عزیزے وے را اندر خلوتے دید با دبدبۂ کروفرّ بادشاہانہ و خوشوقت نشستہ۔ متحیر شد و درایستاد۔ وے بآن عزیز گفت ''اگر سرِّ مرا فاش کنی خراب شوی، چندگاہے ہیچ ظاہر نکرد آخر روزے کودکان را دید کہ بروے سنگ زنند گفت نادانان چہا می کنند این مرد از دوستانِ خداست و چنین و چنان شما خراب می شوید ازین معنیٰ وے از سنبھل برآمد و بہ بیانہ رفت و ہمان جا برفت از دنیا در نہ صد و سی داند (۹۳۰ھ/۱۵۲۴م) و آن جاوے را منگلم می گویند نہ پربھو۔ و از ان گاہے کہ وے از سنبھل برآمد در خانۂ آن عزیز تفرقہ افتاد و معاملہ او در ہم برہم شد تا کہ الآن (ہم) بسر و سانی نیستند مصرعہ۔

''ہر کس کہ سرِّ فاش کند این سزاے اوست''

امّا چندن بر دوکانے بوزہ گر (بوزہ گر) نشستے و بوزہ بسیار خوردے و سرمست زیستے از وے خوارق ظاہر گشتے وے احوال کیفیاتِ خود را در پردۂ دیوانگی نہان داشتے۔

گویند وقتے حاکم شہر بوزہ (گر) رامنع کرد کہ نہ فروشد۔ وے برآشفت وگفت
کہ حاکم بکنی مرامنع کردہ من ہگنی وے رامنع کردم۔ برفور راہ غایطِ حاکم بند شد
نایت رکیک گردید ونزدیک بہ مردن (رسید)۔ آخر ماجرا راشنید بوزہ (گر) را
خلاص گردانید، خود ہم خلاص گردید۔ قبر چندن برسر تل مدار بودہ است۔ ویکے از
زرگانِ سنبھل شیخ لاہوتی بودہ، صاحب احوال وکیفیات۔ دراصل نام وے شیخ
حمد است ولقب لاہوتی۔ مولد ومنشاءِ وے زمین مشرق است وقتے وے
سیاحت کنان بسنبھل آمد وناحیت آن راخوش کردہ وبرزمین مسطحی تلّی رابرافراشتہ
وبرآن جادرختان نشاندہ وعمرے بدان جا گذراندہ وکدخدا شدہ وفرزندان بہم
رسانده ومردم بسیارے راازصحبت خود بہرہ ورساختہ وخودرا اندرین کار درانداختہ
وبرفتہ از دنیا درنہ صد (۹۰۰ھ/ ۱۴۹۵م) وقبر وے بالاے آن تل است۔ من
یکے رادیدہ ام کہ وے رادیدہ بودمی گفت کہ وے درویشے بود پرذوق واہل سماع و
حال۔ کلاہے نمدی برسرداشتے وجبّہ پشمین دربر۔ ازکرامات خودنشان دادے
واحوال خودرابس بلند نہادے وبرلقب لاہوتی خودافتخار نمودے۔ زندگانی خوش
کردے وخوشتر ببودے۔ پوشیدہ نماند کہ چون نام وے احمد بود ولقب وے
لاہوتی بود۔ عجب نیست کہ برمتابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قدم راسخ داشتہ وخوشہ
چینی ازعنایات باطنی آن حضرت نمودہ مطابق حدیث مبارک ''انا احمد
بلامیم ''ازاسم احمد خود معنیٰ احد اخذ کردہ وتعبیر لاہوتی نمودہ ازمراتب احدیت
بہرہ یافتہ شد۔ بہر تقدیر تقلیداً وتبرکاً ہم خودرا باین چنین القاب گردانیدن شرافتے و

لطافتے دارد۔ امّا درویشان این جزو زمان کہ بعضے خود را شاہ چنگی، وشاہ (جانی) لقب می کنند چرا نہ ملکوتی و جبروتی (یا لاہوتی) لقب کنند۔ درین وقت موافق حالے نقلے رنگینم بیاد آمد کہ مطربے صباحے پیش ملنگے[1] رفت ونشست وسرودے گفتن گرفت۔ ملنگ[2] پرسید این پردہ را چہ نام است۔ گفت۔ رام کلی ازین معنیٰ ملنگ بغضب درآمد مطرب را گفت۔ برخیز و برو والّا سر تو بکلک دوشق کنم۔ مطرب گفت شاہا! از من چہ تقصیر می بینی۔ گفت۔ ''علی الصباح بہ مردان آمدہ نہ مدار کلی می گوی نہ کپور کلی و نہ چمن کلی (می گوی) تو خود آمدہ رام کلی می گوی۔ اگر بارے دیگر نام رام کلی می گوی بدوستی (زندہ[3]) شاہ مدار کہ سر تو شکنم۔ مطرب بترسید و بلرزید و بدر رفت۔ و یکے از درویشانِ سنبھل شیخ نظام مداریست۔ صاحب معاملت، اہل راستی و دوستی۔ گویند وطن اصلی (آبائے) وے (دہلی) بروز است۔ از سلطانیان بود بعزّت و جاہ و دولت و دستگاہ۔ چون شیخ رکن الدین پدرش کہ ہم از سلطانیان بودہ برفت از دنیا و وے چنین شنید کہ مردم بادشاہی بجہت ضبط اموال می آیند ناخوش گشت و ہمہ اموال ومتاع پدر را بفقرا تصدق کرد و خود از آن جا برجست و در ''مکن پور'' رفت بر در روضۂ شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہٗ درافتاد و مرید گشت پیش سلیم شاہ و وے مرید شیخ احمد است و وے مرید خواجہ ارغون و وے مرید شاہ مدار، و دوازدہ سال آن جا گذرانید و ریاضت و مجاہدات و چلّہ ہا کشید۔ آخر شبے شاہ در واقعہ بوے فرمودند کہ برو در سنبھل بر سر تل کہ تلِ مدار

---

[1] درنسخہ ''ملیک'' است [2] درنسخہ ہرجا ''ملیک'' است [3] اضافہ از نسخۂ ندوہ

مشہور است، اقامت گیر۔ وے درآن جا آمد بجاے معہود سکونت اختیار نمود وبعبادت وطاعت مشغول گشت۔ درآن ایام این مُلک درتحت وتصرف افغانیان بود۔ بعضے ازآن جماعہ وے را آزارے دادند۔ تنگ دل شد ودعاے بد کرد۔ آنہا متفرق شدند۔ ووے قبر خود را پیش از رفتن بچہل سال کندہ وتعمیر ساختہ بود۔ وہر ہفتہ بغلۂ جو پُر ساختے وروز جمعہ غلہ از گور برآوردے وبفقرا دادے وخوش ساعتگی اندرآن گور بخوابیدے وبرآمدے و(باز) بجو پُر کردے۔ بعضے عزیزان از وے پرسیدند این چیست؟ کہ می کنی۔ گفت شما خانہ ہاے دنیا آبادمی سازند ومن آخرت آبادمی کنم۔ چہ مرا آن جا بسیار ماندن است۔ آخر وے برفت از دنیا در ہیز دہم جمادی الاولیٰ از سال نہ صد وہفتاد وپنج (۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷م) وقبر وے ہمان جانست واولاد وے درگرد وپیش آن تل بسیار است چون اکثرے مقولۂ وے سخن مسجع بود آمدن (ازآن) اولاد وے ہم موافق وے می گویند۔ درروز عرس شاہ مدار کہ ہم ہیز دہم ماہ مذکور است آن جا جماعتے وہجومے نیک می شود۔ من درایام جوانی شبے بخواب دیدم کہ تخت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بران تل فرود آمدہ است وہم درآن مدت درشبِ عرس شاہ مدار برہمان تل مرا وصالِ معشوق دست دادہ کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ وحکایتِ آن شب دراز است درین جا گنجائش ندارد وشعر ہا گفتہ ام۔ ازآن جملہ است این قطعہ

برتکیۂ شاہِ مدار کہ بجاے کہ بعرس وے ناگاہ[1] ناگاہ رخ نمود مرا آنکہ ماہ بود

---

[1] این مصرعہ درنسخہ ندوہ بدین طریق نوشتہ است کہ ''برتکیہ گاہِ شاہِ مدار وعرس وے''

بل وے بہ تکیہ گاہ خودم داد وصل یار گویا مدار کار من آن تکیہ گاہ بود

شیخ بدرالدین

مرید شیخ ابوتراب کالپی است۔ وہم از دستِ شیخ خود بشرف الاسلام مشرف شد
واثق است اندر شریعت واعمال آن۔ صادق اندر معاملت وافعال آن۔ اوایل
از شیخ من سپارے وتفاولے گرفتہ بمرادآباد رسیدہ ودر آن جا اقامتے ورزیدہ
جمعیت صوری بہم رسانیدہ وبعضے اہل دَوَل برائے وے مسجدے وخانقاہے ساختہ
اند۔ وحجرہا ومصطبہا پرداختہ ہ جائے خوشے چہ مقام دل کشے۔ وے پسرانِ خود را
ہم بطریق صلاح وسلامت تربیت کردہ وبعضے مردم مرید وے شدہ اند واز وے
بہرہ مند گشتہ۔ گاہ ہاوے بسنبھل می آمد وبدیدارِ خویش خوش می نماید نورِ اسلام در
جبینِ وے مُبیّن است۔ من سہ تن را شناسم کہ اندر لباسِ کفر ظاہر بجنبِ باطن
مسلمان بودہ اند۔

یکے۔ نروتم داس میرٹھی کہ در صحبت درویشان مثل شیخ طٰہٰ وشیخ عبداللہ کہ خود را بخواہر
زادگیٔ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ منسوب ساختے، رسیدے وکلمۂ طیبہ گفتے
وطعام شان خوردے۔ من بوے آشنا بودم۔ روزے بکارِ من آمدہ۔ چون وے
بمرد، اندر دہلی خادمانِ آن درویشان وبعضے مسلمانان جمع آوردہ وے را غسل
دادند وکفن پوشاندہ ونماز وے گذاردہ خواستند در گورِ غریبان جنازہ مدفون کنند۔
درین اثنا، مردم ہنود بسیار جمع شدہ وراجپوتان ومہابت خان را کہ حاکم دہلی بود

اون ساختہ وے را بزور از مسلمانان کشیدہ بردند و در کنار دریاے جون
وختند۔ پوشیدہ نماند کہ چون وے بالکلیہ از رسوم کفر نہ برآمدہ بود آنچہ وے را
یدازآن رسید۔

م۔ کوب نام، بادفروش سنبھلی سال خوردہ بود۔ در اوایل ہا پیش درویشان شہر
فتے وخود را بدیوانگی درزدہ رام رحیم گفتے چون قوم وے را کسیل کردند کہ دیوانہ
دہ پس پیش اہالی شہر کلمہ طیبہ می گفت۔ من ہم از زبانِ وے شنودہ ام چون وے
رد در سال ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) مرزا محمد قاضی کہ مردیست
سخ اندر شریعت واصل وے از اشراف واعیان بلخ است۔ اولاً، وے قاضی
نبھل بود۔ امروز قاضیٔ مرادآباد ست۔ نعش وے را تجہیز وتکفین نمودہ باتفاق جمع
سلمانان نزدیک بنخاس سنبھل مدفون ساخت۔

وم۔ گوجرمل نامی از سلطانیان بودہ۔ گاہ ہا پیش شیخِ من آمدہ و در خلوتہا طریقۂ
سلامِ خود ظاہر ساختے وکلام مجید را بہدیہ گرفتہ بود۔ پنہانی تلاوت کردے وہم
ہانی نماز گذرادے۔ وے مثنویٔ معنوی را پیش (شیخ) عبدالحیٔ مرید شیخ احمد
رہندی حل معانی نیک نمودہ۔ روزے وے پیش شیخِ من آمد وسخن این راہ بمیان
فت۔ شیخِ من از وے پرسید کہ اندرین باب تو چہ می گوی۔ وے موافقِ اصطلاحِ
ن قوم بیانے وافی وانمود۔ بعدہٗ ازین رباعی مولوی جامی خواند۔ رباعی

بحریست نہ کاہندہ نہ افزایندہ امواج برد روندہ و آیندہ
عالم چون عبارت از ہمین امواجست نبود در زیان بلکہ دوان پایندہ

شیخِ من بر جودتِ طبع و لطافت فہم وے تحسین فرمودہ بعدہٗ من بگوش وے گفتم۔ فلانے بدین فہم وفراستے کہ تو داری حیف است کہ اسلام خود را ضائع می سازی وظلمت کفر را از برخود نمی اندازی سبب این را برگوی۔ گفت پدرم متموّلے بودہ است و درین مدّت برفتہ از دنیا۔ ومن دو برادر دیگر دارم اگر اسلامِ خود ظاہر می کنم، از میراثِ پدر محروم می مانم، لہٰذا تا یافت آن میراث ہم اندر کفرِ ظاہر ملوّثم۔ من گفتم این چنین اسلام نزد مسلمانان و دین داران مقبول نیست و این چنین کفر ہم نزدیک کفرہ فجرہ مسموع نہ۔ امیر خسرؔو اندرین باب می فرماید

گفتم زتارِ زلفِ تو زنار بندم، گفت او　　در کفر ہم ثابت نہ زنار را رسوا مکن[1]

آخر وے پس از حصولِ مقصود در حضورِ بادشاہ صاحب قران ثانی رفت وعرضہ کرد کہ من مسلمان می شوم۔ بادشاہ خوش گشت و مسلمانش ساخت۔ یکے از حاضران گفت۔ نام او چہ کنند؟ بادشاہ گفت عبداللہ بہتر۔ امروز وے را شیخ عبداللہ گویند صاحب معاملت نیک است، برمن لطفے دارد و یکے شیخ عبداللہ و شیخ چنگال اندر زمانِ پیشین گذشتہ اند و بشرف اسلام مشرف گشتہ اند در ''ثمرات القدس'' است کہ راجہ بھوج کہ پائے تخت وے شہر اجین بود۔ از زمانے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معجزۂ ''شق القمر'' بمشرکانِ عرب بنمود۔ وے در شہر خود آن را بدید۔ علمائے اخیارِ (دربار) خود را جمع نمودہ آن واقعہ را استفسار فرمود آنہا متفق الفظ حق

---

[1] در دیوانِ امیر خسرؔو طبع نول کشور این بیت بدین طریق است۔

گفتم کہ از من جورِ تو زنار بندم گفت او　　در کفر ہم صادق نہ زنار را رُسوا مکن

را پوشیدہ گفتند، این علامتے از اوضاعِ فلکی است۔ این چنین چیز ہا بسیار صادر می شود۔ وے را ازین مقدمہ تسلیٔ خاطر نمی گشت۔ یکے از اخیار اعلم ترین وصادق ترین آن جماعہ بود در خلوت خواندہ، از روے راستی ودرستی استفسار آن واقعہ نمود۔ وے گفت۔ ما در کتب پیشینیان دیدہ ام وخواندہ ام کہ درین زمان اندر ملک عرب پیغمبرے کہ خاتم پیغمبران باشد مبعوث گردد ومشرکانِ آن دیار از وے معجزہ خواہند۔ وے این معجزہ را کہ دیدند بنماید۔ چون این مقولہ شنید دلش را انشراح (یافتہ) وآرامے پدید آید۔ وزیر خود را کہ برمح (برنج[1]) نام داشت طلبید واین سر را درمیان آورد وگفت۔ تو بآن جا برسی وبشرف ملازمت او مشرف گردی۔ وبرگ ہارا پیش اُو نہی ولوازم آن پوشیدہ داری۔ اگر از تو طلب کرد۔ وے خاتم پیغمبران است والاّ باز گردی۔ بعد از آن کہ وزیر آن جا رفت وبشرف ملازمت آن حضرت مشرف گشت وبرگ ہارا بے لوازم بخدمتش بگذرانید۔ آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمود لوازم آن را کہ خداوندِ تو در اخفاے آن گفتہ بیرون آر۔ وزیر چون این معجزہ را دید، ایمان آورد واز قِبل (صاحب خود نیز بیعت نمود۔ آن حضرت نامِ صاحبش ''عبداللہ'' نہاد وصحیفہ کہ در آن آداب شرع مندرج بود، عنایت فرمود چون وزیر باز آمد تمامیٔ ماجرا را بعرض عبداللہ رسانید ونیز گفت کہ من ایمان آوردہ ام ونام مرا بتو حوالہ کردہ اند۔ وے چون این سخنان شنید وصحیفہ را دید، بے توقف ایمان آورد۔ ونام وزیر را ''چنگال'' نہاد واین ہر دو کس اتباع خود

---

[1] درنسخہ مکدوہ ''برنج''

را کہ جمع کثیر بودہ اند بایمان دلالت نمودند و مسلمان ساختند۔ می آرند کہ راجہ بھوج بعد از ایمان آوردن فرمود تا عبارات والفاظ جمع کتب متقدمین ومتاخرین کفرہ را برتختہ سنگ ہا بنوشتند و بکندیدند و در فرش خانہ خود بکار بردند۔ چون وے وفات یافت وے را درمیان آن فروش مدفون گردانیدند تا ہر کہ بزیارت وے آمد با کفشہا بران فرش بگذرد والآن آن چنان است۔ وفاتِ وے قبل از ہجرت آن حضرت بودہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضے گویند بعد ہجرت۔ باقی العلم عند اللہ۔ انتہیٰ

من در سال ہزار وسی وشش (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶م) کہ با سید بھوہ بخاری بودہ ام۔ در ملک رانا۔ پس از آن ہم ہمراہ سید دھارانگری رسیدہ ام وزیارت آن قبر کردہ ام۔

شیخ خیالی دہلوی

درویشے بود صادق اندر کردار وواثق اندر کار۔ وے باذوق ومحبت مشغوف بود وباسوز وگداز مشغوف۔ وے غایتِ شوق ودرد نقش ہندی را مطابق مذاق این طائفہ بآہنگ خوش خود می سرود وخود رقص می نمود۔ چنانکہ اندر دل ہاے سامعان اثرے نیک می آورد۔ وہم در مجالس اعراس مشائخ دہلی مثل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وشیخ نظام الدین اولیاء وشیخ نصیر الدین چراغ دہلی قدس اللہ اسرارہم از مشاہدہ اذواق وتواجد وے مجلسیان را وقت خوش گردیدے وہم گنان اوضاع واطوار وے را پسندیدے۔ ہمانا اندر آن سرائیدن ورقصیدن وے را معنیٰ از حالت توحید ویگانگی دست می دادے تا خود

زبان بترنم برکشادلے وخود رقص ہا و زمزمہ ہا بنیاد نہادے و بر ہیچ کس گران نیفتادے۔ کلام وے از اشعار شیخ اوحدالدین کرمانی کہ ذکر وے در ''نفحات الانس'' است شعار می دہد

تا جنبشِ دست ہست مادام — سایہ محترک است ناکام
چون سایہ زدست یافت مایہ — پس نیست خود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود او بخود نیست — ہستیش نہادن از خرد نیست
ہستست لیک ہست مطلق — نزدیک حکیم نیست جز حق
ہستی کہ بحق قوام دارد — او نیست و لیک نام دارد
بر نقش خود است فتنۂ نقاش — کس نیست درین میان تو خوش باش
خود گفت حقیقت و خود آن شنید — و آن روی کہ خود نمود خود دید
پس باد یقین کہ واللہ — معبود حقیقی نیست سوی اللہ (انتہیٰ)

وہم آن خیالی روش سادگی و بے تکلفی داشتہ کہ صاحبدلان از دیدنِ وے خوش گشتندے وے گاہ ہا در مسجد جامع فیروزی گذراندے۔ روزے وے با خواجہ ابرار دوچار شد و گفت۔ ''بیا اے جوہر من'' خواجہ ابرار ازین معنیٰ تبسّمے کردند و بخوشی درگذراندند۔ شیخ من وے را بستودے وفرمودے کہ وے از دوستان ومقبولانِ خداست۔ من وے را تا بسال ہزار وسی و پنج (۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵م) اندر دہلی دیدہ بودم ومحظوظ گردیدم وآخر ندانم بکجا شد۔

لے ''صاحبِ خود نیست بیت نمود۔ تا۔ بترنم برکشادے'' این عبارت اضافہ است از نسخۂ ندوہ، در نسخہ رامپور ندارد

شیخ مُحبّا فطرت

والاطینت، وے اعجوبۂ آفاق است۔ ویگانہ طِلاق۔ باطنِ وے دقائق پذوہ آمدہ وظاہر وے کوہ شکوہ۔ از حالتِ خمول واستغراق وے چنان باور می شود کہ ہمانا صحبت دارِ رجال الغیب است۔ بابوالعباس والیاس۔ وے با شیخ من سخت نیاز آوراست وثنا گستر۔ گاہ ہا اتفاقِ صحبت می افتد۔ پس بآن ہا (ازان باز) یک قرن بیش است کہ وے اندر مصطبۂ خویش منزویست متصل مسجد جامع فیروزی۔ من از مبادی حال می شناسم وے را کہ ترک مصاحبت تونگری گردانیدہ و از موانست مُمتلی گردیدہ بکنجکے درخزیدہ ازان باز راہ وروش وے بیک وتیرہ است اندر سخنان غریبہ واحوال عجیبہ۔ وے را کرداریست نادرہ وگفتاریست غیر مکررہ کہ بیافت نمی گنجد وبگفت درنمی آید۔ وے اندر نظم ونثر طور خاصہ ساختہ اختیار کردہ کہ از مقالاتِ سابقین وخالفین مخالف افتادہ وحل معنی آن خالی از دشواری نیست (فقیر) درشہادتِ طرزِ سخنِ وے این رقعہ وبیتے می آرد۔ رقعہ

"افروزہ آرزو وفروغ مایہ آسان کردگشتہ بادتبہ خاطر بہم آی کلک می نویسادوا کویہ رکدش فراہوائے گذارش کرہ کرہ سپس حدیقہ حقیقہ نظر خواستارہ اکویہ خواہد برداشت امودہ شواد۔ انتہی۔"

(بیتے)

چمن بزانہ ودیماہ وباغ نچنیدان ببال بلبل گان عشوہ شر شنکول

نطاق ماہ بلند و کمند آہ می زند　　سر بریدہ بر آونیر ہاے در شنکول

شیخ من در ایام جوانی کہ بشعر و شاعری سَرے داشتہ در طرز وے شعر ہا گفتہ و نثر ہا نگاشتہ و بوے نمودہ۔ فرمودہ کہ آن منست۔ وے از فراخواندن آن در شگفت آمدہ و بیقین دانستہ کہ این گفتار بگفتار اوستادان قدمای ماند و این چند بیتے است از آن غزل (غزلیات شیخ من)

اے ہمہ سال آزردنِ ما　　چون فلک جنبر زلفت کرد
ژند و پاژند و در رخسار تواند　　گلستان از پئے شان چون است
بالب لعل تو جانہا پیوند　　از سرموے تو دلہا دردا
طریم بے دو رُخ رنج الفت　　علم شد جز دو لبِ تو رسوا
گر چہ خون چو شدم از دیدہ و دل　　من فرو در کشمش ہمچوابا
(ہمہ گر ہست ترا نیست کرم　　شیخ اگر نیست مراہست بلا
کے بر آریم بتوزیر کی چود ہر　　درک من خاک صفت ماندہ بخانہ ہما
آورد جنگ افتد بترس[1])　　اگر از غند بود کس پسرا
ہست آوند من این بس کز غم　　نہ مرا خواب بود نہ آسا
شادی تو ہمہ آمودہ بغم　　داروے تو ہمہ آغاز بدا
معدن حِلم و کرم ہمچو نبی　　خلف الصدق علی شاہ فتا
آنکہ از سایۂ ابراسایش　　گل خورشید د مد جاے گیا

---

[1] از۔ ہمہ گر ہست، تا۔ افتد بترس، این مصاریع در نسخہ رام پور نیست اضافہ از نسخہ ندوہ است

آنکہ چون تیغ علی قاطعۂ کفر آنکہ چون تیر فرستد بہوا
گردن ماہ شود سیہ گزین سینۂ چرخ شود پشت کرا

من ہم در تتبع آن قصیدہ گفتہ ام واینست

حب الی قلب را بشانِ بداہ ہست تمثال حبۃ البلقا۔الخ

بعد اتمام ''اسراریہ'' بدوسال درسال ہزار و ہفتاد (۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰م) محبا فطرت برفت از دنیا۔ و در باغ آستانۂ خواجہ بیرنگ مدفون شد۔ دران مدت شیخ من در حاشیۂ نامہ این دو حرف مرا نوشتہ کہ مُلّا مُحبا کہ امروز بست و پنجم محرم است بعالم دیگر رفت۔ الحق کسی خوبے بود، خداش بیامرزاد۔

درویش مجہول

درسال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۷م)، روزے من در مسجد فرید آباد نشستہ بودم کہ درویشے نورانی طلعت باشکوہ و وقار از جاے در رسید و در گوشۂ صحن تنہا بنشست۔ من بمجرد دیدن وے بے اختیار برجستم و بوے شدم و سلام کردم و بنشستم، چون در آن مدت من جوان بودم و شیخ خود را یک دو بارے دیدہ لیکن از غایت ہیبت با شیخ خود چنانچہ دل می خواست دلیرانہ صحبت داشتن نمی توانستم چنانکہ اوایل با شیخ من گفتہ کہ

بلبل ز ادب پَر نزند در صفِ گلزار تا گل ز طلبگاریٔ اُو لب نکشاید

و تفصیل این ماجرا را من در رسالۂ ''جمع الجمع'' نوشتہ ام و بروجہ اجمال در خاتمۂ این

کتاب خواہد آمد ان شاء اللہ سبحانہ۔ القصہ چون در آن مدّت پیوستہ در دریافت۔ ذولت صوری و معنوی شیخ خود بورم از زبان درویشانِ با استقامت و مجاذیب اہلِ کرامت واز کتب بزرگان درباب ہمین مطلب تفاولِ نیک می آمد وہم از آن کتب فال موافق حال برمی کشودم چنانچہ از دیوانِ حافظ، روزے این فال برآمدہ بود

حافظ طمع مبر زعنایت کہ عاقبت　　آتش زند بخرمن غم دود آہِ تو

وروزے ہمدر آن مطلب این برآمدہ

بیا دل در خم گیسوے او بند　　اگر خواہی خلاص و رستگاری

بیا حافظ نبیذ تلخ کن نوش　　چرا عمرے بغفلت می گذاری

وروزے از کتاب ''نزہتہ الارواح'' درہمان مطلب این ابیات برآمدہ کہ مثنوی

زمن جانِ پدر این پند بپذیر　　برو فتراک صاحب دولتے گیر

کہ قطرہ تا صدف را در نیابد　　نگردد گوہر و روشن نتابد

کہ سنگ از تربیت لعلست و یاقوت　　چنانکہ اطلس سرخ از تربیت توت

اگر تاثیر صحبت نیست اے دون　　نیاید ہیچ مرغ از بیضہ بیرون

اساس کار وقتے محکم افتاد　　کہ موسیٰ را خضر می گردد اوستاد

چون ممکن نیست رفتن بے دلیلے　　بباید مصطفیٰ را جبرئیلے

القصہ در پیش آن درویشے مجہول ہم از راہ باطن بنیازِ تمام درخواستم کہ اندرین باب مرا تفاولے فرمای کہ تسلّی دلِ مضطرب گردد۔ بلطافتِ وجہ مرا مخاطب کردہ از روے بشاشت این بیت برخواند کہ

اے جوان سر و قد گوے ببر پیش ازان کز قامتت چوگان کنند

دانستم کہ وے مشرف القلوب است۔ وقتِ من خوش شد وطلبی کہ داشتم قوت گرفت ووے راخدمتِ نیک بجا آورم۔ روز دیگر ندانم بکجا شد۔ تا پس از مدّتے دراز آن درویش را در دہلی دیدم بشناختم و وے ہم مرا بشناخت لیکن دران روز سعادت مصاحبت وموانست با شیخ خود گرم داشتم وے دریافت کہ چیزے را کہ من طالب بودم دریافتہ ام۔ من نیز دریافتم کہ وے یافت مرا دریافتہ۔ درین جا مثلے نیک بیادم آمد کہ گویند عشق را چار درجہ ایست اوّل آن کہ (معشوق[1]) دانستہ کہ عاشق (عاشق[2]) است۔ دوم آنکہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق است۔ سوم آن کہ معشوق دانستہ کہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق است۔ چہارم آنکہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق است۔ انتہی۔

ہمدر آن (زمان) کہ این نکتہ شنودم برطبق آن رباعی گفتم۔ رباعی

چون عاشق ومعشوق شود یکدل وراز که ہیچ دِلے نیابد آن راز و نیاز

دو آئینہ را مقابلش دار و بہ بین وے دروے ووے دروے ونشماری باز

آخر آن درویش از پیشِ من بجاے شد ومن (از) پیش (شیخ) خود آمدم وباخود گفتم

آن شد کہ بارمنت ملاح بردمے گوہر چودست داد بدریا چہ حاجت است

درسال ہزار وسی ونہ (۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹م) کہ من اندر قصبہ خوشاب بودم، از احوال

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ۔

فقرا و درویشانِ آن جا استفسار می نمودم بعضے از عوام گفتند کہ درین ایام تاجرے ازین دیار دیوانہ شدہ است در صحرا می گردد و بشہر در نمی آید۔ سخن کم می گوید و آنچہ می گوید ہذیان می گوید گاہ ہا بر لب حوضے کہ در فلان صحرا است می نشیند و با ہیچ کس انس نمی گیرد۔ مرا شوق دیدار وے غالب آمد۔ روزے بوقت صبح تنہا رفتم و بر کنار آن حوض وے را نشستہ یافتم۔ مردے بود بہ عمر پنجاہ و شصت روشن دیدار، چشم پر خمار۔ دلقے نیلگون در بر۔ کلاہے پشمین بر سر۔ در حالت استغراق فرو رفتہ، چشم از عالم و عالمیان بر دوختہ سیر آمدہ از خود و از غیر خود۔ از مشاہدۂ لقاے بابہاے جمال با کمال وے این رباعی (از) رسالۂ قدسیہ بہائیہ یادم آمد۔ رباعی

سیر آمدہ ز خویشتن می باید　　برخاستہ ز جان و تن می باید
در ہر گامے ہزار بند افزونست　　زین کرم روے بند شکن می باید

من ہم از روے ادب و نیاز پیش وے خاموش نشستم تا دیرے و وے پس از زمانے سر برآورد و بر من نگاہے عجب کرد و بہ بشاشتِ وجہ اشارت سخت نادرہ کردہ (کردن) گرفت و چیز ہاے بایماے چشم و ابرو وانمود کہ حال بر من برگشت چنانکہ خود را گم کردم و ساعتے ندانستم کہ وے کیست و من کیم؟ چون بخود آمدم وے تبسّمے کرد و گفت این حال ہم در ظاہر است و ہم در باطن۔ و (صرف) باطن را مقید این حال نباید کرد و فارغ از فراغت ہم باید بود و ازین قسم دیگر گفت کہ اندرین راہ سخت ارزندہ بود و مرا شعرے بیاد آمد کہ روزے شیخ من از ''فصوص الحکم'' می خواند و آن آنست کہ شعر

فان قلت بالتنزیه کنت مقیداً وان قلت بالتشبیه کنت محدداً

وان قلت بالامرین کنت مسدواً وان قلت انما هو فی المعارف سنیداً

فمن قال بالا شفاع کان مشرکاً و من قال بالافراد کان موحداً

فایاک والتشبیه ان کنت ثانیاً وایاک والتنزیه ان کنت مفرداً

فماانت هوبل انتُ هو اِن تراهٗ عین الاشیاء مشرحاً و مقیداً

شاہ بھوانی

دراصل برہمن پسریست از ناحیتِ سنبھل۔ وے گاو چرا بود۔ روزے مجذوبے صاحب احوال بوے رسید۔ وے نیاز آورد وگاوے چند بدوشید وخوردنی دیگر کہ باخود داشت باشیر بہم آمیخت وبدان مجذوب سیر خوراند۔ وے خوش شد وبروے لطف وعنایت آورد ونظرے خاص درکارِ وے کرد۔ حالِ وے متغیر گشت۔ کارِخود را برہم زد۔ سر در بیابان وکوہستان نہاد وجذبۂ نیک بہم رساند۔ وپس از مدّتے دراز در سنبھل آمد ونزدیک بروضہ شیخ ہلالی سرائے اقامت گزید۔ بعضے از ہمسائیگان بوے اختلاطے گرفتند، لیکن براحوال وے کس مطلع نبود۔ تاکہ روزے زنے جوانے وخوش روی باکوزہ شیر (از پیش) وے می گذشت۔ وے چشم کلان وخوش رنگ داشت وایام شباب بود۔ (نظر ہردو) باہم دوچار شد۔ زن درآن بے خبر از خود گردید۔ پایش بلغزید وکوزہ از سرش بیفتاد وبرشکست۔ لمحہ متحیر درایستاد چون بخود آمد گریان کنان روان شد۔ وے گفت چون می گریٔ۔

زن گفت پدر و مادرِ من ازین معاملہ مرا قہر کنند چہ می خواستند بنذر بزرگے شیر برنج پزند۔ (وے) زن را پیش طلبید و آہستہ بگوش وے گفت۔ برو آب را پنہان از نظر ہا در دیگے بینداز و برنج انداز و بکس مگوی۔ زن چنان کرد، چون پختہ شد قسمت کردند ہر کہ خورد ہیچ لذّتے بہ از آن از عمر نیافتہ بود۔ خوردگان متعجب شدند آخر این راز برزبانہا آمد۔ دوستانے کہ باوے نشستندے و بہ بے تکلفی صحبت داشتندے وے را گرد کردند کہ ہاں (این) چہ سر بود۔ یکے مارا ہم نظرے انداز و نیک بنواز۔ وے ازین معنیٰ تنگ دل گردیدہ برجست و گودڑی برکتف انداخت وراہ را پیش گرفت۔ آن دوستان از پئے وے شدند، وے را پیش می دیدند ہر چند قصد می کردند لیکن باوے رسیدن نمی توانستند تا رسیدند بکنار دریاے گنگ و وے از گذر آب بیک سو رفتہ غائب شد و آنہا برگذر (گاہ) منتظر نشستند کہ ہمی زمان برگذر می رسد پس از ساعتے شخصے کشتی سوار از آن طرف آمدہ گفت کہ بھوانی می گوید کہ یاران شما بخانہ ہا باز روید کہ مرا نخواہند یافت ایشان (اینان) را شوق برافزود و برکشتی نشستہ آن طرف شدند۔ نشان (قدم) وے یافتند اندر ویرانہ بے ہیچ معلومے بکاروان سراے فرود آمدند گرسنہ و نزار و پا آبلہ۔ چون پاسے از شب بگذشت یکے طعامے مرغن الوان فراوان آورد و با آنان گفت۔ بھوانی می گوید کہ بخورید و فردا بخانہ ہا روید کہ مرا ہرگز نخواہید یافت۔ این ہا ہم چنین کردند و وے بدہلی رفت و مدّتہا در صحراہا و برکوہسارہا بگردید و در ہیچ جا اقامت نورزید۔ آخرالامر در جوار روضۂ

شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سکونت اختیار کرد و سالہا آن جا بسر برد۔ در آن مدّت ہر کہ بوے شدنے، لطف نمودے و کرمے کردے خاصّہ سنبھلیان را بیشتر اعطاف فرمودے و بے چیزے خوردنی آن را رخصت نمودے۔ پدرِ من گفتے کہ من ہر گاہ بوے شدے، وے از سر لطف مرا گفتے۔ ساعتگی بمان، درین اثناء طعامے از جاے بہم رساندے و مرا خوراندے و ہم چنین شیخ عبدالرحیم برادر شیخ عبدالرحمٰن ہم نقل می کند۔ من خرد بودم کہ پدر مرا بعرس شیخ سراج الدین قدس سرہٗ در قریۂ انول بردے۔ گویند شیخ از کبار مشائخ بود و معاصر شیخ نظام الدین اولیا۔ گاہے شیخ نظام الدین اولیاء بوے شدے در انول و با ہم صحبت نیک داشتے و ہم باشارۂ شیخ در آن قریہ اقامت گرفتہ بود۔ یک بارے من دران قریہ رسیدم۔ شاہ بھوانی ہم از دہلی آمدہ بود۔ پدر مرا در پاے وے انداختہ و وے عنایت و مہربانی بسیار بر من فرمودہ و سخنان دیگر وے مرا بیاد نماندہ لیکن شکل وے چون شکل مجنون کہ تصویر می کشند مرا یاد است و چشم کلان و سرخ رنگ داشت۔ امروز پنجاہ سال بیش است کہ رعنای چشم وے از چشم من نرفتہ۔ پس از آن وے سالہا بزیست لیکن دیدار وے مرا باز میسّر نشد۔ آخر وے از آن جا ''بجود باغ'' رفت و آن جا برفت از دنیا در سال ہزار و سی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) و قبر وے ہمدران باغ است۔ شیخ من گفتہ کہ من شبے وے را بخواب دیدہ ام و وے بر من تصرّفے کردہ است۔ و کیفیتے روی دادہ۔ درین اثناء شیخ الہداد در رسیدہ اند و فرمودہ جذبۂ خواجگان دیگر است۔ یکے بھوانی از مجاذیب دران نزدیکی در سنبھل ہزیان گو

بود۔ استخوان بسیار جمع کردوے بصحرا بُر دے۔ بعضے مردم از وے خوارق نقل می کنند کہ وے را در شہرے دیگر دیدہ بودہ اند و دران زمان وے در سنبھل بودہ۔ من وے را تا بسال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵م) می دیدم آخر ندانم بکجا شد۔

شاہ دولہ

وے در اصل ہندو پسریست از مفاوضات شہر لاہور در ایام صِبا۔ وے را داعیہ این راہ پیدا شد، رفت اندر سیالکوٹ و بخدمت شیخ نصیر الدین بہاری کہ مجذوبے بودہ بامعنی و در صحبت شیخ شمس الدین پدر مولانا عبدالحکیم مرزوق گشتہ در پیوست و مدّتہا خدمتِ وے بجا آورد و مقبول وے گردید و بہرہ نیک براندوخت دولہ گوید کہ "اوسی یک اکھر مینوا کھا" یعنی وے مرا یک حرف گفت۔ پس از آن دولہ در صحبت شاہ شیدای سیالکوٹی کہ ہم مجذوبے بودہ صاحبِ کرامت، در پیوست و شیدا را فرزندان و مریدان بودہ اند، طالبان این راہ و برقدر استعداد ہر کدام بہرہ برمی گرفت لیکن کسے را نعمت خود عطا نفرمودہ بود و خلیفۂ خود نہ نمودہ تا وے را وقت بآخر رسید و محتضر گردید و خواست بیکے از منتسبان کار کردہ خود را، دولت و نعمتِ خود ارزانی فرماید۔ آواز داد کہ بردَر کیست؟ غیر از دولہ ہیچ کس حاضر نبود۔ گفت۔ منم دولہ۔ شیدا خاموشی کرد و بعد لمحہ ہمان حرف باز گفت و ہمان جواب شنید آخر چون دید کہ می روم۔ بآواز بلندتر گفت۔ از یاران کسے حاضر است۔ باز وے گفت منم دولہ۔ شیدا گفت "حَسْبُہٗ نَسْبُہٗ مولا" وے را نزدِ خود خواند و دولت و نعمت و جبہ

وگودڑی (گدڑی) کہ از صاحبان دولت رسیدہ بود۔ بوے عطا فرمود وخود برفت
از دنیا۔ وے را حالے وصفتے خاص روی داد۔ وجذبہ نیک بہم رساند۔ ازین معنیٰ
متعلقان ومنتسبانِ شیدا را عرقِ حسد بجنبید خواستند کہ جُبّہ وگودڑی از وے
برگیرند۔ وے از آن جا برجست وبگجرات رفت ودرناجیت آن شہر برائے خود
نشمین گاہے بساخت وباغ وآستانہ نیک پرداخت۔ دراندک فرصتے تصرّفات
آفاقی (ذاتی) وے برشدن گرفت وقتے زمینے را بکند وخشتہا وسنگہا از آن جا بر
آورد وبعمارات بکار برد وزمینے دیگر را کند واز آن جا بلّی برآورد بلّی عالی وطولانی۔
اندر کنار شہر سرائے بنا ساخت تا در ہوائے زمستان آمد شدگان کابل وکاشمیر کہ بہ
ہندستان می آیند ومی روند بآسانی گذارند وہم وے رعایت فقرا ومساکین و
لشکریان (و) سروسامان (ہمہ) کردن گرفت واز وے ہر خرد وبزرگے کہ بوے
می شود مطابق مطالبِ خوش (خود) بہرہ ہا می یابد۔ شیرینی (و) طعام عامست کہ
بہر کدام پیش می آرد وہم از وے خوارق عادات بسیار نقل می کنند۔ میر مفاخر حسین
بن میر عماد کہ ذکر وے خواہد آمد، جوانیست با (فیض) وسلامت مرید شیخ محمد معصوم
سرہندی وبا شیخ من نیازمند ومعتقد است وبی بی سنی صبیہ شیخ من کہ ہم ذکر وے
خواہد آمد در خانۂ ویست گوید کہ در زمان (بودن وے در) گجرات کہ من در ایام
صبا (دران ایام) مصیبتے (زحمتے بیماری صعب) داشتم وبا خود می گفتم کہ اگر من
پیش شاہ دولہ بروم بہ شوم ومرا نمی بردند۔ روزے این خطرہ غلبہ کرد، بکسان گفتم مرا
پیش شاہ ببرید درین اثناء (چشم بربستم) خود را پیش شاہ نشستہ یافتم چون مردم در

من تغیرے دیدند، مرا برداشتند وروان شدند۔ من گفتم کجا می برید۔ گفتند ''پیش شاہ'' گفتم۔ شاہ خود درخانۂ من نشستہ است۔ آخر چون آنجا رفتم شاہ گفت۔ مرا یاد می کردی، لطف فرمود، قدرے شکر داد خوردم وبہ شدم۔ وہم وے گوید کہ برادر شرف الدین حسین باشاہ دولہ درنماز عید بود و یک کس بمیان خاطر آورد کہ اگر شاہ در برابر می شدے بہتر ازین بود واین خاطر چند بار خطور کرد۔ بعد فراغ نماز شاہ آہستہ بوے گفت، بہراو (برادرا) دل نزدیک باید نہ تن'' وہم وے گوید کہ روزے برادر مظفر حسین بامتحان پیش شاہ رفت کہ اگر امروز مرا بجاے شکر میوہ بدہد۔ دانم کہ مشرف القلوب است۔ شاہ بجمیع حاضران بعادتِ خویش شکر عنایت کرد و بوے ہم داد ورخصت نمود۔ روان شدند وے در خاطر خود نوعے از انکار آوردن گرفت۔ درین اثنای یکے میوہ پیش شاہ آورد۔ شاہ وے را از میان آن مردم باز طلبید وقدرے میوہ عطا فرمود ورخصت نمود۔ محمد صادق لکھنوی کہ ذکر وے درشعرا آید۔ گوید کہ روزے من وشیخ عبداللہ کہ از یاران شیخ محبّ اللہ است پیش شاہ رفتیم بامید آن کہ از وے سخن این راہ بشنویم ومستفیض گردیم۔ شاہ اوّل ہمین گفت کہ از (اے) یاران انچہ فرمودۂ خداست سبحانہ، وسنّت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است بران عامل ومستقیم باید شد، دیگر ہیچ درکار نیست۔ من درسال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) کہ از قندھار مراجعت نمودہ براہِ غزنین بکابل رسیدم۔ دراثناے درآمدن بفاتحۂ قبر ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ رفتم آن با (قبر) ہیچ عمارتے وتکلفے از صُفّہ وغیر آن ندارد وبسنگ ریز ہاے خرد بر چبوترہ خردے بر

آراستہ اند۔ گویند بشارت (وصیت) آن بادشاہ آن چنانست لیکن آن قبر (را) بالطافت ونورانیت یافتم۔ نیز گویند کہ آن بادشاہ مشرف (مشرب) درویشی و قلندری داشتہ چنانچہ مشہور است۔ و در گرد آن قبر قبور بعضے از منتسبان بادشاہ را بسنگ مرمر مُصفا با پتھر ہائے خوش نما بر آراستہ (اند) وآن قبرستان درمیان باغے بزمین بلند در غایت نزاہت واقع شدہ وآن جا نماز گذاردم وبشہر درآمدم و بآستانہ ہائے بعضے بزرگان رسیدم ولطافت ہا دیدم وتفصیل مقامات آن بزرگواران نیکو بیاد نماندہ از آن بتحریر در نیاید۔ آخر چون بگجرات رسیدم شاہ دولہ را دریافتم۔ وقت صبح بود و وے تنہا نشستہ پیریست با بہا ونورانی طلعت باقدر و قیمت۔ ساعتگی باوے نشستم برمن لطف فرمود واز دستِ خود شکر برداشت۔ ومرا گفت بہر اورا (برادرا) بگیر، گرفتم ورخصتم کرد۔ اوّلاً چون آستانہ وے در شدم بس تازہ وسیراب دیدم و اندر آن باغ جا بجا وحوش وسباع مثل آہو و بز کوہی و گوزن و گورخر و شیر و پلنگ و جرس وغیرہ ذالک وطیور متعارف بستہ اند۔ گویند وے می گوید کہ از مصاحبت مردمان این زمانۂ آخر موانست با حیوانات بسیار خوش می آید وبعضے از یاران وے را دیدم برحالت جذبہ وکیفیات نیک ومردم از آن ہا ہم خوارق نقل می کردند۔ آرے صحبتِ دوستانِ او را سبحانہ تاثیریست مقرّر و (با پہلو بودن با) پہلوانانِ این راہ را حالتے است معتبر چنانکہ بزرگان گفتہ اند

گر نتوانی ز خود پریدن در پہلوے پرندگان ما باش

ونیز گفتہ

یارِ خندان باغ را خندان کند صحبت مردانت از مردان کند

شاہ جہان گیر سنبھلی

مجذوبیست صاحب احوال و کرامات و کشف و آیات۔ وے سیاہ جلدہ بودہ و مُہیب۔ قد دراز داشت۔ بسا مردم بزرگ قد روے را بزرگ داشتندے و بنسبتِ وے اعزاز و اکرام نیک بجا آوردے۔ وے پوست خوردے و ہر چہ در پیش دیدے باپوست مالیدے و در کشیدے۔ گویند روزے مارے را مالیدہ است باپوست و در کشیدہ و گویند چند بار گاہہا وے پوست را در آب انداختے و مالیدہ زود از آب برآوردے و برتافتے و آن آب بخوردے چون کس دیگران پوست را در آب می خوردند وے نامالیدہ خوردے و ہیچ اثر از تکلف بظاہر نیافتے و این قسم را بعضے مردم بارہا امتحان نمودہ بودہ اند و بتجربہ رساندہ این از تصرّفاتِ وے بودہ است۔ گویند روزے وے براہے ہمی رفت یکے پیش آمد وے بوے گفت فلسے را برائے پوستِ ما، بدہ۔ آنکس اغماض کرد و گفت ندارم وے گفت آن فلسے را کہ در دستار داری و بفلان کار می بری بدہ۔ وے بترسید و بلرزید، چہ چنین بودہ است زود از دستار برآورد و بوے گذراند۔ روزے کہ این خارق از وے ظاہر شدہ بود من ہمان روز در ایّام صبا شنودہ بودم۔ نیز گویند میر میران خواجہ زادہ عالی نسب حاکم سنبھل بود۔ روزے وے را دیدند کہ خربوزہ بدستے گرفتہ و روپیہ بدستے پیش وے برد و گفت نذرِ تست وے گفت نذر آوردی امّا در وقت رفتن و خربزہ بخورد و

روپیہ در حوض ملک انداخت۔ روز سوم میر میران از سنبھل تغیر شد و رفت۔ نیز گویند حاکم بودہ است در سنبھل ظالم مردم آزار کہ عالم از دستِ وے بتنگ آمدہ (روزے شکایت آن را بوے گفتہ کہ[1]) توجہے فرمای کہ خلقِ خدا از دستِ وے خلاصی یابد۔ جہانگیر گفت ''رفت رفت'' یا میرود می رود۔ در ہمان ایام آن حاکم را تغیر ساختند و مردم خرد و بزرگ از چنگ وے خلاص یافتند۔ آن حاکم را من ہم در خردسالی دیدہ بودم عماد خاں نام داشت من بس صغیر بودم در دبیرستانِ ملا عبدالکریم کہ روزے جہانگیر آن جا آمد و از استاد من پوست خواست و گرفت و برگ درخت نیم را با آن باریک کرد و تا دیرے در آب بمالید و بذوق در کشید از مشاہدہ طلعت با مہابت وے استاد و ما ہا با دب بودند۔ و از وے خوارق بسیار نقل می کنند وفاتِ وے در سال ہزار و سی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) است و قبر وے نزدیک بروضہ شیخ حاتم اعلم العلماے وقتست کہ ذکر وے در ضمن ذکر شیخ رفیع (الدین) ایراد یافتہ و اولاد شیخ را نسبت بجہانگیر اعتقادے درست بودہ۔ پس از وفات جہانگیر مردمِ شہر بزیارت قبر وے می شدند و در باب حاجتے و مرادے نذر ہا بستند کارکشاد بسا کس از ان مر گشتے و بمرادِ خود رسیدے و چند مدتے این حال بودہ است پس از آن از تصرفات وے ہیچ اثرے نماند۔ من خرد بودم اندر دہلی کہ نزدیک بمحلہ کشک بروز (رود) در زمان جہانگیر بادشاہ قبر ظاہر شدہ بود از شہیدے کہ آن را لوقان (توعان) شہید می گفتند۔ چندگاہے از کثرت زائران و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

ہجوم حاجتمندان در شبہاے جمعہ کار بجاے رسیدہ بودہ است کہ بعضے مردم نمی توانستند بزیارت وے رسید۔ ازان جاے (زر) از وجہ نذور بیشمار می آید۔ خادم وے بلّو نام داشت پس ازآن ہیچ نامے ونشانے ازآن شہید نماند۔ واللہ اعلم۔ من شنودہ ام از عزیزے کہ می گفت کہ اولیاء را بعداز وفات ایشان تصرفات و احوال است بعضے راچند روز بیش نیست وبعضے را بسالہا می ماند وبعضے را ہمیشہ۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ ابوالحسن قزوینی گفتہ است کہ چہار کس می دانم از مشائخ کہ در قبور خود تصرف می کنند چنانکہ احیا می کنند۔ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی وشیخ عقیل منجی وشیخ حیوۃ حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

شیخ اللہ بندہ

مجذوبیست بفہم ومعنیٰ۔ صحبت داشتہ بشاہ چوکھا فتح اللہ وجذبۂ نیک بہم رساندہ۔ شیخ من وے را دیدہ است واز وے سخنے شنیدہ بود۔ وفاتِ وے در سال ہزار وسی وانداست (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) وے از سعت مشرب با فقرا واغنیاء نشستے۔ دانایان قدرِ وے را بزرگ داشتندے۔ روزگارے وے با شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری بودہ۔ شیخ از راہِ اعتقاد وے را از خود جدا نگذاشتے۔ وقتے جہانگیر بادشاہ وے را بحضور خود طلبید وحکایات پرسید وجوابہاے نیک شنید خوش شد وخواست انعامے عطا کند۔ وے گفت ہیچ چیزے نمی خواہم الّا کمانے نیک کہ سخت آرزو است، بخشند ونیز وے گفت کمانے مہ (مِہ کمان) من اند کے شکستہ است

بفرمای تادرست سازند۔ بادشاہ نصراللہ کمانگر سرہندی را فرمود تامہ ازان باز ساخت کہ بود۔ وے آن کمان را بشیخ مصطفیٰ کہ ذکروے گذشت بخشید۔ من مثلِ آن کمانے ندیدہ ام کہ تیرے بہ از آن بیندازد۔ برگوشہاے آن این نوشتہ بود

نصراللہ وحید کمان ساخت دلپذیر　　ہمچون کمان ابروے دلدارِ بے نظیر

شیخ مصطفیٰ از معتقدانِ ویست۔ دراوایل ہاوے بسیار صحبت داشتہ وشیخ (مصطفیٰ) درفنِ تیرا ندازی اوستادِ منست۔ روزے من و شیخ (مصطفیٰ) و وے باہم تیرانداختہ ایم درمیدانے وسیع و مسطح وشیخ مصطفیٰ اندرین علم ازمن مہ بود و باوے ہم دست۔ از شیخ (مصطفیٰ) پرسیدم تیرے کہ بجمعِ قواعد انداختہ شود در چندگاہے از تو بوقوع می آید۔ گفت پس از سالے کما بیش۔ الحق چون من ماہر آن فن شدم یقینم شد و درین کار (ذکرِ قواعد) درین جا گنجائش ندارد۔ شبے شیخ مصطفیٰ مرا بوے بُردو گفت۔ سرودے کہ مہ از آن نشنودہٗ بشنو و از نغمہ سرای تان سین سخن راند۔ وے گفت من تان سین را نیک دیدہ ام گویا من تان سین راشنیدم[1] و وے ہر روز مغلچہ را از گلخن طلبیدے و در آن طعام خوردے و کس را شریک نساختے و بقیہ طعام را پیش سگے انداختے و بذوق گفتے کہ نیم خوردہٗ سگ ہم سگ را شاید۔ واگروے رقعہ بکس

---

[1] ازین جا عبارت ہر دو نسخہ جات بے ربط و بے تربیت است۔ مذکورہ عبارت باین طور باید شد۔ "شبے شیخ مصطفیٰ مرا بوے بُردو گفت۔ سرودے کہ مہ ازان نشودہٗ بشنو وا از نغمہ سرای تان سین سخن راند وے گفت من تان سین را نیک دیدہ ام، وسرود (گفتن گرفت) در طرز نغمہ سرای وے وچند دو ہر ہم از تان سین (بہ مصطفیٰ) گفتم الحق گویا من تان سین راشنیدم۔

نویساندے عنوانش این بودے کہ ''بعد سجود موجود (مسجود) آنکہ'' و وے خرے داشتہ کہ بران سوار شدے و گفتے ''علماء و شیخانِ این زمانہ نمی توانند کہ این سنّتِ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم بجای آرند۔ علماء اقوالے دارند و اعمالے نہ۔ وہم وے نسبتِ علما و مشائخ بلکہ (بعض) اولیاے سابقین سخنانِ بد گفتے۔ و بد یاد کردے ازین سبب بعضے عوام وے را ملحد خواندندے۔ روزے من از شیخ مصطفیٰ پرسیدم کہ این بد گفتنش را ہم (چہ) وجہے ہست؟ چہ اکثر اہلِ جذبہ و سکر نسبت بزرگان اعتقاد نیک داشتہ اند و اگر نیک نگفتہ اند بد ہم نگفتہ۔ گفت۔ چون اہل ظاہر را اعتقادیست راسخ کہ آن بزرگان سواے ذاتِ حق موجود اند و بذاتہٖ مستقل اند اندر دوی و غیریت۔ وے ازین معاملہ ہم می جوشید و می خروشید و آن دوی عوام را ببدی یاد می کند چہ از اعتقادِ وے و وہم غیریت بالکلیہ برخاستہ و موجود حق را می داند و بس۔ پس وہم را اگر بد گوید بد نیست۔ روزے من این سخن را با شیخ خود بر گفتم و جواب خواستم۔ شیخِ من گفت حاشا کہ توحید منافی اعمال ظاہری بود۔ باطن مستغرقِ وحدتست و ظاہر ہمیشہ محتاجِ شریعت۔ اللہ بندہ با وجود صحبت داشتن با غنیا آن را بلفظ خر یاد کردے و گفتے فلان خر کجا است؟ و گاہ ہا آن را مخاطب ساختہ گفتے۔ (خرا از کجا می آی و چونی؟) اغنیا را این حرف ناخوش نیامدے و چون کسے را از آن اغنیاء مصیبتے و مشکلے پیش آمدے بوے رجوع کردندے۔ وے رسنہاے کہنہ را واکردن گرفتے و برکشادے آن مہم باخر رسیدے۔ وے را این عمل از شیخ چوکھا رسیدہ بود۔ روزے من ہم این عملش دیدہ ام۔ شیخ مصطفیٰ گفتے کہ روزے وے

درآوان جذبہ بر پارہ مسے بول کردہ بود فی الفور طلا گشتہ۔ در ''نفحات الانس'' می آرد کہ صاحب کتاب ''کشف المحجوب'' بزرگے را نام می برد و می گوید کہ بسر جس از وے شنیدم کہ گفت کہ کودک بودم و بمحلتے رفتہ بودم بطلب برگ توت از برائے کرم فیلہ (پیلہ) بر درختے شدہ بودم و کرم ہائے شاخ ہائے آن درخت (را) می زدم۔ شیخ ابوالفضل بر آن کوی گذشت و مرا دید (و) ہیچ شک نکرد کہ از خود غائب بود[1] بر حکم انبساط سر بر آوردہ و گفت۔ بار خدایا یکسال بیش است کہ مرا، دانگے ندادۂ کہ موے خود بتراشم با دوستان چنین کنند، در حال ہمہ اوراق واغصان واصول درختان زرّین دیدم۔ آنگاہ گفت عجب کارے کہ کشایش دل را با تو سخنے نتوان گفت۔ انتہیٰ۔

شاہ پرویز سنبھلی

مجذوبیست تیز ہوش معنی نیوش (پوش)۔ ظاہر وے ظاہر عامست و باطنِ وے باطنِ خاص۔ با عوام عامست و با خواص خاص۔ با عاقلان زمانہ دیوانہ است و با دیوان گان کامل و عاقل۔ و در اصل وے ہیچ عنوانے متعین نیست۔ و ہیچ قیدے مقیدِ نہ۔ من روزے شنیدم از بعض عوام کہ در محلّہ کاغذیان دیوانہ ایست ہذیان گو چنین و چنان۔ با خود گفتم یکبارے بہ بینم وے را کہ چہ طور است۔ رفتم و دیدم، خوش روی آشفتہ موی منبسط الحال۔ اولاً بہ ہزیان گوی و ژاژ خای مرا پیش

---

[1] از نظر او غائب بودم

آمد و گفت انچہ بر زبانش رفت۔ من از روے نیاز و صلح گفتم شاہا این سخنانِ تو وضد این در مقام وحدت یکیست بل ازین ہر دو مبرّ است و این گفتگو یت اندر مقام کثرت است مقام قدس ہم این دارد و ہم آن بالطافتے وصرافتے دیگر و حقیقت یکیست کہ در اشکال والوان الی مالانہایۃ جمع مظاہر ظہور کردہ پس بہر وجہ و بہر کہ روآری باوروی آوردہ باشی۔ از مقالات مولانا جلال دوّانیست کہ حقیقت کما ینبغی این است (یکیست) در اجزاء مختصہ (متعددہ) چہ[1] اگر در عنصر ظاہر شود آن را اعتدال مزاج خوانند و اگر در حرکات ظاہر شود آن را غنج و دلال خوانند و اگر در کلام ظاہر شود آن را فصاحت و بلاغت خوانند و اگر در اصوات ظاہر شود آن را نغمہ خوانند و نفس در ہر صورت عاشق و طالب این معنی است بہر صورتے کہ برآمد و در ہر لباسے کہ درآید۔ الحسن فی وجہ الملاح مواہب

بوجہ مالقنیا ہر چہ ہست بیرون آی کہ من حریف توام بہر لباس کہ داشت

پس ہر چہ دانی برگوی۔ وے ازین معنی چشم ہوش وا کرد و مغز سخن را کہ آشنا بودہ دریافت، خندہ زد و گفت۔ آرے چنین است و من خواہانِ ہمین معنی ام لیکن کسے را درنمی یابم کہ وے گوید تا من شنوم یا من گویم وے بشنود پس از آن از ماجراے احوال باکمال خود گفتن گرفت کہ مدّت ہاست کہ از کش مکش این و آن رُستہ ام وخاطر را از نیک و بد برشکستہ ام واندرین پردہ دیوانگی و ہزیان گوی خوشوقتم چہ کس مزاحم من نیست و دل من درجای آرام گرفتہ کہ نمی توانم تعبیر آن کردن۔ من ازین

---

[1] ازین جا ''چہ'' زائد است۔

معنی بسیار محظوظ شدم وآن مقامات بیادم آمد کہ در ''رشحات'' است کہ حضرت سید قاسم تبریزی قدس سرہٗ درمبادیٔ حال گرد مجاذیب ومجانین بسیار می گشتند فرمودند کہ در روم کہ از مردم حال مجذوبان می پرسیدم گفتند در فلان موضع مجذوبے قوی حالست آن جا رفتم ووے را دیدم وبشناختم، مولانا جانی بود کہ بتریز باہم تحصیل می کردیم بترکی باوے گفتیم۔ مولانا جانی منی وامیرسن گفت وانی روم مولانا سیدسن گفتم ترا چہ حال افتاد گفت من نیز مثلِ تو سرگشتہ بودم ہمیشہ ہر چیز مرا بہر طرف می کشید ناگاہ چیزے نمود ومرا از ہمہ درربود پس بزبانِ ترکی رومی گفت ''ویکلا ندوم ویکلا ندوم یعنی بیاسودم''۔ حضرت خواجہ احرار می فرمودند کہ ہر بار کہ حضرت سید این حکایت می گفتند۔ آب از چشم ایشان فرو می ریخت۔ معلوم می شد کہ سخن آن مجذوب در باطن ایشان تاثیرِ عظیم کردہ بودہ است می فرمودند کہ حضرت سید فرمودند کہ در شہر سبزوار مجذوبے بود، بدیدن وے رفتم در خاطر گذشت کہ بابا (آغا) محمود طوسی بہتر باشد یا این مجذوب، فی الحال متوجہٗ من شد وگفت۔ چندان می زنم کہ بابا محمود را آب بُرد۔ صاحب ''رشحات'' می گوید کہ والد راقم این حروف چنین می گفتند کہ از بعضے اعزہ شنیدم کہ چون حضرت سید قاسم قدس سرہٗ باین مجذوب سبزواری کہ بمیر دیوانہ مشہور است وقبروے در آن دیار معروفست، ملاقات کردہ اند ودر خاطر گذرانیدہ کہ آیا وے بہتر باشد یا بابا محمود ووے آن سخن کہ از حضرت ایشان نقل کردہ شد بر زبان راند بعد از آن گفت کہ بابا محمود از ترکشِ من یک تیر است۔ حضرت سید از سبزوار پیش بابا محمود بطوس رفتہ اند وسخن میر دیوانہ را بخاطر

آوردہ کہ بابا محمود از ترکشِ من یک تیر است۔ بابا محمود سر از آستین نمد بیرون کردہ وگفتہ کہ بے پر و پیکان۔ انتہی۔ بعدہٗ پرویز مرا گفت فلانے اگر یکے از اہل این کار بمن آید خوش می آید باوے سخن این راہ گفتن و من در اوّل سخن درمی یابم اگر وے لایق صحبت است این سلوکے کہ الحال می بینی پیش می آرم و اِلّا ہذیان می گویم چنانکہ اولاً تو دیدی تا خلاص شوم

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد[1]

من ازین فہم اندر دیوانگی و دیوانگی اندر فرزانگی وے اندر شگفت شدم وخوشوقت گشتم ومطابق آن مثلے رنگینم بیاد آمد وآن آنست کہ می گویند روزے عارف محقق مولوی جامی درخلوتے با جمعے از یارانِ خود صحبتے گرم داشتند و دستار از سر فرود آوردہ و پا دراز کردہ بودند درین اثنا مردے نا آشنائے از در، در آمد۔ دستارے کلان برسر و فرجی مکلّف در بر باریشے وفشے ووقارے۔ مولوی از دیدن وے دستار برسر آوردند و بتعظیم برخاستند و با ادب برنشتند و پرسیدند کہ ''اسم شریف'' وے گفت۔ شیخ السیف۔ ایشان تبسّمے کردند وفرمودند ہان اگر شما شیخ السیف اند پس من چرا نہ بذوق (و بے تکلف) بنشستم وباز پس از آن من چند مرتبہ بدیدن پرویز شدم و ہر مرتبہ سخنانِ این راہ درخلوات شنیدم۔ روزے وے گفت فلانے حالتِ آن (بے) تعیّنی نیکست کہ در ظاہر و باطن بہ ہیچ قیدے مقیّد نبود۔ گفتم مشربِ فقرا (فقیر)

---

[1] این قطعہ شیخ سعدیست و بیت دیگر این است

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

آنست کہ در باطن ہیچ تعینے وتقیّدے گرفتار نگردد و در ظاہر مُتبع دین محمدی باشد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ و جامعیت کہ گفتہ اند بہم رساند چنانچہ در رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' نوشتہ۔ حدیث ''اجمعوا وضوء کم جمع اللہ شملکم''۔ اشارت است با آنکہ وضوءِ باطن را با وضوءِ ظاہر جمع کنند تا استقامتِ حاصل آید۔ انتہیٰ۔ و من در آن مدّت در جامعیتِ خاصہ غزلے گفتہ بودم برخواندم وانیست غزل

منم کہ با ہمہ از ہمہ جدا شدہ ام — چو مہر قدسم و چون ذرّہ جا بجا شدہ ام
بجان خواص خواصم بہ تن عوام عوام — کہ تاج فقر بسر کردہ بادشاہ شدہ ام
ہمہ بکفر و باسلام صلحِ کل کردم — برنگ ہر دو خوشم ہم زہر دو واشدہ ام
نہ غیر ذاتم ونہ عین و نے فراق ونہ وصل — گذشتہ از ہمہ مذہب و باخدا شدہ ام
چو بے خودم بخدا با محمد ہشیار — ازین کمال کہ با وحدت آشنا شدہ ام

وے اگر چہ اندرین جامعیت نبود لیکن این ابیات را پسند فرمود۔ سید جعفر سنبھلی مرید خواجہ احمد کہ اہل این راہ است گوید کہ من بسیار پیشِ پرویز می شدم و از الطافِ وے بہرہ ور می گشتم۔ شبے وے اندر خواب گلیمے عظیمے بر من پوشانید چون پگاہ بوے شدم و بطور معہود نظر عنایت از وے درخواست کردم گفت امشب خود گلیمے را بتو بخشیدم دیگر چہ می خواہی۔ و بآن خواجہ احمد مرا صحبت ہاست۔ کسے خوب است با مراد و شکستہ دل و اہلِ این کار۔ وے گوید کہ من شانزدہ سالہ بودم۔ مرا شوق این راہ بدل پیدا آمد۔ از سنبھل برآمدم و در طلبِ مردِ کامل سفری شدم، رفتم بملتان و اُچہ و تتہ و بکر (بھکّر) و درین اسفار درویشان بسیارے را دیدم لیکن کسے

راطالب جاہ و کسے راطالب دعوت واہل تکثیر وعلیٰ ہذا القیاس (یافتم) ومردے کہ محض طالب خدا باشد چنانکہ دل می خواست، یافتہ نشد۔ بعدہٗ در کناز دریا.... سفری شدہ سیر کنان در بندرگاہ بکنا یج گجرات رسیدم آن جا عزیزے دیدم وازوے سخنے شنیدم کہ درد طلب رامد دکرد واز آن جا نیز برآمدہ درا کبرآباد آمدم۔ آن جا مردے شیخ فتح محمد نام اہل سندیلہ رادریافتم وچندگاہے باوے بودم۔ چون ازوے التماس تلقینِ ذکر می کردم، توقفے می نمود۔ روزے از آن جا برکندم ودر قبرستان رفتہ بسرہمی بردم۔ شبے وے را در خواب نمودند کہ خواجہ احمد را چرا جدا کردی وچیزے از طریقِ ذکر نگفتی وہمدر آن شب من ہم بخواب دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر تختے بزرگ نشستہ اند وجماعتے از اصحاب کبار واولیاے بزرگوار گرد وپیش آن حضرت (چیزے) از ہر دوست مبارک خود گرفتہ بدست خود عنایت فرمودہ اند کہ بحاضران قسمت کن، چنین کردہ ام وفتح محمد در آن زمان در جستجوی من گردیدہ وبعد سہ روز مرا دیدہ وباخود بردہ وتلقین ذکر کردہ۔ بعد از آن روز چند بار آنحضرت راصلی اللہ علیہ وسلم درخواب دیدم چون من از تقصیر یکہ بوجود آمدہ بود غمگین بودم سر بزمین نہادہ پس آن حضرت تسلیٰ من فرمود۔ واز دست مبارک خود سر مرا برداشتہ ودر اکبرآباد بہ فتح محمد ببودم صحبتِ وے مرا در گرفت و ملازمت وے رالازم گرفتہ ودر روزے چند مطلبے کہ من طالب آن بودم روے نمود وآرام وجمعیت حاصل شد۔ وے گوید کہ نسبتے باخدا بہم باید رسانید، دیگر ہیچ چیز درکار نیست۔ بعد اتمام ''اسراریہ'' بچہار سال پرویز برفت از دنیا در سال ہزار

وہفتاد ودو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) وقبر وے نزدیکِ مسکن وے است۔

شاہ پرویز دہلوی

مجذوبیست مستہلک گداز، از خود رفتہ، نیک حال، در مقامے افتادہ۔ چہرۂ وے نورانی و درخشندہ۔ چشمان وے ارغوانیست و دُرفشندہ۔ در اصل وے قوّال پسر است در محلّہ بخاریان دہلی سکونت داشتہ با قبائلِ خود۔ من روزگارے در جوار وے می باشیدم و درآن مدّت شیخِ من در ایّام جوانی بر جوانے نعمت اللہ نام خسر پورۂ وے نظر داشتہ و پیوستہ بمنزلِ من برسیدہ وصحبت ہا وغرائب بمیان رفتہ ورمزے از جلوہ گری ہا آن جوان در ذکر شیخِ من گذشتہ است۔ آن جوان با شیخِ من حکایت آورد کہ درین ایّام پیرا (پرویز) جنونے پیدا کردہ است۔ نہ گفتنی بسیار می گوید۔ ہر چند علاج می کند جنونش بر می افزاید

برجنونِ کہنہ ام بگذشت چندین نوبہار عقل ناصح روغن بادام می گیرد ہنوز

ودرآن جنون وے را جذبہ قوی رسید واز خویش وخویشان خوش پاک برید

خبر برید بلیلی کہ قیس مجنون شد زخویش وزہمہ خویشان خویش بیرون شد

وآن واقعہ اندر سال ہزار وسی و چہار (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴م) بودہ وامروز سی و چہار سال است کہ وے در بازار ابریشم فروشان دہلی در افتادہ است واز آن جائے بجاے دیگر قدم نہ نہادہ۔ مردم از ہر قسم بوے می شوند ونظارہ دیدار پُر انوارِ وے می کنند ومنتظرِ کلمات بابرکات وے می باشند و وے از ہمہ فارغ است و بے خبر

دران افتاد گیہا ہیچ خوردنی و ہیچ آشامیدنی از کس نخواستہ۔۔ چون می خورانند می خورد وچون می آشامند می آشامد۔ گمانم آنست کہ ہیچ وجہے از وجوہ در طمع وطلب چیزے حرفے از زبانِ خود نبر آوردہ بل اشارہ ہم نکردہ و در آخر دولتمندے بر سر وے عمارتے نیک ساختہ جمعے از خدّام پیدا شدہ خود بخود در خدمت وے قیام می دارند ونفعے از خلائق بر آرند۔ زنِ وے ہم آمدہ در جوار وے خانگی ساختہ وحیلہ پرداختہ از نذر وفتوحِ وے روزی مند و مرزوقست۔ من از روز اوّل حالتِ استہلاک وے را می دانم۔ طوریکہ وے دارد عقل و وہم از ادراک آن عاجز است۔ من شنودہ ام از عزیزان سنبھل وسرسی کہ می گفتند ما دیدہ بودیم کہ اندرین ناحیت جوگی بودہ است، سال خوردہ، در علم خود کامل۔ وقتے وے را حالے پیش آمد۔ رفت و در زیر درخت از درختان صحرا مربع نشستہ وچشم خود بر بست و اندر آن حالت چنان فرو رفت کہ از خور وخواب، جواب وسوال در گذشت۔ این حال را در اصطلاح جوگیان ''تاری'' گویند۔ چون مدّتے بسر آمد واز حرکات وجنبیدن بکلی باز ماند، فاختۂ صحرای درمیان موہاے سَر وے کہ آن را ''جٹا'' گویند آشیانہ ساخت و بیضہ ہا نہاد و بچہ بر آورد۔ آرے وے در ہر شبا روزے یک بار چشم وا کردے و باشارہ پوست طلبیدے و در کشیدے، آن وقت فاختہ از سر بر پریدے، چون فارغ گشتے باز آمدے و بر جاے خود نشستے۔ روزے وے گفت کہ مرا از جہان بباید رفت وگفت۔ ''تا گورے بقدِ آدم بکندیدند و دران جا در آمد و ہم مربع نشست و یک نان کلان میوہ آمود پختہ در کنار خود نہاد و فرمود تا آہستہ آہستہ خاک از ہر

طرف ریختن گرفتند و وے از دست خود راست کردن گرفت چون خاک بر بالاے سَرِ وے رسید وآواز طراق (تڑاخ) از آن میان برآمد چنانکہ ہمہ حاضران شنیدند۔ چیلہ خاص وے خاک رابسر وے یکسوکردہ دید کہ درمیان تارک وے یک سوراخ شدہ است۔ پدر من گفتے کہ من خورد سال بودم واین واقعہ راشنودم ونام آن جوگی ہم گفتے لیکن بیادم نماندہ۔ من شنودہ بودم پیش ازین بدہ سال کہ بسہ فرسنگے سنبھل سناسی (سنّیاسی) پسرے درصحراے صبوہ (صیحہ) زدہ وسر برزانو آوردہ ماندہ واز جاے کہ بودہ برنخاستہ ونخوردہ ونیاشامیدہ وبخواب نہ رفتہ وسخن نگفتہ تادوسال۔ مردے کہ وے رابارہا دیدہ بودند می گفتند چون شیرینی بوے بُردے وے سر برآوردے ونگاہے کردے وبس۔ بالاے سروے ریزکے چیزے (چھپرے) سایہ ساختہ بودند وبردوش وے گلیمے انداختہ گاہ آن رادُزد بُردے ودیگرے کسے انداختے۔ مراشوق دیدنِ وے غالب آمد خواستم کہ بوے شوم۔ درین اثناء شنیدم کہ چون وے شہرتے یافت جمعے سنّاسیان از روے حسد کشان کشان بجاے بردندش۔

شاہ بھیکا دہلوی

مجذوبیست بامعنی وتصرف وہیبت ووقار۔ اوایل درنواحی شہر می گردید وہر چہ برزبانش می رفت می گفت واندران ہذیان بعض سخنان بے خار می فرمود کہ شاہد برفہم وے بودہ۔ شبے شیخ من درآستانۂ خواجہ بیرنگ بودمرا گفت بیا، درین نزدیکی

مجذوبیست وے را بہ بینم، رفتیم و در حظیرہ یافتیم۔ شیخ من ہر چہ از وے پرسید بفہم جواب داد، بعدہٗ شیخ من گفت نیک مجذوبست۔ شیخ محمد قلی گفت کہ روزے من برہمان حظیرہ بوے شدم بامید تفاولے کہ از وے نوکریٔ من صورت پذیرد و صورت مبارک خواجہ ابرار بدل گرفتم، چون وے مرا بدید باَداے مجذوبانہ گفتن گرفت کہ چیست این نوکری و براے چہ می کنند۔ خدا اسپ براے سواری می دہد و نوکران براے خدمت گاری و این چیست کہ عزیزے سپید ریش را باید (بادِلِ) خود آوردہٗ۔ دانستم کہ وے مشرف القلوب است و دیگر بار ہم از وے ہم چنین خارقے دیدم۔ و وے سالہا است کہ نزدیک بمسجد شیخ نظام مداری کہ جوانیست سعادت یار نیک کردار با شیخ من نیاز مند، اقامت گرفتہ در سر بازار فیروز آباد و آن مداری بر سر وے عمارتے سنگین ساختہ و نزد آن دکان پرداختہ۔ امروز رجوع بسا مردم سلطانیان بہ شاہ بھیکا است۔ نذور و فتوح کہ بوے می آید از آن وجہ ہیچ شعورش نیست و آن مداری آن زر را ہم درکار وے و ہم در رونق مسجد صرف می نماید و خدمتِ فقرا و درویشان کہ اندر آن مسجد می آیند می کند شیخِ من گاہ ہا با جمعے از یاران در آن جا می نشیند و آن جا را خوش می دارد۔ و ہمین طور شیخ زادہ ہاے من از روے تفرج آن جا را خوش می کنند من ہر گاہ بدہلی می شوم در آن جا بارہا می روم۔ آن مداری بر من لطفے می کند۔ شاہ (بھیکا) ہم لطفے داشتے بعد اِتمام ''اسراریہ'' سہ سال (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) شاہ بھیکا برفتہ از دنیا و ہمدر آن نشیمن گاہِ خود مدفون شدہ۔ من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شاہ بھیکا کہ بود مستہلک چون شرف روز و شب بذات خدای
از مقامِ فنا بدارِ بقا رفت گوی کہ شد زجاے بجای
سال تاریخ او خرد گفتہ بکجا رفت شاہ بھیکا ہای

وہم تاریخ آن مسجد مداری رامن گفتم کہ

''مقامِ فیض''، شیخ من خوش کرد

واین قطعہ گفتہ۔ قطعہ

بنائے مسجد پُر فیض کرد شیخ نظام کہ ہیچ گاہ مباداز صداے ذکر خموش
چون سال این عملِ خیر جستم از ہاتف ''مقام فیض'' رسید از نداے غیب بگوش

نراین بیراگی فرید آباد

دراصل وے ہندواست از گروہ بیراگیان۔ باحسن ولطافت بود وخوبی ونظافت۔ سرود نیک دل رُبا گفتے۔ خود رابلقب جھاجھر شہرت دادہ بود ومقبول دلہا اُفتادہ بود۔ من اندر آن حالت ہم باوے آشنا بودم۔ بس بے تکلف زیستے۔ نوعے از آزادگی در نہاد وے نہادہ بودند۔ روزگارے من اندر دہے از مضافات دہلی می باشیدم۔ روزے وے سیر کنان آن جا رسید ومرا گفت۔ اسپ خود رابمن دِہ کہ بفلان جامی شوم۔ بے تامل حوالے بوے کردم چون سوار شد مرا گفت کہ من بیراگی فقیرم وبے قید اگر اسپ ترا گرفتہ ببرم وبگریزم چہ کنی گفتم ہیچ نکنم چہ من اوّل این حرف بخاطر آوردہ ام آنگاہ اسپ سپردہ ام اگر خواہی بگریز و ببر۔

وے دریافت کہ مرا دریافتہ است۔ خوشوقت گشت و گفت ''احسنت احسنت''۔ شیخ من گوید کہ روزے من پیش خواجہ ابرار بودم کہ جعطر (جمعہ) نام غلام وے از خانہ برآمد و از پیش وے بگذشت وے پرسید بکجا می روی غلام از روے بے پرواہی گفت کہ بازی کردن می روم۔ وے مرا گفت این غلام ہیچ از من نمی ترسد گفتم شمارا نیک دریافتہ است، از آن (سبب) ہیبت و ترس شما در دلش نیست، خواجہ ابرار بسیار خوش شد۔ در آن وقتے کہ شیخ من این حکایت می گفت شاکران قلندر شیرازی کہ جوانیست شیرین کلام و خوش سخن۔ با شیخِ من نیاز آور، حاضر بود این رباعی مظفر کاشی نیک برمحل برخواند۔ رباعی

زاہد بکرم ترا چون ما نشناسد بیگانہ ترا چو آشنا نشناسد
گفتی کہ گناہ مکن اندیش زمن این را بکسے گو کہ ترا نشناسد

آخرالامر زاین بیراگی راجذبہ قوی رسید از ہر چہ داشت پاک برآمد و فارغ البال گشت و بر کنار حوض فریدآباد در گنبدے در افتاد و سکونتے گرفت و بحسب ظاہر ہذیان گوی درآمد۔ آشنایان منتبہ (پیشینۂ) وے ازین حالت در شگفت شدند الا بعضے دوستان کہ محرم وے بودند۔ با محرمان این کار بایما و کنایہ دم آشنای زدے و باغیر آن ہذیان گفتے چنانکہ کسے درنیافتے۔ با مسلمان بطور شان خود را فرانمودے و با ہندوان ہندو بودے و در حقیقت (وے) از ہر دو فارغ۔ چنانکہ کبیر[۲] جولاہہ کہ گویند در روزگار پیشین اندر زمینِ مشرق پیدا شدہ بود و اشعا ہندی

---

[۱] اضافہ از نسخۂ ندوہ [۲] در عہد سکندر شاہ لودھی۔ پیدائش ۸۲۲ھ/۱۴۰۰ء، وفات ۹۴۱ھ/۱۵۱۹ء بمقام مگھر

وے موحدانہ در ہندستان شہرتے دارد و این شعرے چند یست از وے۔

دوہرہ

ہم جانا ہم ملنکی اور رام کہے سون جای　　رام کبیرا ہوی رہو سیس نواہا کاے

دوہرہ

بھلا مواہر پھیرے سرسوں لیے بلاے　　جپس رتن تیسے لیے اب کچھ کہی نہ جاے

ساکھی

کبیرا روڑا دیجئے تج پاکھنڈ ابھیمان　　ہر جن ایسا چاہئے جاسے ملیں بھگوان

روڑا بھیکو تو کیا بھیا پنتھن کو دک دیہ　　ہری جن ایسا چاہئے جو مارگ کے کہیہ

کھیہ بھیو تو کیا بھیا جیواڑ لاگے انگ　　ہر جن ایسا چاہئے جیون پانی سب رنگ

پانی بھیو تو کیا بھیو سیرا، تاتا ہوئی　　ہری جن ایسا چاہئے جیسا جوہر ہوئی

جوہر بھیو تو کیا بھیو ہیرے سب کچھ ہوئی　　ہری جن ایسو چاہئے جانے کچھ نہ ہوئی

روزے من این ساکھی را پیشِ شیخ خود خواندم۔ ''فرمود کبیر اوّلاً مرتبہ بقارا گفتہ است بعدہٗ فنارا۔ بہتر آن بود کہ اوّل فنا گفتے بعدہٗ بقا موافق اصلاحِ صوفیاے محققین''۔ شیخِ من گفتہ کہ وقتے من بفرید آباد شدم و بدر زاویۂ مجذوبے بیستادم و گفتم دستورے ہست کہ در آیم یا نہ۔ وے گفت درین جا غیر از او دیگرے نیست، در آئید و سخنان دیگر ازین راہ بے خار گفت کہ من محظوظ شدم و خوشوقت برخاستم۔ گمانم آنست کہ آن مجذوب ہمان نراین بیراگی بود۔ واللہ اعلم۔ وے را در آن حالتِ جذبہ بسیار دیدہ ام چند بار در کنار حوض و پس آن را در میان

فریدآباد کہ برائے وے مصطبہ ساختہ بودند و ہر مرتبہ از روے اشارہ و کنایہ ازوے لطفے وعنایتے یافتہ ام۔ درسال ہزار وشصت ودو (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲م) کہ من بہمراہی شیخِ خود از لاہور بدہلی رسیدم شنیدم کہ عبدالوالی پسر خردِ من، بامادرِ خود بفریدآباد آمدہ است بفاتحہ محمد صادق طفائے مادرِ خود ودرین نزدیکی باز بہ سنبھل می روند۔ من از شیخ خود رخصت فریدآباد خواستم۔ فرمود از آن طرف تو ہم بسنبھل می روی گفتم نہ۔ چون رفتم آن پسر من بیمار افتاد وزبون شد من چند معنی (تنکہ) نذر گرفتم وپیش آن مجذوب رفتم وعرض حال بیمار کردم نذر بستید و برخلافِ عادت در لتہ کہ برسر بستہ بود بربست ودر گفتار مجذوبانہ ادا نمود کہ چند برگ توت برسینہ اش بِنہ بہ خواہد شد۔ من برگ بردم لیکن کسے بروے ننہاد ومتعلقانِ من بسنبھل روان شدند۔ من ہم یک منزل ہمراہ رفتم۔ چون نحیف وزبون شد، منزل دوم رفتم دیدم کہ شعورے بخود ندارد من بروعدہ کہ با شیخ خود کردہ بودم از ہاپوڑ باز بدہلی شدم۔ مادرِ وے گوید کہ درگڑھ مکتیسر آن پسر را کہ امید زیست نماندہ بود برسر قبر حضرت اللہ بخش فرستادم ونذرے بستم کہ اگر وے را صحت روئیداد (روی دہد) ادا کنم۔ ہمدران شب شیخ را بخواب دیدم کہ بدو زانو مراقب نشستہ من وے را بنظر شیخ آوردم۔ شیخ دست برخاستہ ودر صحتِ وے دعا کردہ وفرمودہ کہ برگ توت را برشکم وے بِنہِ بہ خواہد شد۔ من بحسن پور رسیدہ برگ توت بروے نہادم تا رسیدن سنبھل بہ شد چون نا راین را وقت نزدیک رسید پیش محمد صالح عم زادۂ من رفت وگفت چون بروم مرا در گورکنی ومگذاری کہ ہندوان بسوزند وکلمہ طیبہ را سہ مرتبہ گفت۔ روز

دیگر بیراگیان کہ طالب وے بودند بقہر از خود دور ساخت و بصحرا ے رفت آن جا کس بنودہ صیحہ زد و سر در زانو آورد و برفت روز عید رمضان از سال ہزار و شصت و چہار (۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴م) بیراگیان بمدد ہنود نعش وے را بر آراستند، خواستند (کہ) بسوزند، این خبر بمحمد صالح رسید، کمر بست و با جمعے کثیر و جمعے غفیر از قصبات و اہالی بروے رسید و نعش وے را بزور از ہندوان برکشیدہ و در باغِ خود آوردہ و غسل دادہ و نماز گذاردہ مدفون ساخت۔ بیراگیان گورِ وے را مربع سنگین ساختند و برآن عمارتے نیک پرداختند باز مسلمانان جمع آمدہ و آن تعمیر را خراب ساختند و بطور معہود برآراستند تا نورے دیگر برآن ہویدا شد۔ امروز مسلمانان برسَرِ قبر وے فاتحہ خوانان می روند جز (چند) بیراگیان و ہندوان پنہان پرستش (قبر او) می کنند۔ من خرد بودم می دیدم کہ در سنبھل بیراگی بود ''اجیت'' نام کہ خود را در پردۂ خاکساری و بے اعتباری پوشیدہ بود و در راہ تفویض و تسلیم کوشیدہ و خود را بلقب بھڑوہ یعنی قلتبان شہرت دادہ۔ روش وے آن بود کہ سَر برہنہ و (مجنون) در لباس بیراگیان اندر کوچہ ہاے شہر گردیدے جمع خردان چون وے را تنہا یافتندے پاے پوش بدست گرفتندے و برسرِ وے بزدندے تا کہ مردے در رسیدے و آن ہا را بقہر از وے جدا گرداندے و وے آن مانع را ہم مانع شدے من چون این تعدّی خردگان کہ برسَر وے می رفت بدیدے مرا بسیار ناخوش آمدے و آنہا را منع کردے و وے خود سرِ ذوق پاے افراز برسر خوردے و ہیچ گرہے بر پیشانی و گردے بخاطر نیاوردے۔ دردمندانِ راہ می گفتند کہ در داین راہ نیک دامن گیر

حال ویست۔ چون موسم بہار در رسیدے وے دیوانہ تر گردیدہ و در کوچہ و بازار مستانہ وار بگردیدے واز پئے کودکان بر دویدے لیکن آزارے بکس نرساندے آخر ندانم کجا رفت و چہ شد۔

امروز بیراگیست اندر ناحیت سنبھل معروف بہ بھکنڈی۔ وے را یک قرن بیش است کہ اولاً در مسجد جامع سنبھل باشیدے والحال در کنارِ شہر می باشید بر پشتۂ ''بھولا سر'' کہ جاے خوش است وہواے فرح بخش۔ چون وے گرسنہ می شود بر در یکے از ہنودے کہ آشناوے بود می رود و چیزے کہ بے طلب می یابد می خورد و باز بجاے خود می رود۔ من وے را گاہے کہ می بینم ساعتے (بوے) می نشینم و حرف می زنم۔ راست گو است اندر سخن، ریاضاتِ شاقہ دارد لیکن از توحید بہرہ ور نہ۔ وے اندر تابستان و بارستان و زمستان، روزان و شبان بر سر آن پشتہ بے ہیچ سایگی و بے ہیچ مایہ گی خوش بسر می برد۔ نہ از ہیچ آشناے و ماوای را آرزو دارد و نہ ہیچ جاے و ملجاے را روی دارد۔ نقل است کہ مہتر عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام در حالت تجرید و تفرید در بارانے سخت بصحراے روباہ بچہ را دید کہ اندر پناہ کلوخے بفراغت نشستہ بود۔ (این) شعر بزبان وے آمد۔

لِابـــن الاویٰ مـــا وای لیـس لابُـن المریَم مَاُ وَای

(ہم در آن مدّت یکے را دید بہ ہر دو دست آب می خورد وے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کاسہ کہ با خود داشت بر شکست چہ ظرف نوشیدنی و خوردنی دست خود است[1])

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

مجذوب مجہول

شاہے بود اندر لباس خاکساری، ماہے اندر ابر نو بہاری۔ نشیمن گاہے وے در پشت خانہ کلانے بود، بمحلہ بخاریان دہلی متصل برود آسیاء کہ روزگارے اندر کار (در آن دیار) بودہ است و وے در زیر مقامی کہ بحال خوشی افتادہ می ماند سر و پا برہنہ زیر کے گلیمے در برداشت کسے نمی دانست کہ وے کیست و حالے وے چیست؟ و چہ نام دارد و از کجا می خورد و چون می گذراند وے ہیچ گاہے چیزے را از کسان نخواستے و با کس بشُخ حرف نزدے و کس را بیا و میا نگفتے۔ من وے را در آمد و شد بدیدمے و خوش گردیدمے۔ چہرہ نورانی داشت با وقار و با معنی خبردار۔ اگر چہ ظاہر وے ظاہر عام می نمود امّا باطنِ وے باطنِ خاص بود۔ در ''نفحات الانس'' است کہ مرتعش گوید کہ من ہرگز خویشتن را باطن خاص ندیدم تا خود را بظاہر عام ندیدم۔ وہم اندر آن کتاب است کہ شیخ الاسلام گفت کہ ابو بکر کتانی صحبت دار خضر بود علیہ السلام وقتے خضر وے را گفت۔ یا ابا بکر ہمہ مردمان ازین طائفہ مرا می شناسند و من ایشان را نمی شناسم۔ روزے مرا در مسجد صفا (صَنعَا) بودم و مردم بر عبدالرزاق حدیث می خواندند۔ در گوشہ مسجد جوانے بود سر بگریبان فرو بردہ، وے را گفتم کہ مردم بر عبدالرزّاق حدیث می خواندند و تو این جا نشستہ، چرا نروی و از وے حدیث نہ شنوی گفت من این جا از رزّاق (از اللہ) می شنوم، تو مرا بہ عبدالرزّاق می خوانی۔ گفتم اگر راست می گوئی بگو کہ من کیم؟ گفت خضر۔ و سر بگریبان فرو برد۔

شیخ الاسلام گفت آن ظریف تر بودے کہ ہم چنان کہ از رزّاق بشنیدے از عبدالرزاق ہم بشنیدے چندان کہ از مشائخ ما گذشتہ اند ظاہر ایشان چون ظاہر عام بود و باطن ایشان چون باطن خاص کہ شریعت بر تن است و حقیقت بر جان و سرّ۔ انتہیٰ۔ و ہمدر آن کتاب است شیخ ابوعلی سیاہ بمیر د گفتہ کہ از ہر چہ چیزے بشود چیزے بماند مگر شریعت کہ چون چیزے از آن بشود (کم و زیادہ شود) ہیچ نماند۔ شیخ الاسلام گفت سخت نیکو گفتہ است و آن چنان است۔ شریعت ہمگی خواہد۔ کمی و زیادتی بر شریعت نقصان است۔ شریعت چون آبست آب بمقدار باید اگر بیفزاید ویرانی کند اگر بکاہد ترا سیراب بکند (نکند) مرتعش گوید ہم درین ورق مندرج شد[1]۔ شیخ الاسلام گفت معنی آنست کہ حقیقتِ من درست نیامد تا شریعتِ من صافی نشود۔ من با پدرِ خود وقتیکہ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ/ ۱۶۱۹م) بلگرام شدہ بودم چنانچہ در ذکر سید تاج الدین بلگرامی گذشتہ عزیزانِ آن جا متفق الکلمہ می گفتند کہ مجذوبیست صاحب کمال اندر دہلی و بعضے از روے ادب یا از راہِ تحقیق این ہم می گفتند کہ وے قطب وقت است۔ واللہ اعلم۔ لیکن خود را اندر پردۂ خاکساری و بے اعتباری پوشیدہ و در حالت آزادی و نامرادی کوشیدہ۔ در اصل وے از زمین مشرق است۔ چون در شہر خویش شہرت یافتن گرفت از آن جا بر کند و غائب گشت والحال آن جا نشان می دہند و بعضے مردم آن طرف وے را نیک بشناختند چون (مگر) از راہِ ادب اورا ظاہر نساختند۔ و گفتند کہ وے در محلّہ

---

[1] من ہرگز خویشتن را باطن خاص ندیدم تا خود را بظاہر عام ندیدم (از نفحات الانس)

بخاریان نزدیک برود آسیا افتادہ است و از خود و از غیر خود آزادہ۔ پدرِ من از استماع این حیرت خوردن گرفت کہ حیف من وے را نشناختم و در زمرہ سعادت اندوزانِ وے خود را نہ انداختم، چہ من وے را در آمد و شد بسیار دیدہ ام گاہ ہا با ہم دو چار گردیدہ و من بنسبت پدر حیران تر شدم چہ من نوجوان بودم و نمی دانستم کہ دوستانِ خدا را این چنین حالِ خستہ و شکستہ می باشد و از خدا می خواستم کہ باز بدہلی روم و بدیدارِ وے مشرف شوم۔ بآخر چون با پدر روانہ بدہلی شدم ہر دو خوش امیدوار بودیم کہ وے را خواہیم دریافت و پدر من از من زیادہ تر مشتاق بود۔ چون بدہلی رسیدیم وے را نہ دیدیم، پرسیدیم بکجا رفت و چہ شد کس نشانِ آن نداد کہ بکجا رفت و چہ شد۔ ہر گاہ بدان کوچہ عبور می شد با خود می گفتم۔ اے دریغا قدرِ اولیاء کس نمی داند و این رباعی موافق (حال) افتاد۔ رباعی

بگذشت بہار و سیرابی نزدیم — در سایۂ گل یک مژہ خوابے نزدیم
یار آمد و جلوہ کرد و ما بے خبران — بر دیدہ بخت مشت آبے نزدیم

شاہ آدم سنبھلی

مجذوبیست آزاد و مجرد۔ از کس چیزے نخواستے۔ اگر کسان نقد یا جنس بوے دادندے نگرفتے و نگاہے بکس نکردے۔ با خود حظی داشتے مستانہ بگردیدے چون گرسنہ شدے نانے از دکان در کشیدے و ہمان جا بخوردے و نان بای از آن نان بدنبردے بل خوش گشتے۔ و نان بائیان آرزوے این معنی کردندے۔ پس از آن

از دکان کلالے کاسۂ سفالے برگرفتے وآب بخوردے وکاسہ را برشکستے۔ وفاتِ وے درسال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) است وقبر وے پیش مسجد بازار سنبھل۔ پیر کمال سنبھلی گوید کہ من معتقد وے بودم و وے برمن لطفے وعنایتے داشتے۔ روزے عرض کردم کہ مرا آرزو است کہ صاحب اسپان وسروسامان شوم۔ وے گفت یک اسپ بس است۔ ازان باز تا امروز سروسامانے نیک بہم رسیدہ چنانکہ با مردم تجارت اسپان وغیرہ کردہ ام لیکن درپیش من از فرمودۂ وے از یک اسپ زیادہ نشدہ است۔ وہم وے گوید کہ اگر کسے بہ نیت برآمدنِ مطلبے ومرادے نانے وغیرہ بہ نذر وے بردے اگر آن کار شدنی بود آن را بستدے وگرنہ نگرفتے و این معنیٰ بارہا بوقوع آمدہ بود۔ گویند شبے وے درعقب خانہ جولاہہ خزیدہ ماندہ است۔ پگاہ آن جولاہہ از غصہ کہ تمام شب پرشدہ بود آمدہ لکدے زد از ہمان زمان بدان پاے کہ زدہ لنگ گشتہ است وتا آخر حیات لنگش نرفتہ۔ نیز گویند کہ شخصے احمد نام شنید کہ وے بیرون درایستادہ است طعام بشیرینی کہ بہ نذر بزرگے می پختند فاتحہ خواندہ بوے آوردہ۔ زنِ احمد درون خانہ از معنیٰ بد بردہ است وے در بیرون با احمد گفتہ کہ زنِ تو اندرون بدمی برد۔ چون احمد بخانہ رفتہ وے آن طعام را درزیر خاک دفن کردہ است وبدر جستہ ودر ہمان ایام آن زن برفتہ از دنیا۔ من پس از رفتنِ وے افسوس کنان گفتم کہ وے را دیدم وقدرِ روے را نشناختم۔ چون در فقدان دولت مجذوب مجہول موافق افتاد کہ "النعمة اذا فقدت عرفت" چون بیادمی آوردم بے تعینی وآزادیٔ وے کہ شبہاے زمستانی خواب گاہ وے

برسرتنور بوداین شعراستادے بیادآمدے۔قطعہ

شنیدۂ تو کہ محمود غزنوی شب وے نشاط کردوشبش جملہ درسمور گذشت
یکے فقیر درآن شب سرتنور گزید شبے تنور برآن مستمند عور گذشت
پگاہ نعرہ برآورد و گفت آہ[1] محمود شبے سمور گذشت وشب تنور گذشت

چون بیادآوردم کہ آدم بغیرازلنگی باخودنداشت۔گاہے لنگ ہم برانداختے وخودرا عریان ساختے وسخن کم گفتے مرادرین معنیٰ این ابیات رباعی استاد بیادآمد۔رباعی

ننگ می باید بود گنگ می باید بود آزاد ز قید لنگ می باید بود
(یک حرف ز درس عشق می باید خواند فارغ ز کتاب جنگ می باید بود[2])

گویند مجذوبے بودہ کہ غیرازلُنگ باخودنداشتہ، چون وقتِ وے فرارسیدآن لنگ راازسرخود برکشیدہ بدست گرفت وروے سوے آسمان کردوگفت۔این متاعے از دنیاے تو داشتم، برگیر، بینداخت وبرفت۔شیخ نعمت اللہ شیخی گفتے کہ مجذوبے بودہ اندردہلی، فہیم باہوش۔غیرازلنگ ہیچ چیز باخودنداشت۔گاہ بابطرفِ قبورمشائخ شدے۔روزے لنگ ہم برانداختہ وعریان خوش خوش بزیارت قبرِ شیخ نظام الدین اولیاء ہمی رفت۔من وے رادیدم پرسیدم کہ شاہا! این چہ حالست، خندہ کردوگفت امروز بخاطررسیدہ کہ جریدہ بایدرفت واینک می روم

برہنہ گانِ طریقت بہ نیم جو نخرند قبائے اطلسِ آنکس کہ ازہُنر عاریست

---

[1] درنسخہ "باں" [2] این بیت اضافہ ازنسخۂ ندوہ

میر عماد

خاندانِ سیادت ونجابت وے بسیار بزرگ است و دودمانِ شرافت و لطافت وے نیک سُتُرگ۔ وے ہروی الاصل است۔ از مشاہیرِ روزگار و بے نظیرِ زمانہ۔ ہمت وسخاے وے زیادہ از انست کہ بتحریر درآید۔ ومروّت وفتوتِ وے بالاتر از انکہ بگفتگو در گنجد۔ حیاوشرمے کہ اندرویست وخلقے وکرمے کہ وے دارد، موافق این شعر اوستاد است۔ قطعہ

ہر کس کہ نزد خلق بگوید کہ سیّدم　　باور مکن اگر چہ بَود فی المثل ولی
سیّد کسے بود کہ ہویدا بود ازو　　خلقِ محمد و کرم مرتضیٰ علی

گویند روزگارے وے در ہنگام اوج دولت خود دادودہش کہ کردہ ومالے ومنالے کہ بتصرف درآوردہ از دولتمندان جواد سلف وخلف بظہور نیامدہ۔ فضایل وخوبی ہاے وے زیادہ از تقریر وبیان است ووالاتر از شرح وامکان۔ وامروز وے را با شیخ من رابطۂ تودّد وطریقۂ مناسبت واتحاد مستحکم است۔ وصبیۂ وے بجانۂ خواجہ کلمۃ اللہ پسر میانہ شیخِ من است وصبیۂ شیخِ من بجانۂ میر مفاخر حسین پسر ویست[1] چنانچہ در ذکر شاہ دولہ گذشت وشمہ احوالِ میر جعفر کہ از بزرگان ایشان بود۔ صاحبِ کمال ومکمل در تکمیل در ذکر شیخ نظیر علی گذشتہ است و (دیگر) پسران میر عماد ہم بافہم وفراست واہل لطافت ونظافت اند لیکن من بآن میر مفاخر حسین

---

[1] تخلص آن ثاقب است۔ بحوالہ ریاض الشعراء۔

نیک آشنا ام و نیاز مند۔ وے مرید شیخ محمد معصوم ابن شیخ احمد سرہندیست۔ فضیلت خوشے دارد و طبع دلکش و مشغول اندر طریقۂ نقشبندیہ بر من لطفے خاص دارد۔ وقتے وے و من در خدمتِ شیخ من خوش گذرانده ایم۔ میر عماد اشعار فارسی و ہندی دارد و پارسیٔ وے بہ از ہندی ویست بر عکس مستفی سنبھلی و ہندیٔ وے را من بسیار شنیده ام از نغمہ سرایانِ ہندستان کہ دیدہا و شنیدہا بستہ است امّا اشعارِ فارسیٔ وے انیست و این سہ بیت در نعت آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم۔ قطعہ

پیکر مہ بتمنای (متمنائے) شبیہ نو فلک — گہ شدہ نیم رخ گاہ کشد (شد[1]) مستقبل

بیند آخر کہ بدان حسن و لطافت نرسید — کند از حلقہ ہالہ چو حروفِ مبطل

اندرین عالم ناقص تو صحیح آمدۂ — نہ بماضی است مثال تو نہ در مستقبل

یکدم از قطرہ زدن نہ نشست در روزِ فراق — گرچہ پائے پیکِ اشکم از مژہ پر خار بود

بیادِ عارضت زار و نزارم — سر زانو شدہ آئینہ دارم

بزلفت سراسر مضامین کفر است — ہمان بہ کہ این نامہ پیچیدہ باشد

روزے وے بشیخ من آمد و در اشعار ہندی سخن راند و چندے از خود بخواند۔ شیخ من مرا اشارہ فرمود کہ آن سویۂ خود بخوان چہ آن سویہ پرمارتھی کہ گفتہ بودم، شیخ من خوش کردہ بود و در سفینۂ خود نویسانده۔ برخواندم و این است سویہ

لکھ لکھ پوتھی کیا بانچت لوکن مانہہ ، بات سن سانجھ بری پوتھی سبھی

پھاردار کی لے مانجھ دھاردار — بدھا ہوسیار وار پارہم آنچ وے

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

آنکھین کوں تور دارسن کوں نجوردا مسوانی تیوردار جہاد سات پانچ وے
ہی ہی کے بھئ بانجہ دہی دہی بانج باجے گریہ بتہا پانچ پہلوی پانچ وے کالا رنج
رے۔

وے بسیار محظوظ شد و شبے بار دیگر در خانقاہ شیخ من باوے صحبتِ اشعار ہندی بمیان آمد۔ من رسالۂ ''پیم چرت'' و ''پیم اشیک'' و ''پیم اما بن'' خود بروے خواندم بسیار خوشوقت شد۔ یکے از جوانان شعر فہم و شعر گو ابو منصور بن محمد ابو بصر نصیر الدین محمد شریف خانست کہ ذکر شان گذشتہ و وے معروف باحراری است و رسا تخلص می کند۔ جوانیست بافہم و فراست و ہمت و فتوت واز سلطانیان معزز۔ وے دامادِ شیخ من است و مقبول شیخ من۔ بر من لطفے و عنایتے دارد۔ این شعرے چند است از وے

مخواہ بلبل شوریدہ سر خطاب از گل — کہ نیست ہیچ بجز خامشی جواب از گل
زبس خجل شدہ از تاب عارضت چہ عجب — کہ بے مضائقہ حاصل شود گلاب از گل
زلفت ز ابتریست ربودہ قرار ما — گویا کہ ہست ترجمۂ روزگارِ ما
گلہاے داغ تازہ شود از سموم ہجر — ہر گز خزان پذیر نگردد بہار ما
در فرقتت ز فرط درازی و تیرگی — تصویر زلف تو شدہ شبہاے تار ما
لب تشنگان عشق نخواہند آب خضر — این طائفہ ز چشمۂ مہر آب خوردہ اند
می دہد پند حبابت تو ازان غیرت مگیر[1] — کہ چو پُر باد شوی دہر دہد بر بادت

---

[1] در نسخۂ ندوہ ''گیر''

مشفی سنبھلی

فہیم وظریف، نیک منظر ولطیف وخوش طبع ووسیع مشرب بود۔ وے بافقرا واغنیاء
نشستے، مقبول دلِ درویشان بود ومطبوع خاطر صفا کیشان، ہرگاہ کہ وے درصحبتِ
دولتمندے بودے درکار غربا ومساکین وانجاحِ مطالب شان دریغ ننمودے و
اغنیاء ودانشور وے را بمحبت تام با خود داشتندے و از مصاحبتِ خود
جدا نگذاشتندے کہ غایت شیرین سخن بود وشکرین کلام۔ اگرچہ وے تحصیل علوم
غریبہ نکردہ بود لیکن از راہ خوشگوی وخوش خوی درمجالس علماء وفضلاء داد سخن دادے
چنانکہ ہم گنان راپسند افتادے ومعلوم است کہ اندر محافل صوفیہ محققین وخسروان
باریک بین وارباب دولت وفطرت واصحاب فضیلت وخبرت ہمین سخن مناسب
حال ومطلوبست۔ درین وقت نقلے از کتب ہنود بیادم آمد چہ مصرعہ

متاعِ نیک ہردوکان کہ باشد

گویند پیش یکے از راجہاے ہند درفضیلت مہا پنڈت وسبہا پاتر (مہاپاتر) بحث
افتاد وجمعے مہاپنڈت را برتر می گفتند وفرقۂ سبہا پاتر (مہاپاتر) را۔ راجہ گفت من
ہردو را امتحان می کنم تا آن چہ ہست خود بخود ظاہر شود۔ راجہ بگوشہ رفت و پنہان
از نظر باریز کے خاکستر دوجا کردہ ودر خرقہ ہا پیچیدہ ودر خریطہ ہاے زرین مکلف
انداختہ وبالاے آن مہر خود نمودہ آوردہ یکے را حوالۂ مہاپنڈت کرد بفلان راجہ
برسان ویکے را بہ سبہا پاتر (مہاپاتر) سپرد کہ بفلان راجہ ببر وزیادہ ازین ہیچ نفرمو

ورخصت نمود۔ چون مہاپنڈت بدان راجہ رسانید، راجہ و اکرد دید کہ خاکستر است۔ در شگفت شد، گفت چیست؟ پنڈت گفت مرا ہیچ نگفتہ اند غیراز رسانیدن۔ حاضران گفتند کہ این از قسم سحرے خواہد بود۔ راجہ بہم برآمد وآن پنڈت رازدہ، بدر کرد تاوے خاسر و خائب گردیدہ ومحنت ہا و پریشانی ہا کشیدہ باز آمد و حقیقت ظاہر شد امّا چون سبہا پاتر براجہ دیگر ببرد۔ راجہ وے راوا کرد، دید کہ خاکستر است۔ پرسید این چیست؟ سبہا پاتر برفور گفت کہ راجۂ ما در فلان شب ہوم (ہون) کردہ بود۔ جمیع راجہ ہاے آن جوار و جمیع ہمسران آن دیار جمع آمدہ بودند و آن شب بخوبی بسر آمدہ بود۔ چون شما دور دست بودہ اند مناسب ندانستند تصدیع داد ہمین تبرک آن شب بدست من فرستادہ اند۔ راجہ ازین معنی خوشوقت گشت و سبہا پاتر را نیک بنواخت و بعزتش رخصت ساخت۔ شیخ سعدیؒ قدس سرہٗ در گلستان می آرد۔ ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستیٔ فتنہ انگیز''۔ درین جا حکایتے بیادم آمد کہ پیش ازین بچندین سال من لشکریٔ رستم خان دکھنی بودہ ام۔ شیخ نجم الدین لونی لشکریٔ امیر دیگر بودہ ومیان آن دو امیر خرخشہ پل بمیان بود و ماہر دو وکیل شدہ در حضور حاکم دہلی آمد و رفت داشتیم و من طلب راے از وے می کردم، چہ حق بجانب من بود و وے پاک منکر می شد و مرا دروغے می ساخت۔ روزے من بخانہ وے شدم و در خلوت بوے گفتم۔ شیخا! من بشناسم ترا کہ دین داری و نیک کرداری، از براے خدا راست برگوی کہ میانِ من و تو حق بجانب کیست؟ گفت بجانب تست۔ گفتم پس پیش حاکم چرا این چنین اقرار نمی کنی و چون مرا دروغی می

سازی۔ گفت آقائے من۔ مرا کارے فرمودہ کہ بکن آن را می کنم خواہ آن کار راست باشد خواہ دروغ۔ من ازین معنیٰ محظوظ شدم۔ و حکایتے اندر حکایت بیادم آمد کہ در ایام جوانی ماجرای خود را بر دیگرے بستہ ام، این است۔ حکایت منظوم

نوجوانے بود رہ رو، رازدان — پیر در تدبیر و عشق اندر جوان
ناگہان روزے زنے خوشروے مست — پیش روے آنجوان رفت و نشست
رو برو باہم دو چشمش چار شد — میل دل ہر دوشان لاچار شد
از دلِ زن عشق گشتہ شعلہ زن — چون توان ماند نہان مشکِ ختن
زخمہاے عشق پنہانش فتاد — اخگرے در خرمنِ جانش فتاد
گرچہ عشق اندر دلش برپا نشست — لیک در ظاہر باستغناء نشست
دلبرا در دل برون پروا نبود — آشنا از دل برون بیگانہ بود
از درون شرین برونِ تلخ ریز — از درون گنجے و بیرون مار تیز
از درون گل گل شگفت و باغ باغ — وز برون شد خار خار و داغ داغ
آن جوان القصہ پیش آن نگار — گشت چون تصویر از حیران کار
گرچہ آن زن آمدہ ہندو نزاد — لیک با اسلام کارش اوفتاد
کفر و اسلام آمدہ باہم کمال — ہر دو را یکسان شدہ حال و مقال
شیر و شکر چون شود یکجا بجام — در شہودت یک بود گرچہ دو نام
چوب اخگر را بگردان حلقہ وار — حلقہ ہا از و ہم آور در شمار
آنچنان وحدت بکثرت بین یکی — آنکہ کثرت عین وحدت بے شکے

باز آیم بر سر این داستان کرد اشارت آن زنے با آنجوان
کای جوان درسوی روے من بہ بین دامن خود را ز کوے من مچین
ننگ و ناموس مرا بنگر کہ چیست تو کدامی من کدام و عشق چیست
بہر وصل من بسوے من بدَو داد سوگند خودش گفتا برو
اللہ اللہ این سخنہا از کجا است ہمچو جنگ زرگران کارے بجا است
با چو یوسف کرد با آن داوری داد وے را درد بہر یاوری
سِرِ راز است این سخن عین است و عین عین را دریاب فارغ شو رشین
پوست کندہ گفتم و حرفیست نغز پوست را بگذار و بنگر کار مغز
بلکہ می بگذار مغز و پوست را تا ببینی ہیچ غیر دوست را
اے کمالؔ کار تو این است و این این بخوان و این بدان و این بین

وہم از آن شیخ نجم الدین کہ مردے راست گوی بود و نیک معاملت، نقلے خوش یاد دارم کہ می گفت۔ ہیزدہ سالہ بودم با حسن و لطافت، شبے آوازِ زنے بگوشِ من رسید کہ می گوید ''من عاشق روے تو ام اگر بگوی ظاہر شوم'' من پرسیدم کہ چہ کسے است و چندیست (چند شب) در خلوت آنچنان می گفت۔ آخر گفتم اگر مرا ضررے از تو نرسد ظاہر شو و وے قسم عظیم یاد کرد کہ ترا آزار نرسد و ظاہر شد بحسن و خوبی و دلبری و محبوبی و سخنانِ عشق و محبت بمیان آورد و گفت مدّتیست کہ من ترا بہ بینم و فریفتہ تو ام لیکن بملاحظہ وہم و ترس تو ظاہر نمی شدم۔ القصہ مرا ہم بوے تعلقے پیدا شد و ہر روز در خلوات بہم صحبت می داشتیم۔ روزے بوے گفتم کہ اگر گاہے

بطور خود ترا خواہم کہ بینم چون کنم۔ گفت این کریمہ را ہرگاہ بخوانی حاضر آیم" و
قال نِسوۃٌ فی المدینۃ امراۃ العزیزِ تراوِد فتاھا عن نفسہ قد شغفھا
حباً "الآخر۔ پس وقتے کہ در خلوات می خواستم کہ بیاید این آیت می خواندم برفور
حاضر می شد و مدّت ہا اندرین عشقبازی پاک خوش می گذشت و اسرار نہانی از عالم
جنّیان و اطوار اینان نیک شنیدم و تماشہاے عجائب غیب پوشیدہ ملک لاریب بسیار
دیدم۔ روزے وے مرا گفت کہ امشب در قبیلۂ من شادیست، اگر بگوی تختے بر
سر جنیان کردہ بیارم و ترا با خود ببرم و تماشاے عجیبے نمایم چون از طرفِ وے ہیچ
واہمہ بخاطر نماندہ بود گفتم آرے۔ وے رفت و در ساعتے تختے را بر سر جنّیان
آراستہ آورد ہر دو نشستیم و در ساعتے از قصبہ لونی تا آنروی در پاے جون نزدیک
بعمارت جہان نمای فیروزی در ہوا رسیدم و در گوشۂ ں جنّیان بر تخت نشستہ
تماشاہاے غیر مکرر آنان کردم۔ عجب غوغاے و عجب سرودے و عجب صحبتے بنظر در
آمد کہ عقل و وہم حیران می شد۔ درین اثنا بعضے جنّیان آمدہ ایستادہ شدند و با خود می
گفتند انیک دوست "زینب" آمدہ است و نام وے زینب بود۔ و طعام لطیف از
ہر قسم آورد بخوردم و پان و خوشبو آورد من بسیار محظوظ شدم تا دلِ شب رسید۔ وے
گفت مرا ہرگاہ خاطرت (خواہد) برخیز و بگو کہ بخانہ ات باز رسانم من تا پایانِ
شب تماشا گر بودم و سحرگاہ چنانکہ رفتہ بودم باز آمدم۔ القصہ چون شش ماہ بگذشت
و اندر عشق بازی اہتزاز (انہماک) بکمال رسید۔ مردمانِ قبیلۂ من از خلوات
کردن من و مشاہدۂ کردن رنگ روے من کہ بزردی مایل شدہ بود، در شگفت

شدند و بجد گفتند کہ ترا چہ پیش آمدہ است کہ حالت دیگر پیدا کردۂ۔ من رازِ خود را بکس باز نمی گفتم کہ زینب مرا گفتہ بود ہرگاہ این سِرّ فاش کنی، دیگر مرا نیابی، تا کار بجاے رسید و بجاے کہ مرا نامزد کردہ بودند و ایّام نکاح بنزدیک رسیدہ۔ آن مردم خرخشہ پیش آوردند یعنی من زنے را در خلوتے می خوانم و ازین سبب خواستند کہ آن نسبت را فسخ کنند۔ چون مرا بتنگ آوردند بے اختیار عشق بازی پاکِ خود را بدان جنّیہ ظاہر کردم و پشیمان شدہ در خلوت رفتہ بر بستر درافتادم۔ درین اثناء زینب بغضبِ تمام درآمد و طمانچۂ سخت بر روے من زد و گفت اے بے نصیب چرا راز ما و اساختی و در این چنین صحبت فتور انداختی و برفت، پس از آن باز ندیدم۔

مشفی اشعار پارسی و ہندی دارد و ہندیٔ وے بہ از پارسیٔ وے گویند و این چند شعر یست از ہر دو زبان وے۔

بہر جذبِ یار تعویذ و دعا در کار نیست — میل دل از سدرہ آرد بر زمین جبرئیل را

رخش بچشم سپرداست گنج خوبے را — برو بزاویہ اش دل کہ پاسبان مست است

نالۂ مرغ چمن زمزمۂ خوشحالیست — نالہ آنست کہ از مرغ قفس می شنوم

رباعی

آنکس کہ بعشق بستہ پیمان درست — در کفر نہان ساختہ، ایمان درست

دارد بخلاف روش بوالہوسان — صد پارہ دلے زیر گریبان درست

قطعہ

نار گویند ہندوان زن را — گر تو مرد رہی از و زنہار

در کلام مجید واقع شد وقنا ربّنا عذاب النار

دوہرہ

جی نجر تو جارون جنسہ جادن بچھر پے
کہت نہ کہتیواتِ کہت بہی ہے بہنو بنت ہے
جب وے نوین چت چدہت کنت کہیا جن سوانس
پریت برلے برن کی کثرت جنہ منہ بہانس

ارن برن دوری بنتے بہجئے پیم منجتہ پرکت پوتن لال کے دہکی جانت ہے رینہ
نیروتن تج بہت ہے ات منہ تورت میت پیم کسے کہو دکہے دہادہ داری بہنت
ہم تہرن کرتار دودھ وماہے بانہہ رہاتھ اوہ انت دہ تہر رہو ہم سب اونہہ جانت

چون شیخ من دوہرہ اخیر را شنید خوشوقتی نمود و فرمود چہ عجب کہ کار وے از ہمین شعر شدہ باشد۔ در ملفوظات مولانا زین الدین محمود کمانگر مسطور است کہ فردوسی طوسی را باین بیت وے بخشیدند

مشو نومید از فضل الٰہی مدہ بر بخل فضلِ او گواہی

خواجہ محمد یعقوب پسرِ خواجہ محمد صادق طفاے شیخِ من کہ جوانیست فہمیدہ و سخیدہ فقراء خود دیدہ را تاریخ نوشتہ است بہ عبارتے شرین۔ واندرین تاریخ من فقیر عاجز را ہم آوردہ و نسبتِ من ہم نوشتہ کہ شعر ہندیٔ وے بہ از فارسیٔ ویست۔ چنانچہ کہ فضلا بہ نسبتِ مشفی نوشتہ اند و من اشعارے از ہر دو زبان وے نوشتم۔ (اکنون) شعرے چند از خود ہم درین جا بنویسم در ہر دو زبان وانیست رباعی

تا عشق نواخت ساز عود دلِ من　　چون عود بسوخت تار پود دلِ من
می سوزم و می سازم و می نالم و خوش　　انیست درین جناب سود دلِ من
دنیا طلب اے وائے کہ در چہ ماندہ　　عقبیٰ طلب افسوس کہ در رہ ماندہ
مولا طلب الحمد کہ آن ہردو گذشت　　خود ہم زمیان گذشت و اللہ ماندہ

رباعی

مستیم ز بادہ نہ جامش پیداست　　صیدیم نہ دانہ و نہ دامش پیداست[1]
پیوستہ ہمہ بے سر و پا راہ رویم　　بر ہیچ کہ بے نشان کہ نامش پیداست

رباعی

تا چند بعلم و قیل و قال و شر و شور　　مغرور شوی چو جاہلے بآوازِ زور
خود را دریاب تا کہ مانی کرّ و کور　　تو دریاے نہ بسان کد و تور
نگاہِ من بفراق تو ماندہ شد کامروز　　زدیدہ تا سر مژگان ہزار فرسنگ است

دوہرہ

سندر نار وچتر ہے سکت لیو من لوٹ　　جو من بہاوے سو کرے ہاتھی برکھا جوت
سر بس اب تو سو بہونت ناکر کے اسنہ اپنی　　دیو کہ بہی ہے کلاکت مکہ رکہائی بہوئیں بتی
بالوانت نمران ایک بلی من کی ٹوٹت ہے مدہ پان　　من منہ چتر سجان تن ہون آنکہ سکھ رمیو
جیوتن لاگے پران برانن منہ سون لاکیو

---

[1] این مصرعہ در نسخہ ندوہ باین طور نوشتہ است ''بر ہیچ کہ بے نشان نہ نامش پیداست'' مگر نزدِ من باین طور بہتر است ''بر ہیچ نے نشان نہ نامش پیداست''

دوہرہ

دوئی لکھوں تو دوی نہ وہی کہون بھئی دوی
اوہیں کہوں تو ایک ہی کہوں جو ہوئی سوہوئی

گویند شبے ہمسایہ مشفی بوے آمد وگفت۔ زنِ من دردِ زہ دارد، عزیمتے وتعویزے کہ می دانی بنویس وے ہیچ تعویذ نمی دانست۔ این بیت بخوش طبعی نوشتہ بوے داد کہ

الٰہی غنچہ امید بکشای گُلے از روضہ جاوید بنما

شیخ عبدالمومن سنبھلی گوید کہ این نوشتن از تصرفِ وے بودہ است ووے در دفع دردِ زہ مراہم بدان بیت اجازت دادہ وبتجربہ رسید۔ گویند روزے مشفی دراوایل ہا صراحی شراب وپیالہ درپیش داشتہ است وبخوش طبعی گفتہ کہ از صراحی وپیالہ لفظِ آہ برمی آید چہ صراحی ''الف'' است وپیالہ ''ہا''۔ ظریفے گفتہ کہ آن وقتے راست می آید کہ بالاے آن۔ ہا۔ مد، باشد۔ وے گفت ''مد'' درمیان است چہ ''مَدْ'' بزبان ہندی شراب را گویند۔ فقیہے سادہ علاج سرفۂ خودرا از وے پرسیدہ است وے بمزاح گفتہ کہ پارہ قند سیاہ وپوست مغیلان وقدرے آب ہم درظرفے انداختہ وچندے بجاے گرم نگاہ داشتہ عرق برآر، وبخور بہ می شوی، فقیہ سادہ ندانست کہ این چیست؟ وچنان کردوخوردہ بمدرسہ آمدہ چون بوے آن بمشام تلامذہ رسیدہ متحیر و متعجب شدہ اند وعیب استادرا در پوشیدہ لیکن چون از مدرسہ بعامہ بسامہ خلائق رسیدہ۔ (خندہ آوردند) درصفت صرفہ شیخ احمد ہروی خوب گفتہ۔ دوہرہ

اِسک مُسک کہانسی کہس کہون کہراورند احمد درے تادر، نہ آنے آوے سدّ

چون نام مشفی شیخ ماکھن بود۔ وے راپسرے بود نہ چووے۔ گویند روزے ظریفے بوے گفتہ کہ تو خود ماکھن شدی پسرِ تو دوغ ہم نشد۔ وے گفت چہ می گوی پسر من کھوا شدہ است۔ من مشفی راچند بار دیدہ ام واز اداے خوش نماے وے خوشوقت گردیدہ۔ روزے وے رادر ہنگامۂ تماشہ گاہے دیدم، با جامۂ بیل زدہ و چہرہ رنگین کہ با مصاحبانِ چند در نظارۂ حسن و جمال خوشحال می گردد و حال آنکہ وے کلان سال بود۔ من دل از تماشہ برداشتم و بدیدار وے منحصر ساختم۔ گویند وے راہمسایہ بودہ است عمر نام، قد دراز داشت و عمر را ہم من دیدہ ام۔ در بیماری آخر وے بعیادت (وے) رفت۔ وے گفت۔ بیا اے عمر دراز بوداع آمدۂ و برفت اندران بیماری روز پنجشنبہ عاشورہ از سال ہزار وسی و یک (۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱م) وتاریخ ویست ''خوش فہم''، شیخ مرتضیٰ سنبھلی گفتہ کہ بعد وفاتِ شیخ ماکھن من بغسل حاضر شدم، دیدم کہ در وقت آب ریختن تہ بندِ وے واگشت۔ وے ہر دو دست خود را بہم آورد چنانچہ باید در پوشیدہ از مشاہدۂ این حال حاضران در شگفت آمدند پس از آن وے چشم ہاے خود را وا کشاد و نیک نگاہ کرد و باز بست۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سنبھلی

وے خواجہ بیرنگ را دیدہ است در روضۂ شیخ کبیر کلہ روان چنانچہ تشریف آوردن ایشان بسنبھل در ذکر سید محمد سرسوی ایراد یافتہ است۔ و وے بزرگان دیدہ را تاریخے نوشتہ است مسمیٰ بہ ''بحر العمیق'' دران نوشتہ کہ چون مرا داعیہ این راہ پیدا

شد از شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی تلقین ذکر گرفتم و مدّت دو سال ورزش آن نمودم فی الجملہ جمعیتے دست داد۔ پس ازان از شیخ جدا گشتم۔ در احوالِ من فتورے رفت۔ خرابیہاے عجب روی نمود۔ واللہ استاذ

باغبان بگذاشت تا بیرون برم گل از چمن نکہتے ورزیدم و آنہم صبا تاراج کرد

خدا بدستِ من آن طُرّۂ دوتا نگذاشت غریب سلسلۂ داشتم خدا نگذاشت

دوازدہ سال سرگردان شدم و بصحبت اغنیاء افتادم۔ ہواے حیوانی واستیلاے نفسانی بطرف دیگر انداختہ و پریشان وآوارہ ساخت۔ بعدازان شیخ تاج الدین سنبھلی را در برہان پور ملازمت کردم۔ چند دستہ پان وحقہ نقرہ پراز چووہ (چونہ) نذر بردم۔ شیخ پان وچونہ قسمت فرمود وحُقّہ را باز بمن عطا فرمود کہ تو مفلس می نمائی برگیر۔ گفتم شیخا! افلاسِ من ازین حُقّہ برطرف نشود، تا قبول کرد۔ روزے شیخ از روے لطف مرا فرمود کہ تو از اولاد شیخ کبیر کلّہ روان و ما از تربیت وے بہرہ یافتہ ایم اکنون تو خرقہ از دستِ ما بپوش و رو بغربت آر۔ گفتم، شیخا! اگر می دانی کہ پاے من اندرین راہِ مستقیم خواہد ماند ونخواہد لغزید چنان کنم۔ ازین سخن روی درہم کشید وگفت مارا این علم نیست کہ ابتدا وانتہاے مرید کشف کنم وخبر از خاتمہ کار وے دہم وخرقہ موقوف شد ومن آمد شدمی داشتم تا شبے بعد از نماز تہجد مرا طلبیدہ تلقین ذکر فرمود وترغیب بطریقہ نقشبندیہ وسلوک حضرات (نقشبندیہ) نمود۔ چون از شیخ جدا شدہ بوطن باز آمد۔ آنزمان نیز قناعت وانزوا نصیب نشد وتوجہ بشعر وشاعری نمودم و برسم مردم زمانہ درکش مکش افتادم۔ ہمانا درہمان ایام مشفی سنبھلی

موافقِ حالِ وے این رباعی ظریفانہ ومحتمل گفتہ۔

شیخی کہ بدل تخم ریا کاشتہ است　　دنیا ہم بگذاشتہ پنداشتہ است
دارد زر وسیم واسپ وقصر واسباب　　جز ریش دراز ہیچ نگذاشتہ است

وہم شیخی در ''بحرالعمیق'' نوشتہ کہ امروز چہاردہ سال است کہ توبہ من استقامت یافتہ ودر گوشۂ غربت ونامرادی بسر می بردم قطعہ

شیخی اندر زمان اکبر شاہ　　عیش و عشرت بکام دل کردم
چون جہانگیر بر سریر نشست　　طبعِ خویش معتدل کردم
عمر چل سالہ در گناہ گذشت　　توبہ اندر ہزار و چل کردم

وہم وے نوشتہ کہ من شیخ احمد سرہندی را دیدہ ام وسخنان شنیدہ وبہرہ ور گردیدہ وہم چنین پیر شیخ میرٹھی وشیخ بدیع الدین سہارن پوری وشیخ موسیٰ سرہندی را دریافتہ ام وازیشان حکایاتِ نیک مسموع شدہ، ہر ہمہ دوستانِ خدا بودہ اند۔ شیخی، شیخِ مرادر دہلی دیدہ است ونیاز پیش آوردہ۔ شیخ من وے را می گوید کہ کسے خوب بودہ۔ چون وے بیمار شد۔ روزے از سر افسوس گفتن گرفت کہ موسم بہار در رسید، دریغا کہ (سرود) نسبت نشنیدم وگفت بر جنازۂ من خواہند گفت۔ من در آن وقت بوے رقعہ نوشتم در استفسار احوال وخوشنودی ایزد متعال۔ وے در جواب نوشتہ کہ زحمت حبسِ بول لاحق است اگر خدا خواستہ است بہ شوم والاّ رضاے خدا می خواہم ہر چہ باداباد۔ برادر حقیقی وے شیخ علاء الدین کہ پُر ذوقست وبا شیخ ابدال پدرِ خود کہ ذکر وے گذشتہ صحبت داشتہ وبہرہ برگرفتہ پس از آن (با) شیخ قاسم،

وشیخ طٰہٰ صحبت داشتہ۔ وشیخ معین الدین وشیخ قطب الدین کہ مردے نیکند طبیبے را (طلبیدہ) خواستند کہ علاج وے کنند (کند) وے گفت۔ ہاں اے برادران اگر خدا خواستہ است خود بخود بہ شوم لیکن طبیب را شرمگاہِ خود نمودن و باین علاج خلاص بول (مرا) خوش نمی آید و وے رفت از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷م) و بر جنازۂ وے سرودِ نسبت گفتند و مدفون ساختند در جوار روضۂ شیخ کبیر کلّہ روان۔ نام وے شیخ سعد اللہ است و تخلص شیخی۔ من در تاریخ وے این قطعہ گفتم۔ قطعہ

صاحبِ فضل و زبدۂ شعرا نادر عصر شیخ سعد اللہ
نظم و نثرش بغایت شرین بود خوش فہم در سخن ناگاہ
نصف ذی الحجہ و شب جمعہ زین جہان یافت سوے جنت راہ
فکر کردم ز سال تاریخش گفت ہاتف ز شیخ اسعد آہ

ووے مثنوی دارد مسمیٰ ''بچار چمن'' واشعار دیگر ہم فصیح شرین۔ از آن جملہ است این چند بیت

شیخی ز آہِ سوختگان جحیم عشق برشاخ سدرہ طائرِ قدسی کباب شد
عشق ورزیدن ورسوا شدن آئین منست سنگ طفلان محک چہرہ زرّین منست
اگر مشاہدۂ دوست از پسِ مرگست حیاتِ خضر و مسیحا نصیب دشمن باد
(مہر) ہندو پسران در دلِ من آتش زد دل جہنم شد ولینہا ہمہ فی النارِ والسّقر
شیخا رفتی، ز تو طرز سخن افسانہ ماند در جہان باقی نمی ماند بجز افسانہ ہیچ

این بیت آخر۔ آخرین ابیات ویست۔ من وے را بسیار دیدہ ام۔ و درمیان من وے مفاوضات است و اسولہ و اجوبہ بزبان شعر۔ و باہم سیر صحرائے سنبھل خاصہ اندر ہوائے بارستان کہ یادے از کشمیر و بدخشان می دہد، نیک کردہ ایم، و خوش سر بردہ۔ حکیمی شاعر کہ از نبائر شیخ حاتم سنبھلی است در تعریف سنبھل گفتہ۔

غزل

گر تو دیدی رے و بخارا را گوش کن وصف سنبھلِ مارا
طرفہ شہرے کہ از سر خوبی طعنہ زد جنتِ مصفا را
گر تو در وے نظر کنی بینی ہر طرف عاشقانِ شیدا را
ماہر و یان این ہمایون شہر کرد دیوانہ عقل دانا را
اے حکیمی گذر ز شہر و ببین رنگ عشقست روے صحرا را

ے مرد غریب و نامراد بود۔ بر من مہربانی داشتے۔ این اشعار نیز از ویست

نیست مہرے کہ سر از چرخ برین برزدہ است آتشِ سینۂ ما بر فلک اخگر زدہ است
مردمَ از دست غم ہجر تو، کز ماتم من برتن خویش فلک جامۂ اخضر زدہ است
تا سبق گیر حکیمی شدہ در مکتب عشق آتش شعلہ زنش در ہمہ دفتر زدہ است

منہ

چہ سان بر بستر راحت زنم اے ہمنشین پہلو کہ بے او ہم سر موی برتن من نیش می گردد
نہ روزم قاشقِ جغرات و نے شب کاسہ شیرم مگر این آرزو حاصل ز یک گاو میش می گردد

یکے از شعرائے سنبھل ابوالمعالی است و آن شیخی چشتی تخلص می کرد۔ این اشعار

از ویست

اندرین بزم اگر توبہ شکن بسیار است بادہ ہم درخور این دہر کہن بسیار است
ابلہانند کہ گویند تمام است سخن مخزن فیض تہی نیست سخن بسیار است
بجہان مردہ دگر باز نیاید بیرون بَعدم خانۂ قدرت سروتن بسیار است

شیخ غلام محمد سنبھلی گوید کہ بعد فوت وے، شبے وے را بخواب دیدم کہ غم آلود
گریان ایستادہ است بر در روضہ شیخ کبیر کلّہ روان۔ پرسیدم کہ حال بر تو چ
گذشت گفت قصۂ من اینست کہ اولاً فرشتہ بدی مرا داخل بد بختان نوشتہ بو
دیگر گفت بالفعل این را داخل نیک بختان نوشتہ پیش فرشتۂ بزرگ مرجع فرش
ببریم تا چہ روی نماید۔ چون چنان کرد فرشتۂ بزرگ گفت۔ این خود داخل بد بخت
بود، در نیکان چون نوشتی، حکم کنم تا پر ہاے تو بسوزند۔ پس من از ابوالمعالی پرسی
کہ شیخ کبیر کلّہ روان و آبا و اجدادِ تو ہم دستگیری نکردند۔ گفت ہیچ کس مرا بکار نی
آرے تلاوت کلام (قرآن) کہ کردہ بودم و بیتے کہ در مدحِ حضرت غوثِ اعظ
گفتہ بودم بطفیل آن ہا خلاص شدم و آن بیت انیست

نا مرادان را مراد و دردمندان را دوا عاصیان را دستگیر و گمرہان را رہبر است

من ابوالمعالی را بسیار دیدہ ام و باوے کار ہا افتادہ لیکن درین جا گنجایشے نیست
وفاتِ وے در سال ہزار پنجاہ و اند است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) عزیزے بہ نسب
این ہر دو برادر (شعرا) گفتہ۔ شیخی بسیار گوید و بلند و پست و وے کم گو و خوش
(است) آن سید غلام محمد گوید کہ پدر من سید عبدالرسول صالح بود، تہجد گذار و نیک

کردار، ووے نبیسہ شیخ محمد بن شیخ کبیر کلہ روان (است)۔ روزے شیخ محمد بدخترِ خود گفتہ کہ خدائے تعالیٰ ترا پسرے خواہد داد۔ ''عبدالرسول'' نام کنی و بعد چندگاہے وے در بداؤں متولد شد۔ شیخ اندر نماز بود و وے اہل جماعۂ غیب را در گرد و پیش شیخ می دید پرسید کیانند؟ گفت۔ نگاہبانانِ من اند۔ چون شیخ برفت از دنیا۔ وے بشیخ بایزید صحبت داشت و پس ازان در ملتان پیش یکے از فرزندان حضرت غوث اعظم رفتہ وازان جاباُچہ رسیدہ و چلہ کشیدہ وکلاہِ طریقت حاصل کردہ وازآن جا باجمیر آمدہ باخواجہ حسین خواجہ معین الدین ثانی صحبت داشتہ وکلاہ وخرقہ یافت۔ ووے درخواب بشرف ملازمت حضرت غوث اعظم رسیدے و جواب التماس خود یافتے۔ شبے اندر معاملہ از ملازمت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم عرضہ نمود کہ یارسول اللہ این حدیث صحیح است کہ ''من رانی فی المنام فقد رای اللہ الحق'' ''و من رانی اللہ فدخل الجنۃ'' فرمود صلی اللہ علیہ وسلم صحیح است۔ وہم وے گوید کہ پدرِ من وعمِ من درکسب سپاہ گری گذراندندے و کس ازاحوالِ ایشان مطلع نبود، تا بہم بلخ رفتند۔ روزے شیخ فرید بخاری کہ آنہا باوے بودند بدرویشے شد و از انصرام آن مہم التماس نمود۔ وے گفت تو خود درویشے کامل درلشکر خودداری از وے پرس واشارہ بعبد الرسول کرد۔ چون رجوع بوے آورد، گفت فردا جواب می دہم۔ پس پدرِ من، ببرادرِ خود گفت من پس این روز (فردا) از دنیا می روم، وے گفت، من دہ روز پس از شما می روم و ہردو آنچنان رفتند۔ درسال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷م) وہم وے گوید کہ مرادر

عمری داند سالگی حالے روئیداد کہ چون خود را از اطاعت وعنایت (عبادت)
حق مُقصّر می دیدم در (نسبت) خود خللے می یافتم۔ ومنکر از سیادت خود می شدم
ہر کہ مرا سید می گفت او را منع می کردم چہ در من آثارِ سیادت نیست اگر چہ
عزیزان مرا می گفتند کہ از سبب (تقصیر) نسبتِ سیادت بر طرف نمی شود لیکن
خاطر نیک نمی شد و با خود می گفتم کہ اگر حضرت سرور جہانیان صلی اللہ علیہ وسلم
واقعہ یا در خواب بزبانِ مبارک مرا سید فرمایند، دانم کہ من سیدم۔ چند گاہے بر
بگذشت، روزے از مشاہدۂ این اندوہ من۔ عمِّ من سید عبدالغفور مرا گفت
آیت کریمہ ''رَبِّ لا تَذَرْنِی فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن'' را یک لکھ م
بخوان انچہ مطلب داری البتہ میسّر خواہد شد من شروع کردم و شب ہاے
بروے زمین خواب می نمود (کردم) تا نزدیک بیک لکھ بار رساندہ بودم کہ شب
شب ہاے جمعہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (را) بخواب دیدم اوّل ندا رسید
حضرت شاہِ پیغمبران درین جا ہستند۔ رفتم دیدم کہ آن حضرت بر سرِ درواز
تختے دراز کشیدہ اند و سر مبارک بجانبِ قبلہ است۔ من پاے مبارک را بوسہ د
برنشتند و فرمودند۔ السلام علیک۔ من سلام و نیاز بجا آوردم و زیر آن درو
بطرف راست حضرت امیر المومنین علی (رضی اللہ عنہ) نشستہ اند۔ لباسی فتوحی در بردا
و شمشیر در کمر و اصحاب دیگر روبرو بیند۔ بعضے اندر رکوع و بعضے نشستہ من عرض کردم
یا رسول اللہ من از اولاد شما ہستم؟ فرمود آرے۔ تا سہ بار ہمین پرسیدم و نیز فرمو
تو از اولاد سید شرف الدین ہستی و آن بزرگے بودہ از آباے کرامِ من کہ از ولا

آمدہ بشہر بداؤں نزول کردہ بودہ است وہمان جا برفتہ از دنیا در سال شصت وسی و ہفت (۶۳۷ھ/۱۲۴۰م) وحبیب خدا تاریخ ویست ومن باز از آن حضرت التماس کردم کہ یا رسول اللہ من ہیچ فرزندے ندارم خاموش ماندند تا سہ بار ہمین عرض کردم و ہیچ جواب نفرمودند، وفرمودند بعبد الغفور بگوی کہ تحفۂ مارا چرا نمی فرستی۔ گفتم ،عبدالغفور نام بسیار است یکے عَمِّ منست فرمودند۔ ''ہمو''۔ چون از دروازہ فرود آمدم۔ یکے گفت انیک مرتضیٰ علی (رضی اللہ عنہ) است، رفتم و بوسہ بر زانوے مبارکش دادم وگفتم یاجدّی۔ایشان مرادر آغوش گرفتند۔من ماجرارا عرض کردم۔ وگفتم درباب فرزند التماسِ من بخدمت آن حضرت قبول نشد۔فرمودند من عرض می کنم ونیز بایشان گفتم کہ من از نسل شما ہستم؟ فرمودند۔آرے ومرادست گرفتہ بالا بردند۔درین اثنا آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) برخاستہ قصد اندرون کردند۔ من گفتم یاامیر! محلِ عرض ہمین است۔فرمودند مارادر خلا وملا وقتست وہمراہ آن حضرت رفتند وباز آمدہ بہ تبسم فرمودند۔ یک پسر و یک دختر بتو عنایت شد گفتم برابر لکھست وفرمودند۔اندرین درگاہ تحفہ درود قبولست ''اللھم صلی علی محمد و علی آلِ محمدٍ'' صد مرتبہ می خواندہ باشی ودستِ بیعت دادہ مرامرید کردند، تا وقتِ سحر بیدار شدم و ہمانوقت پیش (عم من) عبدالغفور، رفتم۔ دیدم کہ سورۂ مزّمل خوانان اندر صحن خانہ می گردد۔مرادید گفت برخلافِ عادت چون آمدۂ گفتم شما تحفۂ آن حضرت راچرا نمی فرستد۔گفت ترا کہ گفت؟ گفتم صاحبِ درود، وماجرارا باز گفتم۔ وے گفت وقتے در سیالکوٹ ہمراہ شیخ کہتہ کہ بزرگے بودہ عامل و

موفق۔ طالبعلمی می کردم۔ شبے روغن گرے ہمسایۂ وے گاو خود را از ترس حاکم کہ گاوان را بسخرہ می گرفت در خانۂ وے در آوردہ بر بست۔ مادر وے شب برخاستہ گاوے را نگاہ کرد، برگردنِ او مقدارے گوشت بر آمدہ دید و آن را آماسے پنداشتہ درد و خواندن و دست بر آن گوشت مالیدن و آن حضرت را شفیع آوردن گرفت تا گوشت دیگر (زاید) برابر شد۔ صباح خاوند گاؤ گوشت بر پشت او ندید۔ حیران شد و این حرف بشیخ گفت۔ شیخ ماجرا را از مادر بشنید من حاضر بودم اجازت خواندن آن درود از آن بی بی گرفتم و انیست۔ ''اللھم صلی علیٰ سیدنا محمدٍ عَبْدِک و حبیبک و شفیعک و امینِک و رسولک النبی الاُمی و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و اھل بیتہٖ اجمعین '' و این ہمیشہ می خواندم امروز بست و دو روز است کہ (بجاے آن درود) وِرد خود می خوانم و بعدہٗ عبدالغفور مرا گفت کہ ترا پسرے عطا نشد؟ گفتم آرے و من از آن جا پیش حاجی محمود، وے درویشے بود کہ بارہا حج گذاردہ بود۔ و صد و سی و پنج سال عمر داشتہ۔ رفتم۔ وے از دیدن من برفور گفتہ کہ حاجتِ تو روا شد کہ بخانۂ تو پسرے خواہد آمد و آن از عنایتِ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالتماس حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) است و ہمان روز حمل ماند و از نہ ماہ پسرے بزمین آمد نام او را ''علی رضا'' نہادم۔ و یکے از شعراء اسد خان سنبھلی است۔ مردے بودہ فہیم و بانصاف از قوم بنی اسرائیل من وے را دیدہ بودم۔ روزے این بیت مشفی را بذوق خواندہ است و زمزمہ می کردہ۔

آئی ز پسِ حسن، در آغوش نگنجی　　چون ناز کنی در خرد و ہوش نگنجی

این دو بیت از ویست

دِے آتش از درونۂ محزون گریستم　　بے درد را خیال کہ من خون گریستم
چشمم سپید گشت ز بس گریہ کردنم　　جانا مگر بہجر تو صابون گریستم

ووے در گفتن تواریخ سال فکر کم کردے۔ اکثر بے تامل گفتے۔ شیخ تاج عالم کہ نام وے در ذکر حسین محمد خدانما آمدہ۔ گوید کہ (یکے) عاشق نام مردے روزے آمدہ باسد خان گفت کہ عاشق مُرد۔ وے گفت۔ ''آہ عاشق مُرد وایمان بُرد'' (۱۰۲۹ھ/ ۱۶۲۰م) اتفاقاً ہمین تاریخ شد بے کما بیش۔ وہم شیخ تاج عالم گوید کہ من دو مرتبہ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدہ ام مرتبۂ اوّل آن حضرت بر تختے بزرگ نشستہ اند و در چار گوشہ آن تخت چار بزرگ نورانی ایستادہ۔ من نیاز وانکسار پیش آوردہ ام وعرض داشتہ کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) این ہا کیانند۔ فرمودند صلی اللہ علیہ وسلم۔ این ابی بکر است (رضی اللہ عنہ) واین عمر (رضی اللہ عنہ) واین عثمان (رضی اللہ عنہ) و این علی (رضی اللہ عنہ) از مشاہدۂ این خواب سعادت اندوز دین ودُنیا شدم۔ مرتبہ دوم آنکہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حجرہ نشستہ اند و در بیرون آن یکے من نشستہ ام و دیگرے زنے نشستہ۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از دست مبارک خود نان را بانان خورش بمن عنایت نمودہ اند وفرمودہ۔ (بخور حبیبی[1]) و یکے شیخ فتح اللہ دہلوی سنبھلی است در دہلی نزدیک بمحلہ بیجل مسجدی باشد و در سنبھل با اولاد شیخ علی بنی اسرائیلی قرابتے دارد۔ مردیست پر ذوق وشوق۔ نام مبارک خداوند سبحانہٗ را ہمیشہ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

برزبان دارد۔ من وے راچند بار در سنبھل دیدہ ام واز اشعار پارسی و ہندی (کہ) ہمدست دارد محظوظ گردیدہ واین رباعی از ویست۔ رباعی

در زیر سپہر عکس آبیم ہمہ　　بر روے زمین آب سرابیم ہمہ
بر بحر فنا شکل حُبابیم ہمہ　　در بیداری خیال و خوابیم ہمہ

این اشعارِ ہندی ہم از وے۔ سورٹھہ

عام خاص من مول احد واحمد دوی نہیں　　بدہ نے نہو رسول جیوں مولی میں انبیا
میں نرکھ پے برن جب بہکو دہر نہ دھیر　　کر گناہ اک گناہی کے بھر بھر لیاویہ نیر

و یکے شیخ سعد اللہ سنبھلی دیگر است جوان فہیم، اسعدی تخلص می کند این دو رباعی از ویست۔ رباعی

دارد دلِ من ہوائے عبدالقادر　　جان و دلِ من فدائے عبدالقادر
تا شمع زبان بود بفانوسِ دہان　　وِردِ است مرا ثنائے عبدالقادر

رباعی

مائیم ز جان غلام غوث الثقلین　　مرغ دلِ ما بدام غوث الثقلین
در روز شکستگی نجات ابد است　　حرز دلِ ماز نام غوث الثقلین

و یکے شیخ محمد صادق لکھنویست۔ صاحب ذوق وشوق بسخن گوی۔ دوسہ سال است کہ ترک نوکری کردہ واندرین راہ درآمد و بہوش درآمدہ۔ درمبادیٔ (حال) مدت ہا کوہستان و بیابان گردیدہ نشہ از لذتِ عشق چشیدہ وخوش آرمیدہ وامروز در سنبھل است اقامتے ورزیدہ۔ بامن لطف واخلاص دارد۔ وے گوید کہ این نشہ

من از جدّ من شیخ محمود قلندر است۔ و وے بزرگے بودہ اہل کمال وے گفت کہ اولادِ مارا ہدایتے است از ما۔ آرے اگر یکے از اہل این راہ کہ ظاہر و باطنش بحق آرمیدہ باشد، بوے رجوع آرند۔ چہ آن زمان ما و وے یکیم۔ الفقراء کنفسٍ واحدٍ ''راہ گر بسیار باشد، باش، گو منزل یکست''۔ روزے من از محمد صادق استفسار احوال و اشعارِ وے کردم۔ وے بدین دو رباعی خود جواب درداد۔ رباعی

کس نیست چون من بہ ہجر خونی[1] جگرے — در بقعہ نور معرفت بے بصرے
افسوس بر آن نہال گلبن کہ بود — نے رنگ و نہ بوی نہ سایہ نہ ثمرے
چون نیست ز مبدء و معادم خبرے — و اندر سرِ ما ز سر فیض اثرے
در ملک وجود، بود ما ہست عبث — از کشمکش زمانے نہ ام رہ گزرے

فانی کشمیری

نامِ وے شیخ محسن است فاضل است و خوش فہم و خوش گوی۔ پر ذوق و محبت۔ صحبت داشتہ با خوند مُلا شاہ رُستاق کہ مرید شاہ میر لاہوریست۔ والا شان و شوکت و جاہ و عظمت (و) اہل ارشاد و ہدایت و ہم اندر کشمیر نشیمن گاہے دارد۔ گویند وقتے کہ بادشاہ صاحب قران ثانی در کشمیر بود شیخ محسن را خدمت صدارت کابل عطا کردہ باروزیانہ آدمیانہ۔ در آن اثناء وے را با لولی نخی نام محبتے مفرط پیدا شد و ابتلاے سخت استیلای آورد بے صبر و آرام گشت۔ این شعر موافق حال وے افتاد۔

---

[1] در نسخہ ندوہ ''خونین'' است

فغان کین لولیان شوخ و شرین کار شہر آشوب
چنان بردند صبر از دل کہ ترکانِ خوان یغمارا[1]

شبے عسس شاہ ہر دو را در خلوتے یافت۔ ماجرا را بعرض بادشاہ رسانید۔ بادشاہ ہم برہم برآمد، خواست وے را توبیخے کند۔ آخوند کہ در دلِ بادشاہ اعتبارے و وقارے داشت وے را در ضمن حمایت خود کشید۔ در آن وقت ظفر خان حاکم کشمیر کہ صاحب شعر و سخن است و با فانی ہنگامۂ شاعری و صحبت سخنوری گرم داشتہ مطابق حالت عشق وے غزلے گفتہ این مصرع تاریخ آنست

''صدر والاصدر (شد، ز) فرمان بخی''

واخوند اشعار فصیح دارد۔ وقتے شرح کلیات خواجہ بیرنگ بزبان تصوف گفتہ بود و نسخۂ آن پیش شیخ من از کشمیر فرستادہ۔ شیخ من خوش کردہ و در جواب آن شرح رباعیاتے گفتہ و رائے شرح رباعیات کلان و من آن آخوند (را) ہم دیدہ ام و اخوند با شیخِ من دوستی و اتحاد نیک دارد و در لاہور باہم صحبت ہائے نیک گذشتہ۔ این اشعار از ویست رباعی

بنشین ز پریشان روی سیر و خلاص بگذر ز تمیز کعبہ و دیر و خلاص
اخلاص پراگندۂ خود را ز ہمہ جا یکجا کن و با خدا دہ و خیز و خلاص

رباعی

بر بستگی خویش اگر وا کردی بر در سعی خویش مہیا کردی

---

[1] (این شعر خواجہ حافظ شیرازیست)

بر گرد بگرد خویش مانند حباب[1] تا واکردی ز خویش دریا بردی
حمد را با تو نسبتے است درست بردر ہر کہ زفت بردر تست
من بآئینہ رو برو گفتم عیب جوی چہ ار نمد پوشی
دنیا بعینہٖ چو حبابست پوچ و ہیچ پوچست تادرست بود، چون شکست ہیچ

بعد اِتمام ''اسراریہ'' بچہار سال اخوند در لاہور در ماہِ صفر سفر آخرت کردہ از سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) نزدیک بروضۂ شاہ میر پیرِ خود مدفون شد۔ آخرالامر فانی ہمراہ اردوے بادشاہ باکبرابادرفت۔ چون چند گاہے بگذشت گویند بعداز فتح بلخ درسال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷م) اشیاء ومتاع والی توران ازنظر بادشاہ می گذراندند۔ درآن میان رسالہ برآمد کہ فانی درمدحت آن والی نوشتہ ببلخ فرستادہ بود یا کسے از معاندانِ وے این کارے کردہ بود۔ واللہ اعلم۔ ازین معنیٰ غضب بادشاہ برافزود و وے راحبس فرمود و بعداز روزے چند مہر ورزید و گناہ وے رابخشید و کسیل ساخت و بدہلی آمد و با شیخ من صحبت گرم داشت و دو سہ روزے مہمان بود۔ من وے را آن جا دیدہ ام۔ غایت شیرین کلام است وخوش بیان نظم ونثر وے لطیف واقع شدہ۔ خاصّہ نظم وے۔ در جواب رسالہ ''نان وحلوا'' شیخ بہاءالدین آملی رسالہ نوشتہ مسمیٰ بہ ''من وسلویٰ'' بعذوبتے دلکش وورای آن از جملہ اشعار وے این چند بیت (این) است

بردوخدش دوبارہ بین شمس وقمر چہ می کنی بردولبش دوبوسہ دِہ شہد وشکر چہ می کنی

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''مانند حباب'' نوشتہ است۔

شام شمیم موی او، صبحِ نسیم بوے او زلف بہ بین بہ روے او شام وسحر چہ می کنی
نشست عرق ز پندم رخ نکوے ترا زمن مرنج کہ می خواہم آبروے ترا
دراہل سرگرم بودن بے نیازان راتپ است بدنما تر برلب از تب خالِ حرفِ مطلبست
فانی زآہ واشک فزون گشت دردِ عشق آب وہواے دیدہ دل ہم نما بساخت

ویکے یاران وے مُلّا شاہ[1] (مدّ و) جوگی کابلی است۔ با شیخ من دوستی تمام دارد۔ فاضل وخوش کلام۔ وے معتقدِ مشرب شیخ اکبر وتابعان شیخ است۔ ودرطورِ ایشان سخن می کند وشیخ من وے راازنیکان گوید۔ احیاناً بشعر می پردازد۔ این رباعی ازویست۔

رباعی

آنکس کہ شبے بکوے تو ماوا کرد آخر زغم تو خانہ را صحرا کرد
یکدل چہ کند ہزار دل می باید تا با سر زلفِ تو، توان سودا کرد

وے بامن لطفے دارد وتفقدے نیک می نماید ووے از سلطانیان است بعزّت و حرمت۔

منزوی قاشقالی

نام وے دولت خانست۔ وے از سلطانیان بودہ۔ پروردہ بناز ونعمت۔ درسال ہزار وچل ویکسال وچہار ماہ کہ درقصبہ چاکو، بودم چنانچہ درذکر خواجہ محسن سمرقندی گذشت وجمع قاشقالان اندرون قصبہ می باشیدند منزوی از ان جماعت

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

است ۔ روزے در عنفوانِ شباب باحسنے و لطافتے و تکبرے و نخوتے خرامیدہ وچمیدہ از پیش من عبورے کرد و مرا اندر نظر نشمرد بل بر من تفاخرے آورد و مرا آن حکایت محتشم زادہ کہ مولوی جامؔی اندر ''سبحۃ الابرار'' بستہ بخاطر خطور کرد وانیست

منظومہ

محتشم زادۂ زِ نخوت و جاہ — می خرامید ظریفانہ براہ
تبجر قدمے بر می داشت — وز تکبتر علَمے می افراشت
عارفے پشت دوتا در زندہ — ولے از نور الٰہی زندہ
گفت کاے تازہ جوان تند مرو — پند سنجیدہ پیران بشنو
این روش نیست چو خوش پیش خدای — باز کش زین روشِ نا خوش پای
طبعِ او از سخن پیر آشفت — بانگ بر داشت زنا دانی گفت
کاے ز گفتار تو بر من بارے — می شناسی کہ کیم؟ گفت آرے
اوّلت بود یکے قطرۂ آب — کہ ازان شستن ثو بست ثواب
و آخرت جیفۂ افتاد بخاک — کردہ پنہان بیکے تیرہ مغاک
بر تو آن پردہ بفرض ار بدرند — چشم نابستہ کسان کم گذرند
ور میانہ کہ سراسر خوشی است — روز و شب کار تو سرگین کشی است
تنت آراستہ از گوہر و دُر — چون شکستہ شکم از سرگین پُر
گر بخود نیست شناسای رویت — لب کشادم بثنا سا کردنت
از من این نکتہ فراموش مکن — مدحت مدح گران گوش مکن

ناز کم کن کہ تو خوار آمدۂ　　از رہ بول دو بار آمدۂ (انتہیٰ)

پس از آن با خود گفتم کہ ترا باین نوع خطرات چہ کار و باین نوع چیز ہا چہ اسرار ندیدۂ در جمیع مولانا زین الدین محمود کمانگر کہ چہ گفتہ است اندرین کار

ترا با گاز راناں این چہ کارست　　کہ جامہ را بشویند یا نشویند

شیخ عطار واضح تر گفتہ

گر آن بہتر ور آن ترا چہ　　چہ حلقہ ماندۂ بردر ترا چہ

تواے مرد خدا راہِ خدا گیر　　خدایت گر ازین پرسد مرا گیر

وکتاب کلیات خواجہ بیرنگ کہ در پیش داشتم برخاستم وواکشادم وبخواندن آغاز نہادم۔ درین اثناء دولت خان مرا از دور با کتاب بدید۔ زود در رسید و روبروے من نشست و کتاب از من در گرفت و برکشاد۔ این بیت آمد۔ از شرح رباعیاتِ ایشان۔ رباعی

ہر صورت علمی ہستش گوی　　زان ہست کہ بوے اصل از وے بوی

معلوم کہ اصلست وجود علم است　　جہل است اگر چہ این روش می پوی

رباعی

ممکن کہ خرد در حدیثش بکشاد　　ور بدو نظر ہستیش فتویٰ داد

او در ہستی و ہستی اندر وے بود　　بیچارہ باشتباہ نامے بنہاد

اوّل اشارت بدفع مشکل است کہ بر مقدمات سابق وارد می شود و بیانش آنست کہ از سخنان گذشتہ چنان مفہوم شد کہ ماہیات را جز در علم وجودے نیست و حال آنکہ عقول حکم بوجود و باثبات می کشاد و بیشک آن حکمت مطابق نفس الامر است

کہ ماہیات اشیاء بذات (مرآت) شیون ذاتیہ حق اند ونظر (رای) درمرآت برمریٔ است ومری بحکم موجود ماہیات بہمان اعتبار است نہ (بہ) اعتبار نفسِ شان وغایۃ الامر عقول ناقصہ ازین سرآگاہ نمی شوند۔ گمان می برد کہ باطن ایشان حکم بوجود ماہیات کردو متحقق کہ مُریٔ بصورت مرآت برآمدہ

از صفاے مے و لطافت جام　　در ہم آمیخت مے و جام مدام
ہمہ جامست نیست گوی مے　　یا(مے) مداست نیست گوی مقام

درآن شیخ ابی الحسن الاشعری قدس سرہٗ زیبا اشارتے کردہ کہ وجود ماہیات است عین ماہیات است۔ یعنی وجود ماہیات ہمانست کہ در خارج بصورت ماہیات برآمدہ یعنی آنچہ عقول ازین تعبیر ہستی می کنند و بعد از دریافت در اشیاء، کون وحصول کہ از آثار خارجیہ اشیاست بر اشیا مرتب می شود آن (اثرات) ذوات اشیاء است (اند) انتہیٰ کلامہٗ۔ چون وے فضیلتگی داشتہ است در معانی آن خوضے کردو مطابق فہم خود چیزے دریافت وبتعجب مرا گفت تو درہمین خاصہ معنیٰ است۔ من این بیت مشہورہ برخواندم

رشتۂ در گردنم افگند دوست　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

تاوے بعضے از اشعارِ خود خواندن گرفت۔ از آن میان این بیت مرا یاد آمد۔

گر گرد خطا منزوی خستہ بگردید　　عذرش بپذیرید کہ ایام شباب است

بعد از ساعتگی برخاست (وگفت رخصت است گفتم شعریست مشہور[1])

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

دیر آمدن و شتاب رفتن آئینِ گل است درگلستان

وے گفت من مہ ازین بخوانم ازطرف تو

رسید مضطربم کرد، آنقدر ننشست که آشنائے دلِ خود کنم تسلی را

ازادائے ناز گستری نخشتینِ وے وشیوۂ دلبریٔ آخرین وے من بسیار خوشوقت شدم۔ آرے سرور (سود) دردمندان سوز و گداز و بربریٔ عاشقان راز و نیاز۔ خواجہ شیراز گفتہ

عِتاب یارِ پری چہرہ عاشقانہ بکش که یک کرشمہ تلافیٔ صد جفا بکند

پس ازآن بسالے چند من وے رادر لاہور دیدم بردرِ روضہ شیخ علی ہجویری قدس سرہٗ ریش برآورد بہ طمطراق سلطانیہ۔ مرابشناخت وتفقد حال کرد وگفت۔ شعرے کہ ازاستاد برلبت درخزیدہ باشد برخوان۔ من این بیت مشہور مولوی بخواندم

لذّت عشق مرا رفت فرد در رگ وپے عشق می گویم وجان می دہم ازلذّت وے

چون استعداد مستمع و متکلم با مضمون این شعر مناسبتے داشت صحبت بخوشوقتی گذشت۔ روزے من از زبانِ شیخِ خود شنید کہ می گفت دولت خان چہ جوانیست بفہم واین اشعارِ وے مراخوش آمدہ۔

ازصد سخن پیرم یکحرف مرایاداست عالم نشود ویران تا میکدہ آباداست

تا دل زکہ باید بُرد، جان را بکہ باید داد۔ دل بردن و جان دادن این ہر دو خدا داداست۔ این شعر نیز ازویست

بیک نگاہ دل و دینِ ما بیغما بُرد دوبارہ دیدن او تا چہ خواہد از ما بُرد

ازین دوگر یکے می برد دیگرے گلہ داشت　　خداش خیر دہد ہر دو را بیکجا[1] برد
مدام دیدن او کے شود نصیب بکس　　اگر چہ دیدمش امروز فکر فردا بُرد
ندید روے تو جان داد منزوی از غم　　بزیرِ خاک بہ حجر از تو این تمنا بُرد
بنیادِ جہان منزویا ہمچو حبابست　　تا چشم بہم بر زدۂ خانہ خرابست

وے جوان رفتہ است از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و پنج یا شش (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵م) و یکے از فضلاے شعراء میر عابدست۔ وے سید است و از سلطانیان با وقار، کار گذار۔ وے خوش گو است (و) کم گو۔ ہر چہ گوید از سر حقائق۔ خوب کلامست وخوش صحبت۔ وقت وے در خانقاہ شیخِ من بودہ و من ہم آن جا۔ شیخ من وے را از نیکان می گوید این دو بیت از ویست

خود از درون و برون جلوہ کرد و من زمیان
چو سایہ محو شدم کز دو سوی چراغ آمد
بادہ دِہ دل و دین قدرے بے خودی دریاب
چہ حالتے کہ نماز اندرو گناہ شود

روزے من بیت اخیر را بذوق می خواندم و با خود حظّے داشتم۔ زاہدے گران جانے بشنید۔ بر من آشفت و از روے تعجب بل بتعصب بگفت۔ شعر ملحدانہ را چون می خوانی و حرف تحقیر در کار نماز چون می رانی؟ من دائرہ توحید را وسیع انگاشتہ و مرتبہ وے را بجاے وے داشتہ اخیر را ہم (بتحقیر) برخواندم

---

[1] این بیت اضافہ از نسخۂ ندوہ

''چہ حالتے کہ نماز اندر و گناہ شود؟''

وے از من خوش شد و من از وے خلاص شدم نقلست کہ ''ابنِ جوزی'' کہ از فضلا
بلغاے وقت خود بودہ است روزے در سخن بود جمعی بسیار از سنّیان و روافض آن ج
حاضر بودند۔ از آن جماعہ یکے پرسیدہ کہ یا ابن جوزی میان ابا بکر و علی۔ افضل
کیست؟ وے گفت ''من کانؔ بنتہ فی بیتہٖ'' واز دو فرقہ خلاصی یافتہ۔ و یک
از شعرای سید جانؔ است۔ وے مشکل گو است۔ گاہے کہ بیتے یا غزلے دل
خواہش (دل خواہ) بظہور آمدے برجستے و برقص اندر آمدے و چرغ زدے ہم
اہل فضل وے را پسندیدند۔ من وے را دیدہ ام۔ از خاندان عالی شان بود۔ وطن
وے اندر زمین مشرق است در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷م)
برفتہ از دنیا۔ این چند شعر یست از وے

چون زلف یار گرفت و شکست و (بست[1]) و کشاد
دل فگار گرفت و شکست و بست و کشاد

و این بیت در ذکر میرک جان گذشتہ کہ اللہ اللہ چہ خوب بیتے گفت

زمن پرسید زلف او کہ از دست کہ می پیچی
بسان ماہیٔ دلخستہ (کہ) از شست کہ می پیچی
زبے تابیٔ دل گفتم بزلف تابدارِ او
من از دستِ تو می پیچم تو از دست کہ می پیچی

---

[1] ''کانت'' از ریاض الشعراء [2] از نسخۂ ندوہ

خواہی کہ شوی محرم راز جانان　　بگذار ہوا و بگزر از کون و مکان

دین و دنیا دو مصرعہ بر جستہ است　　یعنی جستہ است از دل سید جان

و یکے از شعراء حکیم[1] حاذقؔ است۔ از سلطانیان بود بعزت و جاہ و عیش و عشرت خواہ۔ وے دیوان اشعار دارد و بعض شعر وے نیک است از آن جملہ است این ابیات

در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل　　میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بنید مرا[2]

ہر خم و پیچے کہ شد از تار زلف یار شد　　دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

دلم ہیچ تسلی نمی شود حاذقؔ　　بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

وے با شیخِ من آشنا بودہ۔ روزے شیخ من بوے شد در باب بیماری خفقان۔ شیخ محمد دوست کہ از دوستان شیخ بودہ دانا و شیخ رستم مرد فہمیدہ و سنجیدہ از وے علاجے در خواست۔ وے ریزہ سنگے کہ از قسم تار پشم بگلویش آویزان بود بر کشید و بآب بشست و گفت این آب را بدان بیمار بخورانید، بہ خواہد شد۔ شیخ مرا از وے پرسید کہ این چہ طور سنگے است و از کجا رسیدہ است بتو۔ گفت۔ من تابع کس نیستم۔ ہر چہ دلِ من اِلقا می کنند آن می کنم و این سنگ بسا مریض را فائدہ کرد۔ ازین قسم دیگر از تصرفاتِ خود گفت۔ پس از آن دیوان اشعار خود طلبیدہ خواندن آغاز کرد و بسیار خواند و گفت۔ خواجم! ازین دیوان دو ہزار بیت مقبول درگاہ خدائے تعالیٰ شدہ

---

[1] حکیم حاذق ولد حکیم ہمام ابن مولانا شاہ عبدالرزاق گیلانی در خدمتِ شاہ جہان بادشاہ می بودہ و کمال قابلیت داشتہ اشعار خوب دارد۔ در ۱۰۶۷ھ فوت شدہ۔ بحوالہ ''ریاض الشعراء'' و تذکرہ ''گل رعنا''۔ [2] ''ہر کہ دارد میل دیدن در سخن بیند مرا'' از ''ریاض الشعراء'' ص ۵۵۷

است۔ من گفتم۔ سبحان اللہ از شیخ سعدیؒ ہمان یک بیت۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

رانشان می دہند کہ مقبول شدہ۔ حکیم روی سوے من کرد و گفت آن ہم خدای داند
شیخ من و حاضران ازین ادائے وے متعجب شدند و خوشوقت برخاستند۔ من د
اثنای راہ بشیخ خود گفتم کہ در قبولیت آن بیت شیخ سعدیؒ مولوی جامیؒ ہم در ''نفحات
الانس'' نوشتہ اند[1]۔ چونست کہ حکیم تشکیک این معنی می کند و اشعار دو ہزار خود را مقبول
تصریح می نماید۔ رفیقے گفت (حال وے) از انست کہ شیدا درین رباعی گفتہ۔

رباعی

دایم (بہ) ہوس سنگ و سبو نتوان شد — در دیدۂ انصاف چو مو نتوان شد
صحبتِ حکیم حاذقؒ از حکمت نیست — بالشکر خبط روبرو نتوان شد

وآن حکایت ''نفحات الانس'' اینست کہ یکے از مشائخ منکر شیخ سعدیؒ بود شبے در واق
چنان دید کہ درہاے آسمان کشادہ شد۔ ملائکہ باطبقات نور نازل شدند۔ پرسید ک
این چیست؟ گفتند۔ براے سعدیؒ شیرازی است کہ بیتے گفتہ کہ مقبول حضرت
سبحانہ افتادہ و آن بیت این است۔ شعر

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

---

[1] (وسبحۃ الابرار) اضافہ از نسخۂ ندوہ

آن عزیز چون از واقعہ در آمد ہم در شب بدر زاویۂ شیخ سعدیؒ (رفتہ) کہ وے را بشارت (دہد) دید کہ چراغے افروختہ (است) و با خود زمزمہ می کند، چون گوش دادم ہمین بیت می خواند۔ وے در شب جمعہ ماہ شوال سنہ احدی وسبعمایۃ از دنیا برفتہ (۶۰۱ھ/۱۲۰۵م) انتہیٰ کلامہٗ۔ وحکایت منظومہ ''سبحۃ الابرار''

آنکہ سعدیؒ آن بلبل شیراز چمن — در گلستان سخن دستان زن
شد شبے بر شجر بہ حمدِ خدای — از نوائے سحری سحر نمای
بست بیتے ز دو مصرعہ بہم — ہر یکے مطلع انوار قِدم
جان ازان مژدۂ جانان می یافت — بر خرد پرتوِ عرفان می تافت
عارف زندہ دلے بیدارے — کہ نہان داشت برو انکار
دید در خواب کہ درہائے فلک — باز کردند گروہے ز ملک
رونمودند زہر سو زدہ صف — ہر یک از نور نثارے برکف
پشت بر گنبد خضریٰ کردند — رو درین معبد غبرا کردند
بادل مست خوش و خوف و رجا — گفت کاے گرم روان تا بکجا
مژدہ دادند کہ سعدیؒ بسحر — سُفت در حمد یکے تازہ گُہر
چشم زخمی نرسد گرد قضا — می سزد مرسلۂ گوش رضا
نقد پا کان نہ بمقدار ویست — بہر آن نِگہ نہ اسرار ویست
خواب بین عقدۂ انکار کشاد — رو بدان قبلہ احرار نہاد
بر در صومعہ شیخ رسید — از درون زمزمۂ شیخ شنید

کہ رخ از خون جگر تر می کرد　　باخود آن بیتِ مکرر می کرد

و یکے از ظرفاے روزگار مُلّا ظاہری پانی پتی۔ فہیم وخوش کلام۔ وے مقبول فقرا است ومطبوع اغنیاء اشعار پارسی و ہندی دارد۔ ہندیٔ وے بہ از پارسی ویست۔ ودر ہندی وے اشلیکہ بسیار می گوید و اشلیکہ آن را گویند کہ یک لفظ بدو معنی آید در اشعار ہندی قافیہ شود۔ چنانچہ در نزہۃ الارواح است این دو بیت

کمالِ عاشقی پروانہ دارد　　کہ غیر از سوختن پروانہ دارد

گر دیو مسخر تو گردد　　زین ہر دو چہ حاصل تو گردد

واین ہندی است از ملا ظاہری

نک نکلی نکلی کلی کہ رات　　جینی جیون چن چن لے دھرتی دھرتی جات

نرناری روتے لاہنہ تھاڈے بیٹھی لیٹ　　سبھے پکارے بیٹھ کے سبھے پکارے بیٹھ

نا ندا لاد چلا بنجارا　　اگ لگائی سی بن جارا

با کسیں سریں پھول نہ ہیرا　　جو جا با سو مہکا جیرا

وقتے مرا این طرز خوش آمدہ بود تمام رسالہ ہندی اشلیکہ گفتم مشتمل بر مراتب عشرہ سلوک وجذبہ وتوحید مسمیٰ ''بہ پیم اشلیکہ''۔ چون شیخ خود عرض کردم نیک پسند فرمود این چند شعر یست از آن۔

چوپائی

ہم سنگ چو بدہ کے پوجے　　تو بے سادہ دل کے پوجے

یا مارگ چو دہری یک　　دکھ سکھ ہم رنگ جیسے یک

فی انفسکم ہوئی جو ہو ینا نوبت بج رہی وہ یہی نا
کہام ہوت جیون رہت نسیت واذکر ربک اذا نسیت
سو تو کھانڈ جل میں جب پہنچے کچھ نہ رہے وہ ہی ہوجے
وحدت شاہ چو آوے سونہیں کثرت ہیر بھجے دا سونہیں
جہان وحدت تہاں کثرت جہاں سو دیو تہان کس رت

دوہرہ

آپ تجے سو خیر میں جو نہ تجے سو کور دایم ذکر تو سی رہے جو ذاکر ہوی مذکور
گیان دھیان کی جگت لب سی جو موکہون سوجان بند سمند ملاپ کر یو تو بدو سجان
سن دہیان دوہ ابت بادہت ہم ترنگ کا کی کان الآن کو مانک و نب رنگ
خواجہ بہاء الدین کیلوسن دھیان جب پائے با یزید بھو جان میر پہلو پائے
سب میٹن کو بھو انہ لگت ہوئی محال الٰہی بد و مقام ہی اسی ایم خال

واز مشہور ترین اشعار ہندی ملا ظاہر این سورٹھہ است

مسی روٹی شینٹ جو گھر بیٹھے پائے کاہوں کچے بہنٹ رہے اپنی شنیٹ سوں

گویند جہانگیر بادشاہ روزے در شکار بود۔ باز درخت کریل را دید پرسید این را چہ می گویند؟ گفتند۔ ''شینٹ'' و یکے از حاضران آن سورٹھہ را خواندہ است و مُلّا ظاہری را نام بردہ۔ بادشاہ وے را بحضور خود طلبیدہ و اشعار وے شنید انعامے نیک بوے بخشید۔ روزے وے پیش شیخ من آمدہ و اشعار ہندیٔ خود خواند و ہم خیالے را کہ خود در پردہ عشاق بستہ بود نیک برگفت و شیخ را محظوظ ساخت و آن

خیال اینست

ہاے ہاے ہاے ماے کانہا ماریں جاے
میر مٹکی جھٹکی لے بہکی ہون سانتی جلو سنکاے

پس از آن من از روے طیبت بوے گفتم کہ در دیار من ''شینٹ'' اصلا نیست۔ من آن سورٹھہ ترا ہم چنین می خوانم

مسی روٹی پیاز جو گھر بیٹھے پاے کاہوں کیجئے نیاز رہے اپنے نازسوں

وے خورسند گشت و تا آخر روز اندر لطیفہ گوی صحبتِ نیک گذشت۔ امروز سو یہ اشلیکہ شنودہ ام بس نیکو گوید از ہندوایست لشکری رام کشن نام واینست سو یہ۔

لاکے کام تیر منہ ری مہا برنی رتہ ری پیاری ناہیں
تیر منہ ری کہین کی پی برہنہ باتیں جی کی کہے رہتہ ری
سحرت ہی منہ رہے وے ٹوکت ہی رہے
رہتا چھڑی چھت ہی رہتہ ری
آنکھین آنسو پی رہت ری پیاری نیاری نے رہتہ

و یکے چندر بھان منشی است اشعار پارسی دارد۔ برہمن تخلص می کند۔ این بیت وے مشہور شدہ

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندین بار بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

گویند حریفے ظریفے بوے گفت۔ آرے

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

چون من شنودم گفتم این ہم وجہے دارد کہ "بکعبہ بردم وبازش برہمن آوردم"
این مصرعہ "بکعبہ بردم وبازش برہمن آوردم" ہم وجہے دیگر دارد واز وے اشعار دیگر
بہ ازان می خوانند۔ مرا غیر ازین دو بیت بیاد نیست۔ دوم آنکہ

بہ بین کرامت بتخانہ مرا اے شیخ کہ چون خراب شود خانۂ خدا گردد

گویند چون شاہ جہان این شعر شنود، فرمود۔ ہم چنین بہتر کہ

"بہ بین سعادت بت خانۂ مرا اے شیخ" (الخ)

روزے یکے گفتہ کہ عبدالرحیم خیرآبادی کہ از سلطانیان بودہ است۔ بیتے گفتہ در
جواب شعر شیدا۔ اگر چنین است چہ خوش است۔ از شیدا اینست

زابر نیسان بر صدف لطف است بر قطرہ ستم قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود[1]

از عبدالرحیم

تاک را سر سبز دار اے ابر نیسان در بہار قطرہاے مے تواند شد چرا گوہر شود

واز عبدالرحیم، شعرِ شیدا بلند پایہ است واز آن مشہور تر کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد
وہم من شیدا را ندیدہ ام۔ ویکے سرمد نامے اندرین وقت پیدا شدہ بود۔ گویند شیخ
مذہبے نداشت وسترے ہم بر تن نداشت۔ باہندوے کہ گاہے معشوقِ وے بودہ
می گذراند۔ بزبان عربی آشنا بود۔ گویند توریت دان بود۔ من وے را ہم ندیدہ ام
لیکن اشعار شنیدہ واینست سہ رباعی ویک بیت۔ رباعی

سرمدا طلبِ راز، در، در، کردم در شام در پچۂ سحر در کردم

---

[1] این شعرِ شیدا در نسخہ رامپور نیست اضافہ از نسخۂ ندوہ است۔

دیدم ہمہ خواب تا نظر وا کردم　　ہر چند کہ خواب رازِ سر وداع کردم

رباعی

سرمد جسمے است جانش در دست کسے　　تیریست ولے کمانش در دست کسے
(می خواست کہ آزاد شود از دام جہد　　گاوے شدہ ریسمانش در دست کسے[1])

رباعی

(سرمد کہ ز راز عشق مستش کردند　　خواندند سرافرازش و پستش کردند[2])
می خواست خدا پرستی و ہوشیاری　　مستش کردند و بت پرستش کردند
در تیرگی نشیند در روشنی نشاند　　می خواہدت بہ بیند می خواہدش نہ بینی

و یکے شاہ نیک (شاہ بیگ[3]) اکبرآبادی است۔ نبیرۂ شیخ مجدد الدین کہ در سنبھل
از وے باغے نشان می دہند۔ غالباً (شاہ) بیگ بہ (برادر) کلان خود در اکبرآباد
سکونت اختیار کردہ و بیگ غایت نیک نہاد بودہ۔ مرا آن قدر دوست داشتے کہ
شرح آن نتوانم گفت۔ وے با شیخِ من نادیدہ معتقد بود۔ در سال ہزار و شصت و
نہ (۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹م) رفتہ از دنیا۔ قبر وے در ہمان اکبرآباد است۔ گاہ با شعر ہم
گفتے۔ این سہ بیت در تعریف اسپ گفتہ

چو وہم از ہمسری باوے دویدے　　ز بیم پا شکستن آرمیدے
بصحرا در چو ماہی بر سر آب　　بآب اندر چو آتش در مئے ناب
سوارے گر بہ پشتش بر رسیدے　　سپند آسا نہ آنکس بر جہیدے

---

[1] [2] این دو مصرعہ نسخہ رامپور ندارد اضافہ از نسخۂ ندوہ است [3] اضافہ سطور آئندہ این نسخہ

ضیاء دہلوی

نام وے ضیاء الدین حسن است۔ فاضل است وخوش گو۔ استغنائے ذاتی دارد وگاہے بطمع دنیاوی (دنیاے) دون با اہل آن بروش شاعران سرفرود نمی آرد۔ اندرین کار ملتجی کس نیست چون پدر خود محمد حافظ خیالی کہ ذکر وے گذشت۔ شیخِ من دراوایل ہادر باب شعراء طماع این قطعہ گفتہ

نہ ہمہ شاعری و خوش گوی بے حیای و طامعی باشد
خاک بر فرق طامعان بادا گر چہ قطران لامعی باشد

ضیاء ''حدیقۃ الحقیقت'' حکیم سنائی را جوابے گفتہ است بفصاحتے و بلاغتے۔ ووراے آن اشعارے دارد وبس (با) لطافت وعذوبت واینست بعضے۔ رباعی

آباد بفقر دار کاشانۂ خویش از اشک بکن ہم آب دہم دانۂ خویش
برخاک مریز آبرو کہ تراست چون مردم دیدہ باش در خانۂ خویش

من بسیم صبح ام پژمردگیہا گل کنم آفتابِ روز ام برتاک افتم مُل کنم
برگ گل درآستین پوشیدنم از قحط نیست دیدہ گر رخصت دہد دامان صحرا گل کنم

ہر کہ باجانان نشد سرگرم درآرام نیست خالی از آسیب نبود شیشہ تاپُر جام نیست
گاہ لب می بوسم از مستی وگاہے چشم یار پیشِ مستان ہیچ فرق از پستہ وبادام نیست[1]
نشستہ در طلب دلربائے خویشتنم چو چشم می پرم امّا بجائے خویشتنم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

مارا روش زاہدِ سالوس ہوس نیست بدنامی ما کم ز نکونامی کس نیست

من سالہا است کہ بوے آشنا ام۔ وے از اقربائے شیخ من است واز تلامذۂ شیخ من۔ گاہ ہا پیش شیخِ من می آید واتفاق (مبیت) می اُفتد وصحبت نیک گرم می گردد۔ وگاہ شیخِ من پیش پدروے می شود وصحبت از آن (درمیان) گرم تر۔

دانا دہلوی

کنیتِ وے ابوالحسن است ونام پدروے مولانا حسن کہ ذکروے گذشت۔ وے را از خردی باز فہمے وفراستے عقلے وکیاستے دست دادہ بود کہ دانایان روزگار از مشاہدۂ وے در شگفت می شدند لہٰذا وے تخلص خود را دانا کردہ بودہ۔ وے خسر یورہ شیخ منست ومنظور نظر شیخ من۔ وے را از جمیع دوستان مہ گرفتے وے خوش فہم وخوش گو بود۔ نظم ونثر وے فصیح ولطیف افتادہ۔ این چند شعر یست از وے

عشق چون شورش دہد دیدۂ خونبار را صحنِ گلستان کنم، کوچہ و بازار را

نشۂ وحدت رسید مستِ اناالحق شدیم ہان گل دیگر شگفت مردہ سردار را

تا بر دل ریش ریش ریشے نزدی (بر قامت چون گمان سریشے نزدی[1])

اے پیر فلک جوان بمیری کہ مرا نوشے نچشاندی تو کہ نیشے نزدی

وے محتسب شہر بمن جنگ برآورد من شیشہ برآوردم واو سنگ برآورد

وے سخنان پدر را فقرہ فقرہ جمع ساختہ کتابے ترتیب دادہ و''اتفاقاتِ حسنہ'' نام

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

اتفاق افتادہ، در مقدمہ آن می نویسد کہ آینہ ذکاے پاک دلان دقیقہ رس وخوشہ چین ضمیران صبح نفس عکس پذیر این معنی باد کہ حقیر کمین و بندہ کہین ابن حسن ابوالحسن از بس کہ ذوق مطالعۂ کلمات قدسیہ وفقرات قدوسیہ مہین بزرگان کہ در بعضے اوقات برزبان حق ترجمانِ ایشان گذشتہ ومحبانِ خاص الخاص ومعتقدان صادق الاخلاص از جہت افادۂ طالبانِ حقیقت وسالکانِ طریقت برصفحہ وجود نقش بستہ اند، داشت۔ از روزگارے دراز بعرض حضرت عالی منزلت افضل ارباب شہود و اکمل اصحاب قائلان بوحدت وجود آنفاضل المرشد الکامل الفیاض۔ کشاف الحقائق والمعارف، زبدۃ العارفین، قدوۃ الواصلین، استادی ومرشدی وقبلتی وقدوتی تاج الملّت والدین مولوی حسن دہلوی الکشمیر ی الہمدانی سلمہ اللہ علی روس الطالبین ومفارق السالکین می رساند کہ از براے این سرگردان بادیۂ ضلالت بجمیع بعضے از سخنانِ خود (براے) خداشناسان دست آویزے ترتیب دہند۔ حضرت ایشان اہمال می نمودند، اقبال نمی فرمودند تا آنکہ روزے فرمودند خطبۂ انتخابی کہ از کتاب مستطاب ربیع الابرار زمخشری کردہ ایم بخوان ومعذوردار۔ چون فقیر آن رادید بعد از حمد وثناء ایزد بے مثال این عبارت بنظر درآمد کہ ''وانما اخرت الانتخاب علی التصنیف والتالیف هرباً عن الاستحذاف والاستعضاف علی ماقیل و نعم ماقیل. و لله دُرّهٗ قیل من التصنیف من انتخب فقد استحذف أو استضعف من صنف ردایف و لم یخطا او لم ینسب الی الخطاء سیماً عند اخوان الزمان. حفظنا الله سبحانه وایاک عن الغیبة

والبھتان" چون این عبارت دید، دانست کہ آن حضرت را با کمال قدرت سخنوری درعدم تصنیف نیّت این بودہ، دیگر گستاخی کردن وعرض حال نمودن از ادب دور واز بے ادبی نزدیک دانستہ از خموشانِ وقت می بود۔ باز چون شوق استیلاء نمود۔ اوراق مسودات فقرات آن حضرت را کہ مسمیٰ است "باتفاقات حسنہ" وعمرے (زمانے) پریشان افتادہ بود تفحص کرد فراہم آوردہ نظرے می انداخت کہ از اتفاقاتِ حسنہ چند فقرہ برچیدہ از آن "اتفاقات حسنہ" یکبار بدست افتاد و دل در پا آمدہ را عروۃ الوثقیٰ وروان دل شکستہ رایدِ بیضا نقد وقت آمد واز مبادی ومقدمات آن چنان مفہوم شد کہ درعنفوان شباب چون حضرت ایشان ریاضات شاقہ می کشیدند، ذوقہا و حالتہا دست می داد وسخنان عارفانہ بے اختیار برقلم زبان وزبان قلم می آید۔ چنانچہ بزرگان را از مجاہدہ وریاضت صفاے بہم می رسد وکشف حجب می شود ودل حقائق منزل ایشان عکس پزیراء انوار الٰہی می گردد وازین قبیل سخنان سر برمی زنند۔ این (مجموعہ) از آن جملہ است و (نیز) گاہ گاہ کہ حضرت ایشان وقت (خوشی) وشگفتگی از احوال خیر مآل خود کہ در ایام پیشیں رومی داد باین فقیر بزبان رمز واشارہ می فرمودند۔ از آن جملہ سحرے، از گریبان (شب تار) آفتاب سرزدہ وصبحے از جیب نور حقیقی دمیدہ۔ بعد از نماز بامداد از کمال التفات ومہربانی رو بجانب این مرید مستفید کردہ فرمودند کہ ما در آن ایام اکثر در عالم مثال بجمال باکمال حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہم مشرف می شدیم۔ از آن جملہ یکے یکے از اتفاقات حسنہ کہ بتقریبے مذکور شد، ان شاء اللہ مذکور خواہد شد۔ (از ان جملہ) دیگر آنست کہ در

ایام طفولیت ببلوغ نزدیک بمقتضاے غفلت و بے خبری کہ لازم آن ہنگام بود احیاناً ظاہراً نمازے ہم قضا می شدہ باشد شبے چنان نمودند کہ نور دیدہ نبوت و رسالت حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جاے مرتفع ایستادہ اند۔ (و بجانب فقیر خشمگینِ رحمت آگین نگاہ می کنند۔ درین اثناء دو سہ بار زود، زود فرمودند کہ نماز بگذار، نماز بگذار۔ بعد از آن فقیر بہیبت بیدار شدم چون نیک نگریستم دل ظلمت اندودِ من[1]) (مطلع انوارِ) الٰہی و موردِ فیوضات لامتناہی گشتہ بود۔ ازان باز ببرکت حکم آن حضرت کہ مطلق واقع شدہ و شامل بود (و نوافل خود چیزے قضا نشدہ باشد اِلّا ماشاء اللہ و توفیق زواید مثل تہجد و استخارہ و چاشت[2]) فرائض و سنن (بعد از آن[3]) نماز و تسبیحات و غیر آن ہم می یافت والحمد للہ علی ذالک۔ انتہی کلامہٗ۔ من از جودت طبع و حدت فہم و طنیت و فطرتِ لطیفہ دانا آگاہم۔ شبے شیخِ من و وے و من اندر روضہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ زندہ داشتہ ایم۔ طرفہ نکاتِ دلربا و رموز جان فزا در آن شب از وے سرزدہ چنانکہ شیخ من غایت خوشوقت گشتہ و حال آنکہ وے نوجوان بود ہنوز گرم و سرد زمانہ نچشیدہ و کشمکش این و آن ندیدہ و در ہمان ایام جوانی برفتہ در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶م) و قبر وے نزدیک بقبر پدر ویست۔ پدر اندر فراق وے سخت مضمحل و نزار گشتہ و مرثیہ ہاے درد اندوہ و غم آلود گفتہ۔ من ہمدر آن مدت شنودم از عزیزے کہ می گفت کہ اگر دانا چند سال زیستے، اندر شاعری بپایہ عرفی رسیدے۔

---

[1]، [2]، [3] ہر سہ اضافہ از نسخۂ ندوہ

اکنون ذکر چندے از نساء کہ مقبول درگاہ خدا اند بر سبیل اجمال نوشتہ می آید۔ دراواخر کتاب ''نفحات الانس'' در ذکر نساء عارفات می آرد کہ قال بعضہم:

و لو کان نِساء کما ذکرنا لفضلت النساء علی الرجالِ

فلا والتانیث لاسم الشمس عیبٌ ولا لتذکیر فخر للھلال

بی بی سنی

نامِ وے ستودہ اطوار بانو است۔ وے ولی مادرزاد است و رابعہ زمانست۔ اخلاق واوصاف حمیدۂ اولیاء بروجہ اتم درویست۔ وے دختر شیخ منست ومقبولِ شیخِ من۔ شیخ من وے را از بس کہ مستعد ولائق این کار یافت اوّلاً تلقین ذکر باطن (کردہ، کیفیت معہودہ بظہور آمد۔ پس از آن خلافت سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ بوے عطا فرمود وفرمود ہر زن صالحہ کہ بتو آید وطلب ذکر باطن[1]) وطریقہ نماید، بگو ومتوجہ شوی۔ وے آنچنان می کند۔ شیخ من درین نزدیکی بتقریبے در صفات حسنہ عالی وے روزے این ابیات گفتہ

انسان باین خجستہ صفاتے بگو کجاست ذاتے چنین بخوبی وآبے بگو کجاست

درصورت است زن بصفت مرد کامل است مردے باین ستودہ صفاتے بگو کجاست

مثل کسے کہ خلد باو گشت رونما خہ خہ چہ مرتفع در جاے بگو کجاست

روزے اندر ہواے زمستان کہ طغیان آب بود۔ دہقانے اندر دریاے جون (جمنا)

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

کہ در زیر وِثاق شیخِ من جاریست غوطہ خوران ہمی رفت و امید بر آمدنش رفتہ۔ مردمان از ہر طرف شورے و فریادے بر آوردند۔ آن بی بی حقیقت حال را از اندرون قصر بشنید سراسیمہ مضطرب در صحن خانہ می گردید و حضرات نقشبندیہ و قادریہ را بخلاصیٔ آن در افتادۂ گرداب حیرت (عزیمت) می خواند و نذر ہامی بست۔ درین اثناء از برکت نیاز و دعاے وے آن دہقانی بپایانے در رسید و حق سبحانہ تعالیٰ از آن مہلکہ اش نجات بخشید۔ وے بر فور آن نذورے کہ بستہ بود ادا نمود۔

خدارا بر آن بندہ بخشائش است کہ خلق از وجودش در آسائش است

من وے را در ایامِ طفلی دیدہ ام۔ آثار ہدایت و ولایت از جبین مبیّن است۔ الٰہی عمر عزیز وے دراز باد۔

بی بی سایندی

وے مادر شیخ یحییٰ، جدِ مادریٔ منست۔ عمر دراز یافتہ، خمیدہ پشت بود، بجا ماندہ و مضمحل شدہ۔ لیکن چون در قبیلۂ من کسے بیمار شدے وے را از شنیدن آن حالے پیدا آمدے و تیز ترک بر سرِ بیمار در رسیدے و دستِ خود را بر سراپاے وے در کشیدے، بہ شدے۔ وقتے من در آوان شباب تپ کردم و در یک روز زبون گشتم۔ روز دیگر وے را حالے روئیداد و از جائیگاہِ خویش کہ طاقت جنبیدنش بنود، برجست و روان شد و دستِ خود را از سر تا پاے من فرود آوردن گرفت۔ موی براندامِ من برخاست، عرق عرق گشتم نیک بہ شدم۔ وفاتِ وے در بست و ہفتم

شعبان از سال ہزار و بست داند است (۱۰۲۰ھ/ ۱۵ر ستمبر ۱۶۱۲م) وقبروے در باغ بازار سنبھل۔ شیخ یحییٰ نانائے من، غایت نیکوکار وصالح بود وروش وے یادے از بزرگان سلف می داد۔ مرا بسیار لطف فرمودے و حکایات مشائخ ومجاذیب کہ وے بصحبت شان رسیدہ بودے با من بیان نمودے واشعار کہ وے از دوستانِ خدا بخواندے اگر چہ درآن ایام صبای من مرا سادہ بخاطر آمدے لیکن امروز می بینم کہ بس سودمند است۔ وازآن جملہ است این رباعی

از دادہ چہ بہتر است، گفتا کہ طعام ناداده چہ بہتر است، گفتا کہ دُشنام
ازخوردہ چہ بہتر است، گفتا کہ غضب ناخوردہ چہ بہتر است، گفتا کہ حرام

وے مدّتے اندر شہر لاہور گذراندہ است و ہمان جا برفت ہفتم جمادی الآخر از سال ہزار وسی و چہار (۱۰۳۴ھ/ ۷ر مارچ ۱۶۲۵م) وقبروے نزدیک بروضۂ شیخ علی ہجویریست قدس سرہٗ در لاہور۔ ومن نُہ سالہ بودم کہ مادرِ من بیمار شد واندران بیماری وے را ہمین اندیشہ بودہ است کہ پس از من این پسر مرا چہ حال پیش می آید۔ این حرف بہ ابنائے قبیلہ از سر افسوس می گفت۔ روزے کہ وے خواہد رفت مرا طلبید وگفت۔ قربان تو شوم وآب اندر دیدہ بگردانید وگفت برو بخوان۔ من ازین ادا متحیر ومضطرب شدم ورفتم پیش استاد وگفتم فالے برکشا کہ مادر من بہ خواہد شد یا نہ، چون بکشاد صریح از رفتن وے خبر داد ولیکن مرا گفت نیک برآمدہ است درین اثناء غوغائے رفتن بیمار برخاست۔ پدر من وے را در ہمان قریہ پنہرہ معمولہ قصبہ لونی کہ می باشند، مغرب رویہ مدفون ساخت در ہشتم ذی قعدہ از سال ہزار و

نوزدہ (۱۰۱۹ھ/ ۱۱رجنوری ۱۶۱۱م) چوں پدر من وقتے از زبان یکے از مشائخ دہلی شنودہ بود کہ می گفت کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ فرمودہ اند کہ ہر کہ در دوازدہ کروہ از طرف قبر من مدفون ساختہ خواہد شد من وے را شفاعت می کنم و شفاعتِ وے بر ذمۂ منست ۔ انتہیٰ ۔ آن وجہ بود کہ نعش مادر مرا بسنبھل نفرستاد و مردم قبیلہ بسیار گفتند قبول نہ نمود۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت خواجہ محمد پارسا نوشتہ اند کہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ در اوایل شعبان سنہ خمس و تسعین سبعمائۃ (۷۹۵ھ/۱۳۹۳م)۔ پیش از وفات بہفت سال از چغانیان متوجہ بخارا شدند بہ نیت زیارت حضرت خواجہ بیرنگ (بزرگ[1]) قدس اللہ سرہما بعد از ہیز دہ روز رسیدند و در اوایل شوال مراجعت کردند۔ شب عید رمضان در بخارا بودند۔ درویشے از دوستان ایشان آن شب در واقعہ دیدہ کہ بارگاہست در نہایت بزرگی۔ حضرت خواجہ علاء الدین و حضرت خواجہ بیرنگ (بزرگ[2]) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ (در نزدیکی آن بارگاہ اند و معلوم شد کہ آن بارگاہِ حضرر رسالت پناہ است صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ بزرگ) بآن بارگاہ[3] در آمدند بملاقات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بعد از فرصتے بیرون آمدند بابشاشت تمام و بسط کلام و فرمودند کہ مرا این کرامت کردند کہ ''ہر کہ در روضہ (موضعۂ) فرسنگے قبر من باشد از ہر طرفے، من او را شفاعت کنم باذنِ الٰہی و عطار را در چہل فرسنگے مرقد او مرتبہ شفاعت دادند و کمینہ از محبان و متابعان مرا در یک فرسنگے مرقد او مرتبہ شفاعت دادند''۔ انتہی۔

---

[1]، [2] این ہر دو سہو کاتب است۔ [3] اضافہ از نسخہ ندوہ

بی بی رجّی دہلوی

وے ہیزدہ سالہ بود بحسن و لطافت در محلّہ بیجل مسجد کہ بنا گاہ وے را جذبۂ قوی رسید واز خانہ برآمد و رو بصحرا نہاد۔ دانستند کہ دیوانہ شدہ است گرد گرفتند۔ وے گفت آرے من دیوانہ کسے ام کہ دل مرا شناسا گردانیدہ بعطاے نعمت خود منّت نہادہ بر من بہ نعمت معرفتِ خود۔ این اشعار ''نفحات الانس'' کہ در احوالِ ''تحفہ'' آوردہ است موافق حال وے افتاد۔

(یا) معاشر الناس ما جنتُ و لکن ان اشکرانہ بقلبی صاحبی[1]

اغلَلتم یدی ولم اتِ ذنباً غیر جهدی فی حبه و اقتضاحی

انا مفتونة بحبّ حبیبٍ لست البغی عن بابه من یراحی

فَضَاحیِ الذی زعمتم فسادی و فسادی الذی زعمتم صَلاحی

ما علی من احب مولی (لحب) المولی و ارتضاه لنفسه من جناحی

وے را کسیل کردند، تا بمرادِ دل اندرین کار در آمد چون مردان راہ و بر در روضہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ بمصطبہ در نشست و تا آخر عمر از آن جا قدم بیرون ننہاد از فیوض عالمِ قدس بہرہ ور گردید و وے را قبولی پدید آمد۔ بس عظیم مرجع فقراء و اغنیا و اکابر و اصاغر گشت۔ ہر نذورے و فتوحے کہ بوے رسیدے مجاوران روضہ شریف را دادے، تا کار بجاے رسید کہ مجاوران بے

---

[1] در ''نفحات الانس'' این مصرعہ بدین طریق نوشتہ است۔ ''انا سکرانةٌ و قلبی صاحی''

گفتہ وے آن فتوح را خودشان از میان برگرفتندے و ببردندے و وے فارغ بودے وسرخوش۔ شیخ من بوے بسیار آشنا بود۔ وے را اندرین طریق نیک می ستودے واز مردان راہ می فرمودے۔ وہرگاہ بطوف حضرت خواجہ قطب الدین شدے، بوے شدے۔ روزے دراوایل بوے شد وگفت۔ درفلان مطلبِ من توجہ نمای وہمّتے بربند کہ زود برآید۔ وے گفت بزرگانِ شہر تبرکاً بسراے تو می آیند، من کیاے این کارہ ام۔ غریبہ ام۔ عاجز ودرماندہ وسرفروبردہ ودرین گفتنی ہا۔ من وے را دیدم کہ نشانے از قبول دعا در چہرہ وے لائح بود۔ شیخِ من بسیار خوش برخاست وہم شیخ من روزے از وے پرسید۔ بادشاہ زادۂ وقت کہ بتو رسیدہ بود چہ گذشت۔ گفت روزے جوانے پیش من آمد نہ دانستم کہ کیست؟ بنشست وسخنان این راہ بمیان آورد۔ گمان بردم کہ کسے از سلطانیان است با ہوش وفہم۔ چون نذرے پیش آورد ورخصت خواست وبرفت۔ من پرسیدم کہ، کے بود۔ گفتند بادشاہ زادہ من از بعضے اقرباے وے از مبادیٔ احوال وے حکایات بہ تفصیل شنیدہ ام۔ انچہ نوشتہ شد زیادہ از آن می گفتند۔ بالجملہ از مقبولانِ درگاہ خداوندی بودہ است ومہ از آن بودہ است کہ وے را بکرامات بستایند وخوارق عادت وے باز نمایند ومن وے را بسیار دیدہ ام اکثر ہمراہ شیخِ خود (بوے رفتہ) والطاف واعطاف وے برخود یافتہ ام۔ پدرِ من بوے آشنا بود واکثر بوے شدے واز عجائب احوال واطوار وے حکایت کردے۔ روشِ وے آن بود کہ ہر کہ بوے شدے چیزے خوردنی ما حضرے پیش آوردے یا چند کاک کہ از لنگر حضرت خواجہ قطب الدین روزانہ بوے

رسیدے ایثار گردانیدے وہمگنان آیندگان را از راہ خُلق وہم از سر احسان خوش کردے وبے قید آن (شرع) کہ اندرین روزگار شائع شدہ اند بوے شدندے و گفتگوی لاطایل ومزخرفات بے مزہ پیش آوردندے۔ وے بار آن ناخوشان طماع برخود کشیدے وہیچ کس را از خوان انعام خویش ناامید نگردانیدے ودر جمیع احوال زندگانی نیک خوش داشتے ودر طریقہ فقر وتجرد منبسط الحال وفارغ البال زیستے۔ ووے اندر صحن خانہ خویش حجرہ خردتر آراستہ بود، وصیّت کردہ کہ چون من بروم اندر آن حجرہ مدفون سازند۔ وے عمر دراز یافتہ بودہ است۔ وفاتِ وے در سال ہزار وشصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) است وقبر وے ہمدر آن حجرہ۔

فقیرہ گوالیاری

صاحب جذبۂ قوی است واہل سکر ومستی۔ وے گوید کہ من دہ سالہ بودم کہ روزے بابا پیارے کودر، را، دریافتم۔ نیاز آوردم۔ بابا خوشوقت شد ونظرے درکار من کرد بے خود گشتم وہفت روز چیزے نخوردم۔ آخر از خانہ برآمدم ودیوانہ واری گردم ودر دوازدہ سالگی بسفرِ حجاز رفتم ہمراہ جانانہ بیگم دختِ خانخانان بیرم وبحرمین شریفین مشرف شدم وبراہِ خشکی باز آمدہ باُچہ ملتان رسیدم وزیارت مشائخ آن دیار کردم ودر ہندسان باز آمدہ با مجاذیب صاحب احوال صحبت داشتم۔ پس از آن مرا حالتے پیش آمد کہ بصحرا وکوہستان درآمدم ودوازدہ سال اندر حال جذبہ در آن جاہا غیر از برگ درختان وگلی ولای ہیچ چیزے نخوردم۔ روزے اندر آن

جنگل دیدم کہ شیرے بزرگ در رسیدہ و ہفت شیر را کشتہ۔ درین اثنای پیرے (ببرے) قوی ہیبت پیدا شد و آن شیر بزرگ را کشتہ و بجنگل در رفتہ۔ من چرمے آن شیران برآوردہ در عین مستی و ولہ لباس تن می ساختم و خوشا خوشا مستانہ می گردیدم و ہمدر آن جنگل ماران بزرگ وافعی در گرد خود می دیدم و از ہیچ سبعے و درندہ و گزندہ نمی ترسیدم۔ آخر الامر از آن جا ہا برآوردہ در سادھورہ رسیدم و مریدے سید عبدالوہاب شدم در سلسلہ قادریہ۔ انتہیٰ۔ آن فقیرہ در اوایل ہا کہ در ناحیت سنبھل آمدہ با حسن و لطافت بود و سر و پا برہنہ جا بجا گردیدے۔ ہیچ لباسے غیر ارستر عورت با خود نداشتے۔ جمعے عوام کہ حاسدان خام اند۔ زبانِ طعن بروے دراز کردندے و وے را اندر عشق جوانان متہم داشتندے۔ وے آن ہمہ می شنود و از طعنِ طاعنان فارغ بودے و اندر آن[1] حال صیحہاے سخت برزدے و گفتے امروز مارا بجہانیان ہیچ کارے نماندہ۔ از ردو قبول کسان غمی و شادی ندارم۔ اللہ اللہ اللہ عشق من عشق (اللہ) است و بس اندرین وقت حکایتے بیادم آمد از ''سبحۃ الابرار'' کہ مولوی جامی بستہ اند۔

منظوم

پور عمران بدان بقعۂ نور می شد از بہر مناجات بطور
دیدہ در راہ شردوران را قاید لشکر مجہوران را
گفت کز سجدۂ آدم چہ تو تافتی روے رضا صاف بگوی
گفت عاشق کہ بود کامل سیر پیش جانان نبرد سجدہ غیر

---

[1] در نسخہ ''سبق ہاے'' و در نسخۂ ندوہ ''شوقہاے'' است

گفت موسیٰ کہ بفرمودۂ دوست — سر نہد ہر کہ ز جان بندہ اوست
گفت مقصود ازان گفت و شنید — امتحان بود محبّ را نہ سجود
گفت موسیٰ کہ اگر حال این است — لعن و طعن تو چرا آئین است
بر تو چون از غضب سلطانی — شد لباس ملکی شیطانی
گفت کین ہر دو صفت عاریت اند — ماندہ از ذات بیک ناحیت اند
گر بیاید صد ازین یا بَرَود — حال ذاتم زیں متغیر نشود
ذاتِ من بر صفت خویشتن است — عشق او لازمہ جانِ من است
تا کنون عشق من آمیختہ بود — در غرض ہاے من آویختہ بود
داشتم بخت سیاہ یا کہ سفید — ہر دمم دست خویش (دہم) بیم و امید
این دم از کشمکش اور ستم — پس زانوے وفا نبشتم
لطف و قہرم ہمہ یک رنگ شدہ است — کوہ و کاہم ہمہ یک سنگ شدہ است
عشق شست از دل من نقش ہوس — عشق با عشق ہمہ ماندم بس

پس از آن دارم آن فقیرہ اندر آن حالتِ جذبہ استقامتے نیک یافت و در مستی ہا ہر
چہ از زبان برآوردے، شدے۔ مردمان در اقبال و انکار وے دو فرقہ شدند۔ بعضے
می گفتند کہ وے از مجاذیب صاحب احوال است، انچہ از وے ظاہر می شود از قسم
خرق عادت است۔ و بعضے می گفتند جنّے مسخرے شدہ ہر چہ ہست از آن ہست
لیکن وجہ اخیر بروے تہمت بود۔ چہ سخنانِ وے با معنی این راہ بود۔ ہر چہ گفتے از
سر این کار بے خار گفتے و معلوم است کہ این حال ناقض فنون اہل تسخیر است و فن

تسخیر منافیٔ حالِ دل پذیر۔ واللہ اعلم۔ میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ وے در قصبہ سہسوان روزے مرا گفت کہ اسپے خلعتے و اضافہ و شمشیر و سپرے مکلل و مراتب دیگر برائے تو مہیّا کردہ اند برو و فرا گیر۔ من در شگفت شدم، چہ گمان این ہمہ چیز بیکبارگی مرا نبود۔ خاصہ شمشیرے کہ در کارہائے عمدہ تر می دہند۔ درین اثنای رستم خان دکنی کہ من باوے لشکری بود مرا بمرادآباد طلبید و مہر بیشتر از بیشتر ورزید و بدان چیز ہا بے گمانم مرا بنواختم و وکیل مطلق سرکار خود ساخت۔ (انتہیٰ)۔ درآن ایامے کہ مرا دولت ترک صحبتِ اہل دنیا نصیب شدہ بود۔ روزے آن فقیرہ در زاویۂ من درآمد و سخنانِ این راہ گفتن گرفت۔ درآن اثناء ز نسبت خاصۂ نقشبندیہ کہ در غایت خِفا و اِستتار است بادائے ایما نمود کہ من متحیر شدم و نیز از روے تفاول و بشارت گفت کہ اندرین کار مردانہ باش و ہیچ تفرقہ را بخاطر راہ مدہ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمہ کار و بار ترا از کرامت خانہ غیب خود آسان خواہد کرد۔ و ہم روزے وے بمن آمد مستانہ والہانہ اندر شوق و محبتِ الٰہی و نقش ہندی را بآہنگ حزین و دلکش گفتن گرفت و تا دیرے بسرانید و این است۔ (نقش)

مین اپنوں من ہر سوں جورو ہر سوں جور سب سوں تو رو
ناچ رچو تب کہو ملہت کیسوں آں کاں در در بٹھک بچھورو
آ کہین پا چھیں سوچ منایو مانجھ بات منکا سو ہورو
کتھو ہوئی سو کہ مری سجنی کہیا پیو کا ہو گا ہو مکدر مورو
الکھداس پربھو لوگ ہنست ہیں لوک لاج تن کا ہو تو رو

مادامے کہ وے می گفت مرا خیالے (حالے) درگرفتہ بود کہ نمی توانم گفت۔ وہم روزے وے چنیں وقت آمد کہ من وقرّ اے گران جانے باہم نشستہ بودیم۔ وے بادائے مجذوبانہ سخنان این راہ گفتن گرفت۔ قرّ اغافل از حال وے بہ تمسخر در وے می نگریست وسخنان استہزاء آمیز بوے (گفتن) آغاز کردن۔ وے ازین معنی برآشفت وبمن گفت زنہار باین قوم نہ نشینی۔ ازین جماعہ حذر کرد، اولیٰ است۔ چہ برادر منصور راہمین مردم کشتہ اند۔ قرّ ابجواب وے باوجود قدرت کہ داشت باوے ہیچ نتوانست گفت واز آن جابدر رفت۔ آخر سخن وے بوقوع آمد چہ آن قرّ اازروے باطن باشیخ من نیک نبود من این نقار قرّ افہمیدہ بودم تا آن مجذوبہ مرا خوش بیاگاہید۔ گویند وقتے یکے از لشکریان وے را آزارے داد وسخت دل آزاری کرد نہ تن آزاری۔ وے گفت اگر تو خراب نشود من فقیرہ نیستم۔ در روز کے چند آن لشکری بشدّت تمام برفت از دنیا۔ پس ازآن وے ازآن مستی ہا وکیفیت ہا برآمدہ بغربت وشکستگی خوگرفت و بنکاحِ فقیرے درآمد کہ جوان بود ووے جوان تر ازآن و باحسن و جمال زیادہ۔ آن زمان آن تصرّفات ودعاوی ہا کہ داشت نماند ودرزاویۂ نامرادی پابرجا ساخت تا درنظر اہل این کار نیز پسندیدہ وبرگزیدہ آمد ازایام پیشین۔ زیرا کہ تصرف اندرراہ تصوف بیکارہ است وبترّاہاتِ صوفیہ درآمدن اہل این کار رانقص تمام۔ در ''نفحات الانس'' است کہ درویشے دربادیہ نشستہ شد وے راازآسمان قدحے فروگذاشتند پُرازآب سرد۔ آن درویش گفت بعزّتِ فقر کہ نخورم آب مگر از

دست اعرابی کہ مرا سیلے زند وشرے آب دہد واز کر نہ بکرامات نباید، از بیم غرور گفت، قادری کہ آب در جوفِ من پدید آری۔ یعنی کرامات ظاہری از مکر ایمن نبود۔ ودر ''رشحات'' است کہ خواجہ احرار فرمودند مکرِ الٰہی دو است یکے بہ نسبت عوام دیگرے بنسبت خواص۔ مکرے کہ بنسبت عوام است از دیادِ نعمت (است) باوجود تقصیر در خدمت۔ ومکرے کہ بنسبتِ خواص است اِبقاے حالست باوجود ترک ادب۔ در ''نفحات الانس'' است کہ شیخ الاسلام گفت حقیقت بکرامات درست نہ شود کہ حقیقت خود کرامت است وکرامات کہ ابدال وزُہّاد را بود از مکر و غرور ایمن نباشد۔ عطا ہارا چون بآن نگری ترا نہ گذراند (کہ برباد شوی)۔ عطا از معطی بین وکرامات از۔ مکرم راو گفت کرامات ناگاہ مرد را ازین کار بیرون آرد۔ چون موے از ضمیر صوفیان بکرامت روکند آن خود نقار بود برایام ایشان۔ وہم دران کتابست کہ ابوالخیر تیناتی گفتہ۔ ہر کہ عمل خود ظاہر کند مرائی است وہر کہ حال خود ظاہر کند مدعی است۔ وقتے یکے را دید کہ برآب می رفت۔ وے برکنارہ دریا بود۔ گفت این چہ بدعت است باخشکی آی ومی رو (برو) ووقتے دیگرے را دید کہ درہوا می رفت گفت این چہ بدعت است فرود آی وبرو۔ آخر بانگ بروے زد کہ کجا می روی گفت، بحج۔ گفت اکنون برو۔ وہم دران کتابست کہ ابوعمر دمشقی گوید چنانکہ فریضہ است بر پیغمبران اظہار کرامات وآیات ومعجزات۔ ہم چنان فریضہ است براولیا پنہان داشتن کرامات از خلق تا در فتنہ نیفتند۔ در ''رشحات'' است کہ حضرت شیخ عبدالکریم یمنی فرمودند کہ مرا پدرے (مریدے) بود کہ برروے آب

می رفت وقدم بر ہوا نہاد ولیکن بوے از توحید نداشت۔

جمال چندیری

باحسن و جمال بود۔ شوہروے صاحب مال بود۔ از برکت صحبت درویشان صاحب احوال حال جمال دیگر منوال (شدہ) است واندرین کار نیک درآمد، چون مردان راہ۔ چون شوی وے بمردوے خانہ ومتاعِ خود را بر فقرا و درویشان وصلحا وصفا کیشان وقف ساخت و درخدمت ایشان خود را نیک در انداخت و اندرین راہ کشادہای یافت وآرامے وجمعیتے پیدا کرد۔ من درسال ہزار وچہل داند تقریباً بچندیری رفتہ بودم۔ طواف مزارات وزیارت درویشان بابرکات آن جا کردم۔ روزے بدیدار آن جمال رفتم، دیدم کہ قصرے خوش مصفّٰی آراستہ است وروح افزای ودل کشای واندرآن قصر جا بجا درویشانِ آزاد را سکونت دادہ وہمگنان سرخوش وخورم نشستہ وافتادہ ووے (با) زینت باشکوہ ونورانی طلعت ومشغول بحقیقت۔ من درآن وقت لشکری بودم لیکن طالب درویشان وشیفتہ دیدار وصحبت ایشان۔ وے مرا چو بدید متوجۂ من گردید واز روے لطف نیک پرسید۔ چون برخاستم از ہمسایہ ہاے استفسار وے کردم۔ ہم گنان متفق الکلمہ گفتند چون شوہر دے مُردوے جوان بود مال شوہر را با فقیران وقلندران جوان بخورد (بخوراند) وضائع ساخت وخود را اندر بادیۂ ضلالت انداخت۔ ما اورا واگذاشتیم کہ از حالت (اصالت) قوم ما برآمد۔ امروز ماہا وے را اندر قبیلۂ خود راہ نمی دہیم۔ خوب یکجا

خراب شد (چون یکے خراب شد[1]) (برخاستہ بہ) من بار فیقے گفتم۔ سبحان اللہ زنے کہ درراہِ خدا آمدہ است وصاحبِ احوال شدہ واز راہِ باطن بمرتبۂ خاص بل اخص رسیدہ، وے رامردم اراذل خسیس بل اخس چنین وچین می پندارند و بمرتبہ فروتر از خودشان می انگارند۔ ومن تماشاے بہ ازین دیدہ ام بشنو کہ درشہر دہلی خانۂ زادہ بودہ است خانشہ نام کسب این جماعہ معلوم عالمیان است۔ و وے را چند پسر بود۔ ازآن میان یکے عبدالطیف نام راحق سبحانہ تعالیٰ توفیق رفیق داشت۔ اولاً از قوم خویش برکند وبصحبت طالب علمان افتاد وتحصیل علوم دینیہ نمود ومقبول علما وفضلا گشت۔ روزے یکے بخانشہ گفت کہ پسر راچرا باخود نمی داری وآوارہ وپریشان چون می گذاری۔ گفت چہ کنم سعیٔ من بجاے نمی رسد وگفتۂ من دروے ہیچ اثرے نمی کرد رفت وبصحبت طالبان افتاد وخراب شد وماہم وے راواگذاشتیم۔ خوب یک بیضہ گندہ شد، شد۔ پس ازآن عبدالطیف را داعیۂ این راہ بدل پیدا آمد وبصحبت درویشان وفقرا افتاد وصاحب ذوق وشوق شد ودرطریق معاملت مستقیم الحال گشت و قبولی پیدا کرد واو درروضۂ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ سکونت گرفت وطریقۂ ریاضت ومجاہدت اختیار نمود وجمعیتے وآرامے نیک بہم رسانید وقبول خاطر اہل اللہ گردید۔ من وے رادرشب عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ درروضۂ ایشان دیدہ ام وآشنا شدہ وے بآن فضائل باشعار ہندی میلے ہم داشتہ واز سرذوق خواندہ و من ہم از ہندی خود خواندم و وے خوشوقت شدہ و آن شب بانشراح

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

تمام انجامیدہ و وے ہم درآن ایام با ذوق برفتہ از دنیا در سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م) وقبرِ وے بجوار روضہ شیخ است ۔ درین وقت حکایتے بیادم آمد از تفسیر ''بحرالدرر'' تصنیف مولانا معین واینست ۔ کہ

''قال الاَصْمَعِی رحمة الله رایتُ[1] اعرابیاً بَالْبانیه(بالبادیه) و بیدہٖ سیفٌ مسلولٌ و فظننتُ انهٗ سکرانٌ و قالَ لِی اِنْزع ثِیابَکَ و لا تخربُ بیتک بِموتِکَ فقلتُ اتدری مَنْ انا؟ فقال لَیس بِقطاعِ الطریق معرفةُ الاحدِ و لو عرفتُکَ لانکرتُ المعرفةَ فقلت لهٗ اَمَا تعلم ان الله یطالبُکَ لِما تفعلُ بِی فقال لابد من الرزق ان طالبنی بفعلی طالبةٌ برزقی فقلت لهٗ کَانَّک تطلُب رزقک علی الارض قال فاین اطلبة قلت و فی السماء رزقُکم و ما توعدون (اتوآن) رمیٰ السیف من یدہٖ۔فقال استغفرالله رزقی فی السماء و انا اطلبه فی الارض فلم یتمّ کلامه حتیٰ ظهربین یدیه رغیفان و قصفة مرقةٌ حارة ۔ ظهر ذالک من حسنِ توفیقہٖ و صدق نیتہٖ فالتفت الی فقال هدیک الله تعالیٰ کما هدیتنی الی الرزق فحیرت من شانہٖ فانفرقت باکیاً معجبا بقدر الله تعالیٰ ولا عجبٌ من ذالک لانهٗ قادر. فلمّا کان العام القابل حججت بمکة فلقیتهٗ مراقبه و بعد ذالک فی الطواف فعرفنی فقال او

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

ماکنت صحبتنی بالبادیة فقلت بلیٰ قال لی مااسمک قلت.انا الاصمعی قال یا اصمعی من ذالک الوقت الی یومنا هذا یا تینی فی کل لیلة رغیفان و قصفة مرقةٌ جارة و انا من ذالک الوقت علی العبادت الی الآن لا افعل شیاً الا بماامرنی ربی فقال لی یا اصمعی زدنی من ذالک الشعر قلت ماهو الشعر انما هو کلام الله تعالیٰ ثم قرات فَوَرَب السماء والارض انه، الحق مثل ما انکم تنطقون۔ فتغیرَ و جههٗ قدلقیت فرایضه تهتز من الخوف خلفاً و اماماً ثم وقع علی وجهٖ فوجدته میتاً ۔ قال الاصمی فاذا الهاتف یقول بالله من ارادان یصلی علی و ولی من اولیاء الله تعالیٰ فلیصل علی هذهٖ البدوی قال فغسلناه و دفناه فرایته، فی المنام بعد الاسبوع علی هیت (حسنةٍ) فقلت بماذابلغت الی هذه المنزلةٖ قال سماعی بقراء تک القران. انتہیٰ۔"

سخن پیر ہری (ہروی) مشہور است۔ "ابوجہل از کعبہ برآمد، ابراہیم از بت خانہ کار بعنایت است باقی بہانہ۔" ذالک فضل الله ۔ رتہ من یشاء والله ذوالفضل العظیم۔

خاتمہ در عرض بعضے از احوال ابائے کرام و اقربائے عظام

کاتب حروف ختم اللہ لھم بالخیر.

گوید فقیر حقیر محمد کمال محمد بن سید لعل بن سید بدہ بن سید حامد بن سید چاند بن سید معروف بن سید مجد الدین بن سید عزیز اللہ بن سید شرف الدین بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن جعفر ثانی بن امام ہادی علی نقی بن جواد محمد تقی بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ رضی اللہ عنہم وقدس اللہ اسرارہم کہ احوال اکثرے از بزرگان اندر کتب تواریخ سلف مسطور است و برالسنہ مذکور امّا در ''ثمرات القدس'' مجملے از احوال سید شرف الدین وبعضے از اولاد و یاران وے چنین می نویسد کہ سید شرف الدین امروہہ ملقب بصاحبِ ولایت نور اللہ مضجعہٗ۔ وے از بزرگان سادات واسطہ است صاحب خوارق جلیلہ وکرامات عظیمہ و در علوم ظاہری و باطنی بعہد وے کسے بوے نرسیدہ در زمان سلطان فیروز کہ عامّہ ہندستان وے را خاتم[1] بادشاہان گویند، ہمراہ پدر خود سید علی بزرگ با جمعے کثیر براہِ ملتان بہندستان آمد و در سرزمین کہ اکنون ''امروہہ'' است اقامت گرفتہ و بعد از چندگاہ پدر را بآن جماعہ گذاشتہ۔ خود بجانب دامنِ کوہ شصت کروہے رفتہ در درّہ

---

[1] در نسخہ ''ختم'' است

کوہے بعبادت حق سبحانہٗ مشغول گشت ۔ می آرند کہ شیخ شرف الدین پانی پتی بطریق طے ارض آمدہ باوے ملاقات نمود چون زمانے بگذشت وصحبت گرم گشت شیخ (شرف الدین پانی پتی) از روے انبساط بوے گفت کہ ما گرسنہ ایم ومیل گوشت داریم۔ این تعلق بشما دارد۔ گوشت از شما ونان از ما۔ وے بخادمے گفت کہ عقب این پشتہ رمۂ آہوان ایستادہ بیکے از آہوان بگو کہ ترا شرف الدین صاحب ولایت می خواند۔ رحم نما کہ مہمان عزیز رسیدہ است۔ خادم رفت وآنچہ باوے گفتہ بود با آہوان گفت۔ آن ہمہ رمہ اجابت نمودہ روان شد۔ خادم گفت ہمہ راسید نخواستہ۔ بلکے یکے از شما طلبیدہ۔ ازین سخن رمہ ایستاد وآہوے را از میانِ خود بیرون فرستاد۔ خادم آن را در نظر وے بیاوردہ وذبح کرد انچہ از گوشت درکار داشت برگرفت وکباب ساخت وبوے آورد پس بشیخ (پانی پتی) گفت۔ گوشتِ ما حاضر است نان شما کو؟ شیخ دست در ہوا کرد وچند تاے نان برگرفت وپیش وے نہاد۔ ہردو بطعام مشغول شدند۔ بعد فراغ طعام وے بخادم فرمود کہ ماقی گوشت وپوست واستخوان را حاضر گردان خادم چنان کرد وے دید کہ استخوان قبرغۂ آہو شکستہ شدہ است۔ خادم را گفت۔ نہی کردہ بودم از شکستن استخوان۔ چرا چنین کرد، اکنون برخیز وچوبے را بتراش وبر استخوان شکستہ بر بند۔ خادم چین کرد آن گاہ وے از کوزۂ خود مشتے آب برگرفت وبر آن گوشت وپوست واستخوان بپاشیدہ گفت ''قُم باذن اللہ''۔ آہو برخاست وسر برزمین نہاد وبرفت وبرمۂ خود رسید این نقل از راویان بطور دیگر ہم گویند امّا اصح آنست کہ نوشتہ شد۔ گویند بعد از وفات

وے روزے سلطان فیروز در آن سرزمین شکار می کرد۔ ہمان آہو را بوز سلطان بگرفت۔ چون پوست باز کردند چوبے در پہلو یافتند۔ سلطان تعجب نمودہ فرمود کہ درین کوہ تفحص نمائید شاید مردے را در یابند کہ این حال از وے منکشف گردد۔ آن خادمے را کہ در حضورِ وے این امر واقع شدہ بود، یافتند و پیشِ سلطان آوردند سلطان از وے سبب آن را پرسید وے آنچہ دیدہ بود تمام باز گفت۔ می آرند کہ در آخر عمر شریفش در قبایل وے کار چیزے درمیان آمد۔ کس فرستادند و التماس مقدم شریف وے نمودند اجابت فرمود۔ اتفاقاً در آن جای کہ وے می بود درختے چند ایستادہ بودند و وے در سایۂ آن می گذراند آنکس را نزد خود خواند و گفت ازین جا تا امروہہ مسافتے بسیار است و ہوا در غایت گرمی و راحلہ نداریم چون مرا بآن درختان مدتے است کہ موانستے عظیم درمیان آمدہ امید می دارم کہ اللہ تعالیٰ زنہار از من جدا نگرداند و در حیات و ممات با من دارد و الحال راحلہ من ساز و این بگفت و ساعتے خوب سر در پیش افگند۔ بعد از زمانے سر برآورد و گفت برخیز کہ اینک بسواد امروہہ رسیدیم۔ آن مرد حیران ماند۔ چون نیک نظر کرد دید کہ چنانست کہ وے می فرماید پس برخاست و درمیان قوم آمد و یک روز بایشان بود۔ روز دیگر قوم را طلبیدہ فرمود کہ این درختان را درین جا می گذارم از انکہ من اندرین سرزمین مدفون خواہم شد چون مرا وقت برسد باید کہ نعش مرا آوردہ درمیان این درختان مدفون سازند۔ بعد از وفات وے چنان کردند۔ وفات وے در ہشتم ماہ ربیع الاوّل است از سال ہفت صد و ہشتاد و سہ (۷۸۳ھ) زبانی شخصے تاریخ فوت

مخدوم صاحب ولایت کہ شنیدہ شد مخالف[1] صاحب کتاب می آید۔ ''قدم مردانہ فوقِ (لامکان[2]) زد'' (۷۷۳ھ) واز ثقات آن جا استماع یافتہ کہ در روضہ مبترکہ وے کزدم بسیار ند بکس آزارے نمی رسانند بانکہ در دست می گیرند و مردمان ہم کہ جا بجا می برند۔ نیش نمی زنند۔ راقم حروف کژدم ہاے آن جا را بسنبھل آوردہ است ہم درین جا نیش نمی زنند۔ وہم در ''ثمرات القدس'' آرد کہ سید عزالدین (عزیزالدین) نیز از سادات واسطہ است واز اصحاب سید شرف الدین صاحبِ ولایت صاحبِ کمالات صوری ومعنوی بودہ۔ گویند چون در امروہہ وفات یافت در محاذیٔ روضہ صاحب ولایت دفن ساختند۔ مدّتے مدید بروے بگذشت، قبروے مسمار گردید وعلامتے از آن نماند ودر آن زمین تعمیر ساختند ودرختان نشاندند تا آنکہ در سال نہ صد وہفتاد مردے صالح جمّن نام را با ہندوے قضیہ درمیان آمد۔ ہر چند نزد حکام وخواص وعوام امروہہ رفت دادش ندادند چون از ہمہ مایوس شد روے توجہ بروضہ صاحب ولایت آورد وچند شب در آن جا ماند وعجز ونیاز بسیار آوردہ و شبے در خواب دید کہ صاحب ولایت باوے می فرماید کہ ہر کہ از براے حاجتے ومُہمّے در روضۂ ما آید تا آنکہ چہل صباح ترک نکند آن حاجت را حق سبحانہٗ بوے بدہد۔

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''موافق'' نوشتہ است [2] درنسخہ ندوہ این عبارت است کہ این زیادہ صحیح ودرست است ''زبانی شخص تاریخ فوتِ مخدوم صاحبِ ولایت شنیدہ شد موافق نوشتۂ صاحب کتاب آمد ''قدم مردانہ فوقِ لامکان زد'' (۷۸۳ھ/۱۳۸۲م)

مورخِ امروہہ علامہ محمود احمد عباسی تاریخ وفاتِ آن مخدوم بحوالہ مولوی سید اعجاز حسن ۷۳۹ھ نوشتہ اند۔ از تذکرۃ الکرام۔ ح، ص ۱۵

اگر می خواہی کہ زود بمقصود رسی برخیز وہمراہ من بیا تا ترا بخدمتِ بزرگے ببرم ک
نامش سید عزیز الدین است وانیک در جوارِ من آسودہ۔ جمّن گوید کہ صاحب
ولایت این بگفت ودست مرا بگرفت واز در روضہ خود بیرون آمد، قدمے چنا
برفت بجاے رسیدیم کہ مردے نورانی باہیبت ووقار بر بالاے صُفّہ ایستادہ چون
وے را بدید از صُفّہ بزیر آمد ودریافت ومارا بالاے آن صُفّہ برد وہر دو بنشستند
ساعتے ہر دو مراقب شدند پس صاحبِ ولایت سر برآورد ومرا پیش خواند وروے
توجہ بسید عزیز الدین آورد وگفت این مرد از ظالمے ایذا کشیدہ ومی کشد باید کہ توج
خود را از وے دریغ نداری کہ حوالہ کار این مرد بتو رفتہ۔ این بگفت ومرا باوے
بگذاشت وخود بروضہ خود برفت۔ پس وے احوالِ من پرسید۔ احوالِ خود ر
مشروحاً معروض داشتم چون تمام احوال شنید بیکے از آن جماعہ کہ باوے بودند
فرمود کہ برو وہندوے کہ باین تعدّی کردہ حاضر گردان، آن کس برفت وہندو ر
حاضر کرد۔ مرا گفت برخیز ودر برابروے بنشین وہر دعوی کہ داری بگو۔ من در پہل
وے نشستم وقضیہ خود تقریر کردم۔ ہندو نیز در برابر من سخن کرد۔ سخن وے را رد نمود
فرمود چرا بر این مرد ظلم می کنی ازین درگذر۔ آن ہندو کہ بر سرِ عناد وظلم خود بود مطل
براستی نمی آمد محکمہ وے دراز گشتہ مرا پیش خواند وشمشیرے بدست من داد وفرمو
گردن این ظالم را بزن۔ من گردن وے را بزدم۔ تبسمے فرمود وشمشیر از من گرفت
وگفت برو کہ از شر این ظالم خداے تعالیٰ ترا خلاص داد واما باید کہ علی الصباح
درین سرزمین آئی واندکے خاک ازین صُفّہ کہ می بینی، برداری، قبرے ظاہر خوا

شد آن قبر من است۔ آن را مرمت نمای و در ہمان جا زاویہ برائے خود راست کنی و ہر مشکل کہ ترا و سائر خلق را روی دہد توجہ بمن نمای کہ من مشاہدِ حال تو شوم و حلّ آن مشکلات کردم (کنم) و مرا رخصت فرمود۔ چون از خواب برآمدم، حیران واقعہ خود بودم کہ بناگاہ شخصے از در درآمد و گفت۔ شاد باش کہ فلان ہندو کہ بر سر تو ظلم می کرد، امشب دزدان وے را بقتل رساندند۔ بیقین دانستم کہ بہمان شمشیرے کہ در خواب بروے زدہ ام کشتہ گشتہ۔ برخاستم و متوجہ روضہ صاحبِ ولایت شدم۔ چون بآن جا رسیدم، از پئے تفحص زمینے کہ شب مرا نشان دادہ بودند شنیدم (شدم) در اطراف روضۂ وے جاے را بشناختم۔ بیلے گرفتم و اندکے خاک از روے آن صُفّہ برداشتم۔ قبرے ظاہر شد۔ پس آن جا را پاک ساختہ، آن قبر را راست نمودم و برائے خود زاویہ در آن جا بکردم آنچہ بمن می فرمود آن ہم چنان می شد و مرا و خلقتے ابنوہ وقتیکہ را مشکلے روے می داد و رو، بمن می آرند من توجہ بروح پرفتوحِ وے می کردم (روحِ) وے بر من ظاہر می شد و حلِ آن مشکلات می نمود و از مطالب خبر می داد و مُدعاے ہر یک را می گفت و من بانہا می گفتم۔ گویند این مرد جمن تا زمان خلافت اکبر بادشاہ در قیدِ حیات بود۔ آخر الامر در سال نہ صد و نود (۹۹۰ھ/۱۵۸۳م) ازین جہان در گذشت و در جوار قبر وے مدفون گشت۔ و ہم در ''ثمرات القدس'' می آرد کہ قاضی عبد الطیف امروہہ از ملک واسط است اقضی القضاتِ آن دیار و از فحول علماے روزگارِ خود بود، چون بہ ہندستان اتفاق توطن افتاد۔ دست از ان منصب باز داشت (وُ و بعبادتِ حق تعالیٰ آورد و بمرتبۂ کمال

رسید۔ گویند چون وے محتضر گردید نبّاشے را کہ در امروہہ مشہور بود طلب داشت[1])
و در برابر بہاے کفنِ خود آن را داد و گفت زنہار گرد قبر من نگردی وے این معنی را
قبول نمود بعد از انکہ وفات یافت و وے را بگور کردند۔ آن نبّاش را قوتِ طامعہ در
حرکت آمد و عہدِ خود (را) فراموش کرد۔ رفت و قبر وے بکند، چون دست دراز کرد
و خواست تا کفن برگیرد۔ وے دست وے را بگرفت آن بے چارہ از ہیبت در
ساعت جان داد۔ صاحبش۔ ہر چند جہد کرد کہ دستِ وے را خلاص گرداند، نشد۔
این خبر بسید شرف الدین کہ ذکر وے ان شاء اللہ آید بر سر قبر بایستاد و گفت۔
''قاضی را نباید کہ بر ہمہ خود را ظاہر سازد کہ شرط این راہ نیست''۔ دست وے را
بگذاشت۔ خادم وے صاحب قبر را در خواب دید کہ می فرمودند آن نبّاش را در
جوار من دفن نمائید کہ اللہ تعالیٰ وے را بیامرزید و فرمود ہر کہ بزیارت تو آید اوّل
زیارت قبر وے نماید اکنون قبر وے بجانب پاے اوست۔ ''یُزار و یتبرک''
و ہم در ''ثمرات القدس'' می آرد کہ سید شرف الدین امروہہ الملقب بجہانگیر وے
نبیرہ سید شرف الدین صاحب ولایت است کہ با پدرش میر سید علی در واقعہ نمود کہ
حق سبحانہ تعالیٰ ترا پسرے دہد کہ جہان را از وے افتخار شود۔ چون متولد شد
''شرف الدین'' نامش نہاد و جہانگیر لقبش کرد۔ گویند چون وے بحد تمیز رسید
مرید پدرِ خود گردید۔ از وے رخصت خواست و بدہلی شد۔ آن جا در خواندن علوم
غور عظیم نمود و محنتے برخود اختیار کرد چنانکہ در روز

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

تعطیل از برائے خود قوت کاچی می پخت وآن را در تغارے می کرد و بکار دلقمہ لقمہ می کردہ و نگاہ می داشت۔ چون علی الصباح خواستے کہ بدرس رود دلقمہ از آن برداشتے و در دہان نہادے وفرو بردے۔ و ہر کتابتے کہ در آن ایام از پدر و مادر و خویشاوندے بوے رسیدے نخواندندے و در کوزہ (انداختے) تا در اندک فرصت بر اقرانِ خود فایق آمد۔ چون از تحصیل فارغ شد پدرش کہ قاضی بود، وفات یافت۔ بادشاہِ وقت را ازین خبر شد و گفت۔ وے را ہیچ خلفے ماندہ؟'' گفتند۔ دو پسر است۔ ازان یکے اندرین شہر است از تحصیل علوم فارغ شدہ و تعریف کمالاتِ وے بسیار کردند۔ بادشاہ وے را بحضور (خود) طلبید واز وفات پدرش اعلام نمود۔ وے کریمہ'' انا للہ و انا الیہ راجعون '' را برخواند۔ بادشاہ گفت۔ اکنون بجاے پدر خود نشست کہ ترا شائستہ آن مقام می یابم۔ وے از آن امتناع کلّی نمود بادشاہ قبول نکرد و فرمودند تا خلعت آوردند و بتکلف تمام بروے پوشانیدند وفرمانِ زمین وقضا بودے سپردند۔ بنا بر مضمون'' اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم '' قبول نمودہ واز پیش بادشاہ بیرون آمدہ وخلعت وفرمان را بخادمے سپردہ، راہِ امروہہ پیش گرفت۔ چون دو سہ منزل برفت سید محمود[1] برادر وے اندر راہ پیش آمد۔ پرسید کجا می روی؟ گفت می روم تا ملک و باغے را کہ

---

[1] از روے تحقیق علامہ محمود احمد عباسی مورخ امروہہ، در ''ثمرات القدس'' ونسخہ نیشنل میوزیم دہلی نام محمود نیست صرف لفظ ''برادر'' نوشتہ شدہ است۔ صاحب تاریخ واسطیہ امروہہ قبل لفظ برادر نامِ ''سید محمود'' را اضافہ کردو نسب خود را از آن سید محمود متصل کردہ است۔ نام برادر سید شرف الدین جہان گیر ''سید تاج الدین'' است۔ سید محمود نیست۔ نام سید محمود در نسخہ ندوہ ونسخہ کتابخانہ رضا رامپور البتہ موجود است۔ واللہ اعلم۔

از پدر ماندہ فرمانے بیارم تا کسے را دخل دران نماند۔ وے خادم را گفت کہ آن فرمان وخلقت پیش برادر آر۔ آورد وگفت کہ اگر برائے این می روی حاضر است برگیر۔ برادر گفت من بفرمان وخلعت آوردۂ تو احتیاج ندارم خود می ردم وفرمان و خلعت می آرم۔ وے گفت این ہرگز صورت نہ بندد باقی امر تر است۔ این بگفت و برخاست۔ برادر بطرف دہلی روانہ شد و وے بامروہہ آمد۔ چند روزے دران جا بود۔ آن فرمان وخلعت را بیکے سپرد وگفت۔ بیقین دانم کہ برادر کارے نساختہ باز گردد۔ چون باین جا رسد۔ این امانت را بوے سپاری وبگوئی کہ جاے اباواجداد خود بصفا دار وکدورت را دران راہ مدہ۔ این بگفت وخود از براے عبادت بکوہے کہ جد بزرگوارش بسر می برد۔ رفت ومشغول گشتہ وآن محمود برادر وے بدہلی رفت۔ کسے از وے اعتبارے نگرفت۔ باز بامروہہ آمد وبہمان فرمان وخلعت درساخت وبجاے پدر بنشست وبامر قضا مشغول گردید۔ گویند چون سید شرف الدین کہ بکوہے رفتہ بود ومشغول گشتہ غلامے باوے بود۔ درشب یکے از اعیادی غلام را بخاطر رسیدہ کہ آہ فردا درامروہہ درعیدگاہ خلایق جمع خواہد شد وبا یکدیگر مصافحہ خواہند کرد۔ وے خواہش غلام را بنور باطن دریافت۔ غلام را گفت۔ امشب بحجرۂ ما بخواب روی تا فردا تماشاے عید وعیدگاہ مشاہدہ نمای۔ وے چنان کرد چون از خواب درآمدہ خود را درامروہہ یافتہ۔ تعجب نمودہ قدم پیش نہادہ دید کہ خلائق کثیر روی بعیدگاہ آوردہ اند۔ آشنایان وے را پیش آمدند۔ بایشان بعیدگاہ رفت ونماز بایشان بگذارد ومصافحہ نمودہ وہمراہِ ایشان بامروہہ بازگشت۔

چون شب در خواب شد و از خواب چشم بکشاد و باز خود را در خدمتِ وے یافت
ازین باز آمدن بکوہ حیران تر ماند۔ می آرند کہ چون وفات وے نزدیک رسید از کوہ
بامروہہ آمد جمیع اقربا و خویشان و یاران را جمع نمودہ گفت۔ حالے من ازین عالم می
روم۔ می باید کہ تجہیز و تکفین نمودہ در پہلوے جدِّ بزگوار و پدر نامدار من دفن کنید بہ
جاے خواب آمدہ و سر بر تکیہ نہاد و دست راست زیر رخسارہ چپ۔ و چشم بر بست و
گفت ''اللہ'' و بالحق واصل گردید در ششم ربیع الاول از سال دہم۔ و ہم در''
ثمرات القدس'' می آرد کہ سید محمود دودھ دھاری از ابناے صاحبِ ولایت است
وے دست از طعام کشیدہ داشتے مگر قدرے از شیر کہ بآن اکتفا می کردہ و معنی
دودھ دھاری آنکہ کسے بقوت شیر باشد۔ گویند وے در صحراہا و کوہ ہاے مہیبہ کہ ہیچ
گاہے قدم آدمی زاد بدآن جا نرسیدہ عمر خود را بعبادت باری عزّ اسمہٗ بسر می بُرد و
با شیر و پلنگ موانست داشت و گاہے سوار شدہ بشہر می آمد۔ روزے یکے از
مریدان وے بیکے می گفت کہ پیر من گاہے شیر سوار می شد و مار را قیچی می کند۔
آنکس گفت تو نسبت پیر خود چنین اعتقاد داری لیکن ما مردم تا بچشم نبینیم باور نکنیم و
اندرین گفتگو بودند کہ غوغاے عظیم از شہر برخاست۔ گفتند کہ میر سید محمود بر شیر سوار
شدہ و مار را تازیانہ کردہ بشہر در آمدہ۔ زمانے نگذشتہ و نزدیک بمرید آنکس برسیدہ
و روے بوے آوردہ و گفتہ سگے (شیرے) را مطیع خود ساختن و کرمے را بدست
گرفتن چہ کار است۔ کار ازین بالاتر است۔ چون فرزندم با تو سخنے بمیان کردہ
(بود) اگر باین ہیئت نمی آمدم، انکار اولیاء می کردے و این انکار بکفر و زندقہ می

افگند، نخواستم کہ بکفر وزندقہ افتی، این بگفت وبازگشت۔ انتہیٰ۔ پوشیدہ نماند کہ انچہ در ''ثمرات القدس'' نوشتہ شد، پدرِ من زیادہ از آن ہم می گفتند۔ واحوال صاحب ولایت واولاد واصحاب ایشان نوشتہ شدہ۔ واز سادات امروہہ زیادہ ازان ہم نقل ہا می کنند۔ امّا اکتفا برہمین نمودہ شد وہم پدرمن نیز می گفت کہ از صاحب ولایت دو پسر ماندہ سید میر علی وسید عزیز اللہ واز اولاد این دو عزیز، چہ در امروہہ وچہ در سنبھل وچہ دیارِ غیر ذالک مردم بزرگ نامدار واہل این کار پیدا شدند، چنانچہ ظاہر است۔ وہم پدرِ من گفتے کہ سید چاند بن سید معروف بن سید مجدالدین بن سید عزیز اللہ بن صاحب ولایت در قریہ بود پور (بھوج پور) از مضافات امروہہ سکونتے داشتہ وبمعاملتے نیک واستقامتے تام بسر می بردہ واہل این کار بودہ۔ وقتے شیخ عمر شہ سنبھلی را بوے اتفاق ملاقات افتادہ وعمر شہ وفتح شہ دو برادر بودہ اند۔ ہر دو عالم وفاضل وبزرگ از مشاہیر روزگار صاحب جاہ۔ آخر عمر وے شہ بسید چاند گفت سید چرا نہ در شہر سنبھل آی واقامت گیری ومن دخترے دارم نامزد سید چاند (حامد) پسر تو کنم۔ سید چاند این معنی قبول کرد وسنبھل آمدہ۔ بی بی خدیجہ دختر عمر شہ بحبالۂ عقد سید حامد درآمد۔ واز آن ممر حویلی وباغ واملاک بنام آن بی بی شد واتفاق توطن افتاد۔ امروز از آن باغ چند درخت انبہ ماندہ کہ مشہور ''بچندن پٹی'' است وآن حویلی ہمین ''سید واڑہ'' است وسید چاند را دو پسر بود، یکے آن سید حامد کہ جدِ پدرِ من است ودیگرے سید اکرم وسید اکرم نیز دو پسر داشت۔ یکے سید امجد پدر سید فیروز ودیگرے سید اشرف پدر سید شاہ محمد۔ واین

ہمہ بزرگان بودہ اند موصوف بصفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ۔ چنانچہ تقریب احوال بعضے از ایشان در محل خود اندراج یافتہ است واز سید حامد یک پسرے ماندہ سید بدہ کہ جدِّ منست و وے منصبے داشتہ بدرگاہ اکبر بادشاہ معزز بودہ وروشناس چنانچہ روزے وے بحضور بادشاہ ایستادہ بود۔ بادشاہ ڈولچہ بدست گرفتہ آبے را از حوض چہ چرم کہ در سفر می باشد می برآورد و در ظروف مصلیان بجہت وضو می ریخت۔ درین اثنائے آن ڈولچہ را بدست سید بدہ داد و گفت۔ سید بدہ ہر مصلی کہ آب وضو خواہد بدِہ۔ و بادشاہ رفت در مسجد خیمگی بر مصلا نشست وسید بدہ تا وقت تکبیر نماز آب را بمصلیان می دادہ، چون تکبیر گفتند (بہ) نماز فرض حاضر شد۔ وہم پدرِ من گفتے کہ پدر من با بسیارے از درویشان صاحب کمال ومجاذیب اہل حال صحبت داشتہ بود ومحبت این طائفہ بدل او جا کردہ۔ وقتے کہ وے بزمین مشرق بودہ است با شیخ احمد میرٹھی (برہی) اخلاص ومحبت پیدا کردہ و بوقت مراجعت بسنبھل شیخ احمد را با اہلِ وے بی بی پھول نام با خود آوردہ در منزلِ خود جا دادہ و مدّتے چند این جا بودہ۔ پدرِ من گوید کہ من در آن مدّت دوازدہ سالہ بودم۔ آبلۂ چیچک برآوردم پدرِ من مرا در نظر شیخ احمد آورد۔ وے ریزکے خاکستر و دعا بران خواندہ بر تمام بدنِ من بمالید از مالیدن آن زود بہ شدم وہم پدرِ من کوزہ پر از خاکستر را پیش شیخ آوردہ و دعاے وے خواندہ (خوانا نیدہ) نگاہداشت۔ تا آن خاکستر ماند، (بیماران) صعب چیچک بسیار بہ شدند۔ وچون سید بدہ با کبرآباد رفت، شیخ را با خود برد۔ روزے بہمراہی بادشاہ بفتح پور می رفتند جمعے نوکران ولشکریان ہمراہ بودند۔ در

اثناء راہ رفتن ابرے مہیب غرندہ در رسید واز ہر چار جانب کلہ در بست۔ سید (بدہ) بشیخ (احمد) گفت۔ شیخا! با چل و پنجاہ کس می رویم و در راہ جاے پناہ نمی نماید و بارانی ہمراہ نے، حال چون خواہد شد وے بگفت غم مخورید واز پے من بیائید وے بر پشتۂ شد (و بایستاد و ہر ہمہ را اسمے از اسماء الٰہی بیاموخت ہمگنان خواندن آغاز کرد باران چون باریدن گرفت بر پشتۂ[1] نبارید) و در زیر پشتہ و اطراف آن باران عظیم بارید و سیل ہا دوید۔ چون باران در ایستادہ، این ہاروان شدند با جامہ ہاے خشک و پاک و صاف۔ آمد شدگان آن راہ از مشاہدۂ حال شان در شگفت می شدند و این تصرفاتِ شیخ بودہ۔ از شیخ احمد اشعار یست ہندی فصیح و پر معانی۔ حقائق این راہ را نیک گفتہ و در سفینۂ جد من کہ الان با من است، نوشتہ است و ہم اندران سفینہ دوہرہ ہاے ویست۔ پدر من گفتے کہ چند دوہرہ بخط ویست۔ واز آن جملہ است این اشعار۔

بھُونہ گوٹ اور مانگ مکھ احمد نین سراے
آنسوں چھرکت جک کے پی پی لبے نہ آئے
دُکھ کنجن پر آنسونک احمد در سکی چاو
برہن بھی جرا دہی جراد جراد
احمد برج پرہیں دادی لادت لوں
پے مروں ہوں پی کی بے پی کہے سو کوں
احمد نکہ سکہ پے بنی روم روم تن مانہ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

ہوں ناتھ بوں ناہ ری ہوں ماہیں ہو مانہ

آخر شیخ احمد را ہوائے سفر مکّہ خاست با اہلِ خود روان شد، چون از کشتی فرود آمد این سورٹھہ گفت و بمکّہ رفت

وے جن رہے اووار جن سر بہاری بہارنا احمد اتری پار بھادر جھونک سبہ بہار موں

دو پسر وے عبدالسلام و عبدالرحمٰن را، زین خان کہ باوے محبت و اخلاص و محنت داشت با خود داشت و خان باوے صحبت ہا و سیر ہا نیک نمودہ بود۔ گویند روزے ہر دو از راہِ بے تکلفی در مقبرہ سیر می کردہ اند و بر سر چاہے رسید کہ زنانِ صاحب حسن آب می کشیدہ اند۔ این ہر دو بر لب چاہ تماشائے شان می کنند و شیخ از سر خوشی در آن وقت این گفتہ

احمد کو اکی پان راہ بد ہنا کہن بکاے
کہن کہن نیز پلہارتی ترہت اگت پاے

چون شیخ بعد دریافت شرف حرمین محترمین در سال نہ صد و نود داند (۹۹۰ھ/ ۱۵۸۳م) برفت از دنیا و در مکّہ مدفون شد۔ زین خان و سید بدھ چون شنیدند ماتم کردند و غم ہا خوردند۔ خان متمول بود آش وے نیک داد چنانکہ یک یک گوسپند و یک یک من آرد و حوائج آن بہر مشائخ و بزرگے و اغنیای کہ در حضور اکبر بادشاہ و اکبر آباد بودند رسانید۔ وقتے جدّ من بارادۂ پسر صالح بزیارت (مزار) حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ باجمیر رفت۔ وقت بوسہ دادن بقبر مبارک گُلے لعل بدہن (بدامنِ) وے در آمد۔ وے در دلِ خود این نیّت بست کہ اگر

پسرے نصیب شود اورا ''دلعل'' نام کنم تا پس از مدّتے معہود پدرِ من بزمین آمد (موافق نیت معہود نام او ''دلعل'' نہاد۔ وہم نذرے کہ بستہ بود ادا نمود۔ آخر جدّ من از بادشاہ رخصت گرفتہ بجا گیر خود رفت[1]) در جلندھر و آن جا بیمار شد و برفت از دنیا در سیزدہم یا چہاردہم ماہ شعبان از سال نہ صد و نود داند (۹۹۰ھ/ ۲۱/ اگست ۱۵۸۳م) وقبروے ہمان جا است۔ (چہاردہم شب برات) درست تر است۔ چہ پدر من در شب برات طعامے بسیار می پخت و می گفت امروز روز وفات پدرِ منست و آن شب فقرا و صلحاے بسیارے را بر مائدہ می طلبید۔ پدرِ من گفتے کہ بعد فوت پدرِ من برادر کلان مرا بحضور را اکبر بادشاہ بردہ ایستادہ کردند۔ وے وجیہہ بود و خوش قد، مردانہ وز بردست۔ بادشاہ وے را خوش کرد و گفت۔ این چنین جوان را پیش ازین نزد ما چرا نیاوردید و از روے لطف وے را پرسید۔ چون ساعتے نیک ایستادہ ماند (چونکہ) خانہ پروردہ بود، تنگ گردید و از ہمان جا برکند و بسنبھل باز آمد و از سنبھل بکلھوائی رفت و آن جا برفت از دنیا در سال نہ صد و نود و از استماع این خبر اہل وے و صبیۂ سید امجد شش ماہ سرنگوں نشستہ ماند و ہیچ دم نزد و ہم چنان برفت از دنیا۔ وہم پدرِ من گفتے کہ دو برادر من دیگر جوان برفتند از دنیا سید شاہ محمد و سید عثمان و دیگر بزرگان و اقربائے بزرگانِ من مثل سید قاسم و سید جوگی و سید معروف وغیر ذالک کہ در سنبھل توطن داشتند ہر ہمہ نیکان و پاکان بودہ اند۔ بالفعل تفصیل احوال شان کماہی بخاطر نماندہ الا مجملے کہ درین جا نوشتہ آمد۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وولادت پدرِ من سید لعل در ماہ رجب از سال نہ صد و ہفتاد و شش (۹۷۶ھ/ جنوری ۱۵۶۹م) و وے صالح مادرزاد پیدا شد و از ایام خردی آثار ہدایت و سعادت وسلامت و استقامت بروے ظاہر بود۔ وخلق ومروت وفتوت ذاتی داشت۔ صفت حلم وتواضع کہ از وے دیدہ وشنیدہ شد (کم از کسے دیدہ وشنیدہ می شود[1]) چنانچہ وقتے از ہمسایہ ہا جفاہاے سخت دیدہ ودرشتی ہا بادشنام ہاے غلیظ کشیدہ و ازین ہمہ درگذرانده شبان گاہ طعامے بجفا کاران رسانده واین چنین چند جا در چند بار بوقوع آمد

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اساء

وہم وے دراوایل پیش شیخ فرید مرتضٰی خان وازان پیش شیخ سلیم خواہرزادۂ خان و بعدۂ پیش سید بھوہ بخاری لشکری بودہ، بغیر از علوفہ مقررہ خود چیزے بکار نبردے و ہمیشہ صحبت وے بامردم اہل این راہ بود مثل شیخ ابا بکر سنبھلی وشیخ عبدالوہاب وشیخ سراج الدین لونی کہ ذکرشان گذشتہ وغیر ایشان ہم کہ ہمہ دوستانِ خدا بودہ اند و چون تولّد و وفات وے در رجب است از علوفۂ این ماہ مبارک یک فلسے ہم بتصرفِ خود نیاوردے ہمہ را در راہِ خدا وبصلہ رحم قسمت کردے ودرویشان کہ ازین طرف وآن طرف بوے می آمدندے می گفتند کہ ماہا بخانۂ مادر و پدر خود می رویم۔ و وے از ایام صبا تا آخر حیات کہ بصحبت عارفان باللہ وفقراے این راہ رسیدہ بود بامن بیان فرمودے وشکرہا نمودے۔ ازآن جملہ دیدار منور وصحبت اکسیر آساے

---

[1] اضافہ از مرتب

خواجہ بیرنگ بود وآن در ذکر شیخ ابا بکر گذشتہ و نیز بہ صحبتِ شیخ تاج الدین سنبھلی از دہلی تا سنبھل رسیدہ۔ روز اوّل گفت ''در این جوان صلاحیت نیک ظاہر است واز احوال وے پرسیدہ۔ وے از راہ نیاز حقیقت حال باز گفت۔ شیخ بسیار مہربانی فرمودند و ہر روز بر مائدہ طعام با خود می نشاندہ و ہم چنین صحبت داشتن ببعضے از درویشان کہ اندرین کتاب ایراد یافتہ شدہ اند۔ وہم وے با شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی صحبت داشتہ آن ہم در ذکر شیخ گذشتہ وانچہ صحبت درویشان را دریافتہ اگر بتحریر درآورد، تفصیل آن بتطویل می انجامد۔ از آن جملہ سید محمد سنبھلی را بسیار بیاد می آورد و می گفت کہ وے صادق بود اندرین راہ وصاحب ذوق حالت و لطافت۔ ہر کہ وے را دیدے معتقد گردیدے۔ روزے یکے از یاران بوے گفتہ کہ سیدی من آرزو دارم کہ کسے از دوستانِ خدا احوالے کہ پس از رفتن از دنیا بخود باز می یابد، بر من بکشاید واین زنگ دیرینہ را از سینۂ من بردارد۔ وے گفت چون من می روم از دنیا ترا اندر خواب جواب خواہم گفت ان شاء اللہ تعالیٰ سبحانہ۔ چون وے برفت آن یار از انتظار آن سخن بخواب رفت وسید را اندر خواب دید وآن سوال پرسید وے گفت۔ پسر کا! کیفیت این جا بگفت در نمی آید، وقتے کہ تو خواہی رسید خود خواہی دید جواب ہمین است۔ در آن ایامے کہ مادر من از دنیا رفتہ بود پدرِ من از دہلی با کبرآباد روانہ شد چون در بادل (بلاہور) رسید با شیخ ابراہیم ملاقات نمود۔ وے از طریقۂ صلاحیت و دیگر کیفیت پدرِ من مطلع شد کرمے بسیار نمود و شبان گاہ بپدرِ من پیغام فرستاد کہ من دخترے دارم صالحہ آن را بزوج قبول

کنی و من از قوم آلِ موسیٰ ام۔ پدرِ من این معنیٰ موقوف بر تقدیر داشتہ سحر گاہی سفری شدہ آخر الامر این معاملہ بدختر خالہ مادر من بظہور آمد کہ قرابت قریبہ بودہ است۔ پدرِ من گفتے کہ آن شیخ ابراہیم مردے بزرگ بود صاحب اخلاق و معاملت نیک پس از آن من شیخ را در ہمہ قصبہ ملازمت کردم، عزیزے بودہ صاحب معاملت در کنار قصبہ نشست گاہے داشتہ با جمعیت می گذرانید، بر من لطفے و عنایتے می فرمود امروز اندر آن قصبہ عزیزیست حاجی شکر اللہ نام نیک معاملت و خوش اوضاع۔ با شیخِ من آشنا است۔ من ہم باوے آشنا و مدّتہا در دہلی گذرانده والحال بجاے خود است۔ مرید (شیخ) پدرِ من شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب الدین بن شیخ عبدالعزیز چشتی است و بذکر باطن از وے ملقن شدہ بجمعیت و آرام نیک رسیدہ۔ و احوالِ خود با من می گفت و ہم از احوالِ من استفسار می کرد۔ از روے ادب (کم) چیزے بگفتہ می شد۔ چون پدرِ من بعمر شصت و سہ سالگی رسیدہ، در جاے ہفت فرسنگے بحدود خوشاب بناحیت قصبہ ویّا بن ملوکی در تاریخ روز دوشنبہ دوازدہم ماہ رجب از سال ہزار و سی و نہ (۱۰۳۹ھ/۱۴ر فروری ۱۶۳۰م) شہید شد و در زمین جنوبیٔ آن قصبہ مدفون گشت و مجملے از احوال وے در ذکر سید اسحاق پنجاب گذشتہ است و تفصیل این حکایت من اندر کتاب ''جمع الجمع'' نوشتہ ام۔ القصہ من در آن جنگ زخمی شدہ افتادہ بودم۔ عجائب آن ایام اینست کہ از ابتداے روز شہادت پدرِ خود تا چہل شب وے را متصل بخواب دیدم باوضاع نیک و شانِ قوی و اکثر شب ہا بہ تسلی و تفقد حالِ من حرف می زد۔ در آن مدّت مرا

ہمہ خواب ہا بیاد بود اِلّا خواب دوشنبہ کہ فرامش کردہ بودم۔ از آن جملہ است این کہ شبے بخواب دیدم کہ پدر من در موضعیست کہ ہمہ خانہ ہا را بکاہ سبز و سیراب برآراستہ اند و دیوار اصلا ندارد و وے در خانہ میانۂ آن جا بر تختے بتکیہ نشستہ۔ و بر تختے دیگر در برابر آن شیخ من و من نشستہ ام و وے سخنان غریب از آن عالم با شیخ من بمیان دارد۔ چون برخاستہ ایم و دیدیم کہ ساکنان آن موضع ہمہ زنانِ صاحب حسن لطیف وظریف اند بالباس ہاے رنگین و فاخر و معلوم چنانست کہ آن مقام، مقام بہشت است و آن زنان حورانِ بہشت و من اندر آن مدّت (زمانہ) اکثر بگرد قبر پدر افتادہ می ماندم۔ روزے عزیز نورانی سپید ریش را دیدم کہ از جاے در رسیدہ و نزدیک نشستہ و سورہ از کلام مجید خواندہ و معلوم نشدہ کہ بود۔ من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) در اثناے سفر قندھار بزیارت قبر پدر شدم، دیدم کہ اہل آن قصبہ قبر را برسم آن جا بسنگریزہ برآراستہ اند و در شبہاے جمعہ و دوشنبہ در آن چار دیواری چراغ روشن می کنند و زیارت می نمایند و از آن قبر تبرک می خواہند۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ شیخ من در تعزیتِ پدرِ من این نامہ نوشتہ و بمن فرستاد۔

خداست آنکہ نمرد است جاودان جامی
و ماسواہٗ خیال است مُزخرف باطل

اللہ تعالیٰ صبر بر بلا با و شکر بر نُعما نصیب گرداند۔ صبر بر بلا آنست کہ بلا را از مولیٰ دانستہ و دیدہ، خود را از جزع و فزع فارغ دارد بلکہ مولیٰ را در بلا مشاہدہ نمودہ بصفت رضا و انس با و متحقق گردد۔ در

کلام قدسی انتظام نبوی واقع است۔ اشد بلاہا برانبیاء است بعد
ازآن براولیاء بعد ازآن بر ہر کہ بایشان مماثلت دارد۔ در
گذشت خدمت سیادت پناہی مصیبت عظیم است۔ امّا چہ چارہ
است۔ الحال بدُعاء مدد ایشان نمائید کہ بہتر از غم واندوہ است و
در جمیع کارہا نظر بخدا داشتہ خوشحال باشید۔ شمارا باید کہ کار با خدا
داشتہ باشید بعد ازآن ہر چہ رود ہد (در رضا) کوشید۔ پیوستہ ملتجی و
متضرع بجناب کبریای الٰہی بودہ جز این مطلب نخواہید کہ حق
سبحانہ بکرم خاص خود از ہر چہ محبت (ماسوائے) اوست پاک
برآوردہ، گرفتار خود گردانیدہ چنان سازد کہ در شما از شما نامے و
نشانے نماند۔ اگر بینید اورا بینید واگر جوئید اورا بجوئید و جویان
(سر) خود باشید۔ بارے (در) ہر لباسے کہ ہستید سعی درآن
داشتہ باشید کہ تعلقِ غیر از دل برخاستہ شود کہ سرمایۂ این سودا
ہمین است۔ باقی از حالات و کیفیات اگر حاصل شود فبہا و اِلّا
چندان ضروری نیست کہ بارواح طیبہ متوجہ باشید کہ بکرم
خداوندی ہمہ دشواریہا آسان خواہد شد۔ مضطرب نباشید و سر رشتہ
از دست ندہید۔ سعیٔ شما می باید کہ درین باشد کہ ہیچ امرے ازآن
امور واقع نشود کہ شرع محمدی علیٰ مصدرہ الصلوٰۃ والسلام ازآن
مانع شدہ است۔ انچہ در گور بکار خواہد آمد ہمین است باقی ہر چہ
داری، اینست (این طور است) اگر مخالف نیست سود است واگر

مخالف است زیان۔ واگر توانید نماز شب کہ آن را نماز تہجد گویند (بکنید) ودران وقت ہا ساعتے خاموش بنشینید و عزیزان (محبوب) را حاضر خیال کردہ در خیال باسم ذات جانب قلب صنوبری ذاکر باشید واگر این نتوانید ہمین قدر بکنید کہ بدل متوجہ باشید بہ آن روش کہ دل را خانہ دانید کہ محبوب در خانہ است وشما بر در منتظر محبوب نشستہ اید۔ واین معنیٰ را در ذکر نیز تصور باید کرد تا نظر از خود بیرون نیفتد۔ محبوب را از خود بجوئید نہ از بیرون۔ بلکہ ہر چہ طلبید بر در دل عرض نمائید تا جمعیت از دست نرود۔"

احوال کاتب حروف اکنون مجملے از احوالِ من انیست کہ ولادت من وقت مغرب دوم یا سوم ماہ ربیع الاوّل است از سال ہزار و یازدہ (۲/ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/ ۱۹/اگست ۱۶۰۲م) و"اعظم" تاریخ آن وآن روز ابتداء عرس آن سرور است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در سال یازدہم از ہجرت بوقوع آمدہ ولفظ "ھو" (۱۱ ہجری) تاریخ وصال آن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ روزے بخاطر من رسیدہ ومن این قطعہ بستہ۔

چون رفت ازین جہان محمد — گفتند جہانیانِ خدا بو
تاریخ وصال او بجستم — گفتند ملائکہ ھُوَ ھُوَ

پس از روز وصال آن حضرت تا روز تولد من ہزار سال بحساب می درآمد کما بیش وہم در شب سوم ربیع الاوّل شب عرس حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند است قدس سرہٗ و روز "بسم اللہ گفتن" من، ششم ماہ رجب است و روز عرس حضرت خواجہ

معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ۔ ہم در مسجد ایشان کہ در حال حیات خود ساختہ اند گویند سنگ ہائے صحن آن مسجد بزرگانے کہ در خدمت ایشان بودہ برداشتہ، در آن جا نہادہ و آن مسجد منورہ در جوار روضۂ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ واقع شدہ بسملہ از بزرگے ''شاہ عالم'' نام از اولاد شیخ عبدالعزیز قدس سرہٗ نصیب شدہ و آن روز مرا نیک بیاد است و ہم ششم رجب روز ولادت شیخ من است چنانچہ در ذکر شیخ من گذشتہ و من از نہ سالگی نماز می گذارم و یازدہ سالگی روزہ می دارم، بکرم حق سبحانہ تعالیٰ۔ و من چاردہ سالہ بودم کہ شبے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت خواجہ بیرنگ بالاے کشتی در دریاے جون و مقدار دو تیر پرتاب از طرف بالا بقلعۂ فیروزی در رکاب سعادت آمدم و آن حضرت تکیہ کردہ نشستہ اند گویا چیزے می خوانید بعدہٗ روے مبارک بسوے من کردہ بہ عنایاتِ تام بچشم و سر ایمای رخصت فرمودہ اند۔ من سلام کردہ و نیاز آوردہ و ایستادہ در نظارگی انوار الٰہی شدہ ام تا کہ آن حضرت از کشتی فرود آمدہ براہ دروازۂ دریا اندرون قلعہ تشریف ارزانی فرمودہ اند و در سال دیگر از عنایت الٰہی بشرف صحبتِ اوّل شیخ خود مشرف گشتم در مسجد جامع فیروزی و عقب وے نماز عصر گذاردم و وے در آن مدّت شانزدہ سالہ بودہ است و من پانزدہ سالہ و وے ہشت ماہ چہار روز کم از من بعمر زیادہ است و در آن وقت وے مرا پرسیدہ کہ چہ نام داری و از کجای؟ حقیقت حال را عرض کردہ ام وے در ایستاد و بیک نگاہے دلکش و ایماے مے وش مرا صید خود ساختہ و در دریاے محبتِ خاصِ خود نیک در انداختہ۔ پس

ازآن ہر کجا وے را از دور می دیدہ ام شیفتہ وفریفتہ جمالِ با کمال وے بودہ ام ومضمون این رباعی از دلِ خویش زدہ کہ موافق حالِ خود گفتہ ام۔ رباعی

زآن روز کہ در کوے تو بشتافتہ ام روے خود ز غیر بر تافتہ ام
عشاق جہان بصورتے قانع وبس من صورت ومعنی بتو دریافتہ ام

پس ازآن جدای ہا ووصال ہا میان می آمدہ است واحوال عجیب وغریب روی می دادہ اند، یاد وے وشوق ومحبتِ وے چہ از دیدار خدا پرستان روزگار وچہ از مشاہدۂ شاہدان شیرین کار کہ حکایت بسیارِ است ودر ہر جاے ومقامے از سفر وحضر مضمون این بیت خواجہ خسرؔو دہلوی درمحبت وعشق وے موافق حالِ من بودہ

آفاق ہا گر دیدہ ام، مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام امّا تو چیزے دیگری

واندرین احوال مدّت دہ سال کما بیش بگذشت تا در سال ہزار وسی وپنج (۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵م) در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ بے وساطتِ غیرے بعجز تمام التماسِ تلقینِ ذکر طریقہ نقشبندیہ از وے نمودم، قبول فرمودہ وپس از چند روز گفت کلمۂ طیبہ را لکھ (لاکھ) مرتبہ بخوان۔ بخواندم۔ بعدہٗ فرمود کہ اندرین مطلب استخارہ بکن تا در شب جمعہ دُعاے استخارہ خواندہ بخواب شدم۔ درخواب دیدم کہ انچہ شیخ من مرا اَمر استخارہ کردہ بعمل آوردہ ام ودر خواب شدہ ام واندران خواب بشرف ملازمت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ مشرف شدہ وعنایت یافتہ وحضرت خواجہ بیت برمن خواندہ اند ہمانا

انیست

اے بے سر و پا بہرزہ مخروش　　داری سرِ درد او و اگر نہ خاموش
گر بار ہمی نہد تو می کش　　ور زہر ہمی دہد تو می نوش
ہر چند نمی برد تو میرو　　بانکہ نمی کشد تو می کوش

بعدہٗ خود را در جماعہ ہنود بیگانہ نشستہ می یابم و این مرا می گویند کہ چرا پیش فلانے مرید می شوی و نام شیخ من می گیرند و ہم می گویند چرا نہ پیش فلان شیخ روی و مرید شوی و آن شیخے بود ہم نام شیخ من۔ من از شنیدن این سخنان از صحبت شان تنگدل برخاستہ و پیش شیخ خود آمدہ و ماجرائے خواب را ہم در خواب عرضہ می کنم چو بد آن سہ بیت رسیدہ ام پنجم مصرعہ را بچشم و سر نعم و بلی فرمودہ و ششم را توقفے نمودہ و در لحہ آن را ہم فرمودہ کہ خوب است۔ و روز دوم از سر عنایت تلقین ذکر باطن نمود و کیفیت معہودہ بظہور آمدہ۔ پیشین کسے کہ از وے ملقن شد من بودہ ام و ہم این حرف از زبان مبارک وے مکرر شنودم۔ پس از آن رسالہ ''قدسیہ بہائیہ'' بروے قرأت کردم اجازت ختم معروف خواجگان قدس اللہ ارواحہم از وے یافتم و بعطائے وافر کہ تفصیل آن طولے دارد، مشرف گشتم۔ الحمد للہ علی ذالک۔ مرتبۂ دوم مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت شیخِ خود، بالطافت (وخوبی) کہ تعبیر آن نمی توانم کرد مصرعہ

''دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من''

در آن اثناء یکے می گوید این محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) است و من می گویم کہ شیخِ

منست۔ وے باز می گوید کہ این محمد (ﷺ) است امّا (کہ) چون محمد است۔ واز مشاہدۂ آن جمال با کمال کیفیتے عظیم روی دادہ است۔ درین اثناء بادشاہ وقت را دیدہ ام کہ صلابت تام بمن رسیدہ است و دور غیف با گوشت لذیز از دستِ خود بدستِ من دادہ و گفتہ بخور و نیز گفتہ۔ ''حفظ مابین النفسَین'' مرا ہم خواہی داشت (یافت) ازین معاملہ حالے و کیفیتے بدست دادہ کہ اثر آن بدیر کشیدہ۔ از آن باز چہ در حضور و چہ در غیبت شیخ من احوال و وقایع عجیب مشاہدہ می افتاد۔ وہم وے بکلماتِ حقایق و سخنان این راہ ارشاد می فرمود۔ اگر خواہم کہ آن ہمہ را بتحریر در آرم کتاب بس دراز می شود و اکثرے از آن سخنان در نسخہ ''جمع الجمع'' نوشتہ ام و بعضے از آن تبرکاً و تیمناً درین کتاب می آرم۔ ان شاء اللہ سبحانہٗ۔ مرتبہ سوم مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت پدرِ خود کہ بر اسپ کمیت عربی سوار بجاے تشریف می فرمایند بعضے (ومن) برکاب سعادت آن حضرت بروم و بطرف من متوجہ اند و از روے عنایت و بشاشت مرا مخاطب ساختہ می فرمایند لیکن تفصیل آن بیاد نماندہ و از آن الطاف من مستانہ و سرخوش می روم۔ روزے سید اللہ یار کہ ذکر وے گذشت۔ مرا گفت کیستی و از کجای؟ آن چہ بود گفتہ شد نیز گفتم کہ از اولادِ سید شرف الدین صاحبِ ولایت امروہہ ام۔ وے از روے لطف گفتہ کہ ہیچ نسب نامہ با خود داری گفتم از پدرِ خود شنیدم و وے از پدرِ خود الی آخرہٖ۔ القصہ از آن باز بار ہا بخاطر می گشت کہ اگر از راہ خوابے یا در واقعہ باین بابت نشان گردد، چہ خوشست تا شبے از شبہاے جمعہ در خواب دیدم کہ بر بامے بلند شدہ ام و آن جا

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نشستہ بصورت جوانان وبلباس سپید فاخر و من پیشِ ایشان بادبِ تمام بنشستم۔ ایشان از روے عنایت فرمودند ''سید کمال'' گفتم۔ لبیک یا حضرت۔ گفتند حصہ ما را بفقرا می رسانیدہ باشی۔ من نیاز بجا آوردم و بجان و دل قبول نمودم۔ چون بیدار شدم آن دغدغہ از خاطر بدر رفت۔ آخر این خواب را بآن قصہ سابق روزے بشیخِ خود گفتم۔ شیخ من گفت مبارک خوابست و نیز فرمودہ کہ در ایام عرس حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ کہ از ہفت دہم تا بست و یکم رمضانست۔ ہر طعامے کہ میسّر آمد بفقرا ے صلحا می رسانیدہ باشی۔ قبول کردم۔ از آن روز تا الآن موافق امر شیخِ خود بجا آوردم و پستر نیز بجا می آرم (خواہم آورد)۔ ان شاء اللہ سبحانہ۔ وازین خواب مبارک از سید اللہ یار حقے نیک برخود انگاشتم۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

در کتابِ مستطاب فصل الخطاب حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ در ذکر وفات حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مسطور است کہ ''توفی رضی اللہ فی الکوفة لیلة الاحد التاسع عشرین شهر رمضان سنة اربعین و غسله الحسن والحسین و عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنهم''

شبے وقت سحر در محبت شیخ خود مستغرق بودم۔ وقتم نیک خوش بود۔ چون چشم بربستم خواجہ خضر را علیہ السلام در واقعہ دیدم کہ بجاے کہ من نشستہ بودم می آید و من باویم و وے دست چپ خود بر دست راستِ من داشتہ و چنگ محکم گرفتہ کلمات عجیب ونکات غریب می فرماید و در آن اثناء از روے تبسم مرا گفتہ اگر چنانچہ این سحر گذرانده چہل سحر بگذرانی ما را یابی۔ شبے حضرت غوث الاعظم را رضی اللہ عنہ

بخواب دیدم کہ بالطاف عظیم وشان بزرگ جوانانہ وخوش قد بالباس فاخر بیک جاے تشریف می فرمایند ومن برسرآن راہ ایستادہ ام ونظارہ جمال آراے ایشان می کنم وایشان نظر خاص عنایت برمن دارند وازین عطیہ کیفیتے عظیم دست دادہ وآن خواب نزدیک بروز عرس دیدہ بودم در ماہ ربیع الآخر۔ شبے حضرت خواجہ بیرنگ را قدس سرہٗ درخواب دیدم کہ درمیانۂ تابوت برنشستہ اند وشیخ من ومن در برابر ایشان نشستہ ایم وایشان از روے لطف مرا می فرمایند کہ ما از براے شما از آن عالم باین عالم آمدہ ایم من نیازے کہ باید بجامی آرم بعدہٗ عرض کردم کہ حضرتم سپارش (سفارش) من بایشان یعنی بشیخ من بفرمایند۔ ازین سخن تبسم فرمودہ گفتند۔ ''از دلِ خود نمی فہمید'' ازین معنیٰ بدل رسیدہ انچہ رسید۔ چون پدرِ من مرا ہم از ایام خردسالی بطریق خود، صلاح وسلامت تربیت کرد۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ از اثر تربیت وے وتوجہ وعنایت شیخ من آن چنان کہ باید مرا بسلامت نگاہداشت وہر چند در ایام جوانی بعضے اوقات از غلبۂ ہواے نفسانی واستیلاے صفت حیوانی چیز ہا پیش می آمد لیکن محض از توجۂ باطنی شیخ من موافق آن کہ مصرعہ

''چون ترا قومست کشتیبان زطوفان غم مخور''

حق سبحانہٗ از آن مہلکات مناص بخشید۔ ''الحمدللہ علی ذالک النعم الحمدللہ علی التوفیق''۔ از آن جملہ یکے آنست کہ وقتے در عین شباب زنے جمیلہ مرا فریفتۂ خود ساخت۔ ہر چند در حصار صلاح خود را می خواندم لیکن عساکرِ شیطانی از غایت دست برد مرا از دست می برد۔ وعنان اختیار از من بر

می گرفت اتفاقاً شبے مستانہ و بے اختیار از بستر خوابگاہ خود برجستم و بسوے آن رہِ زن قدم بنہادم۔ مرا شترے بودہ است غایت آرامیدہ کہ کس را نگزندے ولکد نزدے ومیانۂ راہ بستہ بود ونشستہ۔ چون از پیش آن شتر خواستم کہ بگذرم شتر گردن خود را فراز کرد، ودہان را باز کرد، اندامِ نہانی مرا بدہن در گرفت۔ دانستم کہ آن عضو را از من جدا ساختہ۔ برفور گفتم ''استغر اللہ'' شتر واگذاشت وہیچ آزار نرسید من از روے خجالت وپشیمانی باز آمدہ بر بستر افتادم وشکر کردم کہ این عطاے الٰہی محض از توجہ شیخِ منست وآن حکایت کہ در ذکر احوالِ مولانا علاء الدین آبنیر یست بیادم آمد کہ روزے مولانا این رباعی خواجہ ابوالوفا خوارزمی علیہ رحمۃ خواند کہ

چون بعضِ ظہورات حق آمد باطل — پس منکر باطل نشود، جز جاہل
در کل وجود ہر کہ جز حق بہ بنید — باشد ز حقیقت الحقائق غافل
گفت با فرح کہ بد خود بدنیست — آنچہ بد دیدۂ تو این بدنیست
احمقے دید کافرِ قتال — کرد از خیر او ز پیر سوال
گفت باشد درد دو چیز نہان — کہ نبی و ولی ندارد آن
قاتلش غازی ہست در رہ دین — یا ز مقتول از شہید گزین
نظرِ پاک این چنین بیند — نازنین جملہ نازنین بیند
این چنین بودہ اند درویشان — اے دریغا ز صحبت ایشان

وفرمودند کہ چہل سال است کہ بمضمون این رباعی ایمان آوردہ ایم۔ شبے در آوان جوانی بداعیہ فسادی از خانہ بیرون آمدم در دہِ عسے بود بغایت شریر و بد

نفس کہ بشرارت نفس مثل اوکس نمی دانستم وہمہ اہل دہ از وے ترسیدند ودر آن دلِ شب دیدم کہ جاے در کمین ایستادہ وچون اورا دیدم از وترسیدم وترک آن فساد کردم ودران محل دانستم کہ بد نیز درین کارخانہ نیک درکار بودہ است بزرگے فرمودہ است۔

لا تنکر الباطل فی طورہٖ فانہ بعض ظہوراتہٖ

ہم در ''رشحات'' است کہ این شعر ابومدین مغربی است۔ قدس سرہٗ وبعض ابیات دیگرش اینست

واعطہٖ فیک بمقدارہٖ حتی توفیٰ حق اثباتہٖ

فلحق قد تظہر بصورۃٍ یُنکرُھا الجاھل فی ذاتہٖ

پس از آن از دولت صحبتِ شیخ خود ہر جا عشق مجازی دست می داد حقیقی می نمودہ وچنین بود۔ بزرگے گفتہ

عشق حقیقیست مجازی مگیر این دم شیریست ببازی مگیر

وقتے شیخ مرا در ایام جوانی عجب شورے وعجب ولہے در سر افتاد۔ بے اختیار از خانۂ خود برآمد۔ برآن حالتے ہر کہ وے را دید حیران می شد۔ چند شبان روزے در مسجد بجل محلّہ بسر بُرد۔ من در خدمت وے می بودم طرفہ بے تعلقی وطرفہ بے تعیّنی مشاہدہ می افتاد۔ چنانکہ حاضران از تاثیر آن حال در خود گم گشتہ بودہ اند۔ شبے وے مرا وحاضران را از خود رخصت داد وخود سحرگہان از آن جا سفری شد۔ بے ہمراہی ومعلومے بفرید آباد رسید۔ درین اثنای خواجہ محمد صادق طفاے وے

بوے نامہ نوشتہ فرستاد مشتمل بر مقدمات توقف از آن سفر وسخنان دیگر از قسم نصائح وغیرہ۔ چون بوے رسید وخواند در جوابِ آن این آیت (نامہ) نوشت۔ کہ نامۂ گرامی کہ از کمال شفقت ومہربانی تحریر یافتہ بود مطالعہ نمودہ شد۔ خدمت ایشان ولی نعمت ومربی این فقیر اند ہر چہ نویسند وگویند بر جا وسزا ہست امّا چون التفات فرمودہ، راہِ سخن می دہند اگر حرفے چند عرضداشت نماید شاید گستاخی نبود۔ قبلہ گاہا! اضطرابِ باطن کہ آن را علاجے نیست با آرام نمی گذارد وکمال استقامت میسّر نمی شود۔ دواے آن کہ این فقیر بادراکِ ناقص وفہم ناتمام خود در عالم ظاہر ظاہراً فہمیدہ دو چیز است۔ (یا غریبی[1]) کہ جز در صحرا وکوہ نشست و برخاست نبود یا سفر (حرمین محترمین) کہ بیماران (محبت) را مبارکست واین در صورتیست کہ حاسہ دمے خالی از احوال نباشد و اِلّا اضطراب نیست واگر ہم ہست ذکر وغیر آن دفع، تواند کرد۔ فقیر آن حال را برابر بر خود در سفر ودر حضر می یابد مرا بسیار بخاطر می رسد کہ خود را باین بے ہمّتی بحرمین رساند وحالا ہمان داعیہ، باعث حرکت است اگر چہ مردم را از حقیقت ہیچ کس خاصّہ از حقیقت فقیران اطلاع نیست وحضرت میرزا جیو انچہ می فرمایند حق است

گر مُرشد من پیر مغان شد چہ تفاوت در ہیچ سرے نیست کہ سرّے زخدا نیست

حضرت قلبہ گاہی میاں جیو قدس سرہٗ با آن ہمہ رعایت ظاہر باین فقیر وسعت مشرب درکار فرمودند۔ غرض آن کہ امید از ایشان چنان دارم کہ التفات فرمودہ رخصت کنند، از حضرت والدہ رخصت دہانید۔ ''نقد النصوص'' دارد (دارم) و

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

''فصوص'' و کتاب دیگر ہم ازین قسم ہر کتاب بخاطر رسد از کتب بفرستند امّا قرآن رابستہ بفرستند۔ انتہیٰ۔ من چون آن نامہ را از خواجہ محمد صادق گرفتہ بخواندم طرفہ حالتے از قلق و اضطراب بہم رساندم چہ سرو برگ سفر و رفاقت شیخ خود بنظر دور می نمود و نہ صبر و یارائے بے وے بودن مرا بود، حیران و پریشان و بیچارہ و آوارہ شدم حالانکہ در آن مدّت نو کدخدا شدہ بودم و نو لشکری و قطع نظر ازین ہر دو مانع رخصت پدر ازین کار اہم بود و این شق آخر ممکن نمی نمود تا آمدہ بر جائے خود بیفتادم و با خود در گفتگو شدم کہ چہ چارہ سازم (کہ) بر سرِ کار پردازم کہ دل اگر دست داد (از دست می رود[1])

بوادیٔ غم منم فتادہ زمام فکرت ز دست دادہ
نہ بخت یاور نہ عقل رہبر نہ تن توانا نہ دل شکیبا

درین اثناء بخاطر رسید کہ بآستانۂ خواجہ بیرنگ نشستہ و پائین قبر منور در افتادہ علاج حالت خراب خود از یشان خواہم نمود، بر جستم افتان و خیزان بشکستگیٔ تمام روان شدم و این چنین اشعار از دلِ بافگار و زبان نزار می خواندم و قدم بیشتر می راندم۔

رباعی

حبّ تو مراد ما محمد باقی — بر نام تو جان فدا محمد باقی
فرمائی بحال خستہ یکرہ نظرے — اے خواجہ خواجہا محمد باقی

و سر عجز و نیاز بدان خاک پاک بمالیدم و بزبان باطنِ بافتقار و انکسار تام عرض

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

داشتم کہ یا خواجۂ بیرنگِ ما این درماندہ خراب دیوانہ مطلق گردیدہ وخوش خوش از پئے شیخ خود برود وباوے بسر برد وپروائے کس را بخاطر راہ نمی دہد۔ یا خواجہ شیخ من ازآن جای کہ رسیدہ است باز این جا آید وآزردہ بتیہ خرابی را بحال آرد واین چنین چیز ہا تادیرے وانمودم درین وقت آن اضطرابے کہ بدل درافتادہ بود کم شد ونیز بردل اِلقا کردند کہ تابفرید آباد باید شد وزود آمدہ از پدر رخصت فرید آباد گرفتہ روان شدم وبدل نیّت کردم کہ درآن جارفتہ زمام اختیار خود بدست شیخ خود بپسرم تاہر جا خواہد برد وہر چہ خواہد بکند واندرین کار رضاے پدر کہ قبلۂ من است موقوف کنم وہم بقیدِ نوکد خدای کہ ہم ضروریست از خاطر بہ یکسو نہم وروے دل راست بجانب شیخ خود آرم تامضمون این بیت موافق حال من باشد۔

این سوے بہشت آمد وآن جانب کعبہ　　مارا بہمہ حال سر کوے تو اولیٰ

ومطابق این حال حکایتے از مجذوب بامعنی سادہن، مصنف ''چنداین'' بیادم آمد وانیست کہ گویند سادہن نام شاعر ہندی بابادشاہِ وقت مصاحب بودہ است چنانکہ درآمد وشد خلوات بادشاہ وے راہیچ مانع نبود۔ روزے کہ وے از تصنیف کتاب ''چنداین'' فارغ شد با خود می برد تا بابادشاہ بگذراند۔ در اثنائے راہ مجذوبے بود از وے پرسید چہ کتابست گفت ''چنداین''۔ گفت چیزے ازآن بر خوان گفت اوّل پیشِ بادشاہ خوانم آن گاہ پیشِ تو۔ مجذوب را این حرف خوش نیامد وبکرہ گفت برو۔ وے بعادتِ خود درخلوتِ بادشاہ رفت۔ اتفاقاً درآن وقت بادشاہ بامحبوبۂ خویش خلوتے وصحبتے خوش بمیان داشتہ است۔ از دیدن وے بہم

برآمد و گفت تا وے را از شہر اخراج کردند۔ وے دریافت کہ این از گرہ خاطرِ آن مجذوب است باز بردو دید اندر آن صحرا و در تفحص (آن) مجذوب شد و دریافت بہ نیاز و ادب تمام پیشِ وے بیستاد۔ وے گفت حال چیست؟ گفت چنانکہ معلوم است گفت ہنوز ہم چیزے بخوان وے این خواند۔ دہرہ

ایک بات کہت ہردی سے دوسر کہتی جھوٹ
او بہ بانہہ کہ بنوی حامد اکوں بات ہم ہوب[1]

مجذوب از شنیدن این بتواجد در آمد و رقص کردن گرفت و از سر ذوق این خواندن آغاز نہاد۔ دوہرا

دکھ مور جاے ہردے سے پیر مور جاے مہوب جنھ کو سناے نہ سنی، ان سے باب ہوت

چون وقت خوش گشت بادشاہ سادہن را باز طلبید و کتاب شنید و دل خوش گردانید۔ القصہ چون من بفرید آباد رسیدم شیخ خود را نیافتم۔ از محمد صادق عم زادۂ خود کہ ذکر وے گذشت، پرسیدم کہ شیخ من کو؟ گفت سہ شبان روز درین جا بماند و اندرین دلِ شب بنمازگاہ از بستر برخاست و گفت۔ ''من بدہلی باز می شوم۔ (گفتم) خداوندگارا بآن چنان عزیمت از خانہ برآمدن و این چنین باز رفتن را سبب چیست؟ فرمود۔ ''ما براے خاطر فلانے باز پس می رویم و نام ترا بگفت۔ من ازین نوید حیات بخش شکر ایزد تعالیٰ و تقدس بجا آوردم و کار را بر مراد خود یافتم و زود از آن جا برشتافتم۔ گویند چون شیخ من وقت صبح بمنزل خود رسید اوّل مرا پرسید کہ کجا

---

[1] ایک بات کہتے ہردے سے دوسر کہتے جھوٹ او بے بات کہ ہوئے چاندا کون بات ہم ہوت

است و چہ حال دارد؟ آن ہا کہ واقف بودند گفتند امروز بامداد بقصد ملازمتِ شما بفرید آباد رفتہ است۔ فرمود راست گفتہ آن کہ گفتہ۔ مصرع

دل را بدل رہے است درین گنبد سپہر

چون بدیدار پُر انوار صاحب دو جہانی مشرف شدم الطاف و عنایت بسیار فرمود و رفت آن چہ رفت

عید نو روز ہیچ دانی چیست؟ آن کہ طالب رسد بمطلوبے

وقتے شیخِ من در اکبر آباد بودہ است و من ہم در آن شہر بودم بمجلہ دیگر در مسافت دو میلے و ہر روز بدیدارِ وے می رسیدم۔ گاہ شب می باشیدم۔ روزے آمدم و وے را نیافتم۔ پرسیدم در کجا است۔ گفتند۔ بمنزل سید فتح محمد امروہگی (امروہوی) رفتہ است۔ من از سر شوق قصد آن جا کردم۔ در اثنائے راہ دیدم کہ شیخ من بفاصلہ سی چہل قدم پیش پیش می رود۔ ہر چند تیز ترک گام زدم نتوانستم در راہ بوے رسیدن۔ چون زود تر بدان منزل رفتم ہیچ اثر تازہ رسیدن وے نیافتم۔ متعجب شدم۔ ہم از وے و ہم بعض مردمانِ وے پرسیدم کہ درین جا کے رسیدہ اند۔ ہر ہمہ باتفاق گفتند کہ یک پہر پیش از آمدن تو آمدہ اند۔ وقتم خوش گشت و آن معاملہ بیادم آمد کہ در ذکر شیخ من و شیخ مصطفیٰ گذشتہ۔ وقتے کہ مرا در اوایل با رفاقت جوانے کہ معشوقِ شیخِ من بود ہمراہ بھوہ بخاری اتفاق سفر ملک رانا افتاد بلکہ آن سفر محض از جہت خدمت پاس داشت معشوق وے (بمرضیٔ وے[1]) بودہ

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

است۔ ووقت رخصت از وے این بیت بروے خواندم کہ

میل من سوے وصال وقصد او سوے فراق ترک کام خود گرفتم تا برآمد کام دوست[1]

واندر آن سفر یک سالہ چیز ہاے عجایب وغرایب عالم غیب از توجۂ وے مشاہدہ می افتاد۔ وکلمات حقایق ومعارف از طرف وے آن قدر وارد می شد کہ اگر آن ہمہ را جمع نمودہ شود کتابے علاحدہ مرتب گردد۔ بعضے از آن در نسخہ ''جمع الجمع'' ایراد یافتہ شدہ القصہ در تمامی آن سفر باوجود یک جا بودن بآن جوان وواقعہ نویسی شبان روزی آن بامر شیخ خود و پاس داشتن آن (جوان) ہیچ گاہے چہرۂ آن جوان راندیدم۔ از غایت امر (ادب) بظاہر وباطن بشیخ خود واین معاملہ را در جنب این معنیٰ می نماید کہ از آن روزے کہ من بغلامی شیخ خود در آمدہ ام۔ ہیچ گاہ بجانب او پای دراز نکردہ وآب دہن نینداختہ۔ وبول وغایط ننمودہ۔ خواہ من باوے ہم شہر، ہم دیار وخواہ اندر سنبھل واسفار لاہور وقندھار۔ روزے من در لاہور اندر یاد شیخ خود مستمند بودم ونظر بر خرابی ہاے خود داشتہ۔ ناگاہ معنیٰ این بیت بر من کشف کردند و وجداناً در دل خود یافتم

مانند حبابیم کہ بر آب سواریم چون باد رسیدہ ہمہ در خواب[2] بداریم

چند گاہے بکیفیت آن سرخوش بودم واز آن باز یقینم شد کہ معانی نکات غریبہ فہمیدن دیگر است ولذت آن بکام باطن چشیدن دیگر۔ چنانچہ مولوی جامی فرمودہ قدس سرہٗ

صفت بادۂ عشقش ز من مست مپرس ذوق این مے نشناسی بخدا تا نچشی

---

[1] این بیت خواجہ حافظ شیرازیست [2] در نسخۂ ندوہ ''در آب خزدیم''

ہم روزے مرا جاے (حالے) روئیداد و موافق آن حال این بیت استاد پیش شیخ خود برخواندم و معنیٰ آن پرسیدم۔ وے دریافت کہ حال چیست؟ معنیٰ آن فرمود و خوشوقت شد و اینست

منم کہ رنگ من و بنگ من معیّن نیست
نہ قب قرابم و نے قب قزل نہ آب (قب) سارق

ہم شبے وقتِ شیخ خوش بود۔ از روے ذوق مرا فرمود کہ یاد او سبحانہٗ چنانچہ ہست باید کہ اندر سراپاے طالب مو بمو در گیرد و خود بخود در خود دریابد۔ در آن وقت از سر تا پاے خود می یافتم کہ مو بمو من ذکر در گرفتہ است و وجداناً در دلِ من این حال ظاہر بودہ۔ ہم شبے شیخ من در اوایل ہا (وے) چہار شنبہ آخرین در روضۂ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ گذراندہ است و سحر در مقابل قبر شیخ بمراقبہ فرو رفتہ و مرا در پہلوے خود نشاندہ در آن وقت کیفیتے عجیب دست دادہ بود۔ من بدان حال پس از نماز بامداد بسر خوشی تمام جمال با کمال وے را مشاہدہ می کردم و چیزے در من افتاد کہ تعبیر از آن نتوانم کرد۔ در آن زمان شیخ لطف اللہ پسر شیخ رفیع الدین این بیت در پردۂ سکبرائی می گفت

گر بچشم سر کسے را صورت جان دیدہ شد چشم خسرو بود در وے کن حکایت مختصر

من وجداناً می یافتم کہ این شعر مناسب حال جمال ویست و موافق مشاہدہ کہ من می کردم و آن حال اَلآن در چشم من است، و وے برفور دستار خوش رنگ از سر مبارک بر آورد و ہم دستار من فرود آورد و آنِ خود را بر سر من نہاد و آن مرا

برسرخود۔ ازین عطا کہ در آن چنان حالت لطف فرمودہ رسید انچہ رسید و آن (دستار الآن با من است کہ در ایام عیدین برسر بستہ مشرف می شوم وہم شبے در سنبھل معنی این شعر ہندی را در زبان تصوف[1] با جمعے از دوستان) مثل میر سید فیروز وغیرہ بیان آوردم۔ خیال

جولولنا نبان پہرن لا کے رے تو انکہ کب میری ایندر بالی بھاجیو

اجہن جہن یکدہرت قبر من پا چھین پا چھین آویں

تیری جانتو پہر چنوت میں دور جاے بھاجیو

وپس از آن دو سہ روز بطریق معہود بدہلی روانہ شدم پیش شیخ خود و معنیٰ آن ہندی را روزے بشیخ نظام الدین کہ مردیست با معنیٰ ومحبت دارِ شیخ من می گفتم۔ وے گفت ہمین معنیٰ این شعر ہندی را شیخ تو ہم گفتہ است گفتم۔ چند روز است کہ گفتہ بود؟ گفت۔ دِہ روز۔ اتفاق، مرا ہم درمیانِ آن دِہ روز گذشتہ بود بے کما بیش واین اتفاق ہم از آن قسم است کہ در بارہ خیال ہندی در ذکر شیخ مصطفیٰ گذشتہ۔ من ہر سالے کہ از سنبھل پیش شیخِ خود بدہلی می شوم سہ ماہ کما بیش آن جا می باشم وباز می آیم ونہ ماہ در سنبھل می گذرانم۔ روزے آن شیخ نظام الدین پرسید مرا کہ چرا لازم کردہ است کہ سہ ماہ این جا می باشی ونہ ماہ آن جا۔ در جوابش از روے مطائبہ این خواندم کہ

نگویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن سہ ماہ مے خور ونہ ماہ پارسا میباش

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

و گفتم این بیت خواجہ شیراز مطابق حالِ من است۔ وے پسندیدہ خوش وقت گردید۔ چہ وے ہم از بادۂ محبت شیخ من جام درکشیدہ مصرعہ

''کہ آشنا بیقین قدر آشنا داند''

و نیز بوے گفتم کہ معنیٰ این بیت بنوعیت تازہ بخاطر رسیدہ است۔ بشنو این است کہ عمر انسانی را بسالے تمام کہ دوازدہ ماہ است تعبیر کردہ می گوید کہ در عمر ہم چہار قسم مقرر شدہ۔ طفولیت، شباب، کہل، شیب۔ پس چنانچہ از دوازدہ ماہ سہ ماہ را (کہ) رجب و شعبان و رمضان است بطاعت و عبادت و ذکر و اشغال باقدر (امور) حسنہ معمور دارند و آن از چہار قسم (چہارم) است از سال۔ آن چنان از چہار قسم مذکورۂ عمر یک قسم شبابست باید کہ خاص بمحبت او سبحانہٗ صرف نمای کہ کار تکرار (بمراد) میسر آمد و آن سہ قسم را بپارسای بگذرانی۔ روزے آن شیخ نظام الدین بشیخ من می گفت کہ من شب گذشتہ خواب دیدہ ام کہ من از دنیا رفتہ ام و مرا در گور کردہ اند و من در گور ایستادہ ام۔ روی بسوے شمالست و دریچہ بجانبِ شمال واشدہ و دو کس بصورت ولباس مشائخ ماوراء النہر از آن دریچہ درآمدہ اند و ہر کدام چیزے بدست دارند کہ کیفیت آن بخاطر نماندہ و مرا پرسیدہ اند کہ ''من رَبّکَ؟ من گفتم ''اشھدان لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ'' بعدہٗ پرسیدہ اند ''من نَبِیّکَ؟ من گفتم'' اَشھدَاَن محمداً عبدہٗ و رسولہٗ'' درین اثناء آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عقبِ من برآمدہ اند و خطاب باو (بآن) کردہ فرمودہ اند کہ چیزے مگوئید کہ این از آلِ منست۔ شیخ من گفت کہ در بعض روایات

آمدہ است کہ (روح مبارکہ) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در قبر حاضر می کنند تا از حال میّت باز گوید واز دین او خبر دہد واین خواب تو بر آن موافق افتادہ ونیز گفت می تواند کہ بعد از مردن تو در قبر سوال نباشد وہمین خوابے کہ تو در دنیا دیدہ کفایت کند۔ روزے قرّ اے با شیخ من تقریباً می گفت کہ من سنبھل را دیدہ ام وسیر کردہ شہریست ویرانہ وآبادانی بسیار ابتر ومتفرق واز ین قسم بسیار گفت۔ مرا نا خوش آمد چہ وطن من این جا است۔ ''حب الوطن من الایمان '' وبقرّ اگفت کہ در آن جا ہیچ فقیرے وصاحب دولتے را ہم دیدی۔ گفت ہیچ ندیدم غیر از ویرانی و ابتری۔ گفتم پس این اشعار عارف روم موافق تر است۔ مثنوی

گاؤ در بغداد آمد ناگہان می گذشت او زین سرای تا آن سرای

زان ہمہ لطف و خوشیہا ومزہ اوندیدہ جز کہ قشر خربوزہ

نیز بقرّ اگفتم۔ درین روزگار چون سنبھل وطن منست انچہ گفتم از آن گفتم وطن قدیم من شہر واسط است واگر از وطن اصلی پُرسی کہ آن را حقیقی گویند مقام وحدت است کہ مبداء ومعاد ما وصدور ورجوع ما آن جا است

جاے معاد ومبداء ما وحدت است وبس مادر میان کثرت و کثرت میان ما

چنانچہ در ''نفحات الانس'' است کہ ابو ہاشم گفتہ۔ شعر۔

لَقَلْعِ الجبال بالابر الیسرُ مِنِ اخراجِ الکبر من القلوب

بسوزن کوہ کندن ہست آسان ز بیرون کردن کِبر از دل و جان

ز بیرون کردن کِبر از دل و جان۔ خواجہ محمد دہدار محشی ''نفحات الانس'' برین سخن

گفتہ کہ مراد ازین کبر نہ معنیٰ غرورست بلکہ مراد آنست کہ خود را می دیدہ باشد بوجہے از وجوہ وشعور بوجود خود داشتہ باشد واز بس کہ این عقبہ بزرگ است از آن بکبر تعبیر فرمود کہ ''وجودُکَ ذنبٌ لا یقال بہٖ ذنبٌ ''می فرمایند (کبر) خاص است وکبر عام ہمانست کہ مشہور است وبموجب حدیث شریف ہر کہ یک مرتبہ[1] سلع خود را برداشتہ از بازار بخانہ رسانید از کبر بری شد و (از سوزن) احتیاج بکوہ کندنش نیست (وکبر خاص مشاہدہ وجود خود است)۔ واللہ اعلم۔ وشیخ من برین حاشیہ، حاشیہ نوشتہ اند کہ تواند بود کہ مراد از خانہ وطن اصلی بود کہ وحدتست واز بازار عالم کثرت واز سلعہ وجود وصفات مُتَشَبِّہ بر وجود واز برداشتہ از بازار بخانہ رسانیدن ارجاع وجود وآثار بحضرت احدیت کہ حقیقت فناست۔ پس کسے کہ برین حدیث شریف یک بار عمل کرد وبمقتضائے ''الفانی لا یرد تا ابد ''از کبر خاص وعام خلاص شد۔ شبے شیخ خود را در اوایل با بخواب دیدم کہ وے مرا می گوید کہ تو آوازۂ خود را بلند انداختہ (است)۔ لیکن کارے را کردنیست نمی کنی۔ من سر بگریبانِ خجالت فرو بردہ ونیازمندی تمام پیش آوردہ ایستادہ ام وے چیز کے بدست گرفتہ۔ بانگشت مبارک خویش بر پیشانی من لفظ ''مبارک اللہ'' نوشتہ است من بیخود شدہ بزمین در افتادہ ام وہیچ شعورے از خود، وغیر خود نماندہ واندر آن بے شعوری چشم بربستہ ملاحظہ می کنم کہ از ہر طرفے روشنی ونورے خاص ظاہر شدہ است۔ ومرا بگرد گرفتہ درین اثناء وے بخود آوردہ (بجد آمدہ) وخود برزینہ ہاے

---

[1] ''من حمل سلعۃً لقدبریٔ من الکبر ''این حدیث شریف در نسخہ ندوہ موجود است۔

بامے بلند و مقامے الوند قدم نہادہ و مرا از پئے خود اشارہ کرد تا من ہم از عقب روانہ شدہ ام (چون) بمیانہ (بالا) رسیدہ ام وے زوی سوے من کردہ و گفتہ اینست رسیدن بذات۔ و ہر دو بالاے آن مقام شدہ ایم و حالتے و کیفیتے عجیبے دست دادہ است و انبساطے و نشاطے نیک خوش پیش آمدہ چنانکہ اثر آن حالت در بیداری ہم بدیر کشیدہ است۔ ہم شبے در اوایل بخواب دیدم کہ شیخ من مرا کتاب ''یوسف زلیخا'' تعلیم می کند۔ از آن ابیات بیاد ماندہ

حال این عالم بتو گویم کہ چیست　　از ازل (ہم) تا ابد ہرزہ گریست

و این بیت جاے ندیدہ ام وگاہے نشیدہ و معنی این بیت موافق این مصرعہ شعر پیداست۔

شعر

الا کل شيٍ ما خلا الله باطل

چون آن خواب را بوے گفتم این بیت از سر ذوق خواندہ

توی بس در جہان پیچا پیچ　　ہیچ من ہیچ من ہزاران ہیچ

وقتے دوازدہ شب متصل وے را بخواب دیدم و ہر شب از الطاف و عنایات وے روزی مند گردیدم۔ روزے کہ این خواب ہارا بمعشوق وے کہ در ملک رانا بوے در رفاقت بود بگفتہ ام شبِ سیزدہم از خواب متصل محروم ماندم۔ افشاء سر (حرمان) پیوستہ گفتۂ (بزرگان) واقع شدہ۔ این واقعہ در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶م) بودہ کہ من وقتے با شیخ خود بودہ ام اندر شہر لاہور۔ آخر شب جمعہ بخواب دیدم کہ وے مرا بامامت نماز بامداد اشارہ کردہ و من امتثالِ

امرِ وے بجا آوردہ ام راستاے من وے ایستادہ است وچپا عزیزے دیگر۔ چون بیدار شدم وے بہمان وتیرہ مرا در امامتِ نماز بامداد اشارہ فرمودہ وخود براستاد ہمان عزیز چپا ایستادہ وسورہ قرات رکعتین کہ درخواب خواندم بے اختیار برخواندم۔ ہم شبے شیخ خود را در ایام ترک (نوکری) بخواب دیدم بالباس سُرخ مکلّف فاخرانہ، ذکر اللہ اللہ بدل می گوید ومن آن ذکر را بگوش سر نیک می شنوم وہم من مقابل نشستہ ہمان ذکر را بدل می گویم دران اثناء بخاطر آوردہ ام کہ این چنین دولتے مرا محض از صحبتِ وے نصیب شدہ است۔ وے گفتہ آرے چنین است کہ تو می اندیشی۔ باز از سر ذوق بدل گفتہ ام کہ اکنون میان من ووے ہیچ جدای نماندہ است وے گفتہ بلیٰ من وتو یکیم بعدہٗ وے گفتہ ما بجہۃ ''سید اعظم'' اندیشناکم کہ اگر صحبتِ وے با فقراے صالح بودہ باشد، بہتر۔ گفتم۔ حضرت وے خود تا حال این چنین نبودہ است لیکن برادر کلان وے ''سید کاظم'' کہ ملقن بطریقہ نقشبندیہ است۔ آگاہ معنی و فہمیدہ است۔ امیدوارم کہ وے ہم از توجہ حضرت از بزرگان این طریق گردد۔ روز دیگر این خواب ''سید اعظم'' از مراد آباد بسنبھل آمدہ ماجراء خواب را بوے باز گفتم گفت آرے منکاے (اگاہی) از شیخ مرا ہم بخشیدہ بود۔ بیقیدی کہ مخالف طریقہ است آن را د بزور بروز از من گرفتہ است وازین سبب من ہم سخت پشیمانم (از وضع سابقِ خود[1]) قصہ مجمل از آن ''سید اعظم'' آنست کہ وے پسر میانہ منست۔ از خردی باز صالح و غریب پیداشدہ بود بل دولت مادر زاد داشتہ۔

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

شیخ مصطفیٰ طفاے وے کہ ذکر وے گذشتہ روزے در ایّام خردی، از وے پرسید کہ چہ نام داری۔ گفت ''اللہ'' چون این حرف شیخ من شنیدہ خوشوقت گشتہ فرمود استعدادِ وے بس بلند افتادہ است۔ و وے در آوانِ شباب بشوقِ تمام از سنبھل ہمراہِ من بشیخ من رسیدہ و ملقن بذکر باطن گردیدہ و کیفیتِ معہودہ بہم رسانده، مطالب نیک پیدا کردہ و رسالۂ ''نور وحدت'' بنزدیکی شناختہ و پرداختہ بر شیخ من قرآت نمودہ و باعمال غریبہ مجاز (موفق) شدہ و از مشرب عالی تواجد گرفتہ۔ چاشنی (بوجد چاشنی گرفتہ[1]) و طریقۂ صلاح با حالت خالص توحید بہم آمیختہ و سخنان این راہ نیک می گفت و نیک تر می فہمید چنانکہ مقبول خاطر و منظورِ نظر شیخ من گردیدہ۔ آخر چون از شیخ من رخصت گرفتہ بسنبھل آمدہ بیمار افتاد ہشت ماہ تا مادامے کہ اندکے قوت داشتہ نماز ایستادہ با من می گذارد، بعدۂ نشستہ می گذارد بجماعت، بعد از آن بر چارپایہ دراز کشیدہ، پس از آن کہ قوتش تمامی رفتہ بتصور ادا می کرد۔ شبے کہ فردائے آن خواہد رفت و ہیچ حسّے در وے نماندہ چندگاہے چشم بستہ بماندہ، مادرش دانست کہ برفتہ از روے اضطراب گریہ برداشت۔ بعد از دیرے چشم وا کردہ گفت نمی دانید کہ من نماز را بتصوّر می گذارم، حالے در نماز بودم و صباحِ آن روز پنج شنبہ سیزدہم رمضان از سال ہزار و پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ/ ۹ر ستمبر ۱۶۴۸م) بہوش تمام در یاد خدا و شیخ من برفتہ۔ من تفصیل احوالِ وے در رسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔ روزگارے کہ من لشکری، بودم

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

بایکے از سلطانیان متکبر احیاناً اتفاق ملاقات افتاد، چون وے دانست کہ من از غلامان و نیازمندان این سلسلۂ طیبہ ام ونسبت من بدو واسطہ بخواجہ بیرنگ است نام مبارک خواجہ بمیان آورد و بزعم خود حرفے را کہ نباید گفت، گفت از شنیدن آن، حالِ من متغیر شد و دلِ من بخون درگرفت واز غایتِ غضب این ابیات عارف روم را آہستہ خواندن گرفتم۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنۂ پاکان برد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد　　تا دلے مرد خدا ناید بدرد

وازآن جا برخاستم غم آلودہ واندودہ وملامت کنان برخود مرا چرا برین مردم رسیدن و این چنین ہا شنیدن (افتاد) شب را بخلجانی وپشیمانی تام بخواب شدم۔ روزے دیگر آن بے ادب بجاے دیگر رفت وشبِ دیگر از عیّاران بروے ریختند وشمشیرے آبدار برکلہ وے زدند بعد یک روز آن ناسزا گو بصعوبت درجاے کہ بحالتِ تباہ برافتادہ وبشدت ومحنت تمام زعقہا زدو جان بداد۔ تجربہ کاری را کہ خواجہ شیرازی فرماید

بس تجربہ کردیم درین (دارِ) مکافات　　بادرد کشان ہر کہ در افتاد بر افتاد

شبے سید حامد برادر خود را بخواب دیدم پس ازان کہ وے از دست کفار حربی بشہادت رسیدہ بود در روز جمعہ سلخ ذالحجہ از سال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ/ ۴رفروری ۱۶۴۵م) وروز غرّہ محرم مدفون شد بر درخود، چہ وے پیش از چند روزے بدوستانِ خود گفتہ بود، چون من بروم مرا درین جا گور کنید وسخنانِ دیگر ہم از رفتنِ خود می گفت۔ ووے (ازخردی باز) مردے بود بصفت سخاوت ودرویشی مایل۔ وے شیخ

مرا دریافتہ بود و معتقد شدہ و با شیخ وزیر محمد کہ ذکر وے گذشتہ صحبت داشتہ۔ القصہ اندر آن خواب نعش وے را آوزدہ در جاے داشتہ اند۔ و من از دیدن بگریہ در آمدہ ام و وے آواز می دہد ''ہوں، ہوں'' یعنی گریہ چیست۔ تا من او را شہیدِ اکبر دانستہ از روے نیاز گفتم کہ من تمنّاے دارم کہ'' موتو اقبل ان تموتوا ''۔ نصیبِ من گردد وے بزبانِ فصیح مرا می گوید کہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم (او را) در نہایت مقام بردہ اند چنانکہ این مردیست بر زمین افتادہ، چون نگاہ می کنم نزدیک بوے فقیریست افتادہ و ہیچ حسّے (از وے) ظاہر نیست۔ از مشاہدۂ وے رسید بدل آن چہ رسید۔ پیش از آن ہم در آن سال ہزار و پنجاہ (و پنج ۱۰۵۵ھ) از توجہ خاص (شیخِ خود) کہ سعادت و دولت ترک از صحبتِ اہل دنیا نصیب شدہ بود و اجازت تعلیم طریقہ علیہ نقشبندیہ و قادریہ یافتہ و بشرف خلافت سلسلتین شریفین و از پوشانیدن لباس و خرقہ ہر دو طریقہ مشرف شدہ و ہم در آن (سال) رسالہ عالیہ مسمیٰ بر اجازت ارشاد ہر دو طریقہ با فواید جلیلہ نوشتہ از نظر گذارندم و وے آن اسولہ را اجوبہ کردہ نوشتہ و از و رسالہ کردہ و نقل بعضے از مقدمۂ آن رسالہ آنست۔ کہ چون سیّدی، حقیقت و معرفت دستگاہی سید کمال بتوسط این فقیر در زمرۂ مخلصان و محبان حضرات نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین داخل شدند و بہ اخلاص و محبت این اکابر استقامت یافتند و از طریقہ ایشان (بہرہ ور) گشتند۔ بہ نیّت صلاح ظاہر و باطن و عزم انتفاع و خیریت، سیدی و مولائی را رخصت و اجازت تعلیم طریقہ علیہ دادن و بیعت توبہ بر پا داشتن کردہ شد۔ و ہم اندر آن رسالہ است چون سیّدی و مولای سید

کمال باین فقیر اتحاد وارتباطِ قوی دارند ومحبت مقتضی این آمدہ کہ ہر چہ از عطاہاے الٰہی باین فقیر رسیدہ سیّدی را در آن شریک خود ساخت اجازت ورخصت پوشانیدن خرقہ ومرید گرفتن در طریقۂ قادریہ نیز کرد۔ انتہیٰ۔ وہم وے اجازت دعاے سیف (دوانی) وحرز یمانی معروف بسیفی وحزب البحر واسماء اربعین واعمال دیگر کہ تفصیل آن طول دارد عطا کرد ونقل از خط وکتابت کہ اجازت کرد بخواندن ادعیہ واورادِ مشہورہ بفقیر حقیر عبداللہ المعروف بخواجہ خرد، جناب محبت ومعرفت نصاب، نجابت انتساب اخوی اعزی اکرمی اخی سید کمال را چنانچہ کہ اجازت یافت این حقیر از شیخ عالم عاملِ محقق (نقد المحدثین[1]) حضرت شیخ عبدالحق القادری وایشان از شیخِ خود الشیخ کامل المکمل شیخ عبدالوہاب مکّی متقی وایشان از شیخ علی متقی وہکذا الی آخر سلسلہ۔

ومن تلک الادعیہ الحرز الیمانی المعروف بسیفی ودعاء المشہور بسیف اللہ والدعا المشہور بحزب البحر والاسماء الاربعین وغیرہا۔ انتہیٰ۔

پوشیدہ نماند کہ شجرہ پیران سلسلہ نقشبندیہ سابقا در ذکر خواجہ بیرنگ مذکور شدہ۔ امّا شجرہ پیران قادریہ کہ بواسطہ غوثِ اعظم براہ پیران کرام بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم می رسد، اینست۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت سید علی (حضرت سید عبداللہ اقدس[2]) حضرت سید موسیٰ حضرت سید عبداللہ حضرت سید موسیٰ ثانی حضرت سید (محمد) حضرت سید

---

[1] [2] ہردو اضافہ از نسخۂ ندوہ

اویس حضرت یحییٰ زاہد حضرت سید محمد عبداللہ حضرت ابوالخیر حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی حضرت سید عبدالرزاق حضرت سید شرف الدین قتال حضرت سید بہاء الدین حضرت سید عبدالوہاب حضرت سید عقیل حضرت سید شمس الدین حضرت سید گدا حضرت سید شمس الدین عارف حضرت سید گدا رحمانی حضرت شاہ فضل حضرت شاہ کمال حضرت شیخ اسکندر حضرت شیخ گدا حضرت شیخ محمد سعید حضرت خواجہ محمد (عارف) قدس اللہ اسرارہم

چون من از شیخ خود سعادت ترک صحبت اہل دنیا با نواز شہاے مذکورہ حاصل نمودہ بوطن رسیدم۔ گونہ تردد خاطر بعضے متعلقان سواے پسران و مادر شان بدیدم[1]۔ بدل عہد گرفتم ونیت بدل بستم کہ درباب توکل و جمعیت خاطر ہر آیتے کہ بسر صفحۂ اوّل برآید فالِ من معنیٔ آنست و برکشادم اتفاقاً این آیۃ کریمہ برآمد۔ و من یتقِی اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہٗ من حیث لایحتسب و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہٖ قد جعل اللہ کل شیٍ قدرا۔ درآن مدت درباب ازدیاد توجہ صاف و شغل باطن مبرا از کمالات و مقامات و معرّی از احوال کیفیات ہم سابقہ (نسخۂ) کلام مجید را بدست گرفتم و برکشادم۔ اتفاقاً بسر صفحۂ اوّل این آیت برآمد کہ ''قل اللہ ثم ذرھم..'' الخ۔ پس از آن نظر بر خرابی ہاے خود می افتاد و چیز ہا از دور افتادگی و درماندگی ازین راہ بنظر درمی آید۔ خود را از غایت شکستگی بے مناسب می یافتم۔ روزے اندرین باب

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''ندیدم''

کلیاتِ حضرت خواجہ بیرنگ را کہ بمیان داشتم برکشادم این بیت برآمد

وقت کمان است نشستن کہ چہ آخر مہ نیست شکستن کہ چہ

روزے من نزدیک قبر مبارک خواجہ از غایت عجز و نیاز مراقب نشستم۔ نسبتے از بے خودی و بی صفتی و بیرنگی روے نمود کہ ہیچ وجہ تعبیر از آن نتوانم کرد۔ سخن بیادم آمد کہ شیخ من می گوید کہ در آن ایام کہ خواجہ بیرنگ در لاہور تشریف داشتند یکے از مشائخ آن جا گفت۔ خواجہ را از نسبت برآوردیم یا (گفت) نسبت ایشان را سلب کردیم تا چون این حرف را خواجہ بیرنگ شنود فرمودند کہ اوّل تحقق کنند آن گاہ چنین گویند۔ و این ہمانست کہ عزیزے حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہٗ را گفتہ است کہ ہر چند اموال حلالست امّا حساب خود در پیش است۔ ایشان فرمودند حساب خواہند کرد اگر کسے را لائق حساب خواہند یافت در رسالۂ قدسیہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمودند کہ اثر توجہ روحانیت اویس قرنی انقطاع تمام و تجرید کلی از علایق ظاہری و باطنیست۔ ہرگاہ کہ توجہ بروحانیت قدوۃ الاولیاء خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہٗ نمودہ شدے اثر آن توجہ بہ ظہور آمدے و ہر چند در آن توجہ سیر افتادے ہیچ اثرے و گردے از صفتے مطالعہ نمی افتاد و چون وجود روحانیت در انوار وحدت محو شود، ہر چند آدمی از خود و جو بے طلبند و انچہ سرمایۂ اورا کشف (ادراکست) از خویش بجویند، جز بے صفتی و بے نہایتی نہ بینند۔ انتہیٰ۔

و حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ در ضمن آن سخنان، ہم در آن رسالہ این نوشتہ اند کہ این سخنان را کہ خواجہ از مبادیٔ سلوک و احوالِ خود حکایت می کرد و توجہاتِ خود را

بارواح طیبہ مشائخ کبار رضی اللہ عنہم چند وجہے در بیان می آوردند۔ گفتہ اند۔ اولیاء اللہ مختلف اند بعضے بے تقید (صفت) و بے نشان و بعضے بصفت ونشان گشتہ اند۔ مثلاً گویند، ایشان اہل معرفت اند یا اہل معاملت اند یا اہل محبت یا اہل توحید اند و کمال درجات اولیاء را در بے صفتی و بے نشانی گفتہ اند۔ بے صفتی اشارت بکشف ذاتیست کہ مقام بس بلند و درجۂ بس شریف وعبارت واشارت از کنہ آن مرتبہ قاصر است۔ واین سخنان نسبت بہ متوسطان است کہ ادراک بے صفتی نمی توانند کردنہ کہ (اکملان) کہ از ادراک آن قاصر باشند۔ مثنوی

برتر از علم است و بیرون از عیان[1] دانش اندر ہستی خود زد نشان
کہ نشان جز بے نشانی کس نیافت چارۂ جز جان فشانی کس نیافت
گر عیان جوی نہان آنگہ بُود ور نہان خوانی میان آنگہ بُود
ور بہم جوی چون بے چونست او چون و بے چون ہر زدو بیرونست او
صد ہزاران طور از جان برتر است ہر چہ خواہم گفت او زان برتر است

بجز از آن ہمراہ شد کہ او نہ در شرح آید و نہ در صفت۔ وکمال این مرتبۂ بے صفتی حضرت سید المرسلین راست صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ وہمہ اولیاء علی حسب مراتبہم خوشہ چینان خرمن سعادتِ اویند۔ استمداد از باطن مقدس او (جویندو) در درجات این مرتبہ ترقی می نمایند کہ مخصوص بحضرت اوست صلی اللہ علیہ وسلم، اشارت بکمال این مرتبہ است و از خواص مرتبہ بے صفتی آنست

---

[1] درنسخۂ ندوہ "بیان"

کہ صاحب این مرتبہ اہل تمکین بود و بصحبت ملقب قلب پیوستہ باشد و بجمیع صِفات و اخلاق الٰہی متصف و متعلق گشتہ باشد و متصرف بودہ بر احوال خَلق اورا ابوالوقت گویند و از صفتے بصفتے دیگر باختیار خود تواند انتقال نمود و از بقایاے وجود بشریت بکلی صافی شدہ باشد۔

صوفی ابن الوقت باشد در مثال　　لیک صافی فارغست از وقت و حال

حالہا موقوف عزم و راے اوست　　وقت ہا باشد جہان آراے اوست

روزے شیخ من بقبر شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ مراقب نشستہ و مرا در پہلوے خود نشاند من نیز مراقب شدم و اندر آن مراقبہ نسبت ذوق و شوق و عشق و محبت دریافتم و پس از افاقت حقیقت حال را بشیخ گفتم۔ گفت الحق نسبتِ (شیخ این) چنین است این جا شکر کردم، چہ صدق دریافت خود از فرمودن وے دریافتم۔ یک بارے من نزدیک بقبر صاحبِ ولایت امروہہ قدس سرہٗ مراقب شدم، نسبتے غایتِ لطیف از بیرنگی ظہور کرد، ہم رنگ نسبتے کہ از خواجہ بے رنگ دریافت۔ من نزد قبر شیخ اللہ بخش گڑھ مکتیسری قدس سرہٗ ساعتے مراقب نشستم۔ شیخ را دیدم متوجہ بذات مراقب نشستہ و این معنی در ذکر نبیسۂ شیخ اللہ بخش (گڑھ مکتیسری) مجملاً گذشتہ است۔ و تفصیل این حکایت من در رسالہ ''سفر (در) وطن'' نوشتہ ام۔ روزے شیخ من نزدیک آن وقت (قبر) کہ وے تازہ رفتہ بود از دنیا، در لاہور مراقب شد تا نسبتِ وے دریابد و مرا در پہلوے خود نشاند، من نیز مراقب شدم۔ پرسید چہ ظاہر شد؟ گفتم۔ ''حالت اضطراب وے دیدم'' وے مرا گفت۔ آرے

من ہم وے را مضطرب یافتم۔ این جانیز (برصدق) دریافت خود شکر کردم۔ (شیخ من گفت) ''کما تمو تون تبعثون۔ مصرعہ

چون میرد مبتلا میرد چو خیزد متبلا خیزد

دلاور نام امروہگی (امروہوی) کہ مردیست صالح پر ذوق صاحب سماع، وے در روز عرس شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ شکر را بفقرا اے آن جا قسمت می کند۔ وے گفت مرا کہ شبے گنج شکر را بخواب دیدم کہ می فرمایند کہ قدرے شکر، ہم در سنبھل می رسانیدہ باشی۔ از آن باز وے قدرے شکر را ہر سال بمن می رساند۔ میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ مرا (نسبتِ تو) در خاطر گذشت کہ آیا وے را ہیچ نصیبہ ازین راہ دست دادہ است (یا نہ)۔ بدین اندیشہ شبے بخواب شدم۔ دیدم بسیارے از مشائخ کبار و فقرائے باوقار بر صفِ مصلا (مصلیٰ) نشستہ انتظار امام می کشند تا تو رسیدہ و پیش آن جماعہ رفتہ امام بودہ۔ پوشیدہ نماند کہ شیخ من در خلوات خاصہ از خلص احوال و مکاشفات خود را بمن گفتہ است و آن را بالفعل بنوشتن نفرمودہ و موقوف بر اوقات ظہور آن داشتہ و مرا نیز ازین دولت امیدوار ساختہ۔ آن را در اوقات مناسبہ علیحدہ نوشتہ خواہد شد۔ ان شاء اللہ سبحانہٗ۔ و ہم آن چہ شیخ من بہ نسبت من لطف ہا و عنایت ہا فرمودہ آن ہم مقدور نیست (بنوشتن) از آن جملہ انچہ بگفتن در می آید مجمل آنست کہ بہ نسبت من بار ہا فرمودہ کہ دوست من و یار من اندر دین و دنیا جز کمال کسے نیست والحمد للہ والمنت کہ من ہم اندرین جہان و آن جہان جز ذاتِ پاک وے دیگرے ندارم الحمد للہ ثم الحمد للہ والمنت

للہ۔ اکنون انچہ شیخ من سخنان این راہ مرا نوشتہ داد بعضے از آن اینست۔ مناجات۔ خداوندا بحرمت جمیع دوستان و اولیاء و فرشتہ (فرشتگان) و بشر، الخصوص حبیب تو وصفی تو محمد مصطفیٰ و اصحاب کرام و اولاد عظام او علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتحیات، خداوندا بحرمتِ جمیع مشائخِ امت محمدیہ از سلف و خلف و متقدم و متاخر، از جمیع مقتدیانِ سلاسل مختلفہ و مشائخ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ ارواحہم۔ خداوندا بحرمت فطرت جمیع اشیا مر ذات و صفات و افعال ترا از موجودات و روحانیات و فلکیات و ارضیات و ہر چہ در تحت کُن در آمدہ (خداوندا بحرمت آن نشاء نیاز کہ ہر موجود را بے اختیار ثابت است خداوندا، بحرمت این معنی محبت کہ ترا بخود دایم است[1]) خداوندا بحرمت ہر چہ در علم تست۔ خداوندا بعزتت کہ مرا بمن مگذار و در دریاے عدم چنان گم ساز کہ دیگر از خود نام و نشانے نیابم۔ خداوندا از قطرہ ہستی من در دریاے قدرت چہ بیشی و از نابودن آن قطرہ چہ کمی۔ خداوندا این حباب کہ بروے دریا جلوہ گری دارد فرونشان۔ خداوندا مرا بباد نیستی بردہ (شو) خداوندا ہر چہ ہست توی۔ مرا تا چند من باید گفت؟ من گفتن ترا سزد۔ تو من گوی تا من گویم۔ خداوندا ہستی ترا است تا چند برخود (تہمت ہستی) بر بندم۔ خداوندا بزندگی گرفتار جسمم و بمردگی روح مرا عدیے بخش کہ نہ جسم ماند و نہ روح خداوندا دوزخیان را دوزخ و بہشتیان را بہشت دِہ مرا ازین ہر دو برہان۔ خداوندا دنیا و آخرت مرا نباید مرا توی و بس۔ (انتہیٰ مناجات)

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

حرفے چند در تحقیق مراتب عشق می نویسد۔ (می نویسم) بگوش تامل بشنوید۔

اعلی درجات عشقیست کہ حسن (حقیقی) را با خود است

وثانی آن یعنی مرتبہ کہ متصل است آن عشقیست کہ صفات را بذات اوسبحانہ است

بعد از آن عشقیست کہ صفات حق را بخود است

بعد از آن عشقیست کہ افعال حق را بذاتِ حق است

بعد از آن عشقیست کہ افعال حق را بصفات حق است

بعد از آن عشقیست کہ افعال حق را بخود است

بعد از آن عشقیست کہ آثار افعال حق را بذاتِ حق است

بعد از آن عشقیست کہ آثار افعال حق را با افعال حق است

بعد از آن عشقیست کہ اثار افعال حق را بصفاتِ حق است

وآن ادنی درجات عشق است۔ ہرگاہ این معنی را شناختی با آنکہ وجود وظہور ہر مرتبہ از مراتب کہ موجود است بعشق وابستہ است۔ اگر عشق نبودے، موجودیت صورت نگرفتے تحقیق وتوضیح این موقوف برادراک ووصول مرتبہ است۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر میسّر شد، نوشتہ شود۔ دیگر آنکہ از ملاحظہ معنی وحدت، اشیاء کہ وجود ندارند[1]، درین باب خاطر فقیر را متوجہ دانند والسلام والتحیۃ۔ گرامی نوشت ہای سید کمال صفاے عجیبے می آرد نگار خانۂ خیال فراتر شدہ بوحدت آباد دل قرار گاہے یافتہ است۔ الحمد للہ والمنۃ کہ این بندہ باین آرزو دیرینہ خورسند و کامگار شدہ خداوند مرا

---

[1] وجود دائمی وحقیقی ندارند گو وجود خارجی واقعی دارند۔

از ہر چہ غیر بنام است رہای بخشیدہ بدریاے جمال بے نہایت خود مستہلک ومستغرق کردو باز بصورت وے برآمدہ۔ چون من چندین زمانہ گرفتار تیہہ نادانی ماندہ ام۔ درین ایام بخاطر رسیدہ کہ رسالہ ترتیب باید داد کہ (دلیل) کمال انسانی وتحفۂ محفل شما گردد ومتوجہ باشند کہ صورت سرانجام یابد۔ والسلام

آن برادر را معلوم باد کہ وقت آن عزیز بہر لباس وبہر وجہ کہ باشید از آن معنی خالی نباید بود۔ معبود او را دانید ومقصود او را دانید، موجود او را دانید۔ اوّل شریعت دوم طریقت وسوم حقیقت۔ چون این سہ اگر ہئیتِ اجتماعی پیدا کردو یک چیز گشت معرفتست نہایتِ کار اینست سخنانِ رِہ کہ ہر سطرے دفتریست اگر ہوش بخشند بارے در تربیت وتقویت ثالث باشند کہ اہم ست ومستلزم اوّل وثانی ورابع۔ نتیجۂ آن اختیاری نیست۔ بعد از نماز پنج گانہ در خلا وملا وصحبت وعزلت اندیشہ را بکار دارند ومعنیٔ وحدت را از دست ندہند (بس درین)۔ خوبی ہاے ما وشما است از آن جہت تاکید می کند وباوجود چندین خرابی ہا از آن راہ سخن می راند۔ اللہ سبحانہٗ ما وشما را رہای از غیر وگرفتاری بخود گرداند ودر آن گرفتاری بے شعور سازد۔ مصرعہ

کار این است وغیر این ہمہ ہیچ

ہمیشہ در یادِ خدا باشند، ہمیشہ متضرع بدرگاہ خداوندی بودہ دُعا کنید کہ حق سبحانہٗ بکرم این حقیر را در طریقۂ مستقیمہ اتباعِ نبوی اہتدا بخشد وہمیشہ بصفت (بے صفت) ذکر خداوند سبحانہ کنید۔ ذکر نہ آنست کہ بزبان تلفظِ اللہ یا غیر آن از اسماء دیگر متکلم شود یا تخیل آن کردہ شود۔ ذکر آن باشد تحقیقی وذاتی کہ بصفتے از صفات چہ وجوبی و

چہ امکانی مقید نیست وہم واجب است وہم ممکن۔ باید کہ ہمیشہ در ملاحظہ باشد و ملاحظہ متناہی ظہور را دران بسیط غیر متجزیٰ منحصر سازد۔ چون مداومت و ملازمت این مرتبہ نمودہ شود امید است کہ وحدت بر باطن افتد و ترا از تو برباید۔ اینست قدم اوّل این راہ۔ نصیب باد۔

اے برادر عجب زمانہ رسیدہ است، در کار وحدت ہُشیار باید بود کہ شیطان فریب ندہد۔ رفتن حضرت خواجہ حسام الدین احمد ازین عالم مسلمانان را ابتلاے عظیم است وخیر باین قسم مردم وابستہ است چون این مردم بروند، باید ترسید واز خدا باید خواست کہ بخرابی باگرفتار نباشد (نسازد) وجود شریف حضرت میان شیخ مرتضیٰ درین زمان بسیار مغتنم است (در سنبھل) ہمیشہ بایشان ملازمت کنید وسعادت ملازمت ایشان را دانید۔ ازین فقیر گاہے در خدمت ایشان عرض دارید کہ دعا فرمایند ازین عالم بایمان برد۔ دیگر چہ نوشتم کافی نویسم ہر چہ بدانید، اگر ہزار دفتر پرسازند حاصل ہمہ اینست کہ با خدا باش وخدارا با ہمہ بے ہمہ بدان وببین۔

اے برادر وصیّت ہمین است کہ خدا یکیست وغیرِ اُو موجود نیست ہم ذوات و صفات وافعال (غیر) نور تجلی ذات وصفات وفعل اوست۔ ہر چہ مقعول ومنقول مشہور (مشہود) اوست۔ ارواح وامثال واجسام ہمہ تجلیات وظہوراتِ اوست۔ غیر اُو لاشئے محض وعدم صرفست۔ یک موجود است کہ رب، اسم باطن اوست و عبد، اسم ظاہر او۔ ہمیشہ بحقیقت خود متوجہ باش بدانکہ جسد لباس روحست وروح لباس حق پس (جسد) روح ہر دو جسد او یند واو، روح این ہر دو۔ فافہم۔ ووصیّت

دیگر آنکہ از تہذیب اخلاق نیز چارہ نیست و حاصلش آن کہ با ہمہ دوست باش (و بے ہمہ) ہمیشہ بہ دوست باش۔ و وصیّت دیگر آنکہ از فرایض و واجبات و سنن موکدہ و محرمات و مکروہات تحریمی غافل نباشی و بطوریکہ فرمودہ بجا آری و وصیّت دیگر آنکہ بحضرت خواجہ بزرگ و خواجہ احرار و خواجہ محمد باقی قدس اللہ اسرارہم ہمیشہ متوجہ باش و قبر ایشان۔ حق سبحانہٗ بکرم خاص خود توفیق سلوک عجز و نیازمندی روز بروز افزون دار، ہر چہ از حال و مقام قبل فنا است (معلول است) و بے اعتبار۔ آرے بعد از فنائے اتم کہ از عنقیٰ و کیمیا نایاب تر است، کبریای ظہور می کند با صفات دیگر (این مظہرِ الٰہی) بحضرت قدس مقبولست نہ بعید کہ از وے نام و نشانے نماندہ است۔ در آن مرتبہ ہر چہ ظہور می کند بحق سبحانہٗ منسوب است آنچہ در کلام قدسی کہ باغوث اعظم واقع شدہ ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ[1]'' ہم درین مقام است۔ از خرابیِ حالِ خود چہ نویسد کہ بآن خرابی درین گفتگو می دارند نمی دانم درین چہ سرّ متضمن خواہد شد کہ بار آن نہ مومن تواند برداشت نہ کافر، نہ بہشت محل اوست نہ دوزخ اللہ اللہ سخن از کجا بکجا می رود و من در چہ کار، سخنے کہ بیرون از آسمان و زمین است۔ بزبان من می گویند و مرا ہم چنان در تیہہ حیرت و ضلال فرو بردہ اند تا عاقبت چیست او از کدام چیز (در راہ) دہند و از کدام در بر آرند۔ گاہے برائے ایمانِ این درماندہ محروے و مہجورے فاتحہ بخوانند و توجہے نمایند۔ شنودہ شد کہ بخانہ

---

[1] مکمل عبارت اینست: ''اذا تم الفقر فیکون عیشه کعیش الله تخلقوا باخلاق الله و التصفوا باوصاف الله'' (اضافہ از کلام قدسی باغوث اعظم)

شمارا پسرے عطا کردہ و اشارتے واقع شدہ کہ من تعین نام او کنم۔ این فقیر را این چنین بخاطر رسید کہ مخدوم زادہ را ''سید وحید الدین محمد ابوالمعالی'' (نام کنید) وحید الدین لقب محمد اسم و ابوالمعالی کنیت است۔ حق سبحانہٗ تبارک مبارک گرداناد و ہمان را برخوردار و سعادت بار گرداند۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امّا بعد دو کتاب معاً از آن زبدۃ الاخوان و امید کمال رسید۔ یکے در لاہور نوشتہ است و دیگرے معلوم نیست کہ از کجا فرستادہ۔ ہر کدام مشتمل بود بر شفقت تام و محبت تمام جزاہ (ک) اللہ خیر الجزاء۔

آن برادر معلوم نمایند کہ اصل درین کار وصفِ فنا و نیستی است و صفتِ ذلّ و انکسار پیوستہ در حضرت خالق السموٰت والارض جلّ و علا۔ و در حضور مخلوقات عالیہا و سافلہا و شریف ہا و دونہا و ملکوت ہا و ملکی ہا نیازمند و شکستہ باید بود۔ ہر شے را وسیلہ مقصود بباید ساخت ''بعد التجلی بحلیۃ الشریعت الغراء المصطفویہ (ہمیشہ ملبس باید شد) اللھم صلی و سلم و بارک علی صاحب الصلوٰۃ و سلام و برکاۃً تامۃً کاملۃً و علی الہٖ و صحبہٖ و تابعہٖ الی ابد الاباد''۔

اے برادر این مضمونِ خاص الہامی را بارہا نوشتہ ام و حصول ہر دو شق را مکرر و موکد می کنم و ہر گاہ می خواہم کلمات نویسم این معنی سبقت می نماید و از خدا می خواہم کہ ہم را و ہم مرا رخت آن ارزانی دارد۔

اے برادر درجہ اوّل در توحید توحیدِ افعالی است کہ جمیع افعال را بوے منسوب دانی

از روے (ذوق و) حال، نہ از روے علم وتقلید کہ آن عوام (امۃ المسلمہ) را نیز میسّر است و چون این درجہ از روے حال نصیب گردد، یقین است کہ عداوت ومنازعت از میان برخیزد و این جا حلوا بخش وسیلے زن یکے بود۔ چون منشاء درجاتِ عالیہ توحید، ظہور وصف محبت وجذبست دراوّل درجات نصیبے از مقامِ رضا برسد۔ در (درجہ) دوم (اضافی) است کہ جمیع اوصافِ ذاتی کہ مبادیٔ افعال اند، بوے منسوب سازی ذوقاً و حالاً مانند حیات، وقدرت عالم و قادر اورا دانی فقط ہکذاحیّ وہکذا مرید درین مقام جمیع اجزاے عالم را جماد محض تصور نمای اصل در توحید توحیدِ ذاتی (وتوحید توحید) این است کہ جمیع ذوات و وجودات را بوے راجع داری و یک ذات بینی کہ مصور متمثل است بصور روحانیہ وجسمانیہ (آن ذات) غیر متناہیہ۔ درین مقام معقول ومحسوس وموہوم وعاقل وواہم او بود، فقط۔ معقول عالم ارواح است وموہوم عالم مثال ومحسوس عالم شہادت واین سہ طبقات کہ در خارج علم باعتبار توہم وتمثل عارض حقیقتِ وجود گشتہ است۔ درین مقام شہود وجود ہمہ اوصاف کاملہ بوے باشد واز سالک نام ونشانے درمیان نیست و فناے حقیقی کہ بعد از تحقیق بقا است میسّر است وتحقیق بصفات وجوبیہ ہم درین مقام است وارشاد واکمال ناقصان ومریدان ہم درین مشہد است وظہور خوارق و عجائب ہم درین جا است وآنکہ دعویٔ وصول بآن مقام نماید وازین علامات کہ بالا مذکور شد نصیب نداشتہ باشد او بہ حقیقت آن مقام نرسیدہ وعلم او باو ہمراہ است از حال حرف ندارد وتا حال ندارد، تخیل محض است۔ مقصود ازین تطویل آنست کہ

بدانند کہ جماعتے درین روزگار بہم رسیدہ اند کہ دعویٔ شہود حق در جمیع ذرّات کنند و باین گردن را از ربقۂ شریعت بردارند و می گویند کہ چون یگانگی آمد، احتیاج بعبادت نماند نماز و روزہ بجہت غافلان است نہ حاضران۔ دوی در یگانگی کفر است۔ این جماعہ ملحدانند و مردودان خدا و رسول، حاشا کہ توحید منافیٔ اعمال کس (شریعت) بَوَد۔ باطن مستغرق وحدت است و ظاہر ہمیشہ (محتاج) بشریعت۔ باید کہ معتقد وحدتِ وجود باشند ہمین ذکر (است) کہ بارہا گفتہ شدہ است۔ امّا شخصے را کہ آثار و عقل و ہوش بوے راتج است و از دائرہ تکلیف نیز (نہ) آمدہ است عمل شریعت معاف باشد معتقد نشوند و دانند کہ وے از طریق منحرف است و آنکہ بالا گفتہ ام عین مقصود سازید و پیش ہمہ نیازمندی نمائید، آن از راہ مظہریت او مر حق را و مراتبت او بود۔ و چون بدین و مذہب (بہ شریعت) سخنے افتد، منقلب نہ (مستقیم) باشید و ذرّہ تجاوز نمائید۔ جماعتے کہ بشریعت بے ادبی می نمایند از حق محروم اند۔

بخدمت ذوالفضل والکمال الاخ السید الشریف الکریم الموسوم الجمال اسعد اللہ الدین العاشقین بجمالہ دعوات طیبہ فاتحہ برسد در حال رجاءِ اجابت و قبول من اللہ افضل المتعام المتعال جل شانہٗ و عزّ بُرہانہٗ رقیمہ کریمہ کہ مشتمل بر اصناف مہربانی و ضروب اقبال خاطرِ شریف بحسن اوقات و املح زمان سید محمد کمال رسیدند و واسطۂ حصول و وصول لذّات قویہ معنویہ گردیدند و انچہ مرسل بود از قلمدان و کلاہ و کمر بند ہمہ رسید با انچہ در قلمدان بود۔ فرستادن آلات کتابت است (اشارہ) بآن بود کہ در صحیفۂ دل علوم حقیقیہ و معارف یقینیہ باید کتابت و اثبات نمود این محل است و

تفصیلش آنکہ قلم واسطے اشارت بذکر است امّا نہ ہر ذکرے کہ واسطۂ تواند بود کہ بآن ذاکر مذکور تواند بود وتواند رابطۂ وصول گشت ولہٰذا اورا واسطی گفتند و مشابہتے کہ در آن جا اشارت بقوت آن ذکر است۔ و بودن سواد اشارت بآنست کہ این ذکر موصل بسواد بُود۔ چہ در فنائے ذاتی ہمہ انوار کوتاہی می کنند این جا ظلمت است کہ اصل انوار است وقلم تراش اشارت بہ تیزیٔ طلب است کہ قلم ذکر را از ناراستی و ناروانی محفوظ می دارد تا طلبِ قوی دامن گیر نشود۔ ذکر اثرے نیاورد و نقشے بدل نہ نشیند۔ بے نشاء طلب تیز ذکر حکم اورا دارد کہ چندان نفعے (در وصول) نرساند وہمین تیزیٔ طلبست کہ حرف خطا وسہو کہ حرف باد غیر است از آن بوسیلۂ او برداشت۔ فافہم۔ و بند ہائے کاغذ اشارت بمراتب و طبیعات نفس انسانیست (کہ بوسیلہ ذکر اصلاح یابند[1]) علم دیگر و ذکر دیگر است۔ ذکر لسانی ذکر قالب وتخیل ذکر نفس است وظہور حق بدان نہ۔ کہ با علم غیر متناہی، متناہی بود ذکر قلب است وظہور حق بدان وجہ کہ بر علم غالب بود ذکر روح وظہور حق بدان مرتبہ کہ علم منفی گردد ذکر سرّ وانتفاع حضور (ظہور) نیز، ذکر خفی (است)۔ ونفیٔ علم باین وجہ کہ این حضور حضور حق است بحق سبحانہ تعالیٰ ذکر اخفیٰ وہذا غایت الکمال ونہایت الفضل۔ وصول حقیقی درین مقام است کہ مسمیٰ است ببقا باللہ سبحانہ۔ وظہور ملکوت وتحقیق بصفات آن مرتبہ وہم چنین تحقیق آن مرتبہ جبروت کہ مرتبۂ صفات اللہ است درین مقام است مجمل کہ یک امر است

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

کہ (حقیقت نفس است[1]) و چون حضوری پیدا گردد قلبست بعد از آن ہمان حقیقت روحست بعد از آن ہمان (امر) سر است (وخفی واخفی) الی آخر المراتب، نہ آنکہ این لطائف سبعہ مفصل موجود اند در افراد انسانی بلکہ این اسماء (مقامات) ومراتب ذکر وحضور اند۔ فافہم۔ بنستِ بند ہاے کاغذ کہ فرستادہ اند وقلمدان اشارت بہ محافظت کتابت این آلات معنویست و ملازمت و مدامت چہ بے مداومت و ملازمت ومحافظت (رسیدن) بمراد دستور نیست۔ و کمر بند اشارت ہمّت وخدمت است واین خود اصل ضروریست درین راہ کمر ہمت وخدمت باید بست وہمّت این چنین باید کہ برخود اندوہ دایم قرار دہد۔ گذشتن از جمیع مطالب و مقاصد آسان نیست و بسیار دشوار است بروی دو عالم خود را خادم گرفتن درخور ہمّت کم کسے است۔ ازین بابت خبرے داشتن کہ سخت دشوار است ومشکلیست شگرف۔ ہر کہ یافت دریافت و ہر کہ نیافت نہ دریافت۔ بگفتگو نمی توان فہمید و کمر خدمت اینست کہ نسبت بجمیع مخلوقات متواضع و نیازمند باشد، چنانچہ بارہا نوشتہ شدہ است ومعلوم ایشان ہست وخدمتے چند کہ فرمودہ اند از فرائض واجبات و سنن بجا آرد وکلاہ خود ظاہر است اشارہ بکلاہ ارادتست این کلاہ کہ رسید (سند) صحبت اللہ است۔ الحمد للہ لباس صحبتِ تام او را در پوشید واین سعادت نامزد او شد۔ چون از جانب شما بود، امیدواری ہا در حق او متحقق گشت۔ زیادہ چہ نویسد۔

برادر عزیز سید کمال بمرادے کہ طالبان ومشتاقانِ این راہ خواہند برسند۔ آمین

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

آمین آمین۔ ہیچ می دانی کہ اصل این کار چیست؟ و پندارم کہ می دانی و از آن چیزے ہم بتو دادہ اند، در خود یافتۂ و این چاشنی بکام تو رساندہ اند امّا خواہم کہ چنان گردی کہ از خود (گم گشتہ) در آن چاشنی لذّت خویشتن را محو ساختہ خود را عین آن لذّت یابی بلکہ از آن نیز فراموشت دہند۔ (کار نیاز و شکستگی بہ نسبت جمیع خلائق کہ صور تجلیات الٰہی اند بلکہ نسبت[1]) بخود کہ تجلی او سبحانہ است و این بغایت غامض است بگفتن و نوشتن راست نیاید۔ یافت از دل تعلق دارد۔ زنہار ہزار زنہار ہیچ گاہ از نیازمندی ہیچ وقتے خود را بگوشہ نداری کہ راہ اینست و بس۔ عاشق دشمن باش، دوستان را خود چہ گویم ہمیشہ حاضر (ناظرِ) خود باش کہ بنا گاہ از خود بکسے آزارے و بموجودے رنجے نرسد چہ انسان و چہ حیوان و چہ نبات و چہ جماد کہ ہر چیز جان دارد و بحق حاضر است۔ آرے در عوام انسان آن چنانکہ حضور متحقق است غفلت نیز متحقق است و این ہر دو در یکے آن متحقق است حضور اصلی است غفلت عارضی۔ نظر تو باید کہ مقصور بود بر انچہ اصلی است این علم غریب بے آنکہ تمسک بوحدت وجود نمایند از علوم قطعیہ انبیاء و اولیاء انسانیہ نیز می توان دریافت مراد ترا باید کہ بآن راجع سازیم کہ بکرم ایزد متعال از آن بہرہ برداشتہ ایم۔ چہ می گوی او موجود نیست۔ حاشا عقل و نقل بر این معنی (وجود او) اتفاق کردہ اند۔ آرے عرف غلط بین ازین معنی غافل است و در آن نیز سرّ یست عارف بر آن اطلاع دارد و چہ عجب بر تو نیز بکشایند، دیگر چہ نویسم از ہمہ ضروری فرائض و واجبات

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

وسُنن موکدہ بجا آوردن است وسنّت خلفاء حضرت شاہ (عبدالباقی) پیوستہ نیازمند بودن است، امیدوارم کہ درین دوامر مستقیم باشی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدمت اخوی سید کمال از مخلص خود سلام وتحیہ قبول نمایند واورا امیدوارِ دعاے خود دانند وعنایت وتوجہٗ خود را باین فقیر سعادت دو جہانی اوشناسند۔ ہر وجہ متوجہ آن درگاہ باید بود، تواند کہ لطفے ظہور نماید و مارا از مابستاند۔ انچہ ہست یا غیر این کس است یا عین این کس است۔ عالم کہ غیر این کس است می باید کہ از نظر محو گردد وآن آسان است کہ ترا باوے کار نیست۔ بریدن از آن کس آسان نمی نماید کہ عین این کس باشد۔ نفس این کس نیز بحقیقت غیر این کس است قطع محبت از وے نیز باید کرد، باقی ماند حصہ روحانیت کہ اورا من می گویند۔ واو نہ تنست و نہ صورت۔ طالب را باید باو متوجہ بود و دانست کہ او پرتویست از آفتاب ذات واورا نہ جہت است و بآن (یعنی روح) اگر چندے توجہ واقع شود باین وجہ یقین کہ این قطرہ در دریا محو خواہد شد۔ آن زمان خواہد دانست کہ جز یک حقیقت بودنی نیست ظہور او کہ درین اجسام می نماید الطف است۔

اے برادر، یک روح است کہ در ہمہ اجسام بر قدر استعداد ظہور نمودہ است چنانچہ کہ آفتاب در روزن ہا بقدر روزن ظہور می کند وآن روح عقلِ کل است، روح اعظم است، خلیفۂ حق است وروح محمدی (ہم) ہمانست (او جان است) وتمام عالم بدنِ اوست وسایہ اُو کہ او در ہمہ ظہور نمودہ است از ازل تا ابد او خلیفہ است وقطب الاقطاب است و ہرگز نمیرد و مظہر اتم است مر حق را او بحقیقت

غیر حق نیست۔ ہمین قدر (فرق) ہست کہ تعیّنے لاحق شدہ است و سائر موجودات کہ غیر اویند ہم بحقیقت غیر آن نیست بلکہ تعینات اند کہ آن روح را عارض شدہ اند پس بحقیقت یک ذاتست کہ موجودات شدہ بتعیّنات۔ نظر باین معنیٰ طالب را مناسب تر آنست کہ بروحانیتِ خود متوجہ باشد تا در پردۂ روحانیت ربوبیت مشہود او شود۔ از عالم اجسام قطع نظر باید کرد حالانکہ دیدن این کس نیز داخل عالم اجسام است زیادہ درین سرّ چہ عرض نماید۔ ہمیشہ بروحانیت خود متوجہ باید بود تا لطافت وسرّ آن ظہور نماید باین (توجہ روحانی) عبودیت را کہ از لوازم این تعین است از دست نہ باید داد۔ مجملے از احوالِ خود می نویسد حالِ بندہ ہمانست کہ می دانید بلکہ از آن ابتر وضائع تر۔ ہمین لحظہ این بیت استاد بخاطر آمدہ

نہ کار آخرت کردم نہ دنیا یکے بے سایہ نخلے بے برہستم

درین مقامِ عظیم سرّ یست کہ اشارتے بآن واقع شود۔ گفتہ اند ''ھی الرجوع الی البدایہ'' این کلمہ قدسیہ کہ از کلمات اکابر است معانی بسیار دارد، چہ از جوامع الکلم است کہ در ہر مقام این مصروفست۔ این جا تاویلے تازہ بخاطر رسید کہ آن را می نویسد۔ نہایت حال بندہ فنائے حقیقی است کہ سواد الوجہ فی الدارین اِشعاریست بآن۔ و در آن عالی مقام نہ دنیا است و نہ آخرت ہم چنین بدایت حال بندہ حالے است کہ از ہر دو خالی است چنانچہ ظاہر است بچند وجہ تامل کہ قال وکلام ہر چند عالی وصافی بود بحال صرف و معنیٰ خالص نرسد ولذّتے کہ در خاموشی یافتہ می شود، در ہیچ انجمنے پدید نیست۔ آرے انجمن معرفت کہ در آن

جاشہود وحدت در کثرت میسّر بود سخت مطلوبست و بسیار نایاب ''رَزقکم اللہ و اِیّانا بحرمۃ النبی و آلہٖ و اصحابہٖ''

اُخوی اعزی اکرمی اخی سید کمال (از) مشتاق خود دانند و این اشتیاق را ہیچ گاہے چون ماہیٔ بے آب از باطنِ این مخلص خیر خواہ منفک تصور نکنند ہمانا کہ این اشتیاق ظِلّ آن اشتیاق است کہ ہر موجود را بحقیقت خود ثابت و واقع است (تفاوتے کہ میان اشتیاقین تصور نمودہ آید منوط بدید و دریافت است۔ چون دید و دریافت صفا یافت و از الوان اقسام جہل طہارت نصیب شدہ انچہ حقیقت است۔ بے شرکت مجاز در[1]) پردۂ مجاز جلوہ می کند۔ این معرفت در جمیع صفات و شیون کہ از اوج اطلاق و علو بحضیض (بندگی و ذل) نزول فرمودہ صورت دیگر گرفتہ است مجازی مظہر نیاز، مظہر ذات و صفات (شدہ) است (بلکہ ساقی (مجازی) این جا ہمون است ہمان صفات این جا ذات گشتہ است فتامّل فانہ دقیق[2])

کمالے کہ مطلوب از فطرتِ انسانی است و مقصود از خلقت است میسّر و محصل باد۔ غرض قایل ''کنت کنزاً مخفیا فاحببت لاعرف فخلقت الخلقۃ۔'' ''فاحببت لِاُعرف'' اشارہ بتجلی اوّل و ظہور نخستین است کہ آن را وحدت و وجود عالم و نفس الرحمٰن و برزخ کبریٰ و تجلی ذاتی و غیر ذالک نیز گویند۔ ''فخلقت الخلقہ'' اشارت بصور علمیہ است کہ ناشی از فیض اقدس اند و مرتبہ صور علمیہ را واحدیت و حقیقتِ امکانیہ و برزخ صغریٰ و تجلی صفاتی و غیر ذالک باعتبارات مختلفہ

---

[1] [2] ہر دو اضافہ از نسخۂ ندوہ

گویند و ''لِاُعرف'' اشارتست بحقیقت انسانیہ کما ہی۔ فافہم۔

''وھٰذا مجمل یشتمل التفاصیل لمخصوصیۃٍ

بالحدیث القدس غیر قایلہ لم یعرفہ الامن الھام الخیر''

برادر باجان برابر سید کمال در یاد حق باشند فقیر را امیدوار عنایت خود دانند متوجہ شوند کہ باطن گرفتارِ غیب الغیب باشد کہ آن جا از اسم وصفت اثرے نیست از تعیّن وظہور نشانے نہ۔ وظاہر بمشاہدۂ اسما وصفات او در مراتب تعیّن محظوظ باشد ہمہ او را داند و بے ہمہ او را بیند۔ ہمہ اوست واز ہمہ منزّہ اوست۔ معلوم شریف ست کہ کمال در جمع بین التشبیہ والتنزیہ است۔

ن احقر فقراء محمد عبداللہ الی سیدنا ومولانا سید کمال وصلہ اللہ الی درجۃٍ تجمل الرجال ۔ اے برادر! عزیمتے وسعی بنمای کہ از ہر چہ مسمیٰ بما سواست اعراض میسّر شود، کلیت اقبال وتوجہ بحضرت او سبحانہ تعالیٰ روی دہد۔ ازین معنی بندہ چنانچہ در حق خود می خواہد در حق آن برادر نیز می خواہد۔ نمی دانم کہ این مراد کے میسّر خواہد شد۔ الٰہی بحرمت حبیبِ خود صلی اللہ علیہ وسلم بزودی روزی کن آمین آمین آمین۔

سیدی سید کمال پیوستہ در یاد حق باشند

ذکر گو، ذکر تا ترا جان است پاکیٔ دل ز ذکر رحمان[1] است

این جا دل وجان یک شے است واگر چہ بوجہ بعضے استعارات فرقے ہم می باشد۔ چہ دل ترجمہ قلبست وجان ترجمۂ روح ولطیفہ قلبی دیگر است ولطیفۂ

---

[1] درنسخۂ ندوہ ''یزدان'' است

روحی دیگر است۔ کیفیت قلب یکے از مراتب روحست از مراتب تنزیلیہ او۔ چنانچہ سِر خفی و اخفیٰ مراتب ترقی روح اویند و آنکہ گفتہ است۔ ''تا ترا جان است'' اشارہ بآن کردہ کہ ذکر تا آن زمانست کہ تا ہستی باقیست۔ امّا بعد از فنائے وے ذکر نیست بعد ازین اگر ہست مصدوق'' لا یذکر اللہ الا اللہ'' است وہم چنین ہمہ نسبت ہائے کمال مثل شہود و معرفت کہ در آن مقام ہمہ اوصاف وافعال راجع بحق است۔ واعبد حتی یا تیک الیقین نظر باین معنی است کہ آن جا عابد و معبود یکیست نہ آن کہ بعد از حصول تعلق عبادت ساقط است کہ آن الحاد است در دینِ حق'' اعاذاً باللہ و ایاکم مِنہ''۔ ''فلحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خلقہٖ محمد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین'' ظاہر را بامورِ شرعیہ آراستہ داشتن و باطن را بہ نسبت نقشبندیہ پیراستہ گردانیدن فوق ہمہ نعمتہا ست حقیقت نسبتِ نقشبندیہ جز این نیست کہ توجہ و اتصال صاف منزّہ و مقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمیٰ بماسواست و ہر چہ شائبہ غیریت در وے ملحوظ بود مثل اسما و صفات وغیرہ بحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام، اگر گاہے تنزل واقع شود در مرتبہ شہود وحدت الوجود یا بمقام محبت و عشق نزول نماید، زیادہ چہ نویسد۔ والسلام علی النبی وآلہٖ۔

اخوی اعزی حبیبی سید کمال مشتاق حق مطلق بودہ ما فقیران را کہ بمظاہر بمقید اند مشتاقِ خود دانند۔ کار ہمین است کہ بحقیقت مطلقہ واحدیت مجردہ متوجہ باشد واز جمیع مراتب ظہور مُعرض و غافل۔ زیادہ چہ نویسد۔ والسلام علی النبی وآلہٖ وصحبہٖ

اخوی بہ جان برابر اعزّی سیّد کمال بعنایتِ الٰہی محفوظ و محظوظ باشند۔ الحمدللہ کہ امروز بازار وحدت وجود است و از زبان عام و خاص باختیار و بے اختیار، فہمیدہ و نافہمیدہ اسرار حقیقت بالسنۂ مختلفہ و در لغات شتّٰی بر منصۂ ظہور جلوہ گری می کند چون طلوع شمس حقیقت از مغرب خلقیت و صورت قریب الوقوعست لابد کہ انوار وحدت از افق کثرت طولاً و عرضاً در نظر می درآید۔ درین ایام رباعیاتِ چند با شرح نوشتہ شد ہمین یک نسخہ پیش بندہ بود آن را بخدمت آن یار جانی و رفیق جاودانی فرستادہ شد۔ نقلے از و گرفتہ این نسخہ را واپس فرستند۔ حقیقت مراقبہ انتظار شدیدست بعد از ظہور این انتظار حصول مقصود در یک لمحہ میسّر است امید کہ لطف حق روی نماید و پردہ از روے مراد بکشاید۔

برادر باجان برابر سید کمال پیوستہ در یاد حق بنوعے کہ بالاتر از آن یادے نبود باشند۔ معلوم شریفست کہ یاد حق مراتب بسیار دارد اعلیٰ مراتب آنکہ بوجہے حق را یاد کنند کہ حق بر آن وجہ در نفس الامرست و آن وجہ معلوم خودست و آن آنست کہ ہم منزّہ است از جمیع صفات و تعینات و ہم ظاہر است بجمیع صفات و تعیّنات بلکہ مطلق است از ہمہ اعتبارات چہ اعتبار تشبیہ، چہ اعتبار اطلاق و چہ اعتبار تنزہ۔ این حقیقت کلیہ در اصطلاح صوفیہ مسمیٰ است باحدیت و لاتعین مرئی انظار سالکان طریقہ شریفہ علیہ نقشبندیہ این مرتبہ است و آنکہ گفتم کہ بر آن وجہ یاد کنند مراد این نیست کہ آن وجہ ملحوظ باشد بلکہ مراد آنست کہ آن ذات در حقیقت کہ ہر وجہ صفت اوست منظور و ملحوظ نہ دارند و آن ذات ذات بحت است کہ کثرت

کونی بلکہ کثرت صفات را آن جا نام ونشانے نیست چون این نظر دوام پذیر
سالک بنہایۃ النہایۃ رسیدہ باشد وہمین است نہایت ہمہ منتہیان درین مقام
حرف توحید متعارف زدن بیہودہ است۔

صاحبِ من میر سید کمال مدام بیادِ حق باشند۔ حضرت قبلہ گاہی ولایت
دستگاہی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ فرمودہ اند کہ شریعت ر اصورتیست
وحقیقتیست۔ طریقت وحقیقت برائے تحصیل حقیقت شریعت اند کہ درمرتبہ تکمیل
کہ ظلے است از مقام نبوت، میسّر می شود۔" الحق چہ بلاز یبا فرمودہ اند این معنی
درخور فہم ہر کس نیست۔ بلکہ بعنایت وفضل الٰہی مناسبتے بمقامات انبیا دراستعداد
نہادہ اند۔ غالبًا بوجہے از وجوہ درک آن تواند کرد۔ معارف جمعے کہ بکمال کمل
رسیدہ اند و بمناسبت ذاتی درزمرہ قرن اوّل کہ قرن صحابہ است داخل گشتہ غیر از
علوم شرعیہ چہ خواہد بود۔ این جماعہ را اسرار صوفیہ منظرہ مسائل شرعیہ فقہا گشتہ اند
وبالاتر ازین مقامے درحق بشر متصور نیست۔ ہمین جماعہ اند کہ باصطلاح شیخ اکبر
وکبریت احمر شیخ اکمل وقدوۂ کمل امام الایمہ وہادی الامۃ ابوعبداللہ محی الدین بن
محمد علی العربی الحاتمی الطائی الاندسی رضی اللہ عنہ وارضاہ مسمیٰ بملامتیہ اند ورئیس این
مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہم است۔ مطلب این گفتگوے طولانی غیر ازین
نیست کہ درجمیع مراتب شریعت را باید درنظر داشت وطالب حقیقت آن باید بود۔
اعتقاد باین معنی محکم باید بست۔ فقیر دربعضے اوراق نوشتہ است کہ منشاے شریعت
مقام احدیت (عبدیت) است کہ بالاتر از مقام حقیقت (عبودیت) است و

آن جا حقیقت اقربیت مکشوف اہل کمال است۔ ازین معلوم می شود کہ چون وحدت واتحاد وغیبت بکمال آن رسد واز آن تجاوز می کند اثنینیت ظہور می کند ومصدرِ شریعت گردد۔ ''سبحانہ سبحانہ من ان یدرک حقائق صفاتہ احد فھو العالم بذاتہ و صفاتہ '' زیادہ چہ عرض نماید کہ ہر چند حقائق این باب را نہایت پیش آمدنی نیست وبالفعل عذرے زیادہ برین چہ نویسد۔ تمام شد۔

پوشیدہ نہ ماند کہ شیخ من ورائے این حکایتے کہ گذشت مکاتبت دقیق وغامض این راہ گفتہ ونوشتہ است کہ در کتابے علیحدہ راست آید از آن میان اکثرے در نسخہ ''جمع الجمع'' نمودہ شد درین جا این قدر کافیست تبرکاً تیمناً۔ وہم مرا بشیخ خود اسولہ واجوبہ است از سخنان این طریق (بطریق) سوالے وجوابے اینست۔

سوال: حضرت صاحب دوجہانی سلامت مجملے از احوال خود بعرض اقدس می رساند۔ از روے عنایت وبندہ پروری بجواب آن سرفراز فرمایند تا حقیقت این کار واعتماد برین اسرار بعرصہ ومنصۂ ظہور رسد وآن آنست کہ بندہ معنی توحید صرف را در لباس اشیاے ظاہرہ بے ہیچ (تعینے وتقیدے فقط دریافت[1]) وخود را از ان اشیا یکے می دید واز استیلاے این حال از حقیقت (خود) غافل گشت اورا می دید کہ این ہمہ اوست کہ ظاہر است وبہر رنگ وبہر لباس کہ خوش آمدہ ظہور فرمودہ۔ درین وقت جمیع تکالیف شرعی آسان می گردید وعمل بے تکلف سر بر می زد ومی شود کہ ہر جا خود بخود می خواہد نیاز می کند وہر جا خواہد ناز می نماید پس از وجود وعدم آن غم نیست

---

[1] اضافہ از نسخۂ ندوہ

باوجود آن اعمال ظاہرہ ہم از دست نشد ہمین طور در ذکر باطن می دید کہ ہرگاہ خواست خود بخود ورزید و ہرگاہ نخواست نورزید و ہمین طور بعضے افعال شنیہ بلکہ کبیرہ بنظر در آمد کہ اگر خواہد خود بخود فرا می کند و اگر نخواہد نہ و ہیچ یکے از آن بظہور نیابد لیکن لذتے کہ از صور جمیلہ خاصہ از نساء در می یافت از مظہر دیگر کہ نمی یافت و نظر کردن بہ نامحرم باین معنی است، از جمال کہ صفت اوست محتظی می گشت و ہیچ اعمال بد یاندرین کار کہ داخل اثم است (یعنی حرام) وقوع نمی آمد غم نبود باین اگر بوقوع می آمد۔ ہمین طور از اوراد و وظائف کہ بر خود لازم گرفتہ است (در بجا آوردن) ہیچ تکلف نماند ہمین طور ادب ظاہر کہ بنسبتِ آن صاحب دو جہانی دارد سوائے ادب باطن ہیچ گاہے بدآن جہتے کہ آن صاحب است پائے دراز نہ کردہ و آب دہن و بول و غایط وغیرہ ذالک نیند اختہ و ہم دیگر آدابے کہ بتکلف بظہور می آمد بے تکلف آمد۔ از آن این اندیشد کہ ہرگاہ خواستہ در ظہور ناقص کہ از ویست۔ آن ظہور ناقص بسوی ظہور کامل خود نیازے بجا آوردہ چنانچہ جمیع موجودات کائنات کہ (مظہر) صفاتِ ویست در ظہور خاصہ الطف اکمل محمدی کہ اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام راجع است وحسن الٰہی کہ صفت اوست باین طور می باید خود را با خود سلوک کرد در این چنین اندیشہ ہای واز آرزوے کمالات و مقامات کہ از صفت کبریای اوست فارغ می بود و صفتِ طلب ہم ستی می گرفت ہر چند این صفت (طلب) از ظہور اوست۔

رباعی

در راہ حق جملہ ادب باید بود تا جان باقیست در طلب باید بود

در یکدم اگر ہزار در یابکشی طلب کم نباید در طلب باید بود

آمدہ۔ درین جار باعی کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی گفتہ آمد

چون بعض ظہورات حق آمد باطل پس منکر باطل نشود جز جاہل

در کل وجود ہر کہ جز حق بیند باشد ز حقیقت الحقائق غافل

باین قصور طلب و نارسیدن بکمالات ہیچ غم نبود و قس علی ہذا چیز ہاے بسیار مکشوف می گشت اندیشہ کہ صاحب دو جہانی کہ ظہور خاصہ اوست سبحانہ ہمہ را کماہی در می یابد، سخن را کوتاہ ساختہ قصہ بریدہ (جواب عنایت فرمایند)

(جواب) الحمدللہ و المنۃ آن چہ آن عزیز الوجود کہ یگانۂ روزگار است۔ نوشتہ است۔ حقیقت معرفت توحید است ''الحمدللہ ثم الحمدللہ''۔ اے برادر عارف ہمہ کار ہاے نیک می کند، بے آن کہ خواہشے درمیان باشد و از ہمہ کار ہاے بد مجتنب می باشد بے آن کہ (بخواہش خود) مجتنب کار بد باشد و بہمہ کس می آمیزد بے آن کہ تعلق خاطر باشد و از ہمہ کس جدا بود۔ خدا را عینِ ہمہ می داند و در ہمہ می بیند بے آن کہ ہیچ یکے را خدا گوید و خدا را در این ہمہ می یابد بے آن کہ دوی درمیان آرد۔ عارف از ہمہ مشرب ہا جداست بے آنکہ مشرب ہیچ کس را غیر مشرب خود داند و بہمہ مشرب ہا در می آید بے آنکہ آلودۂ مشرب کسے باشد۔ خدا را می خواہد بے آنکہ دردمند شود و از خدا گاہے غافل می شود بے آن کہ این غفلت را غیر حضور یابد۔ در عین غفلت حاضر بود و در عین حضور غافل۔ شہود عارف در نساء زیادہ از شہود اوست در مظاہر دیگر بحکم متابعت پیغمبر اکمل محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم در حال و در مشرب۔ عارف در ہمہ شیوہا و در ہمہ کارہا (خیر و شر[1]) لذّت تمام دارد بے (فرح) الم در ہمہ الم ہا لذّتے کلی دارد بے لذت۔ عارف ہم حق است و ہم خلق۔ خدای را عین بندگی می یابد و بندگی را عین خدای و نہ بہ بندگی کارے دارد و نہ با خدای کہ حقیقت (وراء الوراء) خدای و بندگیست۔ اگر از عارف پرسی کہ ہیچ چیز می دانی و ہیچ چیز می یابی گوید "ہیچ نمی دانم و ہیچ نمی یابم۔ و اگر گوی ہیچ چیز مجہول تو ہست یا ہیچ چیز مفقود تو۔ گوید "نیست"

(نزد او آن چہ موجود است عدم است و انچہ عدم است موجود است[2]) عارف ہمہ دارد و ہیچ ندارد۔ کارِ عارف ضد در ضد است و حیرت در حیرت و او از ین ضد در ضد و حیرت در حیرت ہیچ فکرے و اندیشہ ندارد۔ خود بخود است و خود از خود و خود سوے خود است و اختیارے درمیان نہ۔ ہر چہ در عالم واقع می شود خواست عارف است و نہ بے خواست عارفست و نہ مقصود عارف است و نہ مردود عارف۔ و ہمی عارف نامے بیش نیست عین معروف است و معروف اسمے بیش نیست بلکہ ہمین عارف است و معروف کہ عین حیرت است۔ کجا معروف و کو حیرت؟ کہ ہر دو در حقیقت ذات عارف گم است۔ انچہ از عارف معلوم است عین والف (عارف) است باقی ہمہ اوست کہ ہم معلوم و ہم مجہول است و نہ معلوم و نہ مجہول۔ عارف چون از حساب بر آمدہ است دنیا و آخرت او را یکیست۔ و بہشت و دوزخ یکیست۔ بشنو کہ سخن مجمل گفتہ شد۔ این وقت گنجائش تفصیل نیست مجمل آنکہ خدا

---

[1] اضافہ از مرتب [2] اضافہ از نسخۂ ندوہ

رایاد کن بے آنکہ غرضے ومطلبے داشتہ باشی وکارہاے ممنوع شرع مکن بے آن کہ تنگی ونفرتے از آن درخود یابی واز صفات حمیدہ وحسنہ کن بے آنکہ بآنہا تعلق داشتہ باشی (می باش بہر وجہ واقع می شود بے آنکہ تعلق داشتہ باشی ہیچ چیز واز لذّت شرعیہ بہرہ مند شو بے آن کہ غافل باشی۔ نہ دعوای معرفت داشتہ باشی ناشہود۔ نہ حاضر باش نہ غافل نہ بندہ باش نہ خدا نہ ہست باش نہ نیست۔ متابعت محمد رسول اللہ لازم دانی بے آنکہ محمد را غیر حق دانی یا حق را منحصر دانی در محمد۔ بدانکہ محمد حق است وحق محمد است محمد عالم است وعالم محمد وتو عالمی وحقی وعالم وحق توی حق حق حق محمد محمد محمد اینست کمال کمال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وہو عین حقیقت الحال۔ والسلام فقط۔

باتمام رسیدہ کتاب ''اسراریہ'' کہ مقصود آن شرح احوال ومقامات دوستانِ او بودہ سبحانہٗ کہ بقدم صدق سلوک وسیر الی اللہ تمام کردہ اند وپے بکعبۂ مقصود سیر فی اللہ بردہ۔ حکمت، در ایجاد عالم وجود ظہورِ ایشانست ومقصد اظہار بنی آدم شہود ونور ایشان۔ رباعی

این نسخہ ذکر اہل دلہاے کرام — کز وے ہمہ بوے انس آید مشام[1]
زان بوی رسید بادۂ مقصود بکلام — در سال ہزار وشصت ونہ گشت تمام

۱۰٦۹ھ

---

[1] درنسخہ ''تمام''

فہرست مآخذِ حواشی و مصادرِ تصحیح متن

القرآن کریم
اخبار الاخیار
المنجد
آب کوثر
آثار الصنادید
آئین اکبری
بوستانِ سعدیؒ
تاریخ امروہہ
تاریخ ادبیات ایران
تاریخ محمدی
تاریخِ واسطیہ
تجلیات ربانی
تحقیق الانساب
تذکرہ علمائے ہند
تذکرۃ الکرام
تذکرہ خواجہ باقی باللہ
تزکِ جہاں گیری
جوہر تقویم
دیوان حافظ
دیوانِ جامیؒ
ذکر جمیع اولیاء دہلی
رشحات
ریاض الشعراء
رودِ کوثر
سبحۃ الابرار
غیاث اللغات
فرہنگ جہاں گیری
فوائد الفواد

قاموس المشاہیر
قاموس الجدید (لغت)
قوۃ الکلام
کشف المحجوب
گلزار ابرار
گلستانِ سعدیؔ
ماثر الامراء
مثنوی مولانا روم
مجمع الشعرای جہانگیر شاہی
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ
مصباح اللغات
مقاصد العارفین
مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
مکتوبات شیخ احمد سرہندی
مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی
منتخب اللغات
منتخب التواریخ
مراۃ الاسرار
موج کوثر
نخبۃ التواریخ
نفحات الانس
نزہت الخواطر
واقعات مشتاقی

ملفوظ

''ظاہر را با مور شرعیہ آراستہ داشتن و باطن را نسبت نقشبندیہ پیراستہ گردانیدن فوق ہمہ نعمت ہاست۔ حقیقت نسبت نقشبندی جز این نیست کہ توجہ و اتصال صاف منزّہ و مقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمّٰی بما سواست و ہر چہ شائبۂ غیریت در وے ملحوظ بود مثل اسماء و صفات نیز بحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام''

از: خواجہ عبداللہ خرد

اِشاریہ

رجال، اماکن، کتب

رجال

الف

ابا بکر سنبھلی شیخ:۔۹۵،۱۷۹،۱۷۹،۱۸۰،
۱۸۳،۳۵۴،۳۵۴،۸۰۹،۸۱۰

ابن عباس (رضی اللہ عنہ):۔۴۱۶،۴۱۶

ابن ابی الدنیا:۔۶۱۳

ابن جوزی:۔۴۱۹،۴۱۹،۷۶۴،۷۶۴

ابن عربی (شیخ محی الدین):۔۴۱،۴۵
۵۶،۵۹،۵۹،۵۹،۶۰،۶۳،۶۳،۶۷،
۸۴،۸۴،۸۴،۳۲۷،۳۴۲،۳۴۲،۳۹۳،
۳۹۴،۳۹۴،۴۳۸،۶۴۰،۷۵۸،۸۶۲

ابن حجر استقلانی شیخ:۔۴۱۹

ابی بکر صدیق (حضرت سیدنا صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ):۔۶۰،۶۰،۶۳،۷۳،۱۷۳،
۲۱۷،۲۸۲،۲۸۲،۳۱۱،۴۰۱،۴۰۱،
۴۳۸،۶۵۴،۷۵۳،۷۶۴،۸۶۲

ابوبکر اسکاف:۔۲۴۶،۲۴۶ح

ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ):۔۱۶۳ح

ابوبکر کتانی:۔۷۲۶،۷۲۶

ابوبکر رازی:۔۴۶۹

ابوبکر قتال شاشی شیخ:۔۶۴۷

ابوبکر طوسی:۔۲۹۰ح

ابوتراب شیرازی شاہ:۔۶۴۳

ابوتراب بھٹھی:۔۶۶۵،۶۶۶

ابوتراب کالپی شیخ:۔۶۸۶

ابوجہل:۔۲۴۱، ۲۷۴، ۳۹۵،۶۵۴،
۷۹۳

ابوحفص حدّاد:۔۵۷۶

ابوالبراکات:۔۶۷۵

ابوالحسن خرقانی شیخ:۔۲۱۷،۴۹۴

ابوالحسن بصری:۔۸۸

ابوالحسن بھکری:۔ ۵۳۵، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۶، ۵۳۷
ابوالحسن (گنوری):۔ ۶۱۴
ابوالحسن قزوینی شیخ:۔ ۷۰۷
ابی الحسن الاشعری:۔ ۷۶۱
ابی الحیاۃ:۔ ۶۲۶
ابی عبداللہ فیروزی:۔ ۴۴۶
ابوالخیر سنامی:۔ ۷۸۹
ابوالخیر تینانی:۔ ۱۶۰
ابوالخیر کشمیری خواجہ:۔ ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸
ابوالفتح پھلتی شیخ:۔ ۴۵۵
ابوالفیض:۔ ۲۶۷
ابوالقاسم خلال مروزی:۔ ۱۶۰
ابوالقاسم شیخ خواجہ:۔ ۲۱۷، ۳۴۵، ۳۴۵
ابوالقاسم نصیر آبادی:۔ ۶۲۳
ابوالقاسم ردولوی:۔ ۳۹۰، ۳۹۱
ابوالوفا خوارزمی خواجہ:۔ ۸۲۱، ۸۶۵
ابی مسعود خودش:۔ ۴۳۸
ابو حنیفہ (امام اعظم):۔ ۱۶۶، ۱۶۶، ۲۰۵، ۲۹۴، ۴۱۸
ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ):۔ ۶۵
ابوذر بوزجانی:۔ ۶۷۸
ابورضا دہلوی:۔ ۴۴۵، ۴۴۷
ابورضا رتن:۔ ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸
ابوالمناف شیخ امروہہ:۔ ۱۶۹ح، ۱۶۹، ۱۶۹ح، ۱۷۰ح
ابوسعید ابوالخیر (شیخ):۔ ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۵۳، ۳۵۱، ۶۲۳
ابوسعید آبنیر ی:۔ ۴۵۱
ابوسعید خراز:۔ ۴۳۸
ابوسعید شیخ:۔ ۳۴۵، ۳۴۵، ۳۴۵
ابوسعید شیخ (گنگوہ):۔ ۵۷۲، ۵۷۲، ۵۷۲
ابوسہیل صعلوکی:۔ ۴۶۹
ابوطالب:۔ ۲۷۴

ابوطالب سید:۔۶۲۹،۶۳۰
ابوہاشم:۔۸۳۲
ابوالہاشم شریک قاضی:۔۳۹۲،۳۹۲
ابوالعباس:۔۶۲۲،۶۲۳
ابوعبداللہ خفیف:۔۸۵،۱۵۳، ۲۴۶،
۲۴۶ح،۴۱۳،۴۱۳،۴۱۳،۴۴۹،۶۲۳
ابوصالح حدثانی:۔۱۶۰،۱۶۰
ابوالفضل شیخ:۔۷۱۰
ابوالفضل سید واسطی:۔۷۹۴
ابوعلی دقاق:۔۶۹ح
ابوعلی سیاہ:۔۶۶۲،۷۲۷
ابوعلی فارمدی:۔۲۱۷
ابوعمر دمشقی:۔۷۸۹
ابوالمعالی بلگرامی شیخ:۔۶۳۶،۶۳۸
ابوالمعالی سید:۔۷۹۴
ابوالمعالی شاہ، قادری:۔۸۹،۵۵۱
ابوالمعالی شیخی چشتی :۔۷۴۷، ۷۴۸،
۷۴۸
ابوالمکارم سنبھلی:۔۵۸۰،۵۸۲
ابومدین شیخ:۔۴۷۹
ابومدین مغربی:۔۸۲۲
ابویزید بستامی (شیخ):۔۱۵۳، ۲۱۷،
۲۶۳،۲۷۴،۳۶۶،۳۸۹،۳۸۹،۳۸۹،
۴۳۸،۴۹۴،۴۹۵،۴۹۵،۴۹۵،۴۹۵
ابویعقوب یوسف ابن ایوب
ہمدانی:۔۵۵۳
ابویعقوب مذبوری:۔۵۷۵
ابویوسف ہمدانی خواجہ:۔۲۱۷
ابدال سنبھلی شیخ:۔۵۰۸،۵۰۹،۷۴۵
ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔
۴۱۰،۴۱۰،۵۹۶،۵۹۶،۵۹۶،۷۹۳
ابراہیم اکبرآبادی:۔۲۹۹
ابراہیم حسین:۔۴۱۹،۴۲۱
ابراہیم سندھی:۔۱۹۱

براہیم پشاور:۔۵۵۷
براہیم شیخ:۔۸۱۰،۸۱۱
براہیم شیخ سنبھلی:۔۵۸۳،۵۹۶،۵۹۸
براہیم شہید:۔۶۷۷
بسال:۔۴۹۰
جیت:۔۷۲۴
حمد (شیخ احمد سرہندی):۔۴۰، ۴۰،
۶۷،۷۹،۸۱،۸۱ح،۸۲،۸۲،۸۴،۸۶،
۸۷، ۸۷، ۸۷، ۸۸، ۸۸، ۱۰۱، ۱۸۷،
۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۱، ۱۹۸، ۱۹۸، ۲۸۰،
۲۸۰،۲۸۲، ۲۹۹، ۲۹۹ح، ۳۰۳، ۳۰۳،
۳۰۴، ۳۸۴، ۴۰۵، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۷۰،
۴۹۷،۶۶۲،۶۸۷،۷۳۲،۷۴۵،۸۶۲
احمد بسوی خواجہ:۔۲۵۸، ۲۵۸، ۴۵۰،
۶۴۸
احمد جام:۔۲۱۵،۵۱۳،۵۱۳،۵۱۴
احمد خواجہ:۔۲۱۶،۲۱۷،۲۱۷
احمد خواجہ:۔۷۱۴،۷۱۴،۷۱۵
احمد (سید):۔۱۴۸
احمد (سید):۔۱۵۶،۱۵۷،۱۵۸
احمد (سید):۔۴۰۸
احمد سنامی شیخ:۔۳۳۲، ۳۳۶، ۳۳۷،
۳۳۹،۴۲۲
احمد شیخ ابن شیخ فتح اللہ سنبھلی:۔۳۵۲
احمد شیخ گجراتی:۔۴۷۹
احمد شہید:۔۶۷۷
احمد دہلوی:۔۴۹۱،۴۹۲،۴۹۲،۴۹۳
احمد برہی:۔۸۰۵،۸۰۵،۸۰۵،۸۰۶،
۸۰۶،۸۰۷،۸۰۷
احمد غریب سید:۔۳۹۶،۳۹۸،۳۹۸
احمد غزالی (خواجہ):۔۱۵۲
احمد غزالی شیخ:۔۵۱۶،۵۱۶
احمد قاضی:۔۴۸۶
احمد لاہوری (خواجہ شیخ):۔۶۱

اختیار خان حسن پوری:۔۱۸۲، ۱۸۲، ۱۸۳،۱۸۳،۱۸۳
اخلاص فریدآبادی:۔۳۷۰،۳۷۲
آخوند:۔۷۵۶،۷۵۶،۷۵۶،۷۵۷
آدم بنوری شیخ:۔۱۸۸، ۳۰۴، ۴۵۰، ۴۵۶،۵۵۸
آدم سنبھلی شاہ:۔۷۲۸،۷۳۰
آدم سنبھلی شیخ:۔۳۷۸، ۳۸۰، ۳۸۰، ۳۸۳،۳۸۴،۶۵۶
آصف خان گجراتی:۔۵۳۵
ارزانی شیخ:۔۳۷۹، ۳۷۹، ۳۷۹، ۳۷۹،۳۸۰،۳۸۰
اسحاق پنجاب سید:۔۴۷۵، ۴۷۵، ۸۱۱
اسحاق خواجہ:۔۲۰۹،۲۰۹
اسحاق شیخ:۔۳۸۳
اسدخاں سنبھلی (شاعر):۔۷۵۲
اسماعیل:۔۳۱۵
اسماعیل اتا:۔۶۴۸،۶۴۸
اسماعیل حافظ:۔۴۴۷
اسماعیل شیخ:۔۴۲۰،۴۳۳
اسماعیل شیخ:۔۱۴۳
اسماعیل شیخ دہلوی:۔۴۴۵،۴۴۶
اسماعیل شیخ (فاروقی):۔۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۸،۴۸۸
اسماعیل قصری:۔۳۰۱ح،۳۰۱ح
اسکندر شیخ:۔۸۴۰
اشرف دہلوی شیخ:۔۴۲۱،۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۳
اشرف سید:۔۴۰۸
اشرف سید:۔۸۰۴
اسلام شاہ بن شیر شاہ:۔۶۲۸،۶۳۱
اعلم خاں سنبھلی:۔۵۷۹

آغا رشید:۔۶۳
افلاطون:۔۲۹۸
اکبر(جلال الدین محمد اکبر):۔۸۹،
۱۶۹ح، ۱۶۹ح، ۳۵۵، ۳۶۰، ۳۸۵،
۴۱۲،۴۸۱،۵۳۹،۵۴۸ح،۶۱۷،۷۴۵،
۷۹۹،۸۰۵،۸۰۷،۸۰۸
اکرم سید:۔۸۰۴،۸۰۴
الہداد(شیخ):۔۴۱،۷۹،۸۲،۹۷،۹۹،
۱۰۱،۱۰۱،۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳،۱۰۶،۱۰۸،۱۲۶،
۱۳۰، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۵۶،
۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۰، ۳۳۹، ۳۴۲، ۳۵۴،
۴۷۸،۵۰۸،۵۵۶،۷۰۰
الہداد سہسوانی:۔۴۴۲
الہداد شیخ:۔۲۱۲،۲۱۲
اللہ بخش (شیخ گڑھ مکتیسری):۔۹۰،
۱۶۸،۱۶۹،۱۹۳،۵۱۰۵۱۰،،۵۲۲،۶۵۳،
۶۵۴،۶۵۵،۶۵۵،۷۲۳،۸۴۳،۸۴۳
اللہ بخش سہارنپوری :۔۴۵۸
اللہ بخش لاہوری:۔۳۸۴،۳۸۴،۳۸۴
اللہ داد شیخ :۔۴۸۲
اللہ یار سید امروہہ:۔۵۲۰،۵۲۰،۵۲۱،
۸۱۸،۸۱۹
اللہ دیا شیخ:۔۳۵۲،۳۵۲،۴۲۲
اللہ دیا عثمانی شیخ:۔۵۱۰ح
الماس :۔۴۳۰،۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱
امام حسن (رضی اللہ عنہ):۔۸۱۹،۸۳۹
امام حسین (رضی اللہ عنہ):۔۲۶۹،۲۶۹،۲۶۹،
۷۹۴،۸۱۹
امام زین العابدین:۔۴۲۵، ۷۹۴
امام جعفر صادق :۔۲۱۷،۲۸۳، ۴۲۵،
۴۲۶،۴۹۵،۴۹۵،۴۹۵،۷۹۴
امام محمد مہدی:۔۶۳،۵۳۴
امام ہادی علی نقی:۔۷۹۴
امام علی رضا:۔۷۹۴

امام غزالی:۔۳۱۵،۳۱۵
امام شافعی:۔۴۶۷
امان پانی پتی شیخ:۔۴۸۲،۶۳۱،۶۳۱
امان اللہ پانی پتی:۔۳۹۴،۳۹۴ح
امان اللہ شیخ:۔۶۲۰،۶۲۱
امجد سید:۔۴۰۸،۴۰۸،۴۰۸،۸۰۴،۸۰۸
امجد شیخ سنبھلی:۔۴۲۴،۴۲۹
امیر عمر:۔۲۲۸،۲۲۹،۲۲۹
امین الدین گنوری:۔۶۱۲
امین الدین لاہور شیخ:۔۳۱۷، ۳۱۷،
۳۱۸،۳۱۸
انوری (شاعر):۔۶۶۸
اوحد الدین کرمانی شیخ:۔۵۱۶،۵۱۶،
۶۹۱
اویس قرنی (رضی اللہ عنہ):۔۶۰، ۶۰، ۴۹۴،
۸۴۱
اویس سید:۔۸۴۰

ب

بابا اسحاق مغربی:۔۴۷۹
بابا پربھو:۔۶۷۹،۶۸۲،۶۸۲
بابا پیارے کودر:۔۷۸۴،۷۸۴
بابا سماسی خواجہ:۔۲۱۷
بابا محمود طوسی:۔۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۲،
۷۱۳،۷۱۳
بابا والی شیخ:۔۲۵۹
بابر بادشاہ ظہیر الدین محمد:۔۵۰۵،
۶۲۸،۶۲۸،۶۷۶،۶۷۶،۷۰۳
باقی:۔۲۰۳،۲۰۳،۲۰۳،۲۰۳
باقی خان:۔۲۱۷،۲۱۷،۲۱۷
بانو (بی بی سنی):۔۷۷۸،۷۷۹
بایزید سنبھلی شیخ:۔۵۱۲
بایزید میرٹھ شیخ:۔۵۶۱،۵۶۲
بایزید دہلوی شیخ:۔۶۴۴،۶۴۵
بادشاہ خواجہ:۔۲۶۲،۲۶۵

بدرعالم شیخ (مفتی):۔۶۲۲
بدرالدین شیخ فاروقی:۔۴۸۵
بدرالدین شیخ:۔۶۸۶
بدرالدین لونی:۔۳۷۲
بدہ فریدآبادی سید:۔۴۱۵
بدہ سید:۔۷۹۴، ۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۵،
۸۰۵،۸۰۵،۸۰۶،۸۰۷
بدہو شیخ مرید شیخ اشرف:۔۴۲۳
بدیع الدین شاہ مدار:۔۳۱۱،۳۱۱،۳۱۱،
۳۱۱،۶۸۴،۶۸۴،۶۸۴،۶۸۴، ۶۸۵،
۶۸۵
بدیع الدین سہارنپوری شیخ:۔۳۰۳،
۷۴۵
برہان الدین (گنوری):۔۶۱۴
برہان الدین شیخ:۔۲۶۷،۲۶۷
برہان الدین شہید:۔۶۷۷
برہمندر:۔۱۶۵
برنج (وزیر راجہ بھوج):۔۶۸۹
بشر حافی:۔۵۷۶
بلال (رضی اللہ عنہ):۔۲۴۱،۳۹۵
بلاول قادری شیخ:۔۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۰،
۲۳۱،۲۳۱
بلّو:۔۷۰۶
بفخان:۔۴۰۸،۴۰۸،۵۸۹
بہاء الدین نقشبندی (خواجہ بزرگ):
۴۵،۶۳ ح،۱۲۵،۱۶۶،۲۱۷،۲۶۲،۳۵۳،
۳۵۳،۴۶۵،۵۰۸،۸۱۴،۸۱۶
بہاءالدین محمد والدرومی:۔۳۸۹ ح
بہاءالدین زکریا ملتانی:۔۲۶۹،۳۳۹،
۳۹۱،۶۱۲
بہاءالدین بن شیخ محمود:۔۱۵۵،۶۶۳
بہاءالدین بودلہ شیخ:۔۲۰۱،۵۱۵
بہاءالدین بودلہ:۔۶۷۹،۶۸۰،۶۸۰،
۶۸۰،۶۸۰،۶۸۰

بہاء الدین پرتاوا شیخ:۔۲۹۷، ۲۹۸،
۲۹۸،۲۹۸،۲۹۸
بہاءالدین سید:۔۸۴۰
بہاءالدین شیخ مجذوب:۔۲۰۰
بہاء الدین شیخ فاروقی:۔۴۸۴، ۴۸۵،
۴۸۷،۴۸۸
بہاءالدین عاملی شیخ:۔۴۶۴
بہاءالدین غوری:۔۲۷۱،۲۷۱
بہاءالدین میرٹھی شیخ:۔۶۴۴
بہاءالحق خواجہ:۔۲۵۸
بہلول دانا:۔۶۷۸
بی بی خدیجہ(دختر عمر شہ):۔۸۰۴،
۸۰۴
بی بی عائشہ:۔۴۰۹
بی بی دولہ (زوجہ شیخ الہداد):۔۱۴۱،
۱۴۱،۱۴۱،۱۴۱،۱۴۲،۱۴۲،۲۸۵
بی بی قطب:۔۱۴۳
بی بی سایندی:۔۷۷۹
بی بی رجی دہلوی:۔۷۸۲
بی بی پھول:۔۸۰۵
بیر بر:۔۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۸، ۶۱۹،
بیرنگ (خواجہ محمد باقی باللہ):۔۴۰، ۴۰،
۴۱، ۵۹، ۶۱، ۶۱، ۶۱، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۶،
۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۸۰، ۸۰، ۸۰، ۸۱، ۸۱،
۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۰، ۹۰،
۹۰، ۹۰، ۹۰، ۹۱، ۹۱، ۹۱، ۹۲، ۹۲، ۹۲،
۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۹۹،
۹۹، ۱۰۰، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۳، ۱۰۵،
۱۰۵، ۱۰۹، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹،
۱۴۱، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۳، ۱۴۳،
۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۵، ۱۵۶،
۵۶، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۲،
۱۶۴، ۱۶۴، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷،
۱۶۸، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶،

۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۴،
۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۱۱، ۲۱۶، ۲۳۵،
۲۳۵، ۲۳۵، ۲۴۳، ۲۴۳، ۲۵۸، ۲۶۰،
۲۶۱، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۴،
۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۰، ۲۸۰،
۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۶، ۲۹۶، ۲۹۶،
۲۹۹، ۲۹۹ح، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۳۲،
۳۴۶، ۳۵۴، ۳۹۲، ۳۹۴، ۴۱۳، ۴۱۴،
۴۱۴، ۴۱۴، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۴، ۴۲۴،
۴۲۹، ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۴۳، ۴۴۳، ۴۴۵،
۴۴۶، ۴۴۶، ۴۷۱، ۴۷۴، ۴۸۲، ۴۸۳،
۴۹۳، ۴۹۳، ۴۹۳، ۴۹۳، ۵۲۲، ۵۵۶،
۵۷۵، ۶۰۸، ۶۳۵، ۶۵۵، ۶۵۶، ۷۱۸،
۷۴۳، ۷۸۱، ۷۸۱، ۸۱۰، ۸۱۵، ۸۲۰،
۸۲۴، ۸۲۴، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۳۷، ۸۳۹،
۸۴۱، ۸۴۱، ۸۴۱، ۸۴۳، ۸۴۹
بھوہ بخاری سید :۔۲۱۲، ۲۱۲ح، ۲۱۵،
۵۶۰، ۶۹۰، ۸۰۹، ۸۲۷
بھوانی :۔۷۰۰
بھوانی شاہ :۔۶۹۸، ۶۹۹، ۶۹۹، ۷۰۰
بھکاری حافظ شیخ :۔۲۰۴، ۲۰۴
بھکنڈی :۔۷۲۵
بھیکا دہلوی شیخ :۔۷۱۸، ۷۱۹، ۷۱۹،
۷۲۰

پ

پیر محمد شیخ :۔۶۵۳، ۶۵۳، ۶۵۴
پیر محمد خان :۔۲۱۷، ۲۱۷، ۲۱۸
پیر میرٹھی شیخ :۔۲۵۰، ۳۴۸، ۵۶۱، ۷۴۵
پیر کمال سنبھلی :۔۷۲۹
پرویز دہلوی شاہ :۔۷۱۶، ۷۱۶
پرویز سنبھلی شاہ :۔۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۳،
۷۱۴، ۷۱۵

ت

تاج الدین (شیخ سنبھلی) :۔۹۰، ۹۰،

۹۱، ۹۱، ۹۲، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۷۹،
۱۹۸، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۳،
۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۶، ۳۳۱، ۳۴۲، ۳۴۳،
۴۱۴، ۴۱۴، ۴۲۱، ۴۲۴، ۴۲۴، ۴۲۹، ۵۹۰،
۵۱۱، ۵۱۲، ۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۴۸، ۶۰۳،
۶۰۵، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۴۲،
۶۵۸، ۷۴۴، ۸۱۰
تاج الدین بلگرامی شیخ تاجو:۔ ۴۳۶،
۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۲، ۴۴۲
تاج الدین سید امروہہ:۔ ۸۰۱ح
تاج الدین (مفتی):۔ ۶۲۲
تاتار خان:۔ ۲۴۴
تاج خان دکنی:۔ ۶۳۱
تاج عالم شیخ:۔ ۷۵۳، ۷۵۳
تان سین:۔ ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۰، ۳۶۰،
۵۷۷، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸ح،
۷۰۸ح، ۷۰۸ح
تقرب خاں حکیم:۔ ۴۲۶، ۴۲۷،
۴۲۷، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۸
توعان (لوقان):۔ ۷۰۶

ٹ

ٹوڈرمل:۔ ۴۱۲، ۴۱۲، ۴۱۳

ج

جامی خواجہ:۔ ۲۱۵
جان سید:۔ ۳۹۹، ۷۶۴
جان محمد میرٹھی شیخ:۔ ۴۷۰، ۴۷۱
جانانہ بیگم (دختِ بیرم خاں):۔ ۷۸۴
جانی (خادم خواجہ خرد):۔ ۱۱۲
جانی مولانا:۔ ۷۱۲، ۷۱۲
جبرایل علیہ السلام:۔ ۴۱۰، ۴۱۰، ۵۰۹،
۶۸۵، ۷۳۹
جعفر ثانی:۔ ۷۹۴
جعفر (جمعہ):۔ ۷۲۱
جعفر سید:۔ ۴۰۸، ۷۱۴

جعفر شیخ:۔۴۷۶
جعفر محمد (شیخ):۔۱۷۷،۱۷۷،۱۷۷
جلال الدین سید مخدوم جہانیان :۔
۲۶۸،۲۶۸ح، ۲۷۱،۲۷۲،۲۷۲، ۳۵۱،
۴۳۵،۴۷۸
جلال الدین سیوطی شیخ:۔۴۱۶،۶۱۳
جلال الدین تھانیسری (شیخ):۔۳۲۳
جلال الدین (حافظ):۔۱۵۵،۱۵۶
جلال الدین تبریزی (شیخ):۔۲۱۵
جلال الدین شیخ:۔۶۸۰
جلال الدین کسکی شیخ:۔۲۹۶،۲۹۶
جلال بخاری سید:۔۲۶۸ح
جلال قاسم تبریزی سید:۔۱۶۹
جلال سنبھلی شیخ:۔۳۴۴،۴۲۴
جلال دوّانی مولانا:۔۴۵۷،۷۱۱
جمال الدین حسین:۔۲۸۴،۲۸۵
جمال الدین دہلوی جمالی :۔۴۷۹،
۴۸۱
جمال الدین شیخ بلگرامی:۔۴۴۲،۴۴۳
جمال الدین شیخ سنبھلی:۔۴۲۵،۴۲۹
جمال الدین شہید:۔۶۷۷
جمال عاشق شیخ :۔۱۹۷، ۱۹۷، ۱۹۷،
۱۹۷ح،۱۹۸
جمال خان مفتی دہلی:۔۳۳۰،۳۳۰ح
جمال چاندیری:۔۷۹۰،۷۹۰
جمالی شیخ سنبھلی:۔۴۹۶
جمن:۔۷۹۷،۷۹۸،۷۹۹
جنید شیخ:۔۴۱۳،۴۱۴،۴۹۸
جنید شیخ سنڈیلہ:۔۶۱۵،۶۵۷،۶۵۷
جہانگیر بادشاہ:۔۲۰۸،۲۱۲،۲۲۰،۲۴۹،
۲۵۱، ۳۴۸، ۳۷۶، ۴۶۰، ۴۶۱، ۵۰۷،
۵۳۹، ۵۴۸ح، ۵۶۰، ۷۰۶، ۷۰۷،
۷۴۵،۷۶۹
جہانگیر سنبھلی شاہ :۔۷۰۵، ۷۰۶،

۷۰۶،۷۰۶،۷۰۶

جھوجھو:۔۲۵۵،۶۷۰،۶۷۱،۶۷۱

جھولن شیخ:۔۲۵۶،۲۵۶

جواد محمد تقی:۔۷۹۴

جوگی:۔۸۰۸

چ

چاند سید:۔۷۹۴، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۴

چائلدہ سنگی:۔۲۵۷،۲۵۷،۲۸۷،۲۹۶، ۶۱۸

چندن دیوانہ:۔۶۷۹،۶۸۲،۶۸۳

چندر بھان منشی برہمن:۔۷۷۰

چوکھا شیخ (فتح اللہ):۔۲۵۵، ۷۰۷، ۷۰۹

ح

حاتم شیخ سنبھلی:۔۳۰۸، ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۰۹، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۲، ۷۰۶، ۷۴۷

حاتم سنبھلی شیخ:۔۵۶۳

حاتم سید:۔۳۲۲

حاجی توکل:۔۳۴۶، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۷

حاجی محمد خیر آبادی:۔۴۵۷

حاجی محمد سید:۔۱۹۴،۱۹۵،۳۴۴،۳۴۴، ۴۲۶

حاجی قوام:۔۵۱۲

حاجی حسین سیاح:۔۵۸۳، ۵۸۳، ۵۸۳،۵۸۴

حاجی محمد نگینہ:۔۳۸۷

حاجی محمد مُلّا:۔۳۸۴

حاجی میر دوست:۔۴۶۰،۴۶۱،۴۶۲

حاجی محمود:۔۷۵۲

حاذق حکیم:۔۷۶۵، ۷۶۵ح، ۷۶۶، ۷۶۶

حامد سید:۔۷۹۴،۸۰۴،۸۰۵
حامد شہید:۔۳۳۸،۳۳۸
حافظ شیرازی :۔۲۰۶، ۲۲۵، ۳۲۰،
۳۵۶،۳۵۷،۳۶۰ ح،۳۶۲،۴۰۰،۴۱۳،
۴۶۵، ۴۷۴، ۵۱۱، ۵۶۱، ۵۸۱، ۵۹۳،
۶۰۹، ۶۱۱، ۶۲۵، ۶۳۷، ۷۶۲، ۸۳۱،
۸۳۷
حبیب اللہ وارستہ شیخ:۔۳۵۲،۳۵۲،
۳۵۵
حبیب محمد دہلوی شیخ:۔۶۴۶،۶۴۶
حجت اللہ (خواجہ):۔۱۰۷،۱۰۸،۱۰۹،
۱۰۹
حسام الدین شاشی مولانا:۔۴۹۲
حسام الدین احمد (معروف بہ خواجہ ابرار)
۴۱،۷۹،۸۸،۸۸،۸۸،۸۹،۹۰،۹۱،۹۱،
۹۱، ۹۱، ۹۱،۹۲،۹۲،۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷،
۹۷،۹۸،۹۸،۱۰۱،۱۰۳،۱۰۳،۱۰۴،۱۰۴،
۱۰۵،۱۰۶،۱۸۴،۲۰۴،۲۴۹،۲۶۶،۲۶۶،
۲۷۳،۲۷۳،۲۷۴، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۹۰،
۳۱۰، ۳۵۴، ۳۹۲، ۴۱۹، ۴۱۹، ۴۴۳،
۷۲۱،۷۲۱،۸۴۸
حسام الدین محمد :۔۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۵،
۱۳۵
حسن بصری خواجہ:۔۳۹۵
حسن کشمیری مولانا:۔۲۸۷، ۲۹۰،
۳۶۸،۳۶۸،۷۷۴،۷۷۵
حسن (شیخ):۔۱۴۵
حسن شیخ:۔۴۷۷،۴۷۸،۴۸۴
حسن شیخ سنبھلی:۔۵۰۴
حسن عارف سید:۔۵۸۵، ۵۸۶،
۵۸۶،۵۸۸
حسن قوال:۔۵۱۹،۵۱۹
حسین واعظ کاشفی مولانا:۔۹۳ ح،
۳۹۱،۴۸۰

حسین سید (جگ سوز):۔۹۷
حسین ناگوری شیخ:۔۳۱۴ح،۳۱۵
حسین (شیخ سنبھلی):۔۱۰۴، ۲۷۷،
۲۷۷، ۲۷۷، ۴۷۷، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴،
۶۶۹
حسین دہدہہ شیخ:۔۲۲۰
حسین شیخ مولانا:۔۲۵۰،۲۵۰
حسین شیخ:۔۳۵۸،۳۵۸،۳۵۹،۳۵۹
حسین سرمست:۔۳۱۵،۶۳۲
حسین محمد:۔۲۷۷
حسین محمد سنبھلی:۔۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۳،
۶۲۳،۶۲۵،۷۵۳
حسین سورتی:۔۳۹۶
حسین شیخ اکبرآبادی:۔۵۴۵،۵۴۶
حسنین سید:۔۷۹۴
حکیم سنائی خواجہ:۔۶۶۳،۶۷۸،۷۷۳
حکیمی (شاعر، سنبھلی):۔۷۴۷،۷۴۷،
۷۴۷
حمزہ سلطان:۔۱۰۹،۱۰۹
حمید مفسر شیخ:۔۴۲۰،۴۳۳،۴۳۳،۴۳۳
حیدر مولانا:۔۵۶۴
حیدر خواجہ:۔۳۵۲

خ

خانخانان بیرم خاں:۔۱۸۱،۲۶۹،
۲۶۹،۷۸۴
خانشہ:۔۷۹۱،۷۹۱
خاقانی:۔۶۶۸
خانو گوالیاری شیخ:۔۳۱۰ح، ۳۱۴،
۳۱۴ح
خزاز دینوری:۔۳۶۹
خضر (ابوالعباس خضر علیہ السلام):۔
۵۵، ۶۴، ۶۴، ۱۲۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۲۳۳،
۲۶۶، ۲۷۰، ۴۳۶، ۴۴۸، ۵۰۹، ۶۴۲،
۶۹۵، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۳۳،

۸۱۹،۷۴۶
خضر بریلی سید:۔۴۸۸،۴۸۹،۴۹۰
خضر خواجہ:۔۲۳۳،۲۳۳
خضر دہلوی شیخ:۔۳۷۳،۳۷۵،۳۷۶
خلیل پسر شیخ یحییٰ:۔۴۰۸
خواجگی املنگی مولانا:۔۲۱۶، ۲۱۷،
۲۱۷،۲۵۸،۲۵۹ح
خواجہ لاہوری مُلّا:۔۲۲۳،۲۲۴،۲۲۴،
۲۲۴،۲۲۵،۲۲۵
خواجہ خاوند محمود:۔۲۶۴،۳۸۵
خواجہ ارغون:۔۶۸۴
خواجہ حسین معین الدین ثانی:۔۷۴۹
خیالی دہلوی شیخ:۔۶۹۰،۶۹۱

د

دانیال شیخ:۔۲۹۰ح
دانیال شاہ زادہ:۔۳۵۵
داس:۔۶۴۷
داراشکوہ:۔۵۶۷،۵۶۷
دانا دہلوی (الوالحسن):۔۷۷۴،۷۷۴،
۷۷۴،۷۷۷،۷۷۷
داؤد علیہ السلام:۔۲۸۹
داؤد کشمیری صوفی:۔۲۰۶
داؤد بن شیخ صادق گنگوہی شیخ:۔
۵۵۴،۵۵۹،۵۵۹
داؤد بن سید حسنین:۔۷۹۴
داؤد مولانا:۔۲۵۰
درویش محمد خواجہ:۔۲۱۷،۲۵۹ح
درویش محمد:۔۶۴۹،۶۴۹،۶۵۰
درویش محمد سید:۔۴۳۳
درویش مجہول:۔۶۹۴،۶۹۵،۶۹۶
دراج شیخ:۔۳۶۹
دلاور (امروہہ):۔۸۴۴
دوبے چند:۔۴۳۰،۴۳۰،۴۳۰،۴۳۱،
۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱،۴۳۱

دوست لونی شیخ:۔۴۶۵،۴۶۵،۴۶۵
دوست محمد سندھی:۔۵۵۱
دوست محمد شیخ امروہہ:۔۲۹۴
دولت خاں منزوی قاشقالی:۔۷۵۸،
۷۵۸،۷۶۰،۷۶۱،۷۶۲،۷۶۳،۷۶۳
ڈھولا:۔۴۴۴

ذ

ذوالنورین (امیرالمومنین حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ):۔۲۸۱،۳۰۴،۷۵۳
ذوالنون مصری:۔۱۷۲،۳۶۹

ر

رابعہ بصری:۔۸۴،۸۴،۸۴،۱۴۱،۶۲۱،
۷۷۸
راجہ بھوج:۔۶۸۸،۶۹۰
راجن:۔۳۳۴
رام کشن:۔۷۷۰
رجب (خادم شیخ الہداد):۔۱۴۲
رحمت (حافظ سرہندی):۔۸۶
رحمت اللہ خواجہ:۔۱۲۰،۱۲۰
رحمت اللہ شیخ:۔۶۴۶
رزق اللہ شیخ:۔۳۳۳،۳۳۳ح،۳۳۴
رزق اللہ مفتی شیخ:۔۱۹۲
رستاق شاہ ملّا:۔۷۵۵
رستم خان دکنی:۔۱۰۹،۱۰۹،۲۲۵،۳۰۶،
۳۲۲،۳۲۲،۳۳۸،۳۶۶،۳۹۶،۴۰۵،
۴۰۶،۴۰۷،۴۲۳،۵۳۳،۵۳۳،۵۸۸،
۵۹۲،۶۲۲،۶۴۴،۶۷۵،۷۳۵،۷۸۷
رستم شیخ:۔۷۶۵
رستم (شیخ):۔۱۴۲،۱۴۵،۱۴۵،۱۴۶
رفعت خان پسر رستم خان:۔۴۰۷
رفیع الدین (شیخ):۔۱۴۳،۱۴۳،۱۶۸،
۱۶۹،۱۷۰،۱۷۴،۱۷۴،۱۷۵،۳۵۴،۴۴۲،
۷۰۶،۸۱۱،۸۲۹
رفیع الدین شیخ گوپاموی:۔۶۷۴

رفیع الدین پسر سراج الدین لونی:۔ ۳۶۴
رفیع الدین (شیخ):۔۱۶۲
رضی الدین علی لالا الغزنوی:۔۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷
رکن الدین بن شہاب الدین:۔۱۶۴ح
رکن الدین سندیلہ:۔۳۱۶
رکن الدین سنامی الکنوری :۔۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۴
رکن الدین علاء الدولہ شیخ:۔۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۸، ۴۴۸
روز بھان شیخ:۔۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۲
رومی (جلال الدین مولانا روم):۔ ۵۳، ۱۲۸، ۱۲۸، ۳۸۹، ۳۸۹ح، ۳۹۱، ۴۰۱، ۴۳۶، ۵۶۲، ۶۵۴، ۶۶۳، ۷۶۲، ۸۳۲، ۸۳۷
ریاضی شاعر:۔۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۳

ز

زاہد بن سید ابراہیم:۔۲۲۲
زُرارہ بن أبی:۔۳۶۹
زین الدین کمانگر شیخ مولانا:۔۴۲۰، ۷۴۰، ۷۶۰
زین الدین خوافی شیخ:۔۱۸۶، ۵۴۷
زین الدین جامی شیخ:۔۴۸۰
زین الدین شہید:۔۶۷۷
زین الدین (شیخ):۔۹۳، ۹۳، ۹۳
زین خاں:۔۸۰۷، ۸۰۷، ۸۰۷
زینب:۔۷۳۸، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۳۹

س

سالار مسعود غازی:۔۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۹
سادھن:۔۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۶
سراج الدین قوینوی:۔۴۳۶

سراج الدین محمد خواجہ:۔۹۴،۱۴۰،۲۸۵
سراج الدین شیخ:۔۷۰۰
سراج الدین لونی:۔۳۶۱، ۳۶۲،
۲۶۳،۳۶۴،۴۶۷،۸۰۹
سراج الدین گجراتی:۔۳۶۵
سرمد شہید:۔۷۷۱،۷۷۱،۷۷۲،۷۷۲
سعدالدین کاشغری (مولانا):۔۱۶۱
۴۰۳،۴۳۰،۵۴۶،۵۴۷،۵۶۴
سعداللہ:۔۴۳۲،۴۳۲
سعداللہ اسعدی:۔۷۵۴
سعداللہ:۔۵۸۵،۵۸۶
سلام اللہ (خواجہ):۔۷۶،۱۲۶،۲۰۶،
۴۳۵
سلامان:۔۴۹۰
سلطان ابوسعید مرزا:۔۴۳۰
سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی:۔۶۲۸
۶۲۸
سلطان حسین مرزا (والی ایران):۔
۱۲۲،۱۲۲
سلطان سبکتگین:۔۶۷۹
سلطان سکندر ذوالقرنین:۔۳۷۰،
۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱،
۳۷۲،۳۷۲
سلطان سکندر لودھی:۔۴۷۹
سلطان محمد تغلق:۔۶۷۸
سلطان محمود غزنوی:۔۶۷۸، ۶۷۸،
۶۷۹،۶۷۹،۷۳۰،۷۳۰
سلطان علاء الدین بادشاہ:۔۲۷۱،
۶۳۴،۶۳۵،۶۳۶
سلطان فیروز خلج:۔۲۷۱، ۲۷۱، ۲۷۲،
۲۷۲،۷۹۴،۷۹۶
سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ):۔۲۱۷،۴۳۸
سلیم دہلوی شیخ:۔۲۹۲،۲۹۳،۲۹۵
سلیم شاہ:۔۶۸۴

سلیمان (علیہ السلام) :۔۱۳۱،۲۴۲،
۶۰۱
سماء الدین کنبوہ شیخ :۔۴۷۸، ۴۷۸،
۴۷۹،۴۷۹،۴۷۹
سہیل بن عبداللہ تستری :۔۴۴۶،
۴۴۶،۵۷۶
سنبھل بہاری:۔۶۷۸،۶۷۸
سید احمد:۔۲۹۲،۲۹۳
سید احمد قادری صدر:۔۳۴۸
سید پچاسہ:۔۶۷۷
سید خداخواہ:۔۶۲۴
سید اعظم:۔۸۳۵،۸۳۵،۸۳۵
سید حامد برادر محمد کمال:۔۸۳۷
سید سرخ:۔۲۲۱
سید عبداللہ اقدس:۔۸۳۹
سید محمد پسر مخدوم عالم:۔۵۴۱
گدا شیخ:۔۸۴۰
سید محمد حضرت:۔۸۳۹
سید قریش:۔۳۳۸،۳۳۸
سیف الدین (مولانا):۔۱۵۴
سورداس:۔۷۸۷

ش

شاہ اسماعیل:۔۴۸۰
شاہ برجندی:۔۵۰۰
شاہ حسینی:۔۶۲۱
شاہ حیات حرانی:۔۷۰۷
شاہ شجاع:۔۶۶۰
شاہ محمد:۔۶۲۹،۶۳۱
شاہ محمد:۔۸۰۴
شاہ محمد دہلوی:۔۵۷۸
شاہ جمال:۔۶۴۳
شاہ مظفر مجذوب:۔۵۶۶
شاہ جہان بادشاہ:۔۷۷۱
شاہ نیک (شاہ بیگ):۔۷۷۲،۷۷۲،

۷۷۲
شاہ فضل:۔۸۴۰
شاہ کمال:۔۸۴۰
شاہ عالم:۔۸۱۵
شاہ دھورہ:۔۱۴۹
شاہ محمد آچینی:۔۳۲۷
شاہ محمد ڈھکہ:۔۳۳۱
شاہ محمد جانی شیخ:۔۵۱۴
شاہ عالم گجراتی:۔۲۱۵،۶۵۸
شاہ میر لاہوری:۔۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۵، ۳۳۲، ۷۵۵، ۷۵۷
شاہ صفی (والیٔ ایران):۔۲۲۶
شاہ نور مجذوب:۔۲۳۳، ۲۳۳
شاہ عباس:۔۲۰۷
شاہ محمد فیروز آبادی:۔۶۲۸
شاہ محمد سید:۔۸۰۸
شاہ محمدی فیاض:۔۵۷۱، ۵۷۲
شاہ دولہ:۔۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۳۱
شاہ شیدائی:۔۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۲
شاکر محمد مولانا:۔۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۶
شاکران قلندر شیرازی:۔۷۲۱
شرف الدین پانی پتی:۔۷۹۵، ۷۹۵
شرف الدین حسن (صاحب ولایت امروہہ):۔۳۱۵، ۷۹۴، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۵، ۷۹۷، ۷۹۷، ۸۰۰، ۸۱۸، ۸۴۳
شرف الدین (امروہہ، ملقب بہ جہانگیر):۔۵۲۱، ۸۰۰، ۸۰۲
شرف الدین خاموش (شیخ):۔۳۶۱، ۳۶۳
شرف الدین بو علی قلندر:۔۶۳۴، ۶۳۴، ۶۳۴، ۶۳۵
شرف الدین یحییٰ منیری:۔۵۷۲

شرف الدین حسین:۔۷۰۳
شرف الدین حسین:۔۱۸۹
شرف الدین بدایونی سید:۔۷۵۰
شریف بخاری سید:۔۳۷۰
شرف الدین قتال:۔۸۴۰
شکراللہ حاجی:۔۸۱۱
شمس الدین مولانا :۔۳۸۹، ۳۸۹، ۳۸۹
شمس الدین کاشغری:۔۵۴۶
شمس الدین محمد میر:۔۶۲۹، ۶۲۹
شمس الدین محمد اوجی:۔۵۴۷، ۵۴۷
شمس الدین سید:۔۸۴۰
شمس الدین شیخ:۔۲۳۸
شمس الدین شیخ:۔۷۰۱
شمس الدین عارف سید:۔۸۴۰
شمس شیخ (غزنی):۔۶۷۸
شہاب الدین خواجہ:۔۲۰۸، ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹
شہاب الدین سہروردی شیخ :۔۱۹۷، ۳۷۷، ۶۶۶
شہاب الدین برجندی مولانا:۔۵۶۴
شہباز بھاگلپوری:۔۲۹۴، ۲۹۵، ۳۸۷
شہاب شیخ:۔۳۴۱
شیخ الاسلام (شیخ عبداللہ انصاری):۔
۸۵، ۱۳۲، ۱۵۳، ۱۶۰، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۳ح، ۲۴۱، ۲۴۶ح، ۳۴۱، ۳۶۹، ۳۶۹، ۳۸۰، ۳۹۴، ۳۹۷، ۳۹۷، ۴۵۰، ۴۵۰، ۴۶۹، ۴۸۰، ۶۱۷، ۶۶۱، ۶۶۲، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۷، ۷۲۷، ۷۸۹
شیخ ابن (امروہہ):۔۱۷۹، ۱۸۱، ۵۳۱، ۵۳۷، ۵۳۷، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۰، ۵۴۲، ۵۶۶
شیخ ابوالحسن شاذلی:۔۲۳۶
شیخ احمد:۔۵۳۸

شیخ احمد کتھو:۔۴۷۹،۴۷۹ح
شیخ احمد غزالی:۔۵۱۶
شیخ اللہ بندہ:۔۷۰۷،۷۰۹
شیخ امام:۔۶۵۰
شیخ پنجو:۔۵۱۰،۵۱۰،۵۱۰
شیخ جمال بن شیخ الہداد:۔۵۰۸
شیخ جمال محمد سنبھلی:۔۵۴۵
شیخ جیا سنبھلی:۔۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۱،۳۵۱
شیخ چلی:۔۳۲۹
شیخ چنگال:۔۶۸۸،۶۸۹
شیخ حسین (بھوہری):۔۵۷۲
شیخ حسین نخشبی دہلوی:۔۳۶۸
شیخ حمید مفسر:۔۵۳۴
شیخ شاہ محمد جامی:۔۳۲۳،۳۲۵،۳۲۶، ۳۲۶،۵۱۴
شیخ سعدی شیرازی:۔۲۰۵، ۲۵۷، ۳۵۹،۳۶۰، ۳۹۹، ۴۰۰،۴۰۴، ۴۲۱، ۵۳۰، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۷۷، ۵۷۷، ۵۷۸، ۶۶۴، ۷۳۵، ۷۶۶، ۷۶۶، ۷۶۶،۷۶۶،۷۶۷،۷۶۷،۷۶۷
شیخ سلیم:۔۸۰۹
شیخ سلیم چشتی فتح پوری:۔۴۸۲،۴۹۹، ۵۰۴،۵۰۴،۵۰۶،۵۰۶
شیخ شاہ محمد بریلی:۔۵۷۴
شیخ شاہ محمد:۔۶۴۹،۶۵۰،۶۵۱
شیخ شاہی سنبھلی:۔۶۲۵
شیخ شبلی:۔۳۶۹، ۴۰۰، ۴۹۸، ۵۲۶، ۵۷۶،۶۲۳
شیخ شکر اللہ (امروہہ):۔۶۴۴
شیخ صابر (غزنی):۔۶۷۸
شیخ صادق گنگوہی:۔۵۵۴، ۵۵۶، ۵۵۶،۵۵۷،۵۵۸،۵۵۸،۵۵۹
شیخ طیفور شامی:۔۳۱۱

شیخ عثمان جالندھری:۔۱۸۴
شیخ عثمان پدر سید علی ہجویری:۔۶۷۸
شیخ عبداللہ:۔۶۸۸
شیخ عبداللہ:۔۶۸۶
شیخ عبدالوہاب متقی:۔۲۳۵
شیخ علی بنی اسرائیلی سنبھلی:۔۳۴۸،
۵۷۸،۵۷۹،۵۷۹،۶۰۳،۶۰۴،۷۵۳
شیخ علی متقی:۔۲۳۵،۵۳۴
شیخ علی متقی:۔۸۳۹
شیخ علی عطا غزنی:۔۶۷۸
شیخ عمر شہ سنبھلی:۔۸۰۴،۸۰۴،۸۰۴
شیخ عطار:۔۷۶۰
شیخ فرید:۔۳۲۲،۳۲۲،۳۲۲،۶۳۱
شیخ فرید بدایونی:۔۷۴۹
شیخ فرید مرتضیٰ خان :۔۱۸۱،۴۶۰،
۴۶۰،۴۶۱،۷۰۷،۸۰۹
شیخ گھاسی (امروہہ):۔۵۲۶
شیخ مبارک:۔۶۵۵
شیخ محمد:۔۲۹۶
شیخ محمد (سنبھلی):۔۶۰۴
شیخ محمد:۔۶۴۹،۶۴۹،۶۵۰
شیخ محمد بن کبیر کلّہ روان:۔۷۴۹،
۷۴۹
شیخ محمد:۔۱۸۲
شیخ محمد:۔۶۵۳،۶۵۵،۶۵۵
شیخ محمد بریلی:۔۵۷۴،۵۷۶
شیخ محمد عادل:۔۶۴۹
شیخ مرتضیٰ:۔۵۸۸
شیخ محی الدین امروہہ:۔۵۳۱
شیخ معروف:۔۳۳۶
شیدا:۔۷۷۱،۷۷۱،۷۷۱
شیر محمد:۔۲۶۴،۲۶۵،۲۶۵،۳۰۵
شیر شاہ (سوری):۔۴۸۱
شفیق:۔۵۷۶

شیبہ:۔۲۴۱

ص

صابر علی سید:۔۳۶۸
صاحب قران (سلطان تیمور):۔۸۸
صاحب قرانِ ثانی (شاہ جہاں):۔
۴۴، ۹۸، ۱۰۹، ۱۲۳، ۱۴۳، ۲۰۷، ۲۰۸،
۲۱۱، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۳۹، ۲۴۵،
۲۴۹، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۰۰،
۳۲۲، ۳۳۷، ۳۴۲، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۶۰،
۴۹۱، ۵۳۱، ۵۴۹، ۵۵۱، ۵۵۵، ۵۹۲،
۶۰۵، ۶۰۷، ۶۷۵، ۶۸۸، ۷۵۵
صادق حسن پوری شیخ:۔۶۶۲
صادق کشمیری حافظ:۔۲۰۳، ۲۰۴
صدرالدین امام:۔۶۴۱
صدرالدین قونوی:۔۴۸۰، ۵۱۹، ۵۱۹
صدرالدین دوری شیخ:۔۵۴۷، ۵۴۷،
۵۴۸
صلاح الدین شیخ:۔۵۶۲، ۵۶۳
صالح جہری شیخ:۔۲۰۴
صالح تھانیسری حافظ:۔۴۰۵، ۴۰۷
صالح سندھی شیخ:۔۳۳۹
صالح ملتانی شیخ:۔۳۳۹، ۳۳۹، ۳۴۲،
۳۴۲، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۷
صفی (فخر الدین علی):۔۹۳ح، ۹۳ح،
۴۵۲، ۴۵۴
صوفی شیخ:۔۴۸۰
صوفی گدا:۔۴۷۳، ۴۷۴

ض

ضیاء الدین (ضیاء دہلوی):۔۱۳۴،
۷۷۳، ۷۷۳
ضیاء الدین جونپوری سید:۔۵۶۴،
۵۶۶
ضیاءالدین سندھی مولانا:۔۶۳۴

ط

طٰہٰ شیخ :۔۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۲، ۳۱۳،
۳۲۹، ۵۱۴، ۶۴۸، ۶۵۲، ۶۸۶، ۷۴۶
طیب حسن پوری حافظ :۔۵۲۳
طیب شیخ امروہہ :۔۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۸،
۵۲۹، ۵۳۰

ظ

ظاہر محمد مجد الدین :۔۶۱۳
ظفر خاں حاکم کشمیر :۔۷۵۶

ع

عائشہ رضی اللہ عنہا :۔۴۰۹، ۵۳۲،
۵۳۲، ۶۱۳
عادل :۔۲۹۵
عادل :۔۶۲۵
عادل خاں بیجاپوری :۔۴۰۹
عارف ریوکری خواجہ :۔۲۱۷
عاشق محمد سہارنپوری :۔۴۶۰
عالم چند :۔۴۳۱، ۴۳۱
عالم کرمانی شیخ :۔۵۳۹
عباس رضی اللہ عنہ :۔۴۱۶، ۴۱۶، ۴۱۶
عبداللہ (معروف بخواجہ خرد) :۔۳۹،
۴۰، ۴۱، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۱۰۲، ۱۳۹، ۱۴۴،
۱۸۱، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۹۰، ۴۱۰، ۴۲۴، ۴۲۹، ۶۰۸، ۸۳۹،
۸۵۹
عبداللہ احرار میر :۔۲۱۱، ۲۱۱، ۲۷۵
عبداللہ بن جعفر :۔۸۱۹
عبداللہ بن حصام :۔۶۶۱
عبداللہ بن مبارک :۔۴۱۸
عبداللہ بلخی امیر :۔۲۵۸
عبداللہ بہتہ شیخ :۔۲۴۸، ۲۵۰، ۵۹۱
عبداللہ (راجہ بھوج) :۔۶۸۸، ۶۸۹،
۶۸۹
عبداللہ امروہوی شیخ :۔۵۴۲
عبداللہ منازل :۔۶۵۱

عبداللہ خیر آبادی:۔۳۱۶
عبداللہ سیاح حاجی:۔۳۳۲
عبداللہ سید:۔۱۹۷
عبداللہ سید:۔۲۲۵
عبداللہ شیخ:۔۷۰۳
عبداللہ شیخ:۔۱۹۹
عبداللہ شیخ:۔۴۵۶
عبداللہ خواجہ :۔۴۳۰
عبداللہ دہلوی حافظ:۔۴۰۶
عبداللہ طلبنی شیخ :۔۳۰۸ح، ۵۱۰،
۵۱۰ح،۶۸۱،۶۸۱
عبداللہ قریشی:۔۲۶۹
عبداللہ گجراتی شیخ:۔۳۸۲،۳۸۴،۳۸۴
عبداللہ علم دار شیخ:۔۳۱۱
عبدالاحد (فاروقی شیخ):۔۸۱،۸۲،۸۶
عبدالاوّل (میر):۔۱۵۸،۲۹۳،۵۴۹
عبدالاوّل شیخ:۔۵۱۲
عبدالباقی شیخ:۔۳۴۳
عبدالجلیل شیخ :۔۵۸۵،۵۸۵،۵۸۵
عبدالحکیم ابن شیخ حاتم :۔۳۰۹،۳۰۹،۳۰۹
عبدالحکیم تینی :۔۳۴۴،۳۴۴،۳۴۴
عبدالحکیم خواجہ :۔۵۶۰
عبدالحکیم مولانا (سیالکوٹی):۔۲۳۸،
۲۴۰،۲۴۱،۲۴۲،۲۴۳،۷۰۱
عبدالحکیم سید :۔۲۴۹
عبدالحکیم سید امروہہ :۔۳۱۶،۳۸۲،
۳۸۴،۵۲۳،۵۲۵،۵۲۷
عبدالحکیم ہجری :۔۴۲۵
عبدالحق (شیخ دہلوی) :۔۱۰۳، ۱۰۶،
۱۷۸،۲۱۲،۲۱۳،۲۱۳،۲۲۰،۲۳۴، ۲۳۷،
۲۴۴، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۰، ۲۹۰، ۳۰۵،
۳۳۳ح،۴۴۵،۵۳۴،۸۳۹
عبدالحق خیالی شیخ:۔۴۸۱
عبدالحی :۔۶۸۷

عبدالحی (شیخ) :۔۱۷۵
عبدالحی تینی :۔۴۰۵
عبدالحی ٹھٹھی شیخ :۔۶۶۲
عبدالحی مفتی سنبھلی:۔۶۷۵
عبدالخالق غجدوانی خواجہ:۔۲۱۷، ۲۳۳، ۶۴۱، ۶۴۲
عبدالرحمٰن (ابن شیخ احمد):۔۸۰۷
عبدالرحمٰن بن شیخ ابوالبرکات :۔۶۷۵
۶۷۵
عبدالرحمٰن جامی مولانا :۔۴۰، ۴۰ح، ۴۱، ۴۱، ۴۳ح، ۴۴، ۴۵، ۷۷، ۷۷، ۷۷، ۹۴، ۹۴ح، ۱۰۳، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۵۰، ۱۶۵، ۱۶۸، ۲۳۹، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۶۵، ۳۵۴، ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۱، ۴۴۳، ۴۴۸، ۴۴۸، ۴۵۲، ۴۷۱، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۰، ۴۹۸، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۴۷، ۵۸۹، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۴۰، ۶۸۷، ۷۱۳، ۷۵۹، ۷۶۶، ۷۸۵، ۸۱۲، ۸۲۸
عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری:۔۵۵۴
عبدالرحمٰن سنبھلی شیخ:۔۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۳۰۷، ۳۶۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۶، ۷۰۰، ۷۴۴
عبدالرحمٰن شیخ:۔۱۹۸
عبدالرحیم بہاری شیخ:۔۲۴۱، ۲۴۲
عبدالرحیم خواجہ:۔۲۰۷
عبدالرحیم خیرآبادی :۔۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۱
عبدالرحیم سقا:۔۵۸۸
عبدالرحیم (سنبھلی) :۔۲۷۶، ۲۷۷، ۳۰۷، ۴۹۳، ۴۹۵، ۷۰۰
عبدالرحیم سنبھلی شیخ:۔۶۴۳
عبدالرزّاق :۔۶۷۵
عبدالرزّاق:۔۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶،

۷۲۷
عبدالرزّاق خواجہ :۔۲۶۲،۲۶۳،۲۶۴،
۲۶۵،۳۰۵
عبدالرزّاق سید:۔۶۲۶
عبدالرزّاق سید:۔۸۴۰
عبدالرزّاق سید امروہہ:۔۵۴۲،۵۴۲
عبدالرزّاق جھنجھانہ :۔۳۱۶،۵۰۲،
۵۰۶
عبدالرسول سید:۔۷۴۸،۷۴۹،۷۴۹
عبدالرشید شیخ:۔۲۴۱
عبدالرشید خواجہ:۔۴۵۵
عبدالرشید (دہلوی) :۔۵۷۳
عبدالرؤف (پسر خواجہ خرد) :۔۱۳۸،
۱۳۹
عبدالسلام (ابن شیخ احمد):۔۸۰۷
عبدالسلام:۔۵۸۳،۵۸۳
عبدالشہید احراری:۔۱۵۵
عبدالشکور شیخ:۔۴۱۴
عبدالصبور خواجہ:۔۲۰۴
عبدالعزیز الہ آبادی شیخ :۔۵۶۷،
۵۷۳
عبدالعزیز جامی:۔۴۸۰
عبدالعزیز چشتی (شیخ) :۔۱۶۸،۱۷۰،
۱۷۱، ۱۷۵، ۲۴۴، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۵۷،
۲۵۷، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۴۱،۳۵۳، ۳۵۶،
۳۶۱، ۳۶۱، ۳۶۳، ۴۴۵، ۵۰۷، ۵۰۷،
۵۷۳،۶۰۹،۶۱۱،۸۱۰،۸۱۱،۸۱۵
عبدالعزیز:۔۲۲۰
عبدالعزیز سید:۔۲۰۶
عبدالعزیز:۔۳۴۴
عبدالعظیم سنبھلی:۔۵۱۱،۵۱۲،۵۱۲
عبدالغفور (شیخ سنبھلی) :۔۱۵۹،۱۶۰،
۱۶۲،۱۶۲،۱۶۲،۶۵۶
عبدالغفور اعظم پوری شیخ:۔۱۷۰،۱۷۰

عبدالغفور سید :۔۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۱، ۷۵۲
عبدالغفور لاری شیخ :۔۳۵۴، ۴۸۰، ۵۱۷، ۵۸۹
عبدالقادر (پسر خواجہ خرد) :۔۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۷
عبدالقادر (پسر سید کاظم) :۔۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۲
عبدالقادر شیخ (ابن شیخ خافی):۔۳۲۶
عبدالقادر فاکہی:۔۵۳۴، ۵۳۴، ۵۳۵
عبدالقدوس (شیخ گنگوہی) :۔۸۶، ۳۲۳ح، ۳۹۵، ۳۹۵ح، ۵۵۴، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۵۶
عبدالکریم ابن شیخ امجد:۔۴۲۵، ۴۲۹، ۴۲۹، ۴۳۰، ۵۸۰، ۶۲۶، ۶۸۰
عبدالکریم یمنی:۔۷۸۹
عبدالکریم یمنی شیخ:۔۴۵۷
عبداللطیف (ابن خانشہ) :۔۷۹۱، ۷۹۱
عبداللطیف حسن پوری حاجی:۔۶۵۷
عبداللطیف سنبھلی:۔۵۱۵
عبداللطیف سنبھلی شیخ :۔۵۰۴، ۵۰۴، ۵۰۶
عبداللطیف قاضی (امروہہ):۔۷۹۹
عبدالمومن کنبوہ سنبھلی :۔۳۰۶، ۳۰۷، ۳۵۰
عبدالمومن سنبھلی شیخ :۔۲۷۸، ۶۶۹، ۷۴۲
عبدالمنعم :۔۶۱۶
عبدالمنعم خواجہ:۔۲۱۱
عبدالنبی شیخ:۔۳۳۹
عبدالنبی شیخ:۔۴۴۳
عبدالواجد سنبھلی:۔۵۰۱، ۵۰۱، ۵۰۲
عبدالواحد بلگرامی:۔۴۴۲

عبدالواحد سنبھلی شیخ :۔۴۸۲، ۴۸۲،
۵۰۱،۵۰۱،۵۴۵،۵۴۶،۶۶۳،۶۶۹
عبدالواحد درویش :۔۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۲،
۳۱۲،۳۱۲
عبدالواسع :۔۱۶۲،۱۶۲،۱۶۲
عبدالوالی (پسر محمد کمال):۔۸۱،۷۲۳
عبدالوالی (عبدالواجد) شیخ سنبھلی :۔
۶۰۷،۶۰۸
عبدالوہاب سید:۔۷۸۵،۸۴۰
عبدالوہاب شیخ:۔۲۷۰،۲۷۰
عبدالوہاب شیخ:۔۵۴۰
عبدالوہاب شیخ بخاری :۔۲۶۸،۲۷۰،
۲۹۲،۶۶۵،۸۰۹
عبدالوہاب لونی شیخ:۔۳۵۶،۳۵۹
عبدالوہاب مکّی متقی:۔۸۳۹
عبدالمجید علوی شیخ امروہہ :۔۱۶۹ح،
۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۶، ۵۲۳،
۵۲۳،۵۲۵،۵۲۶،۵۲۷،۵۲۷،۵۲۹،
۵۷۱
عبدمناف (جدِ رسول اکرمؐ):۔۶۶
عبیداللہ احرار خواجہ :۔۴۴،۴۴ح، ۴۵،
۶۹،۹۳ح،۱۰۷ح،۱۲۴،۲۱۱،۲۱۷،۲۹۳،
۲۹۳، ۲۹۳، ۳۸۶، ۳۹۲، ۴۴۹، ۴۵۱،
۴۵۲، ۴۷۷، ۴۹۲، ۴۹۷، ۵۴۳، ۵۴۶،
۵۴۹، ۵۵۶، ۵۶۰، ۵۷۴، ۵۷۵، ۶۰۰،
۶۰۳، ۶۱۸، ۶۴۷، ۶۵۳، ۷۸۹، ۸۴۱،
۸۴۱،۸۴۹
عبیداللہ احرار:۔۷۱۲
عبیداللہ معروف بہ خواجہ کلان :۔۱۰۵،
۱۶۷،۲۹۰،۷۸۹
عتبہ:۔۲۴۱
عثمان بنگالی سنبھلی شیخ :۔۳۰۸، ۳۰۸،
۳۰۹،۳۰۹،۳۰۹،۳۰۹،۳۱۰
عثمان بنگالی شیخ:۔۳۰۶

عثمان سید:۔۸۰۸
عذرا:۔۴۹۰
عرفی (شیرازی):۔۷۷۷
عزیزالدین سید :۔۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۸
عزیزاللہ:۔۶۸۱،۶۸۱،۶۸۲
عزیزاللہ سید:۔۷۹۴،۸۰۴
عشرت خاں:۔۵۵۶،۵۵۶
عصام الدین خواجہ:۔۲۷۹
عصمت اللہ سید:۔۳۴۴،۴۲۵،۴۲۸
عضدالدین محمد جعفری:۔۵۷۱ح
عطاءاللہ کشمیری خواجہ:۔۶۳۲
عطاءمحمد سہوانی شیخ:۔۶۰۹،۶۰۹،۶۱۱، ۶۱۱،۶۱۱
عظمت خاں:۔۴۰۷
عقیل منجی:۔۷۰۷
علاءالدین (سلطان خلجی):۔۱۹۷
علاء الدولہ (شیخ) :۔۵۹، ۵۹، ۵۹، ۵۹،۶۴،۳۹۴
علاء الدین آبنیری مولانا:۔۴۳۰، ۵۴۶،۸۲۱
علاءالدین بدایونی مولانا:۔۲۱۴،۲۱۴
علاء الدین چشتی جوان مرد :۔۴۸۴، ۴۸۷،۴۸۸،۴۸۸
علاءالدین چشتی شیخ:۔۱۷۹
علاءالدین چشتی شیخ:۔۵۱۰
علاء الدین چشتی شیخ فیل مست :۔ ۵۳۸
علاءالدین سنبھلی شیخ:۔۳۱۲،۷۴۵
علاءالدین عطار:۔۱۲۵،۷۸۱،۷۸۱
علاءالدین شیخ:۔۱۷۵،۱۷۵
علاءالدین محمد خواجہ:۔۱۳۴
علاءالدین غجدوانی:۔۱۲۵
علاول بلاول شیخ:۔۵۳۸

علی (امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ):۔
۴۳، ۶۱، ۶۱، ۲۶۶، ۲۹۸، ۳۳۹، ۳۷۸،
۴۱۹، ۴۵۹، ۴۵۹، ۴۹۰، ۵۳۳، ۶۰۱،
۷۳۱، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۶۴،
۷۹۴، ۸۱۹، ۸۱۹، ۸۱۹، ۸۳۹
علی احمد:۔ ۳۶۸، ۳۶۸
علی اکبر سید خواجہ:۔ ۲۷۷
علی بن موفق:۔ ۱۵۳، ۳۹۸
علی بودیانہ سید:۔ ۳۱۶
علی بزرگ سید:۔ ۷۹۴، ۷۹۴
علی پندار:۔ ۴۱۳
علی خواجہ مولانا:۔ ۲۴۷
علی رضا:۔ ۷۵۲
علی رائیتی خواجہ:۔ ۲۱۷، ۵۰۸
علی سید (بن سید ہارون):۔ ۷۹۴
علی بنی اسرائیل شیخ:۔ ۷۵۳
علی شیخ پراں:۔ ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۶،
۶۷۶، ۶۷۷
علی عسکری:۔ ۵۱۴
علی قوام الدین سید:۔ ۲۵۲، ۲۵۳، ۶۵۵
علی محمد شیخ:۔ ۲۳۷
علی نقی:۔ ۷۹۴
علی فوحشی مولانا:۔ ۲۳۹، ۲۳۹
علی ہجویری سید:۔ ۷۶۲، ۷۸۰
علم الدین شیخ:۔ ۳۵۲
عمادالدین محمد (بن شہاب الدین
سہروردی):۔ ۳۷۷
عمادخاں:۔ ۷۰۶
عماد شیخ حافظ:۔ ۲۰۴
عمار شیخ:۔ ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۳
عمر (حضرت امیر المومنین فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ):۔ ۲۲۶، ۲۸۱، ۳۴۸، ۴۰۱،
۴۰۱، ۵۸۵
عمر بیجاپوری سید:۔ ۳۹۶

عنایت اللہ (حافظ): ۔۱۴۵
عنایت اللہ (شیخ): ۔۱۰۶
عنایت اللہ بخاری: ۔۶۲۴
عنایت اللہ خدانما: ۔۶۲۱، ۶۲۱، ۶۲۱
عوض وجیہ بلخی مولانا: ۔۳۰۰
عیسیٰ (علیہ السلام۔مسیحا) : ۔۶۳، ۲۰۷، ۲۶۶، ۷۲۵، ۷۴۶، ۷۷۰
عیسیٰ (خیاط): ۔۳۵۰، ۳۵۰
عیسیٰ سندھی شیخ: ۔۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۷، ۲۶۷، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۲
عیسیٰ سنبھلی شیخ: ۔۵۱۲، ۵۱۵
عیسیٰ سندھی: ۔۴۷۶
عیسیٰ شطاری: ۔۳۱۷، ۳۱۷
عیسیٰ مولانا: ۔۳۵۱
عیسیٰ بھکری: ۔۴۴۱، ۴۴۱، ۴۴۱

غ

غریب حسن پوری سید: ۔۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۱
غلام بہاء الدین شناسا: ۔۷۹، ۸۰، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۵، ۴۵۷، ۴۵۷
غلام محمد (امروہہ سید): ۔۷۷، ۴۵۷، ۵۲۱، ۵۲۲
غلام محمد نانوتہ سید: ۔۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۸
غلام محمد سنبھلی: ۔۷۴۸، ۷۴۸
غوثِ اعظم (شیخ عبدالقادر جیلانی) ۵۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۲، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۴۸، ۲۴۸، ۲۴۹، ۳۸۲، ۳۸۲، ۳۹۷، ۴۵۵، ۴۵۵، ۵۰۲، ۵۲۱، ۵۵۱، ۵۹۶، ۶۲۸، ۶۴۵، ۶۶۶، ۷۰۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۴۹، ۷۵۴

غوث عالم امروہہ :۔۵۳۷، ۵۴۰،
۵۴۰،۵۴۱،۵۴۲
غوث گوالیاری شیخ:۔۳۵۹ح،۳۵۹ح
۳۶۵
غیاث الدین بلبن سلطان :۔۲۹۰ح،
۲۹۱

ف

فاطمہ(سیدۃ النساء دختِ رسول اکرم)
۶۱،۷۳،۲۹۳،۲۹۳،۴۱۰
فاطمہ:۔۴۷۷
فاضل شیخ سرہندی:۔۱۸۷،۱۸۸
فاضل شیخ (امروہہ) :۔۳۸۲،۳۸۴،
۵۲۵
فاضل ابن شیخ امجد :۔۴۲۵، ۴۲۹،
۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۰، ۴۳۰، ۵۸۰، ۶۰۴،
۶۲۶،۶۳۹
فتح اللہ تبریزی مولانا:۔۶۰۸
فتح اللہ ترین (شیخ):۔۱۵۰،۱۵۰،۳۴۸،
۳۸۰،۴۸۲،۴۸۲،۵۰۴،۵۰۴
فتح اللہ دہلوی:۔۷۵۳
فتح اللہ سنبھلی شیخ:۔۳۴۷،۳۴۷،۳۴۸،
۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۲، ۵۴۵، ۶۷۱،
۶۷۳،۶۷۳،۶۷۴
فتح اللہ چوکھا شیخ:۔۳۷۹
فتح اللہ غازی امروہہ :۔۵۳۱،۵۳۳،
۵۳۳
فتح اللہ شیخ راج گڑھی:۔۳۵۷،۳۵۷،
۳۵۸،۳۵۸،۳۵۸
فتح اللہ شیرازی:۔۶۴۳،۶۴۳
فتح اللہ شیخ:۔۲۹۳
فتح اللہ شیخ پسر نجم الدین:۔۵۰۸
فتح خان بن سلطان فیروز:۔۲۷۲،۲۷۲
فتح شہ سنبھلی:۔۸۰۴
فتح محمد:۔۷۱۵،۷۱۵،۷۱۵

فتح محمد امروہوی :۔۳۱۵، ۵۲۱، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۲، ۸۲۷
فتح موصلی:۔۵۷۶
فخرالدین:۔۵۹۸
فخرالدین حاجی مولانا:۔۴۸۱
فخرالدین شاہ (مجذوب) :۔۶۷۹، ۶۷۹
فخرالدین عراقی :۔۳۷۲، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۰، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۱۸ح
فرخ نارنولی شیخ:۔۵۵۹، ۵۶۰
فرعون:۔۲۲۴
فردوسی طوسی:۔۷۴۰
فضل اللہ (پسر خواجہ کلمت اللہ):۔۱۳۰
فضل خواجہ کابلی:۔۲۳۹
فضل اللہ سید:۔۳۴۵
فضل اللہ قادری:۔۳۱۷، ۳۹۶
فضیل شیخ:۔۲۸۳، ۲۸۳
فقیرہ گوالیاری :۔۷۸۴، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸
فیروز (میر سید سنبھلی) :۔۸۷، ۱۹۶، ۱۹۶، ۲۶۴، ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۸، ۴۰۸، ۴۱۰، ۴۱۰، ۴۱۰، ۴۱۱، ۵۷۷، ۵۸۹، ۶۵۰، ۷۸۷، ۸۰۴، ۸۳۰، ۸۴۴
فیروز سنبھلی شیخ:۔۶۶۹
فیروز شاہ (سلطان):۔۱۶۴ح
فرید بخاری :۔۱۸۵، ۱۹۹، ۲۷۰، ۳۲۵، ۶۴۷
فیض اللہ شیخ امروہہ:۔۵۷۱
فیض اللہ شیخ فضو:۔۴۵۵
فولاد (میر):۔۱۲۳، ۲۱۸

ق

قاسم:۔۶۲۵
قاسم اعظم پوری مُلّا:۔۵۳۲
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق:۔۲۱۷

قاسم تبریزی سید:۔۷۱۲،۷۱۲
قاسم خاں حاکم:۔۳۰۷،۳۰۷
قاسم سید:۔۹۳،۹۳،۹۳
قاسم سید:۔۸۰۸
قاسم سید بلگرامی:۔۴۴۲،۴۴۲،۴۴۲
قاسم سہارنپوری شیخ:۔۲۳۸، ۴۵۶،
۴۵۸،۴۵۸،۴۵۸،۴۵۹،۴۵۹
قاسم شیخ:۔۷۴۵
قاضی افضل:۔۹۵
قاضی محمد (مولانا):۔۱۵۱
قایم محمد بن شیخ طٰہٰ:۔۳۱۲،۶۴۸
قطب الدین (خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی):۔۶۱،۶۱،۶۲،۱۴۵،۱۵۹،
۱۵۹،۱۵۹،۱۶۴،۲۴۰،۲۴۸،۲۹۵،۳۴۷،
۳۴۹،۳۵۳،۳۶۸،۴۸۱،۴۸۷،۵۱۴،
۵۳۸،۵۵۹،۵۵۹،۵۸۷،۶۱۳،۶۹۰،
۷۸۰،۷۸۱،۷۸۲،۷۸۳،۷۸۳،۸۱۵،
۸۱۶
قطب الدین پسر سراج الدین لونی:۔
۳۶۴
قطب الدین حسن پوری:۔۶۵۶
قطب الدین سید:۔۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷،
۱۹۸
قطب الدین شیخ:۔۷۴۶
قطب الدین محمد شہید:۔۶۷۷
قطب عالم (شیخ):۔۱۶۸، ۲۵۷،
۲۵۷،۲۶۰،۳۶۱،۸۱۰
قمیص قادری (شاہ):۔۱۴۰ح، ۶۲۵،
۶۲۶،۶۲۷
قیام الدین شیخ پسر سراج الدین لونی
۳۶۴

ک

کاظم سید:۔۳۸۲،۳۸۲،۳۸۲، ۴۹۱،
۸۳۵

کالی خاں سنبھلی:۔۵۰۲،۵۰۴
کالہ پہاڑ حاکم:۔۶۱۴
کبیر الدین ابن عراقی:۔۳۷۲
کبیر الدین شیخ:۔۴۷۸
کبیر الدین شیخ:۔۶۱۲
کبیر جولاہہ (داس) :۔۷۲۱، ۷۲۲،
۷۲۲،۷۲۲
کبیر کلّہ رواں شیخ :۔۳۴۷، ۳۴۸،
۴۱۴،۴۴۳،۴۴۴،۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۷،
۵۰۸،۵۰۹،۶۵۲،۷۴۳،۷۴۴،۷۴۶،
۷۴۸،۷۴۸،۷۴۹
کرامت اللہ خواجہ:۔۲۹۰
کرم علی دانیال پوری:۔۳۸۲،۳۸۴
کریم اللہ سہارنپوری:۔۴۵۵
کریم داد قوال:۔۴۸۶
کشن:۔۴۳۶
کشنیا:۔۴۳۲،۴۳۲
کلمت اللہ (خواجہ):۔۷۷،۱۲۳،۱۲۳،
۱۲۴،۱۲۵،۱۲۶،۱۲۶،۱۲۶،۷۳۱
کلیم اللہ (پسر خواجہ کلمت اللہ):۔۱۳۰
کمال (شاہ کیتھلی):۔۸۲،۳۸۸
کمال (شیخ قریشی):۔۱۴۹،۱۴۹ح
کمال الحق شیخ:۔۲۴۴
کمال توکل دہلوی:۔۳۱۰
کمال خاں امروہوی:۔۵۲۱
کمال شیخ سنبھلی:۔۶۰۷
کمال متوکل شیخ:۔۲۰۱
کمال محمد سنبھلی واسطی:۔۳۹،۴۵،۱۰۷،
۱۶۱، ۳۱۹، ۳۲۵، ۳۲۵، ۳۳۶، ۴۱۵،
۶۲۵، ۷۱۴، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۹۴، ۸۱۹،
۸۳۸،۸۳۹،۸۳۹،۸۴۴،۸۴۶،۸۵۲،
۸۵۴، ۸۵۶، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۵۹،
۸۵۹،۸۶۰،۸۶۱،۸۶۱،۸۶۲
کتھہ شیخ:۔۷۵۱

کوب:۔۶۸۷
کے خسرو:۔۴۶۲
کیقباد:۔۴۶۲

گ

گدا رحمانی سید:۔۸۴۰
گدا شیخ:۔۸۴۰
گدای شیخ:۔۴۸۱
گل محمد سید:۔۶۶۸
گنج شکر (شیخ فرید الدین مسعود):۔
۳۶۸، ۴۸۴، ۴۸۷، ۵۲۶، ۵۷۹،
۵۸۶،۵۸۷،۸۴۴،۸۴۴
گوجرمل:۔۶۸۷

ل

لاڈن شیخ ملا دہلوی ثم سنبھلی:۔۴۸۷،
۶۸۱
لاہوتی شیخ احمد:۔۶۸۳،۶۸۳،۶۸۳،
۶۸۴
لطف اللہ شیخ (ابن رفیع الدین):۔
۱۷۵،۸۲۹
لطف اللہ مولانا:۔۲۵۸،۲۵۸
لعل سید:۔۷۹۴،۸۰۸۔۸۰۹
لونی بخی:۔۷۵۵
لیلیٰ:۔۴۹۰،۵۳۰،۷۱۶

م

مادھو:۔۳۵۹
مانکھی:۔۳۵۵
مجد الدین بغدادی شہید:۔۵۵۳
مجد الدین شیخ:۔۷۷۲
مجد الدین سید:۔۷۹۴،۸۰۴
مجذوب مجہول:۔۷۲۶،۷۲۹
مجنون (عامری، قیس):۔۴۹۰،۵۳۰،
۵۹۰،۷۱۶
محبّ اللہ الہ آبادی شیخ:۔۵۶۷،
۵۶۷،۵۶۸،۵۷۰،۵۷۱،۵۷۲،۵۷۲،

۵۷۲،۵۷۳،۵۷۳،۷۰۳
محبا فطرت شیخ:۔۶۹۲،۶۹۲،۶۹۴،۶۹۴
محبیٰ نبی شیخ:۔۲۰۵
محترم خاں:۔۲۳۲
محتشم زادہ:۔۷۵۹،۷۵۹
مخدوم عالم امروہہ :۔۵۳۷، ۵۴۰،
۵۴۰،۵۴۱
محمد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم):۔
۳۹،۴۳،۴۶،۴۷،۵۶،۵۹،۶۰،۶۰،۶۰،
۶۱،۶۲،۸۳،۸۴،۸۹،۹۲،۹۹،۱۰۱،۱۰۲،
۱۳۹،۱۵۵،۱۷۳،۱۹۶،۱۹۶،۱۹۶،۱۹۷،
۲۱۷،۲۲۱،۲۲۹،۲۳۵،۲۵۳،۲۵۴،۲۶۱،
۲۲۶ح، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۸۲، ۲۹۴،
۳۰۱،۳۱۱،۳۱۳،۳۱۳،۳۱۵،۳۲۲،
۳۲۲،۳۲۳،۳۲۳،۳۲۵،۳۴۳،
۳۴۳،۳۴۷،۳۴۷،۳۸۹،۳۸۹،۳۸۹،
۳۹۱،۳۹۲،۳۹۲،۴۰۱،۴۰۱،۴۰۹،۴۱۶،
۴۲۹، ۴۲۹، ۴۳۵، ۴۳۸، ۴۳۹،
۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۸،
۴۵۹، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۸۰،
۴۸۴، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۴، ۴۹۴، ۴۹۵،
۵۰۰،۵۰۲، ۵۰۹، ۵۳۲، ۵۳۸، ۵۴۳،
۵۴۴،۵۴۴،۵۴۵،۵۴۷،۵۶۴،۵۶۹،
۵۶۹،۵۷۲،۵۷۲،۵۷۳،۵۷۴،۵۷۵،
۵۸۵،۵۸۵،۵۸۵،۵۹۰،۵۹۲،۵۹۲،
۶۱۳، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۲۰، ۶۲۷، ۶۳۰،
۶۳۴، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۵۴، ۶۵۴، ۶۶۱،
۶۶۱، ۶۶۱، ۶۶۵، ۶۸۳، ۶۸۵، ۶۸۸،
۶۸۹، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۵، ۷۰۳، ۷۰۹،
۷۱۵، ۷۱۶، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۴۹، ۷۴۹،
۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۰، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲،
۷۵۳، ۷۵۳، ۷۷۶، ۷۷۶، ۷۸۱،
۷۸۱، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۶، ۸۱۵، ۸۱۷،
۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۸، ۸۱۸، ۸۳۱، ۸۳۲.

۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۲، ۸۴۲، ۸۴۵، ۸۵۰،
۸۶۰، ۸۶۴، ۸۶۶، ۸۶۷
محمد (خواجہ) :۔ ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹،
۲۱۰
محمد ابن شیخ فتح اللہ سنبھلی :۔ ۳۵۲
محمد ابن الفضل :۔ ۶۵۶
محمد ابونصر :۔ ۲۶۶
محمد اشرف دانشمند مولانا :۔ ۳۴۲ح،
۳۴۳، ۳۴۳ح
محمد بادل :۔ ۱۹۹
محمد باقر :۔ ۷۹۴
محمد بھکری شیخ :۔ ۵۳۶، ۵۳۶
محمد پارسا خواجہ :۔ ۳۳۶، ۳۴۰، ۴۶۶،
۷۸۱، ۸۱۹
محمد پیرم :۔ ۴۲۰، ۴۲۰، ۴۲۰
محمد تقی (معروف بخواجہ میر) :۔ ۱۲۶
محمد تقی مفتی شیخ :۔ ۶۲۲
محمد جامی شیخ شاہ :۔ ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۲۶
محمد جان میر سید میرک جان :۔ ۳۹۸،
۳۹۹، ۷۶۴
محمد حارث شیخ (نور محمد حارث) :۔
۶۰۵، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۴۲
محمد حاکم شیخ :۔ ۶۰۹
محمد حافظ خیالی :۔ ۲۹۱، ۲۹۲، ۳۳۰، ۷۷۳
محمد حسن شیخ :۔ ۵۰۲
محمد حسین دہلوی معروف بہ شاہ خیالی :
۶۶۵، ۶۶۵، ۶۶۶
محمد حصاری شیخ :۔ ۴۴۹
محمد دوست شیخ :۔ ۹۵، ۲۶۶، ۷۶۵
محمد دہدار خواجہ :۔ ۴۴۸، ۵۶۳، ۸۳۲
محمد روحی (مولانا) :۔ ۱۶۱، ۴۸۰
محمد زاہد خواجہ :۔ ۲۱۷
محمد زاہد شیخ :۔ ۱۷۵، ۱۷۵
محمد سرسوی سید :۔ ۱۶۹، ۲۷۷، ۳۷۶،

۴۱۳،۴۱۳،۴۱۴،۷۴۳
محمد سید میر:۔۲۱۰،۲۱۱
محمد سید سنبھلی:۔۸۱۰
محمد سعید شیخ:۔۱۸۶،۱۸۸،۱۸۸،۱۸۸،
۱۸۸،۱۹۰،۱۹۰
محمد سعید شیخ:۔۸۴۰
محمد شریف خاں:۔۲۶۵،۲۶۶،۲۶۷،
۷۳۳
محمد (شہید):۔۶۷۷
محمد صادق:۔۱۹۶،۸۲۶
محمد صادق (حافظ):۔۷۴،۱۰۴،۱۰۴،
۱۱۳
محمد صادق (خواجہ):۔۱۶۵،۱۶۶،۱۹۰،
۱۹۰ح، ۱۹۱، ۱۹۱، ۲۹۰، ۷۴۰، ۷۵۵،
۸۲۲،۸۲۴
محمد صادق سنبھلی فریدآبادی:۔۱۹۹،
۲۰۰،۲۰۰،۵۹۴،۷۲۳
محمد صادق لکھنوی:۔۷۰۳،۷۵۴
محمد صالح:۔۲۰۱،۲۰۱،۲۰۱،۲۰۱
محمد صالح:۔۷۲۳،۷۲۴
محمد صالح (شیخ):۔۱۶۳،۵۷۶
محمد صالح بن محمود بادل:۔۵۸۷
محمد صالح سندھی:۔۱۹۱
محمد صالح شیخ:۔۱۷۵
محمد صالح لاہوری:۔۲۲۴،۳۱۷،۴۵۸
محمد صدیق (خواجہ):۔۱۱۳،۱۶۷،۲۶۰
محمد طاہر شیخ:۔۱۸۴
محمد عادل:۔۲۰۱
محمد عارف خواجہ:۔۸۴۰
محمد عاشق:۔۱۶۳،۳۴۸،۵۷۶،۵۷۷،
۵۷۸،۵۷۸،۵۷۹،۵۷۹،۶۳۲
محمد عاشق پسر خواجہ خرد:۔۱۳۷
محمد عاشق سید:۔۵۴۰،۵۴۰ح
محمد عالم سہارنپوری:۔۴۵۶

محمد عبداللہ سید:۔۸۴۰
محمد علی حکیم ترمذی:۔۸۴۱
محمد علی سید:۔۱۸۹
محمد علی شیخ:۔۲۷۷،۲۷۷
محمد فاروق خواجہ:۔۲۶۱
محمد فاضل:۔۲۰۱،۲۰۱،۲۰۳،۲۰۳،۲۰۳،
۲۰۳،۳۷۰
محمد فضل:۔۶۲۱
محمد فضل اللہ شیخ:۔۲۶۵
محمد قاضی مولانا:۔۵۷۵
محمد قلی (شیخ):۔۷۳، ۷۳، ۱۴۴، ۱۴۴،
۱۴۵،۱۴۵،۷۱۹
محمد کلّہ رواں شیخ:۔۵۰۷
محمد محتسب دہلوی سید:۔۴۱۲
محمد محسن خواجہ:۔۴۲۳،۴۲۴
محمد محسن سمرقندی خواجہ:۔۲۰۸
محمد مراد:۔۲۶۴
محمد مراد:۔۵۰۲
محمد مرشد جہاں شیخ:۔۵۰۶،۵۰۸
محمد معشوق طوسی:۔۱۵۲
محمد معصوم:۔۶۲۰
محمد معصوم شیخ:۔۱۸۸، ۱۸۹، ۱۸۹،
۱۸۹ح،۱۸۹ح،۱۹۰،۷۰۲،۷۳۲
محمد مومن میر:۔۲۶۵
محمد مولانا:۔۵۴۷
محمد مقیم:۔۶۶۸،۶۶۸،۶۶۸
محمد مقیم انصاری سنبھلی:۔۵۰۰، ۵۰۱،
۵۰۱،۵۰۲
محمد مقیم لاہوری:۔۴۹۷
محمد مکّی (سید):۔۶۶
محمد نعیم:۔۲۲۴
محمد ہاشم سنبھلی:۔۱۰۵، ۱۷۷، ۱۷۸،
۱۷۸،۱۹۳،۲۷۷،۳۵۴
محمد ہاشم شیخ:۔۴۸۲

محمد ہمویہ (خواجہ): ۔۱۵۲
محمد یحییٰ شیخ: ۔۱۹۰
محمد یعقوب خواجہ: ۔۷۴۰
محمود احمد عباسی: ۔۵۲۰ح، ۵۲۲ح، ۸۰۱ح
محمود بادل شیخ: ۔۵۳۹، ۵۸۷
محمود بنی اسرائیل شیخ: ۔۶۶۳
محمود بیابانی سید: ۔۶۸۰
محمود جلال بادِل شیخ: ۔۱۹۹، ۲۰۰
محمود حافظ: ۔۲۸۲
محمود خواجہ: ۔۲۰۹، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۰
محمود خواجہ: ۔۲۰۶
محمود خیر آبادی حاجی: ۔۲۱۰
محمود زنجیر فغنوی: ۔۲۱۷
محمود ودھادھاری: ۔۸۰۳، ۸۰۳
محمود سنبھلی شیخ: ۔۶۳۹، ۶۴۱، ۶۴۲
محمود سبکتگین: ۔۲۷۴، ۲۷۴
محمود سید (امروہہ): ۔۸۰۱، ۸۰۱ح، ۸۰۱ح
محمود سید امروہہ: ۔۳۴۲، ۳۴۴، ۳۹۶، ۴۲۵
محمود سورتی: ۔۳۹۶
محمود صالح سنبھلی: ۔۴۸۲، ۴۸۲، ۴۸۲
محمود قلندر شیخ: ۔۷۵۵
محمود نور بار (پہلوان): ۔۱۳۷، ۱۳۸
محمود سمرقندی خواجہ: ۔۲۰۸، ۲۱۰، ۷۵۸
محسن فانی کشمیری شیخ: ۔۷۵۵، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۷، ۷۵۸
مرتضیٰ (شیخ سنبھلی): ۔۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۱، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۷۹، ۲۰۶، ۲۰۷، ۳۷۹، ۴۲۴، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۱۲، ۷۴۳، ۸۴۸

مرتضیٰ خان:۔۲۳۲
مرتضیٰ سید (بن ابوالمعالی):۔۷۹۴
مرتعش:۔۷۲۶،۷۲۷
مرزاباقی:۔۳۷۰
مرزا خلیل پسر محمد جہانگیر:۔۳۳۶،
۳۳۷،۳۳۷،۳۳۷،۳۳۷
مرزا شاہ رخ:۔۱۳۹،۱۳۹ح،۳۳۷،
۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۷، ۴۷۹، ۵۴۸،
۵۴۸،۵۴۸
مرزا الغ بیگ:۔۲۷۹، ۲۷۹، ۲۷۹،
۲۷۹،۲۸۰،۴۷۲،۴۷۲،۴۹۲،۶۰۸
مرزا محمد قاضی بلخی:۔۶۸۷
مسافر خوارزمی خواجہ:۔۳۵۳
مسعود بک (خواجہ):۔۱۶۴،۱۶۴ح،
۴۸۶،۴۸۷
مسعود خواجہ:۔۲۰۸،۲۰۹
مسعود خواجہ:۔۲۶۵
مسعود سید:۔۶۴۲
مسعود شیرازی:۔۴۸۰
مسلم بھکری:۔۳۲۵،۳۲۵
مسیح الزماں حکیم:۔۶۲۰،۶۲۱
مشتاقی:۔۳۳۴
مشعور:۔۳۷۷
مشفی سنبھلی:۔۵۷۷، ۵۷۷، ۵۷۷،
۷۳۲،۷۳۴،۷۳۹،۷۴۰،۷۴۲،۷۴۲،
۷۴۳،۷۴۳،۷۴۴،۷۵۲
مصطفیٰ سید:۔۴۱۴
مصطفیٰ شیخ:۔۳۷۶
مصطفیٰ (شیخ سنبھلی):۔۸۷،۱۵۰،۱۵۱
۳۴۵، ۴۷۱، ۴۹۶، ۶۵۰، ۸۲۷، ۸۳۰،
۸۳۶
مصطفیٰ شیخ سنبھلی:۔۵۸۳، ۵۸۵،
۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۷، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۲،
۵۹۴، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۷، ۵۹۷،

۵۹۷، ۵۹۷، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۸،
۵۹۸، ۵۹۹، ۵۹۹، ۵۹۹، ۶۰۲، ۶۰۲،
۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۰۹
مظفر حسین:۔۷۰۳
مظفر سید:۔۶۶۰، ۶۶۰
مظفر کاشی:۔۷۲۱
معاذ سنبھلی:۔۶۰۷
معروف سید:۔۷۹۴، ۸۰۴، ۸۰۸
معروف علی:۔۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۳، ۲۱۵
معروف کرخی:۔۷۰۷
معصوم خاں کابلی:۔۲۶۶
معظم سنبھلی شیخ:۔۲۹۵، ۲۹۶، ۳۴۶،
۵۷۷
معین الدین چشتی (خواجہ):۔۱۵۹،
۲۴۰، ۲۴۸، ۲۸۳، ۳۵۳، ۴۸۷، ۵۵۹،
۵۸۷، ۶۷۸، ۸۰۷، ۸۱۵
معین الدین مولانا:۔۲۵۰، ۷۹۲
معین واعظ مولانا:۔۴۸۰
مفاخر حسین میر:۔۱۸۹، ۶۱۶، ۷۰۲،
۷۳۱، ۷۳۱
مقتدی باللہ عباسی (خلیفہ):۔۱۶۳ح
ملک احمد کشمیری:۔۲۲۱
ملک یار پران نورالدین شیخ:۔۲۹۰،
۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۱
مُلّا شاہ مدّو:۔۷۵۸
ملا ظاہری پانی پتی:۔۷۶۸، ۷۶۸،
۷۶۹، ۷۶۹
ملا محبّ علی تتہ:۔۵۴۸، ۵۵۰
ملا مہمی قلندر:۔۲۰۲
ملا نسبتی تھانیسری:۔۶۶۰
ملہی:۔۴۳۲، ۴۳۲
منصور حلاج (حسین):۔۵۷۶، ۶۲۲،
۶۲۳، ۶۲۳، ۷۸۸
منصور شیخ:۔۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸

منصور شیخ سنبھلی:۔۵۰۹
منظور بیگ:۔۶۱۶
منور بن عنایت اللہ (شیخ):۔۱۰۶
منور سنبھلی بن شیخ منصور:۔۵۰۹،۵۱۰
موتی:۔۳۶۳
مودود چشتی:۔۶۸۰
مودود شیخ:۔۳۴۵،۳۴۶
موسیٰ (حافظ):۔۷۴
موسیٰ (علیہ السلام):۔۵۵،۲۲۴،۴۸۰،
۵۰۹،۵۵۲،۶۹۵
موسیٰ ثانی سید:۔۸۳۹
موسیٰ خیاط:۔۳۵۰،۳۵۰،۳۵۰
موسیٰ سرہندی شیخ:۔۱۸۴،۷۴۵
موسیٰ سید:۔۸۳۹
موسیٰ شیخ رافی:۔۳۷۷،۳۷۷
موسیٰ کاظم:۔۷۹۴
مولانا زادہ فرکتی:۔۶۰۰
مولانا محمد:۔۵۷۴،۵۷۴،۵۷۴
مولانا قاسم:۔۶۰۳،۶۰۳،۶۰۳
مہابت علی خاں:۔۲۰۸،۲۱۳،۲۱۳ح،
۲۹۶،۵۱۴،۶۸۶
مہتا شیخ:۔۲۸۳،۲۸۳،۲۸۳
مہدی علی کشمیری:۔۶۱۵، ۶۱۵، ۶۱۶،
۶۱۷
مہر علی (حافظ):۔۷۳،۷۳،۷۴، ۱۱۱،
۱۱۴،۲۰۴
مہر علی نیشاپوری:۔۳۶۵،۳۶۶،۳۶۶
مہین بسوتی مولانا:۔۲۴۷
میر ابوالبقاء:۔۶۸۱
میر تیمور:۔۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۸،
۲۲۸،۲۲۸،۲۲۸،۲۲۸،۲۲۹،۲۲۹،۲۲۹،
۲۲۹،۲۲۹،۳۳۷،۴۷۹
میر جعفر:۔۶۱۵،۶۱۶،۶۱۶،۶۱۶،۶۱۶،
۷۳۱

میر حسن دہلوی:۔۵۱۴،۵۸۷
میر خسرو دہلوی:۔۳۶۸،۳۶۸،۵۰۱،
۵۸۷، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۳۴، ۶۳۵،
۶۳۵، ۶۳۵، ۶۳۵، ۶۷۳، ۶۷۸،
۶۸۸،۸۱۶
میر دیوانہ مجذوب سبزواری :۔۷۱۲،
۷۱۲
میرزا جیو:۔۸۲۳،۸۲۳
میر سلیم:۔۶۷۷
میر سید علی:۔۲۵۲،۲۵۲ح،۲۵۳
میر صالح:۔۵۸۳
میر صالح لونی:۔۴۶۶
میر عابد:۔۷۶۳
میر عماد:۔۶۱۶،۷۰۲،۷۳۱،۷۳۱،۷۳۲
میر محمد مراد بدخشی:۔۳۸۵،۳۸۶،۳۸۷
میر معین الدین پروانہ:۔۵۱۹
میر کلال سید خواجہ:۔۲۱۷، ۲۲۷، ۲۲۷،
۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۸،
۳۳۷،۶۷۲
میر علی سید امروہہ:۔۸۰۴
میر عوض علی سنبھلی فرید آبادی :۔۴۶۳
۴۶۴،۴۶۴
میر ہاشم:۔۳۰۰

ن

ناصر علی سرہندی:۔۱۸۸ح
ناظر محمد (صادق گنگوہی شیخ):۔۵۵۸،
۵۵۸
نارائین بیراگی :۔۷۲۰، ۷۲۰، ۷۲۱،
۷۲۲،۷۲۳
نتھا بلگرامی:۔۴۴۲
نجم الحسن (گنوری):۔۶۱۴
نجم الدین (شیخ):۔۱۵۵
نجم الدین ستون شیخ:۔۶۷۵،۶۷۷
نجم الدین سنبھلی شیخ :۔۵۰۶، ۵۰۷،

۵۰۷،۵۰۸
نجم الدین کبریٰ شیخ:۔۳۰۱
نجم الدین لونی شیخ:۔۷۳۵،۷۳۷
نروتم داس میرٹھی:۔۶۸۶
نساخ خواجہ:۔۳۸۸
نصر اللہ سید:۔۶۲۷
نصر اللہ شیخ:۔۶۴۴
نصر اللہ کمانگر سرہندی:۔۷۰۸
نصیر الدین اکبر آبادی:۔۲۶۵،۳۰۵
نصیر الدین بہاری شیخ:۔۷۰۱
نصیر الدین چراغ دہلی شیخ:۔۶۶،۹۹،
۱۵۹،۴۸۶،۴۸۷،۶۹۰
نصیر الدین نوساری:۔۶۵۸
نصیر الدین ہمایوں بادشاہ:۔۴۱۹،۴۲۰
۴۲۱،۴۳۳،۴۸۱،۵۶۱،۶۲۸،۶۲۹
نظام الدین (مولانا نیشاپوری):۔
۶۴،۶۴،۶۴،۲۷۸،۲۷۹،۶۰۰
نظام الدین احمد:۔۴۰ح
نظام الدین احمد (میر غازی خاں):۔
۸۸،۸۹
نظام الدین امروہہ شیخ:۔۵۲۷،۵۲۷،
۵۳۰
نظام الدین اولیاء:۔۴۱،۲۱۴،۲۵۰،
۲۹۱،۳۴۹،۳۵۲،۳۵۵،۳۶۶،۳۶۸،
۳۶۸،۴۸۷،۴۹۲،۵۸۶،۶۱۳،۶۳۴،
۶۳۵،۶۳۶،۶۳۷،۶۴۶،۶۴۶،۶۴۶،
۶۴۷،۶۴۷،۶۵۲،۶۵۲،۶۷۰،۶۷۰،
۶۷۱،۶۹۰،۶۹۹،۷۰۰،۷۰۰،۷۳۰،
۷۷۷،۷۹۱،۸۲۹،۸۴۳
نظام الدین تھانیسری شیخ:۔۳۸۴،
۳۸۴،۳۸۴،۳۸۴
نظام الدین شیخ:۔۸۳۰،۸۳۰،۸۳۱
نظام الدین نارنولی:۔۳۱۰،۳۱۰ح،
۳۱۴،۳۵۹

نظام مداری شیخ :۔۶۸۴، ۷۱۹، ۷۱۹، ۷۱۹، ۷۲۰
نظیر خواجہ (نذیر):۔۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲
نظیر علی شیخ سنبھلی:۔۶۱۵، ۶۱۸، ۷۳۱
نظیر محمد سید:۔۲۳۱، ۲۳۲، ۵۷۷
نظیری (نیشاپوری):۔۴۸
نعمت اللہ:۔۷۱۶
نعمت اللہ (معروف بشیخی) :۔۹۷، ۱۶۳، ۱۶۴، ۷۳۰
نعمت اللہ خدانما شیخ:۔۶۲۴، ۶۲۴
نعمت اللہ شاہ:۔۲۴۱
نوح (علیہ السلام):۔۱۰۱
نورالدین:۔۱۶۷
نورالدین حسین برانی:۔۴۵۷
نورالدین حکیم:۔۵۰۳
نورالدین حکیم:۔۶۶۳، ۶۶۴
نورالدین محمد:۔۱۶۷
نورالدین سید امروہہ:۔۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰
نورالدین مُلّا نوری:۔۱۷۰ح
نوراللہ:۔۵۸۵
نورالحق شیخ:۔۲۳۷، ۲۸۶، ۲۹۰
نور شیخ:۔۲۱۲، ۲۱۲
نور شیخ:۔۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۶
نور محمد امروہہ:۔۵۲۹، ۵۳۳
نور محمد سنبھلی:۔۵۷۸، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۳۹
نور محمد کشمیری:۔۵۹۸

و

وامق:۔۴۹۰
وجیہہ الدین:۔۲۴۴
وجیہہ الدین شیخ:۔۳۰۵، ۳۰۵، ۳۰۹
وحید الدین محمد ابوالمعالی:۔۸۵۰
وزیر محمد خان دیسی:۔۳۱۹، ۳۲۰، ۸۳۸
وصال محمد:۔۷۷

ولی محمد امروہہ:۔۳۱۶
ولی محمد سرسوی:۔۴۴۴
ولی سید:۔۳۲۱

ہ

ہارون سید بن جعفر ثانی:۔۷۹۴
ہاشم:۔۶۲۵
ہلالی سنبھلی شیخ:۔۴۷۸، ۴۷۸، ۴۷۸، ۶۹۸
ہندو بیگ:۔۶۷۶، ۶۷۷

ی

یار محمد لاہوری شیخ:۔۴۵۰
یحییٰ خالد:۔۳۹۲
یحییٰ زاہد:۔۸۴۰
یحییٰ سید امروہہ:۔۵۲۰، ۵۲۲
یحییٰ شیخ:۔۴۰۸، ۵۴۶، ۷۷۹، ۷۸۰
یحییٰ گجراتی شیخ:۔۶۴۶
یعقوب (علیہ السلام):۔۴۱ح، ۱۱۹
یعقوب چرخی مولانا:۔۲۱۷
یعقوب کشمیری شیخ:۔۶۳۲
یمین الدین شیخ:۔۳۱۱
یوسف (علیہ السلام):۔۴۱ح، ۱۱۹، ۲۶۶، ۳۴۵
یوسف (شیخ):۔۱۴۵
یوسف بھکری سید:۔۴۷۶
یوسف شیخ:۔۴۲۲
یوسف قتال (شیخ):۔۱۷۷، ۱۷۷
یوسف محمد شیخ بن عبدالوہاب:۔۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰
یوسف ہمدانی شیخ:۔۳۱۵، ۴۶۳

اماکن

الف

اجمیر :۔۹۷، ۲۴۸، ۲۸۲، ۲۸۳، ۷۴۹، ۸۰۷

اجین :۔۲۸۰، ۲۸۲، ۶۸۸

اجودھن:۔۵۸۶

اُچہ:۔۷۱۴، ۷۴۹، ۷۸۴

آبنیر :۔۴۳۰، ۵۴۶، ۸۲۱

آچین:۔۳۲۷

آذربائیجان:۔۳۶۹

اعظم پور (باسٹہ):۔۱۶۹، ۱۶۹ح، ۱۷۰، ۵۳۲

افغان پور:۔۱۹۹

اکبرآباد :۔۹۴، ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۸۲، ۲۰۱، ۲۰۸، ۲۶۵، ۲۸۲، ۲۹۵، ۲۹۹، ۲۹۹، ۳۰۵، ۳۰۵، ۳۰۸، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۲، ۴۱۹، ۴۳۵، ۴۴۱، ۴۸۳، ۵۲۷، ۵۳۸، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۷۲، ۵۹۰، ۶۰۵، ۶۲۰، ۷۱۵، ۷۵۷، ۷۷۲، ۷۷۲، ۷۷۲، ۸۰۵، ۸۰۷، ۸۱۰، ۸۲۷

آگرہ:۔۲۱۲، ۲۱۸، ۴۸۳

النکر:۔۲۰۸

الہ آباد :۔۵۶۷، ۵۶۷، ۵۶۷، ۵۷۰، ۵۷۱ح، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۳، ۵۷۳

امروہہ :۔۷۷، ۱۶۹ح، ۱۷۰ح، ۱۹۴، ۲۹۵، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۴۳، ۳۵۱، ۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۶، ۳۹۶، ۳۹۷، ۴۲۵، ۴۵۷، ۴۸۳، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۹، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۳، ۵۳۷، ۵۳۷، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱،

۵۶۶، ۵۷۱، ۵۷۱ح، ۶۴۴، ۶۴۴، ۶۷۳،
۷۹۴، ۷۹۴، ۷۹۶، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۷،
۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۲، ۸۰۲،
۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۱۸،
۸۲۷، ۸۴۳، ۸۴۴
انول (یک قریہ ایست): ۷۰۰، ۷۰۰
اورنگ آباد:۔ ۵۱۲
اوچ:۔ ۵۴۷، ۵۴۷، ۵۴۷
اندلس:۔ ۱۲۹ح
ایران:۔ ۱۲۲، ۲۰۷، ۲۲۶، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۴۰، ۲۴۰، ۲۴۰، ۳۰۰، ۴۰۶، ۴۰۶، ۴۹۱
ایرج:۔ ۳۳۸

ب

بارہہ:۔ ۲۹۴
بالاگڑھ:۔ ۹۷
بھاگل پور:۔ ۲۹۴، ۲۹۴، ۳۸۷
بھکر:۔ ۲۲۲، ۳۲۵، ۴۴۱، ۴۷۶، ۵۳۵،
۵۳۶، ۷۱۴
بھوج پور:۔ ۸۰۴
بھولاسر:۔ ۷۲۵
بجمنڈل:۔ ۶۶۶
بجنور:۔ ۱۶۹ح
بخارا:۔ ۱۲۴، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۲۷، ۲۲۸،
۲۹۰ح، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۷۰، ۳۷۰،
۳۸۸، ۴۹۲، ۶۲۴، ۶۶۵، ۷۴۷، ۷۸۱
بخارا (یک محلّہ ایست در لاہور):۔
۲۳۱
بدائع النزل:۔ ۶۶۶
بدایوں:۔ ۲۱۴، ۲۱۴، ۲۱۴، ۴۰۹، ۶۷۷،
۷۵۱
بدخشاں:۔ ۲۸۵، ۷۴۷
بدخشاں:۔ ۳۸۵، ۳۸۵
بڈھانا:۔ ۳۱۶
برہان پور:۔ ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۹۳،

۱۹۳، ۲۶۷، ۳۱۷، ۳۲۱، ۵۳۲، ۵۳۲،
۵۳۲، ۵۹۹، ۶۲۱، ۶۲۳، ۷۴۴
بریلی:۔ ۲۴۴، ۴۸۸، ۴۸۸، ۵۷۴
بصرہ:۔ ۳۶۹، ۳۹۵
بغداد:۔ ۳۷۸، ۳۷۸، ۴۱۴، ۵۵۳
بلخ:۔ ۳۸۴، ۳۹۸، ۶۸۷، ۷۴۹، ۷۵۷،
۷۵۷
بلگرام:۔ ۴۳۶، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۲،
۴۴۲، ۴۴۲، ۴۴۲، ۶۳۶، ۷۲۷، ۷۲۷
بکرم پور:۔ ۳۰۷
بندیلہ:۔ ۵۳۱
بنگال:۔ ۳۰۶، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۰۸،
۳۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷
بنّور:۔ ۳۰۴، ۳۰۴، ۳۲۲، ۴۵۰، ۴۵۶،
۵۵۸، ۵۵۸
بہتہ:۔ ۲۴۸، ۲۴۸، ۵۹۱
بہرائچ:۔ ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۹
بہیرہ:۔ ۲۰۸، ۴۷۵، ۵۸۵
بیت اللہ:۔ ۶۲۱
بیت الفاکہین (درمکّہ):۔ ۵۳۵
بیت المقدس:۔ ۶۲۰
بیجاپور:۔ ۳۹۶، ۴۰۹، ۴۰۹، ۵۳۴
بیل قانے شہید:۔ ۶۷۷

پ

پانی پت:۔ ۳۹۴، ۶۳۱، ۶۳۴، ۶۳۵،
۷۶۸، ۷۹۵، ۷۹۵، ۷۹۵
پٹنہ:۔ ۴۵۶
پرانہ بانس:۔ ۶۵۰، ۶۵۲
پنجاب:۔ ۲۴۳، ۴۷۵
پنہرہ:۔ ۷۸۰
پشاور:۔ ۵۵۸، ۶۴۵
پیلوندی (لاہور):۔ ۵۸۵

ٹ ت

ٹھٹھ:۔ ۶۶۲، ۶۶۵

تاشقند:۔۶۹

تتہ:۔۵۴۸،۷۱۴

تبریز:۔۱۶۹،۲۱۵،۷۱۲،۷۱۲

ترحمان:۔۶۴

ترکستان:۔۶۴،۱۶۹

توران:۔۲۰۷،۲۳۸،۳۰۰،۳۰۰،۴۹۱،
۷۵۷

توقات:۔۵۱۹

تھانیسر:۔۶۵،۳۲۳،۳۸۴،۴۰۵،۴۰۷

ج

جالندھر:۔۱۸۴،۱۹۰،۱۹۰،۸۰۸

جاکو(قصبہ ایست):۔۷۵۸

جودباغ:۔۷۰۰

جون پور:۔۲۴۴،۲۵۲ح،۲۵۲ح،۲۵۳،
۵۶۴،۵۶۴،۵۶۶،۶۳۱

جیسر میر:۔۶۱۴

جھنجھانہ:۔۳۱۶،۵۰۲،۵۰۶

چ

چتوڑ:۔۱۹۷

چغانیاں:۔۶۳ح،۷۸۱

چندن پٹی:۔۸۰۴

چندیری:۔۷۹۰،۷۹۰

ح

حبش:۔۳۹۵

حجاز:۔۲۴۸، ۲۶۰، ۲۷۰، ۳۰۳،
۴۴۷، ۵۱۲، ۵۲۳، ۵۳۷، ۶۰۶،
۶۰۶،۶۰۷،۶۳۳،۶۴۳،۷۸۴

حرم شریف:۔۵۳۵،۶۶۵

حرمین شریفین:۔۹۱،۱۱۴، ۱۸۷، ۲۱۷،
۲۳۵، ۲۴۸، ۲۶۰، ۲۷۰، ۲۹۹، ۲۹۹ح،
۳۰۴، ۴۴۷، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۵۱۲،
۵۱۲، ۵۱۹، ۵۲۳، ۶۰۸، ۶۵۸، ۶۶۵،
۷۸۴،۸۰۷

حسن پور:۔۷۹، ۱۸۲، ۴۸۳، ۵۲۳،

۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱،
۶۶۲، ۷۲۳
حصار:۔۴۴۹
حوض شمسی:۔۲۳۷
حیدر پور:۔۵۷۲

خ

خاندیس :۔۳۱۹
خراسان :۔۳۳۷، ۳۳۷، ۴۸۶، ۶۱۵،
۶۲۹
خضر آباد:۔۶۲۷
خوارزم:۔۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸
خوشاب :۔۲۰۸، ۴۷۵، ۵۸۵، ۶۶۷،
۶۹۶، ۸۱۱

د

دانیال پور:۔۳۸۲، ۳۸۴
دُرپور:۔۴۰۵
دکن :۔۳۸۶، ۴۰۴، ۴۰۴، ۴۰۸، ۵۳۲،
۶۲۸
دکنی جنگل (مکھی جنگل):۔۲۳۱، ۲۳۲،
۲۳۲، ۵۷۷
دمشق:۔۱۲۹ح، ۷۸۹
دولت آباد:۔۴۰۹
دہلی :۔۴۱، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۷۹،
۸۱، ۸۳، ۱۰۶، ۱۰۶، ۱۴۰، ۱۴۶، ۱۴۷،
۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۶،
۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۸،
۱۹۳، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۰۸، ۲۱۲،
۲۱۵، ۲۱۵، ۲۳۱، ۲۳۵، ۲۳۵، ۲۴۳،
۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۸، ۲۵۸،
۲۷۰، ۲۷۰، ۲۷۴، ۲۸۶، ۲۹۰ح، ۲۹۱،
۲۹۱، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۰۳، ۳۱۷، ۳۲۵،
۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۴۳،
۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۷، ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۴۹،
۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۹۶،

۳۹۹، ۴۱۴، ۴۲۲، ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۲۵،
۴۲۹، ۴۳۶، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۵۸،
۴۵۸، ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۶۰، ۴۷۰، ۴۷۸،
۴۷۹، ۴۷۹، ۴۷۹، ۴۸۳، ۴۸۵، ۴۸۶،
۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۸، ۴۹۱،
۴۹۳، ۵۱۴، ۵۱۴، ۵۱۴، ۵۲۳، ۵۳۸،
۵۴۱، ۵۴۱، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۵۹،
۵۶۰، ۵۶۴، ۵۶۷، ۵۷۳، ۵۷۶، ۵۸۰،
۵۸۶، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۷، ۵۸۸،
۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۱، ۵۹۸، ۵۹۸،
۵۹۸، ۵۹۸، ۶۰۷، ۶۱۱، ۶۱۱، ۶۲۸،
۶۳۱، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۵، ۶۳۶،
۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۴، ۶۴۶، ۶۴۷،
۶۴۸، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۹، ۶۶۱،
۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۳، ۶۸۴، ۶۸۶، ۶۸۷،
۶۹۰، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۶، ۶۹۹، ۷۰۰،
۷۰۶، ۷۱۶، ۷۱۶، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۳،
۷۲۳، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۸، ۷۲۸،
۷۳۰، ۷۳۵، ۷۴۵، ۷۵۷، ۷۷۳،
۷۷۴، ۷۸۱، ۷۹۱، ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۱۰،
۸۱۰، ۸۱۱، ۸۲۶، ۸۳۰، ۸۳۰

دینور:۔ ۳۶۹
دیہتن:۔ ۴۷۵، ۴۷۵
دہودس:۔ ۴۰۸
دھارانگری:۔ ۶۹۰
ڈھاک شہید:۔ ۴۰۸
ڈھاکہ:۔ ۳۰۶
ڈھکہ:۔ ۳۳۱

ر

راج گڑھ:۔ ۳۵۷، ۳۵۷
ردولی:۔ ۳۹۰
رسول پور:۔ ۴۰۵
روم:۔ ۳۹۵، ۵۱۹، ۵۳۶، ۶۰۸، ۶۰۸، ۷۱۲
رے:۔ ۷۴۷

س

سادھورہ (سالورہ):۔ ۶۲۷، ۶۲۷، ۷۸۵
سبزوار:۔ ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۲
سرائے ترین سنبھل:۔ ۶۶۹
سرائے ڈاسنہ:۔ ۴۲۲
سرائے سنبھالک:۔ ۱۸۸
سرائے شیخ علاء الدین چشتی دہلی:۔ ۴۸۷، ۴۸۸
سرائے شیخ نوربخش:۔ ۵۶۶
سرائے کٹرہ شیخ فرید:۔ ۱۸۱، ۶۴۷
سردہ:۔ ۱۹۸
سرسی:۔ ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۷۷، ۳۹۶، ۴۱۳، ۴۴۴، ۷۱۷، ۷۴۷
سرہند:۔ ۴۰، ۸، ۸۲، ۸۲، ۸۶، ۸۶، ۸۷، ۸۷، ۸۸، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۸، ۱۹۰ح، ۲۶۰، ۲۸۰، ۲۹۹، ۲۹۹، ۲۹۹ح، ۳۰۳، ۳۲۹، ۴۷۰، ۴۹۷، ۶۳۳، ۶۳۳، ۶۸۷، ۷۰۲، ۷۴۵، ۷۴۵
سنام:۔ ۲۰۸، ۳۳۲، ۳۳۶، ۶۱۲، ۶۱۴، ۶۱۴، ۷۸۹
سلیم پور:۔ ۲۱۱
سلیم گڑھ:۔ ۴۹۱
سکندرہ باد:۔ ۱۴۴
سمرقند:۔ ۲۰۸، ۲۰۸، ۲۱۷، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۵۸، ۲۷۸، ۲۹۹ح، ۳۳۷، ۳۳۷، ۶۰۸
سندھ:۔ ۱۹۱، ۳۱۷، ۴۷۶
سندیلہ:۔ ۳۱۶، ۶۱۵، ۶۵۷، ۶۵۷، ۷۱۵
سنبھل:۔ ۳۹، ۷۳، ۷۸، ۷۹، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۷، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۴، ۲۰۴، ۲۰۴، ۲۱۶، ۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۷۷،

۲۷۷، ۳۰۸، ۳۰۸، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۲۲،
۳۲۵، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۱،
۳۳۱، ۳۳۸، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۲، ۳۴۹،
۳۵۵، ۳۶۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۸۶،
۳۸۶، ۳۸۷ ح، ۳۸۸، ۳۹۶، ۳۹۶،
۳۹۷، ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۰۸،
۴۰۸، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۴، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۳،
۴۲۳، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۲، ۴۳۲، ۴۳۲،
۴۳۳، ۴۴۳، ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۵۷،
۴۶۳، ۴۷۸، ۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۳،
۴۹۴، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۴، ۵۰۶،
۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۱، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۵، ۵۲۰،
۵۲۷، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۵،
۵۴۵، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۹، ۵۶۳، ۵۶۶،
۵۷۳، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۸، ۵۷۹،
۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۳، ۵۹۲، ۵۹۴، ۵۹۶،
۵۹۷، ۵۹۸، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۴، ۶۰۵،

۶۰۷، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۱۳،
۶۱۵، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۱، ۶۲۳، ۶۲۵،
۶۳۲، ۶۳۹، ۶۳۹، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۲،
۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۴، ۶۴۴، ۶۵۲، ۶۵۳،
۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۷۱،
۶۶۳، ۶۶۳، ۶۶۹، ۶۶۹، ۶۶۹، ۶۶۹،
۶۷۳، ۶۷۵، ۶۷۵، ۶۷۵، ۶۷۵،
۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۷، ۶۷۸،
۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۰، ۶۸۲، ۶۸۲،
۶۸۳، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۶، ۶۸۷،
۶۸۷، ۶۸۷، ۶۹۸، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۰۱،
۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۶، ۷۱۰، ۷۱۴، ۷۱۷،
۷۱۸، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۴،
۷۲۵، ۷۲۵، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۴۳، ۷۴۳،
۷۴۴، ۷۴۴، ۷۴۷، ۷۴۷، ۷۴۷،
۷۴۷، ۷۴۷، ۷۵۳، ۷۵۳، ۷۵۴،
۷۵۴، ۷۵۴، ۷۷۲، ۷۸۰، ۷۸۱،

۷۸۵، ۷۹۷، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۵،
۸۰۸، ۸۰۸، ۸۰۸، ۸۱۰، ۸۲۸، ۸۳۰،
۸۳۰، ۸۳۰، ۸۳۲، ۸۳۲، ۸۳۵، ۸۳۶،
۸۳۶، ۸۴۴، ۸۴۸
سورت:۔ ۳۹۶، ۳۹۶، ۳۹۶، ۶۵۸، ۶۵۸
سونی (قصبہ):۔ ۲۴۵
سہارن پور:۔ ۱۸۷، ۲۳۸، ۳۰۳، ۴۵۵،
۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۶، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸،
۴۵۸، ۴۶۰، ۷۴۵
سہرورد:۔ ۶۶۶
سیال کوٹ:۔ ۲۴۰، ۲۴۴، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۵۱
سیستان:۔ ۱۰۹، ۱۰۹
سیدواڑہ:۔ ۸۰۴
سہسوان:۔ ۴۴۲، ۶۰۹، ۷۸۷
سیتھلی:۔ ۴۸۸

ش

شاش:۔ ۶۴۷، ۶۴۷
شاہ جہان آباد:۔ ۴۹۱، ۴۹۱
شیراز:۔ ۱۲۲، ۲۰۶، ۳۲۰، ۵۰۵، ۵۶۱،
۵۸۱، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۳، ۷۶۷

ص ط ظ

صنعاء:۔ ۷۲۶
طرتوس:۔ ۱۶۰
طوس:۔ ۱۵۳، ۳۴۵، ۷۱۲، ۷۱۲
ظفر پور:۔ ۴۳۸

ع

عراق:۔ ۲۳۳، ۴۷۹، ۵۱۵، ۶۲۹، ۶۲۹،
۶۶۲، ۶۶۲
عرب:۔ ۳۰۴
علی پور چنداین:۔ ۲۵۳

غ

غجدوان:۔ ۲۱۷
غزنی:۔ ۶۷۸، ۶۷۹، ۷۰۳

ف

فتح پور:۔۵۰۵،۸۰۵

فتح پوری (دہلی):۔۲۴۸

فرید آباد:۔۸۷، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۰، ۲۰۱،
۲۳۲، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۰،
۳۷۲، ۳۹۹، ۴۱۵، ۴۱۵، ۴۲۳، ۴۴۱،
۴۶۰، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۷۰،
۴۸۴، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۴، ۵۸۸،
۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۴، ۵۹۸،
۵۹۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۱، ۶۹۴، ۷۲۰،
۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۸۲۲،
۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷

فیروز آباد:۔۲۴۳، ۵۶۵، ۶۲۸، ۶۲۸،
۶۴۸، ۷۱۹

فیروز پور:۔۳۹۶، ۳۹۶، ۳۹۷

ق

قاشقال:۔۷۵۸، ۷۵۸

قزوین:۔۵۸۲، ۷۰۷

قصور (قصبہ ایست در لاہور):۔۲۳۱

قندھار:۔۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹، ۲۲۶،
۲۲۶، ۴۴۴، ۶۱۵، ۶۴۴، ۶۷۸، ۷۰۳،
۸۱۲، ۸۲۸

قنوج:۔۴۳۹

قونیہ:۔۳۸۹

ک

کابل:۔۲۳۹، ۲۳۹، ۲۶۶، ۴۳۳،
۶۲۹، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۵۵، ۷۵۸

کاشغر:۔۱۶۱، ۴۰۳، ۴۳۰، ۵۴۶،
۵۴۶، ۵۶۴

کاشی:۔۴۴۱

کالپی:۔۶۸۶

کالکا:۔۳۶۸

کاٹھیاواڑ:۔۵۳۷ ح

کٹرہ شیخ فرید بخاری:۔۳۲۴

کٹھیر :۔۵۳۳
کرخ:۔۷۰۷
کرمان:۔۵۱۶،۵۳۹،۶۳۹،۶۹۱
کشمیر:۔۲۰۳،۲۰۶،۲۱۶،۲۲۱،۲۵۹،۲۶۰،
۲۶۴، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۹۸، ۶۱۵، ۷۰۲،
۷۵۵،۷۵۵،۷۵۵،۷۵۶،۷۵۶
کمانگر:۔۵۷۴
کناتج:۔۵۳۷،۵۳۷ح،۷۱۵
کوٹ قبولہ:۔۵۸۵
کوہ طور:۔۶۲۳
کوفہ:۔۸۱۹
کوہ الوند:۔۶۵۸
کوہ کمایوں:۔۳۰۶،۳۷۶،۴۰۵،۵۹۲،
۵۹۷
کیتھل:۔۸۲

گ

گجرات :۔۲۱۵، ۲۱۷، ۳۰۹، ۳۰۹،
۳۰۹،۳۳۳،۳۳۳،۳۶۵،۳۸۲،
۳۸۴، ۴۰۷، ۴۷۹، ۵۳۵، ۵۳۷ح،
۶۴۶،۷۰۲،۷۰۲،۷۰۴،۷۱۵
گڑھ مکتیسر :۔۱۶۸، ۳۶۳، ۶۵۳،
۶۵۵،۷۲۳،۸۴۳،۸۴۳
گنگوہ :۔۸۶، ۳۹۵، ۵۵۴، ۵۵۶،
۵۵۸،۵۵۸،۵۷۲،۵۷۲،۵۷۳
گنور:۔۶۱۲،۶۱۲،۶۱۲،۶۱۳،۶۱۴،۶۱۴
گوالیار :۔۲۸۰، ۲۸۰، ۲۸۱، ۳۱۴،
۳۱۴ح،۳۶۵،۷۸۴
گوپامؤ:۔۶۷۴

ل

لار:۔۲۹۰ح،۳۵۴،۴۸۰
لاڈن سرائے دہلی:۔۴۸۸،۴۸۸
لاہور :۔۶۱، ۷۵، ۷۶، ۱۳۴، ۱۸۵،
۱۸۷،۱۸۷،۱۸۷،۱۹۱،۲۰۲،۲۰۸، ۲۱۸،
۲۲۰، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۶،

۲۳۰، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۱، ۲۳۴،
۲۳۹، ۲۴۳، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۲۹، ۳۳۲،
۳۵۸، ۳۷۳، ۳۸۴، ۴۰۳، ۴۳۲، ۴۳۲،
۴۵۰، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۹۷، ۴۹۷،
۵۵۸، ۵۸۵، ۵۸۵، ۵۸۷، ۵۹۸،
۵۹۸، ۵۹۸، ۶۲۴، ۶۳۱، ۷۰۱، ۷۲۳،
۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۶۲، ۷۸۰، ۷۸۰،
۸۲۸، ۸۲۸، ۸۳۴، ۸۴۱، ۸۴۳، ۸۵۰

لکھنؤ:۔ ۵۸۵، ۵۸۶، ۷۰۳

لونی :۔ ۳۵۶، ۳۵۸، ۴۶۵، ۴۶۶ ،
۷۳۸، ۷۸۰

م

ماوراء النہر :۔ ۱۵۸، ۲۰۷، ۲۱۷، ۲۱۹،
۲۸۵، ۶۶۲، ۸۳۱

محی الدین پور:۔ ۳۰۷

محلّہ بخاری (درلاہور):۔ ۵۸۵

مدینہ:۔ ۶۴، ۳۰۴، ۶۲۰

مرادآباد :۔ ۱۹۶، ۳۲۱، ۳۶۵، ۳۶۶،
۳۶۶، ۳۸۴، ۳۸۴، ۳۹۶، ۳۹۶، ۵۵۹،
۶۰۹، ۶۴۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۷۸۷، ۸۳۵

مصر:۔ ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۶۹

مکن پور:۔ ۶۸۴

مکّہ معظّمہ :۔ ۴۶، ۴۶، ۹۱، ۱۰۳، ۱۶۰،
۲۱۰، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۴۱، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۷۳،
۲۷۵، ۲۷۵، ۲۷۵، ۲۹۵، ۳۰۳، ۳۰۶،
۳۰۸، ۳۴۳، ۳۹۵، ۴۷۹، ۵۰۴، ۵۳۴،
۵۳۵، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۷،
۶۰۸، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۵۸، ۷۷۰،
۸۰۷، ۸۰۷، ۸۰۷

مگہر :۔ ۷۲۱ ح

ملتان :۔ ۲۳۰، ۵۱۰ ح، ۵۸۷، ۷۱۴،
۷۴۹، ۷۸۴، ۷۹۴

منیر:۔ ۵۷۲

میرٹھ:۔ ۲۵۰، ۲۵۲، ۴۷۰، ۵۶۱، ۵۶۱، ۷۴۵

متھرا:۔۴۴۱

ن

نارنول:۔۳۱۴،۳۱۴،۵۵۹،۵۶۰
نانوتہ:۔۳۶۷،۳۶۷
نصیرآباد:۔۶۲۳
نگینہ:۔۳۸۷،۳۸۸
نیشاپور:۔۶۴،۶۴،۱۵۸،۳۶۵
نوسار:۔۶۵۸

و ہ

واسط:۔۳۹،۷۹۴،۷۹۷،۷۹۹،۸۳۲
ویابن (قصبہ ایست):۔۸۱۱
ہاپوڑ:۔۷۲۳
ہرات (ہرے):۔۴۰ح،۱۲۲،۲۳۹،
۴۳۰،۴۸۰،۵۴۷،۵۶۵،۶۱۵،۶۱۶
ہرمنڈل:۔۶۷۵
ہرگاؤں:۔۵۷۱،۵۷۱
ہندستان (ہند) :۔۸۷، ۱۰۹، ۱۶۹،
۱۷۵، ۲۰۸، ۲۰۸، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۳۸،
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۸، ۲۴۸، ۲۴۸، ۲۴۹،
۲۴۹،۲۶۸،۲۹۹ح،۳۰۰،۳۶۵،۳۷۰،
۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۴، ۴۲۱، ۴۳۳، ۴۴۴،
۴۴۴،۴۴۷،۴۷۹،۴۸۳،۵۳۳،۵۵۶،
۵۸۶، ۶۰۷، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۲۹،
۶۴۴، ۶۵۵، ۶۶۵، ۶۷۵، ۶۷۵،
۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۷۹،
۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۷۰۲، ۷۲۱،
۷۳۲،۷۳۴،۷۸۴،۷۹۴،۷۹۴،۷۹۹

ی

یمن:۔۲۹۹ح،۶۶۵،۷۸۹

کتب

ابن ماجہ شریف:۔۴۱۸،۴۱۸،۴۱۸
اتفاقاتِ حسنہ:۔۲۸۸،۷۷۴،۷۷۶،
۷۷۶،۷۷۶،۷۷۶
اخبار الاخیار:۔۲۵۲،۲۷۲،۲۹۰،۳۱۱،
۶۲۶،۶۳۴،۶۷۷
اسراریہ:۔۳۹،۳۹،۱۰۶،۱۲۶،۱۳۳،
۱۴۵،۱۶۷،۱۸۸،۳۰۶،۳۳۸،۴۲۳،
۴۸۸،۵۰۱،۵۰۴،۵۲۵،۶۵۱،۶۵۳،
۶۵۹،۶۹۴،۷۱۵،۷۵۷،۸۶۷
اعجازِ خسروی:۔۶۷۲،۶۷۸
انوار العین:۔۵۵۶
بحر الحقائق:۔۴۳
بحر الابرار:۔۴۶۱
بحر الدرر (تفسیر):۔۷۹۲
بحر العمیق:۔۷۴۳،۷۴۵
بوستان (سعدیؒ):۔۴۰۰،۵۶۳
بیہقی:۔۴۱۸
پنجابن:۔۳۳۳،۳۳۴
پیم اشلیکہ:۔۷۶۸
پیم اشیک:۔۷۳۳
پیم اما بن:۔۷۳۳
پیم چرت:۔۳۸۰،۵۶۶،۷۳۳
تاریخِ فیروزی:۔۲۷۲
تاریخِ فیروز شاہی:۔۶۷۸
تاریخ مشتاقی:۔۳۳۳،۳۳۳ح
تذکرۃ الابرار:۔۲۱۵
ترمذی شریف:۔۴۱۸،۴۱۸،۴۱۸
تسویہ (رسالہ):۔۵۶۷
تفسیر بیضاوی:۔۹۶،۲۴۶
تفسیر حسینی:۔۳۹۱،۴۳۳،۵۰۹،۵۸۱

توریت:۔۷۷۱
ثمرات القدوس:۔۱۹۷،۶۷۹،۶۸۸،
۷۹۴، ۷۹۷، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱ح،
۸۰۳،۸۰۴
جمع الجمع :۔۴۷۶، ۶۹۴، ۸۱۱، ۸۱۸،
۸۲۸،۸۶۳
جمع (قاضی محمد):۔۱۵۱،۵۷۵
جمع (شیخ اسماعیل دہلوی):۔۲۴۳
جمع (میر عبدالاوّل):۔۵۴۹
جمیع (زین الدین محمود کمانگر):۔۷۶۰
چار چمن:۔۷۴۶
چندالماس:۔۴۳۰
چنداین:۔۸۲۵،۸۲۵،۸۲۵
حاکم:۔۴۱۸
حدیقۃ الحقائق:۔۲۶۴
حدیقۃ الحقیقت:۔۷۷۳
حصنِ حصین:۔۴۱۸
حکایت الراشدین:۔۱۶۶
داؤد شریف (ابوداؤد):۔۴۱۸، ۴۱۸،
۴۱۸
دعوت الکبیر:۔۴۱۸
دیوانِ حافظ :۔۳۵۶، ۳۵۶، ۵۹۳،
۵۹۹،۶۹۵
دیوانِ انوری وخاقانی:۔۶۴۰
رشحات :۔۹۳،۹۳ح،۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۹،
۱۵۴، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۸۶، ۲۰۸،
۲۳۳، ۲۳۳، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۶۲،
۲۷۹، ۲۹۳، ۳۳۶، ۳۴۰، ۳۵۳، ۳۸۶،
۳۹۲، ۴۰۳، ۴۳۰، ۴۵۱، ۴۵۷، ۴۷۶،
۴۷۶، ۴۷۷، ۴۹۲، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۴۳،
۵۴۶، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۶۰، ۵۶۴، ۵۷۴،
۶۰۰، ۶۰۳، ۶۰۸، ۶۱۸، ۶۴۱، ۶۴۷،
۶۷۲، ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۸۱، ۷۸۹، ۷۸۹،
۸۲۲

رشدنامہ:۔۵۵۷
رموزالتوحید:۔۳۴۶
ازدالمتقین (زادالیقین):۔۵۳۴
زبور:۔۲۹۰
سبحۃ الابرار:۔۷۵۹،۷۶۷،۷۸۵
سراج المشکوٰۃ:۔۱۴۵
سفردروطن:۔۶۵۵،۸۴۳
سلسلۃ الذہب:۔۴۰۱،۵۳۲
سیرالعارفین:۔۴۸۰
شرح لمعات:۔۱۶۸
شرح مشکوٰۃ:۔۱۴۴،۲۳۷
شرح وقایہ:۔۱۹۲
شرح صحیح بخاری (تیسرالقاری):۔
۲۸۶،۲۸۶ح
صحیح ابن حبان:۔۴۱۸
صحیفۂ کاملہ:۔۴۲۵،۴۲۶
صراح:۔۲۴۶
طبقات (طبقات الصوفیہ):۔۵۵۴
طبقات حسامی:۔۱۰۵
طریق الوصول الی اصول الاصول:۔
۱۲۷
عروۃ وثقیٰ (عروۃ الوثقیٰ):۔۶۴
عزیزیہ (رسالہ):۔۳۶۱
عینیہ (رسالہ):۔۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳،
۵۰۷
غنیۃ الطالبین:۔۳۶۱
غیریہ (رسالہ):۔۱۷۱
فتوحات:۔۶۰،۶۷،۳۴۲،۳۷۸
فصوص (فصوص الحکم):۔۸۴، ۸۵،
۸۶،۲۱۰،۵۱۹،۸۲۴
فوائدالفواد:۔۱۶۰، ۲۱۴، ۴۶۷،
۴۶۷ح
قدسیہ (رسالہ):۔۴۶۳،۴۹۴،۸۴۱
قدسیہ بہائیہ (رسالہ):۔۹۳، ۵۵۱،

۵۶۱، ۶۹۷، ۷۱۴، ۸۱۷
قراتح عربی:۔۱۲۷
قشیریہ:۔۶۹، ۶۹ح
قواعد ضیائیہ:۔۱۹۲
کلام مجید (قرآن) :۔۴۰، ۴۵، ۶۵،
۶۵، ۹۷، ۱۱۹، ۱۶۱، ۱۶۱، ۱۷۲، ۱۸۷، ۱۹۲،
۲۰۴، ۲۰۴، ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۸۰، ۳۱۷، ۳۲۳،
۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۴۲، ۳۶۳، ۳۶۹،
۳۶۹، ۳۷۷، ۳۷۷، ۳۸۷، ۳۹۳،
۴۰۵، ۴۱۶، ۴۱۹، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۶۳،
۴۶۶، ۴۷۰، ۴۷۷، ۴۷۷، ۴۹۵، ۵۰۹،
۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۵، ۵۳۲، ۵۳۲، ۵۳۲،
۵۳۲، ۵۳۵، ۵۵۲، ۵۸۱، ۶۰۸، ۶۱۲،
۶۲۶، ۶۳۷، ۶۴۱، ۶۴۷، ۶۷۴، ۶۸۷،
۷۴۰، ۷۴۸، ۸۱۲، ۸۲۴، ۸۴۰
کشف المحجوب:۔۳۶۹، ۶۶۰، ۷۱۰
کشن چرت:۔۴۳۹
کلمات الصادقین:۔۱۶۵، ۱۶۷، ۴۷۹
کلیاتِ خواجہ بیرنگ :۔۱۸۵، ۲۳۳،
۴۷۶، ۷۶۰، ۸۴۱
گلستان (سعدیؒ) :۔۳۴۹، ۴۶۲،
۴۶۳، ۵۲۸، ۵۳۰، ۶۶۴، ۷۳۵
لمعات:۔۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۰، ۵۱۹، ۵۷۲
لمعہ:۔۶۱۳
لواتح (جامیؒ):۔۳۹۴، ۴۷۸
مثنوی مولوی :۔۲۲۴، ۲۶۴، ۵۲۶،
۵۲۶، ۵۲۷، ۵۵۳، ۶۸۷
مجموعۂ خانی:۔۱۸۲
مستدرک:۔۴۱۸
مشکوٰۃ:۔۴۳۳
مطول:۔۲۴۴، ۶۸۱
مغالیط العامہ:۔۵۷۰
مفتاح:۔۶۸۱
مکاتیب خواجہ بیرنگ:۔۱۹۰

مکتوبات شیخ احمد:۔۱۸۹
من وسلویٰ:۔۷۵۷
مناظرۃ الخواص:۔۵۷۰،۵۷۰
ناقد اسماء الرجال:۔۱۶۵
نان وحلوہ:۔۴۶۴،۷۵۷
نزہت الارواح:۔۳۱۳،۳۶۱،۳۶۱،
۴۴۲،۵۰۸،۶۹۵،۷۶۸
نفحات الانس:۔۴۳،۸۵،۱۲۹،۱۲۹،
۱۲۹ح،۱۳۲،۱۵۲،۱۵۳،۱۵۳،۱۶۰ح،
۲۴۱،۲۴۶،۲۴۶،۲۷۴،۲۷۵،۲۷۸،
۲۷۹،۲۹۱،۳۰۰،۳۰۱ح،۳۴۱،۳۵۴،
۳۵۶،۳۶۹،۳۷۲،۳۷۷،۳۷۸،۳۸۰،
۳۸۹،۳۹۲،۳۹۴،۴۱۳،۴۳۶،۴۴۲،
۴۴۷،۴۴۸،۴۴۸،۴۴۹،۴۵۰،۴۵۲،
۴۶۹،۴۹۴،۵۱۶،۵۱۷،۵۱۸،۵۲۶،
۵۴۵،۵۶۲،۵۷۵،۵۸۶،۵۸۹،۶۱۷،
۶۲۱،۶۲۲،۶۵۱،۶۵۶،۶۵۷،۶۶۰،
۶۶۱،۶۶۲،۶۶۳،۶۶۶،۶۷۸،۶۹۱،
۷۰۷،۷۱۰،۷۲۶،۷۶۶،۷۶۶،۷۷۸،
۷۸۲،۷۸۸،۷۸۹،۸۳۲،۸۳۲
نقد النصوص:۔۸۲۳
نورِ وحدت (رسالہ):۔۲۸۵،۲۹۸،
۳۱۶،۴۳۷،۶۳۸،۶۵۶،۸۳۶
ہدایہ:۔۲۵۷
یوسف زلیخا:۔۸۳۴

© RAMPUR RAZA LIBRARY

RAMPUR-244901 (U.P.) INDIA

ISBN- 81-87113-80-4

NAME OF THE BOOK	:	ASRARIA KASHF-E-SUFIYA
AUTHOR	:	SAYYED MOHAMMAD KAMAL SAMBHALI WASTI
EDITED BY	:	MISBAH AHMAD SIDDIQI
PUBLISHED BY	:	PROF. AZIZ UDDIN HUSSAIN HAMDANI O.S.D. RAMPUR RAZA LIBRARY HAMID MANZIL,QILA RAMPUR-244490, U.P. (INDIA)
FIRST EDITION	:	500 COPIES
PUBLISHED YEAR	:	2013 A.D, 1434 HIJRI
PRINTED BY	:	DIAMOND PRINTERS NEW DELHI - 110002
PRICE	:	Rs. 1000/-
COMPOSED BY	:	ABDUSSABOOR

ASRARIA KASHF-E-SUFIYA

AUTHOR

SAYYED MOHAMMAD KAMAL

SAMBHALI WASTI

EDITED BY

DR.MISBAH AHMAD SIDDIQI

PUBLISHED BY

PROF AZIZ UDDIN HUSSAIN

HAMDANI

O.S.D. RAMPUR RAZA LIBRARY

HAMID MANZIL,QILA RAMPUR-244490

U.P. (INDIA) 2010 AD

مطبوعات رامپور رضا لائبریری رامپور

نمبر شمار	نام کتاب	سال طباعت	قیمت
(۱)	الھند فی الشعر العربی از صہیب عالم، عربی مطبوعہ، صفحات ۲۸۰	۲۰۰۹ء	۵۵۰
(۲)	گل افشانی خیال، پرشین پوئیٹکل کلیکشن آف پروفیسر محمد ولی الحق انصاری، از پروفیسر محمد ولی الحق انصاری ناشر: پروفیسر شاہ عبدالسلام، صفحات: ۸۰۰ (فارسی)	۲۰۱۰ء	۸۰۰
(۳)	اردو میں تاریخ نگاری کی ابتدا (مع پس منظر) (اردو) از ڈاکٹر اقتدار حسین مقدمہ: ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی۔ صفحات ۳۰۳	۲۰۰۸ء	۳۵۰
(۴)	مکتوبات الشیخ الشاہ ولی اللہ الدہلوی واولادہ ومعاصریہ کلکشن آف عربک لیٹرس مع اُردو ٹرانسلیشن از پروفیسر شاہ عبدالسلام ناشر: پروفیسر شاہ عبدالسلام، صفحات ۳۴۴	۲۰۱۰ء	۸۰۰
(۵)	تاریخ فرح بخش (پرشین) مع اُردو ترجمہ تاریخ اودھ (فیض آباد)، از منشی فیض بخش اردو ترجمہ وترتیب: پروفیسر شاہ عبدالسلام	۲۰۱۰ء	۲۵۰
(۶)	دیوان الشعر الحادرہ۔ قبل اسلام کی عربی شاعری تدوین مختار الدین احمد آرزو۔ ڈی لکس ایڈیشن	۲۰۱۰ء	۶۰۰
(۷)	تاریخ فرشتہ میں مذکور صوفیاء، علماء اور شعراء کے (احوال وکارناموں پر ایک تنقیدی نظر)، ڈاکٹر نکہت فاطمہ	۲۰۱۰ء	۵۰۰
(۸)	دیوان ناظم۔ اردو نواب یوسف علی خاں ناظم، تدوین ڈی لکس ایڈیشن (پانچ کلر میں)	۲۰۱۰۔۲۰۱۱ء	۲۵۰۰
(۹)	امراء ہنود (ہندی)، ترجمہ: زین البشر انصاری	۲۰۱۱ء	۴۵۰

Website : www.razalibrary.gov.in
E-mail: directorrazalibrary@gmail.com
Tel.: 0595-2325045, 2327244, 2325346, Fax : 0595-2340548

ISBN : 978-93-82949-03-9